



ڈاکٹر ذاکر حسین لائبریری

DR. ZAKIR HUSAIN LIBRARY

JAMIA MILLIA ISLAMIA
JAMIA NAGAR

NEW DELHI

Please examine the book before
taking it out. You will be res-
ponsible for damages to the book
discovered while returning it.

DUE DATE

Rare

Cl. No.

297.8

Acc. No.

34321

Late Fee Ordinary books 25 p. per day, Text Book

Re 1 per day, Over night book Re 1 per day.

--	--	--	--

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

کتاب کے جواب میں

معارف

میں نے صیف لطیف عالم بیدل قاتل علی لطیف کمال و سب ہر صاحب کیم کو
محکم بنی علی بنی صاحب کیم پوری سے غنائت متعدہ و خدمت سلف

اراول

انجام کیسری دس بیٹھ سیرینڈٹ

مطابع انیسویں لکھنؤ لکھنؤ

۱۹۲۴ء



مولانا • محمد دم العزى صاحب مصدق كتاب هذا

فہرست مضامین کتاب مہذب الاسلام

معہ ضمیمہ و ملحقات آخر کتاب

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۳۹	چوتھے امام احمد بن محمد حنبلی	۲	حمد آلہی
۴۱	ابن تیمیہ	۳	مناجات بد گاہ قاضی الحاجات
۴۲	اشاعرہ ماتریدیہ شائبہ	۴	نعت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
۴۵	اصحاب حدیث و اہل راس	"	التماس مؤلف
۴۶	نقاید ماتریدیہ کی تفصیل - اسباب علم		بجلا حصہ فرقتاے اہل سنت اور معتزلہ اور
۴۷	عالم کاتوت و حدوث		شیعہ اور خوارج اور مرجیہ اور نجاریہ اور
۴۸	خاتم عالم		جبریہ اور قدریہ اور شیعہ کے بیان میں
۴۹	کلام آلہی	۶	حدیث افرات امت کی تحقیق
۵۰	صفات نبوتی	۸	یہود و نصاریٰ کے فرقے
۵۱	صفات سلبی	۱۰	فرقہ ناجی و ناری
۵۲	جبر و قدر وغیرہ	۱۲	علم فقہ و طبقات فقہاء
۵۳	اللہ پر کوئی چیز واجب نہیں اور اللہ کے	۱۵	مسائل فردعی و اجتہادی میں صحابہ کے اختلافات
	کاموں میں کوئی غرض نہیں اور اسباب کا	۱۸	اختلاف مذاہب کی بنا
۵۵	حسن و قبح	۲۲	فرقوں کی تقسیم
۵۶	استطاعت	۲۲	شیعہ - خوارج - جبریہ - قدریہ
۵۷	مقول کی اجل رزق حرام	۲۵	جمہیہ - مرجیہ
"	دیدار آلہی	۲۶	فرقہ اہل سنت و جماعت
۵۹	فرشتے	۲۷	ایک امام ابو حنیفہ ثمان بن ثابت میں سے
"	کتاب آسمانی	۳۵	دوسرے امام مالک ابو عبد اللہ
۶۰	معاد	۳۷	تیسرے امام شافعی ابو عبد اللہ محمد

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۹۴	علمائے اترید کی رائے - علمائے شریعی کی رائے	۶۲	شفاعت و جنت و دوزخ
۹۵	"	۶۵	نبوت
۹۶	"	۶۷	عصمت انبیاء و تفصیل انبیاء
۹۷	"	۶۸	معراج
	ضمیمہ فرقہائے ظاہریہ و کاتبیہ کی تفصیل	"	اہل بیت کی تفصیل و مقام
۹۸	کے بیان میں	۷۱	علامت
۹۹	حارس مجاہدی	۷۲	صحابہ پر طعن نہ کرنا چاہیے
"	فرقہائے غیر اہل سنت و جماعت	۷۳	تکفیر اہل قبلہ
۱۰۱	مختصر	۷۴	کرامت اولیاء
۱۰۲	اصحاب عدل و توحید	۷۵	ولی نبی کے رتبے کو نہیں پہنچتا
۱۱۳	اول و اصلہ	"	کالیف شرعی قاتل و باغی سے ساقط نہیں ہوتا
۱۱۴	دوم و ثانیہ	"	نصوص شرعی ظاہریہ و محمولہ میں
۱۱۵	تثلیث	۷۷	تنازع
۱۱۶	نظامیہ		مردوں کے لیے دعا و صدقہ
۱۲۱	اسواریہ - اسکا فہم - جعفریہ - بشیریہ	۷۹	امامت
۱۲۲	فروریہ - ہشامیہ	۸۱	تفرقات
۱۲۳	حالبیہ	۸۲	مذاہب ثلاثہ کے بعض اختلافی عقائد میں تطبیق
۱۲۵	حدیثیہ - صالحیہ - عمریہ	۸۷	مسئلہ خلافت
۱۲۶	ثمامیہ	"	علمائے اترید کی رائے - علمائے شریعی کی رائے
۱۲۷	خیاطیہ - جاحظیہ	۸۸	"
۱۲۸	کعبیہ	۸۹	"
۱۲۹	جبائیہ	۹۰	"
۱۳۱	ہشامیہ	۹۱	"
۱۳۲	جاریہ - ابوالحسنیہ - قفویہ	۹۲	"
۱۳۵	ثوبہ - واریہ - حرقیہ - معینیہ - حرقیہ	۹۳	"

صفحه	مضمون	صفحه	مضمون
۱۶۳	مقتضیه		واقفیه - نطفیه - ملزومه - قبریه کیسانیه
۱۶۴	برقعی - بنیعیته - بنیعیته - بنیعیته - بنیعیته	۱۳۵	ناکتیه - احمدیه - واسطیه - و جمیه
۱۶۹	پوشان و غیره	۱۳۶	تبریه - تنبیه
۱۸۰	راوندیه	۱۳۸	فرقه شیعه
۱۸۱	بیلیمیه - ملطیف	۱۴۰	شمانیه
۱۸۲	صلاحیه	۱۴۱	جنگ جبل ناکتین
۱۸۵	فرقه کیسانیه	۱۴۲	خارج - مارقین شیعه - شیعه اولی
۱۹۲	کیسانیه فخریه	۱۴۳	شیعه خلصین
۱۹۳	کریمیه	۱۴۴	شیعه تفصیل - شیعه نبرایه یا شیعه سیه
۱۹۵	سحاتیه باشمیه	۱۴۵	شیعه غلاة - اهل سنت و الجماعت
۱۹۶	حریمیه کندی	۱۴۶	غذاه
۱۹۷	شرمیمه مردنیه هارشیه طیاریه	۱۴۷	سبائیه
۱۹۸	حسانیه	۱۵۰	کامیه مغیره
۱۹۹	مباسیه	۱۵۱	نیانیه
۲۰۵	فرقه اسماعیلیه	۱۵۲	بناحیه
۲۰۸	محمدیه حمیرا قلیبیه معظه مبارکیه	۱۵۳	منصوریه
۲۰۹	قراطمه میونیه باطنیه	۱۵۴	خطابیه
۲۱۰	خلفیه قراطمه	۱۵۵	برزنییه تفضلیه
۲۲۲	شمیطیه	۱۵۶	ذبابیه - ذمیه - علیایه اثینیه
۲۲۳	برقیه	۱۵۸	خمسه خمسه
۲۲۴	بنجابیه	۱۶۰	علیایه - علیایه
۲۲۵	تنبیه	۱۶۱	امویه غمامیه - رزمیه
۲۲۶	ممدیه	۱۶۲	غافریه یا شلمانیه
۲۲۹	دهسابیه	۱۶۳	اسحاقیه - نصیریه
۲۳۲	نوحه مدی	۱۶۴	شبه

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۳۰۰	لمبیسہ یعنی لوند	۲۳۸	عبداللہ - ممدی باشد
۳۰۲	صحیفہ جو فرشتے کے ساتھ قبر میں رکھتے ہیں	۲۳۹	ابو اسحاق محمد الملقب قائم بامر اللہ بن ممدی
۳۰۵	بوہرون کے مذہب میں غلا سفہ یونان کی باتوں کو دخل -	۲۴۱	ابو الحسن الملقب طاہر الاعزاز دین اللہ
۳۰۸	ہرنی کے لئے ایک مقیم اور ایک وصی ہوتا ہے	۲۴۲	ابو تقیم عبدالملقب مستنصر باللہ ابن طاہر
۳۱۰	داعی اور ماذون اور مکارم ہوتے ہیں -	۲۴۳	ابو القاسم محمد الملقب مستعلی باللہ بن مستنصر
۳۱۱	بوہرون کے سفید لباس اختیار کرنے کی وجہ	۲۴۴	ابو علی منصور الملقب آبر با حکام اللہ بن مستعلی
۳۱۲	امام اور داعی کے تقرر کا طریق	۲۴۵	ابو یحییٰ عبدالنجید الملقب حافظ لدین اللہ
۳۱۳	طیبیہ کا اقرار جیسے سلیمانی اور تودیہ	۲۴۶	بن امیر ابو القاسم بن مستنصر
۳۱۵	بعض بوہرون کا مذہب ہلسنت اختیار کر لیا	۲۴۷	ابو منصور اسماعیل ثانی الملقب حافظ لدین
۳۱۶	بعض شہر کے بوہرون کا داعی طاہر سیف ندین	۲۴۸	ابو القاسم عیسیٰ الملقب فائز بنصر اللہ بن طاہر
۳۱۷	سے اشراف -	۲۴۹	ابو محمد عبداللہ الملقب عاصم لدین اللہ
۳۱۸	ایک سنسنی پیدا کرنے والا اکثبات	۲۵۰	بن یوسف بن حافظ
۳۱۹	کتاب فتوٰ نورانی المبدین مصنفہ ملا طاہر	۲۵۱	ممدویہ کا امامت میں اختلاف
۳۲۰	سیف الدین صاحب شیخ البواہر	۲۵۲	اسماعیلیہ کے مناصب اور دعوت کے طریق
۳۲۱	خوجے	۲۵۳	بوہرون کے بان ائمہ کی ترتیب
۳۲۲	اسماعیلی خوبے	۲۵۴	علمائے دعوت اور داعیوں کا بیان
۳۲۳	خوجوں کے عقائد وغیرہ کی تفصیل	۲۵۵	تنبیہ
۳۲۴	جوابات	۲۵۶	داعیوں کے مسلسل نام
۳۲۵	پیر - علی جی کا مندر	۲۵۷	علی وادبی کیفیت و مذہبی رازداری
۳۲۶	گیتی کی تحقیق	۲۵۸	کلمہ نیاز زکوٰۃ صدقہ فطریہ کی کمرہ
۳۲۷	یرقہ دروز	۲۵۹	صوم مسنونہ وغیرہ
۳۲۸	شمسی	۲۶۰	یشانی
۳۲۹	شمسیدوں کے عقائد	۲۶۱	ردیت ہلال روزہ رمضان عید اور حج
۳۳۰		۲۶۲	۵۸ رمضان کے ہر شہ روزہ ہونے کی وجہ

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۵۳۵	فرقہ جبریت	۳۵۷	زیدیہ
۵۵۰	فرقہ تقدیریت	۳۷۱	زیدیہ کے بعض عقائد
۵۵۲	فرقہ مشیہ	۳۷۷	امامیہ
۵۷۱	اقتلاف تاریخ و سال میں معذوری		وہ فرقے جو حضرت علیؑ کے بعد حضرت حسنؑ اور
"	دوسرا حصہ متفرق فرقوں کے بیان میں	۳۸۷	ان کی اولاد میں امامت کو منحصر سمجھتے ہیں
"	فرقہ اولیٰ سالمیہ		وہ فرقے جو حضرت حسنؑ عجلتہ کے بعد حضرت حسینؑ
۵۷۲	فرقہ دوم واحدیہ	۴۰۳	شہید کر دیا اور ان کی اولاد میں امامت ماننے میں
۵۷۶	فرقہ سوم روشنیان	"	وہ فرقے جو محمد باقرؑ کے بعد جعفر صادقؑ کو امام نہیں
۵۸۲	فرقہ چہارم دین الہی		وہ فرقے جو جعفر صادقؑ تک امامت کے معاملہ میں
۵۸۹	فرقہ پنجم فریود		مشترک ہیں اور جو ان کے بعد امام میں اختلاف
۵۹۵	فرقہ ششم وہابیہ	"	کرتے ہیں -
۶۱۱	ہندوستان میں وہابیت کا شیوع	۴۲۱	ائمہ کی ترتیب
	ہندوستان کے وہابی اپنی جانوں کو اس عبد الوہابؑ	۴۲۳	فرقہ اثنا عشریہ کے ترقی کرنے کی کیفیت
۶۲۰	کی طرف منسوب کرنا نہیں چاہتے	۴۲۴	عقائد اثنا عشریہ کی تفصیل
۶۲۲	فرقہ وہابیہ کے بعض عقائد	۴۵۰	مضمیمہ
۶۲۵	تذکرہ - فرقہ ہفتم بالی	۴۵۳	صحیفہ جعفر جامعہ صحت فاطمہؑ
۶۲۸	فرقہ باہیہ کے عقائد	۴۵۶	فرقہ خوارج
۶۴۰	فرقہ ہشتم پنجری	۴۶۷	خوارج کے بعض عقائد
۶۴۵	بیان معجزہ		خوارج کے مختلف ممالک میں وقتاً فوقتاً خروج
۶۴۶	بیان ملائکہ و شیطان و جن	۴۷۱	کرسنے پر ایک سرسری نظر
۶۴۷	بیان اعجاز قرآن	۴۷۶	خوارج کے فرقوں کی تفصیل یہ ہے
۶۴۸	بیان رویت الہی	۵۱۶	متممہ - فرقہ مرجیہ
۶۴۹	بیان نعمات و لذات جنت	۵۱۹	تفصیل مرجیہ خالص کے فرقوں کی
	بیان جنت و دوزخ کے بالفعل	۵۲۹	مرجیہ غیر خالص
۶۵۰	موجودہ ہونے کا	۵۳۳	فرقہ بخاریہ

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۷۲۰	ازبک - ابن قومرث	۶۰۱	بیان آسمان
۷۲۱	شہر تونس کا مہدی - سید محمد		فرقہ انہم احمدیہ جو قادیانی کے نام سے
۷۲۲	محمد بن عبداللہ	۶۵۸	منسوب ہے۔
۷۲۸	مہدی مغربی - شیخ سنوسی	۶۶۹	فرقہ دہم اہل قرآن
۷۲۵	محمد احمد سوڈانی		قرآن سے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی
۷۲۵	محمد الامین	۶۸۴	فرمانبرداری کا ثبوت
۷۳۷	محمد	۶۹۰	تیسرا حصہ مہدیوں کے بیان میں
۷۳۸	ملائے سوبالی	۶۹۱	ذکر یا بن امام محمد باقرؑ
۷۳۹	سید محمد بن علی ادیسی		مغیرہ - عبداللہ بن معاویہ - محمد بن خفصہ
۷۵۱	شریف مختار		اسمعیل بن جعفر صادق - محمد بن اسماعیل
۷۵۲	عبد الغفار بن کمال غازی		احمد بن محمد بن محمد بن خفصہ عبداللہ احمد فاطمی
۷۵۳	خاتمہ	۶۹۲	محمد نفس زکیہ -
۷۵۴	تمتہ خاتمہ فرقہ یزیدی	۶۹۳	محمد بن قاسم - امام محمد باقر - امام جعفر صادقؑ
۷۶۰	اشعار شاعر اختتام کتاب		امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ - حسن عسکریؑ
		۷۶۴	محمد مہدی عباسی -
			عمر بن عبدالعزیز - احمد بن کیاں
		۷۶۴	علی محمد باب
			محمود سجوانی - مرزا غلام احمد قادیانی
		۷۶۵	سید محمد جوہوری
		۷۱۰	مہدیہ کے عقائد
		۷۱۷	سید محمد نور بخش جوہوری
		۷۱۹	ادریس - کرد

(۱)

ضمیمہ مذاہب الاسلام

۱	پیر نامہ مشتعل بر دعا
۲	منظا ہر دن کا بیان ائمہ کی ترتیب
۳	امام کی شناخت
۴	تعلق امام اور حجت کے درمیان - نھور امام

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱	ضمیمہ دوم شعلق فرقہ شیعہ علی الہی (صفحہ ۸ فہرست ہذا علا خطہ ہو)	۷	حجت کا حال
		۱۱	معجزہ پیغمبر و نام اور حاکم شریعت میں
		۱۳	تفویق
		۱۵	اہل ترتب
		۱۶	نذرانہ اہل تضاد

ضمیمہ دوم متعلق فرقہ شیعہ علی اللہی

عرصہ دراز ہوا کہ خٹک لوگوں پر مغرب سے ایک ایرانی قوم نے حملہ کیا جو کہ چکانی یا چکمانی کہلاتی تھی۔ چکانی لوگ اسی ملک میں رہ گئے۔ اُس وقت اُن کا مذہب شیعہ مسلمانوں کا ایک فرقہ تھا جو علی اللہی کہلاتا تھا کیونکہ اُن کا عقیدہ یہ تھا کہ حضرت علیؑ خدا ہیں۔ اُن کی انوکھی مذہبی مراسم کے متعلق عجیب عجیب فقے بیان کیے جاتے ہیں۔ اُن کے ایمان پر رسم تھی کہ ایک چراغ جلایا جاتا تھا اور مرد اور عورتیں سب بلا مغائرت و بلا حجاب اُس میں شریک ہوتے تھے۔ اور مراسم کی ادائیگی کے دوران میں ایک مقررہ حد تک ہونچا کردہ مذہبی بزرگ جو ان مراسم کی ادائیگی کا صدر ہوتا روشنی کو گل کر دیتا اور تمام مجلس شرا بخواری اور مغرب اخلاق افعال میں مشغول ہو جاتی تھی۔ اس عجیب رسم کے باعث ایرانی اُن کو چراغ کش کہتے تھے اور چچان وک اُن کو اور مر کہتے تھے جس کے معنی آگ کو بجھانے والے کے ہیں۔ اس علاقے میں اُن کا ہزار سردار امیر یوبان تھا لیکن اُس کے متعلق سوائے اُس کے نام کے ہمیں کوئی تاریخی معلومات نہیں۔ افغانوں کی روایات کے بموجب یہ لوگ اس علاقے سے قریب پانچ سو برس گزسے منتشر ہو گئے کیونکہ ان کے علاقہ میں ایک زبردست قحط بین چار سال تک مسلسل پڑا۔

منقول از کتاب السیرات افغانستان
(اقوام افغانستان) مؤلفہ سرتن سجر
ایچ ڈبلیو سیلو۔

ضمیمہ مذاہب الاسلام

ایک روسی مسافر زونین نام کو سالہ ۱۹۰۶ء میں بالائی دریائے جیخون کے ایک مقام پر اسماعیلیہ نزاریہ کے عقائد کا ایک رسالہ لگ گیا تھا یہ رسالہ فارسی زبان میں ہے اور بعض مقامات پر اعداد میں مرموز طور پر لکھا ہے اسکو ایشیا ٹک سوسائٹی بنگال نے جلد ۸ نمبر ۱۹۲۱ء میں چھاپا ہے اور اسکا حل بھی انگریزی میں کیا ہے حافظ احمد علی خان صاحب شوق خلعت مرحوم اصغر علی خان صاحب میرے دوست اور کتب علمیہ کے غایت قدردان ہیں اور رام پور کے معزز لوگوں میں سے ہیں انھوں نے میری اس کتاب کے لئے اسکے مضامین کے حل میں مدد دی۔

پیرنامہ شتمل بر دعا

جناب سرکار پیر صلی اللہ علیہ وسلم صاحب پیر سرکار خداوند عالی اس تمہید کے تلے اتنے اسماء ہیں (۱) پیر برحق محمد مصطفیٰ (۲) پیر برحق حسن (۳) پیر برحق قاسم شاہ (۴) پیر برحق جعفر شاہ (۵) پیر برحق زین العابدین (۶) پیر برحق صمد کوثر (۷) پیر برحق اندر امام لدین (۸) پیر برحق محمد منصور (۹) پیر برحق غائب الدین (۱۰) پیر برحق عبد المجید (۱۱) پیر برحق مستنصر باللہ (۱۲) پیر برحق احمد ہادی (۱۳) پیر برحق ہاشم شاہ (۱۴) پیر برحق محمد شاہ (۱۵) پیر برحق محمود شاہ (۱۶) پیر برحق حب الدین شاہ (۱۷) پیر برحق خالق الدین شاہ (۱۸) پیر برحق عبد المؤمن (۱۹) پیر برحق اعلام الدین (۲۰) پیر برحق صالح الدین (۲۱) پیر برحق شمس الدین (۲۲) پیر برحق نصیر الدین احمد (۲۳) پیر برحق شہاب الدین (۲۴) پیر برحق حسن کبیر الدین (۲۵) پیر برحق تاج الدین (۲۶) پیر برحق فتح اللہ جو انھوی (۲۷) پیر برحق حیدر علی (۲۸) پیر برحق علار الدین محمد (۲۹) پیر برحق قاسم شاہ (۳۰) پیر برحق نصر محمد (۳۱) پیر برحق آغا بابا ہاشم شاہ (۳۲) پیر برحق محمد زمان (۳۳) پیر برحق آغا غریب

(۳۴) پیر برحق محراب بیگ (۳۵) پیر برحق علی اکبر بیگ (۳۶) پیر برحق علی اصغر بیگ
(۳۷) پیر برحق میرزا محمد باقر الحاجب (۳۸) پیر برحق بی بی سرکار (۳۹) پیر برحق
شاہ حسن علی (۴۰) پیر برحق میرزا حسن علی (۴۱) پیر برحق شاہ قاسم علی
(۴۲) پیر برحق شاہ ابوالحسن علی (۴۳) پیر برحق علی شاہ (۴۴) پیر برحق
شاہ بدین شاہ کہ شاہ خلیل اللہ باشد (۴۵) پیر برحق سید ابوالحسن شاہ
(۴۶) پیر برحق سرکار مطلق سرکار خداوندگار آغا فی سلطان محمد شاہ جامع
خاصہ مراد مطلب جمع مومنان مشرق عالم تا مغرب عالم از بین عالم تا یسار عالم بخیر
خوشی بر آورده فرماید بحق جملہ نامہاے مبارک بحق عزیزان در گاہ کہ از گناہ ما و
نقصان در گذرد بتاریخ شہر مبارک رمضان ۲۳ یوم۔

مظاہر و ن کا بیان

اس فرقے کے نزدیک امام امر کا منظر ہے اور حجت عقل کل کا منظر جو اور داعی و ماذون کہ
وماذون اصغر و مستجاب پس بنفس کل کے منظر ہیں اور اہل تضاد جسم کل کے منظر ہیں۔

ائمہ کی ترتیب

(۱) حق مولانا علی (۲) حق مولانا حسین (۳) حق مولانا زین العابدین
(۴) حق مولانا محمد باقر (۵) حق مولانا جعفر صادق (۶) حق مولانا شاہ
اسماعیل (۷) حق مولانا محمد بن شاہ اسماعیل (۸) حق مولانا شاہ وفی احمد
(۹) حق مولانا شاہ نقی محمد (۱۰) حق مولانا شاہ رضی عبد اللہ (۱۱) حق مولانا
شاہ حمیدی ابو محمد (۱۲) حق مولانا شاہ قائم (۱۳) حق مولانا شاہ منصور
(۱۴) حق مولانا شاہ معز (۱۵) حق مولانا شاہ عزیز (۱۶) حق مولانا شاہ
حاکم ابو علی (۱۷) حق مولانا شاہ طاہر علی (۱۸) حق مولانا مستنصر باللہ
(۱۹) حق مولانا شاہ نزار (۲۰) حق مولانا شاہ ہادی (۲۱) حق مولانا شاہ مقتدی

(۲۲) حق مولانا شاہ قاہرہ (۲۳) حق مولانا علی ذکرہ السلام (یہ لقب ہر حسن والی الموت کا)
 (۲۴) حق مولانا علاء الدین محمد (۲۵) حق مولانا جلال الدین (۲۶) حق مولانا
 علاء الدین محمد (۲۷) حق مولانا رکن الدین (۲۸) حق مولانا شمس الدین
 (۲۹) حق مولانا قاسم (۳۰) حق مولانا اسلام (۳۱) حق مولانا محمد (۳۲) حق مولانا
 مستنصر باللہ (۳۳) حق مولانا عبد السلام (۳۴) حق مولانا غریب میرزا (۳۵) حق
 مولانا نور الدین (۳۶) حق مولانا مراد میرزا (۳۷) حق مولانا ذوالفقار علی (۳۸)
 حق مولانا نور الدہر علی (۳۹) حق مولانا خلیل اللہ (۴۰) حق مولانا نزار (۴۱)
 حق مولانا سید علی (۴۲) حق مولانا حسن علی (۴۳) حق مولانا ابوالحسن علی شاہ
 (۴۴) حق مولانا خلیل اللہ (۴۵) حق مولانا شہنشاہ حسن علی (۴۶) حق مولانا
 آقا علی شاہ (۴۷) حق مولانا سلطان محمد شاہ

امام کی شناخت

امام ایک ایسا آدمی ہے کہ کبھی اسکو فاضل سکی ذات کے ذریعہ سے اور کبھی حجت کے توسط
 سے جان لیتے ہیں اور اسکی شناخت روزِ شنبہ دین کو جمعہ تک ہوتی ہے۔
 روزِ شنبہ دین طولِ بین دنیا کے ایک ہزار سال کے برابر ہوتا ہے اور
 ہفتہ دین دنیا کے سات ہزار سال کے برابر طوالت رکھتا ہے اس ہفتہ
 میں سے دین کا روز ایک سے زیادہ نہیں ہوتا اور دوسرے چھ روز دین کی رہیں
 سمجھی جاتی ہیں روزِ دین کو شنبہ اسلئے کہتے ہیں کہ اُس میں دین کا سورج جو امام کی
 ذات ہے ظاہر ہوتا ہے اسی سبب سے کہتے ہیں کہ تمام حکمِ جگہ سے ٹل جاتے ہیں
 لیکن شنبہ کا حکم نہیں ٹلتا۔ ہفتے کے دوسرے چھ روز کو جو شنب دین کہا جاتا ہے
 یہ اسلئے ہے کہ ان میں پیغمبروں کی شریعتیں امام کا حجاب واقع ہوتی ہیں جس طرح
 دنیا کی رات دنیا کے سورج کو چھپا رکھتی ہے یہی حال ان روز و راتیں امام کا ہوتا ہے
 کہ وہ شرائعِ انبیاء کی وجہ سے مخفی و مستور رہتا ہے۔ لیکن جس طرح خورشید کے

چھپ جانے کے بعد چاند شب میں اُسکی قائم مقامی میں تاریکی عالم کو روشن کر دیتا ہے
 اسی طرح جب امام نہان ہوتا ہو تو حجت اُسکا قائم مقام بنتا ہے جس کے ذریعہ سے
 اہل ترب امام کے نور کو پہچانتے اور فیض پاتے ہیں۔

یاد رکھو کہ چھ ہزار سال شب دین میں بھی کبھی امام کا ظہور ہو جاتا ہے چونکہ وہ
 معنوی نہیں ہوتا اسلئے حقیقت کی شناخت نہیں ہوتی برخلاف روزِ شعبہ کے
 ہزار سالوں کے کہ چونکہ امام کا ظہور ان میں معنوی ہوتا ہے اسلئے شناخت حقیقی حاصل
 ہو جاتی ہے اور ان چھ ہزار سال میں شناخت حاصل نہیں ہو سکتی۔

اور چونکہ خاص خاص بندوں کی پیدائش سے یہ مقصود ہے کہ وہ امام کی شناخت
 حاصل کر لیں پس یہ محال ہے کہ اُنکو امام کی شناخت کے بغیر چھوڑ دیا جائے اگر وہ
 ایسا کرتا تو نفوذِ بائد اُسکی ذاتِ بخل کے ساتھ مترتب ہو جاتی ہے اسلئے ان ایام میں
 کہ بمنزلہ شب کے ہیں امام کے نائب یعنی حجت کو جو بمنزلہ چاند کے ہے موجود کر دیتا ہے
 تاکہ ظہور معنوی دائمی بنا رہے اور حقیقت الامر بھی یہ ہے کہ جبکہ ظہور معنوی میں شناخت
 حاصل نہ کر سکے گا تو ظہورِ شکلی خورشید میں کہ نور نہیں دیوے کیا حاصل کر سکتا ہے یعنی
 جبکہ حجت سے کہ امام کا ظہور معنوی ہے فائدہ نہ اٹھا سکا تو خود امام کی شخصیت کے ظہور
 سے کیا فائدہ پایگا کیونکہ ایسا شخص بالکل ناقابل ہوگا ایک عزیز نے کیا اچھا کہا ہے۔

ظہور معنوی امروز اگر ندر دسود	ظہور شکلی فردا چہ سود خواہد کرد
-------------------------------	---------------------------------

اسی کے مطابق یہ بھی ہے

ظہور معنوی کہ قائم ست دعوت او	در انچه بہت نہ افزون شود نہ گردد و کم
-------------------------------	---------------------------------------

یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیے کہ شب دین کی چھ ہزار سالوں میں جسوقت کہ امام ظہورِ شکلی
 کرتا ہے تو حجت ظہور معنوی نہیں رکھتا جیسا کہ حضرت امیر کے زمانے میں سلمان اظہار
 دعوت نہیں کرتا تھا لیکن صرف ایک شخص کے ساتھ کی تھی۔

اس قول سے یہ بات مستفاد ہوئی کہ آنحضرت کے دعوے نبوت کے وقت میں شب دین
 تھی کیونکہ شریعت پیغمبر کے وقت میں روز دین نہیں ہوتا اور دوسری بات یہ بھی

معلوم ہوئی کہ سلمان حضرت علی مرتضیٰؑ کے حجت تھے۔

آگے پھر اُس رسالے کے بیان کے مطابق کہتا ہوں کہ یہ ناممکن ہے کہ کسی عہد میں شکل امام اور اسکی دعوت دونوں نہان ہوں کیونکہ اس سے مخلوق ہلاکت میں پڑ جائے گی لہٰذا کبھی امام ظہور شکلی کرتا ہے اور حجت کے ظہور معنوی کو دہر کر دیتا ہے سبب اسکا یہ ہوتا ہے کہ ایسے بندگان قابل جو حجت سے فیضیاب ہو سکتے نہیں ہوتے پس امام خود ظہور فرما کر انکی اصلاح کرتا ہے حکیم نزاری کہتا ہے۔

لمیر از آرزو مند ان خود باز
اگر سہوے رو دور ما مہندی

ظہور معنوی در پردہ راز
ازین پس باب رحمت در بلندی

ثابت ہوا کہ بندہ ان کی سہو و غفلت اور گناہکاری کی وجہ ہوتی ہے کہ کبھی امام اپنی رحمت کا دروازہ بند کر کے انکو اپنی حالت میں مبتلا چھوڑ دیتا ہے۔

یا در کھو کہ امام کی شناخت چار قسم پر ہے (۱) شناخت اُسکے نور کی کہ اُس میں حیوان بھی شریک ہیں (۲) شناخت اُسکے اسم کی کہ اس میں اہل تضاد بھی شریک ہیں (۳) شناخت اُسکی امامت کی جس میں اہل ترتب بھی شریک ہیں (۴) شناخت اُسکی ذات کی یہ حجت سے مخصوص ہے۔

اہل ترتب ہمیشہ امام کے جسم کو دو دلیلون سے جان لیتے ہیں اُن میں سے ایک نفس ہے اور دوسری ولادت۔

اور خاص حجت نے اُس کو معجزہ علمی اور ولادت کے ذریعہ سے ازل سے جان لیا ہے۔ اور ان چند اتارون باتنا سخون میں کہ امام گذر گیا بعض داعیان بحق نے اُسکو جان لیا اور جسم میں غلطی نکلی کیونکہ اُسکے وجود کے شرائط سے واقف تھے اور بعض داعیان ناحق نے جو غلطی کی اسکا سبب یہ تھا کہ اُنھوں نے صرف اسی دلالت پر لحاظ کیا تھا اور شاہ نزار کو جو امام مان لیا تھا اسکا سبب بھی ولادت تھی۔

اور ان اتارون میں امام نے جو اُن دو دلیلون کو برطرف کر دیا تھا اول حجت کو ظاہر اور معین کیا پھر اُن دو دلیلون کو برطرف کر دیا تھا۔

اور صورت شکلی میں بھی اہل ترتب کی آنکھوں سے چھپ گیا بعد اُس کے حجت کے اشارے اور دلیل سے اہل ترتب میں سے تو ہی لوگ تحقیقی طور پر امام کے جسم کو جان گئے اور ضعیف لوگ جنھوں نے حجت کے دلائل کو نہ سنا یا دلائل کے کھنسنے سے عاجز تھے امام کے جسم کو نہ دریافت کر سکے۔

تعلق امام اور حجت کے درمیان

امام کا فرزند چار قسم پر ہوتا ہے ایک صرف امام کی شکل پر جیسے مست علی دوسرے معنوی طور پر جیسے سلمان تیسرے امام کی شکل اور معنی دونوں پر جیسے امام حسن کہ اُن کو امام مستودع کہتے ہیں چوتھے امام کی شکل اور معنی اور حقیقت جمنون پر ہوتا ہے جیسے مولانا حسین کہ اُنکو امام مستقر کہتے ہیں پس یہ بات ثابت ہو گئی کہ حجت امام کا فرزند معنوی ہے پس ان دونوں میں کہ قاعدہ حجتی اپنے فرزندان جسمانی کو دکھایا ہو یہ امر عام تھا نہ خاص امام کے لئے ہیشہ سے قاعدہ عامی اور خاصی دونوں حاصل تھے اور اب بھی حاصل ہیں۔ قاعدہ عام ایسے آدمیوں کی نسبت واقع ہوتا ہے جو عامی و جاہل ہیں اور قاعدہ خاص ایسے آدمیوں کی نسبت واقع ہوتا ہے جو کہ تعلیمات باطنی کی پیروی کرتے ہیں۔ امام جو قاعدہ حجتی اپنے فرزندان جسمانی کو دکھاتا ہے یہ رتبہ ہر شخص کو حاصل ہوتا ہے نہ کہ صرف منتخب لوگوں کو جیسا کہ اوپر بیان ہوا۔ اصل کتاب میں لفظ امر ہے میں نے قاعدہ سے بدل دیا ہے۔

ظہور امام

امام کا تینوں کون میں ظہور واجب ہے کیونکہ حقیقت میں وہی واجب الوجود ہے اور جس قدر اشیائیں سے غیر ہیں سب ممکن الوجود ہیں اور ممکن الوجود ایسے وجود کو کہتے ہیں جو اپنے سر سے موجود نہ ہو سکے پھر یعنی مجید سے مراد یہ ہے کہ خود بخود موجود ہو جائے حالانکہ ممکنات موجود ہیں پس امام کو اُنکی جنس سے یعنی آدمی کی شکل پر دونوں کون میں

ظہور ہوگا اگر اسکا ظہور نہ ہوتا تو ان موجود نہ ہونے پس ثابت ہو گیا کہ امام کے لئے دونوں کون میں کہ ایک خلقی و جسمانی ہے اور دوسرا امری یعنی روحانی ہو اور یمینوں کون میں کہ عالم امری میں ثابت ہوتا ہے ظہور جاسیہ امام کی اولاد خلقی و جسمانی امام جسم میں ہمیشہ موافق ہے یعنی بیٹے کو باپ کا جانشین ہونا چاہئے۔

حجت کا حال

حجت ایسے شخص کو کہتے ہیں کہ اُسکے اور امام کے مضاف و راضی سے ایک ہوں اور اُسکا ظہور دنیا میں اہل ترتیب کے لئے ہو یعنی حجت ان لوگوں کو تعلیم دیکر امام کی معرفت سے واقف کر دیتا ہے اسلئے کہ امام تعلیم حاصل کرنے اور تعلیم دینے سے معزز ہو اور حجت اگرچہ کسی سے تعلیم حاصل کرنے سے بے پروا ہے لیکن تعلیم دینے سے بے پروا نہیں ہے۔ اور داعی اور اُسکے تلمیذ کے یمینوں حدود میں سے کوئی بھی کسی بات سے مستغنی نہیں ہے اور اُسکا مستجاب تعلیم دینے کے لئے مریض نہیں ہے اور قبول کرنے کے لئے محتاج ہے پس ثابت ہوا کہ حجت تعلیم کے دینے اور ادا کرنے میں اور بعض تعلیم دینے اور قبول کرنے میں اور بعض صرف تعلیم کے قبول کرنے میں محتاج ہیں اگر حجت عالم میں ظہور نہ کرے اور تعلیم نہ دے تو اہل ترتیب نجات اور کمال آخرت سے محروم رہ جائیں اور پیدائش عالم کا فائدہ باطل ہو جائے۔

اور اس بات پر کہ امام کو بے حجت کے نہیں جان سکتے بہت سی عقلی اور نقلی دلائل قائم ہیں۔ دلیل عقلی یہ ہے کہ ہر موجود کہ جسکا وجود ثابت ہو اسکا کمال بغیر غیر کی تاثیر کے قوت سے فعل میں نہیں آسکتا اگر ایسا ہوتا تو چاہئے تھا کہ تمام اجسام جنکا کمال حرکت ہے جو ان میں موجود ہے غیر کی تاثیر کے بدون حرکت کر سکتے چنانچہ جس طرح مادی اور جادوی اشیا بغیر دوسرے کی تاثیر کے حرکت نہیں کر سکتیں اسی طرح موجودات نباتی و حیوانی و جسمانی بھی بغیر ابدار و روح نباتی و روح حیوانی و روح انسانی کے حرکت نہیں کر سکتے اور جبکہ جسم سے کہ مثال ہے اپنی ذات سے حرکت ظہور میں

نہیں آتی تو روح متعلم بین بھی کہ مشول ہے حرکت روحانی کہ ترقی نقصان سے کمال کی طرف ہو اور قلوب کی طرف ادا کرنا اور ان کو سکھانا ہے بغیر حجت کے فعل بین نہیں آسکتا اور دلیل نقلی یہ ہے کہ خواہ ظاہر شریعت کہ کلام خدا اور رسول کا ہے جو اہل ظاہر کے درمیان مشہور ہے خواہ قول اہل حق کہ ان کی ضد میں کہا ہو جیسے حکیم سنائی و محقق رومی و شیخ عطار وغیرہ کے اقوال خواہ قول اہل باطن کہ خداوند نے انکی زبان پر جاری کیا ہے تاہم اپنے قول سے باطل ہوتے ہیں خود اُس سے واقف نہونگے اور خود باطن حقیقت سے بہت سی باتیں ہیں جو امام نے اپنے ظہور معنوی میں فرمائی ہیں یا حجت نے کہی ہیں جو ہمیشہ امام کا ظہور معنوی ہے ظاہر شریعت سے قرآن ہے اور جبریل و میکائیل و اسرافیل و عزرائیل اور قرآن کی تاویل اور مشول یہ سب حجت کے نام ہیں اسلئے کہ تاویل کی حد میں فرشتہ اہل وحدت کو کہتے ہیں اور وہ حجت ہے کوئی اور نہیں اور جہان ذکر داعی کا کرتے ہیں پیغمبر مراد ہوتا ہے جیسے اس آیت میں ہے و داعیاً الی اللہ باذنہ سر اجا منیدا اور یہ کہ جبریل سے سیکھتا تھا مراد اس سے یہ ہے کہ داعی تھا کہ سلمانؑ سے تعلیم حاصل کرتا تھا اور پیغمبر کے کئی قول بھی اسپر گواہ ہیں مثلاً آپ نے فرمایا ہے لو علم ابوذر ما فی قلب سلمان لقد کفرہ یعنی اگر ابوذر جان لے کہ سلمان کے دل میں کیا ہو تو اسکو قتل کر دینا چاہے۔ جب سیدنا سے اس قول کا مطلب دریافت کیا گیا تو جواب دیا کہ اگر سلمان ابوذر سے یہ کہتا کہ میرا تمہیں پیغمبر سے بڑھکر ہے اور مولانا علی عالم کا پسید کرنے والا ہو تو وہ اس کہنے سے کافر ہو جاتا اور ابوذر سلمان کے قتل کا قصد کرتا۔ دیکھو موسیٰ نے خضر سے کمال حاصل کیا ہے اور ابتدا میں جب تک خضر سے تعلیم حاصل نہ کر لی اُنکے کام کا بھید نہ معلوم کر سکے۔ بہشت آدم۔ اور کشتی نوح اور عیسیٰ اور مریم اور کوہ طور موسیٰ اور جبریل مصطفیٰ یہ تمام حجت تھے۔ سب اہل ظاہر ان باتوں کو جانتے ہیں مگر ان کی تاویل سے بے خبر ہیں۔

امیر سید علی واعظ اہل ظاہر میں سے ایک شخص ہے اُسے ایک قصیدہ حضرت علیؑ کی

تعریف میں لکھا ہے جس میں مذکور ہے کہ ایک روز رسولؐ بیٹھے تھے اور اُن کے پاس جبریلؑ بھی بیٹھے تھے کہ اتنے میں حضرت علیؑ آئے جبریلؑ اُن کی تعظیم کو کھڑے ہو گئے حضرت محمدؐ نے کہا کہ ہمارے گھر کے ایک لڑکے کی اتنی تعظیم کیوں کی جبریلؑ نے جواب دیا کہ ابتدا میں یہ لڑکا میرا معلم تھا رسولؐ نے دریافت کیا کہ تمہاری ابتدائی پیدائش کو کتنا عرصہ گزرا اُسے جواب دیا۔

اگرچہ من عدد سال خود نے دائم	و لے ستارہ دائم کہ بہت عرش آرا
ستارہ ایست کہ ہر سی ہزار سال یکے	طلوع سے کنداز عرش اعظم اعلا
از ان زمان کہ شدم من ز قدرتش موجود	ہمین ستارہ نمودست سی ہزار بار مرا

دیکھو جبریلؑ کو باقی فرشتوں کی طرح ایک پرند کی صورت پر بتاتے ہیں لیکن اُس دن مرد کی شکل پر رسولؐ پر ظاہر ہوئے تھے اور حضرت مصطفیٰؐ کے پاس مرد کی شکل میں بیٹھے تھے حال آنکہ امام جو اصل ہے اور جبریلؑ کہ امام کے بعد ہیں اور مصطفیٰؐ کہ جبریلؑ کے بعد ہیں تینوں مرد ہیں اور ان کے معنی بھی آخرین کہ مصطفیٰؐ دعوتِ حجت کو پہنچے ایک ہو گئے یہی مصطفیٰؐ جو اہلِ ترب میں سب سے قوی ہیں ان کے ساتھ ایک ہو گئے تو باقی حدود بھی جو مصطفیٰؐ کے تھے ہیں جب اُس معرفت کو پہنچ جاتے ہیں تو ایک ہو جاتے ہیں اسی قبیل سے وہ حکایت بھی ہے جو اہلِ ظاہر میں مشہور ہے کہ عائشہؓ سے کسی نے پوچھا کہ یہ بات صحیح ہے کہ پیغمبرؐ کہتے ہیں کہ میں آسمان پر گیا تھا اور وہ حالات دیکھے تھے عائشہؓ نے جواب دیا کہ میں نے بھی دیکھا کہ وہ مکان سے باہر نکلے اور اتنی جلد واپس آ گئے کہ چلتے ہیں جو اُن کے دامن کا جھٹکا ظرف آب کو لگ کر پانی زمین پر بہنے لگا تھا وہ هنوز جاری تھا اور یہ جو پیغمبرؐ کہا کرتے تھے کہ جبریلؑ میرے پاس آئے اور خدا کے پاس سے یہ یہ پیغام لئے میں صرت اس قدر جانتی ہوں کہ سلمان برہنہ پا اُن کے پاس آئے اور چپکے سے کچھ کہہ کر چلے جاتے اور اُنکے جانے کے بعد وہ یہ کہنے لگتے کہ جبریلؑ آئے تھے اور یہ یہ پیغام اتنی لائے تھے القصہ تمام اہلِ ظاہر کی باتیں اس امر پر دلیل ہیں کہ جبریلؑ سلمانؓ نہیں لیکن ان

بیچاروں کو اسکا بھید معلوم نہیں اور اہل حقیقت کی سراسر باتیں اسپر دلالت کرتی ہیں
 امام فرماتا ہے کہ سلمان منی و انا من سلمان یعنی سلمان مجھ سے ہوا میں سلمان سے ہوں
 اور دوسری جگہ فرماتا ہے کہ میں اپنے دوستوں کے پاس ہوں جسٹان بھی مجھے
 طلب کریں خواہ پہاڑ میں خواہ میدان میں خواہ جنگل میں اور ایسا آدمی جسپر بیچ
 اپنی ذات یعنی معرفت کو ظاہر کر دیا ہو وہ نزدیک کی مکان کا محتاج نہیں اور یہی حقیقت
 بزرگ ہو اور پاک اور جگہ فرماتا ہے میرا حکم مان تا کہ تو میری طرح مثل سلمان کے ہو جائے
 خواجہ قاسم شتری کہتا ہے۔

بشنا ختم بمرد امام زمانہ را آن بے نظیر نام خدا سے یگانہ را

اس شعر میں آن مرد سے مراد حجت ہے اور بے نظیر نام امام سے مقصود بھی حجت ہے
 اس لئے کہ حقیقی اور اصلی نام امام کا جس سے اُسکو جانتے ہیں حجت ہے نہ یہ اسماء
 مجازی جو اس فرقے کے انشا پردازوں کے شعرون اور شروں میں مستعمل ہیں یہ جو
 کہتے ہیں کہ امام کی رحمت اور معرفت کا دروازہ حجت ہے اس میں امام کے جسم و اسم
 کے معنی مستور ہیں جو کوئی دروازے سے آتا ہے مکان میں پہنچ جاتا ہے اور جو نہیں
 آتا تو نہیں پہنچ سکتا۔

امام اور حجت دونوں کے معنی اور ذات ایک سمجھنی چاہیے اگر ایک نہوں تو دوا ہو گئی
 تو ایسی صورت میں ایک خدا ہو گا دوسرا خلق اور خلق سے خدا کو جان نہیں سکتے
 اور فرق اس فرقے اور باقی فرقہ کے نظریہ میں اسی مقام کے اعتبار سے ہے
 اور قول اہل ظاہر کا بھی اسی بات پر دلالت کرتا ہے باوجودیکہ اصل امر
 کی ان کو خبر نہیں۔ کسی نے کہا ہے۔

مردان خدا خدا بنائے شند لیکن زحدا جدا بنائے شند

سوال امام اور حجت معنی میں ایک ہیں لیکن جسم میں ایک نہیں اسکی کیا وجہ ہے۔
 جواب اگر انکا جسم علیحدہ علیحدہ نہوتا اور یہ دو شخص نہوتے جن میں سے ایک
 دوسرے کو دعوت کرتا ہے تو عوام کو شک پیدا ہوتا اور جب وہ دعوت اپنی طرف

کرتا تو اُسے صاحب غرض جانتے اور ظاہرین جب کہ دعوت دوسرے کو کرتا ہے
 تو بے غرض جانتے ہیں اور اُس سے غافل ہیں کہ حقیقت میں دونوں ایک ہیں
 اور جو کہ ابھی عالم کفر میں ہیں۔ پس اگر دونوں دین و دعوت میں ایک نہوے
 تو اُس سے یہ بھی لازم آئے گا کہ دین اور حقیقت بھی دو ہوں اور داخل کثرت ہو جائیں
 اور جب دین کثرت میں داخل ہوا تو دو ہوں یا اکثر سب برابر ہیں۔
 دوسرا جواب یہ ہے کہ اگر حجت اور امام شخصیت میں دو ہونگے کہ جن میں سے ایک
 یتیموں کو نین زلمور کرے۔ اور دوسرا حقیقت شریعت (دین) کی حفاظت کرے تو اہل
 ترتب کو جو راہ حق کے طالب ہیں انکی دعوت میں شک پیدا ہو جائے گا۔
 ان دلائل عقلی و نقلی سے یہ ثابت ہو چکا کہ شب دین کی ان چھ ہزار سالوں میں
 بے حجت کے امام کو نہیں پہچان سکتے۔

معجزہ

معجزہ دو قسم پر ہے ایک فعل و قدرت دوسرے علم و حجت پھر ان میں سے ہر ایک کے مشابہ
 و مثل ہوتا ہے مثل سے مراد یہ ہے کہ بظاہر معجزے کی طرح ہوتا ہو لیکن حقیقت میں
 معجزہ نہیں ہوتا۔

معجزہ فعل و قدرت یہ ہے کہ جسم سے واقع ہو اور معجزہ علم و حجت یہ ہے کہ روح
 سے واقع ہو۔ تمام موجودات میں فعل و قدرت جسم سے واقع ہوتی ہے اور تمام
 موجودات جسمیت میں اُسکے شریک ہیں اور قدرت اس سے زیادہ نہیں ہو سکتی
 کہ کوئی آدمی تمام عالم پر مسلط ہو جائے اور تمام عالم کو برباد کر دے اسی طرح شمشیر اور
 سانپ بھی انسانوں کو ہلاک کرتے ہیں لیکن کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ یہ انسان سے
 بہتر ہیں اسی طرح جو کچھ حیوان سے ظہور میں آتا ہے یا آگ یا پانی ہوا خاک
 جمادات وغیرہ میں سے بھی کوئی فرد اس عالم کی جسمی اور فعلی اپنی محض عجیب
 و غریب ایسی خاصیت نہیں رکھتی جس میں اُسکے ساتھ دوسرا شریک نہ ہو اور

معجزہ فعلی کے ساتھ مشابہت رکھنے والے جادو اور شعبیدہ اور کرامات مثل کج اور حکام
نجوم و درل وغیرہ بین جن بین عالم خلقت کی مخفی باتوں کی خبر دی جاتی ہے پس
ثابت ہوا کہ ایسا معجزہ جسکا کوئی شریک و ماناثل نہوجت کا علم حقیقی ہے جو باطل کے
مٹانے اور حق یعنی امام کے ثابت کر نیکی متعلق ہوتا ہے جسکا کوئی عاقل اور منصف
انکار نہیں کر سکتا پس ایسا معجزہ جسپر کوئی قدرت نہیں پاسکتا یہی خاص اُسکا
معجزہ ہے۔ پھر اس بات پر کہ حجت کا علم کلمہ الحق ہے اور معجزہ بھی اُسکا وہی ہے
نہ فعل جسمانی یعنی وہ معاملات جو جسمانی قوت سے ظاہر ہیں دلائل علم ظاہر و باطن
سے بہت سے ہیں۔ علم ظاہر سے مراد شریعت ہے جو عام طور پر مروج ہو اور علم باطن
سے حقیقت مراد ہے جو خاص قاعدہ ہے۔

دلیل ظاہر شریعت کے قبیل ہے یہ آیت ہو وما علی الرسول الا البلاغ مطلب
اسکا یہ ہو کہ جب وہ اسکی تعلیم کہ وحدت خداوند حق کے ثبوت پر ہی طلب کرنی
چاہیے اور پیغمبر نے ایک جگہ فرمایا ہے کہ حلالا ہاے شرعی کے بنانے والے پر تمام
چیزیں حرام ہیں اور حرام ہاے شرعی کے جاننے والے پر شراب وغیرہ سب کچھ حلال
ہے لیکن پہچاننے والا صرف ایک شخص ہے یا وہ شخص پہچانتا ہے جو معنی میں اُس سے
متحد ہے اور باطن حقیقت سے حجتوں اور داعیوں کی باتیں ہیں چنانچہ رئیس
اجل فرماتا ہے ۵

شراب را کہ بد نیا خوری ہا مر کسے	از روے مرتبہ اور اشم شراب طہور
----------------------------------	--------------------------------

جو کوئی شراب مرد حق کے حکم سے پیتا ہے اور دوسروں کو پلاتا ہے حلال ہو جاتی ہے
اُسپر کیونکر حرام ہوگی حکیم نزاری کا قول ہے۔

تو امام وقت خود را نشناختی بہ تحقیق	بیقین بدانکہ بر تو زرو مال حرام ست
-------------------------------------	------------------------------------

پس جبکہ اُسکے افعال دیکھ نہیں سکتے تو اُسکو بے معجزہ و نشان کے نہیں جان سکتے
پس قول کے بعد کہیں چیز کو دلیل بنا سکیں اس مضمون میں کئی جگہ بیان ہو چکا ہے
کہ محقق یعنی کلمہ الحق کو معجزہ علمیہ سے جان سکتے ہیں اور بعض مقاموں پر واقع ہو

کہ حقیقت یعنی اس کلمہ الحق کا جو امام زمان ہے قول محق سے کہ حجت ہے سننا چاہیے پھر اُسکے حجت کا اقرار کرنا چاہیے اور اس قول و کلمہ کے سننے سے غرض یہ ہوتی ہے کہ اُسکے معنی کو سمجھا جائے جو باطل کی نفی اور امام کا ثابت کرنا ہے چنانچہ شریعت حق میں لا الہ الا اللہ کو محق شریعت سے جو مصطفیٰ ہیں سننا چاہیے اور معنی ان دو لفظ شہادت کے کہ ایک شریعت میں ہے اور ایک حقیقت میں باطل کی نفی اور حق کا ثابت کرنا ہے پس جو کوئی اس عالم میں باطل کی نفی اور حق یعنی امام کا اثبات حجت و دلیل کے ساتھ نہیں کرتا وہ مسلمان نہیں کہلاتا صرف یہ الفاظ زبان سے ادا کر دینا مسلمان ہونے کے لئے کافی نہیں یہ حکم حقیقت کا ہے البتہ شریعت میں ایسے شخص کو جو اقرار زبانی کر لے مسلمان کہتے ہیں لیکن ہر وقت کلمہ الحق کو دلیل نہیں بنا سکتے صرف ایک بار ایسا ہوتا ہے۔ اس تمام بحث سے معجزہ اور نشان کہ کلمہ الحق ہے ثابت ہو گیا۔

پیغمبر و امام اور حاکم شریعت میں تفریق

ہر دورے کے شروع میں کہ تمام احکام ہزار سالہ اُن دنوں میں شخص ہوتے ہیں حجت کے بعد تین آدمیوں سے زیادہ نہیں ہوتے جو اُس دورے میں ہوتے ہیں ایک پیغمبر دوسرا امام تیسرا حاکم شریعت ان میں سے پیغمبر کا ظہور دونوں کون میں ہوتا ہے اس لئے کہ اُسکو حجت ہونے کا مرتبہ حاصل نہیں ہوتا اور امام تینوں کون میں ظہور رکھتا ہے اور حاکم شریعت میں ظہور رکھتا ہے پس اگر حجت شریعت کا کام کرنے لگے تو اُسکے متبع دعوت حقیقت میں شک میں پڑ جائیں اور اگر مثل حاکم شریعت کے شریعت میں بھی ظہور کرے تو گناہگار بلکہ اس سے بھی بدتر ہو جائے چنانچہ دورہ محمدی کے شروع میں کہ ہم اس میں داخل ہیں جمیع مسلمان تھے شریعت کا پابند نہ تھے قصداً اور سب کے سامنے نام مشروع کام کرتے تھے اسی سبب سے اُنکے تمام جنبد اُنپر لعن و لعن کرتے تھے اور حضرت علی شرع کے تمام احکام کی

پابندی کرتے تھے اور حضرت پیغمبر کے بعد خود تو ابو بکر کے ہاتھ پر بیعت کی لیکن مسلمان کو بیعت نکر نے دی۔

چنانچہ جب عمر جناب امیر کا گریبان پکڑ کر کشان کشان بیعت کے واسطے لئے جا رہے تھے تو صدون مین سے ایک شخص وہاں پہونچا اور مسلمان کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ جس شخص کی تم اتنی بڑائی کرتے تھے اُسکو اس ذلت سے لئے جا رہے ہیں مسلمان نے جواب دیا کہ اس میں اتنی قدرت ہے کہ چاہے تو زمین آسمان کے نظام کو درہم برہم کر دے۔ علی نے مسلمان کی طرف گھور کے دیکھا اور کہا جو کچھ تمہ میں آتا ہے کہہ دیتا ہے اور جب مسلمان کو فارسیوں کی ایک جماعت کے ساتھ عمر بیعت کے لئے پکڑ کر لے چلے تو علیؑ نے چھوڑا دیا اور بیعت کو نہ جانے دیا۔ اور بھید اسکا کہ خود تو بیعت کر لی اور مسلمان کو نہ کرنے دی یہ تھا کہ مصطفیٰ کے وقت میں اُن کی شریعت ہر جگہ نہیں پہونچی تھی اسلئے جاہا کہ پہونچ جائے جب خود تمام کرنے والا ابو بکر وغیرہ کی متابعت نکر تا اہل تضاد بھی اُس کام میں متابعت نکر تے پس شریعت مصطفیٰ تمام نہوتی یہ ضروری ہے کہ اہل تضاد کا بھی وجود ہونا چاہیے کیونکہ اگر یہ باطل ہونے کی وجہ سے نہوتے تو انکا حال نہ کھلتا اور اہل ترتب کی رونق کا مدار باقی نہ رہتا اور اہل ترتب معرفت طلب میں مشغول نہوتے اور جب اہل تضاد کا ہونا ضروری ہوا تو شریعت کا ہونا بھی لازم آیا کیونکہ اگر شریعت ان کے ظلم و فساد کو نہ روکتی تو یہ کسی کو زندہ بچھوڑتے اور عالم دیران ہو جاتا اور اہل ترتب کے ہونے سے اس میں کوئی فائدہ نہ رہتا پس ثابت ہوا کہ شریعت بھی اصلاح کا سبب ہی پس امام کا کون شریعت میں بھی ظہور ضرور چاہیے چنانچہ لائے ہیں کہ مالک و رضوان جو دوزخ و بہشت کے مشول ہیں اُن کو وجود ذاتی حاصل ہیں یہ سمجھنا غلطی ہے بلکہ انکا قیام امام کے ساتھ ہے پس جس طرح رضوان جنت ہی اور رحمت کا سبب ہے اُسکے حکم سے ہے اسی طرح مالک بھی کہ دوزخ ہی اور عذاب کا سبب ہے

اُسکے فرمان سے ہے جس طرح رضوان کو صرف ادعائے نیکی سے نیکو نکا ستر بنا رکھا ہے وہ کیا ہے صرف آدمیوں کی نیکی ہے جسے رضوان سے تعبیر کرتے ہیں رضوان کوئی مستقل علیحدہ وجود نہیں اسی طرح مالک کو بھی ادعائے بدی سے بدون کا ستر بنا رکھا ہے جو حقیقت میں آدمیوں کی بدی ہے بہشت نیکون سے اچھی معلوم ہوتی ہے اور دوزخ بدون سے بری معلوم ہوتی ہے۔ ہر وقت میں دو شخص ہوتے ہیں ایک بہشت دوسرا دوزخ۔ بہشت اہل بہشت کے لئے اور دوزخ اہل دوزخ کے لئے مقرر کی گئی ہے۔ امر خاص بہشت کے لئے فرمایا ہے اور امر عام دوزخ کے لئے اور آپ دونوں کے مذہب پر عمل کرتا ہے تاکہ دونوں کے لئے وجود ثابت ہو اور ان دونوں میں سے کسی کے لئے یہ حکم نہیں ہوا ہے کہ دوسرے کی متابعت کرے تاکہ اُنکے منہج شک میں نہ پڑ جائیں اور اپنا مذہب نہ چھوڑ بیٹھیں اور عالم ظاہر و باطن کو بے رونی نردین پس ثابت ہوا کہ حجت کے لئے واجب ہے کہ شریعت کو ترک کر دے۔

اہل ترتب

اہل ترتب دو طور پر ہیں ایک قوی دوسرے ضعیف قوی اُن لوگوں کو کہتے ہیں جو جنت کی معرفت رکھتے ہوں اور مستجابون کو حجت کی طرف دعوت کریں ان کی پہچان یہ ہے کہ سب نے حجت کی دعوت کو قبول کر لیا ہو اور پھر اُسکو ضعیفوں کو پہنچائیں اور احکام شریعت کے موافق زندگی بسر کریں۔ ضعیف وہ لوگ ہیں کہ دعوت و تعلیم و بیان کو بخوبی تسلیم کر لیا ہو اور احکام عقلی کے بموجب شریعت کی زندگی بسر کریں داعی اور ماذون اور معلم اور ماذونان اصغریہ تمام قوی اہل ترتب میں شمار پاتے ہیں اور ضعیفون میں مستجابون کا شمار ہے۔

قوی ہو یا ضعیف اداے اثبات امامت میں جب تک حجت کے درجے کو نہیں پہنچا صاحب تائید نہ ہوگا اور اُسکی گردن سے ایسے احکام خلقی شریعت جیسے خراب پینا سورہ کا گوشت کھانا وغیرہ ساقط نہ ہونگے۔ البتہ ایسے احکام خلقی شریعت جیسے کلمہ

شہادت کا اقرار اور طہارت و نماز و روزہ و زکوٰۃ و حج و جہاد اُسوقت ساقط ہوتے ہیں کہ تاویل کے ساتھ کام کرے لیکن وہ بھی جبکہ فقہ کا موقع نہو اور فقہ کے موقع پر ساقط نہیں ہوتا۔

نذرانہ

چونکہ مذہب اس فرقے کا دین حقیقی و لا اعلیٰ اور اُسکی حجت کلمہ اور حقیقت کا نذرانہ اُن کے نزدیک متبع کے پاس کی تمام چیزیں ہیں نہ صرف دسواں حصہ کہ وہ شریعت کے نذرانے سے زیادہ نہیں اور شریعت اس دسویں حصے کے بھی قابل نہیں پس اہل ترتیبین سے اس زمانہ شب میں وہ شخص حقیقت کو رکھے گا جو تمام چیزیں اُسکی راہ میں دیدے گا اگر ایک جو برابر بھی اپنے لئے رکھ لیا تو حقیقت کو نہ پایگا یعنی حجت کی رضا مندی اور علم و معرفت اُسے حاصل نہوگا اور جو شخص علم و معرفت نہ حاصل کر گیا نجات نہ پایگا پس اگر ایک ذرہ برابر چیز بھی قیمت حقیقت سے کہ حجت ہے روک لیا حقیقت کو نہیں پاسکتا اور جب حقیقت سے گر گیا تو سب سے گر جائیگا اسلئے کہ سب کچھ وہی ہے اور جو کچھ بغیر اُسکے ہے بیچ ہے اور اگر تمام چیزیں اُسکو دے ڈالیا اور خود کچھ بھی پاس کر گیا تب بھی دونوں عالم پر حاکم و بادشاہ ہوگا۔

اہل تضاد

یہ دو قسم پر ہیں ایک کافر دوسرے منافق کافر سے منافق برتر ہے اس لئے کہ کافر ایسے آدمی کو کہتے ہیں جو حاضر و غائب میں یکساں ہو اور منافق وہ ہے کہ اس گروہ کے معلم کے سامنے تو تعلیم کو قبول کرے اور غائبانہ انکار کرنے لگے تاکہ اُس اقرار کی وجہ سے جو معلم کے سامنے کر چکا ہے اُسکے منکر سے غافل رہیں اور اس سبب سے جو کچھ اُسکے ہاتھ سے ہو سکے دشمنی اور عداوت میں کمی نہ کرے اور جو شخص ایسا ہوتا ہے کہ جو کچھ اُسکے دل میں ہوتا ہے مخفی نہیں رکھتا اُس سے لوگ امن میں رہتے ہیں کیا اچھا کہا ہے۔

بسیار بود سگ موافق	بہت نہ برا و بر منافق
یا کافر صفت باش یا مؤمن پاک	کافر باشی نہ کہ منافق باشی

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

کتاب الجواب

مَدَامُ السَّلَامُ

من تصنیف لطیف عالم بیدل فضل اعلیٰ طیب کمال دین ہر جناب حکیم مولوی
محمد بخش الغنی خان صاحب ام پوری مصنف کتب متعددہ و مختلفہ

بار اول

باہتمام کسیری داس سیٹھ سپرنٹنڈنٹ

مطبع محمد نواز لکھنؤ لکھنؤ شریک
اور طبع ہونی



بسم اللہ الرحمن الرحیم

حمد الی

خداوند استلیم کون و مکان
زمین پر نمایان کئے بحر و بر
دل سنگ سے لعل پیدا کئے
پھر ایا محبت میں گرد آب کو
بھرا موتیوں سے دہان صدت
روانہ کیا سیل کو بے قدم
کھلائے محل و لالہ و یا سمن
تمنا سے فریا و بصل کو دی
بیان مطالب پہ شہید کیا
کہ ہم نے مذاہب کی تحقیق کی
وہ سب جستجو کر کے اک جا لکھے
کرے شکر پروردگارِ جہان
مناجات میں دل کو گویا کروں

کروں حمد شاہنشہ و وجہان
کئے جلوہ گر جس نے شمس و قمر
گہر آب تر سے ہویدا کئے
کیا وجد میں جوش زن آب کو
دل آیا جو فرط کرم کی طرف
دیا موج کو ذوق ہست و عدم
دکھاں بہارِ نسیم چمن
خمش کی لذت لب گل کو دی
زبانوں کو قدرت سے گویا کیا
عطا اُسے ہمو یہ توفیق کی
جو اسلام میں فرقت پیدا ہوے
زبانِ بشر میں یہ قدرت کہان
مناسب ہو عرضِ تمنا کروں

مناجات بدرگاہ قاضی کاجات

اکی ہن بندہ خطاوار ہوں
 نظر کرنے زشتی کردار پر
 وہ دل دے جو شیدا کسی کا نہو
 ترا ذکر دن رات کرتا رہے
 شراب محبت سے پر جوش ہو
 جدھر چشم بینا اٹھائے نظر
 تجھے سمجھے و نرات حاجت روا
 تجھے جانے ہر دم سمیع و بصیر
 سوا تیرے سمجھے وہ دنیا کو بیچ
 رہے بادہ عشق سے تیرے مست
 پس مرگ بھی یاد کرتا رہے
 ہر اک سے جدا سب سے بیگانہ ہو
 زمانے کے جھگڑے بھلائے رہے
 خوشی ہو کہ ہو کاشش درد و غم
 گوارا رہے تنگدستی مجھے
 مگر اے خداوند عرش برین
 نہوں لغو باتوں سے کان آشنا
 نجات دے ناں جوین پر مجھے
 تلاشش تنعم بین حیران نکر
 میں بندہ ترا ہوں تو پروردگار
 دم غیر ہر دم بھرون کس لئے

جو کچھ تو سزا دے سزاوار ہوں
 سیہ کاریوں سے مری درگزر
 ترا ہو کے اصلا کسی کا نہو
 تجھی پر شب و روز مرتا رہے
 تری یاد میں خود فراموش ہو
 ترے حسن کا جلوہ آئے نظر
 تجھی سے کہے جو کہے مدعا
 تجھی سے کرے عرض مافی الضمیر
 زمین و فلک پست و اعلیٰ کو بیچ
 نہ بھولے کبھی عہد روز الست
 نہو ہوش پر ہوش تیرا رہے
 تری شمع و حدت کا پروانہ ہو
 تری روز و شب لو لگائے رہے
 ترا شکر کرتا رہے دم بدم
 مبارک مری فاقہ سستی مجھے
 نہ دکھلا امیرون کی چین جبین
 نہ کنا پڑے جا و بیجا بجا
 پھر ابھر روزی نہ درد مجھے
 مجھے کاس لیس امیران نکر
 تجھے فکر میری مجھے تجھ سے کار
 کسی کی خوشامد کروں کس لئے

روم دین میں دے انتقامات مجھے تزلزل نہوتا قیامت مجھے

نعت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وصحابہ وسلم

<p>خدا بھیجتا ہو درود و سلام خدا ئی میں ایسا پیسہ نہیں بشر پر ہو دو رخ کی آتش حرام ازل سے ابد تک سب آئے نظر بیان آپ کا ہو بیانِ خدا کہ دنیا نظر آئی اسلام کی زبان پر تھا علم لدنی تمام کوئی چسبہ خط و کتابت نہ تھی ہوئے سن کے کفار مشرک ذلیل نظر آئے گھماے دین باغ باغ علیہ الصلوٰۃ و علیہ السلام</p>	<p>محمد کی اُلفت سے جس پر مدام کوئی اُسے رتبے میں بڑھ کر نہیں اگر دیکھ لے شکل خیر الانام لگائے جو خاکِ قدم بے بصر زبان نبوی تھی زبانِ خدا وہ دیکھتے تہلیل احکام کی بظاہر تھے اُمتی شیعہ خاص و عام نقوش و ورق کی ضرورت نہ تھی بیان کی وہ توحید حق میں دلیل ہوئے بدعت کفر کے گل چراغ یہی جائے جہو کہنا مدام</p>
---	---

التاس مؤلف

مسلمانوں کے واسطے اس بات کی بڑی ضرورت ہو کہ انکو اپنے ان کے تمام نہیں تو اکثر مذاہب سے واقفیت ہو کیونکہ اپنے اور غیر مذہب میں امتیاز حاصل رہے اس فن کی جامع اور مفصل کتاب اردو اور فارسی میں تو آج تک لکھی ہی نہیں گئی یا لکھی گئی ہو تو ہم تک نہیں پہونچی۔ عربی میں بھی جہاں تک تلاش کی گئی تو فرقہ بے اسلام کے حال میں یکجائی بیان نہیں ملا۔ مجھکو علم کلام سے بہت دلچسپی ہو اس فن میں میں نے کئی کتابیں لکھی ہیں۔ جب عقائد نسفی کی شرح زبان اردو میں لکھنے لگا تو اُسکے ساتھ ہی ساتھ مذاہب کی تحقیق بھی کرتا رہا جہاں تک بڑی جستجو کے بعد ایک اچھا خاصہ ذخیرہ فراہم ہو گیا جسکو مرتب کر کے ایک کتاب کی صورت میں کر لیا

اور اس کا نام مذہب الاسلام رکھا اس فن میں ایسی کافی دوائی کتاب کا
 تیار ہو جانا محض تائید ایزدی ہے۔ ورنہ کین کمان اور اس گلشن ہیشہ ہمار کا سراجام
 کمان اگر بنا ثقیق تلاش کریگے تو بین امید کرتا ہوں کہ وہ اس جامعیت کے ساتھ
 مذہب الاسلام کے بیان میں کسی زبان میں کوئی کتاب نہیں پائیں گے یہ میرا بیان
 اپنی عقلی کے لئے نہیں بلکہ واقعات کا اظہار مقصود ہے۔ معاش کی صعوبت۔ افلاس
 کی تکلیف۔ آمدنی کی قلت۔ خرچ کی کثرت۔ اہل دولت کی نافرمانی و نفوت۔
 اور ناحق کوشون کی عداوت اس کام پر ہمت نہیں بندھنے دیتی تھی مگر محض اپنے
 شوق سے بزرگان قدر شناس کی تحسین کی امید پر اس سخت کام کو پورا کرتا رہا سختی
 و نرمی سردی و گرمی گذرتی ہیں اور گذر جائیگی ایک دن میں ہنوز گامیسی
 یادگار رہ جائے گی اور کبھی نہ کبھی اسی کی بدولت ان بزرگوں کی جنھوں نے
 تصنیف و تالیف سے ملکات کی مدد کی ہے معنوی ہم نشینی نصیب ہو جائے گی مذہب کے
 بیان میں اس قدر بصیرت کا حاصل ہونا جو کہ محققین سابقین اور مدققین متاخرین کی
 تحقیقات کے مطابق ہے اور ایک بہت بڑے کتب خانے کی جھان بین کرنے کے بعد
 حاصل ہو سکتی ہے بشرطیکہ وقت مساعت کرے اور حصول کمال کا شوق بھی ہو علوم
 اسلامیہ کی طرف سے اس بے اعتنائی کے زمانے میں غنیمت ہے۔ میں نے
 احتیاطاً ہر اہم اور نادر واقعہ کا حوالہ حتی الوسع بقید نام و جلد کتاب اس کتاب کے
 ہر صفحہ پر لکھنے کی کوشش کی ہے اور اس طرح میں نے اپنا وہ فرض ادا کر دیا ہے جو بحیثیت
 ناقل میرے ذمے تھا۔ میرا مقصود اس تحریر سے صرف مذہب اسلامیہ کے حالات کا
 لکھنا ہے کسی مسئلہ عقائد کا فیصلہ اور طے کرنا یا ایک مذہب کو دوسرے مذہب پر ترجیح دینا
 یا کسی مذہب کو حق اور کسی کو باطل ثابت کرنا یا کسی کی خوبی اور کسی کی بُرائی اپنی جانب
 سے پیدا کرنا مقصود نہیں جیسا کہ میری بے رور عایت تحریر سے ثابت ہوگا۔

محمد نجم الغنی ابن مولوی محمد عبدالغنی خان ابن مولوی محمد عبدالعلی خان ابن مولوی عبدالرحمن خان
 ابن مولانا حاجی محمد سعید صاحب رام پوری ماہ جمادی الاخریٰ ۱۳۲۶ھ مطابق جون سنہ ۱۳۰۶ء

پہلا حصہ فرقہ اہل سنت اور معتزلیہ اور شیعہ اور خوارج اور مرجیہ اور نجاریہ اور جبریہ اور قدریہ اور شبہ کے بیان میں حدیث افتراق امت کی تحقیق

اہل علم تفصیل علم کے اعتبار سے چار قسم پر ہیں (۱) صومیہ یہ علم انکشافی کو نبی کی متابعت سے حاصل کرتے ہیں (۲) اشراقین یہ علم اشراقی کو نبی کی متابعت کے بغیر حاصل کرتے ہیں (۳) مشائین یہ عقل کے ساتھ استدلال کرتے ہیں (۴) متکلمین یہ کتاب و سنت اور اجماع کے ساتھ استدلال کرتے ہیں اور یہ ۳ فرقے ہیں جن کا ذکر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں کیا ہے افتراق الیہود علی احدى وسبعین واثنتین و سبعین فرقة وافتراق النصاری علی احدى وسبعین واثنتین و سبعین فرقة وافتراق امتی علی ثلاث و سبعین فرقة یعنی یہود اکثر یا بہتر اور نصاریٰ بھی اکثر یا بہتر فرقے ہو گئے میری امت تہتر فرقے ہو جائے گی اس حدیث کو ابو داؤد اور ترمذی اور ابن ماجہ نے ابو ہریرہؓ سے مرفوعاً روایت کیا ہے اور ترمذی نے حسن صحیح کہا ہے اور ابن ماجہ کی ایک روایت عوف بن مالکؓ سے یوں ہے کہ یہود اکثر فرقے ہو گئے جن میں سے ایک جنت میں اور بہتر دوزخ میں ہیں اور نصاریٰ بہتر فرقے ہو گئے کہ اکثر آگ میں ہیں اور ایک جنت میں قسم ہے اُس خدا کی کہ جس کے قبضہ قدرت میں بقائے ذات محمدی ہے تحقیق میری امت تہتر فرقے ہو جائے گی جن میں سے ایک فرقہ جنتی ہے اور بہتر دوزخی اور عبد اللہ بن عمرو بن عاصؓ کا لفظ مرفوع یہ ہر قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیا تین علی امتی ما آتی علی نبی اسرائیل حدیث النعل بالنعل حتی ان کان منهم من اتی امہ علانیۃ لکان فی امتی من یصنع ذلک و ان نبی اسرائیل تفرقت علی ثنتین و سبعین ملۃ و ستفرق امتی علی ثلاث و سبعین ملۃ کلہم فی النار الا ملۃ واحدة قالوا من ہی یا رسول اللہ قال ما انا علیہ و اصحابی رواہ الترمذی و قال غریب یعنی میری امت کے لوگوں پر وہی آئینہ گاجو نبی اسرائیل پر آیا مطابق ہو گئے اُن کے یہاں تک کہ اگر کسی نے اُن میں سے اپنی مان کے ساتھ علانیہ صحبت کی ہو تو میری امت میں بھی

کوئی شخص پیدا ہو جائے گا کہ وہ ایسا کام کرے گا اور نبی اسرائیل بٹھرتے ہو گئے میری امت تشریف فرما ہو جائے گی سب آگ میں جاؤ گے مگر ایک ملت والے صحابہ نے پوچھا وہ کون ہیں اے رسول خدا فرمایا وہ طریقہ چہرین اور میرے اصحاب ہیں احمد اور ابو داؤد کا لفظ معاویہ سے یوں ہے قام فینا یسوال اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فقال ان من کان قبلکم من اهل الکتاب اقتربوا علی ثنتین وسبعین ملة فان هذا الامۃ ستفتقر علی ثلاث وسبعین فرقة ثننان وسبعون فی النار وواحدة فی الجنة وحمی الجماعة یعنی ہم میں آنحضرتؐ خطبے کو کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ خبردار ہو کہ جو تم سے پہلے اہل کتاب تھے وہ بٹھرتے ہو گئے اور قریب ہے کہ بہت تشریف فرما ہو جائے گی تشریف میں جاؤ گے اور ایک جنت میں وہ جماعت ہے لفظ جماعت کا اطلاق اہل سنت پر اسی حدیث سے ثابت ہوا ہے اور ابن عدی نے ابو ہریرہؓ سے صرف اسی قدر روایت کیا ہے یہود اکھتر فرمے بن گئے اور نصاریٰ بٹھرتے تشریف فرما ہو جائے گی۔ بیہقی نے افتراق امت کی حدیث کو صحیح حسن کہا ہے اور حاکم اور ابن حبان نے بھی اپنی صحیح میں اسی مضمون کی حدیث ابو ہریرہؓ سے روایت کی ہے پھر حاکم نے کہا ہے کہ اصول میں یہ ایک بڑی حدیث ہے سعد بن ابی وقاصؓ اور ابن عمرؓ اور عوف بن مالکؓ نے مثل اس کے روایت کی ہے اور بقول مؤلف مقاصد حسنہ السن اور جابر اور ابوامامہ اور ابن مسعود اور حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ اور عوف میرا اور ابودرداء اور وائلہ اور عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ اور معاویہ رضی اللہ عنہم سے بھی اس مضمون کی روایات آئی ہیں اور ابو ہریرہؓ بھی اسکے راوی ہیں اور ابوداؤد اور ترمذی اور ابن ماجہ اور ابن عدی اور حاکم اور ابن حبان وغیرہ محققین حدیث نے اس کو اپنی اپنی کتب میں روایت کیا ہے۔ اور جامع الاصول و تیسیر الوصول اور مقاصد حسنہ اور جمع الجوامع اور کتاب بیہقی وغیرہ میں ان روایات کو ان کتب صحاح حدیث وغیرہ سے نقل کیا ہے تو اس کی صحت میں کلام نہیں مجھے مولوی شبلی صاحب نعمانی سے تعجب ہے کہ انھوں نے سیرۃ النعمان کے صفحہ ۳۲ میں محض اپنی رائے سے اس حدیث کو کیوں موضوع قرار دیدیا کوئی بھی دلیل اس کی موضوعیت کی مولوی صاحب نے نہیں بیان کی۔ اس حدیث کے طرق بہت ہیں اور ائمہ حدیث نے اسکو صحیح مطلقا ہے اور ترمذی نے جو اس طریق کی روایت کو غریب کہا ہے سو اس کا یہ مطلب ہے کہ کسی زمانے میں اس کی روایت ایک ہی راوی سے

ہوئی ہے اور غریب الحدیث محمد کے اقسام سے ہے اور صحیح حدیث قابل حجت ہے پھر حسن لفظ پھر
 حسن لفظ اور تمام طریقوں میں تفرق تہتر فرقوں میں آیا ہے نہ بہترین اگرچہ سیوطی نے ایک
 حدیث ابن ماجہ کی جو انش سے مروی ہے اس مضمون کی بھی نقل کی ہے کہ نبی اسرائیل کے اکثر
 فرقے ہو گئے اور میری امت بہتر فرقے ہو جائے گی سب دوزخ میں جائیں گے مگر ایک فرقہ اور یہ
 جماعت ہے مگر شیخ عبدالحق محدث دہلوی شرح سفر السعادت میں کہتے ہیں کہ اس روایت کا اعتبار ان
 بت سے روایات کے مقابل نہیں ہو سکتا بلکہ سیوطی نے بھی ابن ماجہ کی حدیث عوف بن مالک
 سے امت محمدی کے تہتر فرقے ہو جانے کے باب میں نقل کی ہے سو یہی صحیح روایت ہے اور
 یہی وجہ ہے کہ صاحب سفر السعادت نے فرمایا ہے کہ در باب افتراق امت برہنہا و دود فرقہ چیز سے
 ثابت نہ شدہ مطلب یہ ہے کہ تفرق امت تہتر فرقوں پر ثابت ہوا ہے نہ بہتر پر اور اگر یہ ثابت
 کیا جائے کہ نصف سفر السعادت کی مراد یہ ہے کہ افتراق امت کے باب میں مطلقاً کوئی حدیث
 صحیح نہیں ہوئی اور جو کچھ اس معاملے میں آیا ہے وہ سب موضوع ہے تو یہ قول ان کا کیسے متبر ہو سکتا ہے
 جبکہ اتنے بہت ائمہ حدیث افتراق امت کی روایت صحیح تسلیم کرتے ہیں اور بہت سے طریقوں سے
 مروی بھی ہے شاید مولوی شبلی صاحب نے اس حدیث کے موضوع ہونے کے قول کو یہیں سے
 اڑایا ہے مگر صاحب سفر السعادت تو یہ کہتے ہیں کہ امت محمدی کا بہتر فرقہ ہو جائے کسی حدیث سے
 ثابت نہیں مولوی صاحب نے ایک بڑھاکر تہتر اپنی رائے سے کہا ہے۔

یہود و نصاریٰ کے فرقے

یہود کے اشر و اظہر فرقے عنانیہ - عیسویہ اور یونو فانیہ تھے انہیں میں سے
 موشکا فیہ و سامریہ ہیں یہ فرقے بڑے ہیں ان میں سے اکثر فرقے نکلے جن میں سے
 بعض بیت پرست ہیں اور بعض آفتاب و ماہتاب و نجوم پرست اور بعض اوثان پرست صنم کہتے ہیں
 بت کو دشمن کہتے ہیں استھان کو اس لفظ میں سارے معبود باطلہ داخل ہیں جیسے بت شجر
 وغیرہ۔ سالونیکا میں ایک اور عجیب فرقہ یہودیوں کا رہتا ہے جسے ماسمہ بولتے ہیں اسکا اعتقاد
 جھوٹے مسیح بیت لیوی پر ہے جس کی نسبت بیان کیا ہے کہ وہ پھر اپنے ہمراہیوں کے ساتھ

آئے گا مگر علاوہ اس کے ان لوگوں میں اور بہت سے مختلف عقائد ہیں جس کے لحاظ سے یہ تین فرقوں میں تقسیم ہو رہے ہیں وہ دل سے یہودی ہیں مگر یہودیوں کے بڑے گروہ اور مسلمانوں کے ساتھ آباد رہنے سے ذلیل ہو رہے ہیں اور وہ اپنے آپس ہی میں بیاہ شادی کرتے ہیں اور قصبے میں ایک خاص مقام پر یک جا آباد ہیں یا یہ کہ ان کا ایک محلہ ہی علاوہ ہے اس فرقے کے کچھ لوگ روسی عکداری میں رہتے ہیں سا لوینکا میں عموماً وہ اپنے کو مسلمان کہتے ہیں مگر یہودی ہی اور بڑے فرقے نصاریٰ کے تین ہیں ملک کانیمہ۔ نسطوریہ اور یعقوبیہ باقی فرقے انجین میں سے نکلے ہیں شہرستانی حزان سب فرقوں کا ذکر ملل و خل میں کیا ہے اُنہی احوال کی حکایت سے ہم کچھ غرض نہیں ہے مگر اس ضمن میں اتنا کہنا مناسب ہے کہ یورپ کے عیسائیوں میں تین مذاہب خاص کرب سے بڑے تصور کیے جاتے ہیں ایک **کرومن** لکھو لکٹ یعنی رومی کلیسا جن کے نزدیک دین کا سب سے بڑا امام اور حضرت عیسیٰ کے خاص اخص حواری پطرس کا خلیفہ پوپ تصور کیا جاتا ہے جو اٹلی کے قدیم شہر روم (بواو مجول) میں رہتا ہے تعداد کے لحاظ سے عیسائیوں میں رومی کلیسیا کے لوگ زیادہ ہیں مگر اس مذہب والوں کی سلطنتوں میں پہلے سے کمی اور ضعف آ گیا ہے صرف ایک سلطنت فرانس کی ان میں بہت زبردست باقی ہے دوسرا مذہب گریک چرچ یعنی یونانی کلیسا ہے اس فرقے کے سب عیسائی زار روس کو سیخ کا خلیفہ اور اپنا پیشوا اور امام سمجھتے ہیں اور اس کے کل احکام دینی و دنیوی واجب التعمیل جانتے ہیں اور جو عیسائی ان احکام کی تعمیل سے اعراض و انکار کرے اسے اپنی جماعت سے خارج اور بے دین تصور کرتے ہیں۔ تیسرا بڑا مذہب **پروٹیسٹنٹ** ہے اس فرقے والوں کا دور آج کل زیادہ ہے اور چھوٹی بڑی کئی سلطنتیں رکھتے ہیں انگلستان و جرمن دو سلطنتیں ان میں بہت زبردست ہیں اس مذہب میں بہت سے فرقے شاخ در شاخ مثل **لوٹھرن**۔ **کینولوتسٹ**۔ **ریفاکٹ** چرچ۔ **پریس بائی**۔ **ٹرین** اور چرچ آف انگلینڈ وغیرہ وغیرہ پیدا ہو گئے ہیں۔ گلاسگو واقع سکاٹ لینڈ میں کارلائل کے زمانے سے عیسائیوں کا ایک فرقہ **یونیٹیرین** (موجود) نامی پیدا ہو گیا ہے جو مسلمانوں کی طرح خدا سے وحدۃ لاشریک پر اعتقاد رکھتا ہے اور حضرت عیسیٰ کو صرف اسکا پیغمبر مانتا ہے یہ لوگ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کرتے ہیں مگر

اسلام سے ان کو نفرت بدستور چلی جاتی ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ اسلام سے واقفیت حاصل کرنے کا ذریعہ ان کے پاس صرف متعصب عیسائی مصنفوں کی کتابیں ہیں۔

فرستہ ناجی و ناری

احادیث افتراق امت میں اشکال ہے دو طرح پر ایک یہ کہ ان میں اکثر اشخاص امت محمدی پر حکم ہلاک اور ناری ہونے کا کیا ہے حالانکہ اور محدثین میں آیا ہے کہ یہ امت مرحوم ہے اور جنت میں سب سے زیادہ بھی امت ہوگی یہاں تک کہ وہاں دو ثلث اس امت کے لوگ ہو گئے اور ایک ثلث میں باقی اُمتیں اس کا جواب بعض لوگوں نے یہ دیا ہے کہ مراد اس جگہ اُمت سے اُمت دعوت ہے نہ امت اجابت اور مراد امت اجابت سے وہ لوگ ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے ہیں جلال الدین دوانی خراج عقائد عضد یہ ہیں کہ ظاہر مراد امت اجابت ہے نہ امت دعوت اس لیے کہ اکثر جب حدیث میں اس طو پر بیان ہوا ہے تو اس کلام سے مراد اہل قبلہ ہیں انتہی واقعی حدیث مذکور میں امت دعوت قرار دینا درست نہیں کیونکہ یہ حدیث خاص آنحضرت کی اپنی اُمت کی تفریق کے بیان میں وارد ہوئی ہے چنانچہ اس میں لفظ اُمتی ہے۔ اُمت حضرت موسیٰ اور عیسیٰ کا شمار اس میں داخل کر کے نہیں فرمایا ہے ان کے واسطے اور حدیث ہے انہ قال صلے اللہ علیہ وسلم ان بنی اسرائیل تفرقت بعد موسیٰ علی احدی وسبعین فرقہ وبعد عیسیٰ علی اثنتین وسبعین فرقہ وستفرق امتی من بعدی ثلثۃ وسبعون فرقہ اگر سب فرقہ امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مع اصناف کفار شمار کریں گے تو تشریف فرما کیونکر ہونگے پس اگرچہ کفار بھی اُمت دعوت ہیں لیکن بیان مراد اُمت سے اُمت اجابت ہے جنہوں نے اسلام قبول کیا تھا اسی وجہ سے اُمتی کہہ کر اپنی ذات کی طرف منسوب کیا ہے وہ اشکال بابت تعین فرقہ ناجیہ کے ہے ہر فرقے کو یہ گمان ہے میں ناجی ہوں اور غیر میرا ناری ہے اس پر ہر کسی نے اپنی اپنی دلیلیں لکھی ہیں جو مکڑی کے جانے سے بھی زیادہ کمزور ہیں فرقہ ناجیہ وہی فرقہ ہے جو مصداق اس لفظ کا ہے ما انا علیہ واصحابی یہ لفظ اُسی شخص پر صادق آتا ہے جس کے عقیدے و عمل میں کوئی بدعت ظاہر و مخفی نہیں ہے بلکہ سارے عقائد و اعمال اسکے مطابق سنت مطہرہ و سیرت صحابہ کے ہیں کسی نے یوں بھی کہا ہے کہ فرقہ ناجیہ ہر فرقے کے صلحا ہیں کسی نے کہا

سلسلہ
 عقائد و مسائل
 کی تعلیمات
 پر دستخط
 امتیازی اسے
 ملایا گیا ہے
 وہم و گم
 انصاف
 علیہ الصلوٰۃ
 والسلام
 و معروضات
 فان الامر
 ما و ساد
 فی الحقیقت
 علی هذا
 الاسلوب
 اسے بظاہر
 امتیازی دیدیں
 اہل القبلہ
 قلنا اہلنا
 علی حج و عمرہ
 فہم و ساد
 بے شک
 ہرگز نہیں

اہل بیت رسالت ہیں لیکن اصل بات یہ ہے کہ کوئی فرقہ خاص نہیں ناجی نہیں گروہ ہے جو کہ خاص حضرت
 صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کی راہ پر چلتا ہے اور کسی طرح کی بدعت و ہوا میں مبتلا نہیں جس طرح
 ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بخاری و مسلم نے روایت کی ہے کہ ایک اعرابی نے شرائع اسلام کو حضرت سے
 دریافت کر کے پر عرض کیا تھا والذی نفسی مبداء لا اخرجک علی هذا شیئا ولا اقصی منہ فی حقہ عز و جل
 بلکہ کی کہ جان بھری اُسکے ہاتھ میں ہے جو آپ نے فرمایا ہے میں اس پر نہ کچھ زیادہ کروں گا اور نہ اُس سے کچھ
 کم کروں گا اس پر حضرت نے اُسکو جنتی فرمایا تھا یعنی ناجی نارسے سو جو کوئی دعویٰ نجات کا کرے اور اُسکے
 عقائد و اعمال خلاف طریقہ حضرت اور سیرت صحابہ کے ہوں تو وہ دعویٰ اُسکا باطل ہے اسلام کے متشر
 فرقوں میں سے وہ کون فرقہ ہے جو اپنے آپ کو ناجی اور اپنے مخالف کو ناری نہیں جانتا ہے ایک مامیہ مذہب
 شاعر کہتا ہے مصرع ناجی بخلاف فرقہ اثنا عشری ہے لیکن تصدیق اس دعویٰ کی یا تکذیب اُسکی
 اسی طرح پر ممکن ہے کہ جس کا عقیدہ و عمل ما انا علیہ و اصحابی کے موافق ہو اور کسی طرح کا خلاف
 بدعت سنیہ کی طرف سے اُسکے عقیدے و عمل میں نہ آئے گو بعض تفصیلات فروغیہ اُس سے صادر ہو جائیں
 وہ ناجی ہے اور جس کا عقیدہ و عمل اُسکے مخالف ہو وہ ناری ہے کیونکہ عند حضرت و صحابہ میں کسی کے
 عمل و عقیدے میں کوئی بدعت نہ تھی اگرچہ بعض افراد سے طاعت میں قصور و فتور و ارتکاب فجور
 ہو جاتا تھا ابن خزم نے زیادت لا واحدۃ کو موضوع کہا ہے لیکن یہ دعویٰ ان کا صحت کو نہیں پہنچا
 نہایت یہ ہے کہ یہ زیادت شاذ ہونے موضوع بعض علماء فرماتے ہیں کہ مراد ناری ہونے سے اگر غلو و نارسے
 تو یہ بات مخالف نص و احادیث صحیحہ قطعیہ کے ہے کیونکہ کوئی فرقہ اسلام کا مقلد فی النار نہ رہیگا اور اگر مراد
 ناری ہونے سے یہ ہے کہ چند مدت ناریں رہیگا پھر نجات پائیگا تو یہ بات مسلم ہے لیکن اس تقدیر پر یہ
 بات لازم آتی ہے کہ کوئی شخص فرقہ ناجیہ میں سے ناریں نہ جائے مالا لکہ احادیث صحیحہ و دلیل میں
 اس بات پر کہ فساق و فاسقین چندے ناریں جائینگے تو یہ شبہ قدیمہ ہے بل علم نے اُسکے چار پانچ
 جواب لکھے ہیں جو کہ شرح و حواشی عقائد ملا جلال میں مذکور ہیں ان میں سے زیادہارج و اقویٰ اس
 جواب کو کہا ہے جو ملا جلال و دوانی نے وہاں شق ثانی کو اختیار کر کے یعنی مراد دخول من حیث الاعتقاد
 اور فرقہ ناجیہ کا دخول من حیث الاعتقاد نہ ہوگا گو بسبب بعض تفصیلات عمل کے آگ میں جا میں
 دوسرا جواب امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے جس کو محدثین نے بھی پسند کیا ہے وہ یہ کہ مراد فرقہ

ناجیہ سے وہ لوگ ہیں جو کہ مطلقاً نارین نہ جائیں گے نہ جہنم لایا عقاد اور نہ من جہنم العلی بلکہ یہی
 عذاب داخل جنت ہوں گے اُن کی مصیبت خواہ معفو ہو جائے یا شدائد موت و قبر و احوال قیامت میں
 بھرا ہو جائے یا شفاعت حضرت کے واسطے ذنوب محو ہو جائیں غزالی کا یہ کہنا کہ فرقہ ناجیہ وہی ہے جو پہلے مساب
 و کتاب و سبب شفاعت بہشت میں جانے کا کما حقہ نہیں تھا اس لیے کہ اس صورت میں دائرہ نجات کا بہت
 تنگ ہوا جاتا تھا لہذا محققین متاخرین نے جواب مذکور کو اصلاح فرما کر تقریر بطور کی ہے اور تیسرا
 جواب یہ ہے کہ کلمہ فی النار کے معنی کل واحد من افراد کل فرقة فی النار ہے یعنی ہر ایک آدمی
 ہر ایک فرقے کی افراد سے آگ میں جائے گا پس اس عبارت سے مراد ايجاب کلی ہے پھر کلا واحده
 کے ساتھ استثنا کرنے سے یہ ايجاب کلی رفع ہوا اور رفع ايجاب کلی ایک جزئی کے ساتھ بھی صادق
 ہو سکتا ہے چنانچہ یہ بات ظاہر ہے پس اس صورت میں معنی کلا واحده کے یہ ہونگے کہ ہر ہر فرد اس
 فرقے کی دوزخ میں داخل ہوگی گو بعض سبب تقصیر اعمال کے داخل دوزخ ہوں اس صورت میں
 اشکال رفع ہو گیا۔ اور فرقوں غیر ناجیہ اور فرقہ ناجیہ میں وجہ امتیاز اسی قدر ہوئی کہ غیر ناجی فرقے
 سارے داخل دوزخ ہونگے اور یہ فرقہ سارا دوزخ میں نہ جائے گا لیکن فرقہ ناجی کا امتیاز اور فرقوں
 سے اعمال کے ساتھ نہیں ہو سکتا اس لیے کہ اعمال سب میں مشترک ہیں پس امتیاز کا باعث صرف
 عقائد کی درستی اور صحت ہے اور خلاصہ یہ ہے کہ اس جواب کا مرجع بھی جواب ادل کی طرف ہوتا ہے
 اور گھٹ سے بہتر ایک اور جواب ہے جو موافق ہے استعمال قدیم عرب کے اور حدیث میں بھی اس کے
 استعمال کی شہادت موجود ہے خلاصہ اسکا یہ ہے کہ کلمہ فی النار سے مراد بطلان ہے چنانچہ جب
 کہتے ہیں فلان چیز فی النار ہے تو اس سے مراد یہی ہوتی ہے کہ باطل ہے چنانچہ حدیث صحیح میں آیا ہے
 اَلْهَذَا فِي النَّارِ يَعْنِي زُهَانَ دِرَازِي بَاطِلٌ ہے اور سورہ نساء میں ہے اِنَّ الَّذِيْنَ يَأْكُلُوْنَ
 اَمْوَالَ الْيَتَامَا حِي ظُلْمًا اِنَّهُمْ يَأْكُلُوْنَ فِي بُطُونِهِمْ نَارًا جو لوگ یتیموں کا مال ناحق کھاتے ہیں
 اس کے سوا نہیں کہ اپنے پیٹوں میں آگ کھاتے ہیں نارا سے مراد یہاں باطل و حرام چیز ہے
 اس لیے کہ یتیم کا مال حقیقت میں آگ نہیں اور مجاز پر اس واسطے حل نہیں کرتے کہ یہ جو کہا ہے
 کہ پیٹوں میں کھاتے ہیں یہ قول کسر ہر بکار کرتا رہا ہے کہ یہاں مجاز مراد نہیں پس حدیث مذکور میں
 کلمہ فی النار سے یہ مراد ہوگی کہ تمام فرقے باطل پر ہیں گو ایک عقیدہ اور ایک عمل کی وجہ سے ہوں

یاد دہی اور فرقہ ناجی کے نہ عقیدے میں (بطلان) ہے نہ عمل میں مگر یہ چاہیے کہ فرقہ ناجی کی تخصیص اس بات کے ساتھ کر دی جائے کہ ان کے عمل میں بدعت ہے نہ عقیدے میں اور یہی منشا جواب دوم کا بھی ہے یا بطلان کو صرف اعتقادات کے ساتھ مخصوص کر دیا جائے یعنی یہ کہا جائے کہ ان کے اعتقاد میں کسی طرح کا فتور نہیں پس اس صورت میں یہ جواب پہلے جواب کی طرف رجوع کرے گا اسی واسطے کہ اسے کہہ دیا کہ اقویٰ و ارجح وہی جواب اول ہے اور شیخ علاء الدین اسماعیلی نے عہدہ میں کہا ہے کہ اسلام کے تمام فرقے اہل نجات ہیں اور حدیث میں مراد ناجیہ سے ناجیہ بے شفاعت ہے انتہی مراد سارے فرقے اسلام کے اہل نجات ہونے سے یہ ہے کہ بقدر سزا سے معافی کے دونوں میں بکر بالآخر اس سے نجات پائیں گے اور بہشت میں داخل کیے جائیں گے اور ناجیہ سے ناجیہ بے شفاعت مراد یعنی میں وہی قباحت ہے جو امام غزالی کے جواب میں بیان ہوئی پس بہتر جواب وہی ہے جو محققین متاخرین نے امام غزالی کے جواب میں اصلاح کر کے بیان کیا ہے۔

علم فقہ اور طبقات فقہاء

علم فقہ اکثر صحابہ کا شعار تھا جیسے خلفائے اربعہ اور باقی عشرہ مبشرہ اور ابن مسعود اور معاذ اور ابی بن کعب اور زید بن ثابت اور ابو درد اور ابی بنی عائشہ اور ابن عمر بن خطاب و ابن عباس اور ابن عمرو بن عاص اور ابن الزبیر اور ابو موسیٰ اور ابو سعید خدری اور ابو ہریرہ اور جابر بن عبد اللہ وغیرہ رضی اللہ عنہم اور تھوڑے سے مقاموں میں فقہائے کبار سوادوسرے صحابہ سے بھی منقول ہوا ہے جیسے ابو ذر اور عمار اور حذیفہ اور سلمان اور عبادہ بن صامت اور ابو مسعود و فضالہ اور واثلہ اور خالد اور معاویہ اور عمرو بن عاص اور ام سلمہ اور اسمائیت ابو بکر اور حسن اور حسین رضی اللہ عنہم اور ان میں سے چھکے فتوے شہرت کو پہنچ گئے وہ نوہیں حضرت عمر حضرت علی بن مسعود اور ابی بن کعب اور زید اور ابو موسیٰ اور ام المؤمنین عائشہ اور ابن عمر بن خطاب و ابن عمرو بن عاص اور ان میں سے بھی زیادہ مشہور یہ تین شخص ہوئے عبد اللہ بن مسعود زید بن ثابت عبد اللہ بن عباس اہل مدینہ کا فقہ میں زید بن ثابت اور عبد اللہ بن عمر پر اعتقاد تھا اور اہل مکہ کا ابن عباس کی رائے پر اور اہل کوفہ کا حضرت علی اور عبد اللہ بن مسعود کی رائے پر اور

اہل مصر ابو موسیٰ اشعری اور عمران بن حصین کی رائے پر تھے اور شام میں معاذ اور ابو درودا وغیرہ تھے
 بعد اسکے ریاست علم فقہ تابعین کو پہنچی چنانچہ صحابہ کے بعد مدینے میں سعید بن مسیب اور عروہ بن زبیر
 اور قاسم بن محمد اور فارح بن زید اور سلیمان یسار اور عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ اور ابو بکر بن
 عبد الرحمن بن حارث تھے اور مدینے کے جو سات فقہا مشہور ہیں وہ یہی ہیں اور اسی طبقے میں سے
 مدینے میں یہ لوگ بھی تھے سالم بن عبد اللہ اور ابو سلمہ بن عبد الرحمن اور ابان بن عثمان اور قبیصہ بن
 ذویب وغیرہ اور جنھوں نے انکی متابعت کی انکا بھی اسی طبقے میں شمار ہے جیسے عمرو بن عبد العزیز
 اور علی بن حسین اور یحییٰ بن سعید اور ابو الرناد اور زہری اور بیہ وغیرہ پھر فقہ متبع تابعین کی
 طرف منتقل ہوا جیسے ابو ذیبل و راجشون اور امام مالک بن انس و اور ان کے اصحاب اور مکے میں
 عبید بن عمیر اور عطاء بن ابی رباح اور مجاہد اور عمرہ اور سعد بن جبیر اور ابن ابی ملیکہ اور عمر بن دینار
 وغیرہ تھے پھر فقہ ابن ابی نجیح اور ابن جریج اور سفیان بن عیینہ اور مسلم بن خالد اور سعید بن سالم
 وغیرہ کو پہنچا پھر امام ابو عبد اللہ شافعی اور ان کے اصحاب کی طرف منتقل ہوا اور کوفے میں ابن
 مسعود کے اصحاب علقمہ اور عبیدہ اور مسروق اور اسود اور عبد الرحمن ابناے یزید اور عمر بن شریک
 اور شریح قاضی وغیرہ فقہ کے استاد تھے اور انکے بعد عام شعبی اور ابراہیم نخعی انکے بعد حکم بن عیینہ
 اور حاد بن ابی سلیمان اور منصور بن معتمر وغیرہ تھے اور بعد ان کے ابن شبرمہ اور ابن ابی لیلیٰ
 اور حسن بن ابی صالح اور شریک بن عبد اللہ اور امام ابو حنیفہ اور سفیان ثوری اور ان دونوں
 کے اصحاب تھے اور تبصرے میں حسن اور ابن سیرین اور مطر بن عبد اللہ اور جابر بن زید اور
 ابو قلظہ پھر قتادہ اور ابوب اور یونس اور سلیمان تیمی اور ابن عون اور عثمان تیمی پھر حاد بن زید
 اور حاد بن سلمہ جو حادین یا حادان کہلاتے ہیں اور یحییٰ بن سعید اور ابن مدی تھے اور شام میں
 ادریس خولانی اور شمر بن خوشب اور ابن ابی ذکریا اور رجا بن حیات اور عبادہ بن نسی اور کھول
 وغیرہ تھے اور یمن میں طاؤس و وہب بن منبہ وغیرہ تھے اور مصر میں یزید بن ابی حبیب
 اور عمرو بن حارث اور لیث بن سعد وغیرہ تھے پھر اصحاب امام مالک اور امام شافعی اور ان کے
 اصحاب اور خراسان میں ضحاک بن مزاحم اور ابراہیم صائغ اور عبد اللہ بن مبارک اور اسحاق بن
 راہویہ اور بغداد میں امام ابو حنیفہ اور امام شافعی کے اصحاب اور امام احمد بن حنبل پھر ابو ثور

اور ابو عبیدہ قاسم بن سلام پھر داؤد اور محمد بن حمیر وغیرہ ان فقہاء میں سے ہر طبقہ میں اگرچہ
ہر ایک فقیہ فقہ میں نامور تھا مگر پھر بھی باعتبار شہرت کے ان میں بڑا تفاوت ہے۔

مسائل فروعی واجتہادی میں صحابہ کے اختلافات

نبی علیہ السلام کی وفات تک مسلمان ایک ہی عقیدے اور طریقے پر تھے مگر جو لوگ ظاہر میں
مسلمان باطن میں منافق تھے وہ زانیہ حیات آنحضرت میں بھی کوفرت پر کرتے تھے اور وہ نفاق اُن کا
ہر وقت اُن کے اعتراض کرنے سے حرکات و سکنات رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم پر ظاہر ہوتا تھا ہے
وہ اختلافات جو حال مرض اور بعد وفات حضرت کے صحابہ میں واقع ہوئے وہ اجتہادی تھے غرض اُن
اختلافات سے معاملات دین اور اسلام کا قائم کرنا تھا نہ اور کچھ پہلا تنازع جو آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کی بیماری میں ہوا وہ حضرت کا کاغذ اور دوات و قلم مانگنا اور حضرت عمرؓ کا غلبہ درود کے
خیال سے یہ کہہ کر کہ ہوا اللہ کی کتاب کفایت کرتی ہے دنیا ہے دوسرا خلاف حال مرض نبویؐ میں
ہوا کہ آنحضرتؐ نے لشکرِ اسامہ کی تیاری کے واسطے حکم دیا اسپر کچھ صحابہ نے یہ کہا کہ ہمیر ہما آدری
اس حکم کی واجب ہے اور کچھ نے کہا کہ حضرت کا مرض بڑھ گیا ہے ہمارا جی حضرت کے چھوڑنے کو اس
حال میں نہیں چاہتا ہے تیسرا خلاف حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی موت میں ہوا حضرت عمرؓ نے
کہا کہ جو کوئی یہ کہیگا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مر گئے ہیں میں اسکو اس تلوار سے قتل کر دوں گا وہ تو
آسمان پر مثل عیسیٰ بن مریم کے پڑ جائے گئے ہیں حضرت ابو بکرؓ نے کہا کہ وہ بیشک مر گئے ہیں
اور یہ آیت پڑھی وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ أَفَإِنْ نَأْتِكُمْ أَوْفَئِلَ
أَنفَعَلْبُكُمْ عَلٰی أَعْقَابِكُمْ یعنی محمد خدا کے رسول ہیں اگر وہ مرجائیں یا مارے جائیں تو اے لوگو
تم اپنی اگلی راہ پر پھر جاؤ گے یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مرنے سے کیا دین چھوڑ کر کفر اختیار کرو گے
اس وقت صحابہ نے حضرت ابو بکرؓ کے قول کی طرف رجوع کیا اور حضرت عمرؓ نے بھی تسلیم کیا
چوتھا خلاف آنحضرت کے دفن کے مقام میں ہوا ہاجرین اہل مکہ نے چاہا کہ ہم نفس مبارک کو
لبائین النصار اہل مدینہ نے چاہا کہ مدینہ میں دفن ہوں کچھ صحابہ نے ارادہ کیا کہ بیت المقدس کو
لبائین اس لیے کہ وہ جگہ دفن انبیاء کی ہے اور آپ کی معراج اُسی جگہ سے آسمان کی طرف

مسائل فروعی و اعمال میں خلافت دائرہ وسیع ہونے لگا مگر اصل و عقائد میں کوئی خفلات اُسوقت تک نہ تھا

اختلاف مذاہب کی بنا

جب مسائل اعتقاد میں کوئی سوال کسی مسلمان کو پیش آتا تو حضرت سرور عالم سے اور اُن کے وصال کے بعد اُن کے اصحاب سے حل کر لیتا جب یہ قرن گذر گئے تو عقائد میں بہت سی باتیں پیدا ہونے لگیں مہدی جنی اور غیلان دشقی اور یونس ساری نے قدر کا مسئلہ نکالا اور تمام افعال تقدیر الہی کی طرف منسوب کرنے سے انکار کرنے لگے اور پھر وقتاً فوقتاً اہل اسلام میں اصول عقائد میں اختلاف پیدا ہوتا رہا اور خلفائے عباسیہ کے وقت سے فلاسفہ اور حکماء یونان کے اقوال بھی دین اسلام کی باتوں میں مل گئے اور وہ اسکی یہ ہوئی کہ محمد اللہ مامون بن ہارون الرشید خلیفہ بغداد عباسیہ بغداد کو علوم قدیمہ کے ساتھ بہت فریفتگی تھی ملک روم میں کچھ لوگ بھیج کر کتب فلاسفہ کا ترجمہ زبان عربی میں کرایا۔ کچھ اوپر سنہ دوسو ہجری میں وہ علوم زبان عربی میں ترجمہ ہو کر اُس کے پاس آئے تب سے فلاسفہ کے اقوال لوگوں میں پھیل گئے۔ تصور صحیح کرنے سے معلوم ہو سکتا ہے کہ ردِ شہادت دہریہ ابتداء سے زمانہ اسلام میں ہمارے قبل در صحابہ اور تابعین کے اقوال سے بھی ہلکا ہوتا تھا اور آخروہ اصطلاحات علم حکمت کے جو بمقابلہ دہریوں کے معارضہ اور جوابات میں بولنے ضرور تھے اُن کے اقوال مقدمہ میں ہی وارد ہونے لگے اور اُن الفاظ کا زبان زد ہونا مجبوری تھا مگر کرنا ہی چاہیے اور پھر بعد اُن حضرات کے علمائے اسلام کو ضرورت زیادہ ہوئی کہ اُنھوں نے فلسفہ حکماء قدیم کے ابطال کی غرض سے سیکھا اور اسی فلسفے کے اصول کو رد کر کے شہادت دہری وغیرہ کو باطل کیا اور وہ سارے مباحث جمع ہو کر ایک علم ہو گیا اور اُس نے علم کلام نام پایا اگرچہ بعض لوگوں کو توخل زیادہ بھی ہوا کہ امتنا انکو مجاز نہ تھا اور یہ غلطی اُستاد و معلم کی تھی خواہ آزادی و خود سری متعلم کی مگر تکمیل علم کلام کی اچھی ہو گئی اور شہادت دہری پادریہ اُنھیں کے مجاہدات سے ہو گئے اگر وہ لوگ ایسا نہ کرتے تو دہریت کے پھیلنے میں جیسی آج کل بوجہ عدم توجہ علمائے اسلام کے زور و زور پر ہے کچھ باقی رہتا کبھی نہ رہتا اور ہرگز نہ رہتا اور کلام ایک ایسا علم ہے جسکی وجہ سے عقائد مذہبیہ کو دلائل کے ساتھ ثابت کرنے اور نیز شہادت رفع کرنے کی قدرت حاصل ہوتی ہے اور اس علم کے موضوع

[illegible]

مکرنا خرین کہنے لگے کہ ان الفاظ کا ظاہر ہر جہاد کرنا اور ان کی تفسیر کرنا چاہیے جیسا کہ کتاب و سنت میں
 وارد ہیں اور تاویل سے تعرض نہ کرنا چاہیے اور نہ ظاہر پر توقف کرنا چاہیے پس یہ متاخرین تشبیہ غلو
 میں مبتلا ہو گئے جو یہود کا طریق ہے اور یہ اعتقاد سلف کے خلاف تھا مگر بعض شیعہ نے بہت غلو اور
 تقصیر سے کام لیا غلو ان کا یہ تھا کہ اپنے ائمہ کو اللہ کے ساتھ تشبیہ دینے لگے اور تفسیر یہ کہ اللہ کو بعض
 مخلوقات کے ساتھ تشبیہ دی مگر جب معتزلہ اور متکلمین کے مقالات زیادہ شہرت پکڑ گئے تو بعض شیعہ غلو
 اور تقصیر کو چھوڑ کر معتزلہ سے مل گئے۔ اور ان سلف میں سے جو تاویل و تشبیہ کی طرف متوجہ نہ ہوئے
 یہ ہیں مالک بن انس۔ احمد بن حنبل۔ سفیان اور داؤد اصفہانی۔ یہاں تک کہ عبد اللہ بن سعید بن کلاب
 اور ابو العباس قلاسی اور حارث بن اسد ابو عبد اللہ محاسبی کا دور شروع ہوا اگرچہ یہ بھی سلف کے
 طریق پر تھے مگر علم کلام سے مزاوت کرنے لگے اور عقائد سلف کی تائید دلائل کلامیہ اور براہین اصولیہ
 سے کی اور اب علم کلام ترقی کرنے لگا اور زبانی کلام سے نوبت تحریر کو پہنچ گئی اور فقلون کے تصرف
 اس میں بڑھنے لگے بعض نے کتابیں بنائیں اور بعض درس و تدریس میں مشغول رہے۔ پھر ایک جماعت
 معتزلہ متوسط کی ظاہر ہوئی جیسے ضرار بن عمرو جعفر فردا و حسین بخار اور ان کے متاخرین نے جیسے
 ابو علی جبائی اور اس کا بیٹا ابو حاشم اور قاضی عبد الجبار اور ابو کسین بصری ہیں اپنے اصحاب کے طریقوں
 کا خلاصہ کیا اور چند مسائل میں ان سے متفق ہو گئے اور اپنے شیوخ کا خلاف کیا اور مذہب اعتزال کی
 تائید میں بہت سی تصنیفیں بطریق جدید کر ڈالیں اب خلافت ان کی راے کے تابع ہو گئی آخر ائمہ
 اہل سنت نے ان کے مذہب سے انکار کیا اور علم کلام کی مذمت بیان کی اور جو شخص ان کے مذہب کو
 پسند کرتا اس کو چھوڑ دیتے۔ ربیع نے امام باقری سے روایت کی ہے کہ اگر کوئی اپنی کتابوں کے دینے کی
 کسی کے لیے وصیت کرے تو اس وصیت میں کتب کلام داخل نہ ہوگی اس لیے کہ کلام کوئی علم نہیں اور
 امام باقری نے کہا ہے کہ اہل بدعت و اہل شیعہ و اہل تہجد و اہل سنی و اہل کلام ہیں اور
 امام احمد نے علماء کلام کو زنادقہ کہا ہے اور زندقہ اُسے کہتے ہیں جو روز آخرت اور وحدانیت خالق پر
 ایمان نہ لایا ہو لیکن معتزلہ کے مذہب کو قوت اور ان کے متبعین کی کثرت ہوتی رہی یہاں تک کہ ابو علی
 محمد بن عبد الوہاب جبائی معتزلی اور اس کے تلمیذ رشید شیخ ابو الحسن علی بن اسماعیل اشعری کے
 درمیان ایک بار اس مسئلے میں کہ جو چیز بندے کے حق میں اچھی ہے وہ اللہ پر واجب ہے منظرہ

منتقل ہوا سلطان صلاح الدین یوسف مصر کے بادشاہ ہوئے تو انھوں نے سارے لوگوں کو
 اپنے عقائد پر آمادہ کیا اور اس عقیدے کا اوقات دیار مصر میں ہونا شرط کیا جیسے مدرسہ ناصریہ و نجیہ و خانقاہ
 سعید السعدا واقع قاہرہ چنانچہ یہی چال عقیدہ اشعری کی سارے ملک مصر اور ملک شام اور ملک حجاز اور
 ملک یمن اور زمین مغرب میں چلی گئی۔ ملک مغرب یعنی افریقہ میں اشعری کی رائے کو ابو عبد اللہ محمد بن
 قورمہ شاگرد غزالی نے داخل کیا اور ایک عقیدہ بنادیا جس کو امام نے یاد کر لیا ہاں تک کہ اس کے قائم مقاموں کی
 تلوار کے زور سے یہ اعتقاد ان سب شہروں میں ایسا جاری ہوا کہ جو کوئی خلافت کرتا ان کی گون ماری جاتی
 یہاں تک کہ سوائے اور سب مذاہب اٹ گئے کوئی مذہب خلافت اشعری کے باقی نہ رہا مگر حنا بلکہ کا مذہب
 اپنی اسی چال وصال سابق پر باقی رہا یہ تاویل صفات کے معتقد نہیں۔

فروق کی تقسیم

یہ ارشاد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کہ میری امت تہتر فرقے ہو جائے گی ایک معجزہ ہے اس لیے
 کہ جو کچھ فرمایا تھا وہ بے کم و کاست ظہور میں آیا۔ ابن حزم نے مل و خل میں کہا ہے کہ اہل اسلام کے
 پانچ فرقے ہیں ایک اہل سنت دوسرے معتزلہ اور انھیں میں قدریدہ داخل ہیں تیسرے مرجئیہ
 اور انھیں میں جمیہ کرامیہ کا شمار ہے چوتھے شیعہ پانچویں خوارج انھیں میں ازرقہ و اباضیہ میں
 پھر ہر ایک فرقہ ان میں سے کئی فرق ہو گیا۔ بڑا افتراق اہل سنت کا فتوے میں ہوا اور تھوڑا سا اعتقاد
 میں فتویٰ میں چار مذہب ہو گئے حنفی۔ شافعی۔ مالکی۔ حنبلی اعتقاد میں گروہ ہو گئے
 اشعری۔ ماتریدی۔ حنبلی۔ رہے چار فرقے سوائے اہل سنت کے
 سوان میں سے کسی کا خلافت اہل سنت کے ساتھ بعید ہے اور کسی کا قریب مرجئیہ کے فرقوں میں
 اہل سنت سے قریب وہ ہیں جن کا قول ہے کہ ایمان کہتے ہیں دل اور زبان دونوں سے تصدیق
 و اقرار کرنے کو۔ رہے سارے اعمال سو فقط فرائض و شرائع اسلام ہیں ایمان میں داخل نہیں ایمان میں
 اہل سنت سے بعید دو فرقے ہیں ایک اصحاب جمہ میں صفوان جن کا قول یہ ہے کہ ایمان صرف تصدیق
 بالقلب کا نام ہے اگرچہ مومن کفر و ثلثیت کا کلمہ زبان سے کہے اور بت پرستی کرے اور یہ بطور تہیہ کے
 بھی نہ تو بت بھی ایمان نہیں جاسکتا جب تک تصدیق بالقلب باقی رہے دوسرے اصحاب محمد بن کرام جن کا

قول یہ ہے کہ ایمان فقط زبان سے اقرار کرنے یعنی کلمہ شہادت کے پڑھنے کو کہتے ہیں پس اگر کوئی
 شخص دل سے کفر کا معتقد ہو تو اُس کا ایمان باطن نہیں ہو سکتا جب تک زبانی اقرار باقی ہے
 اسی طرح اور باقی فرقوں کا ذکر ہے۔ خبیثہ الاکوان میں لکھا ہے کہ معتزلہ میں اہل سنت سے
 قریب وہ ہیں جو کہ اصحاب حسین بخار و بشر بن غیاث مرسی ہیں اور بعد ان کے اصحاب
 ابوہریرہ و علف ہیں اور مذاہب شیعہ میں اہل سنت سے قریب اصحاب حسن بن صالح ہیں جن کا
 فرقہ صالحیہ کہلاتا ہے اور شیعہ زیدیہ میں شمار پاتا ہے اور ان میں سے بعد فرقہ امامیہ ہے وہ
 خلاۃ انکے سودہ سرے سے مسلمان ہی نہیں بلکہ اہل رد و شرک ہیں اور قریب فرقہ خوارج
 میں اصحاب عبداللہ بن یزید اباضی ہیں اور بعد ان کے ازرقہ ہیں رہے بطخیہ اور وہ چونکر
 کسی شے کے قرآن میں سے ہیں اور اجماع کے مخالف ہیں جیسے عمار دہ وغیرہ سودہ باجماعت
 کفار ہیں انتہی واضح رہے کہ ہننے فرقوں کے بیان میں شرح مناقب وغیرہ کی طرف اختیار کی ہے
 اسی واسطے ہننے جمیہ کو جبریہ میں اور کرامیہ کو قدریہ میں اور مرسیہ کو مرجیہ میں ذکر کیا ہے و علی
 ہذا القیاس صاحب اشعۃ اللمعات کا قول ہے کہ افتراق اس امت کا تہتر فرقوں پر حدیث سے
 ثابت ہے اس طرح کہ معتزلہ کے ہیں فرقہ ہیں اور شیعہ بائیس اور خوارج بیس اور مرجیہ پندرہ
 اور بخاریہ تین اور ایک ایک فرقہ جبریہ اور مشبہ اور اہل سنت و جماعت کا اور غنیۃ الطالبین میں مذکور
 کہ تہتر فرقوں کی اصل یہ دس فرقے ہیں اہل سنت۔ خوارج۔ شیعہ۔ معتزلہ۔ مرجیہ۔ مشبہ۔ ج۔
 ضار یہ۔ حجار یہ۔ کلا بیہ۔ اہل سنت کا ایک فرقہ سے خوارج کے پندرہ فرقہ ہیں خبیثہ کے بیس
 معتزلہ کے چھ مرجیہ کے بارہ جمیہ ضار یہ۔ بخاریہ۔ اور کلا بیہ کا ایک ایک فرقہ ہے مشبہ کے تین فرقے
 ہیں کل تہتر فرقے ہو گئے اور کچھول نے ان تہتر فرقوں کے اصول سوائے اہل سنت و جماعت کے
 جہ فرقے قرار دئے ہیں جنکے یہ نام ہیں جمیہ قدریہ شیعہ۔ حرویہ۔ مرجیہ۔ جبرو۔ اور پھر ہر ایک کے بارہ بارہ فرقے لکھے ہیں جس سے
 بہتر فرقے ہو گئے۔ اور صاحب شرح و فایہ نے بھی کتاب الشہادۃ میں سب فرقوں کے اصول چھوٹی فرقے قرار دئے ہیں اور یہ
 نام لکھے ہیں۔ جبریہ۔ قدریہ۔ شیعہ۔ خوارج۔ معتزلہ۔ مشبہ۔ اور شیخ ابو الحسن اشعری نے اصول دس فرقے قرار دئے ہیں
 شیعہ۔ خوارج۔ معتزلہ۔ مرجیہ۔ جمیہ۔ ضار یہ۔ کلا بیہ۔ حسیفہ۔ بکریہ۔ مجسمہ۔ اور امام محمد بن اسماعیل نے ہر فرقہ کے
 ان کی چھ قسمیں ان ناموں کے ساتھ مقرر کی ہیں شیعہ بخاریہ۔ قدریہ۔ جبریہ۔ مرجیہ۔ مجسمہ۔ اور محمود الغزالی نے

اور اہل سنت و جماعت ہے۔ جبریہ۔ جبریان اور کرامیہ و حشویہ مشبہ ہیں اور ان فرقوں میں بعض قدر یہ بھی ہیں۔ یہ تشریف فرما جو مشہور ہیں ان میں بھی کئی فرقے مثل شاخون کے ظاہر ہوئے ہیں جو شخص جس فرقے کا کام کرے گا اس میں شمار پائے گا اور ان شاخون کی وجہ سے شمار فرقوں کا تشریف سے بڑھ گیا ہے میر سید شریف نے تعریفات میں لکھا ہے اہل ہوا سے مراد وہ اہل قبلہ ہیں جن کا عقیدہ اہل سنت کا سامنہیں۔ اور بعض نے کہا ہے کہ اہل ہوئے ایک فرقہ معین نہیں بلکہ جو مخالفت سنت کے ہے تاویل فاسد کے ساتھ وہ اہل ہوئی ہے مغرب میں ہے کہا اہل ہوئے وہ لوگ ہیں جو طریقہ اہل سنت و جماعت سے کج روی کریں اور اہل قبلہ ہوں یعنی اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہوں صاحب تعریفات کہتے ہیں کہ اہل ہوئے جبریان اور قدریہ اور شیعہ اور خوارج اور معتزلہ اور مشبہ ہیں اور ان میں سے ہر ایک کے بارہ فرقہ ہیں اس صورت میں تشریف فرما ہو گئے مگر یہ قول سید صاحب کا تحقیقی نہیں اس لیے کہ اسی قدر فرقوں میں اہل اسلام کے فرقوں کا حصر نہیں ہے تشریف سے بہت زیادہ تعداد ہو گئی ہے اور آنحضرت نے جو تشریف کا عدد فرمایا ہے وہ غالباً انحصار کے لیے نہیں بلکہ اظہار کثرت مقصود ہے۔

اب غور کرو کہ عامہ منصفین نے انحصار بڑے بڑے گروہ اسلام کا نو فرقوں میں کیا ہے۔ اہل سنت و جماعت۔ مشرک۔ شیعہ۔ خوارج۔ مرجیہ۔ نجاریہ۔ جبریان۔ قدریہ۔ مشبہ۔

فرقہ اہل سنت و جماعت

ان میں بھی اختلاف پیدا ہو کر کئی فرقے اور مذاہب ہو گئے ہیں جو تھنی صدی سے پہلے کسی مذہب معین کی قید نہ تھی یہاں تک کہ بغداد کو لشکر چنگیز خانی نے پامال کر دیا اور سلطنت اعلیٰ اسلام کی برباد ہو گئی تو لوگوں کی اسے مذاہب اربعہ پر قرار پائی اس لیے کہ یہ مذاہب اور مذاہب کی بنیست کسی قدر مدون ہو چکے تھے مگر ابھی تک کوئی تقلید کو واجب نہیں مانتا تھا بلکہ عوام کے لیے تقلید کو محسن خیال کرتے تھے علماء کے حق میں تقلید مکروہ جانتے تھے بعد اسکے علم کی کمی ہوتے ہوتے اور جمل پھیلے پھیلے تقلید کی ضرورت نے ترقی کی اور علماء مذاہب اربعہ تمام عالم میں پھیل گئے اور ان مذاہب کی تقلید مقرر ہو گئی اور بعض اہل تحقیق جو تقلید کے محتاج نہ تھے وہ خاص اس ضرورت سے تقلید میں بڑ گئے کہ عامہ خلق ان سے منحرف نہ ہو جائے اور بُرا نہ جاننے لگے اور پھر بھی بعض ایک

مذہب پر چلنا اپنے لیے پسند کرتے تھے اور نہ اپنے فتووں پر اور لوگوں کے پابند ہونے کی خواہش رکھتے تھے اہل سنت غمونا ان مذاہب پر بجا اور دوسرے اصحاب مذاہب متبوعہ جیسے مذاہب سفیان ثوری اور داؤد ظاہری کو بھی شامل ہے اہل سنت کا انحصار انھیں چار گروہ میں نہیں ہے ان میں سے سفیان ثوری کا مذہب ان کے سلوک میں چھپ گیا ہے۔ تاج المکمل میں لکھا ہے کنز بن برفوق جرکسی نے جس کا لقب ناصر ہے اور شاہ ہجری میں پیدا ہوا تھا چاروں صفیہ بیت الاحرام میں قائم کئے ہیں۔ اور مجتہدان مذاہب ربیعہ میں سے۔

ایک امام ابو حنیفہ نعمان بن ثابت میں

شہدہ ہجری میں پیدا ہوئے نعمان نام تھا ابو حنیفہ کنیت امام اعظم لقب مگر یہ کنیت حقیقی نہیں ہے امام کی کسی اولاد کا نام حنیفہ نہ تھا یہ کنیت وصفی معنی کے اعتبار سے ہے یعنی ابو الملتہ احنیفہ قرآن میں خدا نے مسلمانوں سے خطاب کر کے کہا ہے واتبعوا ملۃ ابراہیم حنیفاً یعنی تاج ہو جاؤ دین ابراہیم کے جو مستقیم تھا امام نے اس نسبت سے اپنی کنیت ابو حنیفہ اختیار کی اور دوبار ان کو عہدہ قضا اختیار کرنے کی تکلیف دی گئی جو کہ شرائط موجود نہ تھیں اس لیے انھوں نے قبول نہ کیا اول بار کوئے میں یزید بن عمر بن ابیہرہ نے جو مردان عمار کی طرف سے کوئے کا گورنر تھا انکو اس عہدے کے اختیار کرنے کے لیے کہا اور انکار کرنے پر ان کے سو کوڑے اس طرح لگوائے کہ دس کوڑے روز دس دن تک لگوائے گئے جب امام موصوف کو کمال ایذا پہونچنے لگی تو فقہانے ان کو مشورہ دیا کہ دفع الوقتی کے لیے آپ کوئی کام قبول کر لیجیے امام موصوف نے مجبور ہو کر یہ خدمت چاہی کہ گھاس کے جتنے بوجھ اس کی سرکار میں آتے اس کا حساب درست کرتے یزید نے اس خدمت کے قبول کر لینے کے بعد انھیں چھوڑ دیا اور دوسری بار بغداد میں منصور دوانقی خلیفہ بغداد نے ان کے لئے قضا کا عہدہ تجویز کیا لیکن ان کو اس کا کوڑے لگوائے اور بعض کہتے ہیں کہ سو کوڑے لگوائے اور بعض کہتے ہیں کوڑے لگوائے جاتے تھے اور قید کر دیا وہ ۲۶ سالہ ہجری میں قید ہوئے تھے اور شہزادہ ری کے لئے جتنی اینٹیں آتیں ان کا حساب درست کرنے کا کام ان سے کرایا گیا۔

۱۰۰

۱۰۱

۱۰۲

۱۰۳

۱۰۴

۱۰۵

۱۰۶

۱۰۷

۱۰۸

۱۰۹

۱۱۰

۱۱۱

۱۱۲

۱۱۳

۱۱۴

۱۱۵

۱۱۶

۱۱۷

۱۱۸

۱۱۹

۱۲۰

۱۲۱

۱۲۲

۱۲۳

۱۲۴

۱۲۵

۱۲۶

۱۲۷

۱۲۸

۱۲۹

۱۳۰

۱۳۱

۱۳۲

۱۳۳

۱۳۴

۱۳۵

۱۳۶

۱۳۷

۱۳۸

۱۳۹

۱۴۰

۱۴۱

۱۴۲

۱۴۳

۱۴۴

۱۴۵

۱۴۶

۱۴۷

۱۴۸

۱۴۹

۱۵۰

۱۵۱

۱۵۲

۱۵۳

۱۵۴

۱۵۵

۱۵۶

۱۵۷

۱۵۸

۱۵۹

۱۶۰

۱۶۱

۱۶۲

۱۶۳

۱۶۴

۱۶۵

۱۶۶

۱۶۷

۱۶۸

۱۶۹

۱۷۰

۱۷۱

۱۷۲

۱۷۳

۱۷۴

۱۷۵

۱۷۶

۱۷۷

۱۷۸

۱۷۹

۱۸۰

۱۸۱

۱۸۲

۱۸۳

۱۸۴

۱۸۵

۱۸۶

۱۸۷

۱۸۸

۱۸۹

۱۹۰

۱۹۱

۱۹۲

۱۹۳

۱۹۴

۱۹۵

۱۹۶

۱۹۷

۱۹۸

۱۹۹

۲۰۰

۲۰۱

۲۰۲

۲۰۳

۲۰۴

۲۰۵

۲۰۶

۲۰۷

۲۰۸

۲۰۹

۲۱۰

۲۱۱

۲۱۲

۲۱۳

۲۱۴

۲۱۵

۲۱۶

۲۱۷

۲۱۸

۲۱۹

۲۲۰

۲۲۱

۲۲۲

۲۲۳

۲۲۴

۲۲۵

۲۲۶

۲۲۷

۲۲۸

۲۲۹

۲۳۰

۲۳۱

۲۳۲

۲۳۳

۲۳۴

۲۳۵

۲۳۶

۲۳۷

۲۳۸

۲۳۹

۲۴۰

۲۴۱

۲۴۲

۲۴۳

۲۴۴

۲۴۵

۲۴۶

۲۴۷

۲۴۸

۲۴۹

۲۵۰

۲۵۱

۲۵۲

۲۵۳

۲۵۴

۲۵۵

۲۵۶

۲۵۷

۲۵۸

۲۵۹

۲۶۰

۲۶۱

۲۶۲

۲۶۳

۲۶۴

۲۶۵

۲۶۶

۲۶۷

۲۶۸

۲۶۹

۲۷۰

۲۷۱

۲۷۲

۲۷۳

۲۷۴

۲۷۵

۲۷۶

۲۷۷

۲۷۸

۲۷۹

۲۸۰

۲۸۱

۲۸۲

۲۸۳

۲۸۴

۲۸۵

۲۸۶

۲۸۷

۲۸۸

۲۸۹

۲۹۰

۲۹۱

۲۹۲

۲۹۳

۲۹۴

۲۹۵

۲۹۶

۲۹۷

۲۹۸

۲۹۹

۳۰۰

چھ بار نماز جنازہ پڑھی گئی پہلی مرتبہ کم و بیش پچاس ہزار آدمیوں کا مجمع تھا دفن کے بعد میں دن تک لوگ جنازے کی ناز پڑھتے رہے بغداد میں مقبرہ خیران کے بابا لطاق بن دقن ہوئے امام شافعی جب بغداد میں آئے تھے اور صبح کی ناز امام کی قبر کے پاس پڑھتے تھے تو ادب کے لحاظ سے قنوت چھوڑ دیتے تھے اور بسم اللہ کو بہت آہستہ کہتے تھے ثابت ہر گان کے دن حضرت علیؑ کی خدمت میں فالودہ لے گئے تھے انھوں نے ثابت کے حق میں دعا کی تھی دعا کی برکت سے اُن میں اور اُن کی اولاد میں علم پیدا ہوا ثابت کے باپ کا نام زوطا ہے اور زوطا مصل کا بل کا یا بابل کا یا انہار کا رہنے والا تھا غلامی کا طوق اس کی گردن میں پڑ گیا تھا اور قبیلہ بنی تیمم اللہ بن خبیب کی ایک عورت نے خرید کیا تھا پھر زوطا آزاد بھی ہو گیا تھا اس لیے امام کا خاندان بنی تیمم اللہ کا آزاد غلام کہلاتا ہے ثابت زوطا کی حالت اسلام میں پیدا ہوئے تھے مگر خطیب مورخ بغداد نے اسماعیل بن حماد بن امام ابو حنیفہ سے نقل کیا ہے کہ ہم کبھی کسی کی غلامی میں نہیں آئے اور بعضوں نے امام ابو حنیفہ کا نسب یوں بیان کیا ہے کہ نعمان بن ثابت بن نعمان بن مرزبان اور ابو مطیع نے اُن کو نسل عرب سے شمار کیا ہے اور سلسلہ نسب یوں بتایا ہے نعمان بن ثابت بن زوطا بن یحییٰ بن زید بن اسد بن راشد انصاری اور حافظ ابو اسحاق نے شجرہ نسب کے متعلق یہ روایت نقل کی ہے نعمان بن ثابت بن کاؤس بن ہرمز بن ہرام امام صاحب کی طرف ایک وصیت اور ایک عطاء کا مختصر سار سالہ منسوب ہے اس کی روایت ابو مطیع حکم بن عبد اللہ بنی نے امام سے کی ہے۔ ضرور اکثر میں مرقوم ہے کہ امام صاحب نے فقہ اکبر کو حالت حیات میں اور وصیت کو وقت وفات کے تصنیف کیا تھا انتہی مگر تحقیق یہ ہے کہ فقہ اکبر کو امام نے خود تصنیف نہیں کیا ہے بلکہ ابو مطیع نے اپنی روایات کو جمع کیا ہے اس کو امام کی تصنیف اس وجہ سے کہتے ہیں کہ ابو مطیع نے روایات امام اعظم کو اس میں جمع کیا ہے اور ایک مسند بھی اُنکی طرف منسوب ہے جو قاضی القضاۃ ابو المؤید محمد بن محمود بن محمد خوارزمی کی تالیف ہے کہ سنیہ ہجری میں اس کو مولدج دیا تھا اور امام اعظم کی مساند کو کہ علماء سابق نے مرتب کی تھیں اس مسند میں جمع کر دیا۔ حاکم خود غلبے میں اس بات کی تصریح کی ہے اُن مساند سابق میں سے دو مسند جو بہت مشہور تھیں متعدد اول ہیں ایک مسند یعقوب بن حارثی کی دوسری مسند حسین بن محمد بن خسرو کی۔ امام صاحب کی تین کتابیں تصنیف ہیں باقی زبانی منقول ہیں ایک کتاب العلماء

عقود ايمان بن
لکھا ہے زوطا بن
النا و سکون اللہ
فتح الطارقات
ثابت مقصورہ
کا ذکر امام
النوی کیوں
مطوز بن موی
اور مطیع حنیفہ
بین فتح دار کے
ساتھ ہے اور
تاریخ ابو الفراء
لکھا ہے کہ تاریخ میں
غلبہ بن غلبہ بن
منقول ہے کہ یحییٰ بن
طریق بن یحییٰ بن
بلدج کہ یحییٰ بن
اور عبد اللہ بن
بن عبد اللہ بن
بن عبد اللہ بن
بن عبد اللہ بن

دوسری کتاب الرسالہ کہ ابو عثمان بستی کو بھیجی تھی تیسری فقہ اکبر کہ آپ کے شاگرد ابو مطیع نے روایت کی ہے اور بعض کہتے ہیں کہ کتاب مقصود صرف میں بھی لکھی ہے۔

دارقطنی نے امام ابو حنیفہ پر نہایت ناخوشی سے جرح کی ہے اور کہا ہے کہ وہ حدیث میں نہایت ضعیف تھے اور یہ نہایت شناعیت ہے جو ایسے امام متقی عابد و زاہد کی طرف منسوب کی گئی ہے یہ لوگ ان کا ضعیف الحدیث ہونا کسی دلیل سے ثابت نہ کر سکے کبھی یہ کدیتے ہیں کہاں کو فقہ میں نہایت اشتغال تھا اس لیے حدیث میں ضعیف رہے مگر یہ کتنی کمزور دلیل ہے۔ اس لیے کہ جو شخص اعلیٰ درجے کا فقیہ ہوگا وہ اخذ حدیث میں بھی دوسروں سے کامل ہوگا۔ عبد اللہ بن مبارک جو امام کے مشہور شاگرد ہیں وہ بیروت میں فن حدیث کے امام اوزاعی سے ملے تو اوزاعی نے پہلی ہی ملاقات میں ان سے پوچھا کہ کون سے میں ابو حنیفہ کون شخص پیدا ہوا ہے جو دین میں نئی باتیں نکالتا ہے انھوں نے کچھ جواب نہ دیا اور گھر چلے آئے دو تین دن کے بعد پھر گئے تو کچھ اجزا ساتھ لیتے گئے اوزاعی نے ان کے ہاتھ سے وہ اجزائے لیے سرنامہ پر لکھا تھا قال نعمان بن ثابت اوزاعی بزرگ خور سے دیکھا کہ پھر عبد اللہ سے پوچھا نعمان کون بزرگ ہیں انھوں نے کہا کہ عراق میں ایک شخص ہیں جنکی صحبت میں میں رہا ہوں فرمایا بڑے پائے کا آدمی ہے عبد اللہ نے عرض کیا وہ ہی ابو حنیفہ ہیں جنکو آپ مبتدع بتاتے تھے اوزاعی کو اپنی فطرتی پر افسوس ہوا۔ حج کی تقریب سے اوزاعی ملے کو گئے تو امام ابو حنیفہ سے ملاقات ہوئی انھیں مسائل کا ذکر آیا اتفاق سے عبد اللہ بن مبارک بھی موجود تھے ان کا بیان ہے کہ امام ابو حنیفہ نے اس خوبی سے تقریر کر کے ان کے جلنے کے بعد مجھ سے کہا کہ اس شخص کے کمال نے اس کو میری بدگمانی غلط تھی جس کا میں افسوس کرتا ہوں۔

حافظ عبد البر کا یہ کلام ایسا ہے جسے آب زر سے لکھنا چاہیے دنیا کے پیچھے پڑ جاتے ہیں اور قسم قسم کے معائب ان کی طرف منسوب

محفوظ نہ رہے چونکہ امام اپنے زمانے میں آپ اپنی نظر اٹھانے لگی بلکہ اس زمانے تک جو چل رہا ہے یا عنین جدوجہد کی ان کی سعی مشکور نہ

کرنے والوں کو غلبہ ہوتا رہا ہاں تک کہ امام کا مذہب ملک ملک اس قدر شایع ہوا کہ کسی دوسرے کا مذہب اُسکے ہم پایہ نہیں ہو سکتا۔ اگر یہ کہا جائے کہ صحاح ستہ کے مصنفین نے امام صاحب سے روایت نہیں کی دوا یک روایتیں مستثنیٰ ہیں تو اس الزام میں اور ائمہ بھی اُن کے شریک ہیں امام شافعی جنگو بڑے بڑے محدثین نے حدیث و روایت کا مخزن تسلیم کیا ہے اُنکی سند سے صحیحین میں ایک بھی روایت نہیں سمجھی یوں کہہ دیے ہیں کہ وہ ائمہ حدیث سے نہیں ملنے پائے تھے جو کچھ انھوں نے حاصل کیا ہے حاد سے حاصل کیا ہے جو شاگرد ہیں ابراہیم نخعی کے امداد براہیم نخعی نے علقمہ سے اور انھوں نے عبد اللہ بن مسعود صحابی سے حاصل کیا ہے اور یہ قول بھی باطل ہے اس لیے کہ انھوں نے بہت سے ائمہ سے روایت کی ہے جیسے امام محمد باقر اور عیسیٰ وغیرہ حالانکہ حاد کا وہ پایہ ہے کہ صرف اُن سے حاصل کرنا دوسروں سے روایت کرنے سے بے پروا کرتا ہے ابو حفص کبیر نے دعویٰ کیا ہے کہ امام ابو حنیفہ نے کم از کم چار ہزار شخصوں سے حدیثیں روایت کیں لیکن انصاف یہ ہے کہ امام ابو حنیفہ کی نسبت یہ دعویٰ محدثانہ اصول پر ثابت نہیں ہو سکتا البتہ اس سے انکار نہیں ہو سکتا کہ امام نے ایک گروہ کثرت روایت کی ہے اور اس کا خود محدثین کو احترام ہے علامہ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں جہاں اُن کے شیوخ حدیث کے نام گناے ہیں آخر میں لکھ دیا ہے وخلق کثیر بعض نے کہا ہے کہ انھوں نے بارہ سو ائمہ سے روایت کی ہے افظ ابوالحسن شافعی نے تین سو انیس شخصوں کے نام بقید نسب لکھے ہیں لیکن چونکہ اُنکی فہرست فوزہ ممکن ہے کہ محدثین کو کلیتہً اس سے اتفاق نہ ہو۔ بحر العلوم نے دیا ہے کہ زیادہ استادوں سے اُن کا حاصل نہ کرنا اُن کے درج و توقوے کہ زیادہ استاد ہوتے تو زیادہ حقوق ثابت ہو جاتے امام نے بہت سے نیا کر زیادہ استاد بنائے یہ جواب نہایت نامناسب اور لغو ہے صحابہ سے بھی ثابت کرتے ہیں اگرچہ اہل حدیث کے طرف

قی ہے کہ امام نے چار صحابیوں کو پایا ہے اور اس تو

اُن میں سے انس بن مالک ہیں بصرے میں د

ناتیسرے سہل بن سعید ساعدی ہیں مد

پوچھے ابو الطفیل عامر بن واصلہ کہ میں بین ابن حجر نے کہا ہے کہ امام نے ابن ابی اوفیٰ سے ایک حدیث روایت کی ہے اور تاریخ بغداد میں خطیب نے بیان کیا ہے کہ امام نے انس بن مالک کو دیکھا ہے اور ابن حجر نے کہا ہے کہ امام کا انس کو دیکھنا صحیح ہے جیسا کہ ذہبی نے لکھا ہے کہ امام نے انس کو دیکھا ہے اور وہ گیارہ یا تیرہ برس کے تھے اور ایک روایت میں ہے کہ امام فرماتے ہیں کہ میں نے انس کو کئی بار دیکھا ہے اور وہ سرخ خضاب کرتے تھے اور کئی طریقوں سے آیا ہے کہ امام نے ان سے تین حدیثیں روایت کیں اور بعض لوگوں نے جو نفی کی ہے تو وہ اثبات کی معارض نہیں ہو سکتی اس وجہ سے اثبات ایسے محل میں باتفاق علما نفی پر مقدم ہے عبد اللہ بن ابی اوفیٰ کے وقت میں امام چھ یا سات برس کے تھے اور جمہور کا مسلک یہ ہے کہ جب لڑکے میں تمیز کی قوت آجائے سماع صحیح ہے گو پنج سالہ کیون نہ وہ ابن حجر اپنی مختصر میں کہتے ہیں کہ پانچ برس کا سن سماع حدیث میں معتبر ہے لہذا اسماعیل بخاری نے محمود بن ربیع کی روایت پانچ برس کے سن کی قبول کی ہے اور ہل بن سعدی کے عہد میں امام آٹھ یا گیارہ برس کے تھے اور امام نے پہلا حج سنہ چھیانوے ہجری میں سولہ برس کی عمر میں کیا ہے ابو طفیل عامر بن واصلہ جن کا انتقال سنہ چھوٹا ہوا اُس وقت کے میں موجود تھے پس امام کا ابو طفیل سے کہ جہاں میں ایک صحابی اُس وقت باقی تھے دینا مستبعد ہے اور بھی یوں کہتے ہیں کہ وہ اسے اور قیاس سے بہ نسبت حدیث کے زیادہ کام رکھتے تھے اور حدیث کو چھوڑ کر اسے پرچلتے تھے یہاں تک کہ ابو بکر بن ابی شیبہ نے اپنی کتاب میں ایک باب امام پر رد کے لیے باندھا ہے اور سرخی اسکی باب الرد علی ابی حنیفہ مقرر کی ہے اور یہ نہایت بے انصافی کی بات ہے کیونکہ امام نے کبھی قیاس کے مقابلے میں کسی حدیث کو ترک نہیں کیا۔ عقود الجمان کے سولہویں باب میں لکھا ہے کہ ایک بار امام باقرؑ نے امام ابو حنیفہؒ سے فرمایا کہ تم قیاس کی بنا پر ہمارے دادا کی حدیثوں سے مخالفت کرتے ہو انھوں نے نہایت ادب سے کہا عیاذ باللہ حدیث کی کون مخالفت کر سکتا ہے فرمایے کہ مرد ضعیف ہے یا عورت امام باقرؑ نے فرمایا کہ عورت ابو حنیفہؒ نے کہا کہ وراثت میں مرد کا حصہ زیادہ ہے یا عورت کا امام باقرؑ نے فرمایا کہ مرد کا امام ابو حنیفہؒ نے کہا اگر بین قیاس لگانا تو فتوے دیتا کہ عورت کو زیادہ حصہ دیا جائے کیونکہ ضعیف کو ظاہر قیاس کی بنا پر زیادہ ملنا چاہیے پھر ابو حنیفہؒ نے پوچھا کہ نماز افضل ہے یا روزہ امام باقرؑ نے

فرمایا کہ نماز ابو حنیفہ نے کہا کہ اس اعتبار سے مانعہ ہر نماز کی قضا واجب ہونی چاہیے نہ روزے کی حالانکہ میں روزے ہی کی قضا کا فتویٰ دیتا ہوں امام باقر اس قدر خوش ہوئے کہ انھیں ان سے معاف اور مصافحہ کر کے عذر کیا اور کہا کہ مخالفین غنا سے تمہیں متحم کرتے ہیں۔

امام جعفر نے بہ سند متصل روایت کی ہے کہ امام ابو حنیفہ کہتے ہیں کہ ہم اخذ کرتے ہیں اول کتابا شد سے پھر سنت رسولؐ سے پھر قضایا صحابہ سے اور ہم انہیں عمل کرتے ہیں جب صحابہ کا اتفاق ہوتا ہے اور جس میں صحابہ کا اختلاف ہوتا ہے اسکو اور مسئلے پر قیاس کرتے ہیں اور یہی نے مدخل میں بہ سند صحیح امام ابو حنیفہ سے روایت کی ہے عن ابی عبد اللہ بن مبارک قال سمعت ابی حنیفہ یقول اذا جاء عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی الراس والعین واذا جاء عن اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم یختار من قولهم واذا جاء من التابعین زاحنا ہم یعنی جسوقت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا قول آئے تو وہ سرائے کو نہیں دیکھتا ہے اور جسوقت صحابہ سے آئے تو اس میں ہم اختیار کرتے ہیں یعنی خاص صحابہ کے اقوال میں سے جس کا قول صواب معلوم ہوتا ہے اس کو اختیار کرتے ہیں اور جس وقت تابعین سے آیا ہو وہ تو ہم اس کی مزاحمت کرتے ہیں یعنی اس میں کلام کرتے ہیں اور قیاس کو غل دیتے ہیں اور حضرت امام ابو حنیفہ تابعین کے قول میں کس طرح مزاحمت نہ کرتے کیونکہ وہ خود بھی تابعین میں سے ہیں۔ غلامہ کفوی فرماتے ہیں کہ اگرچہ بعض محدثین امام کے تابعی ہونے کو نہیں مانتے لیکن ان کے تابعی ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔ خوارزمی نے مسند ابو حنیفہ میں لکھا ہے کہ امام کا اصحاب سے روایت کرنا علما کے نزدیک متفق ہے مگر اعداد اصحاب میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ سات مرد اور ایک عورت اور بعض نے کم و بیش ذکر کیا ہے۔ منکر بن کتبہ ہیں کہ ان کے زمانہ میں چار اصحاب ضرور تھے لیکن ملاقات اور روایات ثابت نہیں مگر یہ انکا محض تعصب اور غنا ہے۔ اکثر محدثین کا یہ قول ہے کہ تابعی وہ شخص ہے جسے صحابہ کو دیکھا ہے اگرچہ صحبت نہ ہو۔ ترمذی نے وضع العلماء میں مذکور ہے کہ امام نے فرمایا ہے اتروا قولی بخبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعنی ترک کرو میرا قول بمقابلہ حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اور فرمایا اذا صح الحدیث فهو مذہبی یعنی جب حدیث صحیح ہو جائے تو وہی میرا مذہب ہے صراط مستقیم میں ہے کہ امام ابو حنیفہ کے اصحاب متفق ہیں کہ حدیث کو اسناد اسکی ضعیف ہو مگر قیاس میں اجتہاد سے

اوئی و مقدم ہے۔ میزان شرانی میں ہے و ما طعن احد فی قول من اقوالہم الا بجهله
 اما من حیث دلیلہ و اما من حیث دقة مدارکہ علیہ لا سیما الامام الاعظم ابو حنیفہ
 الذی اجمع السلف والخلف علی ورعہ و عبادتہ و دقة مدارکہ و استنباط و حاکشاہ
 من القول فی دین اللہ بالرأی الذی لا شہد لہ ظاہر کتاب ولا سنة یعنی کسی شخص نے
 کسی مجتہد کے قول میں طعن نہیں کیا مگر بوجہ اپنی جہالت کے کہ یا تو اس کے قول کی دلیل
 اس کی سمجھ میں نہ آئی یا اس کی باریکی سے اس کا ذہن قاصر رہا خصوصاً امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ
 علیہ کے کسی قول پر جو کسی نے اعتراض کیا ہے اس کا یہی سبب ہے جس کے علم و ورع اور عبادت
 اور وقت نظر اور استنباطات پر سلف و خلف کا اجماع ہے اور سب اس بات کو مانتے ہیں
 کہ امام موصوف دین خدا میں اسے کے ساتھ ایسی بات کہنے سے بچے ہیں جس کا ثبوت
 کتاب و سنت نہ ہوتا ہو بعض لوگ کہتے ہیں کہ امام نے احادیث صحیحہ کی صریح مخالفت کی ہے
 چونکہ یہ بات نہایت وسیع ہے اس لیے چند قواعد اجمالی ذکر کئے جاتے ہیں متقدمین میں سے
 سفیان ثوری کو اور ان کے بعد حافظ ابو بکر بن ابی شیبہ کو فی شیخ بخاری کو یہ گمان ہوا اس کی
 وجہ یہ ہے کہ ان لوگوں نے امام کے قواعد و اصول پر غور و خوض نہ کیا اگر غور کرتے تو ظن
 غالب ہے کہ ان کو اس قسم کی بدگمانی نہوتی امام کے بعض قواعد سے یہ ہے کہ خبر واحد ایسے
 وقت قبول نہیں کی جاتی کہ جب وہ مخالفت اصول مجمع علیہا کے ہو پھر اس وقت قیاس خبر
 واحد پر مقدم ہوگا خبر واحد کے قبول نہ کرنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ حدیث پر مطلع نہ ہوئے یا ان کے
 نزدیک اس حدیث کی صحت نہ پائی گئی یا اس حدیث کی روایت بعض غیر فقیہ سے پائی گئی
 یا راوی نے اپنی روایت کے خلاف کام کیا جس سے اس حدیث کا نسخ و غیرہ ظاہر ہوتا ہے
 یا عموم بلوئے پایا گیا یعنی وہ ایسا امر ہو جس کے علم کی ہر شخص کو امتیاج ہو مگر اس امر میں ضرر
 ایک شخص نے روایت کی پھر اس قسم کی روایت قابل قرح ہوگی یا وہ حدیث حدیث کفارہ
 میں وارد ہوئی جو شبہ سے ساقط ہو جاتے ہیں اور احتمال خطا سے راوی منفرد کا شبہ ہے یا قیاس
 جلی کے مخالفت ہے یا اس قیاس کے جس کو دوسری حدیث سے قوت پہنچی ہو یا بعض سلف نے
 اس میں طعن کیا ہو یا تصحیح نے آپس میں ایک مسئلے میں اختلاف کیا جس میں خبر واحد وارد ہو

اور کسی نے اس سے احتجاج کیا پس احتجاج سے اعراض کرنا یہ دلیل نسخ یا عدم اعتماد کی ہے یا وہ حدیث ظاہر عموم قرآن کے مخالف ہو اس لئے کہ امام اعظم عموم قرآن کی تخصیص یا نسخ خبر واحد سے جائز نہیں سمجھتے اس لیے کہ خبر واحد ظنی ہے اور وہ یقینی اور تقدیم دودلیلوں میں سے اس دلیل کی واجب ہے جو اقویٰ ہے یا وہ سنت مشہورہ کے مخالف ہو اس لیے کہ خبر مشہورہ خبر آحاد سے قوی ہوتی ہے یا وہ زائد علی القرآن ہو اس سے معلوم ہو گیا کہ امام خبراً آحاد کو بدون حجت کے ترک نہیں کرتے بلکہ ایسی دلیل سے ترک کرتے ہیں جو ان کے نزدیک قوی اور واضح ہوتی ہے تمام حنفیہ کا اس پر اجماع ہے کہ مذہب حنفی میں ضعیف حدیث راے سے اولیٰ ہے اسی وجہ سے احادیث مرسلہ پر عمل کرتے ہیں اور قیاس کو چھوڑ دیتے ہیں۔ محققین کہتے ہیں کہ حدیث پر عمل نہیں ہو سکتا جب تک راے کا استعمال نہ کیا جائے اس لئے کہ راے سے اُس کے معنی کا اور اک کیا جاتا ہے جو مدار احکام میں بعض محدثین اس اصول کے ترک سے بہت بڑی غلطی میں پڑ گئے اور انھوں نے یہ کہا کہ اگر ایک بکری کا دودھ ایک لڑکا اور ایک لڑکی: یہ میں تو ان دونوں میں حرمت رضاعت ہو جاتی ہے۔ ہاں راے محض قابلِ حل نہیں۔

امام نے اول فقہ کو مرتب کیا اور سب سے پہلے کتاب فرائض و کتاب شروط مرتب کی۔ مختار میں امام ابو حنیفہ کے جہان اور اوصاف لکھے ہیں ان میں یہ بھی لکھا ہے بحکمہ مجتہد عیسیٰ علیہ السلام یعنی امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے موافق عیسیٰ علیہ السلام حکم کریں گے اور علی بن عثمان نے اس کا مطلب یوں بیان کیا ہے کہ حضرت مسیح اجتہاد کریں گے اور انکا اجتہاد امام ابو حنیفہ کے اجتہاد کے موافق پڑیگا لیکن شافعیہ موافق اجتہاد امام شافعی کے مدعی ہونگے سید احمد طحاوی حنفی نے بعد نقل کلام حلبی کے کہا ہے کہ جماعت حنفیہ کو ایسے الفاظ موہمہ بولنا ہرگز لائق نہیں ہے ایسی باتوں سے منقبت ثابت نہیں ہوتی بلکہ قائل کی مذمت ثابت ہوتی ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام معصوم مطلق ہیں اور امام ابو حنیفہ مجتہد ہیں اور مجتہد کبھی خطا کرتا ہے اور کبھی ثواب کو پہونچتا ہے یہی وجہ ہے کہ ان کے ملاحضین نے اکثر بین و ثلث احکام سے انکا خلاف کیا ہے پس جو شخص معصوم ہے کبھی خطا نہیں کرتا اس شخص کی تقلید کیونکر کرے جس کی صفت غلطی و غیبی ہے امام صاحب کی فضیلت ایسی ہے اہل چیزوں کے ساتھ ثابت کرنا جس سے متقیان انبیا علیہم السلام کی

لادم آئے کیا ضرور ہے جبکہ اُن کے فضائل واقیہ بے شمار موجود ہیں جن میں علمائے محققین نے کتابین تصنیف کی ہیں اگر امام ابو حنیفہؒ ایسے ائمہ کو سنتے تو قائل کی نسبت کیا فتویٰ دیتے۔

دوسرے امام مالک ابو عبد اللہ

بن انس بن مالک بن ابوعامر اصبحی ہیں کہ سلسلہ ہجری میں مدینے کے اندر پیدا ہوئے ابو عامر صحابی تھے اور یہ انس بن مالک غیر ہیں اُن انس بن مالک سے جو حضرت علیؑ علیہ وسلم کے خادم تھے شیخ فرید الدین عطار نے تذکرۃ الاولیاء میں اُن کا ذکر نہیں کیا ہے باوجودیکہ اور تینوں ائمہ کا حال بیان کیا ہے مدینے میں انکا مکان وہ تھا جو مکان ابن مسعود کا تھا اور مسجد نبویؐ میں اُس مقام پر بیٹھا کرتے تھے جہاں حضرت عمرؓ بیٹھتے تھے احیاء العلوم میں ان کے زہد و سلوک کی بہت سی حکایتیں لکھی ہیں امام مالک نے ابتدا سے عمر میں علم نہایت تنگدستی کی حالت میں سیکھا تھا اپنے مکان کی چھت اُکھیرتے اور اُسکی لکڑیاں فروخت کر کے کتابیں خریدتے۔ بعد اسکے اُنکی جانب دولت نے ایسا رخ کیا کہ نہایت عمارت اور خدم و حشم کے ساتھ رہنے لگے مگر ہر س کی عمر میں مسند افادہ پر قدم رکھا تھا اور مجلس میں اُنکی اعلیٰ درجے کا ہیبت و وقار ہوتا تھا۔ سفیان اور بشر حافی اُن کی مجلس میں حاضر ہوتے اور اُن کی شاگردی کو فخر جانتے تھے امام مالک سے کسی نے سوال کیا کہ قرآن مخلوق ہے یا غیر مخلوق امام صاحب نے فرمایا کہ اس نہایت کو مار ڈالو کہ اس کے کلام سے بہت سے نفع پیدا ہونگے اور ہم بن صفوان نے اُن سے دریافت کیا کہ استوی علی العرش کیا معنی ہیں انھوں نے بہت غور کے بعد جواب دیا لا استواء غیر مجہول والکیف غیر معقول ولا یمان بہ واجب والسوال عنہ بدعة اور فرمایا کہ اس شخص کو ہماری مجلس سے نکال دو کہ یہ بدعتی ہے۔ امام مالک سے کسی نے پوچھا کہ پیغمبرؐ کے بعد افضل امت کون ہے کہا حضرت ابوبکرؓ پھر حضرت عمرؓ پھر حضرت علیؑ اور حضرت عثمانؓ کے بارے میں استفسار کیا تو جواب دیا کہ پیشوایان دین میں سے کوئی شخص ایسا نہ ملا کہ ان میں سے ایک کو دوسرے پر تفضیل دیتا ہو اور وہ کہتے تھے کہ میں نبی کے جگر پارے بیٹے فاطمہ رضی اللہ عنہا اور اُن کے بھائی ابراہیمؓ پر کسی کو تفضیل نہیں دیتا اور امام موصوف دشمنان

صحابہ کا کفر اس آیت سے ثابت کرتے تھے لیقبط بھم الکفاد جس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ نے آنحضرت کے بارون کو روز افزون ترقی اس لیے دی ہے کہ بسبب ان کے کافروں کو غصے میں لائے اور ان کے مذہب میں ایمان اخلاص قلبی اور اقرار زبانی اور عمل اعضا کا نام ہے اور ایمان بوجہ اعمال کے کم بیش ہوتا ہے اگر اعمال ناقص ہیں تو ایمان بھی ناقص ہے اور اگر اعمال زیادہ ہیں تو ایمان بھی زیادہ ہے اور ایمان نیز اعمال کے کامل نہیں ہو سکتا چنانچہ کتاب فقہ مالکی مصنف ابو محمد عبد اللہ بن ابی زید قیروانی میں اس مضمون کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے وان لا ایمان قول باللسان واخلاص بالقلب وعمل بالجوارح بزيادة لا اعمال وينقص بنقص لا اعمال فيكون فيها النقص وبها الزيادة ولا يكمل قول لايمان الا بالعمل انھون نے حدیث میں کتاب جمع کر کے مؤطا نام رکھا ہے انھون نے مؤطامین داول و دسل ہزار حدیثیں لکھی تھیں پھر آہستہ آہستہ انتخاب کرتے رہے اور موجودہ حالت تک نوبت پہنچی اور جب تک زندہ رہے مؤطا کا مسودہ ہی رہا اسی لئے اسکے نسخے مختلف طرح کے ہیں کہ ہر ایک نسخے کی ایک علیحدہ طور پر ترتیب ہے ہستان الحمد ثین میں سولہ نسخوں کا حال بیان کیا ہے سوائے مؤطا کے کوئی کتاب اس وقت ایسی موجود نہیں جو تبع تابعین کی تالیفات سے ہو اہل حدیث کہتے ہیں کہ جب حدیث انکی روایت سے ثابت ہو وہ نہایت صحیح ہے۔ جب ہارون الرشید حج کو گیا تو امام مالک سے مؤطا کو سنا اور تین ہزار دینار رشید نے انکو دئے اور یہ استدعا کی کہ آپ میرے ہمراہ چلیے میرا یہ ارادہ ہے کہ مسلمانوں کو اس کتاب پر جمع کروں جیسا کہ حضرت عثمانؓ نے مسلمانوں کو قرآن پر جمع کیا تھا امام مالک نے جواب دیا کہ یہ بات مناسب نہیں اس لیے کہ حضرت سرور عالم کی وفات کے بعد ان کے اصحاب جا بجا ملکوں میں پھیل گئے تھے اس لیے ہر شہر والوں کے پاس علم ہے اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کہ میری امت کا اختلاف رحمت ہے اور امام مالک نے مدینے کو نہ چھوڑا اور وہیں ۹۰ سالہ ہجری میں انتقال کیا۔ منصور نے انکو حکم دیا تھا کہ آپ طلاق نہ رہے۔ کے باب میں حدیث نہ بیان کیا کیجیے پھر منصور نے دھوکہ دہی کی راہ سے ایک آدمی کو انکے پاس بھیجا کہ یہ مسئلہ دریافت کرے انھون نے بر ملا لوگوں کے سامنے بیان کیا کہ جیسے دباؤ ڈال کر طلاق دلوائی جائے تو یہ طلاق حقیقت میں واقع نہیں ہوتی منصور نے انکو ذلت سے قید کر دیا ایسی بے دردی سے شکنیں بندھیں کہ ہاتھ باز دوسے

لے دیکھو صحیفہ شجر مؤطا

نسخہ

اُٹھ گیا پھر اونٹ پر سوار کر کر کہا گیا کہ اس مسئلے کی صحت کا اقرار کریں جس کو وہ دل سے غلط جانتے تھے لیکن امام صاحب نے اونٹ پر کھڑے ہو کر کہا کہ جو مجھے جانتا ہے وہ جانتا ہے جو نہ جانتا ہے وہ جان لے کہ مالک انس کا بیٹا ہوں اور صاف کہتا ہوں کہ طلاق المکرہ لیس ہشتی اسپر منتشر کوڑے مارے گئے اور قید رکھے گئے۔ ہارون الرشید نے درخواست کی کہ آنکھ اُسکے فرزند مامون امین کو موخا روایت کریں آپ نے فرمایا العلم یوتی وکایاتی ہارون الرشید اس جواب سے خوش ہوا ابن حزم نے لکھا ہے کہ امام ابو حنیفہ اور مالک کے مذہب نے عالم میں بوجہ ریاست و سلطنت کے رواج و اتیان پایا ہے۔ شرف الدولہ مغرب بن بادیس بن منصور بن یوسف سلسلہ میں والی افریقہ ہوا تو اس نے افریقہ میں مذہب مالکی کا رواج دیا اور تمام آدمیوں کو مالکی بنا دیا اور اس سے پہلے وہ حنفی مذہب رکھتے تھے۔

تیسرے امام شافعی ابو عبد اللہ محمد

بن ادریس بن عباس بن عثمان بن شافع بن سائب بن عبید بن عبد یزید بن ہاشم بن مطلب بن عبد مناف ہیں۔ سائب جنگ بدر میں مسلمان ہوئے تھے شافعی باپ کی طرف سے مطلبی ہیں اور مان کی طرف سے ہاشمی جرجانی فقیہ حنفی نے کہا ہے کہ مالکیہ اُن کے اس نسب کو تسلیم نہیں کرتے بلکہ اُنکو ابولسب کے غلام کی اولاد قرار دیتے ہیں۔ یہ جرجانی کا نصب ہے اور یہ ہتان اُفحون نے اس وجہ سے باندھا ہے کہ لوگ امام ابو حنیفہ کو غلام کی اولاد بتاتے ہیں امام شافعی سنیہ ہجری میں مقام منیٰ یا عسقلان یا یمن میں پیدا ہوئے تھے اور وہ دو برس کے تھے کہ اُنکو مکہ کو لے گئے وہیں نشو و نما پائی پندرہ برس کی عمر میں اُنکو انکے استاد مسلم بن خالد زہبی نے افتاء اور تدریس کی اجازت دیدی تھی پھر مدینہ کو گئے اور امام مالک کی شاگردی اختیار کی اور جب تک وہ زندہ رہے اُنھیں کے دامن فیض میں تربیت پاتے رہے۔ امام شافعی علم کلام کی مذمت بیان کیا کرتے تھے اور انساب و ایام عرب کے بڑے ماہر تھے۔ اصول فقہ میں تعصیف کی اولیت اُنکو حاصل ہے۔ شافعی سنیہ میں بغداد گئے تھے اور وہاں ایک چیمبر کے قریب رہ کر مہر کو چلے گئے اور وہیں چوٹن برس کی عمر میں رجب سنہ ۲۰۴ میں فوت ہو کر قراۃ میں مدفون ہوئے۔ اُن کو لوگوں نے اہلسن سے بڑھ کر مہر کہا رخص کی طرف نسبت کر کے قید کیا

۱۔ شیخ ابو یوسف
۲۔ امام مالک
۳۔ امام ابو حنیفہ
۴۔ امام شافعی
۵۔ امام احمد
۶۔ امام ربیع
۷۔ امام یحییٰ
۸۔ امام زکیا
۹۔ امام عیسیٰ
۱۰۔ امام سلیمان
۱۱۔ امام داؤد
۱۲۔ امام حنفی
۱۳۔ امام شافعی
۱۴۔ امام مالک
۱۵۔ امام احمد
۱۶۔ امام ربیع
۱۷۔ امام یحییٰ
۱۸۔ امام زکیا
۱۹۔ امام عیسیٰ
۲۰۔ امام سلیمان
۲۱۔ امام داؤد
۲۲۔ امام حنفی
۲۳۔ امام شافعی
۲۴۔ امام مالک
۲۵۔ امام احمد
۲۶۔ امام ربیع
۲۷۔ امام یحییٰ
۲۸۔ امام زکیا
۲۹۔ امام عیسیٰ
۳۰۔ امام سلیمان
۳۱۔ امام داؤد
۳۲۔ امام حنفی
۳۳۔ امام شافعی
۳۴۔ امام مالک
۳۵۔ امام احمد
۳۶۔ امام ربیع
۳۷۔ امام یحییٰ
۳۸۔ امام زکیا
۳۹۔ امام عیسیٰ
۴۰۔ امام سلیمان
۴۱۔ امام داؤد
۴۲۔ امام حنفی
۴۳۔ امام شافعی
۴۴۔ امام مالک
۴۵۔ امام احمد
۴۶۔ امام ربیع
۴۷۔ امام یحییٰ
۴۸۔ امام زکیا
۴۹۔ امام عیسیٰ
۵۰۔ امام سلیمان
۵۱۔ امام داؤد
۵۲۔ امام حنفی
۵۳۔ امام شافعی
۵۴۔ امام مالک
۵۵۔ امام احمد
۵۶۔ امام ربیع
۵۷۔ امام یحییٰ
۵۸۔ امام زکیا
۵۹۔ امام عیسیٰ
۶۰۔ امام سلیمان
۶۱۔ امام داؤد
۶۲۔ امام حنفی
۶۳۔ امام شافعی
۶۴۔ امام مالک
۶۵۔ امام احمد
۶۶۔ امام ربیع
۶۷۔ امام یحییٰ
۶۸۔ امام زکیا
۶۹۔ امام عیسیٰ
۷۰۔ امام سلیمان
۷۱۔ امام داؤد
۷۲۔ امام حنفی
۷۳۔ امام شافعی
۷۴۔ امام مالک
۷۵۔ امام احمد
۷۶۔ امام ربیع
۷۷۔ امام یحییٰ
۷۸۔ امام زکیا
۷۹۔ امام عیسیٰ
۸۰۔ امام سلیمان
۸۱۔ امام داؤد
۸۲۔ امام حنفی
۸۳۔ امام شافعی
۸۴۔ امام مالک
۸۵۔ امام احمد
۸۶۔ امام ربیع
۸۷۔ امام یحییٰ
۸۸۔ امام زکیا
۸۹۔ امام عیسیٰ
۹۰۔ امام سلیمان
۹۱۔ امام داؤد
۹۲۔ امام حنفی
۹۳۔ امام شافعی
۹۴۔ امام مالک
۹۵۔ امام احمد
۹۶۔ امام ربیع
۹۷۔ امام یحییٰ
۹۸۔ امام زکیا
۹۹۔ امام عیسیٰ
۱۰۰۔ امام سلیمان

اور ان کے مرنے کی دعائیں کہیں۔ علمائے عراق و مصر نے ایسی تمثیلیں لگائیں کہ یمن سے ہندوستان
 بے حرمتی و بے عزتی سے قید کر کے بھیجے گئے ہزاروں آدمی ملامت کرتے اور گالیوں پٹے جاتے تھے
 یہی سنی امام شافعی کے حالات ہیں ایک ضخیم کتاب لکھی ہے کہیں کہا ہے کہ امام شافعی جب
 ہارون الرشید کے دربار میں گرفتار ہو کر آئے تو قاضی ابویوسف اور امام محمد نے ہارون الرشید کو
 امام شافعی کے قتل کی راے دی اور کہا کہ اگر جلد تدارک نہیں کیا جائیگا تو یہ شخص سلطنت کو
 صدمہ پہونچائیگا افسوس یہی کو بایں ہمہ محدثیت یہ بھی خیال نہ آیا کہ قاضی ابویوسف اس
 زمانے سے بہت پہلے انتقال کر چکے تھے لیکن خدا کا شکر ہے کہ خود محدثین ہی نے اس روایت کی
 تکذیب کی حافظ ابن حجر نے جن سے بڑھ کر ان کے بعد محدث نہیں ہوا امام شافعی کے حالات میں ایک
 کتاب لکھی ہے اس کتاب کا نام توالی التامیس بمعالی ابن ادریس ہے اور ۱۳۰ھ میں بصرہ میں چھاپی
 گئی ہے وہ اس روایت کو نقل کر کے لکھتے ہیں فی مکن ذبہ وغالب ما فیہا موضوع و بعضہا
 سلفق من روایات ملفقة و اوضح ما فیہا من الکذب قولہ فیہا ان ابا یوسف و محمد بن
 الحسن حرّضا الرشید علی قتل الشافعی یعنی یہ روایت اور اسکا اکثر حصہ موضوع ہے اور بعض حصے
 دوسری غلط روایتوں سے ماخوذ ہیں اور جو صریح جھوٹ اس میں ہے وہ یہ ہے کہ ابویوسف
 اور محمد بن الحسن نے ہارون الرشید کو امام شافعی کے قتل کی ترغیب دی۔

ان کی تصنیف سے اصول دین میں جو وہ کتابیں ہیں اور فروع دین میں سو کتابوں سے
 زیادہ تصنیف کی ہیں امام احمد سے نقل ہے کہ میں نسخ و نسخ حدیث میں سے اور خاص عام اور محل
 و مفصل نہ جانتا تھا جب تک امام شافعی کی صحبت میں نہ بیٹھا تھا۔ ایک مسند بھی امام شافعی کی طرف
 منسوب ہے جس کی حقیقت یہ ہے کہ جن احادیث کو امام شافعی اپنے شاگردوں سے بیان کیا کرتے تھے
 ان میں سے جس قدر حدیثیں ربیع بن سلیمان شاگرد بے واسطہ امام شافعی سے ابوالعباس محمد بن
 یعقوب اصم نے سنی تھیں انکو ابو جعفر محمد بن مطر نیشاپوری نے کتاب ام و مبسوط سے چھانٹ کر
 علحدہ جمع کیا ہے چونکہ یہ کام ابوالعباس اصم کی فرمائش سے وقوع میں آیا ہے اس لیے وہی مسند
 امام شافعی کی طرف منسوب کی گئی ہے بعض کہتے ہیں کہ خود ابوالعباس نے ان احادیث کو انخاب
 کیا تھا اور محمد بن مطر صرف کاتب تھا مگر یہ کتاب نہ مسندوں کے طور پر ہے نہ ابواب کی ترتیب میں ہے

مسند محدثین کی اصطلاح میں اس کتاب کو کہتے ہیں جس کی احادیث کو صحابہ پر ترتیب دین مثلاً
مدایم ابوبکر کو علحدہ اور روایات حضرت عمر کو جدا لکھیں۔

چوتھے امام احمد بن محمد بن حنبل

شعبان فی مریضی بغدادی ہیں جو بغداد میں ۱۹۷ھ ہجری میں احمدی محمد بن ابوجعفر منصور کے عہد میں
پیدا ہوئے ان کا نسب ربیعہ بن معد بن عدنان سے ملتا ہے امام شافعی سے فقہ اور اصول فقہ
سیکھا تھا مگر تاسف کرتے تھے کہ میں امام مالک کے ساتھ جمع نہ ہوا اس لیے کہ امام مالک اُس سال
فوت ہو گئے جب انھوں نے علم حدیث کو شروع کیا نہایت کریم الخلق مودب اور متواضع تھے پانچ بار حج
کیا قتبہ بن سعید کہتے تھے کہ ثوری کے ساتھ درع مر گیا شافعی کے ساتھ سنن مر گئے احمد مر گئے تو
بدعت ظاہر ہو جائیگی۔ ایک بار اسحاق بن ابراہیم حاکم بغداد نے اُن سے دریافت کیا کہ سمیع و بصیر کے
کیا معنی ہیں جواب دیا اللہ ایسا ہے جیسا اُسے اپنے نفس کی تعریف کی ہے اسحاق نے کہا اس کا کیا مطلب
ہوا احمد نے کہا کہ اس سے زیادہ میں کچھ نہیں جانتا کہ جو اُسے اپنا وصف کیا ہے ویسا ہی ہے
اور اُن الفاظ کے باب میں جن کے ظاہری معانی سے اللہ تعالیٰ کی حمیت سمجھی جاتی ہے سلف کے
ساتھ موافق تھے اور کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کسی چیز کے مشابہ نہیں اور بعض جگہ تاویل بھی کرتے تھے
امام احمد کے بھتیجے کہتے تھے کہ میں نے اپنے چچا سے سنا ہے کہ ایک بار مناظرے میں میرے سامنے
یہ حجت پیش کی گئی کہ حدیث میں آیا ہے کہ قیامت میں سورہ بقرہ اور سورہ تبارک آئیگی میں نے
جواب دیا کہ اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ کی قدرت آئیگی۔ امام احمد کا یہ مذہب ہے کہ قرآن غیر مخلوق
ہے جب اُن سے کہا گیا کہ اس سے تشبیہ لازم آتی ہے تو بولے کہ اللہ کی کتاب ہے کوئی اُسکے مشابہ نہیں
جب انھوں نے یہ رائے ظاہر کی کہ قرآن غیر مخلوق ہے تو معتزلہ کے زور اور رسوخ کی وجہ سے مع
محمد بن نوح پابز بخیر طرطوس کو روانہ کئے گئے ماہ رمضان ۲۴۱ھ ہجری میں کہ خلیفہ معتصم عباسی کا عہد تھا
انٹیکس کوڑے لگوائے گئے اور قید کئے گئے تاکہ اپنے اس قول سے پھر جائیں مگر یہ اپنے قول سے نہ پھرے
اور قرآن کو مخلوق نہ کہا اٹھالیس ماہ قید میں رہے بھاری بھاری زنجیریں اُنکے پاؤں میں
ڈالی گئیں دولت کے لئے کہ مجلسوں میں بلائے جاتے اور لوگ اُنکے طلبہ مارنے اور بھونچنے پر تھوکتے

۱۔ کہ ابو جعفر منصور کے عہد میں
۲۔ کہ ابو جعفر منصور کے عہد میں
۳۔ کہ ابو جعفر منصور کے عہد میں
۴۔ کہ ابو جعفر منصور کے عہد میں
۵۔ کہ ابو جعفر منصور کے عہد میں
۶۔ کہ ابو جعفر منصور کے عہد میں
۷۔ کہ ابو جعفر منصور کے عہد میں
۸۔ کہ ابو جعفر منصور کے عہد میں
۹۔ کہ ابو جعفر منصور کے عہد میں
۱۰۔ کہ ابو جعفر منصور کے عہد میں
۱۱۔ کہ ابو جعفر منصور کے عہد میں
۱۲۔ کہ ابو جعفر منصور کے عہد میں
۱۳۔ کہ ابو جعفر منصور کے عہد میں
۱۴۔ کہ ابو جعفر منصور کے عہد میں
۱۵۔ کہ ابو جعفر منصور کے عہد میں
۱۶۔ کہ ابو جعفر منصور کے عہد میں
۱۷۔ کہ ابو جعفر منصور کے عہد میں
۱۸۔ کہ ابو جعفر منصور کے عہد میں
۱۹۔ کہ ابو جعفر منصور کے عہد میں
۲۰۔ کہ ابو جعفر منصور کے عہد میں
۲۱۔ کہ ابو جعفر منصور کے عہد میں
۲۲۔ کہ ابو جعفر منصور کے عہد میں
۲۳۔ کہ ابو جعفر منصور کے عہد میں
۲۴۔ کہ ابو جعفر منصور کے عہد میں
۲۵۔ کہ ابو جعفر منصور کے عہد میں
۲۶۔ کہ ابو جعفر منصور کے عہد میں
۲۷۔ کہ ابو جعفر منصور کے عہد میں
۲۸۔ کہ ابو جعفر منصور کے عہد میں
۲۹۔ کہ ابو جعفر منصور کے عہد میں
۳۰۔ کہ ابو جعفر منصور کے عہد میں
۳۱۔ کہ ابو جعفر منصور کے عہد میں
۳۲۔ کہ ابو جعفر منصور کے عہد میں
۳۳۔ کہ ابو جعفر منصور کے عہد میں
۳۴۔ کہ ابو جعفر منصور کے عہد میں
۳۵۔ کہ ابو جعفر منصور کے عہد میں
۳۶۔ کہ ابو جعفر منصور کے عہد میں
۳۷۔ کہ ابو جعفر منصور کے عہد میں
۳۸۔ کہ ابو جعفر منصور کے عہد میں
۳۹۔ کہ ابو جعفر منصور کے عہد میں
۴۰۔ کہ ابو جعفر منصور کے عہد میں
۴۱۔ کہ ابو جعفر منصور کے عہد میں
۴۲۔ کہ ابو جعفر منصور کے عہد میں
۴۳۔ کہ ابو جعفر منصور کے عہد میں
۴۴۔ کہ ابو جعفر منصور کے عہد میں
۴۵۔ کہ ابو جعفر منصور کے عہد میں
۴۶۔ کہ ابو جعفر منصور کے عہد میں
۴۷۔ کہ ابو جعفر منصور کے عہد میں
۴۸۔ کہ ابو جعفر منصور کے عہد میں
۴۹۔ کہ ابو جعفر منصور کے عہد میں
۵۰۔ کہ ابو جعفر منصور کے عہد میں
۵۱۔ کہ ابو جعفر منصور کے عہد میں
۵۲۔ کہ ابو جعفر منصور کے عہد میں
۵۳۔ کہ ابو جعفر منصور کے عہد میں
۵۴۔ کہ ابو جعفر منصور کے عہد میں
۵۵۔ کہ ابو جعفر منصور کے عہد میں
۵۶۔ کہ ابو جعفر منصور کے عہد میں
۵۷۔ کہ ابو جعفر منصور کے عہد میں
۵۸۔ کہ ابو جعفر منصور کے عہد میں
۵۹۔ کہ ابو جعفر منصور کے عہد میں
۶۰۔ کہ ابو جعفر منصور کے عہد میں
۶۱۔ کہ ابو جعفر منصور کے عہد میں
۶۲۔ کہ ابو جعفر منصور کے عہد میں
۶۳۔ کہ ابو جعفر منصور کے عہد میں
۶۴۔ کہ ابو جعفر منصور کے عہد میں
۶۵۔ کہ ابو جعفر منصور کے عہد میں
۶۶۔ کہ ابو جعفر منصور کے عہد میں
۶۷۔ کہ ابو جعفر منصور کے عہد میں
۶۸۔ کہ ابو جعفر منصور کے عہد میں
۶۹۔ کہ ابو جعفر منصور کے عہد میں
۷۰۔ کہ ابو جعفر منصور کے عہد میں
۷۱۔ کہ ابو جعفر منصور کے عہد میں
۷۲۔ کہ ابو جعفر منصور کے عہد میں
۷۳۔ کہ ابو جعفر منصور کے عہد میں
۷۴۔ کہ ابو جعفر منصور کے عہد میں
۷۵۔ کہ ابو جعفر منصور کے عہد میں
۷۶۔ کہ ابو جعفر منصور کے عہد میں
۷۷۔ کہ ابو جعفر منصور کے عہد میں
۷۸۔ کہ ابو جعفر منصور کے عہد میں
۷۹۔ کہ ابو جعفر منصور کے عہد میں
۸۰۔ کہ ابو جعفر منصور کے عہد میں
۸۱۔ کہ ابو جعفر منصور کے عہد میں
۸۲۔ کہ ابو جعفر منصور کے عہد میں
۸۳۔ کہ ابو جعفر منصور کے عہد میں
۸۴۔ کہ ابو جعفر منصور کے عہد میں
۸۵۔ کہ ابو جعفر منصور کے عہد میں
۸۶۔ کہ ابو جعفر منصور کے عہد میں
۸۷۔ کہ ابو جعفر منصور کے عہد میں
۸۸۔ کہ ابو جعفر منصور کے عہد میں
۸۹۔ کہ ابو جعفر منصور کے عہد میں
۹۰۔ کہ ابو جعفر منصور کے عہد میں
۹۱۔ کہ ابو جعفر منصور کے عہد میں
۹۲۔ کہ ابو جعفر منصور کے عہد میں
۹۳۔ کہ ابو جعفر منصور کے عہد میں
۹۴۔ کہ ابو جعفر منصور کے عہد میں
۹۵۔ کہ ابو جعفر منصور کے عہد میں
۹۶۔ کہ ابو جعفر منصور کے عہد میں
۹۷۔ کہ ابو جعفر منصور کے عہد میں
۹۸۔ کہ ابو جعفر منصور کے عہد میں
۹۹۔ کہ ابو جعفر منصور کے عہد میں
۱۰۰۔ کہ ابو جعفر منصور کے عہد میں

اور ہر شام کو چیل خانے سے نکال کر کوڑے مارے جاتے تھے اور شکن بھی باندھی گئی تھیں متوکل انکی بہت
 عقلم کرنا تھا ایک روز متوکل سے ایک شخص نے بیان کیا کہ احمد بنبل آپ کے باپ دادا کو زندیق کہتے
 ہیں اور انکو بُرائی سے یاد کرتے ہیں متوکل نے جواب دیا کہ مامون نے ایسی باتیں ملا دی تھیں کہ
 لوگوں کو اسپر اعتراض کرنے کی گنجائش ہوئی اور ابواسحاق مستقیم محمد بن ہارون اسر سفید جنگجو تھا
 اسکو کلام سے بہرہ نہ تھا اور میرے بھائی واثق باللہ ہارون بن مقسم کے حق میں جو کچھ کہا جاتا ہے وہ
 اُسے لیے سستی ہے اور حکم دیا کہ اس شخص کے دوسو کوڑے لگائے جائیں جس افسر کو اس حکم کی
 تعمیل کے لیے متعین کیا تھا اسے پچاسے دوسو کے پانسو کوڑے لگوائے متوکل نے اس ریا دتی کا
 سبب دریافت کیا تو اس افسر نے عرض کیا کہ دوسو تو صفو کے حکم کی تعمیل کے لیے لگائے ہیں اور دوسو خدا کی
 ضمانت دی کے لیے لگائے اور سو اسوجہ سے لگائے کہ اُسے امام احمد جیسے نیک آدمی پر افترا کیا ہے۔
 امام احمد کی بہت سی تصنیفیں ہیں ان میں سے ایک تفسیر ہے کہ نہایت بسط سے لکھی ہے اور
 کتاب الزہد اور کتاب التامیخ و المنسوخ اور کتاب المنسک الکبیر اور کتاب المنسک الصغیر اور کتاب
 حدیث شعبہ اور کتاب فضائل صحابہ اور کتاب فضائل حضرت ابوبکرؓ اور کتاب فضائل حسنینؓ میں اور
 کتاب تاریخ میں اور کتاب الاشرار مگر یہ کتابیں متوسط درجے پر ہیں دوسرے محدثین کی کتابیں ان
 بیانات میں ان کتب سے کم نہیں بلکہ تفوق رکھتی ہیں۔ ایک بہت ضخیم مسند بھی ان کی تالیف
 سے ہے کہ جس کو بطور بیاض کے اپنی حیات میں جمع کیا تھا اور ترتیب و تہذیب نہیں کرنے
 پائے تھے کہ ستر برس کی عمر میں سلسلہ میں بغداد میں عہد خلافت متوکل میں انتقال کر گئے انکے
 بعد انکے بیٹے عبداللہ نے پھر ابوبکر طبعی نے جس نے اس کتاب کو عبداللہ سے روایت کیا تھا کچھ
 اس مسند میں زیادہ کیا اور حسن بن علی نے اس کتاب کو اجزا پر تقسیم کیا یہ حسن وہ ہے جس نے طبعی سے
 اس مسند کو روایت کیا ہے امام کے بیٹے نے اگرچہ اس کتاب کی ترتیب و تہذیب کی ہے مگر فطائین بھی
 بہت سی کی ہیں کہ مدنیوں کو شامیوں میں اور شامیوں کو مدنیوں میں سرج کر دیا ہے اس مسند
 میں کل چالیس ہزار اور بقولے قیس ہزار حدیثیں ہیں اور امام احمد نے اسکو ساڑھے سات لاکھ
 احادیث سے انتخاب کیا ہے اور اس میں اٹھارہ مسند ہیں اور ایک سو بہتر اجزا پر منقسم ہے۔
 اشعة اللغات میں لکھا ہے کہ امام احمد ہی کے سبب سے صحیح نسیم اور مجروح و معلول کو بچانا گیا۔

امام ابو حنیفہؒ کا مذہب امام احمدؒ کے بالکل موافق ہے کہ میں تمہو کو اس فرق ہے اور امام شافعیؒ کا مذہب زیادہ تر امام احمد کے مذہب کے مخالف ہے۔ ایک سو پچیس^{۱۳۵} مسئلے اصول مسائل میں سے ایسے ہیں کہ ان میں امام احمد امام ابو حنیفہؒ کے ساتھ موافق ہیں اور شافعی کے ساتھ مخالف۔ نو آب صدیقی حسن خان نے تقصار وغیرہ میں نقل کیا ہے کہ علم حدیث میں کسی کو وہ حق حاصل نہیں جو امام احمد حنبل کو ہے اور ان کے مذہب میں جتنے ائمہ حدیث گذرے ہیں وہ اور کسی مذہب میں کم گذرے ہیں ابن قیمیہ اور ابن قیمیہ ان کے مذہب پر تھے خصوصاً حضرت شیخ عبد القادر جیلانیؒ بھی ان کے مذہب میں تھے مگر ابن قیمیہ کئی باتوں میں ان سے مخالف بھی ہیں۔

ابن قیمیہ

مسند و انشوران میں لکھا ہے کہ شیخ تقی الدین احمد بن تیمیہؒ کے لئے جنت اور جانب ثوابت کرتے تھے کہتے تھے کہ تقی جنت سے نفی صلیح لازم آتی ہے مگر مولانا شاہ ولی اللہ نے اپنے ایک مکتوب میں لکھا ہے کہ ابن تیمیہ کی نسبت جو کئی باتیں مشہور ہیں مثلاً (۱) استوی علی العرش کے معنی فوق العرش کہتے تھے سو اس مسئلے میں جو مذہب ان کا ہے وہی ابو الحسن اشعری کا ہے اشعری اپنی ایک کتاب میں لکھتے ہیں کہ میں صفات الہی کے مسئلے میں اور اللہ کے فوق العرش ہونے کے بارے میں امام احمد کے مذہب پر ہوں اور اس میں شک نہیں کہ اللہ کو عرش کے ساتھ جو خصوصیت ہے وہ اور مخلوق کے ساتھ نہیں پس اس خصوصیت کو استوی کے ساتھ تفسیر کیا ہے (۲) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کو جانا ممنوع قرار دیتے تھے یہ بھی تحقیق کے خلاف ہے انھوں نے مطلقاً زیارت کو منع نہیں کیا ہے بلکہ خاص زیارت کے ارادے سے سفر اختیار کرنے کو منع کیا ہے اور یہ حدیث نبوی کے مطابق ہے۔ (۳) غوث و قطب و خضر کے وجود سے انکار کیا ہے اور صوفیہ کے ساتھ اس باب میں متفق نہیں مگر یہ باتیں کتاب و سنت سے کب ثابت ہیں۔ (۴) محمد بن حسن عسکری کو امام محبوب نہیں مانتے جو شیعہ کے نزدیک امام دوازہم ہیں یہی عقیدہ اہل سنت کا بھی ہے (۵) جناب امیر کے ساتھ بے ادبی کی ہے مگر یہ اپنا فترا ہے اصل یہ ہے کہ شیعہ نے جس طریق سے خلفائے ثلاثہ پر طعن کئے ہیں ابن قیمیہ نے اسی قسم کی باتیں جناب امیرؒ میں ثابت کی ہیں جن کا شیعہ کو بھی اعتراف ہے تاکہ معلوم ہو جائے کہ یہ باتیں منقصت کا موجب نہیں اور جن باتوں سے

شیعہ نے جناب امیر کی تعظیم ثابت کی ہے ابن تیمیہ نے خلفائے ثلاثہ کی تعظیم کے لیے وہ باتیں
 بتائی ہیں مگر شاہ صاحب کو ابن جمیہ کے واقعی عقیدے کی خبر نہ تھی جو ان کو اللہ تعالیٰ کے
 لیے جنت اور جہنم کے ثبوت کا ہے ورنہ اس باب میں ایسی تاویل نہ کرتے جو راے امام حنبلی
 اور اشعری کی ہے یہ اسپر نہیں۔ ابن بطوطہ نے اپنے رطلہ میں مقام دمشق کے حال میں لکھا ہے کہ
 میں ابن تیمیہ کے وعظ میں جمعہ کے دن حاضر ہوا تھا وہ مسجد جامع میں ممبر پر بیٹھے وعظ کرتے
 تھے اس وقت انھوں نے یہ کہا کہ اللہ آسمان دینا پر اس طرح اُترتا ہے جس طرح بن
 اُترتا ہوں اور میرے ایک درجے سے دوسرے درجے پر اُتر آئے۔ اور ابن تیمیہ کا طلاق کے باب میں
 یہ مذہب ہے کہ جب عورت کو ایک کلمے سے تین طلاقیں دی جائیں تو ایک ہی طلاق لازم آتی ہے انھیں
 باقون کی وجہ سے قید کر دئے گئے جہاں بیسویں صدی کے مسلمانوں کی کو انتقال کیا۔ ابن جمیہ کے پیرو
 و شیعہ اور اصنام و شیعہ اور تھوڑے سے مصر میں تک موجود ہیں۔ عرب میں موجود مذہب یہ ہے کہ تین طلاقیں باطل
 ہیں کے ایک جھٹھے میں اسماعیلی وزیدی مستطین باضی عمرہ بن شعیب باقی تمام علاقے میں شیعہ شافعی۔

اشاعرہ۔ ماتریدیہ۔ حنبلیہ

اہل سنت کا اطلاق مذہب حنفی۔ مالکی شافعی اور حنبلی پر باعتبار فروع کے ہے اور باعتبار
 اصول کے یہ لفظ تین گروہ کو شامل ہوتی ہیں اہل سنت کے اعتقاد میں تین فرقے ہیں شاعری۔ ماتریدی حنبلی
 اشاعرہ شیخ ابوالحسن علی بن اسماعیل اشعری کے متبع ہیں جو سنی مذہب کے بھائی ہیں
 پیدا ہوئے تھے اور وہ ابو موسیٰ اشعری کی جو حضرت سرور عالم کے صحابی تھے اولاد میں سے ہیں اور
 اشعر ملک میں کے ایک قبیلے کا نام ہے شیخ موصوف ابو علی جبائی کے شاگرد تھے اور مذہب اہل اعتزال
 میں نہایت متعصب تھے اور پالیس برس تک معتزلی رہے یہاں تک کہ معتزلہ کے مقتدا مانے گئے
 پھر شیخ موصوف اپنے استاد سے پھر گئے جیسا کہ ہم قبل اس سے بیان کر چکے ہیں اور اعتزال کو چھوڑ دیا
 اور بغداد میں داخل ہوئے اور ذکر یا ساجی وغیرہ سے علم حاصل کیا لکھا ہے کہ جب اعتزال سے بیزار
 ہوئے تو اول اپنے گھر میں ہزارہ دن تک بیٹھے رہے اور لوگوں سے نہیں ملے بعد اسکے جامع مسجد میں
 گئے اور ممبر پر چڑھ کر کہا اے مسلمانو اس عرصے میں کہ میں تم سے مخفی رہا غور کرتا رہا مگر کوئی دلیل

۳۳۳ ہجری میں وفات پائی سر قندین دفن کئے گئے اور دین پناہ تاسیخ کلمہ ہے۔

خدا بلکہ امام ابو عبد اللہ احمد بن محمد بن حنبل شیبانی کے متبعین کا نام ہے۔

اشعریہ اور ماتریدیہ اور حنبلیہ میں اس بات میں اختلاف ہے کہ تکوین بھی اللہ تعالیٰ کی صفات

کمالیہ میں سے ہے یا نہیں اور اشیا میں حسن و قبح عقلی ہے یا شرعی اور ذات ایمان میں اقرار زبانی کو دخل

ہے یا نہیں اور جب بندے سے ایمان پایا جائے تو اسکو یہ کہنا جائز ہے یا نہیں کہ میں ایمان والا ہوں اگر

اللہ نے چاہا اور اللہ تعالیٰ کا کلام لفظی جو مرکب ہے حروف اور آواز سے اور اصطلاح علماء اصول

اور عرف شریعت میں ماسی کو قرآن کہا کرتے ہیں اور اس سے وہ معانی و مضامین جو خدا کی ذات پاک

کے ساتھ قائم ہیں اور کلام نفسی کہلاتے ہیں سمجھے جاتے ہیں حادث ہے یا قدیم وغیرہ وغیرہ باتیں

اتفاق ہے سو مسئلہ اختلافیہ میں مالکی اور شافعی لوگ امام ابو الحسن اشعری کے تابع ہیں اس وجہ سے

ان کو اشعریہ کہتے ہیں اور حنفی لوگ امام ابو منصور ماتریدی کے قول کے تابع ہیں اس سبب سے انکو

ماتریدیہ کہتے ہیں اور امام احمد حنبل کے مقلد لوگ حنبلی کہلاتے ہیں اس طریقے کے کچھ لوگ شام عراق

بغداد اور نجد کے نواحی میں ہیں وہ اب صدیق حسن خان نے لکھا ہے کہ یہ ان صفات الہی کی تاویل کے

مستفاد نہیں جن کے معانی بحسبیت پر دلالت کرتے ہیں اور جو لوگ خاص متبع ہیں وہ اپنے آپ کو

ہرگز حنبلی نہیں کہتے کہلاتے انکا لقب محدث اور خطاب اہل سنت ہے ابو الفداء نے لکھا ہے

کہ ۳۳۳ میں خابلی نے بغداد میں لوگوں پر بہت سختی کی سرداروں اور علما پر خاک ڈالتے اور شراب

دیکھتے تو گرا دیتے گانے والوں کو مارنے اور انکے سازوں کو توڑ ڈالتے اور لوگوں پر خرید و فروخت

اور چلنے پھرنے میں اعتراض کرتے کو توال نے یہ حال دیکھ کر ان کو منکجا اور حکم دیا کہ تم میں سے کوئی

امام بن کر ناز نہ پڑھاے جب تک بسم اللہ الرحمن الرحیم پکار کر نہ کہے لیکن انھوں نے تعمیل کی پھر

راضی باللہ خلیفہ نے خابلیہ کو ایک فرمان اعتقاد تشبیہ سے ممانعت اور زجر کے لیے لکھا اس میں

بیان کیا کہ تم یہ اعتقاد کرتے ہو کہ تمھارے بڑے بڑے چہرے رب العالمین کی صورت پر ہیں اور

تمھاری ہیئت خدا تعالیٰ کی ہیئت پر ہے اور تم کہتے ہو کہ اُسکے بال گھونگروالے ہیں اور اُسکے

آسمان پر چڑھنے اور دنیا پر اترنے کے تم قائل ہو میں قسم کھاتا ہوں کہ اگر تم ان باتوں کو نہ چھوڑو گے

تو تم کو قتل کر دوں گا اور تمھارے گھروں اور محلوں کو برباد کر دوں گا۔ اور ۳۳۳ میں حنبلیوں

اور شافعیوں کے درمیان بغاوت میں بڑا فتنہ برپا ہوا۔

اصحاب حدیث و اہل راے

شہرستانی نے مل و نخل میں کہا ہے کہ اصحاب حدیث اہل حجاز ہیں اور وہ یہ لوگ ہیں یاران مالک بن انس۔ یاران محمد بن ادریس شافعی۔ یاران سفیان ثوری۔ یاران احمد بن حنبل۔ یاران والود بن علی اصفہانی۔ ان کو اہل حدیث اس وجہ سے کہتے ہیں کہ انکا سارا اہتمام حدیث حاصل کرنے اور نقل کرنے کی جانب تھا اور تمام احکام کی بنیاد انھوں پر رکھتے تھے جب تک اثر و خیر مل سکتی تھی۔ روز قیاس بھی وغنی کی طرف رجوع نہیں کرتے تھے۔ اور اصحاب راے اہل عراق ہیں اور وہ امام ابو حنیفہ کے یار ہیں۔ محدث ابن قتیبہ نے کتاب المعارف میں اہل راے کی سرخی سے ایک باب باندھا ہے اور عنوان کے نیچے یہ نام لکھے ہیں۔ ابن ابی لیلیٰ۔ ابو حنیفہ۔ ربیعۃ الراے۔ زفر۔ اوزاعی۔ سفیان ثوری۔ مالک بن انس۔ ابو یوسف قاضی۔ محمد بن حسن۔ ابن ابی عقیبہ نے سلاطین میں وفات پائی ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ کم از کم تیسری صدی تک مذکورہ بالا لوگ اہل راے کے لقب سے مشہور تھے اور اس لقب کے ساتھ اول اول جن کو امتیاز حاصل ہے وہ ربیعۃ الراے ہیں جو امام مالک کے استاد اور شیخ الحدیث تھے راے کا لفظ ان کے نام کا جز بن گیا ہے اور تاریخ و اسامی الرجال کی کتابوں میں ہمیشہ انکا نام ربیعۃ الراے لکھا جاتا ہے۔ اہل یہ ہے کہ جو لوگ علم حدیث کے درس و تدریس میں مشغول تھے ان میں دو فرقے قائم ہو گئے ایک وہ جن کا کام صرف حدیثوں اور روایتوں کا جمع کرنا تھا وہ حدیث سے صرف من حیث الروایت بحث کرتے تھے یہاں تک کہ انکو ناسخ و منسوخ سے بھی سروکار نہ تھا دوسرا فرقہ حدیثوں کو استنباط احکام اور استخراج مسائل کے لحاظ سے دیکھتا تھا اور اگر کوئی نص صریح نہیں ملتی تھی تو قیاس سے کام لیتا تھا اگرچہ یہ دونوں حیثیتیں دونوں فرائض میں کسی قدر مشترک تھیں لیکن وصف غالب کے لحاظ سے ایک دوسرے سے ممتاز تھا بظاہر فرقہ اہل الروایت اور اہل الحدیث اور دوسرا فرقہ مجتہد اور اہل الراے کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ امام مالک سفیان ثوری اور اوزاعی اس لیے

اہل الرائے کہلائے کہ وہ محدث ہونے کے ساتھ مجتہد مستقل اور بانی ہیں لیکر یہ چونکہ ان لوگوں میں بھی معلومات حدیث اور قوت اجتہاد کے لحاظ سے اختلاف مراتب تھا اس لیے اجنبی طور پر کبھی اس فرقے میں سے ایک کو اہل الرائے اور دوسرے کو اہل حدیث کہتے مثلاً امام مالک کی نسبت امام ابو حنیفہ پر مجتہد اور اہل الرائے کا لقب زیادہ موزون تھا اور پندرہویں صدی کے برخلاف روایت میں درایت سے بھی کام لیتے تھے اس لیے ان کی نسبت اس لقب کو زیادہ شہرت ہوئی۔ امام احمد سے لوگوں نے پوچھا کہ تم امام ابو حنیفہ پر کیوں اعتراض کرتے ہو انھوں نے جواب دیا رائے کی وجہ سے پھر کہا گیا مالک صاحب رائے نہیں، فرمایا ہاں مگر ابو حنیفہ اس باب میں ان سے زیادہ ہیں پھر کہا گیا تم مالک کی نسبت برقرار ان کے میں حادیثوں میں کلام کرتے احمد چپ ہو رہے۔

عقائد ماتریدیہ کی تفصیل

اسباب علم

جو علم یعنی یقین دلیل میں غور و فکر کرنے سے حاصل ہوتا ہے اسے کسی اور استدلالی و نظری کہتے ہیں اور جو بغیر غور و تامل کے حاصل ہو جائے وہ ضروری و بدیہی ہے۔ اور اسباب علم بلحاظ جریان عادت انہی ظاہر میں تین ہیں اول حواس خمسہ ظاہریہ کہ سمع - بصر - شہم - ذوق اور لمس ہیں سمع کا ذوق سے سننے کی قوت کا نام ہے اور بصر آنکھ سے دیکھنے کی قوت کو کہتے ہیں اور شہم ناک سے سونگھنے کی قوت ہے اور ذوق زبان سے چکھنے کی قوت ہے اور لمس بدن سے چھو کے دریافت کرنے کی قوت ہے گو کبھی بعض موقعوں پر کسی مانع کے سبب سے حس قاطعی کرتی ہے جیسا کہ بھینگا ایک کو دو دیکھتا ہے اور صفراوی شیریں کو تلخ جانتا ہے مگر یہ نادر ہے والنا در کا لمعدوم پس غالباً عدم سوانح کی صورت میں حس سے علم یقینی حاصل ہوتا ہے ایسے حس کو مفید علم یقینی و قطعی جانتے ہیں اور چونکہ حواس باطنیہ کے وجود کے دلائل علمائے اصول اسلامیہ کے نزدیک کامل نہیں اس لیے ان کے ذکر سے اعراض کیا گیا۔ ووم عقل گو عقل بھی پہلی حیضاحت و ہم و خیال کے یا سببے لحاظ کرنے شرائط برہان کے خطا کرتی ہے لیکن چونکہ اکثر علما انہوں نے کی صورت میں یقین حاصل ہوتا ہے اس لیے عقل بھی مفید علم یقینی و قطعی ہے

سو ہم خبر ہے کہ حق تعالیٰ نے واسطے حاصل ہونے سامع کے مافی الضمیر تکلم پر اُس کو وضع کیا ہے لیکن قتال کذب تکلم بھی قصداً اور کبھی خطاً اسباب تصور فہم اور حافظے وغیرہ کے البتہ مانع حصول علم یقینی ہوتا ہے اس لیے خبر مطلق اسباب علم یقینی سے نہیں بلکہ ظنیات سے ہے البتہ جس خبر میں احتمال کذب باقی نہو اُس سے یقین حاصل ہوتا ہے اور خبر صادق و قسم پر ہے (۱) خبر متواتر جو ایسی جماعت سے حاصل ہوئی ہو کہ عقل کے نزدیک اُنکا اتفاق کذب پر بالبداهت ممتنع ہو اور اس جماعت نے اسی طور سے جماعت اول سے یقین حاصل کیا ہو و لکن ایہا تک کہ وہ خبر کسی ایک حس پر مبنی ہو (۲) خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کہ استدلال کے بعد تصدیق ہوئی ہو پس جو کہ نبوت اور عصمت دلیل سے ثابت ہوئی احتمال کذب کا عذر اور ظناً دور ہوا اور خبر حادین ظہیر اوی کی وجہ سے ہے نہ خبر رسول ہونے کی جیسے اور خبر مشہور سے بسبب قتال کذب کے علم یقین حاصل نہیں ہوتا۔ اسباب علم میں سے اعلیٰ و اقویٰ خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ اُس میں کسی طرح خطا کا احتمال بسبب عفت و عصمت جناب اقدس کے نہیں ہے و واجب سے ممکن ناک و لازل سے ابتداء اُس سے آگاہی حاصل ہوتی ہے اُس کے بعد جس ہے کہ خطا کا احتمال اگرچہ اُس میں نہیں ہے لیکن اشیاء محسوسہ خصوصاً اُن کے ظاہر پر مقصور ہے بعد اسکے رتبہ خبر متواتر کا ہے کہ اُس کی بنا اور تہا بھی جس پر ہے وینس الخبر کالمعائنۃ پھر عقل ہے اس لیے کہ راہون کا اختلاف عقلا میں بہت ہوتا ہے۔

الہام اولیا چونکہ مختص یہ خواص ہے اور تکلمین اسباب علم عام سے بحث کرتے ہیں اور نہ اسکے ساتھ کوئی ایسی علامت موجود ہوتی ہے جس سے یہ معلوم ہو سکے کہ یہ من عند اللہ ہے اور رحمت ہونے کے قابل اور مطابق واقع کے ہے اور نیز انہام میں مزاحمت و ہم و خیال اور کردورات نفسانی و شیطانی مانع حصول علم یقینی ہے گو اُس شخص کو جس کو الہام ہوا ہے اُس پر اور اعتماد ہو جائے مگر بغیر قرائن خارجیہ کے نفس الہام ظہیر کے رتبہ سے نہیں نکلتا اس لیے اسباب علم میں سے نہیں شمار کیا جاتا۔

عالم کا ثبوت و حدوث

عقل بالبداهت حکم کرتی ہے کہ عالم کی چیزوں کی حقیقت ثابت ہے اور علم اس مسئلے کا یقینی ہے فقط و ہم و خیال نہیں یعنی پانی پانی ہے اور آگ آگ ہے نہ یہ کہ اگر پانی کو شل آگ کے سمجھئے

تو آگ ہو جائے اور آگ کو شل پانی کے بجائے تو پانی ہو جائے جیسا کہ عقیدہ سوفسطائیوں کا ہے۔ اور عالم
یعنی جو کچھ سوائے ذات و صفات خدا کے ہے حادث ہے عدم سے وجود میں آیا ہے قدیم نہیں کیونکہ
اس میں دو تفریقین ہیں اعیان و اعراض۔ اعیان اُن ملکات کو کہتے ہیں جو اپنی ہستی
میں دوسری چیز کی ہستی کے تابع نہ ہوں ان کی دو قسمیں ہیں (۱) غیر مرکب جسے جوہر اور جوہر
فرد اور جزو لایتجزی بھی کہتے ہیں کیونکہ اسکی تقسیم نہیں ہو سکتی (۲) مرکب اجزائے لایتجزی
سے جسے جسم کہتے ہیں اس میں طول و عرض و عمق تینوں استداد ہوتے ہیں جن میں تقسیم ہو سکتا ہے۔
اعراض اُن ملکات کو کہتے ہیں جو اپنی ہستی و قیام میں اجسام کے محتاج ہوں جیسے رنگ
کپڑے کے اور مزہ سبب کے اور بو پھول کی اور سردی پانی کی اور گرمی آگ کی اور افعال اختیار
حیوان کے بغیر موجود نہیں ہو سکتے اور تمام اعراض حادث ہیں بعض کا حادث ہونا مشاہدے سے
معلوم ہوتا ہے مثلاً نور کے بعد ظلمت پیدا ہو جاتی ہے یا سفیدی جا کر سیاہی آ جاتی ہے یا کسی بدن
میں سردی آنے سے گرمی دور ہو جاتی ہے اور یہ ثابت ہو چکا ہے کہ جو چیز قدیم ہوتی ہے وہ کبھی فنا
نہیں ہوتی پس ثابت ہو کہ اعراض قدیم نہیں ہیں اور یہی مدعا ہے اور اعیان بھی سب
حادث ہیں کیونکہ عین یا تو جسم ہے یا جوہر فرد پس ہر جسم و جوہر کو حرکت و سکون عارض ہے
کس لیے کہ اُن کے واسطے مکان یا چیز یعنی ٹھہرنے کی جگہ کو ضرور ہے پس اگر اس آں سے پہلے
بھی اس چیز یا مکان میں تھے تو ساکن ہیں ورنہ متحرک اور حرکت و سکون بسبب عرض ہونے کے
حادث ہیں پس یہ جسم یا جوہر کہ جن کو یہ حرکت اور سکون عارض ہے حادث ہیں ورنہ لازم آئے گا
کہ حوادث ازل میں پائے جائیں اور قدیم کہلائیں اور یہ محال ہے پس جب اعیان اور کل اعراض کا
حادث ہونا ثابت ہوا تو کل عالم کا حادث ہونا بھی ثابت ہو گیا کیونکہ کل عالم انھیں دو میں منقسم ہے۔

خالق عالم

عالم کا عدم سے وجود میں لانے والا اللہ تعالیٰ ہے جو موجود ہے کیونکہ اُس نے عالم کو پیدا کیا
اور جو عطا کیا پس جو ایسا ہو گا وہ موجود ہو گا واجب لوجود ہے یعنی خود بخود ہے اُس نے
سب کو بنایا ہے اُس کو کسی نے نہیں بنایا نہ ہونا اُس کا متمنع ہے کیونکہ اگر ممکن الوجود ہو تو ماضی
کی طرف محتاج ہو گا اور احتیاج عالم کے پیدا کرنے والے کے لیے منافی ہے یکتا ہے اس لیے

کہ اگر آسمان و زمین میں بہت سے معبود ہوتے تو انشاءً بگڑ جاتا کیونکہ اگر وہ ہوتے تو دونوں قدرت والے ہوتے یا ایک عاجز ہوتا جو عاجز ہوتا وہ خدائی کے لائق نہوتا اور دونوں قدرت والے نہیں ہو سکتے کیونکہ آپس میں مخالفت کسی کے مارنے اور زندہ کرنے میں مثلاً ممکن ہے پس دونوں میں سے ایک کو ضرور عاجز ہونا پڑتا اگرچہ بالفعل آپس میں اتفاق ہو قدیم ہے یعنی ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہیگا کیونکہ واجب الوجود ہے پس محال ہے کہ قدیم نہ ہو علیہم ہے کہ ہر چیزی و کلی کو ازل سے ابد تک جانتا ہے کیونکہ افعال ان کے استوار و مستحکم ہیں پس فاعل ایسے افعال کا عالم ہے اور ہر جزو کل پر ملکات سے اہل ہی ہے قدرت رکھتا ہے کیونکہ تمام مقدرات کو اسکی ذات مقدس کی طرف برابر نسبت ہے پس بعض کے ساتھ اس کی قدرت کا متعلق ہونا اور بعض کے ساتھ ہونا ترجیح بلا مرجح ہے اور یہ محال ہے زندہ نہ اس کے لیے علم و قدرت اور ارادہ ثابت ہے اور یہ بدون حیات کے ممکن نہیں اور یہاں مراد حیات سے بقا اور وجود ایسی حالت کے ساتھ ہے کہ اشیا کو اور اک کر سکے اور ان پر قدرت حاصل ہونہ وہ معنی مراد ہیں جو حیات سے عرف میں سمجھے جاتے ہیں یعنی قوت جس و قوت تغذیہ اور وہ قوت جو اعتدال نوعی کے تابع ہوتی ہے اور اس کے طفیل تمام قواسم حیوانی حاصل رہتے ہیں مختار ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے فعل و ترک فعل اس کے اختیار میں ہے کیونکہ عالم پہلے نہ تھا پھر دوسرے زمانے میں اس کو ایجاد کیا پس زمانہ سابق میں عالم کو ایجاد نہ کرنا اور زمانہ لاحق میں ایجاد کرنا دلیل اس امر پر ہے کہ حق تعالیٰ مختار ہے۔ بے زبان کے گویا بے کانوں کے شنوا بے آنکھوں کے بینا ہے کیونکہ گونا گوارہر اور اندھا اور ناقص لائق خدائی کے نہیں اور سننے اور دیکھنے کی صفات اس کے لیے علیحدہ ثابت ہیں سموعات اور مبصرات کے جاننے کا نام سمع و بصر نہیں۔

کلام الہی

اللہ کا کلام حروف اور آواز سے مبرا ہے کیونکہ یہ دونوں حادث ہیں اور حق تعالیٰ قدیم ہے اور یہ بات محال ہے کہ ذات قدیم محل حادث ہو بلکہ کلام الہی ایک معنی ہے جو اس کی ذات کے ساتھ قائم ہے اسے کلام نفسی کہتے ہیں اور جو کلام اس کلام نفسی پر دلالت کرتا ہے وہ کلام لفظی ہے اور کلام لفظی حروف اور اصوات سے مرکب ہوتا ہے اور کلام نفسی غیر مخلوق ہے کہ یہ صفت

ازل سے اپنک اسکو حاصل ہے اسکے سبب سے جس سے جاتا ہے کلام کرتا ہے سو یہ کلام الہی اس سبب ہے کہ اس کی صفت ہے اور اسکے ساتھ قائم ہے اور یہ الفاظ اور عبارات قرآن کی جو کلام لفظی ہے ان کو کلام الہی اس لیے کہتے ہیں کہ یہ سوا خدا کے کسی اور کی تالیف و تصنیف نہیں ہے بلکہ ان کو خاص اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام نفسی کے سمجھنے کے لئے نہایت فصیح و بلیغ زبان عربی میں کہ جسکا مثل بنانا طاقت بشری سے باہر ہے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا ہے اور قرآن کا اطلاق کلام نفسی اور کلام لفظی دونوں پر ہوتا ہے اور غیر مخلوق قرآن نفسی ہے نہ لفظی۔ اور خدا سے تعالیٰ کے کلام میں تین مضمون ہیں امر و نہی و خبر اور اللہ کے کلام میں کذب محال ہے کیونکہ کذب بہت نقصانی ہے اور اللہ پر نقصان ثابت ہونا محال ہے دوسرے خدا کے کلام کا کذب ضرور ہے کہ قدیم ہو گا اس لیے کہ ذات واجب کے ساتھ حادث کا قائم ہونا محال ہے اور اس سے یہ لازم آتا ہے کہ خدا صدق کے ساتھ کبھی موصوف نہ ہو سکے کیونکہ کذب اسکے صفت ہونے کی وجہ سے قدیم مان لیا گیا ہے، در یہ غلط ہے اسلئے کہ جو کوئی کسی چیز کو اصلی حالت کے ساتھ جانتا ہے تو ممکن نہیں کہ وہ اس کو اسی طرح بیان نہ کرے تیسرے تمام انبیاء نے خبر دی ہے کہ اللہ کی ذات کذب سے بری ہے

صفات ثبوتی

صفات ثبوتی وہ ہیں جو خدا سے تعالیٰ کی ذات پاک میں پائی جاتی ہیں جنکی تفصیل یہ ہے کہ حق تعالیٰ صاحب ارادہ ہے اور ارادہ حادث نہیں ہے قدیم ہے اور ارادہ الہی متعلق ہوتا ہے ہر موجود سے خواہ وہ عین ہو یا عرض خیر ہو یا شر کفر ہو یا اسلام طاعت ہو یا معصیت ارادہ اور امر الہی دو متغائر چیزیں ہیں اور ہر ایک دوسرے سے منفک ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ کبھی ارادہ کرتا ہے اور حکم نہیں کرتا اور کبھی ارادہ کرتا ہے اور حکم بھی کرتا ہے اور کبھی ارادہ کرتا ہے نہ حکم کرتا ہے پس حکم خدا سے تعالیٰ مستلزم ارادے کو نہیں اور نہ ہی مستلزم عدم ارادہ کو ہے بلکہ حکم کیا ہے کا ذہ انام کو واسطے اسلام اور طاعت کے اور نہی فرمائی ہے کفر و معصیت سے اور ارادہ کرتا ہے اسلام مؤمن کا اور کفر کافر کا اور بغیر ارادہ الہی کے کوئی چیز موجود نہیں ہو سکتی اسلئے کہ قدرت الہی کی بہ نسبت ہر ممکن کے برابر ہے اختلاف اوقات سے مختلف نہیں ہوتی ارادہ وہ ہے کہ تخصیص کرتا ہے وجوہات کی ایک وقت معین اور کیفیت معین اور کیفیت معین وغیرہ کے ساتھ اور جس چیز کا حق تعالیٰ

امادہ کرتا ہے بے شک واقع ہوتی ہے مختلف امادگی سے محال ہے کہ مستلزم عجز کو ہے اور جس چیز کے عدم وقوع کو اللہ تعالیٰ جانتا ہے تعلق امادے کا اس کے ساتھ محال ہے ورنہ عجز یا جمل لازم ہو اور جائز ہے کہ حکم کرے واسطے اظہار عصیان یا کسی دوسری حکمت کے واسطے پس اگر خدا چاہے کہ کسی شخص کو ہدایت فرمائے تو کسی کی قدرت نہیں کہ اسکو گمراہ کر سکے ورنہ کوئی دوسرا خدا پر غالب آسکے گا اور اگر خدا چاہے کہ کسی کو گمراہ کرے تو کسی کی مجال نہیں کہ اسکو ہدایت کرے اور سب کمال کی صفتیں اسکی ذات میں موجود ہیں اور نقصان و زوال کی چیزوں سے اسکی ذات پاک معصوم ہے اور صفات اسکی قدیم و بانی ہیں جیسی کہ اسکی ذات قدیم ہے اور بانی ہے اور کوئی چیز حادث اسکی ذات میں قائم نہیں ہوئی کیونکہ قدیم محل حوادث نہیں ہوتا اور یہ سب صفات اس میں یوں نہیں ہیں جیسے انسان اور حیوان میں پائی جاتی ہیں کیونکہ انکی صفات اعضا و جوارح و حواس و روح و دل سے متعلق ہیں اور اللہ تعالیٰ ان چیزوں سے بری ہے اور بالاین ہمہ سب صفات کامل طور پر اس میں موجود ہیں اور ان صفات کے قدیم سے ان کے منطقات کا قدیم لازم نہیں آتا کیونکہ یہ ہو سکتا ہے کہ صفت قدیم ہو اور اسکا تعلق حادث اور ان صفات کے تعلقات میں تغیر آنے سے صفات میں تغیر نہیں آتا اور اسکی صورت یہ ہے کہ مثلاً علم معلوم سے متعلق ہو گا تو اس صفت کے تعلق میں تغیر آئے گا کیونکہ معلوم کے وجود سے پہلے کسی سے متعلق نہ تھا اسی طرح صفت خالقیت کا تعلق بھی مخلوقات کے تغیر سے متغیر ہو گا اور یہ سب صفات قائم ہیں ذات الہی کے ساتھ اور قدیم ہیں مگر نہ عین ذات الہی ہیں اور نہ اس کے مفایر یعنی منفصل ہیں اس صورت میں قدیم غیر اور تعدد قدما کی قباحت نکل گئی اور ایک صفت خدا کی دوسری صفت کی نہ عین ہے اور نہ غیر ہے اور صفات خدا سے تعالیٰ کی متماثل و متجانس و متضاد نہیں ہیں اس لیے کہ یہ سب محدثات کی نشانیاں ہیں اور اللہ تعالیٰ کی صفات محدث نہیں ہیں اور حق تعالیٰ کی صفات دو قسم پر ہیں ایک قسم صفات ذات دوسری قسم صفات فعل صفات ذات حقیقی اور یکمالی ہیں اسکی ذات مقدس سے الکا انفاک محال ہے اور صفات کمال آٹھ ہیں۔ حیات۔ علم۔ قدرت۔ ارادہ۔ سمع۔ بصر۔ کلام۔ تکوین۔ اور صفات فعل صفات ذات کے آثار ہیں فی الحقیقہ ان کے ساتھ مقصد ہونا کمال نہیں

لفظ ذات
کی نسبت
بالصفات
موجودہ
میں
کے ساتھ
نہیں

انسان کو چاہیے کہ کوشش کرے منافع کے حصول اور مضار کے دفع کرنے میں بقدر امکان کے پھر باوجود اسکے لائق ہے یہ کہ یقین کرے اُس بات کا کہ اُسکی طرف وہی پہنچتا ہے جو کچھ اللہ نے مقدر کیا ہے اور بندوں کے کاموں کا پیدا کرنے والا وہی ہے اسلئے کہ خالق سب چیزوں کا وہی ہے اور افعال و اعمال بھی بندوں کے سب چیزوں میں داخل ہیں بندے اپنے افعال کے کاسبین خالق نہیں اور نہ شریک خلق ہیں کسب کے یہ معنی ہیں کہ جب بندہ کسی کام کا ارادہ کرتا ہے تو خداے تعالیٰ اُس میں فعل پیدا کرتا ہے کسب کی وجہ سے کاسب کو استقلال حاصل نہیں ہوتا اور خلق کی وجہ سے خالق مستقل ہوتا ہے پس کفر و ایمان و طاعت و عصیان و نیکی و بدی بندوں کی اللہ کے ارادے اور مشیت اور حکم و تقدیر سے صادر ہوتی ہے لیکن خداے تعالیٰ کفر و معصیت سے راضی نہیں اور نیکی سے راضی ہے خواہش کرنی اور پیدا کرنا اور راضی ہونا اور رضامند ہونا وہ ہے کہ حکم دے کہ کرو اور اکثر ہوتا ہے کہ حکم دیتا ہے اور نہیں چاہتا ہے کہ واقع ہو بسبب کسی علت کے کہ اُسکو سوائے حق تعالیٰ کے دوسرا نہیں جانتا مگر باوجود اس بات کے کہ سب ارادہ و تقدیر اُنہی سے ہے بندوں کو بھی اعمال میں اختیار دیا گیا ہے کہ بندے اپنے کام اپنے ارادے و اختیار سے کرتے ہیں نہ جبر و مہرار سے کہ اُسی کے سبب ثواب پاتے ہیں اور اُسی پر عذاب ہوتا ہے بندے کے افعال اختیار یہ اللہ تعالیٰ کے مقدور میں اختراع کی وجہ سے اور بندے کے مقدور میں تعلق کے سبب سے کہ اُسکو اکتساب کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کی قدرت مؤثرہ ہے اور بندے کی قدرت کاسبہ اور غیر مؤثرہ پس افعال اختیار یہ جب بندے کے اپنی قدرت کی طرف منسوب ہوتے ہیں تو کسب کہتے ہیں اور جب اللہ تعالیٰ کی خات پاک سے نسبت کیے جاتے ہیں تو خلق کہتے ہیں پس بندے کے مکسوب و راشد تعالیٰ کے مخلوق ہونے سے اللہ تعالیٰ بندے کے افعال اختیار یہ کو اُس کے ارادے کے موافق پیدا کرتا ہے اگر وہ نیک کام کرنے کا قصد کرتا ہے تو فعل غیر کی قدرت و استطاعت اُس میں موجود کر دیتا ہے اور اگر بُرے کام کا ارادہ کرتا ہے تو اُس کے کرنے کی قدرت اُس میں پیدا کر دیتا ہے۔ بندہ آپ ہی فعل خیر کی قدرت کو ضائع کر دیتا ہے اس لیے ذم اور عذاب کا مستحق ہوتا ہے غرض کہ بندہ کاسب ہے اور کسی قدر اختیار رکھتا ہے اسی کا معتقد ہونا چاہیے کہ خلق خدا سے ہے اور عل بندے سے فرق اتنا ہے کہ عل نیک اللہ کی رضا ہے اور بد کام اللہ کی رضا اور خوشنودی کے خلاف ہے اسکی مثال یوں سمجھنا چاہیے

اگر ایک شخص نے غلام سے کہے کہ تو بازار کو جا اور فلاں چیز لے آجھے اختیار ہے کہ ذبردستی چھین لایا دام دیکر خرید لیا اگر دام دیکر لائے گا تو ہم خوش ہونگے اور جو ذبردستی چھین لایگا تو ہم ناخوش ہونگے اس صورت میں اگر اس نے خلاف مرضی اپنے مالک کے کام کیا تو قطعاً سزا پانے کا سزاوار ہے۔ اسی طرح حق تعالیٰ نے بندوں کو ایک طرح کا اختیار دیا ہے کہ وہ اس اختیار سے اچھے اور بُرے دونوں طرح کے کام کا قصد کر سکتے ہیں اور یہ بھی کہہ دیا ہے کہ اچھے کاموں سے ہم راضی ہیں اور بد کام ہماری نارضا مندی کا باعث ہیں اب بندہ جیسا کام کرے گا ویسا اس کا بدلہ پائے گا اور یہ عین عدل و انصاف ہے حقیقت کارامتوسط ہے در میان جبر و قدر کے دلیل اس مدعا کی شریعت ہے مگر جو مقدمات میں بحث کرتے ہیں اور انکو دلائل عقلی سے ثابت کرتے ہیں جب تک کوئی باع معقول نہ ٹھہرے تصدیق نہیں کرتے وہ اس امر متوسط کے ادراک میں حیران ہیں۔

اللہ پر کوئی چیز واجب نہیں۔ اور اللہ کے کاموں میں کوئی غرض نہیں۔
اور اشیا کا حسن و قبح

اللہ پر کوئی شے واجب نہیں ہے نہ لطف و قدر نہ ثواب و عذاب ہر چیز کا بدلہ دینا اور روزی پہونچانا اس کا احسان ہے ہمارا استحقاق اُس پر کچھ نہیں ہے اگر وہ عوض نہ دے اور روزی نہ پہونچائے تو اُس پر قباحہ لازم نہیں کیونکہ ساری مخلوقات اُسکی مملوک ہے اور مملوک کا مالک پر کیا استحقاق ہوتا ہے کہ اسکے حق میں بہتری اور لطف و مہربانی اور رعایت مصلحت مالک پر واجب ہو ورنہ کسی کافر مفلس کو پیدا نہ کرتا کیونکہ اُسکو دنیا و آخرت میں خسارہ ہے دوسرے اُسکا کسی بندے پر احسان و امتنان ثابت نہوتا کیونکہ اگر اُس نے کسی کو دین و دنیا کی نعمتیں دین تو اُس چیز کو کیا جو اُس پر واجب تھی تیسرے ابو جہل لعین اور بنی علیہ السلام پر اللہ کا احسان برابر ہوتا تو کچھ زیادہ شکر گزاری حضرت پر واجب نہوتی اُس نے دونوں کے لیے جو بہتر تھا وہ کیا اپنے واجب سے فارغ الذمہ ہوا اور اللہ کے کاموں میں کچھ غرض نہیں کیونکہ غرض والا محتاج ہوتا ہے اور باوجود اسکے اُسکا ہر ایک کام لاکھوں حکمتوں سے بھرا ہے کہ کوئی اُسکو دریافت نہیں کر سکتا اور اسکے فوائد و منافع خاص و عام کے لیے ہیں نہ اُس کی

ذات مقدس کے واسطے کیونکہ انکو کسی چیز کی احتیاج نہیں اور ہر چیز میں بڑائی بھلائی عقل کی طرف سے ہے جیسے کہ صانع عالم اور اسکی توحید اور صفات کمالی کی معرفت عقلی ہے شرع ہر موقوف نہیں ورنہ دور لازم آئیگا باوجودیکہ انہر شرع موقوف ہے اسی طرح اشیاء میں بھلائی بڑائی شرعی نہیں اس طرح کہ شرع نے جسکو اچھا کہا وہ اچھا اور جسکو بُرا کہا وہ بُرا ہے اگر عکس کرتی تو عکس ہوتا مگر حسن و قبح اس بات کو نہیں چاہتا کہ اُس میں حکم الہی بھی بندے کے لیے صادر ہو بان وہ لائق اور مستحق اس بات کے ہوتا ہے کہ اُس میں علم الہی نازل ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ حکیم مطلق ہے ترجیح بلامرجح جائز نہیں رکھتا کہ اچھی چیز کو بُرا اور بُری کو اچھا قرار دے بلکہ جو واقعی اچھی ہوتی ہے اسکی نسبت حکم وجوب کا دیتا ہے اور جو بُری ہوتی ہے اُسے حرام کرتا ہے سو اصل حاکم اللہ ہے اور شرع کھولنے والی ہے پس جب تک اللہ تعالیٰ رسولوں کو بھیجے اور اپنا کلام نازل کر کے حکم دے تب تک کوئی حکم حسن و قبح اور امر و نہی کا ہو گا یہی وجہ ہے کہ زمانہ فترت کے لوگ ترک احکام الہی کی سزا میں معذب نہ ہوئے اور اسی وجہ سے پہونچنا دعوت کا تعلق و تکلیف میں شرط ہے یعنی آدمی تعمیل احکام کے ساتھ بعد پہونچنے دعوت کے مکلف ہو گا پس کافر کو جب تک دعوت نہ پہونچے اُس وقت تک نہ وہ ایمان کے ساتھ مکلف ہے اور نہ سبب کفر کے آخرت میں مواخذہ دار ہے فترت ایسے زمانے کو کہتے ہیں جو دو انبیاء کے درمیان ہو اور آثار و احکام شریعت نبی سابق کے مضحل ہو گئے ہوں اور اہل فترت وہ لوگ ہیں جو قبل از نسخ دین عیسوی کے متمسک تھے اور رسول منتظر کے مومن و صدق تھے اور سلمان فارسی سے مروی کہ فترت حضرت عیسیٰ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان چھ سو برس ہیں آخر جب البخاری

استطاعت

استطاعت فعل کے ساتھ ہوتی ہے اور استطاعت کے دو معنی ہیں ایک قدرت حقیقی کو کہتے ہیں جو فعل کے موجود کر دینے کے لیے کافی ہوتی ہے دوسرے اسباب و آلات و اعضا کی صحت و سلامتی کا نام ہے اور تکلیف شرعی کا مدار پچھلی قسم کی استطاعت پر ہے اسی لیے پچھلے جنہوں ایمان کے ساتھ مکلف نہیں اور گونا گونا گوار زبانی کے ساتھ مکلف نہیں اور مرخص کھڑے ہو کر نماز پڑھنے کے واسطے مکلف نہیں کیونکہ ایسے لوگوں کے اعضا صحیح و سالم نہیں اس لیے استطاعت

مقتول نبی اجل سے وقت پر مرنے والے اللہ تعالیٰ عمر ایشی تقدیر ادا کی کہ ذریعہ سے اُسکے لیے مقرر کر دیتا ہے اور جو وقت اُسکی موت کا علم الہی میں ہے اُسی وقت بڑا سکوموت آتی ہے اُسکی موت اللہ تعالیٰ کا فعل ہے ایلے اُسین کسی حرج تئیر تقدیم و تاخیر کے ساتھ قاتل کی وجہ سے پیدا نہیں ہو سکتا اور قاتل پر قصاص عائد ہونا اور اُسکو عذاب الہی پہونچنا یہ امر شرعی ہے شرع نے رفع تنازع اور اندوہ و فساد اور انتظام کے لیے یہ سزائیں مقرر کر رکھی ہوں بندہ اگرچہ فعل قتل کا خالق نہیں مگر کاسب قوض و رہ جب وہ ایسے نامشروع فعل کے کسب کا ارادہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ موافق عادت کے اُسکے فعل کے بعد مقتول کی موت پیدا کر دیتا ہے اور موت مردے کے ساتھ قائم ہے اور اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے بندے کو اُسکے پیدا کرنے میں دخل نہیں ہے اور موت کا وقت ایک ہے متعدد نہیں جو موت علم الہی میں ہر شخص کے مرنے کے واسطے معین ہے جو ملو سے مقرر اور مقرر کی گئی ہے اُسی وقت پر آتی ہے تقدیم و تاخیر نہیں ہوتی اگر اس میں کچھ بھی تئیر و تبدل ہو تو علم الہی میں نقصان پایا جائے۔ اور حرام بھی رزق ہوتا ہے اور ہر ایک جاندار اپنی روزی پوری کرتا ہے حلال ہو یا حرام کوئی شخص غیر آدمی کی روزی جو اللہ نے اُسکے لیے ازل میں اپنے علم اور قسمت ازل کے ذریعہ سے مقرر کر رکھی ہے نہیں کھا سکتا کیونکہ تقدیر الہی کے خلاف ہونا ممتنع ہے۔

رویت حق تعالیٰ کی امکانی ہے لیکن دخول جنت سے اول واقع شوگی دخول جنت کے بعد

ہوتا ہے ایک خاص نوعیت کے طور پر کہ
 افسر قادیان کو ہمارے واسطے ایسے
 محل میں پیدا کر دیتا ہے جس میں
 مقابلہ اور جہت قائم ہو سکے
 بلکہ اس کے لئے ایسے عمل کا ہونا چاہیے
 جس سے اس کی روحیت قائم رہے
 جیسا کہ ستر کے لئے کہ رویت قائم رہے
 اس سے کہ اس کے لئے کہ رویت قائم رہے
 اس سے کہ اس کے لئے کہ رویت قائم رہے

مسلمان اللہ تعالیٰ کی رویت سے شرف ہونگے اور رویت کے دو طرق ہیں ایک یہ کہ ایسی
 اچھی طرح انکشاف ہو جائے کہ عقل کے ذریعہ سے اتنا یقین پیدا نہیں ہو سکتا پس گویا کہ یہی
 نظر کے ساتھ دیکھنا ہے مگر یہ بات ہے کہ ابسا دیکھنا بغیر برابری اور مقابلے اور جہت اور رنگ اور
 شکل کے ہوتا ہے اور دوسرا طریقہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی قسم کی صورت پکڑ کر مسلمانوں کو اپنا
 دیدار دکھائے جیسا کہ عادیث صحیحہ میں صورتوں کا دیکھنا آیا ہے اس صورت میں اللہ تعالیٰ کو
 اپنی آنکھوں سے رنگ اور شکل اور ہوا کے ساتھ دیکھیں گے جیسا کہ خواب میں رویت واقع ہوتی ہے
 مگر حس میں رویت الہی ایسی بالمشائہ ہوگی کہ دنیا میں خواب کے اندر بھی ایسی نہیں ہوتی یہی طریق
 معلوم ہیں اور ان پر ہمارے یقین ہے اور اگر اللہ اور رسول کا رویت سے کچھ اور مطلب ہے تو ہمارا
 ایمان اس پر بھی ہے اگرچہ ہم واقف نہیں کہ وہ خاص کیا بات ہے۔ اور حق یہ ہے کہ رویت کے لیے
 جو شرائط مثلاً کثرت وجہ و مکان و صورت و مقابلہ و قرب و بعد مسافت وغیرہ قرار دی ہیں وہ شرائط
 عادی ہیں تمام اقسام حواس میں حواس کے لیے جو چند باتیں بطور عادت کے مقرر ہو گئی ہیں وہ ہم
 انکو شرائط و لوازم مان لیا ہے اور یہ جان لیا ہے کہ حواس کا کام بغیر ان کے نہیں چل سکتا و حقیقت
 بجز وجود رانی و مرنی کے کوئی اور شرط نہیں ہے اگر یہ شرطیں رویت کے لیے لازمی ٹھہریں تو چاہیے
 کہ رویت الہی سے نسبت ممکنات کے بھی انکار کریں کیونکہ حق تعالیٰ حائے سے منزہ ہے اور اتصال شمع کا
 اور مسافت متوسط کا و میان رانی و مرنی کے متصور نہیں یہ شرائط تو اجسام رنگین اور اعراض اجسام
 کے لیے ہیں نہ اس ذات کے لیے جو مادے سے بالکل مجرد ہو اور قرآن میں جو آیا ہے لا تدلکہ الالبصا
 یعنی اسکو نہیں پاسکتیں آنکھیں اس سے رویت کی نفی لازم نہیں آتی کیونکہ ادراک کہتے ہیں شے کی
 حقیقت کے جان لینے کو اور آیت میں اسکی نفی کی گئی ہے اور یہ ہو سکتا ہے کہ کسی شے کی رویت
 حاصل ہو اور اسکی حقیقت پر اطلاع ہو سکے جیسا کہ چاند کو دیکھتے ہیں اور اسکی حقیقت کا ادراک
 نہیں کرتے یا ادراک اسے کہتے ہیں کہ مرنی کو اسکی تمام حدوں سمیت پورا پورا دیکھ لینا یعنی اسکا احاطہ
 کر لینا اور عدم احاطہ سے عدم رویت لازم نہیں آتی جیسا کہ علم کو احاطہ نہ کر لینے سے علم کا عدم لازم نہیں آتا
 جائز ہے کہ رویت ہو مگر احاطے کے ساتھ نوحس کی آیت میں نفی کی گئی ہے۔ اور موشی علیہ السلام کو جو
 سوال رویت کے جواب میں خدا نے کہا ان ترائی یعنی تو مجھ کو ہرگز نہ دیکھے گا یہ انکار اس غرض سے ہے

لکھنؤ جس القیہ مولانا صاحب شاہ ولی اللہ

کہ دعوت الہی ہون جاری نہیں ہوئی ہے نہ اس وجہ سے کہ رویت نامکمل توقع ہے اور غرض اس خطاب سے یہ ہے کہ دنیا میں اللہ تعالیٰ کے دیدار کی طاقت ان آلات حسیہ سے کہ فانیہ برہین نہ لائے گا نہ یہ کہ آخرت میں بھی نہ دیکھ سکے گا۔ بلکہ قصہ سوال حضرت موسیٰ علیہ السلام نسبت رویت الہی کے ہمارے لیے حجت ہے جو اذ رویت کی اس لیے کہ انبیاء علیہم السلام سے حق جانے والا زیادہ کون ہے اگر رویت محال ہوتی تو سوال حضرت موسیٰ کا مشعر غفلت غما مسئلہ دینی سے اور ایسی غفلت انبیاء علیہم السلام سے محال ہے اور اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام رویت الہی کو محال جانکر سوال کرتے تو سفاهت لازم آتی اور سفاهت سے انبیاء منزه ہیں اور اللہ تعالیٰ نے جو بہار لے غیرے رہنے پر اپنے دیدار کو معلق کیا تو معلوم ہوا کہ دیدار الہی جائز ہے اس لیے کہ ٹھیک رہنا پہاڑ کا جائز ہے اور معلق اور پر جان کے جائز ہے۔

فرشتے

اللہ تعالیٰ کے فرشتے ہیں رات دن اللہ کی بندگی میں مصروف رہتے ہیں کبھی زبان الہی کے بحالانے میں شستی و کاہلی نہیں کرتے صاحب پرو باز وہ ہیں حقیقت اُنکے پرو باز وہی خدا ہی جانتا ہے سب کائنات ان صغیرہ و کبیرہ سے بری ہیں کوئی اُن میں مرد و عورت نہیں چار فرشتے اُن میں سے اعلیٰ درجے کے ہیں ایک جبریل علیہ السلام جو پیغمبروں پر وحی لاتے ہیں دوسرے میکائیل علیہ السلام جو مخلوقات کو روزی پہنچاتے ہیں تیسرے اسرافیل علیہ السلام جو قیامت میں صور پھونکیں گے چوتھے عزرائیل علیہ السلام ہیں جو روح کو قبض کرتے ہیں۔

کتاب آسمانی

اللہ تعالیٰ کی کتابیں ہیں جو اپنے پیغمبروں پر انوارین اور تہار انکا کسی دلیل قطعی سے ثابت ہیں مشہور چار کتابیں ہیں جو پیغمبروں پر نازل ہوئیں وہ یہ ہیں توریت حضرت موسیٰ علیہ السلام پر انجیل حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر زبور حضرت داؤد علیہ السلام پر قرآن حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ان میں سے قرآن شریف پر عمل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے اور چھٹی کتابیں اسکے سوا نازل ہوئیں وہ سب منسوخ العزل ہیں یعنی اور کتابوں میں جو احکام قرآن شریف کے احکام کے خلاف اور متناقض ہیں ان پر عمل کرنا درست نہیں اور شیخین بہت سی مصلحتیں ہوتی ہیں کیونکہ احکام

مردنی لکھی ہو
کر سارا
عقیدہ میں
کہ پیغمبر
اللہ کو فرستے
میں بیکار
سے
ہو گیا اور
انجیل ذات کو
جنگی اور
ملا کہبت اور
پیغمبر میں اور
پرو باز وہی
دیکھا تھا

مصلحتوں کے تابع ہونے ہیں اور یہ موافق اوقات کے ہدایت رہتے ہیں اس وقت جو کتابیں اس نام کی اہل کتاب کے پاس ہیں وہ اصل نہیں اہل کتاب اپنی کتب سادہ کے مجموعے کو باکبیل کہتے ہیں جو لفظ یونانی نہیں کتاب ہے پھر اسکے دو حصے ہیں (۱) عمد عتیق یعنی پرانی کتابیں جس میں توریت و زبور وغیرہ اڑتیس کتابوں کا مجموعہ ہے کبھی ان تمام صحیفوں کے مجموعے کو حجاز اور بیت کہتے ہیں انکو یہود اور عیسائی سب مانتے ہیں لیکن عیسائیوں نے اس مجموعے میں نو کتابیں اور داخل کی ہیں جنکے تسلیم و عدم تسلیم میں انکے متقدمین و متاخرین میں بڑا اختلاف ہے یہود ان نو کتابوں کو لغو سمجھتے ہیں (۲) عمد جدید اس مجموعے میں یہ کتابیں ہیں اول انجیل متی جس میں حضرت عیسیٰ کے بعد متی حواری نے مسیح کی پیدائش سے لیکر موت تک کے حالات کو تاریخ کے طور پر زبان عبرانی میں جمع کیا ہے دوم انجیل مرقس اس میں بھی مرقس نے ابتدا سے لیکر اخیر تک حضرت مسیح کی سرگذشت مسیحی سنائی زبان رومہ میں بیان کی ہے سوم انجیل لوقا یہ بھی حضرت مسیح کی تاریخ ہے جسکو لوقا نے زبان رومہ میں تالیف کیا ہے چہارم انجیل یوحنا اس میں یوحنا حواری نے حضرت مسیح کا حال ابتدا سے انتہا تک رومہ میں لکھا ہے ان چاروں تاریخوں کو کہ جن کے زائد تالیف میں بڑا اختلاف ہے عیسائی اناجیل اربعہ کہتے ہیں اور یہ تورات و اناجیل اربعہ اصل تورات و انجیل منزل علی موسیٰ و عیسیٰ جن کا ذکر قرآن شریف میں اکثر جگہ آیا ہے نہیں وہ گم ہو گئی ہیں بلکہ حسب اقرار علماء اہل کتاب تاریخ اور روزنامے ہیں کہ جن میں بہت عرصے بعد انبیا اور حضرت مسیح کے احوال کو ابتدا سے انتہا تک معتبر اور غیر معتبر روایہ سے بلا سند متصل مجہول لوگوں نے نقل کیا ہے اصل کتابیں عبرانی و سریانی زبان میں ہیں جو ملک یہودیہ کی قدیم زبان ہے ان کے ترجمے یونانی اور لاطینی و عربی وغیرہ میں ہو گئے ہیں اور عمد جدید میں اناجیل کے ساتھ عیسائیوں نے اور بھی بہت سے رسالے اور خطوط حواریوں اور غیر حواریوں کے ملکر اپنی کتب مقدسہ میں شمار کیا ہے اور سب کو واجب التسلیم قرار دیا ہے۔

معاذ

ہونا کرنا کا تین کا جو دو فرشتے ہیں دونوں شانوں پر نیک و بد کام کے تجربہ کر سنے کے لیے حق ہے اور مسلط ہونا ملک الموت کا وقت قبضہ ارواح کے حق ہے۔ اور عذاب قبر کا کافروں

اور جب کاروں کے واسطے اور نعمتیں عابدوں اور مطہیوں کے لیے حق ہے اور منکر و نکیر کا سوال حق ہے وہ دونوں میں مہیب صورت نیلی، پیلی آنکھوں واسطے قبر میں مردے کے پاس آتے ہیں اور سوال کرتے ہیں کہ پروردگار تیرا کون ہے اور وہ تیرا کیا ہے اگر جواب موافق سوال کے دیا تو ناز و نعمت میں رہے اور شغل عروس خواب ناز میں استراحت کرے اور قبر اسکی ایک چہرہ چہنماے جنت سے متصور ہوا اگر غمزدہ جواب سے براوت نہوئی تو محنت و عذاب دیکھے اور قبر اسے حق میں ایک غار غاروں و وزخ سے ہو قبر سے مراد عالم برزخ ہے کہ دنیا اور آخرت میں واسطہ ہے اور اسے عالم مثال کہتے ہیں اور یہ عالم کمین آسمان و زمین پر کسی خاص جگہ نہیں بلکہ اس عالم حس کا دوسرا پہلو وہ ہے۔ قبر سے مراد یہاں مدفن نہیں تاکہ یہ کیفیت شامل اُن لوگوں کی نسبت بھی ہو جو دنیا میں ڈوب گئے ہیں یا آگ میں جل کر مر گئے ہیں یا کسی جانور نے اُن کو کھالیا ہے اور عذاب روح اور بدن دونوں کو ہوتا ہے۔ طلوع ہونا اُس کی کیفیت پر ضرور نہیں اور بعد مرنے کے قبروں سے مرد و نکاح زندہ ہو کر اٹھنا حق ہے۔ عاقل و معنوی و جسمی و شیطانی و طیور و حشرات کل اٹھیں گے ظاہر ہے کہ جس نے اول عدم صرف اور نابود محض سے پیدا کیا اور کرم عدم سے وجود میں لایا وہ بار دیگر بھی پیدا کرنے پر قادر ہے۔ سب سے پہلے وہاں وغیرہ سے ایک دیگر قصاص ہوگا اور نابود کئے جائیں گے اور بن و انس و شیا طین ہمیشہ و دنیخ یا بہشت دین رہیں گے اور مخلوق کلا جانا حق ہے تاکہ مقدار نیکی و بدی کی بندوں کو معلوم ہو اور خدا سے علیم تو جانتا ہی ہے مگر یہ یاد رہے کہ اعمال کا وزن نہیں ہوگا بلکہ اعمال ناموں کا وزن ہوگا یعنی جن کا غزوں میں بندوں کے اعمال لکھے ہونگے وہ وزن ہو کر اُن کی کمیت معلوم کی جائے گی کیونکہ اعمال اعراض ہیں اور ہلکا بھاری ہونا جو اہر کی شان سے ہے مؤمن کو لازم ہے کہ ایمان تو ترازو کے ہونے اور اعمال کے تھلنے پر لائے مگر دریافت حقیقت اور ادراک کیفیت کی جانب متوجہ نہو کہ کمان قائم ہوگی اور اعمال کیونکر وزن کئے جائینگے یا اعمال نامے وزن کئے جائینگے تو اُن میں اوراق کی کمی بیشی اور لمبے چوڑے اور ہلکے بھاری اور خط کے خفی و جلی ہونے اور سیاہی کی جسمیت اور عبارت کے

ہو چکی ہیں لیکن سب اس عالم غفیری میں اسی کے مطابق ظاہر ہوئی ہیں اور سب اسی چیز میں اُس عالم میں یہاں سے نقل کر جاتی ہیں اور سب

شاہ ولی اللہ
عاجز ہے جو اللہ العالی
اور بہت سی باتیں
عالم غفیری میں اسی کے مطابق ظاہر ہوئی ہیں اور سب اسی چیز میں اُس عالم میں یہاں سے نقل کر جاتی ہیں اور سب

طول و قصر کی کیا کیفیت ہے اور نامہ اعمال مسلمانوں کے واسطے یا تمہیں سامنے سے اور کافروں کا پیٹھ کے پیچھے سے بائیں یا تمہیں ملنا حق ہے اور حساب لینا بندوں سے ایک ایک ذرہ نیکی دیدی کا حق ہے اور گواہی اعھضا کی حق ہے اور حوض کوثر حق ہے کہ جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے قیامت کے دن ہوگا اور اسکا پانی دودھ سے سفید تر اور اسکی بومشک سے خوش تر ہوگی اور اس میں تاروں سے زیادہ اور روشن تر کوڑے ہیں جو کوئی اسکا پانی ایک دفعہ پیے گا پھر کبھی پیاسا نہ ہوگا۔ اور پل صراط حق ہے کہ حق تعالیٰ روز قیامت کو ایک پل دوزخ کی پشت پر بال سے باریک تر اور تلوار کی باڑھ سے تیز تر رکھے گا اور اسپر سے سبکو گذرنا ہوگا بعض ہوا کی صورت بعض آب روان کی مانند بعض تیز گھوڑے کی چال سے بعض پیادہ چلنے والے کی رفتار سے بعض چوٹی کی روش سے اس پل کو طے کریں گے اور یہ سب تفاوت بقدر کمی بیشی اعمال حسنہ کے ہر شخص کے گزرنے میں ہوگا جتنے نیک اعمال زیادہ ہیں اتنا ہی طے کرنا پل کا آسان ہے بعض یہ بھی غباہین گے کہ پل تھا یا نہ تھا اور بعض مجروح ہونگے اور بعض کٹ کر دوزخ میں گر پڑیں گے۔

شفاعت جنت و دوزخ

شفاعت پیغمبروں اور علماء و صلحا کی گناہگاروں کے واسطے حق ہے مگر بعد اذن حق تعالیٰ کے اور جان شفاعت کا منع آیا ہے وہاں وہی شفاعت مراد ہے جو رب العالمین کے اذن اور رضا کے بغیر ہو اور جنت و دوزخ حق ہیں اور دونوں پیدا ہو چکی ہیں اب بھی وجود ہیں آدم و حوا کا قصہ دلیل قاطع ہے اسپر فنا ہوئی ہمیشہ رہی البتہ بقدر آن واحد کے اس قول کے صادق آسنے کے لیے کل شے حال لا کلا و صحو و فناء کے وقت فنا ہو جائیگی۔ اور تعین مکان بہشت و دوزخ کی اندر دس نفوس کے ثابت نہیں ہے اور چونکہ آدمیوں کے نزدیک آسمان و زمین سے کوئی چیز بڑی نہیں ہے اس لیے متشکل کے طور پر کہا عرضہما السموات والارض یعنی عرضہما کعرضہما السموات والارض یعنی چوڑائی بہشت کی مثل چوڑائی آسمان و زمین۔ کہہ ہے اور اس آیت سے پھر دہنیں سے عرض بہشت کا ہے وہی بعینہ آسمان و زمین کا ہے کیونکہ اس صورت میں تداعلی جسام لازم آ

اور وہ محتج ہے اور جہان شایع نے سونا چاندی یا موتی وغیرہ کی چیزیں جنت کے لیے بیان فرمائی ہیں سو وہ ان معدنیات کی قسم سے نہیں ہیں اور سمجھنا منظور تھا اس عالم کے لوگوں کو پس جنت میں جو چیزیں یہاں کے سونے یا چاندی یا موتی کے مشابہ کسی وصف میں تعین اُنکے سمجھانے کے واسطے اُن کو سونے چاندی یا موتی سے تعبیر کیا ہے ورنہ ظاہر ہے کہ سونا چاندی وغیرہ معدنیات یا عناصر کی چیزیں ابد الابد تک قیام پذیر نہیں ہو سکتیں بیشتی طرح طرح کی نعمتوں سے خوش و خرم رہیں گے اور دوزخی انواع انواع عذاب سے عذاب ہوا کریں گے۔

شرائط قیامت

قیامت کی سب شرطیں اور آخرت کے احوال جنکی مخبر صادق نے خبر دی ہے حق ہیں جیسے آفتاب کا مغرب سے نکلنا کہ توبہ کے دروازے بند ہو جائے گا دن ہے اور درجہ الارض کا ظہور کرنا اور یا جوج و ماجوج کا خروج کرنا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مسلمانوں کی مدد کے لیے آسمان سے اُترنا اور عین خسف کا واقع ہونا ایک مشرق میں ایک مغرب میں اور ایک جزیرہ عرب میں اور آسمانوں کا پھٹ جانا اور کاغذ کی طرح لپٹ جانا اور تار و ٹکا گر پڑنا اور اسرافیل کا صور پھونکنا ایک بار واسطے فنا کے اور دوبارہ واسطے زندہ ہونے کے اور باقی نہ رہنا سوائے واحد قہار کے یہ سب باتیں واقع ہونے والی ہیں۔

ایمان

ایمان حق تعالیٰ پر فرض ہے اور ادراک فرضیت کے لیے عقل کافی ہے اور تسبیح اسکی مؤید و موافق ہے اور ایمان تصدیق قلبی اور انقیاد و اقرار زبانی کو کہتے ہیں تصدیق بغیر انقیاد و اقرار کے مفید نہیں یعنی پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو اور جو چھ کہ وہ خدا کے پاس سے لائے ہیں اُسکو مان سے سچ جاننا اور مان لینا اور اُن کی پیغمبری کو دل سے قبول کرنا اور زبان سے اُسکا اقرار کرنا اور اُسکی گواہی دینا ایمان کہلاتا ہے اور اعمال ماہیت ایمان کا جز نہیں بلکہ منجملہ کمالات ایمان سے ہیں اسی واسطے انکا تارک دائرہ ایمان سے خارج نہیں ہوتا اور نیز اعمال میں کیفا اور کما دونوں طرح کی کمی بیشی پیدا ہوتی ہے جیسے فرض کو ادا کرنا حصول

کتاب فتح البیان
مشارع القرآن
جلد اول
صفحہ اول

اور اطمینان اور تمام آداب کی رعایت کے ساتھ افضل ہے کیفیت میں نفل سے بلکہ اس فرض سے بھی بدرجہا افضل ہے جو ناقص طور پر ادا ہو اور دو فرض ادا کرنا افضل ہے تعداد کی رو سے ایک فرض کے ادا کرنے سے اسی طرح تمام فرض اور اس کے ساتھ ساری سنتیں اور نفل ادا کرنا صرف فرض سے ہر طرح بہتر ہے اور ایمان میں کمی و زیادتی نہیں ہوتی اس لیے کہ اگر تصدیق نہیں ہے تو کومن نہیں ہے اور تصدیق عبارت ہے علم الیقین سے اس میں گنجائش گھٹنے بڑھنے کی نہیں نہ یہ کہ جو شخص اعمال کا زیادہ پابند ہے وہ زیادہ مؤمن ہے جو کتنا ہمارے وہ کم مؤمن ہے کیونکہ جب اعمال جزو ایمان نہیں تو اعمال کی کمی بیشی سے ایمان میں کمی بیشی نہیں ہو سکتی اور یہ بھی ایک معمولی سی سمجھ کا آدمی سمجھ سکتا ہے کہ ایمان اعتقاد کا نام ہے جو دل سے متعلق ہے اور اعمال اعضا کے کام ہیں اس لیے نہ اُن و دونوں سے کوئی حقیقت مرکب ہو سکتی ہے نہ ان میں سے ایک دوسرے کا جز ہو سکتا ہے اور متعلق ایمان میں کچھ تفاوت نہیں یعنی معتقدات کے لحاظ سے سب مسلمان برابر ہیں ایمان کے نیچے جن مسائل پر اعتقاد رکھنا ضروری ہے وہ سب کے لیے یکساں ہیں صحابہ اور تمام مسلمان اس لحاظ سے برابر ہیں کہ دونوں ایک ہی چیز یعنی توحید و نبوت کا اعتقاد رکھتے ہیں۔ اور ایمان و اسلام ایک چیز ہے دونوں میں تغائر نہیں اور اسلام ایمان کے ایک ہونے سے یہ مراد ہے کہ ایک دوسرے سے جدا نہیں ہو سکتا دونوں میں تلازم ہے جب ایک کسی پر صادق آئیگا تو دوسرا بھی بالضرور صادق آئیگا یہ نہیں ہو سکتا کہ کسی کی نسبت کہا جائے وہ مؤمن ہے اور مسلمان نہ ہو یا یہ کہا جائے کہ وہ مسلمان ہے اور حقیقت میں وہ مؤمن نہ ہو۔ اور ایمان درمیان بیم و امید کے ہے اور وقت سکرات موت کے جب آخرت کے احوال نظر آتے ہوں اس وقت کا ایمان لانا مقبول نہیں کیونکہ ایمان بالغیب چاہیے اور یہ ایمان بالغیب نہیں اور یہ کہنا چاہیے کہ میں مؤمن ہوں اگر اشد نے چاہا کیونکہ اس کہنے سے ایمان میں شک پایا جاتا ہے اور شک یقین میں روا نہیں اگرچہ یہ کلمہ تبرک اور تادب کے واسطے اور جہان کام خدائے تعالیٰ کی طرف حوالے کرنا ہوتا ہے وہاں بھی استعمال کرتے ہیں مگر ایمان کے ساتھ تبرک بھی اسکا استعمال درست نہیں اس لیے کہ موہم شک ہے ایمان پانچ قسم ہے (۱) ایمان مطبوع وہ ایمان ملائکہ کا ہے (۲) ایمان معصوم وہ انبیاء کا ایمان ہے

کو کہتے ہیں کہ اُس سے اظہار صدق دعویٰ نبوت مقصود ہوتا ہے کیونکہ مخالف کو خدا سے قتالی کی
 طرف سے ایسے امر بتانے کی قدرت نہیں ہوتی بلکہ وہ عاجز ہوتا ہے اور طریقہ ہدایت کا از طرف
 خدا سے غرور جل ہمیشہ ایسا ہی جاری رہا کہ ہر پیغمبر اور نبی اللہ کے زمانے میں جس علم اور عمل کی وجہ سے
 قوم کو ضلالت ہوئی تھی وہی معجزہ اُس نبی کو خاص کر عطا ہوا جیسے حضرت موسیٰؑ کو ابطل سحر کا معجزہ
 خواہ حضرت عیسیٰؑ کو شفا سے امراض کا علاج مثل برص حقیقی اور کور ماورزا کا اور ہمارے نبی کو نصاحت
 و بلاغت - اور بواسطہ آخر متواتر نسبت معجزات کے ہمارے حق میں اور بواسطہ حسن صحابہ کرام کے حق میں
 عقل حکم کرتی ہے کہ حضرت محمدؐ بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف بیشک رسول خدا ہیں
 جو خدا کی طرف سے پیغام امر و نبی اور وعدہ و وعید کالائے ہیں اور سب سے بڑا معجزہ اُن کا قرآن ہے
 جس کو اللہ تعالیٰ نے آپؐ پر وحی کیا تھا قرآن کی عبارت اتنی اعلیٰ درجے کی فصیح و بلیغ ہے کہ کوئی شخص
 فصحا سے عرب سے باوجود حد باندھے اور دشمنوں کی کثرت کے بھی کسی چھوٹی سی چھوٹی سورت کی
 مثل نہیں بنا سکا حالانکہ وہ لوگ فصاحت و بلاغت میں آنحضرتؐ سے کسی طرح کم نہ تھے کیونکہ جان کے آپؐ
 رہنے والے تھے وہیں کے وہ بھی بلکہ جمیع ہو کر بھی اُسکی مثل نہ بنا سکے باوجودیکہ اُنکو عار و لاکر کہا جاتا تھا
 فَأَنذَرْتُكُمْ نَارًا تَلَظَّى إِنَّ كُنتُمْ صَادِقِينَ یعنی قرآن کے کسی ٹکڑے کے مانند تم بھی بنا لاؤ اگر تم
 سچے ہو مقابلہ حروف سے مقابلہ سیوف اُن کے نزدیک آسان تھا۔ اور وعدہ انبیاء و رسل کا دلیل قطعی
 سے ثابت نہیں ہے پس ایمان لانے میں رسل اور انبیاء پر وعدہ کا لحاظ نہ کرنا چاہیے کہ کفر یہ نسبت بعض
 پیغمبروں کے اور اقرار نبوت بہ نسبت بعض کے کہ پیغمبر نہیں ہیں مائدہ نو پس عدد سے در گذر کر کے انبیاء
 میں سے وہ جن کا ذکر قرآن میں وارد ہوا یا متواتر حدیث سے ثابت ہوا بہ صراحت اُن کی نبوت پر
 اقرار کرنا چاہیے اور جکا ذکر متواترات میں نہیں ہے اُنکی نبوت سے نہ اقرار کرنا چاہیے نہ انکار اول
 انبیاء میں آدم علیہ السلام ہیں اور آخر سب کے حضرت سرور عالم محمدؐ بنی آدم محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور
 آنحضرتؐ خاتم پیغمبران ہیں بعد حضرتؑ کے کوئی پیغمبر نہ آیا اور نہ آئے گا شریک اُنکا نبوت میں اُن کے
 زمانے میں کوئی نہ تھا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نازل ہونگے وہ بعنوان رسالت نازل نہونگے بلکہ دین
 تمہاری کے تابع ہونگے اور اب وہ اپنے جسم عنصری کے ساتھ زندہ آسمان پر موجود ہیں جب اُن کو یہود نے
 قتل کرنا چاہا تو خدا نے اُنکے مشابہ ایک اور آدمی کو کر دیا اور اُن کو آسمان پر اٹھا لیا چنانچہ اللہ فرماتا ہے

وَقَوْلِهِمْ إِنَّا قَاتَلْنَا الْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ رَسُولَ اللَّهِ وَمَا صَلَبُوهُ وَلَكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ
یعنی یہود کا قول ہے کہ ہم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کہ پیغمبر اللہ کا تھا مار ڈالا اور حال یہ ہے کہ نہ
اسکو مارا ہے نہ سولی پر چڑھایا ہے لیکن وہی صورت بنگلی اُن کے آگے اور بعض کہتے ہیں کہ شبہ نہ ہم
سے یہ مراد نہیں کہ کسی اور شخص کی صورت حضرت عیسیٰ کی سی صورت ہو گئی مطلب یہ ہے کہ شبہ
قائل کیا اُن کے لیے وہ شبہ یہ تھا کہ جب حضرت عیسیٰ آسمان پر چڑھائے گئے تو سردارانِ یہود نے دانستہ ایک
غیر آدمی کو عوام کی دھوکا دہی کی غرض سے سولی دیدی اور آنحضرتؐ نے فرمایا ہے کہ وہ زندہ میں قیامت
کے قریب زمین پر اترینگے اور دجال کو قتل کریں گے اسکے بعد خدا انکو موت دیگا۔

عصمت انبیاء و تفصیل انبیاء

عصمت شرط نبوت ہے اور طاع ہونا اُنکا لوازم نبوت سے ہے اور ظاہر ہے کہ بشر میں سے شخص
باین صفات متصف ہوگا اس شخص سے جس میں یہ صفات نہ ہوں افضل ہوگا لہذا انبیاء و رسل افضل
خلاق ہیں اور خدا کے نزدیک محبوب ترین خلاق ہیں اور سوائے نبی کے کوئی کسی وقت میں اذوق
درجہ پیغمبر کو نہیں پہنچ سکتا پس تمام نبی نوع انسان سے کوئی شخص انبیاء کے مرتبہ
کو نہیں پہنچ سکتا۔ البتہ انبیاء آپس میں فاضل و مفضول ہیں یعنی بعضوں کا مرتبہ

انصاف و انصافیت
انصافیت کے معنی میں انصاف ہے
بعض کے نزدیک عصمت بندتِ نبوت کے
معنی میں ہے اور جو اس شخص کے
عصمت سے قطعی طور پر نہ کہنے والے کے
پیکر کے ترک کرنے اور دانا جب کے
عصمت کے ترک کرنے اور دانا جب کے
عصمت کے ترک کرنے اور دانا جب کے
عصمت کے ترک کرنے اور دانا جب کے

انصاف و انصافیت
انصافیت کے معنی میں انصاف ہے
بعض کے نزدیک عصمت بندتِ نبوت کے
معنی میں ہے اور جو اس شخص کے
عصمت سے قطعی طور پر نہ کہنے والے کے
پیکر کے ترک کرنے اور دانا جب کے
عصمت کے ترک کرنے اور دانا جب کے
عصمت کے ترک کرنے اور دانا جب کے
عصمت کے ترک کرنے اور دانا جب کے

انصاف و انصافیت
انصافیت کے معنی میں انصاف ہے
بعض کے نزدیک عصمت بندتِ نبوت کے
معنی میں ہے اور جو اس شخص کے
عصمت سے قطعی طور پر نہ کہنے والے کے
پیکر کے ترک کرنے اور دانا جب کے
عصمت کے ترک کرنے اور دانا جب کے
عصمت کے ترک کرنے اور دانا جب کے
عصمت کے ترک کرنے اور دانا جب کے

عصمت انبیاء و رسل
عصمت انبیاء و رسل
عصمت انبیاء و رسل
عصمت انبیاء و رسل

بعضوں سے زیادہ ہے مگر یہ تحقیق نہیں کہ کون پیغمبران پیغمبروں میں بڑے رہتے والا ہے اور کون مرتبے میں کم ہے البتہ ہمارے پیغمبر سب انبیاء علیہم السلام سے افضل ہیں نبوت اُن کی ثابست ہوئی ہے اور خود انھوں نے اپنی فضیلت کی خبر دی ہے اور بر خلافت اور انبیاء و مرسلین کے وہ سب خلق کی طرف بھیجے گئے ہیں اُن کی دعوت تمام ممالک کے بنی آدم اور جنوں کو عام ہے مگر بشت اولیٰ عرب کے انس و جن کی طرف ہے اور اُن کے ذریعے سے دوسرے ملکوں تک رسالت پہنچی اس لیے کتاب آپ پر عربی زبان میں مذاق اہل عرب کے موافق نازل ہوئی تاکہ اُنکے ذریعہ سے اس کلام پاک کے دقائق اور معانی اور حکام سلسلہ پسلسہ اور ممالک میں پہنچ جائیں اگر ہر قوم کے لغت کی رعایت رکھی جاتی تو اختلاف اور تحریف اور کمی بیشی اس حد تک اُس کتاب میں ہو جاتی کہ اصل مطلب کا سمجھنا دشوار ہو جاتا اور چنانچہ ایسی کتاب نازل ہوئی وہ بھی ہر قوم کے لغات و معانی بلکہ مخارج حروف و لہجہ نہیں جانتے تھے پس کلام مجہول اللفظ والمعنی کو کس طرح اُن لوگوں تک پہنچا سکتے اور وحی میں رویت فرشتے کی شرط نہیں ہے اور وحی نبی کا خاصہ ہے۔ اور سب پیغمبر کا حکم پہنچانے میں سچے ہیں اور جو امر وحی کرتے ہیں خدا کی طرف سے کرتے ہیں نہ اپنے دل سے اور سیانیا پیغمبری پانے سے آگے بھی اور پیغمبری پانے کے پیچھے بھی اصلی اور طبعی کفر اور گمراہی سے پاک اور محفوظ ہیں اور کبائر بھی انبیاء سے بعد نبوت عمداً صادر نہیں ہوتے اور سہواً گناہ کبیرہ سے بھی معصوم مطلق ہیں کیونکہ ہم لوگ اُنکی اقتدا کے ساتھ مامور ہیں جو کہ اُن سے قول و فعل صادر ہو پس اُن سے کیونکر وہ چیز واقع ہوگی جو ناشائستہ ہو اور ہم اُنکی اقتدا کے ساتھ حکم کئے جائیں اور جو صغیرہ ایسے ہیں کہ اُن سے نفرت پیدا ہوتی ہے اور ذلیلہ پن پایا جاتا ہے وہ انبیاء نہ عمداً سرزد ہوتے ہیں اور نہ سہواً ہر طرح معصوم ہیں البتہ جو صغیرہ ایسے نہیں ہیں وہ انبیاء سہواً ممکن الوقوع ہیں مگر اپنی خطا پرچہ نہیں رہتے اُنکو غیب سے تنبیہ ہو جاتی ہے ہاں اتنا ضرور ہے کہ جو سبہ و نشیان اُن اقوال میں جو خبر دینے اور احکام الہی اور شرائط کے پہنچانے سے تعلق رکھتے ہیں جائز نہیں کیونکہ واقعہ کے خلاف خبر دینا کذب ہے اور کذب سے انبیاء کی عصمت واجب ہے اس لیے کہ کذب کی وجہ سے اُنکی خبروں سے وثوق اٹھ جائیگا مگر جس بات کا کہ حق تعالیٰ نسخ چاہتا ہے اُسکو فراموش کر دیتا ہے اور یہ جائز ہے کہ انبیاء کسی کاربہا کا قصد کریں اور اتفاقی طور پر عصمت ہو جائے۔ اور انبیاء کی اس لغزش کو

شرکت کئے ہیں اور جن جن انبیاء سے زلات سرزد ہوئے ہیں سب معاف کر دئے گئے ہیں اور نیز انبیاء منہ
ہیں اصل فطرت میں اخلاق رذیلہ سے مثل عجب و وحسد اور حقد اور جبن اور مکر وغیرہ کے اس لیے کہ
رواٹل اخلاق معاصی قلب میں جو معاصی اعضا سے بدتر ہیں۔ اصل فطرت انبیاء علیہم السلام کی ایسے
مادہ فاضلہ اور جوہر علیا سے واقع ہوئی ہے کہ صدر ایسے معاصی کا چہر عام مکلفین کی نسبت وعید وار دہے
ناممکن ہے اور عطا ہوتا ایسے مادہ فاضلہ اور جوہر علیا کا امر وہی ہے اصل فطرت میں نہ کسب و نہ کوئی
نوع بشر سے جالہ کتاب ترقی کرتے ہوئے مدارج کمال میں ان کے رہنے کو پہنچتا۔

معراج

معراج محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بیداری میں صبح اور جب مقدس کے مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک اور
وہاں سے آسمان تک پھر جا۔ خداے تعالیٰ نے چاہا حق ہے مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ یعنی بیت المقدس تک
جانا قرآن سے ثابت ہے۔ سرے اور اہل باق سموات سے گزرنے میں احادیث صحیحہ صریحہ مشہورہ
وارد ہیں انکار اسکا گراہی و فسق ہے اور آگے اس سے جانا اور عجاibat طرح طرح کے مشاہدہ کرنا
احادیث آحاد سے ثابت ہے انکار اس کا موجب محرومی ثواب اور درجات اخروی ہے اور معراج
آسمانوں کے اوپر مخصوص ہے واسطے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اور لیجانا حضرت یسعی علیہ السلام کا
آسمانوں کے اوپر اُن کے حکم توفی میں تھا۔

اہل بیت تفضیل صحابہ

اہل بیت سے مقصود حضرت کی اولاد اور بیبایان ہیں اور امام حسن و حسینؑ بھی اہل بیت میں سے ہیں
اور چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت سلی کو معاشرت و ملازمت رہی ہے اس لیے وہ بھی
ان میں سے ہیں اور حضرت کے اصحاب سیامت سے بہتر اور افضل ہیں و خلفاء اربعہ سب اصحاب سے
افضل ہیں اور ان کی افضلیت بترتیب خلافت ہے یعنی پہلے ابو بکر صدیق پھر حضرت عمر فاروق پھر
حضرت عثمانؓ ذی النورین پھر حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہم جمعین افضل ہیں اور فضیلت کے

کلمہ اللہ
نصرت الانبیاء
ذات جلال و کبریا
اس کے لئے ہیں کہ مکلفین کے فروع سے شریعت میں
کلام کو سنا کے فروع میں علم منہ و کلام
کلام مرد ہو جائے اور فروع میں علم منہ و کلام
ثانی ہیں جو معنی ذات کے بیان
کے ہیں وہ اس کو بیان
میں ہیں کہ معنی ذات کے بیان
ارادہ اس کو بیان
کلمہ اللہ
ذات جلال و کبریا
نصرت الانبیاء
ذات جلال و کبریا
اس کے لئے ہیں کہ مکلفین کے فروع سے شریعت میں
کلام کو سنا کے فروع میں علم منہ و کلام
کلام مرد ہو جائے اور فروع میں علم منہ و کلام
ثانی ہیں جو معنی ذات کے بیان
کے ہیں وہ اس کو بیان
میں ہیں کہ معنی ذات کے بیان
ارادہ اس کو بیان
کلمہ اللہ
ذات جلال و کبریا
نصرت الانبیاء
ذات جلال و کبریا
اس کے لئے ہیں کہ مکلفین کے فروع سے شریعت میں
کلام کو سنا کے فروع میں علم منہ و کلام
کلام مرد ہو جائے اور فروع میں علم منہ و کلام
ثانی ہیں جو معنی ذات کے بیان
کے ہیں وہ اس کو بیان
میں ہیں کہ معنی ذات کے بیان
ارادہ اس کو بیان

یہاں سے عند اللہ زیادتی ثواب کے لیے جاتے ہیں اور کسی دوسری وجہ کی تفضیل مثلاً کثرت علم و شرف نسب و شجاعت و مروت وغیرہ جنگ و عرف میں فضیلت سمجھتے ہیں یہاں مقصود نہیں پس جس کو کثرت ثواب کی وجہ سے تفضیل حاصل ہو اُس کے لیے یہ بات منقصت کا موجب نہیں ہے کہ غیر مختص اُس سے کسی دوسری قسم کی صفت غنی میں زیادہ ہو مثلاً کوئی صحابی کثرت روایت میں حضرت ابوبکر سے زیادہ ہو تو اس فضل جزی سے اُن کے فضل کلی میں نقصان نہیں آتا کیونکہ من جمیع الوجہ ایک صحابی کی تفضیل دوسرے صحابی پر محال ہے اس لیے کہ تفضیل حضرت علی کی جہاد سیفی اور انی اور فن قضا اور ہاشمیت خصوصاً زوجیت بتول میں صدیق اکبر پر قطعی ہے پس مراد تفضیل یہ ہے کہ جس کو نبی کے ساتھ زیادہ مشابہت تھی ریاست امت کے معاملے اور دین کی محافظت اور فتنہ و فساد کے مٹانے اور احکام شریعت کے جاری کرنے اور ملکوں میں اسلام پھیلانے اور حدود و تغیرات قائم کرنے میں کہ یہ باتیں ثواب کی بہن وہ افضل ہے اور خلفائے اربعہ

و عبد الرحمن بن عوف و سعد بن ابی وقاص و سعید بن زید و عبیدہ بن جراح صحابہ میں افضل ہیں بعد عشرہ مبشرہ کے اُن صحابہ کو فضیلت حاصل ہے جو جنگ بدر میں شریک ہوئے اور بعد ان کے اُن صحابہ کو فضیلت ہے جو جنگ احد میں شریک ہوئے اور بعد اہل احد کے اہل بیعت رضوان کو فضیلت ہے اور عشرہ مبشرہ اور بی بی فاطمہ اور خدیجہ اور عایشہ اور حسن و حسین رضی اللہ عنہم جتنی ہیں اور اسلام میں اُن کا مرتبہ اعلیٰ ہے اور بی بی فاطمہ سردار ہیں سب بہشت کی عورتوں کی اور حسن و حسین سردار ہیں جوانانِ اہل بہشت کے اور ابوطالب حالت کفر پر مرے اور جناب رسالت مآب کے اہل بیت گناہوں کے صدور سے محفوظ تھے معصوم نہ تھے عصمت انبیاء سے خصوصیت رکھتی ہے اور ان بزرگوں کا حال دوسرے مجتہدین کا سا ہے کہ اپنے اجتہادات میں مصیب بھی ہوتے ہیں اور مخفی بھی اور جس طرح انبیاء سے زلات سرزد ہوئے ہیں ان سے بھی سرزد ہوئے ہیں اور وہ یہ ہے کہ ایسے امور اُن سے بھول چوک کر واقع ہو جاتے ہیں جو اُن کے مراتب کے خلاف ہیں نظیر اسکی یہ ہے کہ جب حضرت صدیق نے حضرت فاطمہ زہرا کی مرضی کے موافق باغ فدک تقسیم کیا تو وہ اپنے ناخوش ہو گئیں اور حضرت ابوبکر سے ترک کلام کر دیا اور برابر ترک کلام کہے رہیں یہاں تک کہ اُن کی وفات ہو گئی یہ بی بی صاحبہ کی طرف سے زلت واقع ہوئی جس میں کسی قسم کا گناہ نہیں ہے بلکہ

۱۱
۱۵
۱۶
۱۷
۱۸
۱۹
۲۰
۲۱
۲۲
۲۳
۲۴
۲۵
۲۶
۲۷
۲۸
۲۹
۳۰
۳۱
۳۲
۳۳
۳۴
۳۵
۳۶
۳۷
۳۸
۳۹
۴۰
۴۱
۴۲
۴۳
۴۴
۴۵
۴۶
۴۷
۴۸
۴۹
۵۰
۵۱
۵۲
۵۳
۵۴
۵۵
۵۶
۵۷
۵۸
۵۹
۶۰
۶۱
۶۲
۶۳
۶۴
۶۵
۶۶
۶۷
۶۸
۶۹
۷۰
۷۱
۷۲
۷۳
۷۴
۷۵
۷۶
۷۷
۷۸
۷۹
۸۰
۸۱
۸۲
۸۳
۸۴
۸۵
۸۶
۸۷
۸۸
۸۹
۹۰
۹۱
۹۲
۹۳
۹۴
۹۵
۹۶
۹۷
۹۸
۹۹
۱۰۰

خلافت

خلافت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تیس برس تک رہی بعد اُسکے بادشاہت اور سرداری ہو گئی حضرت ابوبکر کی مدت خلافت دو برس اور چار مہینے اور حضرت عمرؓ کی دس برس اور چھ مہینے اور حضرت عثمانؓ کی بارہ برس چند روز کم اور حضرت علیؓ کی چار برس اور نو مہینے ہے اس حساب سے خلافت چاروں خلفاء کی انتہائیں برس اور سات مہینے میں تمام ہوتی ہے اور پانچ مہینے جو باقی رہے اُن میں حضرت امام حسن خلیفہ رہے پس یہ بھی خلفاء میں سے ہوئے اور یہ خلافت راشدہ ہے کہ نبوت کے طور پر ہے اور رسول علیہ السلام کی نیابت ہے جب خلافت راشدہ کا زمانہ گزر چکا اور حکومت والامت کا دور شروع ہو گیا تو حضرت امام حسنؑ نے معاویہ سے جو برس نزاع تھے صلح کر لی اور خلافت سے کنارہ کش ہو گئے پس یہ صلح امام حسن کی مقبول تھی اور معاویہ اسلام کے پہلے بادشاہ تھے۔ اور امام حسینؑ کا خروج خلافت راشدہ کے دعوے کے ساتھ تھا بلکہ وہ رعایا کو یزید کے بوجہ ظلم سے بچانے کے لیے گئے تھے تاکہ اُسکا تسلط جیسے نہ پائے کیونکہ ابھی تک اُسکا پورا پورا تسلط نہیں ہوئے پایا تھا اور اہل مکہ و مدینہ و کوفہ نے بھی اُس سے برضا و رغبت بیعت نہ کی تھی اور حدیث میں جو آیا ہے کہ بادشاہ ظالم سے تعرض نہ کرنا چاہیے یہ اُس صورت میں ہے کہ اُسکی سلطنت بلا مزاحمت و منازعت جم چکی ہو۔ اور خلفائے راشدین کے بعد سلاطین اسلام پر لفظ خلفاء کا استعمال مجاز آہے اور خلفائے اربعہ کی خلافت کا ثبوت نہایت بدیہی ہے۔ جبکہ مفہوم خلیفہ کا اور اُس کی شرطیں ذہن میں تصور کریں اور چاروں خلیفہ کی سوانح عمری اور احوال تاریخی پر نظر ڈالیں تو عقل البدایت حکم کرتی ہے کہ اُن میں خلافت کی شرطیں نیابت ہیں اگر خلافت کے ثبوت کا خفا ان میں کچھ ہے تو وہ دوسرے معانی کی وجہ سے ہے جو مفہوم خلافت میں مان لیے گئے ہیں جبے شیعہ عصمت اور وحی باطنی امام میں ہونا شرط کرتے ہیں ورنہ یہ مسلمان بھی تھے عاقل بھی تھے بالغ بھی تھے آزاد بھی تھے مرد بھی تھے اعضا

محققین اہل سنت
خلافت خاصہ شیعہ جبرائیل اور سابق الاسلام
روای مسلمین کے معنوں میں لیا ہے اور
خلافت عامہ بھی خلافت عامہ کے معنی میں
ایمان سوائے حضرت علیؓ کے ثابت نہیں اور
لفظ امامت بھی خلافت عامہ کے معنی میں
استعمال پاتا ہے اور یہ تو نہ ایسی امامت
ادہ خلافت کے لیے علم کے جاری ہونے کے
بلکہ امامت کے لیے علم کے جاری ہونے کے
مفسر اور امام حسنؑ میں یہ تفہیم ہے
اور باقی امام حسنؑ میں یہ تفہیم ہے
جو نہ تمام

علوم دینی اور
برائت باطنی اور
ارشاد و تفسیر
پیش کی گئی ہے
واسطے امام
بین راس و کلام
کہ امامت خلافت
کے معنی میں ہے
دعا و دعاوی
ہے کیونکہ امامت
پہلے خلافت کے
پہلے کہ امامت
شرط ہے اور
بھی امامت کے
معنی بادشاہت اور
برائت کے لیے ہیں
ایک کہ بادشاہ اگرچہ
ایک کہ امامت کیلئے
پہلے کہ امامت کے
معنی بادشاہت اور
برائت کے لیے ہیں

بھی ان کے درست تھے قریش بھی حق مجتہد بھی تھے اور انھوں نے کافروں سے جہاد بھی کئے
بلادروم و عجم کو انھوں نے تسخیر کیا ہے اور خلافت کے لیے اسی قدر کافی ہے اور جس قدر مخالفین
نے اُن پر افترا کیا ہے اور عیب لگائے ہیں اُس کا مرجع امر مختلف فیہ ہے جسے سوائے اُن کے
اور مسلمان صحیح نہیں جانتے ہیں۔

اصحابہ پر طعن نکرنا چاہیے

اگرچہ بڑے بڑے صحابہ و ائمہ انساہون کے صدور سے محفوظ تھے مگر یہ نہ تھا کہ تمام صحابہ میں سے
کوئی بھی قابل طعن نہو اس لیے کہ بعض صحابہ سے شراب خوری ثابت ہوئی ہے اور جناب سرور کائنات
نے امیر مدباسی کی ہے اور مسطح بن اثاثہ اور حسان بن ثابت سے بی بی عائشہ تہمت زنا ثابت ہو
اور امیر مدجاری کی گئی اور باعرا سلمیٰ بنے زنا کیا اور سنگسار کئے گئے مگر تا ضرور ہے کہ وہ جو صحت
خیر البشر کے اُن کی خطائیں قابل گرفت نہیں دیکھو اللہ پاک نے حضرت آدمؑ کے حق میں کہا ہے
وَ غَضَّ اَدَمَ رَبُّهُ فَعَوٰی یعنی آدمؑ نے اپنے رب کی نافرمانی کی اور گمراہ ہو گیا اور حضرت یونسؑ کی
شان میں کہا وَ هُوَ الْمَلِيْمُ یعنی وہ ملامت میں پڑا ہوا تھا باوجود اسکے حضرت آدمؑ کو گناہگار اور
گمراہ کہنا کفر ہے اور حضرت یونسؑ کے حق میں لفظ مَلِيْمٌ استعمال کرنا ناجائز اس وجہ سے امتیون
کو مناسب ہے کہ صحابہ کے حق میں کلمہ خیر کے سوا کچھ نہ کہیں اگر کچھ برخلاف خیر و خوبی کے منقول نہیں ہے
چشم پوشی کریں کیونکہ صحابہ و مجتہدین رسول کے بڑا کہنے میں اگر دلائل قطعی کی مخالفت ہے تو کفر ہے
جیسے بی بی عائشہ پر زنا کی تہمت کرنا اس لیے کہ خدا تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں اس عیب سے
اُن کی بریت بیان کر دی ہے اور اگر دلائل قطعی کا خلاف نہ تو یہ گناہ کبیرہ ہے پس کسی صحابی پر
لعنت نکرنا چاہیے نہایت کار کسی صحابی کا خلیفہ برحق سے بغاوت اور اسپر خروج ہو گا تو یہ کتاب
کبیرہ ہے اور مرتکب کبیرہ قابل لعن نہیں قرابت داران رسولؐ نے اپنے دشمنوں کی تکفیر کب
کی جو اوروں کو کرنا چاہتے اور نفرت جو انکو مخالفین سے تھی یہ بوجہ نزاع اور جنگ و جدل کے
پیدا ہو گئی تھی مگر ایمان و اسلام میں اُن کے کسی طرح کا کلام نہ تھا اللہ تعالیٰ نے لعنت کے
فضول کام سے اپنے بندوں کو معاف رکھا ہے اس لیے کہ اگر کوئی عمر بھر ابلیس پر لعنت نکرے تو اس سے
تواست کو سوال نہ ہو گا کہ تو نے لعنت کیوں نہیں کی اور لعنت کرنے کی صورت میں تو سوال کا اندیشہ ہے

۱۲

مذکور کسی کا قتل یا بھرتی گناہ کبیرہ ہے کفر نہیں تو یہ سے کفر بھی مغفور ہے تو گناہ کبیرہ بدرجہ اولیٰ معاف ہو سکتا ہے دیکھو وحشی نے حمزہ عم رسول علیہ السلام کو قتل کیا اور جب وہ مسلمان ہو گیا تو وہ ستم گشت نہ رہا گناہ معاف ہو گیا پس گناہگار مسلمان کو بڑا کئے سے زبان روکنا چاہیے کیا عجب کہ اللہ نے اُسے توفیق تو یہ دی اور سن خاتمہ نصیب کیا ہو۔

تکفیر اہل قبلہ

اہل قبلہ کو جو مسلمانوں کے قبلے کی طرف نماز پڑھتے ہیں اور قرآن و حدیث کے ساتھ تمسک کرتے ہیں اور شہادتین کی تصدیق و اقرار کرتے ہیں کافر کہنا نہ چاہیے جب تک کہ کوئی قول و فعل کفر کا ان سے صریحاً نہ پایا جائے جیسے معاہدہ کا یا خدا سے تعالیٰ کے وجود کا یا نبی کا یا اور ضروریات دین کا انکار کرنا اور کفر کا التزام کفر ہے اسکا لزوم کفر نہیں۔ اگر مدلول نص کو مدلول نص اعتقاد کر کے بے تاویل انکار کرے اور کہے کہ ہر چند نص وارد ہے مگر میں اس بات کو قبول نہیں کرتا یہ کفر کا التزام ہے اور اگر نص کو تاویل کر کے اگرچہ وہ تاویل حقیقت میں صحیح ہو مدلول ظاہر کو نہ مانے تو یہ لزوم کفر ہے کیا تم نہیں دیکھتے ہو کہ جب کسی حکم مخصوص کا جو نص قطعی ثابت ہے تاویل باطل کے ساتھ انکار کرتے ہیں تو کفر لازم نہیں آتا سو یہی حال شیعہ کا ہے کہ وہ دین محمدی کو حق جانکر ایمان لائے ہیں اور انھوں نے اس اجماع سے جو خلفائے ثلاثہ کی خلافت پر ہوا ہے اجماع سمجھ کر انکار نہیں کیا ہے بلکہ ایک شہدائے دل میں پیدا ہو گیا ہے جس سے اجماع کے منکر ہیں اور وہ شبہہ یہ ہے کہ علی مرتضیٰ نے بسبب تقیہ کے خلفائے ثلاثہ سے بیعت کی تھی اور حقیقت میں ان کے خلیفہ برحق ہونے کے معتقد نہ تھے پس دراصل اجماع منعقد نہیں ہوا تھا اگرچہ یہ شبہہ باطل ہے مگر ان کے عندیے میں تو صحیح ہے اس لیے تکفیر سے روکتا ہے پس اس طرح کی باتیں بدعت ہیں کہ تاویل سے صادر ہوئی ہیں اور ایمان سے عدم تکفیر خواہج کا بھی جزو ظاہر ہوتا ہے اور یہ جو حضرت علی اللہ علیہ وسلم نے ان کے حق میں فرمایا ہے یمروا من الدین کما یمروا من اللہ من الرہبۃ یعنی دین سے ایسے نکل جاؤ گے جیسے ترشکار زمین سے اس سے مذکور نکل جانا امام برحق کی اطاعت سے ہے اور حقیقت میں اسلام سے نکل جانا مراد نہیں اور عموماً صواب اور خصوصاً

شیخین کو بڑا کتنا کفر نہیں فسق ہے اس لیے کہ مسلمان کو بڑا کتنا فسق ہے اور صحابہ اور دوسرے مسلمان اس حکم میں برابر ہیں بالفرض اگر کوئی مسلمان خلفائے راشدین میں سے کسی کو قتل کر ڈالے تو بھی وہ دائرہ اسلام سے خارج نہیں ہوتا اور ظاہر ہے کہ بڑا کتنا قتل سے کتر ہے ہاں معاصی کا حلال جاننا کفر ہے جس طرح ترک صلوة کفر نہیں بلکہ ترک کو حلال جاننا کفر ہے۔ تکفیر شیعہ ہمارے ائمہ متقدمین کی رائے نہیں ہے افواہ متاخرین میں پھیل گئی ہے۔ امر متفق اور قول متفق بہ و مرجح یہ ہے کہ جو شیعہ منکر ضروریات دین الہیہ وہ کافر ہیں شرکت ان کے ساتھ مثل شرکت اسلام کے جائز نہیں اور جو ایسے نہوں کو صحابہ کو بڑا کہتے ہوں وہ فاسق ہیں کافر نہیں اور یہ جو امام ابو حنیفہ و امام شافعی سے مروی ہے کہ شیعہ کے پیچھے نماز ناجائز ہے سو یہ بات اُنکے کفر کی وجہ سے نہیں بلکہ اہل سنت کو ان کی اقتداء سے روکا ہے کیونکہ اُنکی بدعت نے زور پکڑا تو ان کے ایمان میں شبہ پیدا ہوا پس اہل سنت کو حکم دیا کہ ان کے پیچھے نماز خراب ہو گئی اور ائمہ محدثین نے اس پر رد کیا ہے۔

کرامات اولیا

کرامات اولیا راشدہ کی حق ہے اور کرامت ایسے فعل خارق عادت کو کہتے ہیں جو نہ دعویٰ نبوت کے ساتھ مقرون ہو اور نہ کفار کے مقابلے میں واقع ہوا اور جس شخص سے کرامت صادر ہو وہ اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کا علوت ہو بقدر طاقت بشری اور نشانی اسکی یہ ہے کہ زہد اور تقویٰ اختیار کرے اور یاد حق میں ہمیشہ مشغول رہے خلاف طریقت و سنت نبوی کے کوئی کام نہ کرے احتما و اسکا خدا پر ہوا سوئی اللہ سے بالکل قطع تعلق کیا ہوا، عشق و محبت نے اُسکے ظاہر و باطن میں سرایت کیا ہو بالجملہ ولی کے واسطے طاعت پر مواظبت شرط ہے اسی مواظبت کو عرف میں اتہامت کہتے ہیں پس اگر وہیں پرستیم نہوگا اور اُس سے کوئی خرق عادت صادر ہو تو وہ کرامت نہیں بلکہ استدراج اور مکر اللہ ہے اور حق تعالیٰ جب چاہتا ہے ولی سے کوئی بات کرامت کی کروا دیتا ہے ہر وقت اُس سے کرامت ظاہر نہیں ہوتی اور یہی معنی ہیں خرق عادت کے اگر ہر وقت اُس سے کرامت ہوا کرتی تو علت ہو جاتی خرق عادت نام نہ رہتا اور خرق عادت کی بہت سی قسمیں ہیں جیسے کسی پوشیدہ بات کا ظاہر کرنا اور ظاہر کا پوشیدہ کر دینا اور دعا کا قبول ہو جانا اور مسافت بیدہ کا تھوڑے سے عرصے میں طے کر لینا اور دعا طلب چیزوں پر مطلع ہونا اور اُن کی خبر بیان کرنا

دیکھو جلال الرازی ص ۱۲۱ دیکھو فتاویٰ مولانا ابوالحسن علی دہلوی ج ۱ ص ۱۰۵ دیکھو فتاویٰ مولانا ابوالحسن علی دہلوی ج ۱ ص ۱۰۵ دیکھو فتاویٰ مولانا ابوالحسن علی دہلوی ج ۱ ص ۱۰۵

اور ایک وقت میں مختلف مقابون میں ظاہر ہونا اور حیوانات و نباتات و جمادات کا کلام سننا اور رکھانے پینے کی چیزوں کا حاجت کے وقت بلا سبب بہم پہنچا دینا اور پانی پر چلنا اور ہوا میں اڑنا اور ایسی طاقت کا ظاہر کرنا جو قوت بشری سے باہر ہو۔ اور کرامات اولیائے کتبہ کے واسطے معجزہ شمار کی جاتی ہیں کیونکہ پیرو لوگوں سے ایسے امور کا ظاہر ہونا اس نبی کی صداقت کے لیے دلیل ہیں ہے۔

دلی نبی کے رتبے کو نہیں پہنچتا

کوئی دلی نبی کے مرتبے کو اللہ تعالیٰ سے قریب و راہ کے نزدیک فضل و کرامت میں نہیں پہنچتا کیونکہ دلی کے لیے پیغمبر پر ایمان لانا فرض ہے اور ولی مامون العافیۃ نہیں اور پیغمبر خوت خاتمہ سے بری ہے اور معصوم ہے اور ولی کا نفس بالذات معصوم نہیں البتہ محافظت کرنے سے بُرے کاموں سے بچتا رہتا ہے اور پیغمبر کے پاس وحی آتی ہے فرشتوں کا مشاہدہ کرتا ہے اور لوگوں کے پاس پیغام پہنچانے کے لیے مامور ہے بخلاف ولی کے بلکہ اس پر تو دلیل کی بھی ضرورت نہیں اس لیے کہ اولیاء کو مرتبہ ولایت اللہ کی اطاعت سے حاصل ہوتا ہے اور انبیاء کی اطاعت بھی میں اللہ کی اطاعت ہے چنانچہ قرآن میں خود اللہ فرماتا ہے مَنْ يُطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ۔

تکالیف شرعی عاقل و بالغ سے ساقط نہیں ہوتیں

کوئی آدمی اس مرتبے کو نہیں پہنچتا کہ احکام دینی اور تکالیف شرعی اس سے ساقط ہو جائیں بشرطیکہ عاقل و بالغ ہو خواہ کوئی نبی یا ولی ہو یا مومن صلح ہو یا کوئی اور ہو کسی سے بے عذر شرعی احکام شرعی معاف نہیں جس طرح ادیب پر فرض واجب ہیں اسی طرح ولی نبی پر بھی کیونکہ جس قدر خطابات تکلیف شرعی میں وارد ہیں سب عام ہیں کسی کی اس میں خصوصیت نہیں۔

نصوص شرعی ظاہر پر محمول ہیں

آیات قرآن و احادیث کا ظاہر پر محمول ہونا ضرور ہے کیونکہ سب ظاہر قرآن و حدیث کے ساتھ مکلف ہیں مگر جس کا کہ ظاہر سے پھیرنا بتواتر ثابت ہوا ہو اسکی تاویل چاہیے اسکے سوا جائز نہیں

شیعہ باطنیہ کہتے ہیں کہ کتاب و سنت میں وضو اور نیکم اور نماز اور روزہ اور زکوہ اور حج اور بشت اور روزہ اور قیامت وغیرہ کی نسبت جو کچھ وارد ہوا ہے وہ ظاہر پر محمول نہیں سب کے اور ہی
 معنی ہیں اور جو معنی لغت سے مفہوم ہوتے ہیں وہ شائع کی مراد نہیں مثلاً حج سے مراد امام کے پاس
 پہنچنا ہے اور روزے سے مذہب کا مخفی رکھنا اور نماز سے مراد امام کی فرمان برداری وغیرہ وغیرہ۔
 مصباح الہدایت میں لکھا ہے کہ صوفیہ کے ساتھ چھوٹی مشابہت رکھنے والی ایک جماعت ہے جو
 باطنیہ اور مباحیہ کہلاتے ہیں یہ کہتے ہیں کہ حکام شرعی کی پابندی عوام کے لیے ہے جو اشیاء کی
 ظاہری باتوں کے سوا کچھ نہیں سمجھتے یا ریکیوں اور حقائق و دقائق سے نا بلد ہیں۔ خواص اور اہل
 طریقت کی سمجھ عالی ہے انکے لیے رسوم ظاہری کی قید ضرور نہیں اسی لیے انھوں نے کہا ہے کہ قرآن
 و احادیث کے معانی یہ نہیں ہیں جو الفاظ کی ظاہر و دالات سے سمجھے جاتے ہیں بلکہ قرآن کو اللہ
 اور اللہ کے رسول اور اولیاء اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا مثلاً اَقِمُّوا الصَّلَاةَ کے یہ معنی نہیں
 کہ نماز پڑھو بلکہ نماز مناجات ہے اللہ تعالیٰ سے حضور قلبی کے ساتھ اور یہ قیام وقوع و محض بیکار ہے
 اور روزے کی اصل یہ ہے کہ نفس کو اسکی خواہشوں کے پورا کرنے سے روکے اور زکوٰۃ کی اصل
 یہ ہے کہ مال کی محبت یک قلم دل سے نکال ڈالے اور حج کی اصل سیر ہے اللہ تعالیٰ کی طرف
 اور مناسک کی اصل سیر ہے اللہ میں اور اُس میں خیال جانا وغیرہ وغیرہ یہ سب لمداۃ باتین
 اصل شرع کی ہادہ ہیں بلکہ اُن سے دراصل نبی علیہ السلام کی تکذیب ہوتی ہے۔ اور مدار شرع کا
 احکام ظاہری اور تکالیف خارجی پر ہے اگر باطنی طریقوں اور تلقین کا اعتبار کیا جائے تو یہ سب
 باتیں بیکار ہوئی جاتی ہیں سب کا دار و مدار شیون قلبی پر اگر ٹھہرتا ہے اور اس سے شریعت کا
 باطل کرنا ہے دوسرے جب قرآن کے معانی اللہ اور رسول اور اولیاء اللہ اور علمائے فرقہ
 باطنیہ کے سوا اور کوئی نہیں سمجھتا تو پھر تمام خلق کے لیے قرآن کا بھیجنا انوار بیکار ٹھہرتا ہے
 حالانکہ قرآن کے نزول سے مقصود ہدایت ہے ہاں جو حقائق اور دقائق قرآن محققین یا باب
 سلوک سمجھتے ہیں حق ہیں لیکن وہ ظاہری معنی کا انکار نہیں کرتے بلکہ انکو مانکر پھر اور دقائق
 نکالتے ہیں کہ ظاہری مرادات سے منطبق ہوتے ہیں اور اُن کو اللہ تعالیٰ نے قرآن میں رکھا ہے
 کیونکہ قرآن کے لیے ظہر اور بطن احادیث صحاح سے ثابت ہے۔

乙

روح کو دنیا میں قیامت سے پہلے رجوع نہیں ہے اور تنازع اور وح کا یعنی یہ اعتقاد کہ انسان جیسا عمل کرتا ہے اسکو جزا و سزا اسی دنیا میں اس طرح ویجائی ہے کہ روح ایک جسم عنفری سے متعلق ہوتی ہے اور یہ جسم بدیع ہونے اس تعلق کے دو جسم عنفری سے جو پہلے سے مناسبت ہوتا ہے متعلق ہوتی ہے باطل ہے کیونکہ

چنانچہ ان کو غرضت
کون پس ہے اور یہی اُن کے لئے
نواب و نقاب ہے اور یہی نواب و
نقاب اُن کے لئے کاربند ہے اور یہی
نچنے کا نمونہ ہوتا ہے نہ ہاتھوں
افضل کی طوت ہوتا ہے نہ ہاتھوں
روح اوندل اور اس روح کے اندر
اختال رکھتی ہے اور اس روح کے
اور اس میں راقب کے خلقت ہوئے
بھی ہے اور اس میں راقب کے
وجہ سے اس میں پست ہے اور
اختلات و مزاجات یعنی اخلاقات
ازدواجات کے اعتبار سے جو کرتا
کی مقداروں کے اعتبار سے جو کرتا
اسی کا نام تہذیب ہے اور یہ تہذیب
ثابت ہوتا ہے کہ نفس اور اس
غرضت کو پہنچ جائے اور اس
کمال غرضت کو پہنچ جائے اور
یونانی بھی ہندوؤں کے موافق ہیں
کے فاضل پر اور یہی ان کے لئے
مکمل غرضت کو پہنچ جائے اور
یونانی بھی ہندوؤں کے موافق ہیں

(۱) مجرم کو سزا دیتے ہیں تو اس کو اول جرم کی اطلاع دینا ضرور ہے کہ فلان جرم فلان وقت میں تو نے کیا تھا اس کے عوض یہ سزا دی جاتی ہے لیکن کوئی انسان اس بات کا علم نہیں رکھتا ہے کہ مجھ کو یہ تکلیف لاحق ہے فلان جرم کی وجہ سے ہر جو اس جسم کے حاصل کرنے سے پیشتر کسی اور جرم سے تعلق رکھنے کی حالت میں سرزد ہوا تھا پھر ایسی بے خبر سزا سے کیا فائدہ ہے (۲) اگر تیرا رخ سے تبدیل اہان ہو کر انسان اپنے اعمال کی سزا پاتا ہے تو بتلائیے شروع ہستی میں انسان نے کونسا عمل کیا جس کی وجہ سے جسم انسانی حاصل ہوا اور گائے گھوڑے اونٹ اور ہاتھی نے کونسا عمل کیا جس سے ابتدا میں یہ جسم ملا پس ہر ایک نوع حیوانات جدا جدا مخلوق ہے اور دنیا دار اصل ہے اور آخرت دار آخر ہے (۳) اللہ تعالیٰ مجرمین کی زبانی کہتا ہے یا لَیْکُمْنَا سُوءٌ مَّا کُنَّا بِکُمْ بِآیَاتِ رَبِّکُمْ کَاشِہِمْ پھرے جائیں اور نہ جہنم میں نشانیاں اپنے رب کی (ایضاً) رَبَّنَا ابْصُرْنَا وَ سَمِعْنَا قَدْ جَعَلْنَا فَعْلًا صَاحِبِ اے رب اپنے دیکھ لیا اور سن لیا اب ہم کو پھر بھیج کہ ہم اچھے کام کریں پس اگر تیرا رخ ارواح واقع میں ہوتا تو اللہ تعالیٰ اُن کے جواب میں فرماتا کہ تم آرزو پھر جانے کی کرتے ہو تم کو تو کئی دفعہ دنیا میں لوٹا دیا ہے مگر ایسا نہیں فرمایا۔

مردون کے لئے دعا و صدقہ

زندون کی دعا مردون کے واسطے اور صدقہ دینے میں مردون کی طرف سے مردون کو نفع ہے اور خدا نے تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے دعا کو قبول کرتا ہے اور حاجتون کو پورا کرتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کے لیے سبب پیدا کیا ہے بعض اسباب ظاہر ہیں بعض چھپے ہیں اسباب کی تاثیر کا ایک اندازہ ہے جب اللہ چاہے اُسکی تاثیر اندازے سے کم زیادہ کر دے جب چاہے ویسی ہی رکھے آدمی کبھی کنکری سے مرتا ہے اور کبھی گونی سے بچتا ہے اندازے کو تقدیر کہتے ہیں یہ دو تقدیریں ہیں ایک بدلتی ہے اور ایک نہیں بدلتی جو تقدیر بدلتی ہے اُسکو معلق کہتے ہیں اور جو نہیں بدلتی اُسکو برہم بولتے ہیں پس اللہ نے دعا کرنے اور صدقہ دینے کو تقدیر کے رد کرنے کا سبب بنایا ہے بلکہ یہ بھی مقدر کیا ہے کہ جب بندہ دعا کرے اور صدقہ دیگا تو نفع ہوئے گا بلا اُسکی دفع ہوگی اور تمام اسباب عالم باوجود قضا و قدر اُنکی کے یہی حکم رکھتے ہیں جیسے کہ اوپر یہ طبیعہ شفا کے لیے اور زندون کے

اعمال بہشت و دوزخ میں داخل ہونے کے لیے تقدیر معلق کے تغیر سے اللہ کے علم میں تغیر نہیں
تاہم ہوتا بلکہ نسبتاً خلق کے تغیر ہوتا ہے۔

امامت

امامت ریاست عامہ ہے اہل اسلام اور ذمیوں وغیرہ کے دین و دنیا کے کاموں کی حفاظت
کے لیے بطور نیابت کے رسول علیہ السلام کی طرف سے یعنی علم دین کا جاری کرنا اور ارکان
اسلام کا قائم رکھنا اور نیک کاموں کے لیے حکم فرمانا اور بُرے کاموں سے منع کرنا اور کافروں پر
جہاد کرنا اور قاضی مقرر کرنا اور شرعی سزائیں جاری رکھنا وغیرہ جس طرح نبی علیہ السلام
کی ذات فائض البرکات سے انجام پاتے ہیں اسی طرح یہ شخص بھی جو منہج امامت کے ساتھ نامزد
ہوا ہے انجام دیگا پس اگر کوئی بادشاہ نہ ہو اور اس کا حکم نہ مانا جائے وہ ہرگز امام نہ ہوگا ہم کہنا ہی
اُسے افضل فرض کریں اور جانیں کہ یہ فاطمی ہے اور معصوم بھی ہے اور طاعت بھی انکی واجب ہے
اور اگر کوئی کافر بزدل و شمشیر ملک پر قبضہ حاصل کرے اور شرع کے احکام کو اٹھائے اور تمام رعایا سے
خراج و باج لیتا رہے اور دین اسلام کے کام میں مصروف نہ ہو وہ امام نہ کہلائے گا اور جو امام
مصلیٰ پر بیٹھنے والا تسبیح ہاتھ میں رکھنے والا ہمیشہ کتب علیہ کا مطالعہ کرنے والا طلباء کو پڑھانے والا
مشکل ملوں میں کتابیں تجنیف کرنے والا وفاق کا حل کرنے والا اور خون ریزی اور کفار کا مال جھیننے
سے بچنے والا ہو اور اُس کے عہد میں بعض آدمی بعض پر ظلم کریں اور قوی ضعیف کو ستائیں اور
شریفوں کو مفسدون کے ہاتھ سے آبرو بچانی مشکل ہو تو ایسے امام کی احتیاج مسلمانوں کو نہیں
کیونکہ جو کچھ امامت و سلطنت کے لئے ضروری ہے وہ اُس سے حاصل نہیں ہوتا۔ اور امامت کے
ثبوت کے تین طریقے ہیں نص۔ اختیار و دعوت پچھلے دو وزن طریقے ایسے ہیں کہ ان کی نسبت
مسلمانوں میں اختلاف ہے مابین ان کے ابطال پر متفق ہیں اور اہل سنت و جماعت اور
معتزلہ اور خوارج اور زید یہ کہتے ہیں کہ دعوت امامت کا طریقہ ہے۔ جمہور کی یہ رائے ہے کہ
امامت کا سارا بحث حقیقۃً مسائل فقہیہ میں سے ہے اس لیے کہ امام کا مقرر کرنا دلیل سمعی سے
واجب ہے پس یہ حکم مکلف سے متعلق ہے جو فقہ کا موضوع ہے مگر گروہ ناجی اور فرقہ ہے بالکہ کا
اختلاف کھول دینے کی غرض سے علم کلام میں لے آتے ہیں لیکن اس باب میں حق وہ ہے

جو صاحب سامرہ شرح مسائرہ ابن ہمام نے اختیار کیا ہے کہ امامت کے سارے مباحث ایسے نہیں ہیں جو صرف فعل مکلف سے متعلق ہوں اس واسطے کہ ان میں سے بعض اعتقادی بھی ہیں مثلاً اس بات کا اعتقاد کرنا کہ امام اول حضرت ابوبکر ہیں پھر حضرت عمرؓ اور خلفاء کی تفضیل علی الترتیب بھی اسی قبیل سے ہے پس اس مسئلے کے عقائد سے ہونے میں کوئی کلام نہیں مگر باوجود اسکے جمہور اسکو ظنی جانتے ہیں قطعیت پر کوئی دلیل کافی قائم نہیں القصد لمناظر دلائل نقلی اہل سنت کا قول ہے کہ مسلمانوں پر قیامت تک واجب بالکفایہ ہے امام یعنی سلطان کا مقرر کرنا ایسے کہ مکلفین کے کام جیسے حدود قائم کرنا اور چادر کرنا اور احکام شریع کے موافق فتوے دینا اور علوم دین کو پھیلانا اور ارکان اسلام کا قائم رکھنا اور کفار کو علواری اسلام سے بھگانا اور امر معروف اور نہی منکر کرنا اور دشمنوں پر چڑھائی کے لیے لشکر درست کرنا مال غنیمت اور خمس تقسیم کرنا اور جن بچوں کا ولی کوئی نہیں ہے ان کی ولایت کرنا وغیرہ باتین سلطان سے وابستہ ہوتی ہیں پس اسکا مقرر کرنا بھی مکلفین کی رائے پر واجب ہے ایسے کہ مقدمہ واجب اسی پر واجب ہوتا ہے جس کے ذمے واجب ہے نہ دوسرے پر پس وجود امام جانب خدا سے حکم خدا واجب نہیں بلکہ جانب خدا سے اسکا تقرر بہت سے مفاسد کا موجب ایسے کہ مخلوق کی رائیں اور خواہشات نفسانی مختلف ہوتی ہیں پس ایک شخص کو یا کئی اشخاص کو تمام عالم کے انتظام کے لیے تمام زمانوں میں مقرر کرنا بڑی بڑی خرابیاں پیدا کر چکا طرح طرح کے جھگڑے اور فساد کھڑے ہونگے امامت کمزور ہو جائیگی دشمن غلبہ کریں گے اور امام کو اپنی جان کے خوف سے تقیہ کرنا اور مخفی ہونا پڑیگا بلکہ جان و مال معرض ہلاکت میں آجائیں گے اور اسی وجہ سے مخلوق کے سامنے کبھی اپنی جان کو ظاہر نہ کر سکیگا ان قبائح پر خیال کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ امام کا تقرر خدا کے ذمے جاتا اور اسے الطاف الہی سے شمار کرنا باطل ہے اگر امام کا مقرر کرنا لطف الہی ہوتا جیسے کہ نبی کا ہوا لطف ہے تو اس شرط سے ہوتا کہ امام کو تائید غیبی ہوتی اور مخالفین پر غلبہ حاصل ہوتا اور اظہار حق کے لیے کوئی برہان اسکے ساتھ ہوتی اور جبکہ کوئی ایسی بات امام کے ساتھ نہیں ہے تو پھر لطف الہی کیا ہوا اس سے یہ ثابت ہوا کہ امام کا مقرر کرنا مکلفین پر واجب ہے تاکہ حاجت کے وقت اپنی مصلحت کے موافق کسی کو اپنا

کیونکہ ضروری چیزوں کا جاننا امام کے لیے نہایت ضروری ہے کیونکہ تمام کاروبار اور احکام کے اجرا کا مدار سلطان پر ہے اور جبکہ اُسکو اتنا علم ہوگا جس قدر سے حق و باطل میں تمیز کر سکے تو اعمال تمام معاملات کو ضبط کر دے گا خاص کر جبکہ خود احکام شرعی کو جاری کرے گا اور بنفس خود ان کاموں کو انجام دیتا ہو تب بھی اس قدر واقفیت ضروری ہے کہ علما میں سے کوئی عالم متقی ہمہ ہیزگار صاحب عدالت احکام شرعی کے جاری کرنے کے لیے مقرر کرے اگر خود اتنا تمیز نہ رکھتا ہو تو کسی اچھے عالم سے ایسے عالم کے حال کو دریافت کر لے۔ فتاویٰ ابراہیم شاہی میں مذکور ہے کہ بعض کے نزدیک امام کا مطلع ہونا شرط ہے اور اکثر کا مذہب یہ ہے کہ شرط نہیں اسیلئے کہ امام کی اطاعت سب پر فرض ہے جو کوئی اُسکی اطاعت نہ کرے گا وہ گناہگار ہے رعایا کی نافرمانی امت کو نقصان نہیں پہنچا سکتی ہے پھر اگر قلبیہ حاصل نہ ہو تو یہ نافرمانی رعایا کے حرم دین شمار ہوگی لیکن عدالت و قرینت مشروطہ میں حالت اختیاری میں پس دیدہ و دستہ فاسق کو یا غیر قرشی کو اگر امام کریں تو البتہ گناہگار ہوں امامت اُسکی منعقد ہو جائیگی اور پھر اُسپر خروج جائز نہ ہوگا اگر تسلط کر کے فاسق یا غیر قرشی بادشاہ بن جائیگا تو وہ خود گناہگار ہوگا لوگوں پر اطاعت اُسکی فرض ہوگی اور خروج اُسپر حرام ہوگا اور شرط ہونا اسلام کا ساقط نہیں ہوتا ہے اسیلئے کہ لفظ الوکلا مراد منکم غیر مسلم کو شامل نہیں اور شرط ہونا ذکورت اور حریت اور سلامتی اعضا اور اجتہاد کا مغل عدالت کے ہے پس اگر عورت یا غلام یا ناقص الاعضا یا غیر مجتہد مسلط ہو جائے تو اطاعت اُسکی واجب ہوگی پس ظاہر ہوا کہ اسلام کے سوا امامت میں کوئی اور بات جیسا بنی یا شرم یا اولاد علی ہونا یا افضل زمانہ ہونا یا معصوم ہونا شرط نہیں جو قیدین شیعہ نے لگائی ہیں اور امام فسق و فجور سے معزول نہیں ہوتا بلکہ مستحق عزل ہو جاتا ہے پس اس سبب سے مسلمانوں کو پتا چاہیے کہ اُس امام کو برطرف کریں بان اُسکو حق المقدور اُس گناہ سے باز رکھیں اور اُسکے نیک بخت ہونے کی دعا کریں کیونکہ ہر طرف کرنے میں فتنہ عظیم کا ڈر ہے۔

متفرقات

آنحضرت کی امت سب امتوں سے بہتر ہے اور ان کی شریعت سب شریعتوں کی جامع ہے اور ان کا دین سب دینوں کا نسخہ ہے اور نسخ احکام آنحضرت کے بعد شرعاً جائز نہیں۔ اور نیک کام کا حکم کرنا اور برائی سے منع کرنا واجب ہے اور شرط اُسکی یہ ہے کہ فساد پیدا ہونے کا خوف نہ ہو اور قبولِ لفظ کی

توح ہو۔ اور انبیاء افضل میں تمام ملائکہ سے اور اولیاء و باد کو فضیلت ہے عوام ملائکہ پر سوا سے
 اُن ملائکہ کے جو رسول ہیں اس لیے کہ حق تعالیٰ نے جنت انسان کے لیے پیدا کی ہے اور
 پیدا کرنا حق تعالیٰ کا ذریعہ حضرت آدم کو پشت آدم علیہ السلام سے اور توحید پر اُن سے بیشاق لینا
 حق ہے اور بیشاق لینا پیغمبروں سے واسطے تبلیغ کے اور نیز واسطے تصدیق بعض کے بعض سے
 حق ہے اور لوح و قلم اور جو کچھ اُس میں مسطور ہے حق ہے اور محمد ^{صلی اللہ علیہ وسلم} کبھی خطا بھی کرتا ہے اور اُس
 خطا میں معذور ہے اور حق و صواب پر بھی ہوتا ہے اور اعتقاد کرنا چاہیے مسیح موزہ کا حضور و سفر میں
 مسافر کو تین شہانہ روز حلال جاننا گناہ کا صغیرہ ہو یا کبیرہ اور اُس کا سبک جانا کفر ہے اور شریعت
 کے ساتھ تسخیر کرنا اور اسکی ممانعت کرنا کفر ہے اور کفر کے کلمے سے ہزل کرنا کفر ہے اگرچہ اس پر اعتقاد نہ ہو
 کیونکہ ہزل موجب سبک جانے کا ہے اور جب گناہ کا سبک جانا کفر غیر تو سبک جانا کفر کا بطریق
 اولی کفر ہے اور خدا کی رحمت سے ناامید ہونا کفر ہے اور خدا کے عذاب سے بے خوف ہونا کفر ہے
 اور بنید جسے ہندی میں بوزہ کہتے ہیں بشرطیکہ مولعب کے لیے نہ استعمال کی جائے حرام نہیں ہے۔
 اور بنید یہ ہے کہ خرے یا کھجور کو تنہا یا سوز کے ساتھ یا جو شہد گہیون۔ جو ار۔ باجرہ وغیرہ غلے کو
 پانی میں تر کر کے رکھ دیتے ہیں یہاں تک کہ اُس میں تھوڑی سی تیزی آجائے اور اگر اتنا
 رہنے دین کہ جو خش کھا کر کڑکرو کیفیت ہو جائے تو حرام ہے یعنی بدلیل قطعی و یقینی اسکا ترک فرض ہے۔

عقد العید میں شاہ
 ولی اللہ صاحب نے لکھا ہے کہ
 اجتہاد کی تعلیم علماء سے حدیث مثلاً بدوی
 رافعی علامہ زودی وغیرہ نے ان لفظوں میں
 کی ہے مجتہدہ شخص ہے جو قرآن حدیث
 غائب سلف امت کو دکھاتا ہو یعنی سائل شریع
 میں کافی دستگاہ رکھتا ہو فقہ قرآن میں آئین
 میں قرآن مجید میں رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم
 میں جس میں قند علم نصیب
 درکار ہے سلف کے جو اقوال
 ہیں یا اس کے قولوں میں قرآن کی
 ہر خاصہ اگر ان میں سے کسی میں کمی ہے
 تو وہ مجتہد نہیں ہے اور اسکو تقلید کرنی
 چاہیے اس سے کہ اسکا مقصد تقلید میں سے
 ایک فرض کا نام آیا ہے وہ سکتے ہیں کہ
 بقول قندس گناہ سے بچنے کی اور
 باسورات کے بچا سکتی
 نہیں اور
 میں جس میں قند علم نصیب
 درکار ہے سلف کے جو اقوال
 ہیں یا اس کے قولوں میں قرآن کی
 ہر خاصہ اگر ان میں سے کسی میں کمی ہے
 تو وہ مجتہد نہیں ہے اور اسکو تقلید کرنی
 چاہیے اس سے کہ اسکا مقصد تقلید میں سے
 ایک فرض کا نام آیا ہے وہ سکتے ہیں کہ
 بقول قندس گناہ سے بچنے کی اور
 باسورات کے بچا سکتی
 نہیں اور
 میں جس میں قند علم نصیب
 درکار ہے سلف کے جو اقوال
 ہیں یا اس کے قولوں میں قرآن کی
 ہر خاصہ اگر ان میں سے کسی میں کمی ہے
 تو وہ مجتہد نہیں ہے اور اسکو تقلید کرنی
 چاہیے اس سے کہ اسکا مقصد تقلید میں سے
 ایک فرض کا نام آیا ہے وہ سکتے ہیں کہ
 بقول قندس گناہ سے بچنے کی اور
 باسورات کے بچا سکتی
 نہیں اور

سامعین کے متخیلہ میں وجود پایا اسی طرح ہمارے وقت تک اُسکو وجود حاصل ہوتا رہا پس کلام
 بغضی الہی کا علم الہی بین کلام نفسی قدیم نام ہے پھر حنا بلہ کہتے ہیں کہ کسی طرح بدیہی کا انکار لازم
 نہیں آتا بلکہ اس مجموعہ نص کو کہ کلام الہی غیر مخلوق ہے ظاہر سے پھیرنا اور کلام نفسی پر محمول کرنا
 فہم و فراست سے بعید ہے مگر اشعرہ اور ماتریدیہ نے جان لیا کہ حنا بلہ کا کلام سبیری طور پر ہے
 اسلئے اُنکی تکفیر و تضلیل نکی (۳۲) اشعرہ کہتے ہیں کہ افعال میں حسن و قبح باعتبار اس معنی کے
 نہیں ہے کہ افعال کی ذات کو حسن و قبح واجب ہے ورنہ شرع میں نسخ جائز نہوتا اس لئے
 کہ جو چیز بالذات یا ذاتی ہوتی ہے اُس میں اختلاف اور مختلف نہیں پیدا ہوتا اور ماتریدیہ کہتے ہیں
 کہ افعال کے لیے وجود شرع سے پیشتر کوئی حکم وجوب یا حرمت کا نہیں بلکہ شرع نے وجوب
 و حرمت کو افعال میں بیان کیا ہے مگر نفس فعل میں ایک چیز ہوتی ہے کہ وہ وجوب کو چاہتی ہے
 جیسے نماز کہ اُس میں معبود کی مناجات ہے اور فعل ہی میں ایک ایسی چیز ہوتی ہے جو اُس
 فعل کی حرمت کا تقاضا کرتی ہے جیسے زنا کہ اُسکی وجہ سے انساب میں خلط واقع ہوتا ہے اور
 یہ بات زنا کی حرمت کو چاہتی ہے اور شارع حکیم ہے اُسکا کوئی حکم مصلحت اور حکمت سے خالی نہیں
 کوئی حکم اُسکا فضول اور عبث نہیں جس چیز میں اُسنے جو بات دکھی اُسی کے مطابق اُسنے حکم دیا
 جو چیز حرمت کو چاہتی تھی اُس فعل کو اُسنے حرام کیا اور جو قابل وجوب تھی اُسے واجب کیا اِن
 بعض افعال کا حسن و قبح ہماری فکر ناقص میں نہیں آسکتا اور ہماری ناقص قوتوں سے مدد رک
 نہیں ہو سکتا اسلئے اشاعرہ نے حسن و قبح ذاتی کا انکار کیا تاکہ حوام ناقص قوتوں پر بھروسہ
 کر کے جادو ایمان سے بھٹک نہ جائیں پس اشعرہ تکفیر و تضلیل نہیں کرتے (۳۲) اسی طرح
 اشاعرہ صفات حق تعالیٰ کو ذات حق تعالیٰ پر زائد مانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ قدما سے متعلقہ یعنی
 ذات متعددہ کا ثابت کرنا کفر ہے اور ایک ذات کی قدامت ثابت کر کے اُس ذات قدیمہ کی
 صفات کو بالتبع قدیم ماننا کفر نہیں پس وہ ذات تو بالاستقلال قدیم ہوئی اور اُسکی صفات
 بالتبع قدیم ٹھہری اور علما نے ماتریدیہ نے قدما سے متعددہ اور توصیفات متعددہ سے احتراز کر کے کہا
 کہ صفات الہی ذات الہی کی نہ عین نہیں نہ غیر اسلئے کہ اگر عین کہتے ہیں تو صفات کی نفی لازم آتی ہے
 چونکہ ہب فلاسفہ اور امامیہ اور معتزلہ کا ہے اور اگر زائد مانتے ہیں تو مخالفین کی طرف سے

طعن و تشنیع کی بوجہ امتداد و قدما کے ثابت کرنے پر ہوتی اس لیے عینیت اور غیریت دونوں
 کی نفی کی اور اشاعرہ نے سمجھا کہ غیریت متقلہ کی نفی مراد ہے جیسا کہ مسلک ہمارا ہے اور ان
 صفات کا انکار مد نظر نہیں اور اسی وجہ سے عینیت کی نفی کی ہے حالانکہ عینیت کی نفی وہی
 حقیقت کی نفی ہے اور کسی چیز سے ممکن حقیقت کو نفی کرنا سراسر سفسطہ ہے (۵) اسی طرح علمائے
 ماتریدی کہتے ہیں کہ نیک کبھی بد ہو جاتا ہے اور بد کبھی نیک بن جاتا ہے اور علمائے اشعریہ کی رائے
 یہ ہے کہ نیک وہ ہے جو ان کے پیٹ ہی میں نیک ہو گیا اور بد وہ ہے جو ان کے پیٹ ہی میں بد ہو گیا
 یعنی نیکی اور بدی یہ دونوں انسان کے نصیب میں پیدائش سے پہلے ہی مقرر ہو جاتی ہیں دونوں
 فرقوں نے ایک دوسرے کے اغراض پر غور کر کے تکفیر و تضلیل سے زبان کو روکا اس لیے کہ ایک فرقے
 نے انجام پر نظر کی اور دوسرے نے وسط کا بھی لحاظ کیا اور تبدیل سعادت و شقاوت کے قائل
 ہوئے غرض کہ ماتریدیہ اور اشاعرہ میں خلاف لفظی ہے نہ معنوی ہر ایک کی منشا جدا ہے (۶) یہی
 حال ہے ان کے اختلاف کا ایمان میں کہ جمہور محدثین شافعیہ و مالکیہ و حنابلہ ایمان تصدیق اور اقرار
 اور عمل تینوں کو قرار دیتے ہیں اور عمل کو ایمان کا کامل کرنے والا سمجھتے ہیں اور خفیہ کے نزدیک
 ایمان فقط تصدیق کا نام ہے اور اقرار تصدیق کا ظاہر کرنے والا ہے اسی وجہ سے وہ فرقے اپنے
 ایمان پر بھروسہ نہیں کرتے اور یہ کہتے ہیں انا مومن انشاء اللہ اور خفیہ کو اپنے ایمان پر جزم ہے
 اسی لئے کہتے ہیں انا مومن حقاً اس لیے کہ کمال ایمان میں کہ مراد عمل سے ہے شبہ ہے کہ ہم
 یا نہیں اور تفصیل بیان میں کہ صرف تصدیق ہے کسی طرح کا شبہ نہیں (۷) اسی طرح امام محمد بن
 اور ان کے ساتھ ایک جماعت یہ کہتی ہے کہ ایمان مخلوق نہیں بلکہ علمائے ہمارے تو کہا ہے
 کہ جو مخلوق کہے وہ کافر ہے اس لیے کہ اس سے کلام الہی کا مخلوق ہونا لازم آتا ہے اور محاسبی اور
 ابن کلاب اور عبدالعزیز اور امام ابو حنیفہ اور علمائے سمرقند یعنی ماتریدیہ کہتے ہیں کہ وہ مخلوق ہے
 کیونکہ ایمان دل کی تصدیق اور زبان کا اقرار ہے اور یہ بندوں کے فعل ہیں اور ہر دور کے
 سارے افعال مخلوق ہیں تو ایمان بھی مخلوق ہوا اشعری نے حنابلہ کے قول کی یون لوجیہ کی ہے
 کہ جو یہ کہتے ہیں کہ ایمان غیر مخلوق ہے تو مراد ان کی وہ ایمان ہے جو اللہ تعالیٰ کی صفات
 میں سے ہے کیونکہ مومن اللہ کے اسمائے حسنی میں سے ہے اور اللہ کا ایمان بدیہ ہے جو اس سے

اپنے کلام قدیم کے ساتھ ازل میں اپنی وحدانیت کی تصدیق کی تھی اور انکی خبر دی تھی چنانچہ اللہ کا یہ قول اسی مطلب پر دلالت کرتا ہے اِنِّیْ اَنَا اللّٰهُ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا اَنَا میں ہی ہوں اللہ کوئی معبود نہیں سوا میرے اور یہاں یہ نہیں کہہ سکتے کہ اللہ کی تصدیق حادث ہے اسلئے کہ اللہ مخلوق نہیں جبکہ ساتھ حادث قائم ہو سکے اور جو کہتے ہیں کہ ایمان مخلوق ہے اُن کی مراد بندوں کا ایمان ہے ابن ابی الشریف کہتے ہیں کہ اس میں خلاف کرنا فضول ہے اسلئے کہ جس ایمان کے ساتھ تکلیف دی گئی وہ دل کا فعل ہے اور اُسکے مخلوق ہونے میں کلام نہیں اور جس ایمان پر اسم الہی دلالت کرتا ہے اُسکے قدیم ہونے میں اہل سنت کو شبہ نہیں کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے ہے جو قدیم ہیں۔

ایک عالم نے ماتریدیہ و اشاعہ کے خلافیات میں ایک مستقل رسالہ لکھا ہے جس میں چالیس فریدوں کے اندہ چالیس ایسے مسئلے ذکر کئے ہیں جن میں ان دونوں مذہب کے علما میں خلاف ہے جو کہ اس محل کے یہ مناسب ہے اس لیے میں بھی بطور انتخاب کے اُن مسائل کو دکھاتا ہوں۔

مسئلہ خلافتی	علمائے ماتریدیہ کی رائے	علمائے اشعریہ کی رائے
وجود اور ذات باری	ذات باری اپنے وجود ولی عین ہے	وجود مقتضای ذات ہے یعنی
بین عینیت ہے	اور عینیت سے مراد یہ ہے کہ وجود قائم بذاتہ ہے یعنی کسی غیر سے منتزع نہیں ہے۔	ذات باری تعالیٰ وجود کی مقتضی ہے اس صورت میں غیریت ہوئی۔
وجود عدمی ہے	وجود ذات الہی پر زائد نہیں ہے اور نہ عدمی ہے اور نہ اعتباری۔	اعتباری ہے وعدی ہوا۔
یا نہیں۔		
وجود زائد ہے	وجود واجب الوجود کی ذات پر زائد نہیں۔	زائد ہے۔
ذات پر یا نہیں۔		
باقا وجود مستمر	وجود مستمر ہے۔ ذات پر زائد نہیں۔	صفت وجودی ہے ذات پر زائد ہے تو مستمر نہ ٹھہرا۔
ہے یا زائد ہے۔		

مسئلہ خلافتی	علمائے ماترید یہ کی رائے	علمائے اشعریہ کی رائے
صفت قدرت کی تفسیر	قدت اللہ تعالیٰ کی صفت اولیٰ ہے اسکے ارادے کے موافق مطلق ہوتی ہے یعنی اسے آثار و تکلیف کا صدور ہوتا ہے۔	ایک صفت مؤثرہ ہے جب عقد و رات سے متعلق ہوتی ہے تو انہیں آخر کرتی ہے۔
کیا صفت ارادہ میں محبت و ضابطہ یا نہیں	صفت ارادہ میں محبت نہیں اور ارادہ مستلزم رضا کو نہیں۔	محبت ارادے کے معنی میں ہے اور اسی طرح رضا یعنی تقیوں ایک چیز ہیں۔
صفت سمع و بصر	صفت سمع اُس چیز سے متعلق ہوتی ہے جو مسموع ہو سکے اور بصر بھی اُسی سے متعلق ہوتی ہے جسکا دکھنا صحیح ہوا اور ان دونوں کا تعلق موجودات سے ہوتا ہے۔	ہر موجود سے یہ دونوں صفتیں متعلق ہوتی ہیں یعنی اللہ تعالیٰ اول میں اپنی ذات اور تمام صفات وجودیہ کو سُنتا اور دیکھتا تھا اسی طرح ہمیشہ اپنی ساری صفات وجودیہ کو اور تمام کائنات کو دیکھتا اور سنتا رہیگا خواہ وہ اموات کے قبیل سے ہوں یا غیر اموات کے۔
صفت کلام	قرآن اللہ کا کلام ہے اللہ سے شروع ہوا ہے بغیر کیفیت کے یعنی نہ آواز ہے نہ حروف۔	اللہ کا کلام امر واحد ہے اور کیفیت وحدت میں اختلاف کیا ہے کچھ اشاعرہ یہ کہتے ہیں کہ یہ وحدت شخصی ہے اور بعض کہتے ہیں کہ وحدت نوعی ہے اسکے معنی یہ ہیں کہ نوع واحد میں متحقق ہوتا ہے اور وہ خبر ہے۔
کلام نفسی سننے کے قابل ہے یا نہیں	نہیں سنا جاسکتا۔	مسموع ہونا جائز ہے ہوسنی علیہ السلام نے کلام نفسی ہی سنا تھا۔ یہ

یہ کلام اللہ کا ہے نہ انسان کا نہ فرشتوں کا نہ ملائکہ کا نہ انبیاء کا نہ رسل کا نہ اولیاء کا نہ صالحین کا نہ سادات کا نہ شہداء کا نہ عابدین کا نہ صائمین کا نہ زکاتین کا نہ سادات کا نہ رسل کا نہ انبیاء کا نہ ملائکہ کا نہ فرشتوں کا نہ انسان کا نہ کلام اللہ کا ہے نہ کلام انسان کا نہ کلام فرشتوں کا نہ کلام ملائکہ کا نہ کلام انبیاء کا نہ کلام رسل کا نہ کلام اولیاء کا نہ کلام صالحین کا نہ کلام سادات کا نہ کلام شہداء کا نہ کلام عابدین کا نہ کلام صائمین کا نہ کلام زکاتین کا نہ کلام سادات کا نہ کلام رسل کا نہ کلام انبیاء کا نہ کلام ملائکہ کا نہ کلام فرشتوں کا نہ کلام انسان کا نہ کلام اللہ کا ہے

مسئلہ خلافتی	علمائے ماترید کی رائے	علمائے اشعریہ کی رائے
صفت تکوین صفت حقیقی ہے۔ حقیقی ہر اعتباری اشیاء کی پیدائش ایک اللہ کے قول کُن سے متعلق ہوتی ہے یا نہیں۔ اسم عین مسمیٰ پر نہیں لے	تکوین صفت حقیقی ہے۔ وجود اشیا کا کُن سے متعلق نہیں بلکہ وجود ان کا فقط تکوین سے متعلق ہوتا ہے اور لفظ کُن سے مجازاً سرعت ایکجا و مقصود ہے۔ اسم عین مسمیٰ ہے خارج مین نہ مفہوم مین پس اسم الہی قدیم ہیں۔	تکوین اللہ کی صفت حقیقی نہیں اعتباری چیز ہے۔ وجود اشیا کا اللہ کے کلام الہی سے متعلق ہے اور کُن اس پر دلالت کرتا ہے۔ بھی اسم عین مسمیٰ ہوتا ہے جیسے اللہ اس سے کہ وہ علم ہے ذات الہی کا بغیر اسکے کہ اُس میں کسی منف کا اعتبار کیا جائے اور کبھی اُس سے کسی کا غیر ہونا ہے جیسے خالق اور رازق کہ یہ ایسے اسم ہیں کہ دلالت کرتے ہیں اس بات پر کہ اسکو غیر کی طرف نسبت ہے اور ظاہر ہے کہ
لے موجب موافقت نہ کیا ہے کہ لفظ اسم مین نزاع ہے ابو شکوہ حنفی نے مدلول اسم مین نزاع ہے ابو شکوہ حنفی نے تعبیر میں یہ لکھا ہے کہ اللہ کے اسم اسم کے یہ علین مین نہ غیر علین ایسے نہیں کہ اسم حکما معذور ہیں اگرچہ جنس عدد اول مسمیٰ ہونے نہیں پس اگر اسم علین مسمیٰ ہونے مسمیٰ بھی اسم کی طرح معذور ہے	اور اس صورت میں اللہ کا قدر لازم آتا ہے اور غیر مسمیٰ کا صحیح نہیں کہ اس تعبیر پر مومن کا نہ ایمان افتدیان مان لائے ہوں جو خالق ہے اگر کسم غیر مسمیٰ ہو تو اللہ خالق کا غیر ہوگا اور وہ ہما خالق نہ نظر لگا اسی طرح محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر ایمان لائے ہوں اگر اسم	اس سے جو کما تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم رسول سے غیر ہوتے۔ اور نام فاعلین رازی کے کہ اسم ہے کہ بعض فاعلین ہے اسم مخصوص کو کہتے ہیں اور مسمیٰ وہ چیز ہے جس کے مقابلے میں یہ لفظ ثابت ہے اسم صورت میں کہتے ہیں مسمیٰ کے کا غیر ہونا ہے جیسے لفظ دیوار کہ بقول دیوار کی ساخت ہے اور کبھی سے کا عین ہونا ہے جیسے لفظ اسم بھی

[illegible]

علمائے اشعریہ کی رائے	علمائے ماتریدیہ کی رائے	مسئلہ خلائی
-----------------------	-------------------------	-------------

یہ نسبت ذات سے غیر ہے اور کبھی اسم ایسا ہوتا ہے کہ نہ وہ مسمیٰ کا عین ہوتا ہے نہ غیر ہوتا ہے جیسے قدر و علیم کہ یہ ایسی صفات پر دلالت کرتے ہیں جو اللہ کی ذات کے ساتھ قائم ہیں اور اشاعرہ کا یہ مذہب ہے کہ صفات حقیقی جو ذات الہی کے ساتھ قائم ہیں نہ ذات کی عین ہیں نہ غیر ہیں یہی حال ہو گا اُس ذات کا جس کے ساتھ ان صفات کا بھی لحاظ کیا جائے مگر ضد ثابت ہو کہ اسم خارج بین مسمیٰ کا غیر ہے نہ مفہوم میں۔

قضا عبارت ہے اُس فعل سے جس میں مضبوطی زیادہ ہو پس قضا صفات فعلیہ میں سے ہو گی اور تقدیر کہتے ہیں مخلوق کا اندازہ کرنے کو اس طور سے کہ مرتب ہو اس انداز سے پر حسن و قبح اور نفع و ضرر اور عذاب و ثواب و زمانہ و مکانی ہوتا اُس مخلوق کا اور ملا علی قاری نے شرح فقہ اکبر میں کہا ہے کہ قضا سے مراد اللہ کا حکم اجمالی ہے لکے ایجاد کرنے کو کہتے ہیں انکی ذات و احوال اور قدر سے مراد حکم تفصیلی اور یہ ظاہر ایسا ایک اندازہ عین کر کے۔

قضا عبارت ہے اُس فعل سے جس میں مضبوطی زیادہ ہو پس قضا صفات فعلیہ میں سے ہو گی اور تقدیر کہتے ہیں مخلوق کا اندازہ کرنے کو اس طور سے کہ مرتب ہو اس انداز سے پر حسن و قبح اور نفع و ضرر اور عذاب و ثواب و زمانہ و مکانی ہوتا اُس مخلوق کا اور ملا علی قاری نے شرح فقہ اکبر میں کہا ہے کہ قضا سے مراد اللہ کا حکم اجمالی ہے لکے ایجاد کرنے کو کہتے ہیں انکی ذات و احوال اور قدر سے مراد حکم تفصیلی اور یہ ظاہر ایسا ایک اندازہ عین کر کے۔

بیان قضا و قدر

علمائے اشعر یہ کی رائے	علمائے ماثر پد یہ کی رائے	مسئلہ خلافی
	<p>معلوم ہوتا ہے کہ قضا سے مراد قول کُن ہے اور قدر سے مراد معین کرنا شے کا اُس علم کے مطابق جو اللہ کو اُنکی پیدا بیش کے بارے میں حاصل ہے۔</p>	
<p>یہ الفاظ مجازات ہیں معانی ظاہری سے۔</p>	<p>پارن ماہمہ مد وغیرہ جو ایسی صفات اللہ کی نسبت ثابت ہیں حق ہیں لیکن اصل اُن کی معلوم ہے اور وصف جمول ہے اور وصف پر مطلع نہ ہو سکنے کی وجہ سے اصل کا باطل کرنا جائز نہیں۔</p>	<p>متشابهات</p>
<p>طاعت پر قدرت کا پیدا کرنا ہے۔ اشاعرہ جو از عقلی کے قائل ہیں بعض کہتے ہیں کہ اشعری نے تکلیف مالا یطاق کے جائز ہونے کی تصریح نہیں کی ہے کیونکہ یہ ظاہر البطلان ہے بلکہ اُنکے دو قولوں سے تکلیف مالا یطاق کا جائز ہونا لازم آگیا ہے۔</p>	<p>توفیق آسان کرنا اور مدد دینا ہے۔ جو چیز انسان کی قدرت سے باہر عقل یہ جائز نہیں رکھتی کہ انسان اُسکے ساتھ مکلف ہو سکتا ہے۔</p>	<p>بیان توفیق۔ تکلیف مالا یطاق</p>
<p>اللہ تعالیٰ کے افعال میں حکمت کا لزوم ہے اور لزوم کے طور پر نہیں یعنی حکمت کا اُن میں موجود ہونا ضروری اور لازمی بات نہیں جائز ہے کہ اُن میں حکمت نہ ہو اور کچھ ہو۔</p>	<p>اللہ تعالیٰ کے افعال پر حکمت کا مترتب ہونا لازم ہے اور لزوم سے یہ مراد ہے کہ حکمت کا انعکاس افعال سے جائز نہیں اور یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ اُسکے کام حکمت سے خالی نہیں اُسکے کاموں میں حکمت کا ہونا کچھ اُسپر واجب نہیں۔</p>	<p>افعال الہی میں حکمت کا لزوم۔</p>

مسللہ ظلافی	علمائے ماترید یہ کی رائے	علمائے اشعر یہ کی رائے
حکمت صفت ازلی اللہ تعالیٰ کی ہے یا نہیں۔ تخلّف وعید کا تخلّف وعید کا ممنوع ہے۔	حکمت کے معنی عمل و احکام عمل کا مضبوط کرنا ہے اور حکمت اس معنی میں اللہ تعالیٰ کی صفت ازلی ہے۔	حکمت بمعنی مذکور اللہ تعالیٰ کی صفت ازلی نہیں۔
صفت الکی بین جائز ہے یا نہیں۔	عذاب عدل ہے اللہ کو اختیار ہے کہ وہ عاصی کو عذاب دے اور وہ مجاز ہے اسکا کہ معاف کر دے اسلئے کہ وعید بین تحلف ہونا نقصان بین تمام ہوتا	صفت الکی بین جائز ہے یا نہیں۔
اللہ تعالیٰ قبیح کام نہیں کرتا اور اگر کرے تو کیا قبیح کے ساتھ اسکا کام موصوف ہو سکتا ہے۔	اللہ تعالیٰ قبیح کام نہیں کرتا اگر ایسا کرے گا تو قبیح ہو گا عقل اس بات کو جائز نہیں کہتی کہ اللہ مؤمن کو ہمیشہ دوزخ میں ڈالے رکھے اور کافر کو جنت میں بھیج دے۔	اللہ تعالیٰ قبیح کام نہیں کرتا اور اگر کرے تو کیا قبیح کے ساتھ اسکا کام موصوف ہو سکتا ہے۔
کفار کی بخشش عقلاً جائز ہے یا نہیں۔	کفار کو بخشنا عقلاً ناجائز ہے۔	کفار کی بخشش عقلاً جائز ہے یا نہیں۔
حسن و قبح عقلی ہے یا شرعی۔	اشیا میں حسن و قبح شرع سے نہیں آتا بلکہ یہ بانی ان میں فی نفسہ موجود ہوتی ہیں کہ عقل ان کو ادراک کر لیتی ہے ہاں شرع ان کو ظاہر کر دیتی ہے۔	حسن و قبح عقلی ہے یا شرعی۔

مسئلہ خلافتی	علمائے ماتریدیہ کی رائے	علمائے اشعریہ کی رائے
		<p>انی نفسہ برائی ہے نہ بھلائی ہے شرع نے اُن کو بُرا بھلا کر دیا ہے۔ قبل و بعد شرع کے کوئی چیز نہ بُری ہوتی ہے نہ بھلی اگر شرع ایسا کرتی کہ جن چیزوں کو اب اُس نے ہمارے واسطے اچھا ثابت کیا ہے اُنھیں بُرا قرار دیتی تو قضیہ بالعکس ہو جاتا کہ بُری چیزیں اچھی اور اچھی بُری ہو جاتیں۔</p>
<p>اللہ پُر ایمان لانا واجب بال عقل ہے یا عین۔</p>	<p>اگر اللہ انبیا کو نہ مبعوث کرتا تب بھی عقول کے ذریعہ سے اللہ کے وجود اور وجوب اور حیات و قدرت وغیرہ کی معرفت واجب ہوتی اور اس بات کی کہ وہ عالم کا پیدا کرنے والا ہے۔</p>	<p>انبیا کی بعثت سے قبل نہ ایمان واجب ہے نہ کفر حرام ہے پس شاعرہ کے نزدیک ایمان عقل سے واجب نہیں ہونا اور نہ کفر کی حرمت عقل سے ثابت ہوتی ہے سارے احکام جو ایمان سے متعلق ہیں وہ سمع سے حاصل ہوتے ہیں۔</p>
<p>حقیقت ایمان</p>	<p>ایمان اقرار اور تصدیق ہے یعنی اقرارِ اجراء احکام اسلام کے لیے تصدیق کے ساتھ شرط ہے اور بقولے اُس کا رکن ہے اور حقیقت ایمان میں داخل ہے لیکن ایسا جز ہے کہ عرضیت و تبعیت بھی کسی قدر رکھتا ہے پس حالت اختیار میں جزیت کا پہلو معتبر ہوتا ہے اسی لیے اگر اقرار کی</p>	<p>جو گویا بی پر قادر ہو اسی کے ایمان کے لیے اقرار شرط ہے ماہیت ایمان سے اقرار خارج ہے۔ ماہیت اُسکی صرف تصدیق ہے۔</p>

مسئلہ خلا فی

علمائے ماتریدیہ کی رائے

علمائے اشعریہ کی رائے

قدرت ہو تو تبارک اقرار اللہ کے نزدیک
مؤمن جو کا اور حالت اضطراری میں
عرضیت و تبعیت کے پہلو پر لحاظ کیا جاتا ہے
چنانچہ اگر موجد ربانی اقرار پر قادر ہو تو
وہ مؤمن ہے۔

کم و بیش ہوتا ہے۔

کم و بیش نہیں ہو سکتا۔

ایمان کم و بیش

ہوتا ہے یا نہیں۔

ایمان مقلد جائز ہے

یا نہیں۔

جس نے ارکان دین مثلاً توحید اور
نبوت اور صلوٰۃ وغیرہ کا بطور تقلید کے
اعتقاد کیا تو اسکا ایمان صحیح ہے۔

عقائد دین میں تقلید کافی نہیں صحت
ایمان کے لیے یہ شرط ہے کہ ہر مسئلے کو
دلیل عقلی سے جانتا ہو مگر دبان سے
بیان کرنا اور دشمن سے مجادلہ کر سکا
نہیں۔ شرح مقاصد میں لکھا ہے کہ ایمان
مقلد معتبر نہیں اور اُس پر احکام دنیا و آخرت
میں مترتب نہیں ہو سکتے۔

دلائل نقلیہ سے جزم و یقین حاصل نہیں
ہوتا بلکہ ظن کا فائدہ حاصل ہوتا ہے۔

بعض دلائل نقلیہ سے جزم و یقین کا
فائدہ حاصل ہوتا ہے۔

دلائل نقلیہ سے

یقین حاصل

ہوتا ہے یا نہیں۔

ایمان مخلوق

ہے یا نہیں۔

ایمان و اسلام ایک

چیز ہیں یا نہیں۔

ایمان مخلوق ہے۔

دو نون ایک ہیں۔

دو نون ایک چیز نہیں۔

ایمان غیر مخلوق ہے۔

دو نون ایک چیز نہیں۔

علمائے اشعر یہ کی رائے	علمائے ماترید یہ کی رائے	مسئلہ خلا فی
<p>جو ایمان پر مراد وہ ہمیشہ مؤمن ہے اگرچہ فی الحال کافر تھا اور جو کفر پر مراد تو وہ ہمیشہ کافر ہے اگرچہ فی الحال مؤمن تھا۔</p>	<p>جس شخص کے ساتھ اس وقت ایمان قائم ہے وہ مؤمن ہے اگرچہ آخر عمر میں کافر ہو جائے اور جس کے ساتھ اس وقت کفر قائم ہے وہ فی الحال کافر ہے اگرچہ آخر عمر میں مؤمن ہو جائے۔</p>	<p>ایمان کا اعتبار قائم ہے یا نہیں۔ کافر ہو جائے اور جس کے ساتھ اس وقت کفر قائم ہے وہ فی الحال کافر ہے اگرچہ آخر عمر میں مؤمن ہو جائے۔</p>
<p>ایسا نہیں ہوتا۔ جائز ہے۔</p>	<p>سعید کبھی خقی اور شقی کبھی سعید ہو جاتا ہے۔ جائز نہیں۔</p>	<p>سعادۃ و شقاۃ بدلتی ہے یا نہیں۔ ایمان ساتھ کلمہ</p>
<p>رسالت و نبوت کے حکم میں ہوتے ہیں حقیقت میں یہ منصب ان کا باقی نہیں رہتا۔</p>	<p>انتقال کے بعد بھی حقیقت میں انبیاء کے بعد حقیقت میں ہیں۔</p>	<p>انشاء اللہ کہنا جائز ہے یا نہیں۔ انبیاء و رسل مرتبہ کے بعد حقیقت میں انبیاء ہیں یا انبیاء کے مکہ میں ہیں۔</p>
<p>مرد ہونا شرط نہیں بلکہ عورت کی نبوت بھی صحیح ہے۔ رسل بشر افضل ہیں تمام ملائکہ سے اور تمام ملائکہ افضل ہیں تمام آدمیوں سے سوائے انبیاء کے سو عوام آدمیوں سے عوام ملائکہ افضل ہیں۔</p>	<p>نبی ہونے کے لیے مرد ہونا شرط ہے عورت نبی نہیں ہو سکتی۔ انسانوں میں سے رسول جس قدر ہیں وہ افضل ہیں ان ملائکہ سے جو رسول ہیں اور رسل ملائکہ افضل ہیں باقی تمام آدمیوں سے اور عوام آدمی پر نیز گار افضل ہیں عوام ملائکہ سے نہ خواص ملائکہ سے۔</p>	<p>مرد ہونا نبوت کے لیے شرط ہے یا نہیں۔ عوام انسان یعنی متقی لوگ عوام ملائکہ سے افضل ہیں یا نہیں۔</p>

مسئلہ خلافتی	علمائے ماتریدیہ کی رائے	علمائے اشعریہ کی رائے
قدرت حقیقی میں مندیں کی صلاحیت ہے یا نہیں۔	قدرت واحد مندیں کی صلاحیت رکھتی ہے۔	ایک قدرت میں مندیں کی صلاحیت نہیں بلکہ ہر ایک مند کے لیے ایک علوہ قدرت ہوتی ہے۔
بندے کی قدرت میں تاثیر ہے یا نہیں۔	اصل فعل اللہ کی قدرت اور تکوین سے ہے اور اس میں طاعت یا معصیت بندے کی قدرت کی وجہ سے آجاتی ہے تفصیل اس کی یہ ہے کہ جو قدرت اللہ نے بندے میں پیدا کی ہے جب بندہ اسکو کسی کام کے قصد مصمم کی طرف پھیرتا ہے تو قصد مذکور میں قدرت کو تاثیر حاصل ہو جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ اس وقت میں اس کام کو جس کا قصد کیا ہے موافق عادت کے پیدا کر دیتا ہے جب کہ کوئی مانع موجود نہیں ہوتا کیونکہ ایسی حالت میں اللہ تعالیٰ سے فعل کا صدور واجب ہو جاتا ہے۔	بندے کی قدرت کو اصل فعل میں تاثیر نہیں بندے کے تمام افعال اللہ کی قدرت سے وقوع میں آتے ہیں پس ان کے نزدیک جب اللہ ارادہ کرتا ہے کہ بندہ فعل صادر کرے تو اول ایک صفت پیدا کر دیتا ہے جس کو بندہ قدرت خیال کرتا ہے پھر اللہ بندے کو فعل کی طرف متوجہ کرتا ہے جب بندہ اُدھر متوجہ ہوتا ہے تو اللہ فعل کو ایجاد کر دیتا ہے پس فعل کی نسبت بندے کی طرف یعنی یہ کہنا کہ بندے سے فعل صادر ہوا ایسی ہے جیسے لکھنے کی نسبت قلم کی طرف اس صورت میں بندے کی قدرت کو فعل میں کسی قسم کی مداخلت حاصل نہیں۔

مسئلہ خلافتی	علمائے ماترید یہ کی رائے	علمائے اشعریہ کی رائے
ایقان حال ہے	ایقان معدوم محض نہیں بلکہ وہ نہ	معدوم محض ہے۔
یا معدوم محض ہے۔	موجود ہے نہ معدوم ہے اور ایسی صورت	
	کو حال کہتے ہیں۔	
مؤمن کے اعمال	جو مؤمن مرتد ہو جائے تو اس کے دوبارہ	لوٹ آتے ہیں۔
حالات ایمان کے	مؤمن ہونے کے بعد اعمال ضائع شدہ	
اس کے مرتد ہونے کے	عود نہیں کرتے۔	
بعد ہجرت		
ہو جاتے ہیں وہ بعد		
توبہ کے پھر عود		
کراتے ہیں یا نہیں		
کفار کو واجبات کے	کافر کو اس کے کفر کا عذاب دیا جائیگا	عذاب کفر کے علاوہ اس کے ترک عبادت
ترک کرنیکی وجہ سے	عبادت کے ترک کرنے کا عذاب	کا عذاب بھی دیا جائیگا۔
بھی عذاب دیا جائیگا یا نہیں	نہیں دیا جائیگا۔	
بعد اسکے جانا چاہیے کہ فروع میں قریب چار سو مسائل کے باہم مذاہب ربیعہ کے اختلاف بتاتے ہیں		
سو وہ اختلاف بھی کچھ ایسا نہیں ہے جس سے تدریج و تضلیل کسی کی ہو بلکہ اسکی بنیاد تدقیق و تعمیق		
پر ہے جب اس وقت و تعمق سے قطع نظر کرا الین اور جزئیات مجتہد فیہا میں غور و خوض نہ کریں تو اہمات		
مسائل میں کوئی نزاع باقی نہیں رہتا ہے بلکہ وہ نزاع غیبیہ بنزاع لفظی ٹھہرتا ہے شعرانی مصری نے		
کتاب میزان میں اس اختلاف کو تشدید و تخفیف پر اتارا ہے اور ترازو کے دونوں پلوں کو توجیہ		
و تاویل مناسب برابر کر دکھایا ہے پس حق انھیں چار مذاہب تین اعتقاد کے درمیان دائر ہے۔		

ضمیمہ فرمایا ظاہریہ و کلابیہ وغیرہ کے بیان میں

فرقہ ظاہریہ اس فرقہ کے پیشوا داؤد بن علی بن خلف بن جو داؤد ظاہری کہلاتے ہیں اُن کو اہل علم نے کوہ علم کہا ہے اور ابن حزم ابن تیمیہ ابن قیم محمد فیروز آبادی ساور شوکانی کو بھی فرقہ ظاہریہ کے اراکین میں سے شمار کیا ہے۔ داؤد اسحاق اور ابو ثور کے شاگرد تھے امام شافعی کو نہایت مانتے تھے دو کتا بین بھی اُن کے فضائل میں تالیف کی ہیں ریاست علم کی بغداد میں اُن پر ختم ہو گئی اور اُن کی اصل صفحان سے ہے کوفہ میں پیدا ہوئے تھے بغداد میں نشو و نما پائی تھی وہیں فوت ہوئے اسحاق بن راہویہ کی باتوں پر بہت رد کرتے تھے فرقہ ظاہریہ کا یہ نام اس لیے مقرر ہوا ہے کہ یہ لوگ قرآن و احادیث کے ظاہر احکام پر عمل کرتے ہیں جو کچھ ظاہر میں ان سے سمجھا جاتا ہے اُسی کو مانتے ہیں تاویل کے بالکل منکر ہیں۔ داؤد شریعت میں قیاس کو ناجائز بتاتے ہیں اور جب قیاس کرنے کی طرف مضطر ہوئے اور اشد ضرورت اس کی پڑی تو اس کا نام دلیل رکھا۔ ان کے بہت سے مسائل کا ائمہ اربعہ نے اختلاف کیا ہے مثلاً داؤد کا قول ہے کہ سونے چاندی کے برتن سے عورت پینا منع ہے اور ان میں کھانا رکھ کر کھانا یا اور کام میں اُن کو لانا جائز ہے اس لیے کہ بخاری و مسلم نے ام سلمہ سے روایت کی ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے الَّذِي بَشَّرْتُ فِي آيَةِ الْبَقْعَةِ اَنْمَا يَخْرُجُ فِي بَطْنِهِ نَارٌ جَهَنَّمَ جو شخص چاندی کے برتن سے کوئی چیز پیتا ہے تو اُس کے پیٹ میں دوزخ کی آگ بھائی جائیگی اور ابن عمر سے واقف بنی نے روایت کی ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے مَنْ شَرِبَ فِي اِنَاءٍ ذَهَبٍ وَفِضَّةٍ اَوْ اِنَاءٍ فِيهِ شَيْءٌ مِنْ ذَلِكَ اَنْمَا يَخْرُجُ فِي بَطْنِهِ نَارٌ جَهَنَّمَ جو شخص کہ سونے یا چاندی کے برتن سے پیوے یا اُس برتن سے پیوے جس میں کچھ سونا یا چاندی لگی ہو تو اُس کو دوزخ کی آگ بھائی جائیگی امام داؤد ظاہری سنہ ہجری میں پیدا ہوئے تھے اور سنہ ہجری میں انتقال کیا۔ فرقہ ظاہریہ کے نزدیک اجتماع کی اہلیت صحابہ سے مخصوص ہے۔

فرقہ کلابیہ اُن لوگوں کو کہتے ہیں جو عبداللہ بن سعید کے متبع ہیں اُنکی کینت ابو محمد اور عرفت ابن کلاب (بضم کاف و تشدید لام) تھا غنیۃ الطالبین میں لکھا ہے کہ ان کا مذہب یہ ہے

حارث شاہ سی

اسمہ نے امام شافعی کی صحبت پائی تھی اور تصوف و حدیث اور کلام تین حصہ ان نے اول ذیل عقاید سلف کی تائید

منه و
ومن أهل
كربلاء المتكلمين
كان من
وأنشبه الإمام
الكلان
بعضهم
بمن كلام
الشيخ المحدث
بمن سعيد
عبد بن محمد
عبارت
شافعيين
ملفوظات

پھر ان میں سے بعض کا ترک بعض سے ہو کر ہر فرقے سے کئی فرق ہو گئے ہیں۔ مگر ان کی ترقیب میں کوئی ایسا طریق مقرر نہیں ہے جو کسی قانون منصوص یا قاعدہ معین کے مطابق ہو بلکہ وہ چار اخصائین بھی ایسی نہیں جنہیں جو ان فرقوں کے بیان میں ایک روش پر متفق ہوں سب سے ذکر مذہب میں ایک طرح کی پابندی نہیں کی ہے جس طرح جس مذہب کو پایا ہے بلا کسی قانون اور اصول کے لکھ ڈالا ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ کوئی شخص کسی مذہب میں کسی ایک مسئلے کی وجہ سے متمیز ہے تو اسے صاحب مذہب نہیں کہہ سکتے کیونکہ ایسے شخص کو بھی علیحدہ صاحب مذہب مانا جائیگا تو مذہب دائرہ حصر و شمار سے باہر ہو جائیگا مثلاً کوئی شخص احکام جو اہر میں کسی ایک مسئلے کے ساتھ متعین رہے تو وہ صاحبان مذہب کی گنتی میں نہیں آ سکتا پس اب ضرور ہے کہ کوئی ضابطہ مسئلے مسائل اصول و قواعد کے مقرر ہونا چاہیے تاکہ وہ اختلاف ان مسائل کا مذہب ٹھہرے صاحب مل و غل نے اپنی رائے سے حصر اس ضابطے کا چار قواعد میں کیا ہے۔ یہ قواعد بڑے اصول ہیں۔

پہلا قاعدہ مسئلہ صفات و توحید صفات ہے اس میں کئی چیزیں شامل ہیں (۱) مسائل صفات قدیم آئی جن کا ایک جماعت نے اقرار کیا ہے اور کہا ہے کہ اللہ کے لیے ایسی صفات ثابت ہیں اور دوسری جماعت نے انکے ثبوت سے انکار کیا ہے (۲) بیان صفات و صفات فعل (۳) اللہ پر کیا چیز واجب ہے اور کیا چیز اسیر حارثہ

اس مسئلہ میں پہلے سنت و مجسمہ و کرامیہ و مسمیہ

دوسرے اقوال

اور دوسری جماعت کا نص سے انکار کرنا اور اس بات کا قائل ہونا کہ امامت کا انعقاد اجماع سے ہوتا ہے اور امامت کے منتقل ہونے کی کیفیت اُن لوگوں کے نزدیک جو نص کے قائل ہیں اور امامت کے ثبوت ہونے کی کیفیت اُن کے نزدیک جو اجماع کے مقررین ان مسائل کل خلاف شیعہ اور خارجی اور معتزلہ اور کرامیہ اور اہل سنت میں ہے۔

غرض کہ اصحاب مذاہب کی ترتیب بیان کرنے کے دو طریق ہیں ایک یہ کہ مذہب کو اصول مقرر کر کے ہر مسئلے میں مذہب ایک فرقے کا بیان کرتے ہیں دوسرے یہ کہ اصحاب مذاہب کے اصول ٹھہرا کر ہر مسئلے میں اُن کے مذاہب کو ذکر کرتے ہیں اس پچھلے طریقے سے اقسام کا ضبط اچھی طرح ہوتا ہے۔

معتزلہ

وہ قسم یہ ہے کہ جب حسن بصری کو یہ خبر پہنچی کہ مسلمانوں میں ایک جماعت ایسی پیدا ہوئی ہے کہ جو کہتی ہے کہ مرکب کبیرہ نہ بالکل مؤمن ہے اور نہ بالکل کافر ہے بلکہ وہ ایک منزل میں ہے اور مساۃ۱۰ منزل ایمان و کفر کے تو انھوں نے کہا اَهُوَ کَلَاءِ اَعْتَرُوْا یعنی یہ لوگ کنارہ کش ہو گئے۔
معتزلہ کہلانے لگا کیونکہ علمائے سلف نے اس کلیہ پر اتفاق

۱۰۱ کے مخالف ہے اور بعض نے

۱۰۲ حسن

سوت پہنچنے والا تھا اس شخص کی گردن بہت لمبی تھی بہا تک کہ عمرو بن عبید نے اس باہکا کا
 عیب اس میں نکالا اور کہا من هذا عنقه لاخیر عنده یعنی جس کی گردن اتنی لمبی ہوا کہ اس کے پاس
 کوئی بھلائی نہ ہوگی لیکن جب واصل اللق فائق نکلا تو عمرو نے کہا میری فراست چوک گئی یعنی میری
 آنکھ میں خطا ہوئی۔ واصل کی زبان سے حرف راسے ہوا صحیح نہ نکلتا تھا معذرت نہایت فصیح و بلیغ تھا
 اسی وجہ سے اپنی بات جیت میں حرف را کو غین سے بدل دیتا تھا زبان پر آنے نہ دیتا اسکا ایک ٹکڑا
 رسالہ ہے جس میں اس نے حرف را کو ذکر نہیں کیا۔ اور یہ بات بہت کم ہے کہ کوئی شخص معتزلی ہو
 اور شیعہ نہ ہو سو ایسے لوگ بہت تھوڑے ہیں اسی واسطے عامہ معتزلہ افضلیت کے جناب امیر کے
 شیخین پر قائل ہیں اور تحقیق یہ ہے کہ قدمائے معتزلہ کے نزدیک تمام اصحاب رسول اللہ میں افضل
 ابو بکر ہیں پھر عمر پھر عثمان پھر علیؓ کی افضلیت کے قائل ہیں
 اور معتزلہ نے اپنا لقب اصحاب عدل و توحید مقرر کیا ہے انکا عدل یہ ہے کہ کہتے ہیں
 کہ اللہ تعالیٰ ہر مطیع کو ثواب و رعاصی کو عذاب پہونچانا واجب ہے اور توحید ان کی یہ ہے کہ صفات
 الوہیت کی نفی کرتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ بے شک عالم بھی ہے اور قادر بھی ہے اور بصیر
 بھی ہے وغیرہ وغیرہ مگر صفت علم اور قدرت اور بصارت وغیرہ اسکو حاصل نہیں ہے مطلب
 ان لوگوں کا یہ ہے کہ صفات اتنی ذات اتنی سے جدا نہیں ہیں۔ انا کہ

مفہوم کیونکہ اگر صفات باری تعالیٰ کے
 ہوں۔ انا کہ

مذہب اور باقی مذاہب سے امتیاز ہے کہ شیعہ اور معتزلہ کے نزدیک اللہ تعالیٰ کے صفات باری تعالیٰ کے ساتھ ہیں کہ

کہے اُسکے حال سے مجھے آگاہ کرو اُس نے بموجب حکم کے بغداد کے علما کو جمع کیا جن میں قاضی القضاۃ
 بشر بن ولید کندی اور احمد بن حنبل اور قتیبہ بن علی بن جعد وغیرہ تھے اور ان کو اسحاق نے
 مامون کے حکم سے اطلاع دی اور ان سے اس باب میں ان کے عقیدے کا حال استفسار کیا
 سب سے اول بشر بن ولید سے کہا کہ تم قرآن کو کیا سمجھتے ہو جواب دیا کہ وہ خدا کا کلام ہے
 اسحاق سین تم سے یہ نہیں دریافت کرتا یہ بتاؤ کہ وہ مخلوق ہے یا نہیں بشر اشد ہر شے کا پیدا
 کرنے والا ہے اسحاق کیا قرآن بھی شے میں داخل ہے بشر بان اسحاق تو کیا قرآن
 مخلوق ہے بشر وہ خالق نہیں اسحاق بن تم سے یہ نہیں پوچھنا۔ یہ بتاؤ کہ قرآن مخلوق ہے
 بشر میں نے جو کچھ بیان کیا ہے اس سے زیادہ نہیں کہہ سکتا۔ اسحاق نے نفی کو حکم دیا
 اُس نے بشر بن ولید کا تمام بیان لکھ لیا بعد اسکے اسحاق نے دوسرے علما سے پوچھا تو انھوں نے
 بھی وہی جواب دیا جو بشر نے دیا تھا پھر اسحاق نے امام احمد بن حنبل سے دریافت کیا کہ اس باب
 میں آپ کا کیا قول ہے انھوں نے فرمایا وہ کلام خدا ہے اسحاق کیا وہ مخلوق ہے
 احمد بن حنبل اس سے زیادہ کہ وہ کلام خدا ہے میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ بعد ازاں اسحاق نے
 قتیبہ اور عبد اللہ بن محمد اور عبد اللہ الشعم بن ادریس (دہب بن مبنہ کے نواسے) اور ان کے
 گروہ سے پوچھا سب نے بالاتفاق جواب دیا کہ قرآن مجہول ہے کیونکہ اللہ نے فرمایا ہے
 اِنَّا جَعَلْنَاهُ قُرْآنًا عَرَبِيًّا لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ اور قرآن محدث ہے اور دلیل اس پر اللہ کا یہ قول ہے
 وَمَا يَأْتِيهِمْ مِنْ ذِكْرِ مِنْ رَبِّهِمْ فَهُمْ كَرِهَتْهُمُ الرَّحْمٰنُ مُحَمَّدٌ شَرًّا لَّا كُنُوْا عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ رَاٰصَكُمْ وَمَا يَأْتِيهِمْ
 مِنْ ذِكْرِ مِنْ رَبِّهِمْ فَهُمْ كَرِهَتْهُمُ مُحَمَّدٌ شَرًّا لَّا اسْتَمْعَوْا يَه دو نون آیتیں اس بات پر دلالت کرتی ہیں
 کہ ذکر یعنی قرآن محدث ہے اسحاق نے ان سے دریافت کیا کہ جو شے مجہول ہے وہ مخلوق ہے
 انھوں نے جواب دیا ہاں ایسا ہی ہے اسحاق نے کہا پس قرآن بھی مخلوق ہے ؟
 انھوں نے جواب دیا ہم قرآن کو مخلوق نہیں کہہ سکتے لیکن وہ مجہول ہے۔ اسحاق نے ہر شخص
 کا بیان لکھوا کر مامون کے پاس بھیج دیا اُس پر مامون نے حکم دیا کہ قاضی القضاۃ اور ابراہیم بن
 ہمدی کو دوبارہ اپنے پاس بلا کر ان سے دریافت کرو اگر وہ قرآن کے مخلوق ہونے کا اقرار
 کر لیں تو بہتر ہے ورنہ اُنکو قتل کر ڈالو سوال ان کے دوسرے علما کو پابزنجیر سے پاس بھیج دیا

اسحاق نے دوبارہ علماء کو جمع کر کے مامون کا یہ حکم سنایا بشر اور ابراہیم اور دوسرے علمائے خلق قرآن کا اقرار کر کے اپنی جانیں بچالیں مگر یہ چار آدمی احمد بن حنبل - قواریری - سجاده اور محمد بن نوح خلق قرآن کے قائل نہ ہوئے اسحاق نے اُن کے پیروں میں بیڑیاں پہنا کر پھر دریافت کیا کہ قرآن مخلوق ہے اس وقت ڈر کر سجاده اور قواریری نے تو اقرار کر کے ٹکسنچ عذاب سے نجات پائی اور ہار کر دئے گئے مگر احمد بن حنبل اور محمد بن نوح کو اپنے قول پر اصرار رہا ایسے یہ دونوں مامون کے پاس باہجولان بھیجے گئے معتصم اور واثق مامون کے جانشینوں نے اُسکی پیروی کی اور جو لوگ اس راسے کے خلاف تھے اُن کے تازیانے لگوائے اور قید کیا بلکہ قتل بھی کر لیا آخر کار جب متوکل واثق کا جانشین ہوا تو اُس نے پہنچ احکامات سابق ان تکلیفوں کا خاتمہ کر دیا اور جو لوگ اس وجہ سے مقید تھے اُن کو رہا کیا اور اس بار سے میں اُنکو اُسکے عقیدے پر چھوڑا - معتزلہ کا مذہب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اسمائے صفات و افعال توقیفی ہیں یعنی اُس ذات پاک پر کسی نام کا اطلاق حقیقتہً اور مجازاً بغیر اذن شایع کے درست نہیں معتزلہ کے نزدیک رضا مندی اور ناراضی اللہ تعالیٰ کی صفات نہیں ہو سکتی ہیں کیونکہ اللہ بڑا حوال متغیر نہیں ہوتے پس جان اُس نے اپنی رضا اور غصے کا ذکر کیا ہے وہاں مراد ان سے جنت اور دوزخ ہے اور اہل سنت کی راسے یہ ہے کہ رضا مندی اور ناراضی اصلی معانی میں خدا کی صفات ہیں جنت و دوزخ ان سے مراد نہیں - اور اللہ تعالیٰ کے کلام میں کذب محال ہے اور اُسکی دو وجہیں ہیں ایک یہ کہ کذب قبیح ہے اور عقل سلیم گواہ ہے کہ اللہ تعالیٰ قبیح کام نہیں کرتا دوسرے یہ کہ کذب مصلحت عام کے خلاف ہے کیونکہ جب لوگوں کو یہ معلوم ہو جائیگا کہ اس کلام میں جھوٹ بھی ہے تو وہ اعتبار نہ کریں گے اور جو کچھ عذاب و ثواب کا بیان اور آخرت کا حال اُس کلام میں ہوگا سب کو نہیں مانیں گے اور جو چیز کہ تمام عالم کے واسطے اصلح ہے وہ اللہ پر واجب ہے پس واجب کا چھوڑنا اُسکی ذات پاک سے بعید ہے ویدار کسی کا انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ رویت کے لیے شرائط درکار ہیں حاسے کا سالم ہونا اور مرنی کا جسم دار و کیفیت و رنگین ہونا نظر کے سامنے آجانے سے اُسکی رویت کا ممکن ہونا اور رائی و مرنی میں مسافت کا متوسط ہونا نہ نہایت دور ہونا بہت نزدیک اور مقابلہ دونوں میں ہونا اور حجاب درمیان میں نہونا اور کہتے ہیں رویت بدون مکان و بدون حرکت کے

یعنی بغیر ان شرائط مذکورہ بالا کے محال ہے۔ اشیاء میں حسن و قبح ان کے نزدیک عقلی نہ ہے جیسا کہ اسے
 ماترید یہ کہی ہے مگر فرق یہ ہے کہ ماترید یہ کے نزدیک حسن و قبح عقلی اس بات کو نہیں چاہتا کہ
 بندے کے لیے اُس میں حکم الہی صادر ہو اور معتزلہ کہتے ہیں کہ حسن و قبح عقلی ہے اللہ تعالیٰ کی
 طرف سے حکم کا موجب ہے اس لیے کہ اُس کے ساتھ کوئی اور حاکم نہیں ہے اگر بالفرض نہ سفرع ہوئی
 نہ رسول مبعوث ہوئے اور اللہ تعالیٰ افعال ایجاد کرتا تب بھی یہ احکام اسی طرح واجب ہوتے جس طرح
 شرع نے اب واجب کئے ہیں مگر جن لوگوں نے یہ لکھا ہے کہ معتزلہ کے نزدیک حاکم عقل ہے نہ
 اللہ تعالیٰ یہ بیان اُن کا صحیح نہیں معتزلہ مسلمان تھے اور کوئی مسلمان ایسی بات کہنے کی جرات
 نہیں کر سکتا بلکہ وہ تو یہ کہتے ہیں کہ عقل بعض احکام الہی کے پہچاننے کا آلہ ہے برابر ہے کہ انکی نسبت
 سفرع وارو ہو یا نہ ہو اور یہی اکابر حنفیہ سے بھی منقول ہے شرح مسلم الثبوت میں بحر العلوم نے اسی طرح
 لکھا ہے اور بعض نے متاخرین حنفیہ اور معتزلہ کے مذہب کے فرق کو اس عبارت میں بیان کیا ہے
 کہ حنفیہ کے نزدیک عقل ایک آلہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ بذریعہ شرع کے کہ وہ کھولنے والی ہے فعل کے
 حسن و قبح پر اطلاع دیتا ہے ایجاب عقل کا کام نہیں بلکہ یہ کام اللہ کا ہے اور معتزلہ کے نزدیک
 عقل واجب کرنے والی ہے پس جب عقل نے حسن و قبح کو دریافت کر لیا تو مقتضائے حسن و قبح اللہ تعالیٰ
 اور بندہ و ن پر واجب ہو گیا اور جو چیز عقل میں نہیں آ سکتی وہ واجب نہیں اسی وجہ سے معتزلہ عقائد
 کے متعلق ہر اُس چیز کو نہیں مانتے جو عقل سے مد رک نہ ہو سکے مثلاً رویت الہی اور عذاب قبر اور
 میزان اور صراط وغیرہ کے معکر ہیں۔ اور معتزلہ کا قول ہے کہ بندہ اپنے افعال اختیار کا خالق ہے
 اور بعض افعال اُس سے بطریق مباشرت کے پیدا ہوتے ہیں اور بعض بطریق تولید کے معنی تولید
 کے یہ ہیں کہ فاعل کے ایک فعل سے دوسرا فعل واجب ہو جائے جیسے انگلی کا ہلنا واجب کر دیتا ہے
 چھلنے کے ہلنے کو اگرچہ اس دوسرے کام کا بندہ اصلاً قصد نہیں کرتا مگر مجد انکا بھی وہی ہوتا ہے
 ہاں اس قدر ہے کہ ایک اور فعل کا توسط ضرور ہوتا ہے اور چونکہ ان کے نزدیک بندہ اپنے افعال کا
 خالق ہے اس لیے جزا ان افعال کی حقیقت خدا پر حق بندہ کا ہے۔ اور امر خیر اللہ کے ارادے سے
 ہوتا ہے اور کفر و عصیان بندے سے با اختیار خود ہوتے ہیں خدا کے ارادے اور مشیت کو اس میں
 دخل نہیں بلکہ وہ ہر مخلوق سے ارادہ اسلام و طاعت کا کرتا ہے چنانچہ حکم کرتا ہے اسلام و طاعت کا

اور گناہ و کفر سے ممانعت کرتا ہے تو انکی نسبت ارادہ بھی نہیں کرتا اور اکثر معتزلہ کہتے ہیں کہ استطاعت
یعنی قدرت فعل سے قبل ہوتی ہے یہی راے ماتریدیہ کی ہے اور بعض معتزلہ مثل بخار اور محمد بن
عیسیٰ اور ابو عیسیٰ و راق وغیرہ کا مذہب یہ ہے کہ قدرت فعل کے ساتھ ہوتی ہے جو راے
شاعرہ کی ہے اور معتزلہ کہتے ہیں کہ تکلیف عدم کے ساتھ بھی متعلق ہوتی ہے اور کہتے ہیں کہ مقتول
کی موت قاتل کے قتل سے پیدا ہوتی ہے اسی طرح مسموم کی موت زہر دینے والے کے فعل سے
پس یہ موت بندے کے افعال میں سے ہے خدا کا فعل نہیں اگر قاتل اُسے قتل نہ کرنا یا زہر دینے والا
نہ ہوتا تو جو وقت اُسکی موت کا خدا نے تعالیٰ نے مقدر کیا تھا اس وقت تک جیتا قاتل نے
تقدیر الٰہی کو بدل ڈالا اسی لیے اُسکا یہ فعل شرعاً و عقلاً ممنوع ہوتا ہے اور کبھی کے نزدیک مقتول
کے لیے دواجل ہیں ایک قتل دوسرے موت اگر وہ قاتل کے ہاتھ سے مارا نہ جاتا تو اپنے وعدے تک
یعنی موت کے وقت تک جیتا اگر یہ عموماً معتزلہ اسکے قاتل ہیں کہ مقتول اپنے وعدے پر جو خدا نے
ہم سے لیے مقرر کر دیا ہے نہیں مڑتا ہے فرق دونوں راہوں میں یہ ہے کہ جمہور کے نزدیک تو قتل و
موت دونوں پر لفظ موت کا اطلاق درست ہے اور کبھی کہتا ہے کہ قتل کو موت نہنا چاہیے موت
وہی ہے جو اپنے وعدے پر مڑے مطلب یہ ہے کہ اللہ کے فعل کا نام موت ہے اور بندے کے فعل کا
نام قتل۔ اور اُنکے نزدیک تکلیف مالا یطاق کے ساتھ بندے کا مکلف ہونا عقل بھی تجویز نہیں کرتی
اور معتزلہ کہتے ہیں کہ حرام رزق نہیں کیونکہ رزق وہ ملوک ہے جسکو مالک کھائے اور شائع نے
اُس میں تصرف کر لیا حکم بھی دیدیا ہو اس صورت میں شراب اور سو جو کسی مسلمان کے ملوک ہوں
رزق نہیں ہو سکتے اس لیے کہ شائع نے ان میں تصرف کرنے کی اجازت نہیں دی ہے اس سے یہ
لازم آتا ہے کہ جس شخص نے عمر بھر حرام چیز کھائی تو اُسے رزق الٰہی نہیں کھایا وہ اپنے طور پر پٹا پالتا رہا
حال انکہ ہر جاندار کو اللہ ہی رزق پہنچاتا ہے اور ہدایت و ضلالت انسان بطریق مباشرت کے
پیدا کرتا ہے اور پھر کامیابی اُنکی اس مباشرت سے بطور تولید کے پیدا ہوتی ہے خدا سے تعالیٰ
کے پیدا کرنے کو ان میں دخل نہیں اور نہ اللہ تعالیٰ کی مشیت کو اُن سے قلعہ ہے اور اصلح
والھف اور ثواب و عذاب اور آلام کا عوض یہ پانچ چیزیں حق تعالیٰ پر واجب ہیں درہ بخل
لازم آتا ہے اس لیے کہ جب اُسکے اقتدار میں یہ ساری باتیں ہیں اور اُن کے واسطے کوئی مانع بھی

نہیں ہے تو پھر الکاثر کرنا بھل کیونکر ہوگا اور یہ عیب ہے جس سے ذات باری منزہ ہے اور کفار و فاسق کو ہمیشہ وہ بیخ میں رکھنا اور کبھی عذاب سے نجات دینا یہی اُنکے واسطے آخرت میں اصلح ہے اور اُن کے اعمال کو باطل کرنا اور اُن پر لعنت فرمانا یہ دنیا میں اُن کے لیے اصلح ہے اور کہتے ہیں عرش سے مراد ملک ہے اور کرسی سے علم اس آیت میں وَسِعَ کُرْسِيُّہُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ کُرسی کو علم کے معنی میں کہتے ہیں یعنی علم الہی میں آسمان اور زمین کی سمائی ہے یہی بڑے شیعہ کی ہے۔ اور تمام معتزلہ کا اسپر اتفاق ہے کہ اگر معدوم کی ذات و حقیقت باطل ہو جائے تو اُسکا اعادہ محال ہے اور اہل سنت کے نزدیک اعادے کی صحت اسپر موقوف نہیں کہ عدم میں ذات مافی رہے اور معتزلہ کی یہ بھی رائے ہے کہ مادہ جو اہر کا صحیح ہے اور اُن اعراض کا اعادہ جو باقی نہیں رہتے ممنوع ہے اور جو اعراض باقی رہتے ہیں اور وہ متولدات میں سے نہیں ہیں تو اُنکا اعادہ بالاتفاق صحیح ہے اور متولدات کے اندازے میں خلافت ہے اور قبر کے عذاب و ثواب اور سوال و شکر و نیکر کے منکر میں اگر صامی کتا ہے کہ تذبذب و تنعم بلا زندہ کر نہ بہت کے واقع ہوگی اور ابو علی جبائی وغیرہ بعض معتزلہ منکر و نیکر نام رکھنا نا پسند کرتے ہیں۔ علامات قیامت کے منکر میں یا جوج و ماجوج اور دجال کے خروج کے قائل نہیں۔ بعض معتزلہ کہتے ہیں کہ میزان کا ہونا جائز ہے مگر ثبوت کے قائل نہیں اور بعض کہتے ہیں کہ یہ بات محال ہے اور کہتے ہیں کہ قرآن میں جو وزن اور میزان کا ذکر ہے اُسکا یہ مطلب ہے کہ پورا پورا انصاف کیا جائیگا ذرا فرق نہوگا اس بیان سے دراصل تراز و سرا نہیں کیونکہ اعمال اعراض میں اُنکا ٹل سکنا ممکن نہیں کیونکہ ہلکا بھاری ہونا جو اہر کی شان ہے اور خدا سے تعالیٰ ان سب کا عالم بھی ہے پھر تولنے کا کیا فائدہ اور شکی ہدی کے صحیفے ہاتھوں دینا بھی عبث ہے اور کرنا کامبین کے بھی منکر ہیں اس لیے کہ بندہ جو کچھ کرتا ہے اللہ اس سے بخوبی واقف ہے اور محافظین کی وہاں ضرورت ہوتی ہے جو ان علم حاصل نہو سکے پس کرنا کامبین اس صورت میں ہونے کہ اللہ تعالیٰ جاہل ہوتا اور جو بندے کرتے اُسکا علم اسے نہوتا اور حوض کوثر ثابت نہیں کرتے اور ابوالاندیل اور بشر بن معمر ہل صراط کے جواز کے قائل ہیں اُن کے وقوع کے منکر ہیں اور اکثر معتزلہ بالکل منکر ہیں جواز کے بھی قائل نہیں اور جبائی کے اقوال دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس بارے میں متروک ہے۔ اور دوزخ

مذہب معتزلہ میں منکر و نیکر

مذہب معتزلہ میں منکر و نیکر

و جنت اب موجود نہیں ہیں قیامت کو موجود ہونگے اور جب اللہ تعالیٰ نفخہ ادا کرے گا تو
سارے آسمان وزمین اور جنت و دوزخ اور ارواح فنا ہو جائیں گی پھر قیامت کے دن
اللہ دوبارہ انہیں پیدا کرے گا۔ اور یہ کہتے ہیں کہ ایمان کی حقیقت میں تصدیق کے ساتھ
اعمال بھی داخل ہیں اس لیے ان کے نزدیک مرکب کبیرہ مؤمن نہیں ایمان سے خارج ہے مگر
ایسے شخص کو کافر اس واسطے نہیں جانتے کہ صحابہ اور قضاۃ مرکب کبیرہ پر زنا اور شرب خمر وغیرہ
میں حد جاری کیا کرتے تھے اور اپنے ملک سے بدر نہیں کرتے تھے اور نہ قتل کراتے تھے اور انکی
ملاحضہ کو مسلمانوں کے مقابلہ میں دھن ہونے دیتے تھے حالانکہ کافر کے ساتھ ایسے معاملات
بالاجل ناجائز ہیں اور اسی کا نام اٹھون نے منزلہ بین المنزلتین رکھا ہے منزلتین کفر و
ایمان ہوئے اور دوسری منزل فسق ہے پس ایسا شخص فاسق ہے اور شرک کا بدبھنا شرعاً
و عقلاً ممتنع کہتے ہیں جیسا کہ ماتریدہ کا مذہب ہے اور گناہ کبیرہ بھی بغیر توبہ کے ان کے نزدیک
نہیں بخشے جاتے گے اور یغفر صائدون لمن یشتاء من ذنوب کو توبہ کے ساتھ مقید کرتے ہیں
اور بعض معتزلہ کی رائے یہ ہے کہ جب بندہ کبائر سے اجتناب کرتا ہے تو اس کے لیے عذاب ہونا جائز نہیں
بلکہ وہ واجباً لغو ہے بعض شفاعت کے منکر ہیں اور بعض حق غیر صاحب کبیرہ میں شفاعت
جائز رکھتے ہیں ان کے نزدیک تین قسم کے لوگوں کی شفاعت ہوگی (۱) جو کبائر سے بچتے ہیں
اور صفائے ارتکاب کرتے ہیں تو انکے صفائے کی معافی کے لیے انبیاء و ملائکہ کی شفاعت ہوگی
(۲) جو کبیرہ کر کے توبہ کر لیتے ہیں تو ایسوں کی توبہ قبول ہونے کے لیے انبیاء و ملائکہ کی شفاعت ہوگی
(۳) جو کبائر و صفائے سے بچتے ہیں ان کی شفاعت زیادتی ثواب کے لیے انبیاء و ملائکہ کی طرف سے ہوگی
غرض عذاب کبائر سے نجات پانے کے لیے شفاعت نہوگی اور اگر مرکب کبیرہ توبہ کیے بغیر
مر جائے گا تو ہمیشہ دوزخ میں رہے گا انھوں نے اس امر پر اتفاق کیا ہے کہ جب مسلمان متقی
موتا ہے یا گناہگار توبہ کر کے موتا ہے تو مستحق ثواب کا ہوتا ہے اور جب بغیر توبہ کے گناہ کبیرہ سے
جسکا اُس نے ارتکاب کیا ہے مر گیا تو وہ ہمیشہ عذاب کا مستحق ہوتا ہے لیکن اس کا عذاب کفار کے عذاب
سے خفیف ہوتا ہے اس کو و عید کہتے ہیں وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر
امتن کیا بذر یوم انبیاء علیہم السلام کے احکام بھیجے ہیں تاکہ احکام کا نہ ماننا ان کی ہلاکت پر

الانفاذ منه
التمسك من قبل
جئت نذيرا فلما خلفكم
ذلك حتى كنتم
واضحكم بان قالوا
لما اهل الخراب
نرايا قد انعم
في اوصال
قالوا اني هم
الشفاعة
انما ان هذا
لما تفتت
اربعين من
جاءوا به
في
سبعين من
في

شہادت ہو اور ان کی رائے یہ ہے کہ ایمان باطن سے قلعق رکھتا ہے اور اسلام ظاہر سے چنانچہ
 بن کے نزدیک فاسق مسلم ہے نہ مؤمن۔ شرح عمدۃ الصنفۃ علامہ نگساری میں ہے کہ عامہ
 معتزلہ کا یہ مذہب ہے کہ جو شخص رکاز دین یعنی توحید و نبوت و نماز و روزہ وغیرہ کا اعتقاد و بطور
 تقلید کے رکھے تو ایسا شخص نہ مؤمن ہے نہ کافر اور ابو ہاشم کے نزدیک کافر ہے پس سکی رائے
 یہ ہے کہ جب دلیل عقلی سے اعتقاد و نبوت کو پہنچے اُس وقت مؤمن تسلیم کرنا چاہیے اور معتزلہ میناق
 لینے کے منکر ہیں اور کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کسی سے کلام نہیں کیا نہ آدم سے نہ نوح سے نہ ابراہیم
 سے نہ موسیٰ سے نہ عیسیٰ سے نہ محمد سے نہ جبریل سے نہ میکائیل سے نہ اسرائیل سے علیہم السلام
 اور نہ حاملان عرش سے اور نہ انکی طرف دیکھے گا جیسا کہ شیطان اور یہود و نصاریٰ سے بات نہیں
 کرتا ہے۔ اور معتزلہ کہتے ہیں کہ عقل نہیں تجویز کرتی کہ انبیاء سے عدا کبار سرزد ہوں اور انبیاء میں سے
 کسی ایک کی فضیلت کے دوسرے پر قائل نہیں سب کو برابر جانتے ہیں اور کرامات اولیا کا انکار
 کیا ہے اس وجہ سے کہ اولیاء سے خرق عادت کے وقوع میں معجزے کے ساتھ اشتباہ ہوگا پھر
 اس صورت میں نبی اور غیر نبی میں تمیز کرنا مشکل ہے مگر ابو احسین بصری معتزلی اور اُس کا
 شاگرد محمود خوارزمی کرامات اولیا کے قائل ہیں۔ اور معراج کے منکر ہیں کہتے ہیں کہ اسکا ثبوت
 خبر آحاد سے ہے اور خبر واحد عمل کو واجب کرتی ہے نہ اعتقاد کو مگر بیت المقدس تک جانے کے
 منکر نہیں۔ اور معتزلہ انبیاء میں باہمی تفضیل کے قائل نہیں سب کو برابر اور ہم رتبہ جانتے ہیں پس
 آنحضرت کی فضیلت انبیاء پر نہیں مانتے اور ان کے نزدیک مجتہد کی رائے میں بھی غلطی نہیں ہوتی
 جیسا کہ عامہ متکلمین اشاعرہ کی رائے ہے۔ اور انکا عمومی قول ہے کہ ملائکہ علوی افضل ہیں انبیاء سے۔
 اور امامت میں یہ لوگ آپس میں اختلاف کرتے ہیں بعض کہتے ہیں انصاف ہے بعض کہتے ہیں
 اختیار ہے اور ان کے نزدیک امام کا مقرر کرنا مخلوق پر واجب ہے بعض کے نزدیک یہ وجوب
 دلیل عقلی سے ثابت ہے اور عامہ معتزلہ کا یہ مذہب ہے کہ دلیل شرعی سے ثابت ہے اور امام کا
 معصوم ہونا واجب نہیں اور نہ اسکا قرشی ہونا مشروط ہے اور ان کے نزدیک عبادت کا ثواب
 سوا فاعل کے غیر کو نہیں پہونچتا خواہ عبادت مالی ہو یا بذاتی خواہ مرکب ہو مالی اور بدن سے کیونکہ
 فضا و قدر نہیں بدل سکتے پس دعا لغو ہے کچھ اُس سے فائدہ نہیں ہو سکتا جس بات کی

مذہب معتزلہ کا یہ ہے کہ جو شخص رکاز دین یعنی توحید و نبوت و نماز و روزہ وغیرہ کا اعتقاد و بطور تقلید کے رکھے تو ایسا شخص نہ مؤمن ہے نہ کافر اور ابو ہاشم کے نزدیک کافر ہے پس سکی رائے یہ ہے کہ جب دلیل عقلی سے اعتقاد و نبوت کو پہنچے اُس وقت مؤمن تسلیم کرنا چاہیے اور معتزلہ میناق لینے کے منکر ہیں اور کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کسی سے کلام نہیں کیا نہ آدم سے نہ نوح سے نہ ابراہیم سے نہ موسیٰ سے نہ عیسیٰ سے نہ محمد سے نہ جبریل سے نہ میکائیل سے نہ اسرائیل سے علیہم السلام اور نہ حاملان عرش سے اور نہ انکی طرف دیکھے گا جیسا کہ شیطان اور یہود و نصاریٰ سے بات نہیں کرتا ہے۔ اور معتزلہ کہتے ہیں کہ عقل نہیں تجویز کرتی کہ انبیاء سے عدا کبار سرزد ہوں اور انبیاء میں سے کسی ایک کی فضیلت کے دوسرے پر قائل نہیں سب کو برابر جانتے ہیں اور کرامات اولیا کا انکار کیا ہے اس وجہ سے کہ اولیاء سے خرق عادت کے وقوع میں معجزے کے ساتھ اشتباہ ہوگا پھر اس صورت میں نبی اور غیر نبی میں تمیز کرنا مشکل ہے مگر ابو احسین بصری معتزلی اور اُس کا شاگرد محمود خوارزمی کرامات اولیا کے قائل ہیں۔ اور معراج کے منکر ہیں کہتے ہیں کہ اسکا ثبوت خبر آحاد سے ہے اور خبر واحد عمل کو واجب کرتی ہے نہ اعتقاد کو مگر بیت المقدس تک جانے کے منکر نہیں۔ اور معتزلہ انبیاء میں باہمی تفضیل کے قائل نہیں سب کو برابر اور ہم رتبہ جانتے ہیں پس آنحضرت کی فضیلت انبیاء پر نہیں مانتے اور ان کے نزدیک مجتہد کی رائے میں بھی غلطی نہیں ہوتی جیسا کہ عامہ متکلمین اشاعرہ کی رائے ہے۔ اور انکا عمومی قول ہے کہ ملائکہ علوی افضل ہیں انبیاء سے۔ اور امامت میں یہ لوگ آپس میں اختلاف کرتے ہیں بعض کہتے ہیں انصاف ہے بعض کہتے ہیں اختیار ہے اور ان کے نزدیک امام کا مقرر کرنا مخلوق پر واجب ہے بعض کے نزدیک یہ وجوب دلیل عقلی سے ثابت ہے اور عامہ معتزلہ کا یہ مذہب ہے کہ دلیل شرعی سے ثابت ہے اور امام کا معصوم ہونا واجب نہیں اور نہ اسکا قرشی ہونا مشروط ہے اور ان کے نزدیک عبادت کا ثواب سوا فاعل کے غیر کو نہیں پہونچتا خواہ عبادت مالی ہو یا بذاتی خواہ مرکب ہو مالی اور بدن سے کیونکہ فضا و قدر نہیں بدل سکتے پس دعا لغو ہے کچھ اُس سے فائدہ نہیں ہو سکتا جس بات کی

دعا کی جاتی ہے اگر وہ مقدر کے مطابق ہے تو اسکی خواستگاری فعل عبث ہے اور اگر مخالفت ہوگی
 تو اسکا موجود ہونا ناممکن ہے اسی سبب سے ان کے مردے استغفار اور صدقات سے کہ نجات کا
 بڑا وسیلہ ہیں محمد بن مرتبہ بن اور سارے معتزلہ سوا کے کبھی اور ابو الہذیل اور ابو نعیم بصری کے
 یہ کہتے ہیں کہ معدوم بھی ایک شے ہے اور عالم واقع میں ثابت ہے مگر یہی قدر ہے کہ شک و جود
 نہیں ملا ہے اگر جود مل جائے تو وہ موجود ہو جائے اس مرتبہ کو انکی اصطلاح میں ثبوت اور تقرر کا
 مرتبہ کہتے ہیں اور دلیل انکی یہ ہے کہ ممکن اپنے وجود کے قبل یا تو واجب ہوگا یا ممتنع اور ان دونوں
 صورتوں میں جود کے وقت انقلاب لازم آتا ہے پس یہ غلط ہے تو یہی رہا کہ ممکن اپنے وجود سے پیشتر بھی
 ممکن ہوگا اور امکان ایک ایسی صفت ہے جس کے لیے موصوف کا ہونا ضرور ہے تو دیکھنا چاہیے کہ وہ
 ثابت ہے یا موجود ہے اگر موجود ہوگا تو پھر جود اسکو حاصل ہونا تحصیل حاصل ہے اسلیئے یہ باطل ہے
 پس باقی یہ رہا کہ وہ ثابت ہوگا ہی سہا ہے یعنی ممکن اپنے عدم کے وقت میں ثابت ہے اور موجود
 نہیں ہے اور منشا اس قول کا یہ ہے کہ ان لوگوں کے نزدیک وجود میں اور ماہیت میں فرق ہے
 کبھی ماہیت ہوتی ہے اور اسکو وجود عارض نہیں ہوتا یہی مرتبہ تقرر کا ہے اسی کو معدوم ثابت
 کہتے ہیں مگر موجود نہیں کہہ سکتے موجود جب کہیں گے کہ اسکو جود مل جائے اور اس قسم کے معدوم میں
 ممکن کی قید اس واسطے لگا دیتے ہیں کہ جو معدوم ایسا ہو بلکہ ممتنع ہو اسکو تقرر کا مرتبہ حاصل نہیں ہوتا
 وہ بالاتفاق کچھ چیز نہیں اور صوفیہ بھی اعیان ثابتہ کے عالم کی پیدائش سے قبل قائل ہیں ۔ اور
 اشاعہ و ماتریدیہ و خیالہ کہتے ہیں کہ معدوم کچھ بھی نہیں ممتنع ہو یا ممکن کیونکہ ان کے نزدیک وجود
 اور نفس حقیقت یا ماہیت میں ذرا فرق نہیں ہے جب وجود نہ ہوگا تو ماہیت بھی نہوگی اور یہ بات
 نامعقول ہے کہ ایک چیز سے عالم عدم میں وجود متفک ہو اور پھر اسکو کسی قسم کا ثبوت ہو اگر اسکو
 عالم عدم میں تقرر حاصل ہوگا تو وہ ایک ہی وقت میں موجود بھی ہوگی اور معدوم بھی ہوگی
 اور بالکل خلاص قیاس ہے اسلیئے کہ جود کے کوئی اور معنی ہی نہیں سوائے ثبوت اور تحقق اور
 تقرر کے معدوم بھی کہنا اور اس کے واسطے ثبوت بھی ڈھونڈنا جو بلاشبہ حرکات و سکنات کو
 چاہتا ہے بالکل منقطع ہے اور معدوم ثابت کے ابطال کی بڑی ضرورت اسلیئے ہے کہ اہل سنت
 اس بات کے معنی میں کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے کوئی چیز باہر نہیں اور معدومات کے ثبوت کی

صورت میں یہ جائز ہو جائیگا کہ بعض معدومات ثابت سے تو قدرت کو تعلق حاصل ہووے اور بعض کے ساتھ کسی خصوصیت کی وجہ سے نہ بلکہ علی العموم معدومات ثابت مقدوریت کے دائرے سے نکل جائینگے اسلئے کہ جس کو عدم میں ثبوت حاصل ہوگا وہ ازلی ہوگی پس قدرت الہی انکی ذات کے ساتھ کس طرح متعلق ہو سکتی ہے پھر اگر قدرت کا تعلق ان سے مانا جائیگا تو اسی قدر کہ وجود ماننے عطا کیا پس خدائے تعالیٰ ممکنات کا خالق اصلی اور موجود نہیں بن سکتا اور نہ اسکو کسی چیز کی ایجاد پر قدرت ہو سکتی ہے اور یہ کفر صریح ہے۔ معتزلہ کا مذہب یہ ہے کہ ان چار حالتوں میں اہل قبلہ کا خون مباح و حلال ہے (۱) جب کبیرہ کا ارتکاب کرے (۲) کوئی بدعت اُس سے حادث ہو (۳) سلطان سے بغاوت کرے (۴) فرائض کو ترک کرے اور ترک کو حلال جانے۔ معتزلہ اہل سنت کے ساتھ پانچ باتوں میں بحث رکھتے ہیں (۱) مسئلہ صفات (۲) مسئلہ رویت (۳) مسئلہ وعدہ و وعید (۴) مسئلہ ایجاد افعال (۵) مسئلہ مشیت۔

ابن حزم نے ظن میں لیا ہے کہ معتزلہ کا عمدہ کلام وعدا و وعید اور قدر میں ہے پس جو کوئی یہ کہے کہ قرآن غیر مخلوق ہے اور قدر کو ثابت کرے یعنی یہ کہے کہ ہندے کے سارے افعال اللہ کی قضاء و قدر سے ہیں اور آخرت میں اللہ کے دیدار ہونے کا اقرار کرتا ہو اور جو صفات الہی قرآن و حدیث میں مذکور ہے انہیں ثابت کرے اور صاحب کبیرہ کو دائرہ ایمان سے خارج ٹکڑے وہ معتزلی نہیں اگرچہ تمام عقائد میں معتزلہ کے ساتھ موافقت رکھتا ہو۔ یہ بیان مجتہد معتزلہ کے عقائد کا ہے۔ بعض بعض باتوں میں ان میں آپس میں اختلاف ہے۔ ابو ہذیل علاؤ نے دسٹس مسکون میں اپنے اصحاب کا خلاف کیا ہے اور ابراہیم بن تیار نظام نے تیرہ مسکون میں معتزلہ کے ساتھ مخالفت کی ہے اور بشر بن معتمر نے پچھ مسکون میں اپنے اصحاب کا خلاف کیا ہے اور معمر بن عباد سلی نے چار مسکون میں اپنے اصحاب سے مخالفت کی ہے اور ابو موسیٰ مزور نے تین مسکون میں اپنے اصحاب سے خلاف کیا ہے اور بشام بن عمرو غوطی نے سات مسکون میں اپنے اصحاب سے مخالفت کی ہے اور عمرو بن بکر جاحظ نے پانچ مسکون میں اپنے اصحاب سے خلاف کیا ہے اور ثامر بن اشتر سمیری نے چھ مسکون میں اپنے اصحاب سے خلاف کیا ہے۔

ابو الحسن بن ابی عمرو خیاط اور اُس کے متبع معتزلہ بغداد کھلاتے ہیں اور محمد بن عبد العلاب جہانی اور

۱۔ کاتبنا جو ہاشم اور اہل بیت معقولہ و اجزہ مشہور ہیں۔ و من مسلکون کے اندر معتزلہ بغداد و بصرہ میں اختلاف کر اور جیائی اور اہل بیت میں مسئلہ حال اور مسئلہ صلح و صلح میں اختلاف ہے۔ اور احمد بن حنبل نے اپنے استاد نظام کے مذہب پر زمین یا زمین زیادہ کی ہیں (۱) تنازع کا قول (۲) آیات اور اخبار جس قدر روایت الہی کے باب میں وارد ہیں انہیں روایت عقلی فعل پر عمل کیا (۳) قیامت کو مسیح محاسب ہوئے ایسے معتزلہ سے فرق ہو گئے ہیں ان میں سے ایک دوسرے کی تکفیر کرتا ہے۔ اکثر معتزلہ فقہیات میں مقلد مذہب حنفی کے تھے جب آپر الزام عائد ہوتا تھا کہ فقہ میں روایت و درایت تو امام صاحب کی تسلیم کرتے ہو پھر اُنکے عقائد جو انکی کتاب فقہ اکبر میں جمع ہیں کیوں نہیں مانتے تب انھوں نے یہ جملہ اختراش کیا کہ امام صاحب نے کوئی کتاب تصنیف نہیں فرمائی ہے اور فقہ اکبر محمد بن یوسف معروف بہ ابی حنیفہ نجاہی کی تصنیف ہے

اول و اصل یہ ابی حنیفہ داسل بن عطاء متبع ہیں اس فرقے کو کبھی حسن بصری کی طرف منسوب کر کے حسیہ بھی کہتے ہیں و اصل کا اعتقاد چار قواعد پر چڑھتا ہے ایک نفی صفات الہی دوسرے قول بقدرت سرتر مرکب کبیرہ در بیان منزل کفر و ایمان کے ہے جو تھے مرکب کبیرہ ہمیشہ دوزخ میں پڑا رہیگا۔ ایک قول اُسکا یہ بھی ہے کہ اصحاب جبل و صفین اور قاتلان حضرت عثمان اور جانباران حضرت عثمان میں سے ایک گروہ غیر معین منجلی ہے پس حضرت علی اور طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہم میں جنگ جبل کے بعد سے اہلیت شہادت کی نہیں رہی تھی ان کا قول متروک ہے حضرت عثمان کا حال مرکب کبیرہ کا سا ہونا جائز تھا اور واصل حضرت علی کو حضرت ابوبکر و عمر پر فضیلت دیتا تھا اگرچہ شیخین کی امامت کا قائل تھا اور کہتا تھا کہ انقاد امامت کا آدمیوں کے اخلاف اور فتنے کے زمانے میں نہیں ہونا ہے امت جس وقت کہ مجتمع ہو کر ظلم و فساد ترک کرے تب کہیں وہ محتاج سیاست کرنے والے امام کی ہوتی ہے پھر جبکہ نافرمان و فاجر ہو کر اپنے والی کو قتل کر ڈالے تو پھر

مذہب زانی کے کتاب مناقب امام صاحب بن ابی حنیفہ
 ابطال قواعد و ابطال عقائد امام صاحب بن ابی حنیفہ
 اختلاف من جہات ان عقائد امام صاحب بن ابی حنیفہ
 البخاری فہو غلط صریح و شطط فضیہ
 محمد بن یوسف المعروف بابی حنیفہ
 ابی حنیفہ لیس کہ کتاب وان حد الکتاب
 بن زبیر و ما قبل من بعض سفالہ
 ازیم سے فقرہ مشہور فقہ اکبر
 علامہ داسل بن

مذہب زانی کے کتاب مناقب امام صاحب بن ابی حنیفہ
 ابطال قواعد و ابطال عقائد امام صاحب بن ابی حنیفہ
 اختلاف من جہات ان عقائد امام صاحب بن ابی حنیفہ
 البخاری فہو غلط صریح و شطط فضیہ
 محمد بن یوسف المعروف بابی حنیفہ
 ابی حنیفہ لیس کہ کتاب وان حد الکتاب
 بن زبیر و ما قبل من بعض سفالہ
 ازیم سے فقرہ مشہور فقہ اکبر
 علامہ داسل بن

کافر کہنے لگے اور ایک جماعت نے کہا اگرچہ انھوں نے فسق کیا مگر مؤمن ہیں تو واصل نے دونوں گروہ سے اختلاف کیا اور کہا ہر تکب کبیرہ نہ مؤمن ہے نہ کافر تو حسن نے اپنی مجلس سے اُسے بذکر دیا اور واصل نے بھی انھیں چھوڑ دیا اور عمرو بن عبید واصل کی صحبت میں شریک ہو گیا اس لیے دونوں اور اُن کے متبع معتزلہ کہلانے لگے۔

سوم ہذیلیہ ابو ذیل حمدان بن ہذیل عطاء شیخ المعتزلہ کے پیرو ہیں بعض نے ابو ذیل کا نام محمد لکھا ہے اس نے عثمان بن خالد طویل شاگرد واصل بن عطا سے علم حاصل کیا تھا اور استطاعت کو ایک عرض منجملہ اعراس کے بتانا تھا اور کہتا تھا کہ استطاعت صحت و سلامتی کا نام نہیں ہے اور کہتا تھا کہ افعال اول اور افعال اعضا میں فرق ہے اور اُسکا زعم یہ تھا کہ بندے کے افعال بغیر اسکی قدرت کے سرزد نہیں ہو سکتے اور استطاعت حالت فعل میں قدرت کے ساتھ ہو کر رہتی ہے اور افعال اعضا کو بندے کی قدرت کے بدون بھی جائز بتاتا تھا اور کہتا تھا کہ فعل اعضا سے قدرت مقدم ہوتی ہے اور کبھی نے ابو ذیل سے نقل کیا ہے کہ اُسکا اعتقاد یہ تھا کہ احدی کا ارادہ اُسکی مراد سے غیر ہے اور دلیل سپر یہ ہے کہ ارادہ اُسکا شے کا پیدا کرنا ہے اور شے کے پیدا کرنے میں اور نفس شے میں فرق ہے اور کہتا تھا کہ اللہ تعالیٰ کو جو شے اور بصیر کہتے ہیں اُسکے یہ معنی ہیں کہ وہ زمانہ آئندہ میں سنہ گا اور زمانہ آئندہ میں دیکھے گا اسی طرح لفظ غفور اور رحیم اور محسن اور خالق اور رازق اور آمر اور ناهی وغیرہ کے معانی بیان کرتا تھا کہ ساری طاعات کیا ذات فعل اور کیا نوافل ایمان ہیں اور کہتا تھا کہ باری تعالیٰ عالم بہ علم ہے اُسکا علم یہی اُسکی ذات ہے اور قادر بہ قدرت ہے اُسکی قدرت یہی اُسکی ذات ہے وغیرہ اور یہ عقیدہ اُسنے اقوال فلاسفہ سے اخذ کیا تھا جن کا قول یہ ہے کہ ذات بیچون تمام جنون سے واحد ہے اور کسی طرح کثرت کو اس میں راہ نہیں اور صفات الہی سوائے ذات الہی کے کوئی دوسری چیز نہیں جو اُسکے ساتھ قائم ہوں جتنی صفات اُسکی ثابت ہوں وہ یا تو سلوب ہیں یا لوازم ہیں سلوب اُن چیزوں کو کہتے ہیں کہ نسبت سلب کے بغیر باری تعالیٰ کی صفت نہیں پر سکین جیسے جسم اور جوہر اور عرض جب سلب کو اُسنے لگاؤ ہو جاتا ہے اور اُسکی علامت یعنی حرف نفی لے آتے ہیں تو اس وقت یہ اللہ تعالیٰ کی صفت واقع ہو سکتی ہیں مثلاً اللہ تعالیٰ نہ جسم ہے نہ جوہر ہے نہ عرض ہے اور لوازم سے مراد یہ ہے کہ واجب الوجود کا وجود عین نامہیت ہے اور اُسکی وحدت حقیقی ہے فرق نہ

اسیے معتزلہ ابوہزیل کو جہمی الآخرۃ کہا کرتے تھے۔ اور ابوہزیل کہتا تھا کہ مرد مقتول اگر قتل کیا جاتا تو بھی اسی وقت پر مر جاتا۔ علم نہ بڑھتا ہے نہ گھٹتا ہے اور غائب بات پر حجت قائم نہیں ہوتی مگر جبکہ میں شخص بخروین ابوہزیل میں اور ہشام بن حکم میں احکام تشبیہ کی بابت مناظرات ہوئے تھے تب بھیہ علاقہ نے عدل۔ توحید۔ وعد۔ وعید اور منزلت میں المنۃ لئن کا نام اصول خمسہ رکھا تھا اسکے نزدیک اللہ کی معرفت قبل ورود شرع کے واجب ہے۔

چہارم نظام میہ یہ ابراہیم بن شیار نظام کے متبع ہیں نسیم الریاض میں لکھا ہے کہ نظام یون کے نفع ابھی محمد کی تشدید سے ابراہیم کا نام ہے جس کے باب کا نام بعض شیار (سین ملکہ سے) بتاتے ہیں بعض شیار (شین معجم سے) اور بعض شیبان شین معجم اور یاسے تختانی اور اُسے بعد یاسے و وعدہ اور الف و نون اور اسکا سلسلہ نسب یون ہے نظام ابن شیبان ابو اسحاق غلام آزاد نبی حارث بن قیس بن ثعلبہ۔ نظام معظم عباسی کے عہد میں تھا اس نے فلسفے میں نظر کی تھی اور فلاسفہ کی بہت سی باتوں کو معتزلہ کے کلام میں ملا دیا تھا۔ چند مسائل میں متفرد ہوا اور چنے اول اہل قبلہ کی تکفیر کی ہے وہی نظام ہے اُسکے اس قول سے کہ عالم کے تمام جاندار ایک جنس سے ہیں یہ بات لازم آتی ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال البلیس کے افعال کے مثل ہوں اور حضرت عمر اور حضرت علیؓ کی سیرت حجاج کی طرح ہو اسلئے کہ اتحاد جنس مستلزم ہے اتحاد آثار کو اور یہ دونوں قول باطل ہیں۔ اور کہتا تھا اللہ کو برائیوں پر قدرت نہیں ہے اُسکی قدرت کے سلب ہو جانے کے بعد یہ واقع ہوتی ہیں آخرت میں اہل جنت و دوزخ کے واسطے ثواب و عذاب میں کمی بیشی کر دینا اُسکی قدرت میں نہیں ہے اُس کے نزدیک اللہ تعالیٰ کی بڑی تترہ برائیوں سے یہی تھی کہ اُنپر اسکو قادر نہ سمجھنا چاہیے اور اللہ کے ارادے کی اس طرح تفصیل کی تھی کہ اُسکا ارادہ اپنے کاموں کے لیے یہ ہے کہ وہ اُنکو اپنے علم کے موافق پیدا کرتا ہے اور بندوں کے افعال کے لیے ارادہ یہ ہے کہ وہ اُنکو اُنکے کاموں کے کرنے کے لیے حکم دیا کرتا ہے بندوں کے سارے افعال حرکات ہیں۔ روح ہی انسان ہے رہا بدن سو فقط وہ ایک آلہ ہے اور روح ایک جسم لطیف ہے بدن میں اس طرح ساری ہے جیسے گلاب گل میں درتیل تیل میں اور گھی و دودھ میں اور جو کام قدرت سے باہر ہے وہ اللہ کی منزلت سے ہے اور اسی کا افضل ہے خمس مبارکہ میں مقابلہ ثانی کی پہلی فصل میں مذکور ہے کہ جب نظام معتزلی متکلم کو

ابطال جزو لایتجزئی کے دلائل معلوم ہوئے اور کوئی شبہہ اُپنہ و اورد نہ کر سکا تو ان دلائل کو اسے
 ماننا پڑا اور اس بات کا اقرار کیا کہ جسم اس بات کے قابل ہے کہ جتنا چاہیں اُسے تقسیم کر سکیں
 کہیں کسی حد پر اُسکی تقسیم نہ نہیں ملتی مگر اُسے اُس میں تفریق نلی جو شے میں بالفعل موجود ہوتا ہے
 اور جو بالقوہ موجود ہوتا ہے اسلئے یہ خیال کر لیا کہ جبکہ جسم میں انقسامات نامتناہی ممکن ہیں تو وہ
 اس میں بالفعل حاصل ہیں کیونکہ جو نصف ممکن ہوتا ہے بالفعل ہوتا ہے اور یہی اسے سارے
 متکلیف کی ہے کہ تقسیم اُن اجزا کی ہوتی ہے جو بالفعل موجود ہوں پس نظام کے نزدیک جسم ایسے
 اجزا سے بنا ہے جو بالفعل غیر متناہی ہیں اور اس واسطے پر یہ لازم آیا کہ جسم میں اجزائے لایتجزئی
 نامتناہی ہیں باوجودیکہ نظام نے بظاہر متکلیف سے جو ہیولے کے منکر میں اس واسطے میں
 اختلاف کیا تھا کہ جسم مفرد اجزائے لایتجزئی سے بنا ہے۔ اور محقق طوسی کی شرح اشارات کے
 منطق اول میں جو جوہریت اجسام کے بیان میں ہے مذکور ہے کہ نظام کے اس قول سے کہ جسم
 بے انتہا با تقسیم ہو سکتا ہے دو مقدمے پیدا ہوتے ہیں (۱) جسم میں اشیائے غیر منقسم موجود ہیں
 (۲) جو چیز ایسی ہو کہ جسم میں موجود ہو اور منقسم نہ ہو وہ قسمت قبول نہیں کرتی نتیجہ اُن دونوں
 مقدماتوں سے یہ نکلا کہ جسم شامل ہے ایسی چیزوں کو جو قسمت قبول نہیں کرتیں اور یہی جزو لایتجزئی کا
 مطلب ہے۔ فرق اُن متکلموں میں جو اجزائے لایتجزئی کے مقررین اور نظام میں اس قدر ہے کہ
 اُن کے نزدیک جسم اجزائے لایتجزئی متناہی سے مرکب ہے اور اس کی واسطے کے موافق غیر متناہی
 سے اور وہ لوگ صریحاً اس بات کے قائل ہیں کہ جسم اجزائے لایتجزئی سے بنا ہے اور نظام نے اسکا
 اقرار تو نہیں کیا ہے مگر اُسے قول سے جسم کا اجزائے لایتجزئی سے مولف ہونا لازم آتا ہے صدر اکی
 فصل ابطال جزو لایتجزئی میں مذکور ہے کہ جب اُن لوگوں نے جن کے نزدیک اجزائے لایتجزئی
 متناہی ہیں اصحاب نظام پر مناظرے میں یہ اعتراض کیا کہ تمہارے قول سے یہ لازم آتا ہے کہ کسی
 محدود مسافت کو غیر متناہی زمانے کے بغیر قطع نہ کر سکیں حرکت کے وقت جسم کے ہر جزو کے لیے ضرور ہے
 کہ وہ اپنے چیز سے نکل کر دوسرے چیز میں داخل ہو اور جب جسم کا ایک جزو ایک چیز کو چھو کر دوسرے
 چیز میں جائے تو دوسرا جزو اس چیز میں آئے اسی طرح تمام اجزا اپنے اپنے جزو کو بدلین اور جب
 جسم میں اجزائے غیر متناہی ہوئے تو مسافت بھی غیر متناہی زمانے میں قطع ہو جائے گی اصحاب نظام

کہ ان اعراض کے اسباب غیر کے فعل سے واقع ہوتے ہیں اور تولید کا قول معتزلہ بن ابی سے
 چھٹا ہے اور قدرت و استطاعت سلامتی بدن و اعضا کی طرف معروف ہے اور اس میں فراطکت تھا
 اور فلاسفہ طبعین کی طرف میل رکھتا تھا اور کہتا تھا اللہ تعالیٰ تعذیب اطفال پر قادر ہے لیکن
 جب ایسا کرے گا تو ظالم ہو گا پس اللہ تعالیٰ کی ذات سے یہ عیب اٹھانے کے لیے اسکی یہ رائے ہے
 کہ جب وہ کسی بچے کو عذاب دے تو مجھ لینا چاہیے کہ وہ بچہ قاتل بالغ ہو کر عذاب کا مستحق ہو گا غرض
 اسکے نزدیک اللہ ظالم پر قادر ہے مگر جب وہ ظلم کرے تو یوں تاویل کر کے اُسے عادل ماننا چاہیے
 اور اللہ کا ارادہ منجملہ اُس کے افعال کے ہے پھر یہ ارادہ دو طرح پر ہے ایک صفت فعل ہو
 صفت ذات اور لطف مخزون کا قائل تھا لگتا تھا اللہ نے اُس لطف کو پہلے نہیں پیدا کیا کہ
 اللہ پر پھر ثواب دینا واجب ہو جاتا اور پہلی توبہ متوقع ہے دوسری توبہ پر اور توبہ لفع نہیں کرتی مگر
 جبکہ پھر وہ کام نہ کرے اگر پھر وہی کام کیا تو پہلی توبہ نافع نہیں ہوتی ہے۔

فہم مزوار یہ یہ متبع ہیں ابو موسیٰ عیسیٰ بن صبیح معروف بغزدار تلبیہ بشر بن معمر کے شخص زاد تھا
 اسکو راہب المعتزلہ کہتے تھے چند مسائل میں متفرق ہو جیسے یہ کہ اللہ ظلم و کذب پر قادر ہے اس سے کچھ
 اُس کی ربوبیت میں بڑھ نہیں لگتا ہے جب ایسا کرے گا تو ظالم اور کاذب قرار پائیگا یہ اعتقاد رکھتا
 تھا کہ قرآن پر قدرت ہو سکتی ہے قرآن کی فصاحت و بلاغت لوگوں کو عاجز نہیں کرتی ہے بلکہ وہ
 اس سے بہتر کلام لا سکتے ہیں اور قرآن کے مخلوق ہونے کے باب میں اسکو بڑا اصرار تھا اور جو قرآن کو
 قدیم کہتے انہیں کافر جانتا تھا یہی قول اسکا اصل معتزلہ ہے مسئلہ خلق قرآن میں اس کے ماننے میں
 بہت سے تشدد و سلفت پر جاری ہوئے اس لیے کہ وہ قائل قدم قرآن کے تھے کہتا تھا کہ جو کوئی دیکھتا
 اللہ کا آنکھوں سے بلا کیف کہتا ہے وہ کافر ہے اور اسی طرح جو شخص سلطان سے ملا بہت رکھتا ہے
 یا خلق اعمال کا مقرب ہے وہ بھی کافر ہے نہ اسکو کسی مسلمان کی وراثت پہونچ سکتی ہے اور
 نہ کوئی اور مسلمان اسکا وارث قرار پا سکتا بلکہ اور جائز ہو کہ ایک فعل مفعولین سے بطور تولید کے سرزد ہونے بطور اشتراک
 و ہم ہشامیہ یتبع ہشام بن عمرو فوطی کے ہیں شفاعے قاضی الخاض کے حاشیہ میں لکھا ہے
 کہ لفظ فوطی میں فا اور اسکے بعد واؤ ساکن ہے بعض نے واؤ کے فتح سے لکھا ہے اور واؤ کے بعد
 طے ہلکا و بعض کہتے ہیں کہ فا کی جگہ باے موحده مضموم اور اسکے بعد واؤ ساکن اور واؤ کے بعد طے ہلکا و طے کے بعد

سے نسبت ہے بعض کتابوں میں غلطی نہیں فقط دار سے لکھا ہے شیخص قدرین بڑا مبالغہ رکھتا تھا کسی فعل کو بھی اللہ کی طرف منسوب نہیں کرتا تھا یہاں تک کہ اس بات کا بھی منکر تھا کہ اللہ نے مومنوں کے دلوں میں الفت دی ہے اور وہ مومنوں کے واسطے ایمان کو درست رکھتا ہے اور اُسے کافروں کو گمراہ کیا ہے اور جو آیات قرآن پاک کی اس باب میں آتی ہیں ان کا مخالفت تھا **حُبُّنَا اللّٰهَ وَنَحْنُ اَوْ كَيْلُ كُنْ** سے منع کرنا تھا اس لیے کہ وکیل کا ترجمہ ہو کل سے کم ہوتا ہے حالانکہ وکیل اس سے اعلیٰ میں حیف کے معنی میں ہے لکھا قال اللہ تعالیٰ **وَمَا اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيلٍ** یعنی تو ان کا نگہبان نہیں ہے اور اس بات کا بھی قائل تھا کہ اعراف اس بات پر دلالت نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ اُن کا خالق ہو اور نہ ان سے رسول کی رسالت پر دلالت ہو سکتی ہے بلکہ اجسام دلالت کرتے ہیں اور اس سے یہ لازم آتا ہے کہ مردے کا زندہ کر دینا اور عصا کا سانپ بن جانا وکیل صدق دعویٰ نبوت کی ضمن ہو سکتی اس بات کا منکر تھا کہ ربیع بن جابر علیہ السلام کے واسطے پھٹ گیا اور اُن کا عصا سانپ بن گیا یا حضرت عیسیٰ نے مردوں کو زندہ کیا ہو یا چاند حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے شق ہو گیا ہو اس طرح کے بہت سے امور متواتر کا منکر تھا جیسے مصور ہونا حضرت عثمان کا اور مقتول ہونا اُن کا غلبے سے۔ لکھتا تھا کچھ لوگ اس کے ناقل ہیں سو یہ وہ لوگ ہیں جو عمال کے شاکی تھے وہ گھس پڑے اور انھوں نے حضرت عثمان کو مار ڈالا معلوم نہیں کہ قاتل کون تھا ایک قول اسکا یہ بھی تھا کہ طلحہ و زبیر و حضرت علی بن ابی طالب جنگ جمل میں کچھ لڑنے کو نہیں نکلے تھے بلکہ مشورے کے لیے باہر آئے تھے مگر وہ دونوں فلول کے جانبداروں نے ایک دوسرے پر حملہ کر دیا اسکا بھی قائل تھا کہ شیطان انسان میں داخل نہیں ہوتا ہے بلکہ وہ تو باہر سے دوسرے ڈالتا ہے اس سوسہ کو اللہ ابن آدم کے دل میں ہو پنا دیتا ہے اور اسکا یہ قول تھا کہ قرآن حرام و حلال پر دلالت نہیں کرتا اور کہتا تھا کہ اگر ایک آدمی نے اچھی طرح سے وضو کر کے نماز پڑھنا شروع کی یہ نیت قرب خدا کے اور عزم کیا کہ نادر تمام کرے پھر رکوع و سجدہ بجالایا اور ان سب ارکان میں مختصر رہا مگر اللہ کو معلوم ہے کہ وہ اُس نماز کو آخر میں قطع کر دیا تو پہلی نماز اسکی معصیت ہوئی اور انفقادامت کا آدمیوں میں اختلاف اور فتنے کے دماٹے ہیں نہیں ہوتا ہے اور امت جس وقت کہ مجتمع ہو کر ظلم و فساد ترک کرے جب کہیں وہ محتاج سیاست کو نہ والے امام کی ہوتی ہے پھر جبکہ نافرمان و فاجر ہو کر اپنے والی کو قتل کر ڈالے

دوا و دھم حدیث یہ پیر و فضل مدنی شاگرد نظام کے بہن مل و محل شہر ستانی میں
 مدنی ثانیہ سے لکھا ہے اور شرح موافق میں بائے موحہ کے ساتھ مندرج ہے انکا مذہب بھی
 حلیہ کا سا ہے تاسخ کے متقدّمین اور کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس جہان کے علاوہ ایک اور
 جہان میں اجتہاد، حیوانات کو مائل و بالغ پیدا کیا تھا اور بہت کچھ نعمت عطا کی تھی اور عنوم بھی
 سینے تھے پھر ان کا امتحان منظور ہوا اور حکم ہوا کہ ہماری عطیات کا شکریہ ادا کرو جن بعض نے تعمیل کی
 اور بعض نے نکی جنھوں نے تعمیل کی تھی انھیں جنت میں بھیجا اور جنھوں نے نافرمانی کی تھی انھیں
 جہنم میں ڈالا اور بعض ایسے بھی تھے کہ انھوں نے بعض حکام الہی کی تعمیل کی تھی اور بعض حکام
 کی تعمیل نہ کی تھی انھیں دنیا میں بھیجا اور یہ اجسام ان کو مختلف رنگ کے دئے گئے اور طرح طرح
 کے ریح و خوشی اور نفع و ضرر میں انکو ان کے گناہوں کے بموجب مبتلا کیا گیا جن لوگوں کے گناہ
 کم اور طاعت زیادہ تھی انکو عمدہ صورت عطا ہوئی اور ان پر مصیبت کم ڈالی گئی اور خجلی عبادت
 کم تھی اور گناہ زیادہ انکو بری صورت دی اور سخت مصائب میں گرفتار کئے گئے اور جب تک
 حیوان پورے پورے گناہوں سے سبکدوش نہیں ہو جاتا برادر دنیا میں اس کی صورتیں بدلتی رہتی ہیں۔
 سنیز و دھم صاحبیہ یہ پیر و صاحبی کے بہن وہ کہتا تھا جاربہ کہ مروے کو علم اور قدرت اور ارادہ
 اور سمع اور بصر حاصل ہوا اسکا یہ بھی قول تھا کہ جو ہر بغیر اعراض کے بھی پایا جاسکتا ہے اور اسکا اعتقاد
 تھا کہ تعذیب و نعيم ملائمہ کرنے میت کے واقع ہوگی اور یہی رائے بعض علماء کرامیہ کی ہے ملہ
 چہار و دھم معمر یہ معمر بن عباد سلمی کے اصحاب بن معمر بن دونون میم مفتوح اور عین مہسلہ
 ساکن ہے جعفر کے وزن پر ہے بصرے میں لکھا ہے معمر یہ معمر بن عباد صمیری کی طرف منسوب ہیں اور
 لفظ صمیری صا و ہملہ مفتوح اور دیاے تحتانی ساکن اور میم مفتوح اور رائے حملہ سے صمیری کی طرف
 منسوب ہے جو ایک گانون یا شرک کا نام ہے بعض نسخوں میں مناد معمر سے لکھا ہے اس صورت میں منفر
 کی طرف منسوب ہے جو ایک قبیلے کا نام ہے تلمسانی نے اسی طرح تحقیق کیا ہے۔ معمر یہ کہتے ہیں انسان
 جی عالم قادر مختار ہے اور نہ متحرک ہے نہ ساکن نہ طویل نہ عریض نہ متلون نہ دیکھتا ہے نہ چھوتا ہے
 نہ جلزل کرتا ہے کسی جگہ میں نہ اُسکو کوئی جگہ حاوی ہوتی ہے اور وہ مدبر بدن ہے کچھ بدن میں
 طول کرنے والا نہیں ہے بلکہ انسان ایک شے سو اس جسد کے ہے غرض کہ انھوں نے انسان کی

و صفت اہلیت کے ساتھ کی ہے کیونکہ یہی وصف ان کے نزدیک مدبر عالم کا بھی تھا اور انکا
 اعتقاد یہ تھا کہ اللہ نے سوائے اجسام کے اور کچھ پیدا نہیں کیا ہے اور اعراض متولدہ ہیں انہیں
 اجسام سے باقوا الطبع جیسے آگ سے احراق اور سورج سے حرارت پیدا ہوتی ہے یا بالاضیاء جیسے
 حیوان سے رنگ اور اعراض ہر نوع کے غیر متناہی ہوتے ہیں خلاصہ یہ ہے کہ عمر کے نزدیک
 اعراض کا خالق اللہ نہیں بلکہ بسبب طبع اجسام سے پیدا ہوئے طبع اجسام ان شمار کی تقصیری
 ہیں اور کہتا ہے کہ قرآن اجسام کا فعل ہے نہ اللہ کا کیونکہ یہ مرکب ہے حررت اور آواز سے
 اور حررت و آواز جسم میں پیدا ہوتے ہیں۔ اللہ کا ارادہ واسطے کسی فاعل کے غیر خدا و غیر مخلوق
 ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کو اپنے نفس کا علم نہیں ہے ورنہ عالم و معلوم میں اتحاد لازم آئے گا جو ممنوع
 ہے اور اللہ تعالیٰ قدیم نہیں ہے اس لیے کہ لفظ قدیم اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ زمانہ قدیم ہے
 اور اللہ کا زمانی ہونا لازم آتا ہے حالانکہ وہ زمانے سے بری ہے نسیم الریاض میں لکھا ہے کہ
 عمر کا قول ہے کہ قرآن اللہ پر دلالت نہیں کرتا اور نہ رسول کی رسالت پر محبت ہو سکتا ہے کیونکہ
 حسین کسی قسم کا معجزہ نہیں ہے اور قرآن سے ثواب و عذاب اور نہ کسی چیز کی حلت و حرمت ثابت
 ہو سکتی ہے یہ کہتا تھا کہ اللہ کے لیے کلام نہیں اور نہ امر و نہی ہے اور نہ قرآن میں اسکا کوئی حکم ہے
 اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات میں کوئی دلیل ایسی نہ تھی جس سے اُنکے دعوے رسالت کی تصدیق
 ہو سکتی اور محکومات کا وجود اللہ تعالیٰ کے ہونے پر دلیل زمین مخلوقات اللہ تعالیٰ پر دلالت نہیں کرتی۔
 پانزویہم ثامیہ یہ متبع بن ثامہ بن اشعرس بن معن نیری کے لفظ ثامہ بن ثامہ ثلثہ مضموم ہے۔
 یہ شخص نہایت لطیفہ گو تھا اسکے نوادرات مشہور ہیں کشفیہ اور مامون کے عہد میں تھا اُنکے دربار میں
 ہونچا تھا اور عمر بن عباد سلمی کا ہم عصر اور اسے و اعتقاد میں اس سے قریب تھا اگرچہ بعض سائل ہیں
 مستفرد ہوا مثلاً کہتا تھا کہ سارے علوم ضروری ہیں جو کوئی معرفت انہی کی طرف مضطر نہیں ہے
 وہ معرفت کے لیے مامور بھی نہیں ہے بلکہ مانند بہائم وغیرہ کے ہے اُسکے اعتقاد میں یہود و نصاریٰ
 و زناد قیامت کے دن مثل بہائم کے مٹی ہو جائیگے اُنکو نہ ثواب ہوگا نہ پھر کچھ عذاب ہوگا اس لیے کہ وہ
 مامور نہیں ہیں کیونکہ معرفت کی طرف مضطر نہیں ہوئے ہیں ایک اعتقاد یہ تھا کہ سارے افعال متولد
 ہیں مگر کوئی اُنکا فاعل نہیں ہے اور استطاعت ہی اعضا کی صحت و سلاستی ہے حسن و قبح عقل کی اور

شہانزادہ خیا طیبہ ابو انھین بن ابی عمرو خیا ط کی طرف منسوب ہیں جو عینی صوفی کے اصحاب
سے تھے پھر ابو ملک کے پاس رہا انکو یہ اعتقاد تھا کہ معدوم شے ہے اور وہ ہند میں ایک جسم ہے اگر اس کے
حدوث میں جسم ہو اور عرض ہے اگر اس کے حدوث میں عرض ہوا تو ایک نزدیک بندہ اپنے افعال پر
آپ قدرت رکھتا ہے اس میں خدا کی معاونت کا محتاج نہیں ارادہ الہی خود افعال الہی کے
لیے خالق ہے اور افعال عباد کے لیے امر ہے یہ لوگ کہتے تھے خدا کو سمیع یا بصیر جو کہتے ہیں اس کے یہ معنی
ہیں کہ خدا سموعات اور مبرات کا عالم ہے اور جو کہتے ہیں خدا اپنی ذات کو یا کسی غیر کو دیکھتا ہے اس کے بھی
یہی معنی ہیں کہ وہ انھیں جانتا ہے۔

ہم قدر ہم جا خطیہ ابو عمران عمرو بن بحر بن محبوب بصری معروف بہ جاحظ کے اصحاب ہیں تاریخ
ابو الفداء واقعات ۵۵۰ ہجری میں جاحظ کی کینت بھی لکھی ہے اور یا فعی نے واقعات ۵۵۰ میں
اسکی کینت ابو عثمان بیان کی ہے اور نزہت الالباب میں بھی ابو عثمان عمرو جاحظ مندرج ہیں جو طالب
میں بھی ابو عثمان ہے یہ شخص بڑا عالم اور نہایت فصیح و بلیغ تھا انتقام معزلی کا شاگرد تھا اور خود بھی
ائمہ معتزلہ میں سے ہے اور عمر بن عباد سلمی کا ہم عصر تھا اور اسے واقعات دین دونوں قریب قریب
تھے اسنے کتب فلاسفہ کی بہت کچھ سیر کی تھی کتا تھا سارے معارف ضروری ہیں کوئی شے انہیں سے
افعال عباد نہیں ہے بلکہ یہ سب طبعی ہیں بندے کا کسب سوا ارادے کے اور کچھ نہیں ہے اور آدمی
ہمیشہ دوزخ میں نہ رہے بلکہ طبیعت ناریہ ہو جائیگے اللہ کسی کو داخل نار نہ کرے گا خود آگ اُن کو ملطیع اپنی
طرف کھینچ لیگی اور یہ قرآن متزل جساد کے قبیل سے ہے اور ہو سکتا ہے کہ بھی مرد ہو جائے کبھی عورت
اور اللہ ارادہ معاصی کا نہیں کرتا ہے اور نہ اللہ دکھتا ہے اور اپنے کاموں میں اللہ کے ارادے
کے یہ معنی ہیں کہ وہ غلطی نہیں کرتا ہے اور اسکے حق میں سو کا ہونا صحیح نہیں ہے اور غیر کے فعل کے لیے
اسکا ارادہ یہ ہے کہ نفس اسکی طرف میل کرتا ہے اور جو ہر اجسام کا معدوم ہونا محال ہو البتہ اعراض
بدلتے رہتے ہیں جو ہر اپنی حالت پر باقی رہتے ہیں مثلاً جب انسان مٹی سے بنتا ہے اور بیٹا باپ کے
نطفے سے پیدا ہوتا ہے تو جس جوہر میں مٹی اور نطفے کی بیعت تھی وہ ہیست اُس سے دور ہو کر ہیست
جوانی یا انسانی اُس میں پیدا ہوتی ہے اور جن باتوں پر اعتقاد رکھنا مکلف پر واجب ہے جیسے

سلسلہ نواب صدیق حسن خان نے ہر خلیفہ الاکوان اور کشتیاء العربی عن اقران الامم میں کیا سے عبارت کے ملاحظہ کیا کہ لکھنؤ کے یہ سو پتہ ۱۲۸۵ھ

اثبات صانع عالم اور اسکی صفات کا ثبوت اور نبوات کا ثبوت اس قسم کی باتوں کا علم ضروری ہے
باقی سب نظری جا حظ بے حد مسخرہ بھی تھا اور لطیفہ گو تھا خلفائے ہند اذکی مصاحبت میں رہتا تھا
علی محمد بن عبد الملک معروف بہ ابن زیات وزیر متوکل کے پاس رہا کرتا تھا جب ابن زیات
متوکل کے حکم سے مارا گیا تو جا حظ بھی قید ہوا پھر رہا ہو گیا اسکی تصانیف سے بہت سی کتابیں ہیں
جیسے کتاب البیان و کتاب التبیین اس میں نظم و نثر کو جمع کیا ہے اور کتاب الجوان و کتاب الظلم
اور ایک کتاب اسلامی فرقوں کے ذکر میں لیکن افسوس یہ ہے کہ یہ اول درجہ کا بد شکل تھا اور
اسکی ہتھکھین باہر کو نکلی ہوئی تھیں جس کو دیکھا کر لڑکے سہم جاتے تھے آخر عمر میں مفلوج ہو گیا تھا
۹۰ سال کی عمر میں بمقام بصرہ ۲۵۵ ہجری میں فوت ہوا ایام مرض میں اکثر یہ شعر پڑھا کرتا تھا
انرجوان تکلون وانت شیخہ کما قد کنت ایام الشباب ۵ جیسا تو عالم شباب میں تھا کیا پیری
میں بھی ویسا ہی ہونے کی اُمید رکھتا ہے ۵ لفلک کذبتک نفسک لبس ثوب بخلق کالجدید من الشیاب
نیرے نفس نے اب تجھ کو فریب دیا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ پڑنا کپڑا نئے کے برابر نہیں ہوتا ۵

سید محمد عیسیٰ یہ متبع ہیں ابو القاسم عبد اللہ بن احمد بن محمود بلخی معروف بہ کبھی کے جس نے علم خیاط
سے حاصل کیا تھا اسکا مذہب بعینہ اسکا مذہب تھا شیخ غصن چند مسائل میں معتزلہ بغداد سے ممتاز
ہنا تھا کہتا تھا کہ اللہ کا فعل اس کے ارادے کے بغیر واقع ہوتا ہے پس جب یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ
اپنے افعال کا ارادہ کرنے والا ہے تو اس سے یہ مراد ہوتی ہے کہ وہ اُنکا خالق ہے اور مصلحت
جان لیتا ہے اور جس وقت یوں کہتے ہیں کہ وہ غیروں کے افعال کا ارادہ کرنے والا ہے تو مطلب اسکا
یہ ہوتا ہے کہ وہ غیروں کے افعال کا حکم کرنے والا ہے اور قائل اس بات کا تھا کہ اللہ تعالیٰ اپنی
ذات کو دیکھتا ہے نہ غیر کو بلکہ اُسکے بصر و سمع علم ہی کی طرف راجع ہیں یعنی مراد اس سے یہ ہوتی ہے
کہ وہ جانتا ہے کہتا تھا کہ قتل موت نہیں موت وہی ہے جو اپنے وعدے سے مرے مطلب یہ ہے کہ اللہ
کے فعل کا نام موت ہے اور بندے کے فعل کا نام قتل شاید یہ مسلک کبھی نے قرآن کی اس آیت سے
حاصل کیا ہے مَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ أَفَإِنْ مَاتَ أَوْ قُتِلَ
فَلْيَكُنَّ عَلَى الْإِنْمَانِ كَلِمَةً تَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ تَوَكَّلْ تَوَكَّلْ تَوَكَّلْ تَوَكَّلْ تَوَكَّلْ تَوَكَّلْ تَوَكَّلْ تَوَكَّلْ
مرگیا یا مارا گیا تو تم اُسے پاؤں پھر جاؤ گے۔ موت اور قتل میں جہ نہ کہ تردید واقع ہوتی ہے

مرد مردید و دشمنان میں واقع ہوتی ہے تو اس سے کہیں سے یہ خیال کیا کہ موت کا اطلاق اس اجل پر
نکرتا ہوا ہے جو قتل کے ذریعہ سے حاصل ہو چکا کہ اللہ تعالیٰ نے موت کے بعد قتل کو بطریق مردود فہ کر
کرنے سے خصوصیت کا ارادہ کیا ہے یعنی اگر قہر مر جائے خاص کر ملامت جائے تو قہر کیا مرتد ہو جائے رسول زندہ
رہے یا نہ رہے دین اللہ کا ہے اس پر قائم رہو۔

توز و ہم چبا یہ یہ گروہ محمد بن عبد الوہاب جہانی کی طرف منسوب ہے جو شہنشاہ ہجری بن جلد
جہا میں پیدا ہوا تھا خوزستان میں جہا ایک شہر کا نام تھا جہا کی کنیت ابو علی ہے اس کا نسب
حضرت عثمان کے غلام حمران سے جانتا ہے جہا نے علم کلام ابو یوسف یعقوب بن عبد اللہ الشحام
البصری سے جو بصرے میں رئیس معتزلہ تھا پڑھا تھا یہ شخص متاخرین معتزلہ سے تھا اور شیخ ابو الحسن اشعری
کا استاد تھا مذہب معتزلہ میں اس کے مقولے مشہور ہیں جیسے کہتا تھا کہ اللہ کے نام توقیفی ہیں کہ سوائے
ناموں کے جنکی شرع نے اجازت دی اور نام اپنی طرف سے وضع کر کے اس ذات پاک پر اطلاق کرنا
نہ چاہیے مگر یہ کہتا تھا کہ اللہ کا نام مطہر العبد ہے جبکہ اللہ وہ کام کرے جس کا ارادہ بندے نے اس سے
کیا ہے اور اللہ عورتوں کا حل رکھتا ہے ان میں بچہ پیدا کرتا ہے (اس لیے کہ رحم مادر میں نطفے کے قوار
پکڑنے کی علت وہی ہے اللہ کا کلام مرکب ہے حروف و اصوات سے کہ وہ اسے کسی جسم میں پیدا
کر دیتا ہے اور ایسے کلام کا فاعل وہی ہے جس نے اسے پیدا کیا نہ وہ جسم جس میں قائم ہوا اور حلول کرے
اور کلام اس کا عرض ہے بہت سے مکانات میں اور ایک مکان میں بعد دوسرے مکان کے پایا
جاتا ہے بغیر اس کے کہ مکان اول سے منعدم ہو جائے پھر وہ دوسرے مکان میں حاصل ہوتا ہے
اور جہا نے یہ بھی کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی کے پڑھنے کے وقت ایک کلام اپنے نفس کے لیے عمل
قراءت میں پیدا کر دیتا ہے اور امامت کے معاملے میں اہل سنت کے ساتھ موافق ہے کہتا تھا
امامت اہل بار پر ہے اور فضیلت حضرت علی میں حضرت ابوبکر برا و فضیلت حضرت ابوبکر میں حضرت
علی پر متوقف نہ تھا تاہم یوں کہتا تھا کہ حضرت ابوبکر حضرت عمر و عثمان سے بہتر ہیں کہتا تھا اگر یہ حدیث
صحیح ہے کان عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم طیب فقال اللهم انی باحب خلقک الماک
یا کل معی هذا الطیر فجاء علی فاکل معہ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک پرندہ بٹھا ہوا
پکا ہوا رکھا تھا اس وقت آپ نے دعا کی کہ خداوند الامیر سے پاس اس کو جیرے نزدیک تمام

توقیفی میں
اول فاضلہ علیہ السلام
بعد اس کے جہا
معتزلہ جہا

لما كان في نحو رجب عام محمد بن عمر أصبح الرزقي في كل سنة وأما القنطرة فلهذا يوصفها بالمدية والكلاب صوة ويجلب في ذنوبه سدا لا يتغير ولا يصح التحاكم به ولا لا الرزقي ١١

مخلوقی میں سب سے زیادہ پیارا ہو کہ میرے ساتھ وہ اس پرند کو کھائے اس وقت حضرت علیؑ آئے اور آنحضرتؐ کے ساتھ اُسے کھایا تو حضرت علیؑ افضل ہیں اور عقیدہ اُسکا یہ تھا کہ اللہ کا دیہ اور قیامت کو نہوگا اور بندہ اپنے فعل کا آپ خالق ہے خیر و شر طاعت و عصیان سب اسی کے اختیار سے صادر ہوتا ہے اور ترکِ کبیرہ نہ مؤمن ہے نہ کافر ہے بلکہ فاسق ہے اس کے نزدیک ترکِ کبیرہ اگر بلا توبہ مرنا بیگانہ تو ہمیشہ و دوزخ میں پڑا رہیگا اور فیضِ کرامات اولیاء کا منکر تھا اور اس بات کا قائل تھا کہ تمام انبیاء معصوم ہیں اور کہتا تھا کہ خدا پر تکلف کی عقل کا درست کرنا اور اسباب تکلیف کا ہم پہنچنا نادیدہ ہے کیونکہ اس کے نزدیک اللہ پر واجب ہے مکلف پر لطف کرنا اور جو چیز اس کے حق میں مفید ہو اُسکا پورا کرنا اور کہتا تھا اللہ تعالیٰ کی خود ذات عالم ہے علم کی کوئی صفت اُس کے لئے نہیں کہ اُسکی ذات کے ساتھ قائم ہو اور نہ کوئی ایسی حالت ہے جس سے اُسکو عالیست حاصل ہوئی ہو اور اس کے بھنے کہ اللہ تعالیٰ سمیع و بصیر ہے یہ ہیں کہ اللہ زندہ ہے کسی قسم کا نقصان اُس میں نہیں اور اللہ تعالیٰ بین شے اور دیکھنے کی صفتیں مسوع اور مہر کے حدوث کے وقت حادث ہوتی ہیں اور اللہ تعالیٰ کا ارادہ حادث ہے اور اللہ موجود تو ہے مگر کسی محل میں نہیں ہے بذات خود قائم ہے اور اللہ تعالیٰ ہستی اراک کے ساتھ ارادہ کرنے والا ہے اور یہی اُسکا وصف ہے اور کہتا تھا استطاعت فعل سے قبل حاصل ہوتی ہے اور وہ قدرت ہے نعمت و سلامتی بدن و اعضا سے جدا اور استطاعت سلامتی بدن و اعضا کا نام نہیں جیسا کہ بعض معتزلہ کی یہ رائے ہے اور اللہ کا پہچانا اور اُسکی نعمتوں کی شکر گزاری اور نیک و بد کا جاننا واجبات عقلی سے ہے کہ عقل خود ان باتوں کو ادراک کر سکتی ہے شرع کے ارشاد کی محتاج نہیں عقل کو رسول باطن جانتا ہے اور عقل کو شریعت باطنی خیال کرتا ہے جیسا کہ شریعت عقلی اور شریعت نبوی ثابت کرتا ہے اور جیسا کہ مقتول کی اجل کے مابین ان دو قولوں میں کہ وہ اپنی اجل مقرر ہو رہا جاتا ہے یا بے وقت مارا جاتا ہے کہ اگر ابھی نہ مارا جاتا تو وہ زندہ رہتا متوقف ہو جاتا ہے کہ ان میں سے کوئی قول قابل یقین نہیں کیونکہ دونوں باتوں کا احتمال ہے اس لیے کہ جس طرح مقتول کے حق میں حیات کا احتمال ہے اسی طرح ممات کا بھی احتمال ہے اور کہتا ہے شریعت نبوی وہ کام ہیں کہ عقل ان کے بھیدوں کو نہیں جان سکتی جیسے عبادتوں کے وقت اور علت و حرمت اشیاء مقرر کی اور فرائض کا واجب ہونا اور مندوبات کا مستحب ہونا اور عقل

بالاستقلال اور پاک کرتی ہے کہ مطہر کو ثواب اور عاصی کو عذاب ہونا ضرور ہے لیکن عاصی کا ہمیشہ دونوں میں پڑا رہنا عقیدہ اشعری شریعت سے کہ عقل ظاہر ہے قبول کرنا چاہیے اور کہنا تھا اللہ پر واجب ہے گناہگار کو عذاب دینا اور مطہر کو ثواب پہنچانا اسکے نزدیک ایمان ایک بیج کا نام ہے جس میں اچھے اور صاف جمع ہوتے ہیں پس جس میں وہ جمع ہوں وہ مؤمن ہے اور کہنا تھا کہ ایمان نام ہے جسے لطافات و فروغ کا اور نفل اُس سے خارج ہیں اور اُن فرشتوں کا جو قبر میں مردے سے سوال کرتے ہیں منکر و نکیر نام رکھنا ناپسند کرتا ہے اور اُس کے اقوال دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ پل عراط کے پار سے ہیں مگر وہ کہتے ہیں کہ ثابت بھی کرتا ہے اور انکار بھی کرتا ہے۔

شیخ ابوالحسن اشعری نے ایک بار جہان سے پوچھا کہ تین بھائی تھے اُن میں سے ایک مؤمن صالح ہو کر مرا اور ایک کافر ہو کر مرا تیسرے نے ان کی بین وفات پائی اُنکا کیا حال ہوا ابوعلی نے کہا مؤمن صالح کو جنت اور کافر کو دوزخ ملی اور تیسرے کو نہ عذاب ہے نہ ثواب اشعری نے کہا اگر تیسرا بھائی اللہ سے کہے مجھے بڑا کر کے مؤمن صالح بنا کے کیونکہ موت دی کہ میں جنت میں جاتا آرام پاتا کیونکہ اُسکے حق میں تو یہی خوب تھا جہاں نے جواب دیا کہ اللہ اسکو دیون جواب دیا کہ اگر تو بڑا ہوتا گناہ کرتا جہنم میں دیکھ بھرتا تیسرے حق میں ہی خوب تھا کہ تجھے ان کی بین موت دی اشعری نے پھر کہا اگر کافر ہوں کہہ کہ مجھے مؤمن صالح کر کے کیونکہ مارا کہ جنت میں جاتا یا ان کی بین مارتا تھا کہ وہ دوزخ سے بچتا اُسکے حق میں بہتر نہ تھا کہ جہنم میں جائے تو اللہ اسکو کیا جواب دیا کہ جہاں نے کہا تو تو دیوانہ ہے اشعری نے کہا نہیں یہ کہو کہ شیخ کا گدھا اس گھاٹی پر چڑھ نہیں سکتا جہاں چپ رہ گیا اس مناظرے سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس کو چاہا اپنی رحمت سے مخصوص فرمایا اور جس کو چاہا عذاب کا مورد قرار دیا افعال الہی کسی غرض کے ساتھ مطلق نہیں ہیں جہاں کا انتقال مستحبہ ہجری میں ہوا تھا۔

بہتم ہشتم ہشتم یہ متبع ابو ہاشم عبد السلام بن ابی علی جہاں کے ہیں جو بصرہ میں مسکن ہیں پیدا ہوا کہ چار شعبان شعبان مسکن میں فوت ہوا یہ علم ادب میں باپ سے بڑھا ہوا تھا اور یہ شخص تمام مقالات میں اپنے باپ کا متبع ہے دونوں باپ بیٹوں نے مسائل کلامیہ میں تمام متعلم سے بہت سے مسائل میں مخالفت کر کے نئی تحقیقات کی ہیں مگر کئی مسئلوں میں باپ سے

متفرد تھا چنانچہ استحقاق ذم و عذاب کا بغیر گناہ کے قائل تھا اور یہ کہ آدمی کوئی گناہ نہ کرے اور
 اس کو عذاب دیا جائے جو کہ تھوڑے سے صفات واجب ذات واجب کے مغائر ہیں جیسے سمع و بصر
 مشکملین کا ان میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ مراد ان سے علم ہے یعنی سمع و بصر سے یہ مراد ہے کہ
 مسموعات و مبصرات کا عالم ہے اور بعض کہتے ہیں کہ سمع و بصر سے مراد یہ ہے کہ زندہ ہے بلا آفت کے
 ابو ہاشم ایسی صفات کی تصحیح کے لیے احوال کا قائل ہوا تا کہ ان اعتراضوں سے محفوظ رہے جو
 اشاعرہ پر وارد کئے گئے ہیں پس کہتا تھا کہ سمیع سے یہ مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ صاحب ایسے حال کا ہے
 کہ وہ حال فی نفسہ نہ موجود ہے نہ معدوم نہ مجہول نہ معلوم نہ قدیم نہ حادث اور اُس حال سے اثر
 سمیع ظاہر ہوتا ہے اسی طرح اللہ کا علم ایک حالت ہے اور اللہ کے عالم ہونے سے یہ مراد ہے کہ
 وہ ذی حالت ہے اور وہ حالت صفت معلوم ہے اُسکی ذات سے علیحدہ موجود ہے مگر ذات سے
 علیحدہ ہو کر معلوم نہیں ہو سکتی اُس حالت سے اثر علم ظاہر ہوتا ہے پس اللہ کے لیے ایسے
 احوال ثابت کئے جو نہ معلوم ہیں نہ مجہول اور نہ موجود ہیں نہ معدوم نہ قدیم ہیں نہ حادث یہ احوال
 علیحدہ نہیں جانے جاتے بلکہ ذات کے ساتھ جانے جاتے ہیں اور دلیل اس پر یہ بیان کی ہے کہ عقل
 بالبداهت فرق کر سکتی ہے کسی چیز کے مطلق جاننے میں اور کسی صفت کے ساتھ جاننے میں جو کہ
 جب کسی ذات کو جانتے ہیں تو اس کا عالم ہونا نہیں جانتے اور جو ہر کو جانتے ہیں اُس کے نتیجہ ہونے
 کو یا اس بات کو کہ عرض اُس کے ساتھ قائم ہوتا ہے نہیں جانتے انسان موجودات کے ایک چیز میں
 شریک ہونے کو اور دوسری چیز میں شریک نہ ہونے کو بخوبی جانتا ہے مگر ابو علی اور دوسرے
 منکرین احوال اُس کے اس قول کو رد کرتے ہیں ابن قیم نے یہ شعر ایک مقام پر لکھا ہے
 مَا قَالَ وَلَا حَقِيقَةً عِنْدًا مَصْرُوفَةٌ تَقْرَى إِلَى الْأَفْهَامِ: الْحَالُ عِنْدَ الْبَشَرِ وَالْكَشْفُ عِنْدَ الْأَشْعَرِ وَطَفَرَةُ النَّظَامِ
 یعنی ابو ہاشم جو حال کا قائل ہے اور اشعری کہے کے اور نظام طفرہ کا یہ تینوں باتیں بے حقیقت ہیں
 اس قابل نہیں کہ عقلاً ان کو تسلیم کریں اور ابو ہاشم کے نزدیک سمیع اور بصر اللہ کی دو حالتیں ہیں سو اُس
 علم کے کیونکہ مفہوم اور اثر جدا جدا ہیں اور اُس کے بعینہ اصحاب یہ کہتے ہیں کہ اللہ کے سمیع و بصر ہونے
 سے یہ مراد ہے کہ وہ مسموعات و مبصرات کا مدبر ہے اور جو کہ مسئلہ علم قبل الایجاد میں اہل کلام نے
 اختلاف کیا ہے اس طرح کہ شے معدوم کیسے معلوم ہو سکتی ہے ایسے علم قبل الایجاد کا انکار کیا ہے

اور بعضے ارتسام صورت کے قائل ہوتے ہیں اور بعضوں نے رب النوع ثابت کیے ہیں بلکہ ہاشم نے
معدومات کا ثبوت مانا ہے اور کہا کہ اشیاء اپنی پیدائش سے قبل ایک قسم کا ثبوت اپنے عالم میں رکھتی ہیں
کہ نہ موجود ہیں نہ معدوم اور اس ثبوت کی وجہ سے واجب تعالیٰ کا معلوم واقع ہوتی ہیں بلکہ
اور کہتا ہے کہ اللہ کے لیے یہ لائق ہے کہ ایمان کی تکلیف شکل وجوہ پر بغیر لطف کے دے بخلاف
جائی کے کہ اُس کے نزدیک یہ ہے کہ جس کو اللہ کی معرفت حاصل ہوئی اور وہ اللہ پر اُس کے لطف کے
ساتھ ایمان لایا تو اُس کو ثواب کم ملیگا اس لیے کہ اُس کی مشقت کم ہے اور اگر بغیر لطف الہی کے ایمان
لایا تو اُس کا ثواب زیادہ ہے کیونکہ اُس کی مشقت زیادہ ہے اور ابوبہ شام کہتا ہے کہ اللہ پر کوئی چیز دنیا میں
بندوں کے لیے واجب نہیں جب تک انکو شرع اور عقل کے ساتھ تکلیف نہ فرمائے اور جب تک انکو اتنی
سمجھ و دیدی کہ وہ واجب کے کرنے کو اور قیام سے بچنے کو جاننے لگیں اور ان میں بُرے کام کرنے کی
خواہش اور اچھے کام کی نفرت پیدا کر دے اور اخلاق ذمیرہ اُن میں ڈال دے تو اُس وقت اللہ پر
واجب ہے کہ اُن کو قدرت و استطاعت دے اور بُرے کاموں سے بچنے اور اچھے کاموں کے کرنے
کے لیے آلات بہم پہنچا دے اور اللہ پر اُس چیز کا اُن کو عطا کرنا واجب ہے جو مامورات کی طرف
لجھاتی ہو اور دنیاویات سے بچاتی ہو اور یہ اعتقاد رکھنا تھا کہ تو بہ کسی فعل قبیح اور گناہ کبیرہ سے باوجود
اصرار کے دوسرے ایسے فعل قبیح پر صحیح نہیں ہوتی جس کو وہ جانتا ہے یا قبیح اعتقاد کرتا ہے اگرچہ
حسن ہی کیوں نہ ہو اور اس قول سے یہ لازم آتا ہے کہ اگر کافر کو ذرا سے گناہ پر اصرار ہو تو اس کا اسلام
مقبول نہیں اور کہتا تھا کہ جس آدمی کو فعل قبیح کے کرنے کی قدرت باقی نہ رہے اور پھر اُس سے تو بہ
کرے تو وہ تو بہ اُس کی صحیح نہیں ہوتی مثلاً دروغ گو کو نگاہا ہو جائے تو پھر اُس کی تو بہ صحیح نہیں ہے اسی طرح
تو بہ زانی کی بھی بعد ضعف و عجز کے ذنا سے صحیح نہیں ہوتی اور کہتا تھا ابنیاسے عذاب صغیر گناہ ہونا
ممکن ہے اور کہتا تھا کہ کلام اللہ عبارت ہے اصوات مقطوعہ اور حروف منظومہ سے اور چونکہ اصوات
و حروف حادث ہیں اور ذات واجب محل حوادث نہیں تو خدا کے متکلم ہونے سے یہ مراد ہے کہ خدا اپنے
اجسام میں کلام ایجاد فرمایا ہے نہ یہ کہ کلام اُس کی ذات سے قائم ہے اُس کے اعتقاد میں زندگی اور ترک
اور ہنود اس بات کی قدرت رکھتے ہیں کہ ایسا قرآن لاسکیں اور ایک عالم سے دوسرے میں بانقضیل
نہیں معلوم ہو سکتیں اور اسکے اعتقاد میں طہارت واجب نہ تھی اگرچہ بندے کو حکم ہے کہ وہ

کچھ اور
نہیں

نمانہ کے وقت ظاہر ہو کتا تھا غضب کئے ہوئے پانی سے طہارت کفایت کرتی ہے مگر ناز غضب کی ہوئی زمین میں جائز نہیں۔

بست ویکم حار یہ یہ متبع ہیں ایک قوم معتزلہ کے اس کرم سے اسکا مذہب یہ ہے کہ مسخ انسان کا فریقہ کفر ہوتا ہے اور نظر نے واجب کو واجب کیا ہے نظر کا کوئی فاعل نہیں ہے اسی طرح جماع بچے کا موجب ہوتا ہے بچے کے پیدا کرنے والے میں شک کرتے تھے کہتے تھے انسان انوار حیوانات کا طریق تعین کے خالق ہے یہ لوگ یہ بھی اعتقاد رکھتے تھے کہ اللہ کا بندے کو حیات و قدرت کے پیدا کرنے پر قادر کر دینا جائز ہے۔ سنہ

بست و دوم ابو الحسین یہ ابو الحسین بصری کے متبع ہیں یہ شخص معتزلہ میں اعلیٰ درجے کا عالم تھا مذہب معتزلہ کی اسے خوب تنقیح کی تھی اصولین میں اس سے بہتر محقق کم گذرے ہیں یہ اسے صفت الہی میں تمام معتزلہ اور اہل سنت سے اختلاف کیا ہے معتزلہ اور اہل سنت کا یہ قول ہے کہ حیات اللہ تعالیٰ کی ایک صفت ہے جو اس بات کو چاہتی ہے کہ اللہ تعالیٰ صاحب علم و قدرت ہو اور ابو الحسین کا مذہب یہ ہے کہ حیات اللہ تعالیٰ کے لیے کوئی صفت مستقل نہیں۔

اس ذات مقدس کو جو حی کہتے ہیں تو اس سے یہ مراد ہے کہ وہ صاحب قدرت و ارادہ ہے فرق دونوں مذہبوں میں یہ ہے کہ جمہور کے نزدیک حیات ایک صفت مستقل ہے ذات پاک سے علیحدہ جسکا اقتضایہ ہے کہ ذات باری صاحب علم و قدرت ہے اور ابو الحسین کے نزدیک صرف ذات باری ہے جو اپنے لیے علم و قدرت کے متبع نمونے کو مستلزم ہے یہی مذہب حکما و فلاسفہ کا تھا علیہ ابو الحسین اور بھی اکثر مسکون بن معتزلہ سے خلاف رکھتا ہے جیسے کرامات اولیا کا قائل ہے اور اسکے نزدیک علم الہی معلومات کے تغیر کے ساتھ متغیر ہوتا رہتا ہے اور یہ علوم ذات الہی میں حادث ہوتے رہتے ہیں اور اسکے نزدیک ارادہ الہی بھی کوئی علیحدہ صفت نہیں اسکا ارادہ یہی ہے کہ وہ جانتا ہے غرض کہ اللہ کا ارادہ اسکے علم میں منحصر ہے اور اسکا قول ہے کہ وجوب امامت کا طریق خیر

اور عقل دونوں میں بر خلاف جمہور معتزلہ کے کہ انکے نزدیک وجوب امامت کا طریق خیر ہو ابو القاسم بلخی بھی اس مسئلے میں ابو الحسین کا ہم را ہے یہ تذکرہ نفاس الفنون میں لکھا ہے کہ قاضی عبد الجبار کے متبع قضویہ کہلاتے ہیں طبقات شافعیہ کے طبقہ ثامن میں بیان کیا ہے کہ قاضی عبد الجبار

مفسر علی بن ابی طالب
مفسر علی بن ابی طالب
مفسر علی بن ابی طالب
مفسر علی بن ابی طالب

مفسر علی بن ابی طالب
مفسر علی بن ابی طالب
مفسر علی بن ابی طالب
مفسر علی بن ابی طالب

مفسر علی بن ابی طالب
مفسر علی بن ابی طالب
مفسر علی بن ابی طالب
مفسر علی بن ابی طالب

ابن احمد بن عبد الجبار بن احمد بن خلیل قاضی ابو الحسن ہمدانی قاضی ملک رے شافعی المذہب تھے مگر مذہب اعتزال کے شیخ مانے گئے ہیں اور مذہب اعتزال کی مدد میں اُن کی بہت سی تصنیفات ہیں ذیل فقہہ شافعیہ میں انتقال کیا۔

معتزلہ کے اور بھی بہت سے نام ہیں ایک ثنویہ یہ نام اس لیے ہوا کہ یہ اس بات کے قائل ہیں کہ خیر اللہ کی طرف سے ہے اور شر اللہ کی طرف سے دوسرا نام وارویہ یہ نام اس لیے ہوا کہ ان کا قول ہے کہ مؤمنین دوزخ میں بنائیں گے فقط ان کا دوزخ پر ہوگا اور جو شخص دوزخ میں گیا وہ پھر اس سے باہر نہ نکلیگا تیسرا حرقیہ ان کا قول یہ ہے کہ کفار جلانے نہیں جاتے مگر ایک بار چڑھا مفسیہ یہ قائل ہیں فنا سے جنت و دوزخ کے پانچوان وا قفیہ یہ قائل ہیں توقف کرنے کے قرآن شریف کے مخلوق بننے میں چھٹا لفظیہ یہ قائل ہیں اس بات کے کہ لفظ قرآن مخلوق نہیں ہے ساتواں ملحقہ یہ قائل ہیں اس بات کے کہ اندر ہر جگہ میں ہے آٹھواں قبریہ یہ منکر ہیں عذاب قبر کے نوان نام کیسا تہ ہے دسواں ناکتہ ہے گیارہواں احمدیہ ہے بارہواں واسطیہ تیرہواں و ہیمیہ چودھواں تبریہ ہے۔

تنبیہ

ابن راوندی احمد بن یحییٰ بن اسحاق راوندی کو عام مصنفین معتزلہ میں شمار کرتے ہیں مگر ابن خلکان نے کہا ہے کہ ابن راوندی کی ایک کتاب فیضۃ المعتزلہ بھی ہے اس سے معلوم ہوا کہ وہ معتزلی نہیں ہے لیکن اس میں شک نہیں کہ وہ معتزلہ سے بھی بدتر اور گمراہ تر ہے اس کے عقیدے میں بالکل اتحاد بھرا ہوا تھا اس کا نام احمد ہے اور ابن راوندی عرف تھا اس شخص نے کفر والحاد میں کئی کتابیں تصنیف کی ہیں منجملہ اُن کے کتاب زمرہ میں معارضۃ قرآن کے بارے میں کتاب ہے کہ میں اکثر بن حنفی کے کلام میں وہ چیز دیکھی ہے جو اَنَا عَطَيْنَاكَ الْكُتُبَ سے بدرجہا عمدہ ہے اور کتاب تھا کہ انبیائے طلسمات کے ذریعہ سے خلق کی طبیعتوں کو کھینچ لیا تھا جیسا کہ مقناطیس لوہے کو کھینچ لیتا ہے اور ایک ایک کتاب نصاریٰ اور یہود کے لیے دین اسلام کے ساتھ مناقضہ کرنے کو بنادی تھی اور یہود سے کہا تھا کہ تم کو کہ موسیٰ بن عمران کہ گئے ہیں کہ میں خاتم الانبیاء ہوں بعد میرے کوئی نبی نہ ہوگا بعد انہی ایک کتاب مسیحی بہ فریدین کتاب ہے کہ مسلمان اپنے نبی کی نبوت پر

ہو کر آئے اور بیعت سے بیعت کرتے لگے لیکن نبی ہاشم دیر تک اپنے اوپر بڑے رہے اور ان کو اپنی
 ناکامی پر غم و افسوس و دونوں ہوا اور حضرت علیؓ جہاںش - طلحہ زبیر - مقداد بن عمروؓ بن ابی
 خالد بن سعید بن العاص - سلمان فارسی - ابوذر غفاری - عمار بن یاسر - برادر بن عازب - اور ابی بن
 کعبؓ اول بیعت علیؓ بیعت کے وقت سیفین میں موجود نہ تھے جناب پیغمبر خدا کی تجویز و توفیق کا
 سامان کر رہے تھے پھر ان سب لوگوں نے بیعت کر لی اور حضرت علیؓ نے چھ بیعت کے بعد بیعت
 کی جنھں کہتے ہیں کہ تیسرے دن یا اسی دن یا دوسرے دن یا چالیس دن کے بعد بیعت کی اور صحیح
 یہ ہے کہ دوبارہ بیعت کی ایک یا تیسرے دن اور دوبارہ چھ بیعت کے بعد اور ضرورت بیعت ثانی کی
 یہ ہوئی کہ جب فدک وغیرہ کے باب میں ہاشم حجت و دفع ہوئی اور لوگوں کو نابت ہوا کہ ان میں
 ظالم ہے تو ان کے اس زعم کے دفع کرنے کے لیے ثانیاً بیعت کی حضرت ابو بکر صدیقؓ کے بعد
 شاید بنو ہاشم کے دعوے سے سر سے پیش آتے لیکن حضرت ابو بکرؓ نے وفات کے وقت حضرت عمرؓ کی
 خلافت پر باضابطہ تنصیص کی اس لیے بنو ہاشم کو موقع نہ ملا حضرت عمرؓ نے اپنی شہادت کے قریب
 چھ شخصوں کو بیٹا جنکی حاکمانہ لیا تین ان کے نزدیک ایسی مساویانہ درجہ رکھتی تھیں کہ وہ کسی کے
 حق میں ترجیح کا فیصلہ نہیں کر سکے حضرت علیؓ عثمانؓ - زبیر - طلحہ - سعد - اور عبدالرحمن بن عوف
 ان انتخاب شدہ لوگوں میں تھے گو حضرت عباسؓ نے حضرت علیؓ کو ہدایت کی کہ وہ اپنی
 خلافت کو سخت و اتفاق کے ہاتھ میں نہ دیں بلکہ بغیر کسی کی اعانت کے آپ اپنے استحقاق کا

مذہب کے سرور علیؓ کی بیعت کا بیان
 بیعت کا بیان ہے کہ بنو ہاشم دیر تک اپنے اوپر بڑے رہے اور ان کو اپنی ناکامی پر غم و افسوس و دونوں ہوا اور حضرت علیؓ جہاںش - طلحہ زبیر - مقداد بن عمروؓ بن ابی خالد بن سعید بن العاص - سلمان فارسی - ابوذر غفاری - عمار بن یاسر - برادر بن عازب - اور ابی بن کعبؓ اول بیعت علیؓ بیعت کے وقت سیفین میں موجود نہ تھے جناب پیغمبر خدا کی تجویز و توفیق کا سامان کر رہے تھے پھر ان سب لوگوں نے بیعت کر لی اور حضرت علیؓ نے چھ بیعت کے بعد بیعت کی جنھں کہتے ہیں کہ تیسرے دن یا اسی دن یا دوسرے دن یا چالیس دن کے بعد بیعت کی اور صحیح یہ ہے کہ دوبارہ بیعت کی ایک یا تیسرے دن اور دوبارہ چھ بیعت کے بعد اور ضرورت بیعت ثانی کی یہ ہوئی کہ جب فدک وغیرہ کے باب میں ہاشم حجت و دفع ہوئی اور لوگوں کو نابت ہوا کہ ان میں ظالم ہے تو ان کے اس زعم کے دفع کرنے کے لیے ثانیاً بیعت کی حضرت ابو بکر صدیقؓ کے بعد شاید بنو ہاشم کے دعوے سے سر سے پیش آتے لیکن حضرت ابو بکرؓ نے وفات کے وقت حضرت عمرؓ کی خلافت پر باضابطہ تنصیص کی اس لیے بنو ہاشم کو موقع نہ ملا حضرت عمرؓ نے اپنی شہادت کے قریب چھ شخصوں کو بیٹا جنکی حاکمانہ لیا تین ان کے نزدیک ایسی مساویانہ درجہ رکھتی تھیں کہ وہ کسی کے حق میں ترجیح کا فیصلہ نہیں کر سکے حضرت علیؓ عثمانؓ - زبیر - طلحہ - سعد - اور عبدالرحمن بن عوف ان انتخاب شدہ لوگوں میں تھے گو حضرت عباسؓ نے حضرت علیؓ کو ہدایت کی کہ وہ اپنی خلافت کو سخت و اتفاق کے ہاتھ میں نہ دیں بلکہ بغیر کسی کی اعانت کے آپ اپنے استحقاق کا

فیصلہ کر لیں لیکن جناب امیہ کی بے غرضی اور فیاض دلی نے اس فحشاں انگریز تحریک کے قبول کرنے کی اجازت نہ دی۔ عبدالرحمن بن عوف اس نزاع کے طے کرنے کے لیے مقرر ہوئے۔ انہوں نے حضرت علیؑ کا ہاتھ پکڑ لیا اور کہا میں تمہاری بیعت کرتا ہوں کتاب خدا اور سنت رسولؐ اور طریقہ حضرت ابوبکر و عمرؓ پر حضرت علیؑ نے جواب دین کہ کتاب اللہ اور سنت رسولؐ اور میرے اجتہاد اس پر عبدالرحمن نے انکو چھوڑ کر حضرت عثمانؓ کا ہاتھ پکڑ لیا اور وہی بات کہی حضرت عثمانؓ نے قبول کر لیا پھر سب صحابہ نے ان سے بیعت کر لی حضرت علیؑ نے صَدْرُ جَمِیْل کہا اور تین پتھر راضی ہو گئے حضرت عثمانؓ خاندان بنو امیہ سے تھے اور اُن کی خلافت ایک نئے تاریخی سلسلے کا دیباچہ تھی حضرت ابوبکر و عمرؓ ہاشمی تھے نہ اموی اس لیے اُن کے عہد تک بنو امیہ و ہاشمیہ دونوں خاندان خلافت میں بچہ حصہ نہیں رکھتے تھے حضرت عثمانؓ نے اپنی خلافت میں تمام بڑے بڑے ملکی حمد سے بنی امیہ کے ہاتھ میں دیدارے معاویہ پہلے بھی شام کے گورنر تھے لیکن اس عہد میں اُنکا اقتدار اس حد تک پہنچ گیا کہ وہ ملک شام کے فرمان روا مستقل سمجھے جاتے تھے حضرت عثمانؓ کی خلافت قریباً بارہ برس رہی اور اگرچہ اخیر میں اسی خاندانی رعایت پر لوگ اُن سے ناراض ہو گئے اور تبعہ کے دن ۱۶ ذی الحجہ ۳۵ سنہ ہجری کو بلوایون کے ہاتھ سے اُن کی شہادت تک نوبت پہنچی اور شبہ کی رات میں بقیع میں دفن ہوئے حضرت علیؑ سے طلحہ - زبیر - سعید - بن زید - عمار بن یاسر - اسامہ بن زید - سہل بن حنیف - ابوالیوب انصاری - محمد بن سلمہ - زید بن ثابت اور خزیمہ بن ثابت وغیرہ صحابہ نے بیعت کر لی۔ زہری کہتے ہیں کہ یہ کتنے تعجب کی بات ہے کہ عبداللہ بن عمر اور سعد بن ابی وقاص نے حضرت علیؑ کی تو بیعت نہ کی اور زید بن معاویہ کی بیعت کر لی اور جن لوگوں نے حضرت علیؑ سے بیعت نہ کی شام کو چلے گئے وہ عثمانیہ کہلانے لگے۔ طلحہ اور زبیر بھی بیعت کر لینے کے بعد شب کے وقت مدینے سے نکل کر مکہ کو چلے گئے اور حضرت عائشہؓ اُن دنوں مدینے میں نہ تھیں تکتے سے حج کر کے واپس آ رہی تھیں اُن کو حضرت عثمانؓ کی شہادت کی خبر پہنچی تو وہیں انجام کار دیکھنے کے واسطے ٹھہر گئیں اور طلحہ و زبیر کے کہنے سے مکہ کو لوٹ گئیں اور مروان بھی حضرت عثمانؓ کا جامہ خون آلود لیکر مکہ کو چلا گیا حضرت علیؑ نے حضرت عثمانؓ کے وقت کے ملکی عہدہ داروں کو معزول کرنا شروع کر دیا سہل بن حنیف کو معاویہ کی

ذکر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ

جو حق و شوق کا گورنر مقرر کیا وہ دہان مخالفت ہو گئے اور بوجہ رشتہ داری حضرت عثمانؓ کے آنکھ
خون کا دعویٰ کرنے لگے اور حضرت علیؓ کو کہلا بھیجا کہ تم قاتلان حضرت عثمانؓ کو میرے سپرد
کردو اور وہ ہمیں صحت نہیں سمجھتے تھے اور ایک دن وہ کہنے لگے قتله الله وانا معه یعنی
حضرت عثمانؓ کو خدا نے قتل کیا اور میں اُسکے ساتھ ہوں اور اُس وقت اس قول کو بڑی
ضرورت تھی اگر جناب امیر بطور ابہام کے ایسا نہ کہہ دیتے تو حضرت عثمانؓ کے قاتل ہلو کر بیٹھتے
اور فساد مچا دیتے اور سازش سے سارا لشکر بگڑ جاتا بلکہ جناب امیر بھی شہید ہو جاتے تو کچھ
تعجب نہ تھا مگر دشمنوں نے اُن کے اس قول کو اپنی دلیل بنا لیا۔ طلحہ اور زبیر ادبہبی بی عائشہؓ
اور حضرت عثمانؓ کے وقت کے وہ حکام جنکو جناب امیر نے معزول کر دیا تھا یہ سب شفق ہو کر
جناب امیر کی مخالفت کے لیے بندوبست کرنے لگے اور بصرہ کی جانب بڑھے جب
موضع حوب میں پہنچے تو کتے بھوکے لگے بی بی عائشہؓ اُس وقت پیشان ہوئیں اور کہا کہ
محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ میری ایک عورت حضرت علیؓ سے بغیر حق کے جنگ کرے گی
اور جب حوب میں پہنچے گی تو کتے شور کرنے لگیں گے خیال رکھو اسے عائشہؓ کہ وہ تم ہی ہو پھر
بی بی صاحبہ نے چاہا کہ لوٹ جائیں زبیر نے رد کیا اور کہا کہ شاید تمہاری وجہ سے اللہ تعالیٰ
اس فساد کو دفع کر دے آخر بی بی صاحبہ کو لے گئے اور بصرہ پر قبضہ کر لیا اور سہل بن حنیف کو
جو دہان پر حضرت علیؓ کی طرف سے منتظم تھے نکال دیا حضرت علیؓ نے امام حسنؓ اور عمار بن یاسرؓ
کو کوفہ کو بھیجا یہ وہاں سے نو ہزار جنگجو آدمیوں کی جماعت فراہم کر کے لائے اگرچہ بی بی صاحبہ
وطلحہ و زبیر حضرت علیؓ کی جارہے کے دشمن نہ تھے صرف حضرت عثمانؓ کے قاتلوں سے قصاص
چاہتے تھے مگر چونکہ اس قدر جمعیت کا خلیفہ کے مقابلے میں کھڑا ہونا عافیت کی بددعویٰ
کا باعث تھا اس لیے جناب امیر نے بی بی صاحبہ وغیرہ کا کچھ پاس نہ کیا اور سبیلہؓ میں
اُن سے جنگ کے لیے بھر پور روانہ ہوئے مقام حلب پر جو بصرہ سے دو فرسخ پر ہے جمعرات
کے دن ۲۰ جمادی الاخریٰ کو طرفین میں جنگ شروع ہوئی زبیر ابن عوام جن کے قاتل سکے
حق میں بغیر خدا نے دوزخی ہونے کا حکم کیا تھا تھوڑی دیر لشکر حضرت علیؓ سے اڑے شارج
صحیح بخاری ابن عبد البر سے روایت کرتا ہے کہ اسی آٹھ ماہ میں حضرت علیؓ نے اُنکو آواز دی

اور یا دولا یا کعبہ علیہ السلام نے تم سے کہا تھا کہ علی کو دوست رکھتے ہو تم نے جواب دیا تھا ہاں پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ ایک دن ایسا آئے گا کہ تم علی پر خروج کرو گے اور ظالم ہو گے جب انھیں یہ بات یاد آئی تو لڑائی روک دی اور مدینہ کی طرف کوچ کر دیا عمر بن جرموز حجازی نے رستے میں موقع پا کر انکو مار ڈالا اور جناب امیر کو آکر بشارت دی کہ لو میں نے دیر کا کام تمام کر دیا جناب علی نے کہا کہ تجھکو میں اسکی عوض میں دوزخ کی بشارت دیتا ہوں اُس نے عرض کیا کہ بڑی خرابی کی بات ہے کہ تم سے لڑنے والا بھی دوزخی اور جو تمھاری طرف سے لڑے وہ بھی دوزخی ٹھہرے اور تلوار شکم میں مار کر خود کشی کر لی اور مروان بن حکم کو چونکہ طلحہ کے ساتھ کینہ تھا اسیلئے اُس نے طلحہ کے تیر مار دیا کہ ان کی جان یوں گئی اس جنگ کو جنگِ جمل کہتے ہیں کیونکہ اُس دن بی بی عائشہ اس شہر پر جسکا عسکر نام تھا سوار تھیں اسکو ایک شخص نے حضرت علی کے حکم سے مار ڈالا حضرت علی نے بی بی عائشہ کے پاس پہنچ کر فرمایا غفر اللہ لک بی بی صاحبہ نے جواب دیا ولک بھیر حضرت علی نے انکو تعظیم و تکریم کے ساتھ مدینہ کو روانہ کر دیا۔ اور بصرے کی افسری عبداللہ بن عباس کے حوالے کر کے خود کوئے کو تشہیف لے گئے بی بی صاحبہ پھر عمر بھر متاسف رہیں اور جنگِ جمل کو یاد کر لیں تو اناروین کہ دو پتہ آئندوں سے تربید جاتا تھا اس لیے کہ خروج میں جلدی کی تا ملیکیا اور پہلے سے تحقیق نہ فرمایا۔ شرح مقاصد میں لکھا ہے کہ ان لوگوں کو ناکشیں کہتے ہیں نکث لغت میں عہد توڑنے اور پھر جانے کے معنی میں ہے اور ان لوگوں نے بھی جناب امیر کے عہد اور بیعت کو توڑا تھا اور بصرے کی طرف چلے گئے تھے ناکشیں کے سر غنہ طلحہ اور زبیر تھے۔ خلافت حضرت عثمان کی وسیع مدت میں نبی امیہ کا خاندان ملکی و مالی دونوں حیثیت سے طاقتور ہو گیا تھا جسکا یا فر تھا کہ حضرت علی کی اطاعت معاویہ نے نہ کی مہسری کا دعویٰ کیا اور اگرچہ ذاتی فضائل اور مذہبی تقدس میں انکو حضرت علی سے کچھ نسبت نہ تھی تاہم ایک مدت تک وہ مساویانہ طاقت کے ساتھ جناب امیر کے حریت رہے اور تمام شامیوں نے انکی رفاقت کی ان سب کو قاسطین کہتے ہیں لغت میں قسط کے معنی جو ر و ظلم ہیں شرح مقاصد میں لکھا ہے کہ قاسطین معاویہ اور ان کے ساتھی ہیں جنھوں نے حضرت علی سے مخالفت کی اور طریق حق کو کہ حضرت علی کی بیعت تھی چھوڑ دیا غرض کہ جناب امیر اور قاسطین کی جنگ کا جو اخیر فیصلہ ہوا وہ بھی گویا

مکتبہ
چاندنی

لعسری ان مکاتھا من لاسلام اعظم وان المصائب بها الحمد في الاسلام شديداً
 وجزاها باحسن ماعلمہ (ترجمہ) قسم اپنی جان کی منصب ان دونوں کا اسلام میں بڑا
 اور واقعہ وفات ان دونوں کا البتہ زخم سخت ہے اللہ تعالیٰ رحمت کرے اور جزا کے غیر دے
 ان کو بعض بہترین کاموں کے کہ ان دونوں نے اپنے ظاہر ہی پر معمول کرتے تھے اور ریاکاری
 پر مبنی نہیں سمجھتے اور جو کچھ شرع محمدی کے احکام صحابہ کے ذریعہ سے انکو ثابت ہوئے اُسے قبول
 کیا اور عمل درآمد رکھا ان لوگوں نے امن سبا وغیرہ کی باتوں کو نہیں مانا اور سارے صحابہ کا ادب
 کرتے رہے البتہ دو تین برس کے بعد بعض لوگ ابن سبا کے تھوڑے سے وسوسوں میں آگئے اور
 جناب امیر کو تمام اصحاب پر تفضیل دینے لگے مگر ان شیعہ تفضیلیہ نے سوائے تفضیل جناب
 امیر کے اور ساری باتوں میں شیعہ مخلصین کے ساتھ اتفاق رکھا اور اقوال صحابہ کی پیروی کرتے رہے
 اور جو کچھ صحابہ کے ذریعہ سے سنت رسول اللہ مروی ہوئی اُسکے معقد و عامل رہے ان کا مذہب یہ تھا
 کہ جناب امیر اور ان کی اولاد احق بالخلافت ہیں جب تک یہ بزرگ کسی اور کو نینصب اپنی خوشی سے
 ندین وہ اُسکا مستحق نہیں ہو سکتا چنانچہ خلفائے ثلاثہ کو یہ خلیفہ مانتے تھے اور ان کی خلافت کو
 درست جانتے تھے اسلئے کہ جناب امیر نے انھیں اپنی خوشی سے خلیفہ کر دیا تھا اور جب یہ خود
 خلافت اختیار کریں تو دوسرے کو خلافت نہ لینا چاہیے اور جناب امیر بعد رسول اللہ کے افضل الناس
 ہیں اور یہ لوگ صحابہ و بڑا نہیں کہتے تھے نہ ظالم و غاصب بتاتے تھے بلکہ خیر و خوبی کے ساتھ یاد
 کرتے تھے ان میں سے یہ اشخاص شاہیر ہیں ابوالاسود ظالم دلی و اضع علم نحو اور ابو سعید بخاری بن عمر
 عدوانی کہ علم قرات و تفسیر و نحو و لغات عرب کا بڑا ماہر تھا اور سالم بن حفصہ جو امام محمد باقر اور امام
 جعفر صادق سے حدیث کی روایت کرتا ہے اور عبدالرزاق محدث اور ابو یوسف یعقوب بن
 اسحاق معروف بابن سکیت مولف کتاب الملل والنظن۔ مگر جب ابن سبا کی بدعت بہت پھیل چکی
 تو اُسکی تلقین کے اثر سے دو قسم کے لوگ بہت پیدا ہو گئے ایک شیعہ تبرائیہ جنھیں
 شیعہ سنیہ بھی کہتے ہیں یہ لوگ سارے صحابہ کو ظالم و غاصب بلکہ کافر و منافق بتانے لگے
 اور بی بی عائشہ اور طلحہ اور زبیر کی لڑائی و تنازع جناب امیر کے ساتھ انکے مذہب اور عقیدہ کا
 موکد ہو گیا اور چونکہ یہ تمام جھگڑے حضرت عثمان کے قتل کی وجہ سے واقع ہوئے تھے اس لئے

پھر بھی لعن و طعن کرنے لگے اور حضرت عثمانؓ کی خلافت کی بنیاد شیخین کی خلافت پر تھی اور
 منتخب کرنے والے ایک عبدالرحمن بن عوف وغیرہ صحابہ تھے سب کو یہ لوگ برا کہنے لگے یہ لوگ گویا ابن سبا
 کے متوسط قسم کے شاگرد و تعلیم یافتہ تھے۔ دوسرے شیعہ غلامۃ یہ ابن سبا کے شاگرد رشید اور
 ان کے خاص اصحاب تھے اسکی تعلیم کی بدولت جناب امیرؓ کی الوہیت کے قائل ہو گئے اور جب بعض
 شیعہ لوگوں نے انکو الزام دئے کہ جناب امیرؓ میں بشریت کے آثار موجود ہیں تو اس لیے بعض
 غلامۃ الوہیت کے قول کو چھوڑ کر اس بات کے قائل ہوئے کہ اللہ تعالیٰ نے جناب امیرؓ میں حلول
 کیا ہے جب جناب امیرؓ کو یہ خبر پہنچی تو انکار فرمایا اور ایک جماعت غلامۃ شیعہ کو آگ بہن جلادیا
 وہ بن سبا سے سارے اصناف غلامۃ شیعہ پیدا ہوئے ہیں اور جبکہ تبرا ئید و غلامۃ و زیدہ و اسماعیلیہ
 وغیرہ نے اپنا لقب شیعہ اختیار کر لیا اور جب حضرت علیؓ بن ابی طالب در بعض حضرت ابو بکر
 و حضرت عمر و حضرت عثمانؓ و ابی عاصمہؓ میں مع دیگر صحابہ کے بڑا غلو و مباغذہ کیا اور عمل و
 اعتقاد میں طرح طرح کے فسادات و بدعات پھیلادئے تو شیعہ مخلصین و شیعہ تفضیلیہ نے اپنا
 لقب اہل سنت و جماعت رکھ لیا اسی واسطے اگلے وقتوں کی کتب تاریخ میں ان لوگوں
 کے حق میں بھی شیعہ کا لفظ استعمال ہوا ہے تاریخ و اقدی و استیجاب میں اس طرح کی باتیں
 بہت ہیں اور شیعہ تبرا ئید و غیرہ بھی شیعہ مخلصین و شیعہ تفضیلیہ کو شیعہ حضرت علیؓ سے نہیں شمار
 کرتے اس لیے کہ ان کے نزدیک محبت حضرت علیؓ کی منحصر ہے صحابہ و ازواج رسولؐ کے برا
 کہنے میں اور ان کے نزدیک ایمان و اسلام میں فرق ہے اسی لیے اپنی جانوں کو موہن کہا
 کرتے ہیں اور باقی اہل اسلام کو مسلمان بولتے ہیں کہتے ہیں انہوں وہ ہے جو شرائع کو اس کے حقائق
 اور تاویل کے ساتھ جانتا ہو اور مسلمان وہ ہے جو شرائع کو بغیر علم تاویل و تفسیر کے جالے اور معتزلہ
 بھی کہتے ہیں کہ ایمان اور اسلام میں فرق ہے ۱۰

تمام شیعہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ امامت عقل سے ثابت ہے اور امامت نص ہے اور امیر
 معصوم میں غلطی اور سہو و خطا سے مگر زیدہ کو اس میں خلافت ہے اور امامت مفضول کی
 قاضی کے ہوتے لہذا نہ ہے اور حضرت علیؓ تمام صحابہ سے افضل ہیں اور حضرت علیؓ اللہ علیہ وسلم نے
 نص کر دی تھی کہ حضرت علیؓ میرے بعد امام ہیں اور انکا قول یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

حجۃ الوداع سے پھرے تو غدیر خم کے مقام پر کہ ایک جگہ تھے اور دینے کے درمیان میں ہے سب صحابہ کو جمع کر کے حضرت علیؑ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا کہ بارخدا یا میں جس شخص کا مولا ہوں اسکا علیؑ سوا ہے اور خدا و عباد دوست رکھ اُسکو جو علیؑ کو دوست رکھے اور دشمن اُسکو جو علیؑ سے دشمنی رکھے اور اس ارشاد کی ضرورت اس لیے ہوئی کہ حضرت جب اس مقام پر پہنچے تو یہ آیت نازل ہوئی
لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ شَهِدُوا بِمَا أَنْزَلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ وَرَأَى لَمَّا فَعَلْنَا مَا بُلَغْتَ رِسَالَتَهُ وَاللَّهُ يَخْبُرُ عَمَلَكُمْ مِنَ النَّاسِ يَفْضَلُ عَلَى رَسُولٍ يَنْفَعُهُمْ أَوْ يَضُرُّهُمْ وَأَنَّى يُؤْتِي الْإِنْسَانَ بِالْحَقِّ وَالْأَمْرِ وَالْعِلْمِ وَلَكِنْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ
یہ سنکر تو کچھ بھی نہ پہونچایا اور تجھ لوگوں سے بجا بیگا بھر جب آنحضرتؐ اس خطبے سے منافع سوچنے کو یہ آیت نازل ہوئی الْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتِمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي يَوْمَئِذٍ الْكَمَالَ كِرْكًا دین تمھارا اب رہبر بنی نعمت پوری کر چکا پس آیت اول جناب میر کی شان میں نازل ہوئی جسکے مطابق آنحضرتؐ انکی مولائیت کی بشارت دی اور نعمت کا تمام کرنا وہی جناب امیر کی مولائیت کا اظہار ہے اور یہ صریح دلیل ہے کہ وہ افضل ہیں اور خلافت کے لیے سب سے زیادہ مقدم ہیں اور مولا کے معنی اس جگہ اولی بالامامت ہیں اور یہ نص صریح ہے انکی خلافت پر صحابہ حضرت ابو بکر سے بیعت کرتے وقت واقعہ غدیر کو یاد رکھتے تھے اور بعض اُنپر بخوبی مشکف تھا لیکن انھوں نے اسکی تعمیل نہ کی اور بو بد ظلم و عناد اور مسکارے کے امر حق سے چشم پوشی کی اور امیر المؤمنین علیؑ نے جو اسوقت اسکے ساتھ استدلال کیا اور خلافت کے مدعی ہوئے تو یہ بسبب تعقیب کے تھا اور صحابہ حضرت علیؑ سے بیعت نہ کرنے کی وجہ سے مرتد ہو گئے اور تمام صحابہ سے تبرک کر کے ہمیں سوائے چند کے اور یہ کہتے ہیں کہ امام کو جائز ہے کہ وہ حالت تقیہ میں کہدے کہ میں امام نہیں ہوں اور اجماع کے منکر ہیں انکے نزدیک اجسام قیامت سے پہلے بھی دنیا میں ٹوٹا آتے ہیں مگر بعض غلامہ حشر اجساد اور حساب کے منکر ہیں اور ان کے نزدیک امام کو دنیا اور دین کی سلسلی باتوں کا علم حاصل ہونا ہے یہاں تک کہ وہ سنگریزوں اور زرختون کے بتوں کو بھی جانتا ہے اور ائمہ سے مثل نبیا کے معجزات صادر ہوتے ہیں اور اکثر اکابر میں سے یہ کہتے ہیں کہ جسے حضرت علیؑ سے جنگ کی وہ کافر ہے ان کے نزدیک جماعت مسنون نہیں اور سبع موزوں پر جائز نہیں اور بی بی فاطمہ بی بی عائشہ سے افضل ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ نبی علیہ السلام میں بغیر جانان کے نبوت کی

قدرت واقعی اور کہتے ہیں لفظ واحد سے تین طلاقیں واقع نہیں ہو سکتیں اور نماز تراویح کی مسنونیت کے منکرین اور ان کے نزدیک نماز میں سیدھا یا تھما یا کھین یا تھمر پر رکھنا مسنون نہیں اور افطار میں جلدی کرنا ناجائز ہے اور نماز مغرب غروب آفتاب کے بعد اس وقت تک نہ پڑھنا چاہیے جب تک کو اکب نہ چک جائیں مگر اسماعیلیہ کے نزدیک افطار اور نماز مغرب میں جلدی کرنا واجب ہے اور تمام شیعہ کرامات اولیا کے منکرین اور اپنے ائمہ کی کرامات کو معجزات کے ساتھ تعبیر کرتے ہیں۔ شرح مسلم القیوت میں بحال علوم لکھتے ہیں کہ انکا اعتقاد یہ ہے کہ گناہ بندے کی قدرت سے صادر ہوتے ہیں اور حسنات اللہ کی قدرت سے اس لیے کہ بُرائی کا پیدا کرنا بھیج ہے پس ان کے نزدیک دو خالق ہیں ایک خالق خیر دوسرا خالق شر شیعہ کے بعض فرقے رجعت کے قائل ہیں اور اس کی دو قسمیں ہیں (۱) رجعت بعد موت کے ہوتی ہے پس بعض فرقوں کا قول ہے کہ انکا امام بعد موت کے دنیا میں پھر آئیگا (۲) رجعت بعد غیبت کے ہوتی ہے چنانچہ بعض فرقے اس کے قائل ہیں کہ امام مرا نہیں غائب ہو گیا ہے پھر اگر زمین کو عدل سے بھر دیگا بعض فرقے بعض اماموں کی موت میں توقف کرتے ہیں۔ غرض کہ شیعہ میں باہم بھی بڑا اختلاف ہے اور اس اختلاف کی وجہ سے بہت سے فرقے بن گئے ہیں کہ ایک فرقہ دوسرے فرقے کی تکفیر کرتا ہے اصول ان میں سے پانچ فرقے ہیں غلامہ کیسیانیہ۔ اسماعیلیہ و یدریہ اور امامیہ۔ اور شیعہ کے ہر فرقے میں داعی لوگ ہوتے ہیں کہ اس مذہب کی طرف اشخاص کو علم یا مال یا زبان یا اختیار کے ذریعہ سے بلا تے ہیں انکو اصطلاح میں دُعاة کہتے ہیں جو داعی کی جمع ہے انھیں دعاۃ کے نام سے فرقے منسوب ہوتے ہیں۔

غلامہ

اگرچہ کیسیانیہ و اسماعیلیہ امامیہ میں سے بھی بہت سے فرقے غلامہ کہتے ہیں مگر ہم بیان غلامہ ان فرقوں سے مراد رکھتے ہیں جن میں یہ عقائد مشترک ہے کہ انبیاء ائمہ خدا ہیں یا خدا نے انبیاء اور ائمہ میں علول کیلئے پڑائی ہے متحد ہو گیا ہے تحفہ اثنا عشری میں لکھا ہے کہ قبیل امام کے باب میں بعض ان میں سے کیسیانیہ میں باور بعض امامیہ اور زیدیہ کے فرقوں میں سے کوئی ایسا نہیں ملتا گیا جو ان غلامہ کی طرح زیہ شہید

اور انکی اور انکی الوہیت یا ان میں طول الوہیت یا اتحاد کا قائل ہوا اور کثرت الوہیت
 علی خرق الامہ میں ذکر کیا ہے کہ غلاۃ کا قول یہ ہے کہ نص نبوی کے مطابق حضرت علی
 امام ہیں پھر امام حسین بعد ان کے امام حسین پھر بعد امام حسین کے حکم خوری ہے بعض نے
 کہا ہے کہ نص نہیں آئی مگر امامت حضرت علی پر فقط اور ان کے نزدیک امام کا مفہور کیا ہے
 واجب ہے اور اس وجوب کے ثبوت پر عقل دلالت کرتی ہے اور امام کا تقریفات کی
 تعلیم کو سنے اغذیہ وادویہ اور سموم اور حروف اور منافع کے احوال بتائے اور آفات
 و مصائب سے بچانے کے لیے ہے ابو بکر یا قلانی شاگرد ابو الحسن اشعری نے مل و غل میں
 کہا ہے لا خلاف بین الائمہ فی تکفیر غلاۃ الروافض و ہم الذین زعموا
 ان الله قد حل فی الانبیاء ثم فی الائمۃ یعنی ائمہ میں اتفاق ہے اس بات پر کہ
 غلاۃ روافض کافر ہیں اور وہ وہ ہیں کہ یہ زعم کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء میں طول کیا ہے
 پھر ائمہ میں طول کیا ہے بجا لا نوار کی دشوین جلد میں علل الشرائع سے نقل کیا ہے کہ
 امام جعفر صادق نے غلاۃ اور مفوضہ پر لعنت کی ہے اور شیخ ابو جعفر محمد بن علی بن بابوی قمی
 اشعراشعری کہتے ہیں کہ غلاۃ اور مفوضہ کافر ہیں یہود اور نصاریٰ اور مجوس اور ترسا اور
 آتش پرست اور قدریہ اور حروریہ اور جہرہ اور سب اہل بیعت مذاہب بالملہ سے بدتر
 ہیں ابو ہاشم جعفری سے امر وی ہے کہ میں نے جناب امام رضا سے پوچھا کہ غالی کیسے ہیں
 فرمایا کہ کافر ہیں اور مفوضہ مشرک ہیں جو شخص ان سے مجالست اور ہم نشینی اور مخالفت
 کرے یا ان کے ساتھ کھائے یا پیے گا یا ان کے ساتھ مناکحت یعنی باہم دگر نکاح کرے گا
 یا کسی طرح کی ان سے رعایت کرے یا بپنٹ ان کے صلہ عمل میں لائے گا یا ان کو امانت دے
 قرار دے گا یا ان کی امانت اپنے پاس رکھے گا یا ان کے کلام اور بات کی تصدیق کرے گا یا ان کی
 امانت کرے گا اگرچہ کلمے کے ساتھ ہو یا بعض کلمے کے ساتھ تو وہ شخص ولایت و دوستی
 خدا سے عزوجل اور ولایت و دوستی رسول خدا اور اس جناب کے اہل بیت سے باہر
 ہو جائے گا۔ اور غلاۃ کسی فرستے ہیں۔

یہ سب ہائیمہ یہ متبع ہیں عبد اللہ بن وہب بن سبا معروف بابن السواد کے

۱۲۷
 شخص ہوسا تھا جاز سے اہل اسلام کے شہروں میں جا بکرتا تھا ارادہ اُسکا یہ تھا کہ
 مسلمانوں کو گمراہ کر دے جب یہ بات نہ بنی اور یہ کام نہ کر سکا تو بظاہر اسلام لاکر اسلام
 اور مسلمانوں کے ساتھ کرو فریب سے پیش آیا مسئلہ ہجری میں بصرے گیا وہاں پہونچکر
 کچھ مسائل لوگوں سے کہنے لگا لیکن مراحت نہ کرتا تھا ایک جماعت اُسکی طرف مائل ہو گئی
 اور اُس کی باتوں میں آنے لگی۔ بعد اشد بن عامر حاکم بصرہ نے اُسکو بصرے سے نکلوا دیا
 وہاں سے کوٹنے میں آیا پھر کوٹنے سے چلکر مصر پہونچا وہاں آکر ٹھہرا لوگوں میں بیٹھ کر یہ
 بات کہی بڑا تعجب ہے اُس شخص سے جو اس بات کی تصدیق کرتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام
 پھر دنیا میں آئیں گے اور اُسکی تکذیب کرتا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نہ آئیں گے رحبت کے
 بارے میں لوگوں سے بات چیت کرتا رہا یہاں تک کہ کچھ لوگوں نے اُس بات کو قبول کیا
 اور یہ بدعت مسئلہ ہجری سے پھیلنے لگی پس مذہب رحبت کا وہی موجد ہے بعد اُس کے
 اُس نے یہ بات کہی کہ ہرنی کا ایک وصی ہوا کرتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم امامت
 حضرت علی کی وصیت کر گئے ہیں کہ وہ بعد حضرت کے اُنکے وصی ہیں اور رض نبوی کے
 مطابق خلیفہ امت ہیں اور سن رکھو کہ حضرت عثمانؓ نے خلافت ناحق لیلی اب تم لوگ
 کھڑے ہو کر اپنے امرا پر طعن کرو اور اظہار امر معروف و نہی منکر کر کے لوگوں کو اپنی طرف
 مائل کر لو پھر اُس نے اپنی طرف سے داعی جا بہ جائیے اور جہان جہان کے لوگ اُسکی طرف
 مائل تھے اُس نے خط و کتابت جاری کی اُن لوگوں نے مخفی دعوت کرنا خلق کا اُسکی
 رائے کی طرف شروع کیا اور ایک عام ناراضی حضرت عثمانؓ کے عمال اور اُنکی خلافت
 کی طرف سے لوگوں میں پھیل گئی اور ساری زمین اسلام ابن سبا کی رائے و عقیدے
 سے بھر گئی چاروں طرف ملائیم طعن و تشنیع کا بازار گرم ہو گیا روزانہ اُسکی متواتر خبریں
 مدینے میں پہونچنے لگیں مدینے میں بھی لوگوں میں سرگوشیاں شروع ہو گئیں امیر المؤمنین
 عثمانؓ اور ان کے عمال پر زبان طعن دراز ہو گئی صحابہ کرام سے زید بن ثابت۔ ابواسید
 سعدی۔ کعب بن مالک۔ اور حسان بن ثابت لوگوں کو طعن و تشنیع سے روکتے تھے
 لیکن اس سے کچھ فائدہ نہ تھا۔ اس وقت اہل مدینہ مجتمع ہو کر امیر المؤمنین عثمانؓ کے

پاس آئے اور واقعات سے ان کو مطلع کیا لیکن ان کو اس سے ناواقف پایا حضرت عثمانؓ نے کہا تم لوگ مسلمانوں کے رئیس و راہب راہے ہو اس میں تمہاری کیا رائے ہے صحابہ نے کہا چند معتبر و معتمد آدمیوں کو اسلامی ممالک کی طرف خبر لانے کے لیے روانہ کرو چنانچہ محمد بن مسلمہ کوفہ کی طرف اور اسامہ بن زید بصرے کی طرف اور عبداللہ بن عمر شام کی طرف اور ان کے علاوہ اور لوگ بھی مختلف ممالک اسلام کی طرف روانہ کیے گئے ان لوگوں نے واپس ہو کر بیان کیا کہ ہم نے نہ تو مال و مالیات ملک کی کوئی بُرائی دیکھی اور نہ عوام و خواص کو ان کی شکایت کرتے ہوئے پایا لیکن عمار بن یاسر نے جو مصر کی جانب روانہ کئے گئے تھے واپسی میں تاخیر کی اور ان کو ابن سبا اور اس کے ہمراہیوں خالد بن ولید، سودان بن حمران سکونی، کنانہ بن بشر نے اپنی طرف مائل کر کے اپنا ہم صفیہ بن ابیہ، منقرنین و فالفین حضرت عثمانؓ و دربارہ نقض بیعت حضرت عثمانؓ خط و کتابت کرنے لگے اور ہدیر یہ خط پڑے کر لیا کہ ایک مقررہ یوم پر مدینے میں جمع ہوتا چاہیے چنانچہ ملک مصر سے ایک ہزار یاسات سو یا پانچ سو آدمی اور ایک ایک جماعت بصرہ و کوفہ سے بہ تعداد مذکور مدینے میں آئی اور حضرت عثمانؓ کو معزول کرنے کا ارادہ کیا اور فساد برپا کر کے حضرت عثمانؓ کے مکان کو گھیر لیا اور چالیس بیچا پنشن دن تک انکو محصور رکھا پھر حضرت علیؓ حضرت عثمانؓ کے پاس آئے اور کہا کہ لوگ کہتے ہیں کہ مروان کو عمرہ منشی گری سے متوفی کیجیے اور عبداللہ بن ابی سرح کو حکومت مصر سے معزول کیجیے حضرت عثمانؓ نے قبول کیا حضرت علیؓ نے لوگوں کو سمجھا کر ہٹا دیا اور بات رفت و گذشت ہو گئی اور محمد بن ابوبکر رضی اللہ عنہ کو مصر کا حاکم مقرر کر کے اُدھر بھیجا رہتے ہیں انکو ایک خط مہری حضرت عثمانؓ رضی اللہ عنہ کا عبد اللہ کے نام ملا جس میں یہ مضمون تھا کہ محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ جو کچھ کہیں اُسکی تعمیل مت کرنا اور کسی جیلے سے انکو مار ڈالنا محمد اس خط کو لیکر مدینے کو لوٹ آئے اور حضرت عثمانؓ سے اسکا حال پوچھا انھوں نے قسم کھا کر کہا کہ یہ ہمارا گرجہ میری ہے اور میرے ہی منشی کا خط ہے مگر میں نے یہ خط نہیں لکھوایا تو ان لوگوں نے کہا کہ مروان کو ہمارے سپرد کر دو یہ بات حضرت عثمانؓ نے نا منظور کی اس لئے

لوگوں کے دل اُنکی جانب سے پھر گئے اور حضرت عثمانؓ کو محصور کر لیا تاریخِ اعظم کو فی ہین لکھا کہ
کہ محاصرین نے حضرت عثمانؓ پر تنگی لی اور ہر جانب سے اُنکے مکان میں گھس پڑے
محمود بن ابوبکرؓ نے دوڑ کر حضرت عثمانؓ کی داڑھی پکڑ لی اور اُن کی گردن میں زخم ہو چلایا
جس سے خون جاری ہو گیا پھر کنانہ بن بشر آیا اور ایک دارِ عمدہ کا حضرت عثمانؓ کے
سر پر کیا اور سیدان بن حمران مرادی نے ایک تلوار اُن کے سر پر ماری حضرت عثمانؓ
تکچے کو گر پڑے پھر اور لوگوں نے تلواروں سے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا ابنِ خلدون نے لکھا کہ
کہ عمر بن خطابؓ نے حضرت عثمانؓ کے چند ٹھوکریں ماری تھیں جس سے چند پسلیاں ٹوٹ
گئی تھیں اور ٹھوکریں لگانے کے وقت یہ کہتا جاتا تھا تم نے میرے باپ کو قید کیا تھا
جو بیچارہ حالتِ قید ہی میں مر گیا اور بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ عمرو بنِ لُحْم نے
آپ کے سینے پر نو نیزے مار کر کہا ان میں سے تین نیزے تو میں نے اللہ تعالیٰ کے واسطے
مارے ہیں اور چھ اس وجہ سے مارے ہیں کہ میرے دل میں اس کی طرف سے غبار تھا۔
خلاصہ کلام یہ ہے کہ ابنِ سبائے دو بدو علی مرتضیٰ سے یہ بات کہی تھی انت الکالہ یعنی تم خدا کو
اور انھیں خدا کا اعتقاد کرتا تھا حضرت مہدوح نے اُسے مداین کی طرف نکلوا دیا۔ اور کہتا تھا
کہ حضرت علیؓ بعد موت کے پھر دنیا میں آئیں گے وہ قتل حضرت علیؓ کا مستقصد تھا اُن کو زندہ
بتاتا تھا کہتا تھا کہ شیطان حضرت علیؓ کی صورت پر ہو گیا تھا اُسے ابنِ لُحْم نے ہار ہے
اور کہتا تھا وہ ہادل میں آتے ہیں رعد اُن کی آواز ہے برق اُن کا چابک ہے وہ ضرور
زمین پر اتر کر اُسکو عدل سے بھر دینگے جس طرح کہ ظلم سے بھر گئی ہے۔

اور سبائیہ جب رعد کی آواز سنتے تو کہتے السلام علیک یا امیر المؤمنین۔ ارشاد یہ
شرح اعتقاد یہ مین مذکور ہے کہ عبد اللہ بن سبا کہتا تھا کہ امیر المؤمنین خدا ہیں اور مین
اُن کی طرف سے پیغمبر ہوں جناب امیر نے یہ سُکر اُسکو بلوایا اور اُس سے پوچھا کہ تو کیا
کہتا ہے اُس نے کہا کہ میرے دل مین یہ بات آئی ہے اور خیال مین گذرا ہے کہ تم خدا ہو
اور مین تمہارا پیغمبر ہوں آپ نے فرمایا کہ واسے تجھے شیطان تجھ سے استہزا اور سخریہ اور ٹھٹھ
کہتا ہے تو توبہ کر اپنے اصل عقاد باطل اور خیال فاسد سے اُس نے آپ کا فرمانہ مانا اور

[illegible]

توبہ سے انکار کیا آپ نے اسکو قید کیا پھر بھی وہ توبہ کرنے پر راضی نہ ہوا اور اس وقت
 باطل سے نہ پھرا آخر آپ نے اسکو قید خانے سے باہر نکال کر آگ میں جلا دیا اور ایک شیخ
 عبید اللہ بن سبا تھا وہ بھی فاسدۃ العقیدہ تھا مگر اپنے باپ سے ایک درجہ کم تھا کہ وہ
 امیر کے خط ہونے کا قائل نہ تھا مگر تفویض کا قائل ہوا تھا چنانچہ مفوضہ میں اس کا بیان
 آتا ہوا اور اسی کتاب میں دوسرے مقام پر لکھا ہے کہ جناب امیر نے جب عبداللہ کے
 اصحاب کو پکڑا تو وہ مدائن کو بھاگ گیا جناب امیر نے حکم دیا کہ ایک گڑھا کھودیں
 اور اس میں آگ روشن کریں اور اصحاب عبداللہ کو اس میں ڈال دیں غرض کہ جب تک وہیں
 آگ میں ڈالا تو انھوں نے کہا کہ ہمارا یقین اور زیادہ ہوا کہ تو ہی خدا ہے ایلے کہ رسول خدا نے
 فرمایا ہے کہ خدا بندوں کے ساتھ آگ کے عذاب کرے گا اب کہ تو ہلکا آگ سے عذاب کرتا ہے
 پس ہمیں یقین ہوا کہ تو ہی خدا ہے آخر وہ سب جل گئے مگر اپنے اپنے اعتقاد سے دھمکے
 دوسرا کا ملیہ یہ فرقہ ابو کامل کی طرف منسوب ہے یہ شخص ب صحابہ کو کافر بتاتا تھا
 اسپر کہ انھوں نے حضرت علی سے بیعت نہ کی اور خود حضرت علی کو کافر کہتا تھا اسپر کہ صحابہ
 سے نہ لڑے یہ تنازع کا قائل تھا اور کہتا تھا کہ امامت نور الہی ہے کہ ایک شخص سے
 دوسرے شخص میں منتقل ہوتا ہے اور ہو سکتا ہے کہ یہ نور ایک آدمی میں امامت ہو
 اور دوسرے میں نبوت ہو جائے اور کہتا تھا کہ روح الہی نے اول آدم میں بعد اسکے
 درجہ بدرجہ تمام انبیاء و ائمہ میں حلال کیا ہے اس سے معلوم ہوا کہ اس کے نزدیک
 کافر کا بھی امام ہونا اور اس میں روح الہی کا حلول کرنا جائز ہے ایلے کہ حضرت
 علی مرتضیٰ کی تکفیر کرتا ہے اور پھر ان میں روح الہی کے حلول کا اور انکی امامت کا
 قائل ہے شفا سے قاضی عیاض میں لفظ کا ملیہ کی جگہ کمیلیہ لکھا ہے شارح کہتا ہے
 کہ کمیلیہ منسوب بہن کیل کی طرف جو کامل کا مصغر ہے اس صورت میں کمیلیہ کان کے ضمہ سے
 سے ہو گا بعض کہتے ہیں کہ اس لفظ میں کاف مفتوح ہے اس صورت میں قبیل کے
 و د ن پر کامل کے معنی میں ہے۔

تیسرا مغیر یہ یہ مغیرہ بن سعید عجل کے اصحاب ہیں جو خالد بن عبداللہ قسری گورنر

عراق کا نظام تھا اسے خالد بن ولید نے بین میں لیکر خروج کیا ان کو گھیر لیا وہ ممبر
 پر تھے انھوں نے کہا مجھے پانی ملا دو اس سبب سے وہ بدل دئے گئے بڑا ب
 صدیق حسن خان نے اسی طرح لکھا ہے اور صحیح یہ ہے کہ خالد کو ہشام بن عبد الملک
 نے مسلمہ بن ابوالمنثی و حیان بن علی کے کھنڈے سے معزول کر کے یوسف بن عمر ثقفی کو
 ان کی جگہ مقرر کیا تھا یہ دونوں ہشام بن عبد الملک کی املاک کے جو عراق میں تھے
 متولی تھے ابن خلدون وغیرہ نے اسی طرح لکھا ہے اور معارف میں ابن قتیبہ نے کہا ہے
 کہ خالد نے مغیرہ کو واسط میں قتل کر کے قنطرة العاشرہ پر سولی دی تھی اسکے شائع میں ہے
 ایک قول یہ ہے کہ مجبوس کے اعضا حروفِ ہجا کی صورت پر ہیں اور الف صورتِ قد میں
 ہے اور یہ اعتقاد رکھتا تھا کہ اللہ ایک مرد ہے نور کا اسکے سر پر ایک تاج ہے نور کا
 اور اس کا دل حکمت کا منبع ہے وہ اعتقاد رکھتا تھا کہ اللہ ہر مکان میں ہے کوئی مکان
 اس سے خالی نہیں ہے اور اللہ نے جب جہان پیدا کرنا چاہا تو اعمالِ عباد کو اپنی دو
 نگلیوں سے لکھا پھر ان کے معاصی سے غضب میں آیا تو اس سے اللہ کو پسینا چھوٹا اس
 پسینے سے دو دریا مجتمع ہو گئے ایک شیرین ایک تلخ پس خدا سے تعالیٰ نے دریاے شیرین
 میں دیکھا تو عکس اس کا اس میں پڑا خدا سے تعالیٰ نے تھوڑا سا عکس اس دریا میں سے
 نکال کر اس سے چاند اور سورج بنائے اور باقی کو فنا کر دیا اس واسطے کہ کوئی غریب
 اس کا باقی نہ رہے پھر دریاے شیرین سے مؤمن پیدا کیے دریاے تلخ سے کافر بنائے اور اس
 آیت کی عرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمُوتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَابْتِئْنَ أَنْ يُحْمِلْنَهَا
 تفسیر یون کرتا تھا کہ ہم نے پیش کی امانت آسمان وزمین اور پہاڑوں کے سامنے
 اور وہ امانت حضرت علیؑ کی امانت تھی کہ تم میں سے کون ایسا ہے کہ اسکو لینا چاہتا ہو
 تو کسی نے اس امانت کو قبول نہ کیا تا کہ یہ حق حضرت علیؑ کا حضرت علیؑ ہی کو پہنچ جائے
 مگر انسانوں میں سے حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عمرؓ کے مشورے سے اسکو اختیار کر لیا جبکہ
 حضرت عمرؓ نے یہ اقرا کر لیا کہ کارا امانت میں حضرت ابوبکرؓ کو مدد دیتا رہو گا اور حضرت
 عمرؓ نے یہ ذمہ داری اس شرط پر اختیار کی کہ حضرت ابوبکرؓ اپنے بعد مجھے خلافت دیدیں اور

یہ کتا تھا کہ آیت گمکال الشیطان اذ قال لا تساکن الکفر فلما کفر قال ایتی برئی
 مثاک ایتی اخاف الله رب العالمین یعنی شیطان کی مثل ہے جس وقت اُسے
 آدمی کو کہا تو کفر کر جب اُسے کفر کیا تو کہا تحقیق میں تجھ سے بیزار ہوں میں اللہ سے
 ڈرتا ہوں جو سارے جہان کا رب ہے حضرت ابوبکر اور حضرت عمرؓ کے حق میں نازل ہوئی
 ہے اُسکے نزدیک ہمدی زکریا بن محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب ہیں اور
 وہ زندہ ہیں کوہ ہاجر میں مقیم ہیں جب حکم ربی ہوگا تو اُس سے برآمد ہونگے اور محمد بن علی
 کے بعد فیض اپنے لیے امامت کا طالب ہوا تھا اور دعویٰ نبوت کا رکھتا تھا
 اُسکے زعم میں اُسکا معجزہ یہ تھا کہ وہ اسم اعظم جانتا ہے اور مردوں کو زندہ کرتا ہے
 اور جب مغیرہ مارا گیا تو اُسکے بعض مرید کہنے لگے کہ وہی امام منتظر ہے۔ منہج المقال میں
 آیا ہے کہ امام ابو عبد اللہ فرماتے تھے کہ اس آیت میں هل اُنْبِئُکُمْ عَلٰی مَنْ تَنْزَلُ
 الشَّیَاطِیْنُ تَنْزَلُ عَلٰی کُلِّ اَقَاوِیْمٍ اَرْنِیْمَ یعنی میں تمکو بتاؤں شیطان کس پر اترتے ہیں
 اترتے ہیں ہر جھوٹے گنہگار پر شیاطین سے مراد یہ سات شخص ہیں مغیرہ بن سعید اور بنان
 اور صالح ہمدی اور حرث شامی اور عبد اللہ بن حرث اور حمزہ بن عمارہ زبیری
 اور ابو الخطاب اور نامہ دانشوران میں ابن قبیہ کے حالات میں مذکور ہے کہ فرقہ مغیرہ
 کا قول ہے کہ امامت حسن بن حسن کو وصیت سے پہنچی تھی اُنکے نزدیک امامت منحصر ہے
 حسن بن علی اور اُن کی اولاد میں اور یہ فرقہ انکے غیر میں امامت تجویز نہیں کرتا۔
 چوتھا بنان نیمہ یہ متبع ہیں بنان بن سمان تمیمی ہمدی یعنی کے اور بعض بنان کو
 اسماعیل کا بیٹا بتاتے ہیں لفظ بنان کے حروف میں اختلاف ہے میر سید شریف نے
 تعریفات میں باسے موحده کے بعد نوں لکھا ہے اور منتهی المقال و منہج المقال میں آیا ہے
 بنان میں باسے موحده مضموم ہے اور اُس کے بعد نوں ہے اور نوں کے بعد الف اور اُسکے
 بعد نوں ہے اور ابو زید بلخی کی تاریخ میں ہے کہ یہ نام بیان ہے باسے موحده کے بعد
 یاے تحتانی کے ساتھ اور نسیم الریاض شرح شفا ہے قاضی عباس بن شہاب الدین احمد
 خفاجی کہتے ہیں کہ فرقہ بیانہ فسوب ہے بیان کی طرف اس لفظ میں باسے موحده

مفتوح اور دیا ہے تمہاری اور اہل اور فون ہے اور بعضوں نے بنان ہاے موجدہ اور
 دونوں کے ساتھ بتایا ہے بنان کے باپ کا نام اسماعیل ہندی تھا۔ یہ شخص بجاے
 معلول کے اتحاد کا قائل تھا یعنی اسکا عقیدہ یہ تھا کہ اللہ حضرت علی کے ساتھ متعہ ہو گیا
 ہے پھر بعد حضرت علی کے محمد بن حنفیہ کے ساتھ پھر انکے بیٹے ابو ہاشم عبد اللہ بن محمد کے
 ساتھ پھر بعد ابو ہاشم کے بنان بن سمان کے ساتھ یعنی خود اسکی ذات کے ساتھ اور
 اللہ تعالیٰ انسان کی صورت پر ہے اور سب کچھ اسکا ہلاک اور فنا ہو جائے گا مگر منہ
 قناتو کا اہل دلیل اسپر یہ آیت لاتا تھا کُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ کتاب کشی میں
 سعد بن عبد اللہ کے ذریعے سے روایت آئی ہے کہ امام صادق نے بنان پر لعنت کی ہے
 جیسا کہ اختیار میں مذکور ہے اور کشی میں یہ بھی روایت ہے کہ ابو الحسن رضا نے کہا ہے
 کہ بنان علی بن حسین کی تکذیب کرتا تھا پس اللہ نے اُسے دوزخ کی آگ میں ڈالا اور محمد
 بن بشیر ابو الحسن موسیٰ کی تکذیب کرتا تھا پس اللہ نے اُس کو بھی آتش دوزخ کے
 ساتھ سزا دی اور تالیخ ابو زید بلخی میں مذکور ہے کہ بیانہ بیان کی نبوت کے قائل ہیں
 اور کہتے ہیں کہ قرآن میں جو وارد ہے هَذَا آيَاتُ لِّكُنَّا میں یعنی یہ بیان ہے لوگوں کے لیے
 اس سے مراد یہی ہمارا پیشوا ہے اور چونکہ یہ شخص تنازع اور رجعت کا قائل تھا اس لیے
 خالد بن عبد اللہ قسری نے قتل کر دیا۔ منہج المقال میں لکھا ہے کہ ہشام بن حکم کہتے ہیں
 میں نے ابو عبد اللہ سے عرض کیا کہ بنان اس آیت کی وَهُوَ الَّذِي فِي السَّمَاءِ إِلَهُ
 وَفِي الْأَرْضِ إِلَهُ تَاوِیل کرتا ہے اور کہتا ہے کہ زمین کا اللہ اور ہے اور آسمان کا اللہ
 اور ہے اور آسمان کا اللہ زمین کے اللہ سے اعظم ہے اور باشندگان زمین آسمان کے
 اللہ کو جانتے ہیں اُسکی تعظیم کرتے ہیں ابو عبد اللہ نے جواب دیا کہ خدا کی قسم کہ زمین
 اور آسمان دونوں کا وہ ایک ہی اللہ ہے اُس کا کوئی شریک نہیں بنان جھوٹا
 ہے اللہ اُس پر لعنت کرے۔

پانچواں جناحیہ۔ یہ متبع ہیں عبد اللہ بن معاویہ بن عبد اللہ بن جعفر و ابی جعفر
 بن ابو طالب کے وہ تنازع ارواح کے قائل تھے اور ایک عقیدہ انکا یہ بھی تھا کہ

روح الکی انبیاء میں دائر سائر ہے پھر حضرت علیؑ میں پھر امام حسنؑ و امام حسینؑ و محمدؑ میں
حنفیہ اولاد حضرت علیؑ میں دائر ہوئی پھر عبد اللہؑ کے اندر آئی اس لیے انھوں نے
دعویٰ کیا تھا کہ وہ اللہ ہے اور علم اس کے دل میں یوں اگتا ہے جیسے زمین سے
پھول زمین کا اور امامت بھی اسی ترتیب سے ظہور میں آئی ہے کیونکہ نبوت خدا اور
امامت کے معنی جناحہ کے نزدیک یہی تھے کہ روح الکی بدن انسانی میں حلول کرے
اس فرقہ کا مذہب یہ ہے کہ شراب و مردار و نکاح حرام و زنا حلال ہے انکا عقیدہ یہ ہے
کہ قرآن میں جو مردار اور خون اور سور کے گوشت کی تحریم آئی ہے یہ کنایہ ہے ایک
قوم سے جن کا بغض لازم ہے جیسے حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ و حضرت عثمانؓ و معاویہؓ
اور جس قدر فرائض مامور بہا قرآن میں آئے ہیں وہ کنایہ ہے اُن لوگوں سے
جنکی دوستی لازم ہے جیسے حضرت علیؓ و حضرت حسنؓ و حضرت حسینؓ اور اُن کی اولاد یہ
قیامت کے منکر ہیں۔ بہر صورت عبد اللہ بن معاویہ نے مسئلہ میں مروان حمار کی
شروع حکمرانی میں کوئی بن خروج کیا تھا کونے کے سارے زیدیہ نے اُنکا ساتھ دیا تھا مگر عبد اللہ
بن عمر بن عبد العزیز حاکم عراق سے سخت جنگ کے بعد شکست کھا کر مدائن کو چلے گئے اور
تمام اطراف سے تبعہ اُنکے جھنڈے کے تلے جمع ہو گئے اور اُن کی قوت بہت بڑھ گئی
اور ایک زبردست لشکر کے ساتھ فتوحات شروع کیں اور بڑے بڑے شہر جیسے حلوان
حمان۔ قوس۔ رے۔ جبال اصفہان فتح کر لیے و سلاطین بحری میں فارس پر چڑھائی کی
اور اُسے بھی مسخر کر لیا اور استخر میں اپنا ہیڈ کوارٹر قائم کیا اور اپنی طرف سے جا بجا
حکام روانہ کیے اور مال کثیر حاصل کیا نبی ماسٹم اور نبی امیہ کے بڑے بڑے سردار
جیسے سلیمان بن ہشام بن عبد الملک اور ابو جعفر منصور اور علی بن عبد اللہ بن عباس
اور عیسیٰ بن عبد اللہ بن عباس اُن کے شریک ہو گئے عامر بن صبارہ اور معن بن
زائدہ نے گھیر کر ایسی شکستیں دیں کہ سارا لشکر پریشان ہو گیا اور عبد اللہ بن معاویہ
خود مع اپنے دو بھائی حسن اور یزید اور خاص خاص آدمیوں کے ہمارت کی طرف
بھاگ گئے جہاں پر ابو نصر مالک بن ہشیم خزاعی ابو مسلم کی طرف سے حاکم تھا

اُس نے ابوسلم کے حکم سے عبداللہ کو مروا ڈالا اور حسن ویزید اپنا سہ معادیہ کو چھوڑ دیا
فرقہ جناحیہ کا عقیدہ یہ ہے کہ عبداللہ ملک اصفہان بن کسی پہاڑ کے اندر زندہ
موجود ہیں غنقریب نکلنے والے ہیں۔

چھٹا منصور یہ۔ یہ ابونصور علی کے متبع ہیں یہ شخص ابتدا میں امام جعفر صادق
بن محمد باقر علیہ السلام کا متقد تھا جب انھوں نے اپنے پاس سے علیحدہ کر دیا تو
اُس نے یہ دعویٰ کیا کہ بعد امام محمد باقر کے امامت اُسکی طرف منتقل ہوئی ہے اور وہ
بعد افعال اس امامت کے آسان پر گیا اور معبود نے اُسکے سر پر اپنا ہاتھ پھیرا
اور کہا اے بیٹا ہونچا دے میری طرف سے یہ آیت وَإِنِّي يَدُ الْكُفَّاءِ مِنَ السَّمَاءِ
سَاقِطَةٌ يَقُوْا لَوْ اَنصَبْتُمْ اُكُوْمُكُمْ بِعَيْنِي اِذَا كُنْتُمْ اَسْمَانُ سَاقِطَةٌ مِّنَ السَّمَاءِ
کہیں یہ گاڑھی بدلی ہے اُسکے زعم میں کسف ساقط من السماء سے مراد اُس کی
ذات تھی اور امامت کے دعوے سے قبل کہتا تھا کہ کسف مذکور سے مراد حضرت علی
بن ابی طالب ہیں اور اس بات کا قائل تھا کہ رسول قیامت تک مبعوث
ہوتے رہیں گے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم نہیں ہوئی ہے اور ایک عقیدہ یہ تھا
کہ جنت سے مراد وہ آدمی ہے جسکی دوستی واجب ہے اور وہ امام ہے جیسے حضرت علی
بن ابی طالب وراثت کی اولاد اور دوزخ سے مراد وہ آدمی ہے جسکی دشمنی واجب ہے
جیسے حضرت ابوبکر و حضرت عمر و حضرت عثمان و معاویہ اسی طرح کہتا تھا کہ قرآن میں
فرائض سے حضرت علی اور اُن کی اولاد مراد ہے اور محرمات سے حضرت ابوبکر وغیرہ
مقصود ہیں اور اس تاویل سے مطلب اُسکا یہ تھا کہ جو کوئی امام تک پہنچ جاتا
ہے اُس سے ساری تکالیف شرعیہ اٹھ جاتی ہیں بے قید ہو جاتا ہے منصور یہ کا
عقیدہ یہ ہے کہ جو شخص ایسے چالیس آدمیوں کو قتل کر ڈالے جو عقائد دینیہ میں ہم سے
خلافت میں تو وہ جنت میں داخل ہو اور یہ لوگ آدمیوں کے مال حلال جانتے ہیں اور
کے ہیں کہ جہول نے پیغام رسانی رب العالمین میں خطا کی ہے
ساتواں خطاب یہ۔ یہ لوگ ابنا خطاب کے متبع ہیں خلاصہ میں لکھا ہے کہ

کہ ابو الخطاب کو محمد بن مقلاص اور محمد بن ابوزینت کہتے ہیں اور طوطادی کے حاشیہ مختار میں ہے کہ خطابیہ نسبت ہو ابو الخطاب محمد بن وہب اجدع یا محمد بن ابی زینت اسدی اجدع کی طرف ابو الخطاب اپنے کو بنی مین خراج کیا اور عیسیٰ بن موسیٰ بن علی بن عبد اللہ بن عباس سے کہا اور امام جعفر صادق کی اطاعت کی طرف دعوت کی اور یہ دعویٰ کیا کہ علی مرتضیٰ خدا کے اکبر ہیں اور جعفر صادق خدا کے اصغر انتہی کلامہ۔ اور عبد اللہ بن عمر شہرستانی نے اپنی کتاب ملل و تحلل میں اس طرح لکھا ہے کہ ابو الخطاب اسدی نے اپنے آپ کو حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے منسوبین میں مشہور کر کے لوگوں کا اعتقاد حضرت امام کے اور اپنے ساتھ خوب محکم کیا اور یہ بات ذہنون میں جمائی کہ چھ فرات امامہ جنکی طرف سے مین داعی ہوں پہلے امام زمان ہوتے ہیں پھر الہ ہو جاتے ہیں الوہیت ایک نور ہے جو نبوت کے پردے میں نمان ہوتا ہے جس طرح نبوت ایک روشنی ہے جسکی چمک امامت کے لباس میں ہوتی ہے اسنے بتدیج اپنی تعلیمات میں یہ بات بھی شامل کر لی تھی کہ امام جعفر صادق اس زمانے کے الہ ہیں یہ نہ سمجھو کہ جس صورت کو تم دیکھتے ہو وہی جعفر ہیں وہ تو ایک لباس ہے جو اس عالم میں اترنے کے وقت خدا نے پہن لیا ہے حضرت امام جعفر صادق کو جب اسکی خرافات و کفریات پر اسکی اطلاع ہوئی تو اسکو اپنے ہان سے دست کے ساتھ نکال دیا اور اچھڑا کر کہے ان تمام اقوال سے اپنی برارت ظاہر کی چونکہ اس کو امام سے مواصل کوئی تعلق نہ تھا اسکی غرض صرف یہ تھی کہ وہ بھی مقتدا مان لیا جائے اسوجہ سے اسوقت اسنے امامت کا دعویٰ کیا وہ مشبہ بھی تھا حتیٰ کہ خلیفہ منصور عباسی کے عہد میں مارا گیا اسکے تابع پچاس فرتے ہیں سب کا اسپر اتفاق ہے کہ ائمہ جیسے حضرت علی اور ان کی اولاد یہ سب نیا ہیں اور ہر امت کے لیے دور رسول ہونا ضرور ہیں ایک ناطق دوسرا صامت سو محمد صلی اللہ علیہ وسلم نبی ناطق تھے اور حضرت علی نبی صامت ہیں اور امام جعفر صادق بن محمد باقر نبی تھے پھر انتقال نبوت کا ابو الخطاب کی طرف ہو گیا بلکہ خطابیہ کو یہاں تک غلو ہے کہ ان سب کے نزدیک ائمہ اللہ ہیں اور امام حسن و حسین ابن اللہ ہیں اور امام جعفر صادق بھی اللہ ہیں اور وہ یثین

یہ ہے کہ دنیا فنا ہوگی جنت یہی بہتری بھلائی دنیا کی ہے جو انسان کو پہونچتی ہے اور دوزخ اسکی ضد ہے ان کے نزدیک شراب پینا زنا کرنا اور تمام بُرے کام حلال و حلال ہیں ان کا مذہب ترک نماز ہے یہ قائل ہیں تناسخ کے کہتے ہیں لوگ مرتے نہیں ہیں بلکہ اُن کی روحیں اُن کے غیر میں چلی جاتی ہیں خلاصہ میں لکھا ہے کہ سعید بن خنیس اور اسکا بھائی معاویہ زید یہ ہیں سے ہیں۔

مزید یغیہ اس لفظ میں اختلاف ہے نسیم الریاض میں مذکور ہے کہ بُرہان چلی نے کہا ہے کہ لفظ بزغ میں ما سے موحده مفتوح اور زائے معجمہ مکسور اور یا سے شناة تھانی ساکن اور آخر میں غین معجمہ ہے بزغ ایک شخص کا نام جو سنی طرف بزغیہ منسوب ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ لفظ بزغ میں غین معجمہ کی جگہ عین مملہ ہے اور بعضوں نے اور طرح سے بتایا ہے بزغیہ کا یہ قول ہے کہ امام جعفر بن محمد خدا نہیں اور جنگو یہ لوگ دیکھتے ہیں یہ وہ نہیں ہیں لوگوں کو اُن کی شبیہ معلوم ہوتی ہے اور دوسرے ائمہ خدا نہیں مگر وحی اُنکی طرف ہوتی ہے اور معراج اور ملائکہ تک پہونچنا سب کے لیے حاصل تھا بلکہ اُن کے عقیدے میں ہر مومن کو وحی آتی ہے کہتے ہیں اصحاب بزغ میں ایسے لوگ بھی ہیں جو جبریل و میکائیل سے بہتر ہیں ان کو زعم ہے کہ بزغ کے معقد مرتے نہیں بلکہ اُن کو عالم ملکوت پر پہونچا دیا جاتا ہے اور تعلیقہ میں لکھا ہے کہ بزغیہ کا عقیدہ یہ ہے کہ ہم اپنے مردوں کو صبح و شام دیکھتے ہیں اور یہ بھی اُسی میں مذکور ہے کہ بزغیہ کا زعم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جعفر صادق میں حلول کیا ہے اور وہ اللہ سے اکمل میں منتہی المقال میں بزغ کے ذکر میں ایک روایت نقل کی ہے کہ ابو عبد اللہ نے فرمایا ہے کہ حرت شامی اور بنان علی بن حسین کی تکذیب کرتے تھے پھر مغیرہ بن سعید اور بزغ اور سری اور ابوالخطاب اور عمر اور بشار اشعری اور حمزہ بن عمارہ زہیری و صالح ہندی کا ذکر کیا اور اُن پر لعنت کی مفضلہ کا عقیدہ یہ ہے کہ جناب امیر کو حق تعالیٰ کے ساتھ وہ نسبت ہو جو مسیح علیہ السلام کو خدا سے تعالیٰ کے ساتھ نسبت ہو یعنی لا ہوت ناموت کے ساتھ ملکر ایک چیز ہوگی اور سالست منقطع نہیں ہوتی بلکہ جسکو عالم لا ہوت کے ساتھ اتحاد حاصل ہو گیا وہ بھی ہے اور اگر

بعض نسخوں میں زہیری کی جگہ زیدی اور بعض میں زیدی ہے

ارشادِ ظہن اور ہدایت گمراہان کو اختیار کر لیا تو رسول ہے اسی وجہ سے اُن لوگوں میں بہت سے آدمی نبوت اور رسالت کے مدعی گذرے ہیں اور مفضلہ کہتے تھے کہ امام جعفر بن محمد خدا میں اس پر جعفر نے اُن کو مطرود و ملعون کر دیا۔

فائل مرتبہ ذات الہی کو عالم لاہوت کہتے ہیں اور مرتبہ صفات الہی کو جبروت کہتے ہیں اور مرتبہ اسما سے الہی کو ملکوت کہا کرتے ہیں اور ناسوت نام ہے عالم اجسام کا یعنی دنیا اور اس جان کا۔

سریغیہ (ہر فتح سین حملہ و کسر راء حملہ وغین معجم) ان کا عقیدہ بھی مفضلہ کی طرح ہے مگر فرق اس قدر ہے کہ یہ پانچ شخصوں کی نسبت قائل ہیں کہ لاہوت سے ناسوت بن حلول کیا ہے ایک محمد صلی اللہ علیہ وسلم دوسرے عباس بن عبدالمطلب تیسرے حضرت علی بن ابی طالب چوتھے جعفر بن ابی طالب پانچویں عقیل بن ابی طالب۔

آٹھواں غرابیہ غراب غین معجم کے پیش سے زبان عربی میں کوئے کہتے ہیں ان لوگوں کا اعتقاد یہ تھا کہ حضرت علی کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے صورت میں بہت مشابہت ہے

جو ایک کوئے کو دوسرے کوئے سے مشابہت ہوتی ہے اُس سے بھی زیادہ یہ دونوں باہم مشابہ ہیں اسی وجہ سے جبریل چوک گئے اللہ نے اُنکو علی بن ابی طالب کے پاس بھیجا

تھا وہ امتیاز نہ کر سکے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چلے گئے پس یہ لوگ اپنی اصطلاح میں جبریل کو صاحبِ لریش کہتے ہیں اور اُن پر لعنت کرتے ہیں جس جبریل کے نام سے

ایک دیوان اشعار فارسی کا مشہور ہے جو مطبع نو لکھنؤ میں ایک ہزار سے زیادہ صفحہ پر چھپا ہے ہر صفحہ میں ۲۵ سطریں ہیں اور ہر صفحہ میں عرض میں چار چار مصرع درج ہیں جس میں ایک غزل روایت والا، میں لکھی ہے اس غزل میں ایک

شعر اس فرقے کے مذہب کے مطابق ہے اور وہ شعر ہے:

در پیش محمد مقصود علی بود و غیر	آن روح مصفا کہ خداوند بر آں	جبریل کہ آمد ز بخالق بیچون
ہم اول و ہم آخر و ہم ظاہر باطن	ہم موعود ہم وعدہ و موعود علی بود	بنوخت چند آیت سبت و علی بود
آن رہبر و آن راہ کہ نبو علی بود	جبریل میں راز جبریل عزت	راہ کہ بیان کرد خداوند در احمد
		مقصود آیت مد و مقصود علی بود

گویند ملک ساجد سجد و مذکور آدم از من بشنو ساجد و سجد و علی بود

تو ان ذبا بیہ ان کا اعتقاد ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نبی ہیں اور حضرت علی خدا
اور کہتے ہیں ان دونوں نبی اور خدا میں بہت مشابہت تھی اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم
حضرت علی سے اس طرح مشابہ تھے جیسے کھٹی سے کھٹی مشابہ ہوتی ہے عربی میں ذبا ب
وال مجھ کے پیش سے کھٹی کو کہا کرتے ہیں اسی واسطے یہ لوگ ذبا بیہ کہلاتے ہیں یہ بھی
حقیقت میں غرابیہ کی ایک شاخ ہے کہ اُس عقیدے سے اس عقیدے کی جانب متوجہ ہو گئے
و سوان ذمیہ (بفتح ذال معجم) انکا عقیدہ ہے کہ حضرت علی بن ابی طالب اللہ ہیں
اور یہ لوگ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مذمت کرتے تھے اس گمان پر کہ حضرت علی نے ان کو
اسلئے بھیجا تھا کہ حضرت علی کے مددگار رہے براہ کار رہیں اور لوگوں کو حضرت علی کی طرف
بلا لیں لیکن محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لیے نبوت کا دعویٰ کیا اور لوگوں کو اپنی طرف
بلانے لگے اور حضرت علی کو اس طرح پرہی کر دیا کہ اپنی بیٹی اُن کو بیاہ دی اور یہی فرستے
ہو گئے ہیں ان میں ایک علیا یہ ہیں جو علیا بن ذراع الدروسی یا اسدی کے متبع ہیں
وہ حضرت علی کی الوہیت کا قائل تھا اور حضرت علی کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل
بتاتا تھا اور یہ عقیدہ رکھتا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کے ساتھ بیعت
کی تھی اور اُن کی متابعت اختیار کر لی تھی بعض علیا یہ یہ بھی کہتے ہیں کہ محمد صلی اللہ
علیہ وسلم اور حضرت علی دونوں خدا تھے۔ لیکن یہ بھی دو فریق ہو گئے بعض محمد صلی اللہ
علیہ وسلم کو الوہیت میں مقدم رکھتے ہیں اور بعض حضرت علی کو ان دونوں گروہوں کا نام
آئینیہ ہے کیونکہ یہ اُن حضرت کی مذمت نہیں کرتے جس طرح ذمیہ کرتے ہیں بلکہ حضرت علی
اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو خدائی میں شریکہ جانتے ہیں اور بعض ان میں سے بچن یعنی
محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی اور بی بی فاطمہ اور امام حسن اور امام حسین کو اللہ مانتے
ہیں۔ یہ بھی انکا قول ہے کہ ہاں چون ایک خفے ہیں ان سب میں یکساں روح اُتری ہو
ایک کو دوسرے پر کچھ تفصیلات نہیں انکا نام خمسلیہ و زنجسہ ہے یہ لوگ بی بی فاطمہ کو ہمیشہ فاطمہ
کہا کرتے تھے علامت تائید سے احتراز رکھتے تھے ان کے شاعر کا قول ہے

تولیت بعدا شد فی الدین خمسہ	نبیا و بلیہ و شجنا وفاطما
-----------------------------	---------------------------

اور تعلیقہ میں لکھا ہے کہ خمسہ کا عقیدہ یہ ہے کہ سلمان - ابو ذر - مقداد - عمار - اور عمرو بن امیہ ضمیری اللہ کی طرف سے مصالح عالم کے موکل ہیں اور توضیح المقال فی علم الرجال میں فرقہ علیا یہ کا نام علیا ویہ لکھا ہے اور کہا ہے کہ رئیس انکا بشار شعیری ہے اور اختیار سے نقل کیا ہے کہ علیا ویہ کا عقیدہ یہ ہے کہ علی کریم اللہ و جہد رب ہیں جو خاندان علوی ہاشمی ہیں پیدا ہوئے اور ظاہر یہ کیا کہ میں اللہ کا بندہ ہوں اور انکی طرف سے اسکا دوست ہوں اور اللہ کا رسول ہوں محمد یہ طریق ہیں اور بشار نے اصحاب ابو الخطاب کے ساتھ ان چار شخصوں میں موافقت کی ہے حضرت علی بی بی فاطمہ امام حسن امام حسین رضی اللہ عنہم اور اشخاص ثلاثہ یعنی بی بی فاطمہ و امام حسن و امام حسین کے معنی تخلیط ہیں یعنی حقیقت انکی ایک ہی ہے چار لباس و عنوان ہیں بطور کیا ہے اور وہ حقیقت صرت وجود حضرت علی ہے ایسے کہ حضرت علی ہی ان سب اشخاص میں صاحب امامت ہیں اور کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی مخصوص وجود نہیں ہے بلکہ وہ حضرت علی کے بندے ہیں اور حضرت علی رب ہیں انھوں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح پانچواں مانا ہے جیسا کہ فرقہ خمسہ نے سلمان کو پانچواں قرار دیا ہے اور ان کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا رسول گردانا ہے اور علیا ویہ نے ان لوگوں کے ساتھ ابا حبت اور تعطیل و رتنا سخ میں موافقت کی ہے اور علیا ویہ کا نام خمسہ نے علیا یہ رکھا ہے اس وجہ سے کہ گمان یہ ہے کہ جب بشار شعیری نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ربوبیت سے انکار کیا اور حضرت علی کو رب قرار دیا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت علی کا بندہ مانا اور سلمان کی رسالت کا انکار کیا تو وہ مسخ ہو کر ایک پرند بن گیا جسے علیا کہتے ہیں اور دریا میں رہتا ہے پس جو اسکے متبع ہیں انھیں علیا یہ کہنے لگے اور منتفی المقال میں لکھا ہے کہ خمسہ کا عقیدہ یہ ہے کہ حضرت علی رب ہیں اور توضیح المقال میں یہ بھی نقل کیا ہے کہ خطابیہ اور علیا یہ اور خمسہ کا یہ عقیدہ ہے کہ جو شخص یدعوئے کرے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی آل میں سے ہوں وہ مبطل ہے اللہ پر جھوٹ باندھتا ہے ایسے ہی لوگوں کے حق میں اللہ نے یہود و نصاریٰ کا

لفظ اس آیت میں فرمایا ہے کَالَيْمُودُ وَالنَّصَادِي فَخَنِيَ أُنْبَاكُمُ اللَّهُ وَاجْتَبَاكُمْ
 قُلْ فَلِمَ يُعَذِّبُكُمْ بِذُنُوبِكُمْ بَلْ أَنْتُمْ بَشَرٌ مِمَّنْ خَلَقَ يَعْزِيزُ يَهُودَ وَنَصَارَى كَتَبَ فِيهِمْ
 اللَّهُ كَيْفَ يَكُونُ عَذَابُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ اور اُسکے پیارے تو کہہ پھر کیوں عذاب کرتا ہے تمہارے گناہوں پر
 بلکہ تم بھی ایک انسان ہو اُس کی پیدائش میں کیونکہ خطاب یہ دُخسہ کے نزدیک
 محمد صلی اللہ علیہ وسلم رب ہیں اور علیا و یہ کے نزدیک علی رضی اللہ عنہما ہی خدا سے نہ اولاد
 پیدا ہوتی ہے اور نہ وہ خود کسی سے پیدا ہوا ہے اور یہ لوگ یعنی آل ہونے کا دعوائے
 کرنے والے بشر ہیں تو پھر محمد صلی اللہ علیہ وسلم یا حضرت خنی کی آل و اولاد کیسے بن سکتے ہیں
 اس لیے جو ایسا دعویٰ کرتے ہیں وہ کاذب ہیں یہود و نصاریٰ کی طرح جو اس بات
 کے مدعی ہیں کہ ہم خدا کی اولاد ہیں۔

گیا رصوان امویہ۔ ان کا عقیدہ ہے کہ جناب امیر آنحضرت کی بنوت
 و رسالت میں شریک تھے۔

پار صوان غمامیہ ان کا نام ربیعہ بھی ہے ان کا عقیدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا
 مکان اہلی آسمان ہے اور وہ موسم بہار میں پردہ ابر کے اندر ہو کر واسطے سیر گزار
 اور باغ و بہار کے زمین کی طرف نزول کرتا ہے اور دنیا کا طواف کرتا ہے پھر آسمان
 پر چڑھ جاتا ہے پھل پھول میوہ غلہ اور سبزہ یہ سب اتر ہمارا اُسی کی وجہ سے
 ہوتا ہے اور ان کا عقیدہ یہ ہے کہ اللہ کے لیے جنت کوئی نہیں کبھی اوپر کبھی تلے
 بھرتا رہتا ہے اس فرقے کا ظہور ۲۵۰ھ ہجری میں ہوا تھا۔

تیسرے صوان رزامیہ تعریفات ابونصر کی سے معلوم ہوتا ہے کہ اس لفظ میں راء
 ہملہ کے بعد زائے معجمہ ہے یہ فرقہ رزام بن سابق کی طرف منسوب ہے ان کا اعتقاد یہ تھا
 کہ امامت بعد حضرت علی بن ابی طالب کے محمد بن حنفیہ کی طرف منتقل ہوئی پھر
 ان کے بیٹے ابو ہاشم عبد اللہ کی طرف پھر علی بن عبد اللہ بن عباس کی طرف
 ابو ہاشم کی وصیت سے آئی پھر ان کے پسر محمد بن علی بن عبد اللہ بن عباس
 کی طرف آئی محمد نے اُسکی وصیت اپنے پسر ابو العباس کو کی جو سفاح کے لقب سے

امام غنشی کی طرف سے خود سفارت کا دعویٰ کیا بلکہ پھر ایک نیا مذہب تشیع میں جسکی بنیاد نہایت غلو اور تنازع اور حلول حق تعالیٰ پر تھی پیدا کر لیا بنی بسطام اسکی بہت تعظیم و تکریم کرتے تھے مجلسی نے کتاب بحار الانوار کی تیرھویں جلد میں لکھا ہے کہ ابن ابوالعزاف کا یہ اعتقاد تھا کہ جو شخص زندہ کے دوست سے ضد رکھے اور اُس سے مقابلہ کرتا رہے وہ نہایت عمدہ اور بہتر ہے اس لیے کہ ولی کو اپنے فضائل کا ظاہر کرنا بغیر اس کے ممکن نہیں کہ کوئی اُس کا مخالف اُس پر طعن کرے جب لوگ اُس ولی کی نسبت اعتراض سنتے ہیں تو اُس کے حالات کی جستجو کرتے ہیں اس صورت میں ولی کے فضائل اور کمالات کے ظاہر ہونے کا یہی مخالفت ذریعہ ہوتی ہے اس لیے ضد ولی سے افضل ہے اس طریقے کو آدم اول سے آدم ہفتم تک جاری کرتا تھا اس لیے کہ سات آدم اور سات عالم کا قائل تھا اور اسی بنا پر حضرت موسیٰ سے فرعون کو اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت ابوبکر کو اور حضرت علی سے معاویہ کو افضل بتاتا تھا اور ضد کی بابت عزاقریہ میں اختلاف ہے ایک گروہ ان میں سے یہ کہتا ہے کہ ضد کو ولی مقرر کرتا ہے اور ولی ہی اُس کو اپنے ساتھ معارضہ کرنے کی قدرت دیتا ہے چنانچہ حضرت علیؑ نے اپنی خوشی سے حضرت ابوبکر کو مقرر کیا تھا اور بعض عزاقریہ کہتے ہیں کہ عند قدیم ہے ہر وقت ولی کے ساتھ رہتا ہے محمد بن علی شلمغانی کا قول تھا کہ حق ایک ہی ہے وہ کبھی بغیر لباس میں ظہور کرتا ہے کبھی قمری میں اور کبھی نیلے میں ابن اثیر جزری نے کتاب کامل میں بیان کیا ہے کہ ابن ابی عزاقریہ اپنی ذات کو الہ اور رب الارباب قرار دیتا تھا اور عقیدہ اُس کا یہ تھا کہ وہ اول ہے قدیم ہے ظاہر ہے باطن ہے رازق ہے تام ہے اوز نام سے مراد یہ ہے کہ ہر معنی کے ساتھ اُسکی طرف اشارہ ہو سکتا ہو اور کہتا تھا خدا ہر چیز میں اُسکی استعداد اور تحمل کے موافق حلول فرماتا ہے اور ضد کو ایجاد کیا تاکہ وہ اپنے مقابل پر دلالت کرے اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے آدم ابوالہشہ کو پیدا کر کے پھر ابلیس کو پیدا کیا اور اُس میں حلول کیا اور یہ دونوں باہم ضد ہیں اور ضد شے کی اُسکی نظیر اور شبیہ کی نسبت زیادہ نزدیک ہوتی ہے اور خدا تعالیٰ جب جسد ناسوتی میں حلول کرتا ہے تو اُس

حسد سے معجزہ اور قدرت ظہور میں آتی ہے اور معجزہ و قدرت اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ اس جسد کو خدا کے ساتھ عنایت اور اتحاد حاصل ہے اور جب آدم علیہ السلام غائب ہو گئے تو لاہوت نے پانچ تن ناسوتی میں ظہور کیا ان پانچ تنوں میں سے ایک غائب ہو جاتا تو دوسرا اسکی جگہ ظہور کرتا اور ان پانچ تن ناسوتی کے مقابلے میں پانچ ابلیس ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے ظہور فرمایا ہے بعد اسکے لاہوتیت حضرت اوریس بن اور حضرت اوریس کے ابلیس میں جمع ہوئی اور ان کے بعد متفرق ہو گئی جیسا کہ حضرت آدم کے بعد متفرق ہو گئی تھی پھر نوح بن اور ان کے ابلیس میں جمع ہوئی اور انکی غیبت کے بعد متفرق ہو گئی بعد اسکے ہود بن اور ان کے ابلیس میں جمع ہوئی پھر ان دونوں کے بعد حضرت صالح اور ان کے ابلیس میں جسے ان کے ناقے کی کوئچین کاٹی تھیں جمع ہوئی ان کے بعد حضرت ابراہیم اور ان کے ابلیس میں کہ فرود ہے جمع ہوئی اور ان کے غائب ہونے کے بعد متفرق ہو کر حضرت ہارون اور ان کے ابلیس میں کہ فرعون ہے جمع ہوئی ان کی غیبت کے بعد حضرت سلیمان اور ان کے ابلیس میں جمع ہوئی اور ان کے غائب ہونے کے بعد حضرت عیسیٰ اور ان کے ابلیس میں جمع ہوئی اور حضرت عیسیٰ کے بعد ان کے حواریوں اور حواریوں کے ابلیسوں میں جمع ہوئی اور ان کی غیبت کے بعد حضرت علیؑ اور ان کے ابلیس میں جمع ہوئی۔ کہتا تھا کہ اللہ ایک نام ہے جو مفہوم کلی پر دلالت کرتا ہے اور وہ مفہوم کلی یہ ہے کہ جسکی طرف لوگوں میں احتیاج ہے وہ اللہ ہے پس ہر ایک فاضل اپنے مفضلوں کا اور ہر ایک مطاع اپنے مطیعوں کا اللہ ہونے کے لائق ہے اسی لیے ابن ابی العزراق کے متبعون میں سے ہر ایک اپنے آپ کو بمقام بلہ اس شخص کے جو اس سے کم مرتبہ ہوتا اللہ جانتا اور کہتا میں فلان کا رب ہوں اور فلان رب فلان کا ہے اور فلان میرا رب ہے یہاں تک کہ ربو بیت کو ابن ابی العزراق تک منتہی کرتے اور اسکو رب الارباب جانتے اور کہتے ربو بیت ابن ابی العزراق پر ختم ہو گئی اس کے آگے کوئی رب نہیں وہ کسی کام کو رب نہیں اور کہتے کہ امام حسنؑ و حسینؑ حضرت علیؑ کے

فرزند نہیں ہیں اس لیے کہ جس کے وجود میں ربوبیت جمع ہوئی پھر وہ نہ کسی کا باپ ہے نہ کسی کا بیٹا اور حضرت موسیٰ اور حضرت یحییٰ کو خائن بتاتے ہیں اس لیے کہ ہارون نے حضرت موسیٰ کو اور علیؑ نے حضرت محمدؐ کو لوگوں کی طرف بھیجا کہ ہماری شریعت کی طرف بلاؤ ان دونوں نے ان کے ساتھ خیانت کی اور آدمیوں کو اپنی شریعت کی طرف بلایا اور کہتے ہیں کہ حضرت علیؑ نے حضرت محمدؐ کو اصحاب کف کے برہمنوں کے برابر کہ ساڑھے چھ سو سال ہیں مملکت دی ہو جب یہ مدت پوری ہو جائے گی تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت منسقل ہو جائے گی اور ملائکہ وہ ہیں جو اپنے نفس کے مالک ہوں اور حق کو پہچانتے ہوں اور بہشت فرقہ غزاقیہ کو پہچاننے اور ان کے مذہب کو اختیار کرنے سے مراد ہے اور روزخ یہ ہے کہ ان کو نہ جانتا ہو اور ان کے مذہب کو نہ اختیار کرے اور کہتے ہیں کہ نماز و روزہ وغیرہ عبادت کی ضرورت نہیں اور بدون عقد کے نکاح کرنا جائز ہے اور کہتے ہیں کہ چونکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سرداران قریش کی طرف جو نہایت سرکش و متکبر تھے مبعوث ہوئے تھے اس لیے ان کے تکبر بڑھانے اور تعلیٰ توڑنے کے لیے سجدہ کرنے کا حکم ان کو دیا اب حکمت کا اتقنا یہ ہے کہ آدمیوں پر عورتوں کی فروج بلاج کر کے ان کا استحسان کرنا چاہیے پس آدمیوں کو روا ہے کہ اپنے عزیزوں اور دوستوں اور بیٹوں کی عورتوں سے مباشرت کریں مگر شرط یہ ہے کہ دونوں کا مذہب ایک ہو اور کہتے ہیں کہ اگر شخص فاضل اپنے سے کم درجہ والے کے ساتھ وطی کرے تو یہ بات اس کے لیے جائز ہے تاکہ وہ اپنے نور کا وجود اس مفضول میں داخل کرے اور اگر وہ مفضول اس فاضل کو وطی نہ کرے دیگا تو وہ مفضول دوسرے دورے میں کہ بعد اس دورے کے آنے والا ہے عورت کی صورت میں بدل جائے گا اس لیے کہ ان کے مذہب کا مبنی متاسخ پر ہے۔ تاریخ الفی میں لکھا ہے کہ ابو جعفر شلمغانی سنہ ۱۰۰ ہجری میں بغداد میں آیا یہ دعویٰ خدائی کا کرتا تھا اپنے متبعو لے کر کرتا تھا کہ میں مردوں کو زندہ کرتا ہوں بغداد کے ہزار ہا آدمی اس کی باتوں کو قبول کر کے اس کے مطیع ہو گئے اور بت سے بڑے بڑے آدمی بھی اس کے مذہب میں داخل ہو گئے جیسے حسین بن قاسم بن عبد اللہ بن سلیمان بن وہب کہ ایک وقت میں مقتدر باللہ خلیفہ عباسی کا وزیر بھی رہا اور

اور ابو جعفر اور ابو علی فرزندانِ بسطام اور ابراہیم بن ابی عون اور ابنِ شعیبہ بن یاس
اور احمد بن محمد عبدوس اور یسب اسکی ربوبیت کے قائل تھے جب ابنِ شلمغانی اور اس کے
متبعون کے اتحاد کو زیادہ زور ہوا تو ابنِ مقلہ وزیر نے عبد خلیفہ مقتدر بن اس کو اور
اس کے اصحاب خاص کو تلاش کیا مگر یہ لوگ ہاتھ نہ آئے یہاں تک کہ شوال ۳۱۵ ھ ہجری میں
ابنِ شلمغانی ظاہر ہوا یہ عبد خلیفہ راضی کا تھا وزیر ابنِ مقلہ نے اسے گرفتار کر لیا اور اسکی
خانہ تلاشی کی گئی تو بہت سے خط اس کے متبعون کے ایسے نکلے جن میں ابنِ شلمغانی کے حق میں
وہ مضمون اور الفاظ تھے جنکا اطلاق شرعاً بشر پر جائز نہیں ان خطوں میں ایک خط
حسین بن قاسم کا بھی تھا وزیر نے ایک مجلس میں علما کو جمع کر کے وہ خط پیش کئے اور
ان کی شناخت کی گئی ابنِ شلمغانی نے بھی اعتراف کیا کہ ہاں یہ خط میرے نام کے ہیں
مگر اپنے مذہب سے انکار کیا کہا میں مسلمان ہوں جو کچھ باتیں لوگ میرے حق میں مشہور
کرتے ہیں افتراء محض ہے اس کے ساتھ ابنِ ابی عون اور ابنِ عبدوس کو بھی گرفتار کر کے
خلیفہ کے حضور میں تینوں پیش کئے گئے ابنِ ابی عون اور ابنِ عبدوس کو حکم ہوا کہ ابن
شلمغانی کو تانچے مادیں دونوں نے اس حکم کی تعمیل سے انکار کیا مگر جب ان پر بہت
تاکید کی گئی تو ابنِ عبدوس نے ہاتھ بڑھا کر ابنِ شلمغانی کے سر پر زور سے ایک تانچہ مارا
اور ابنِ ابی عون نے جب ہاتھ اسکی داڑھی اور سر پر ڈالا تو اسکا ہاتھ کا پھٹنے لگا پس
اس نے ابنِ شلمغانی کے سر اور منہ پر ہوسہ دیا اور اسکو مخاطب کر کے کہنے لگا اے وسیدی
ورزاقی خلیفہ راضی باللہ نے ابنِ شلمغانی سے کہا کہ تو دعویٰ فدائی سے انکار کرتا ہے اگر
یہ بات سچ تھی تو ابنِ ابی عون نے تجھ سے یہ بات کیوں کہی ابنِ شلمغانی نے جواب دیا کہ
قرآن میں آیا ہے وَلَا تَسْخَرُوا مِنْ دِينِهِ وَلَا تَسْخَرُوا مِنْ اٰيَاتِهِ یعنی اللہ پاک ایک بندے کے
گناہ سے دوسرے پر مواخذہ نہیں کرتا میں نے کبھی یہ بات نہیں کہی تھی کہ میں خدا ہوں
ابنِ عبدوس نے خلیفہ سے عرض کیا کہ ابنِ شلمغانی الوہیت کا مدعی نہیں بلکہ اس بات کا
دعویٰ کرتا ہے کہ میں باب ہوں امام منتظر کی طرف سے اور ابنِ روح کا قائم مقام ہوں
پھر فقہاء و قضات نے ایک طول طویل بحث کے بعد فتویٰ دیدیا کہ ابنِ ابی عون اور ابن

شلغفانی کا خون مباح ہے اس لیے سہ شنبہ ۲ ذیقعدہ ۳۲۳ ہجری کو ابن ابی عون اور ابن شلغفانی کی خلیفہ کے حکم سے گردن مادر آگ میں جلوا دئے گئے اور علی نے کتاب خلاصہ میں کہا ہے کہ ابن شلغفانی ۳۲۳ ہجری میں مارا گیا ہے یہ دونوں اعلیٰ درجے کے فاضل اور صاحب تصنیفات ہیں۔

پندرھواں اسحاقیہ جلد دوم نامہ دانشوران حالات ابو نعیم اصفہانی میں لکھا ہے کہ فرقہ اسحاقیہ حقیقت میں عبد اللہ بن معاویہ بن عبد اللہ کی طرف منسوب ہے جو جعفر طیار کی اولاد میں سے ہے شرح ابن ابی الحدید میں مرقوم ہے کہ مذہب اسحاقیہ کو جس شخص نے اختراع کیا اُس کا نام اسحاق تھا اور وہ عبد اللہ بن معاویہ کے اصحاب میں سے تھا اُس کا قول تھا کہ تمام اشیاء مباح ہیں انسان کو کسی چیز پر تکلیف نہیں دی گئی ہے علی علیہ السلام منصب نبوت میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے شریک ہیں لیکن نہ اُس وجہ پر جسے آدمی جانتے ہیں۔ مؤید الافاضل میں ذکر کیا ہے کہ اسحاقیہ کا یہ عقیدہ ہے کہ زمین پیغمبر سے کبھی خالی نہیں رہتی نبوت حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم نہیں ہوئی اور صواعق محرقہ میں بیان کیا ہے کہ اسحاقیہ کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ائمہ کے ساتھ متحد ہو گیا ہے مگر ان میں باہم اس بات میں اختلاف ہے کہ حضرت علیؑ کے بعد اللہ تعالیٰ کس سے متحد ہوا ہے۔

سولہواں نصیریہ صواعق محرقہ میں لکھا ہے کہ نصیر کے اصحاب ہیں اور تعلیقہ میں مذکور ہے کہ یہ محمد بن نصیر فری کے متبع ہیں ان کا قول یہ ہے کہ اللہ علی بن محمد عسکریؑ ہیں اور محمد بن نصیر علی بن محمد کی طرف سے نبی ہے محارم کو حلال کر دیا تھا اور جن عورات کے ساتھ نکاح ناجائز ہے اُن کے ساتھ نکاح جائز کر دیا تھا اور کشی میں مذکور ہے کہ نصیریہ ایک فرقہ ہے جو محمد بن نصیر فری نصیری کی نبوت کا قائل ہے اور غضاٹری میں ہے کہ اس شخص کی طرف فرقہ نصیریہ منسوب ہے اور خلاصہ میں بھی ہے کہ اس شخص سے فرقہ نصیریہ کی ابتدا ہے اور اسی کی طرف یہ لوگ منسوب ہیں۔ اور منشی اہل نقل و توضیح القال میں لکھا ہے کہ فی الحال شیعہ کے عوام اور اکثر خواص شیعہ شعرا کے نزدیک ہے۔

مشہور ہے کہ جو شخص حضرت علی کی بدوبیت کا قائل ہو وہ نصیری ہو اور کتب اہل منہجین بھی یہی مذکور ہے کہ نصیرہ کا اعتقاد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت علیؑ کے ساتھ متحد ہو گیا ہے یا انہیں حلول کیا ہے اور کہتے ہیں کہ حضرت علیؑ اور انکی اولاد چونکہ سب سے افضل ہیں اور مؤیدینِ حق تبارک و تعالیٰ کے ہیں اور اسی تائیدات کے کہ جو ہر اربابِ حق سے تعلق رکھتی ہیں اسلئے اللہ تعالیٰ پر ضرور ہوا کہ وہ انکی صورتوں میں ظہور کرے اور انکی زبان سے بات کہے پس یہ لوگ انہ کو خدا اعتقاد کرتے ہیں اور دلیل اپنے قول پر یہ لاتے ہیں کہ نبیؐ نے تو شکر کے ساتھ جنگ کی اور حضرت علیؑ نے منافقین کے ساتھ اس سے معلوم ہوا کہ پیغمبرِ ظاہر حال پر حکم کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ باطن کو دیکھتا ہے۔ فقہیہ الدہ میں لکھا ہے کہ مملکت حلبیہ میں ایک پیر کا نام عافیؒ تھا اس میں فرقہ نصیریہ کثرت سے آباہر معاوہ کے باب میں الکافقہ یہ ہے کہ گناہگار آدمی کو کبھی سح کے ذریعہ سے عذاب ہوتا ہے اور اس طرح گناہ کی سزا دی جاتی ہے کہ یکا یک بند یا شور وغیرہ کی شکل پر ہو جاتا ہے اور انکا قول یہ ہے کہ ایک آدمی جتنے عہدہ اعمال کرتا ہے اسی قدر اسکی روح انسانی صورتیں بدلتی ہے اور یہ صورتیں روح کے لئے بمنزلے قبص کے ہیں نیک آدمی کی روح طرح طرح سے ترقی کرتی ہے جب ستر قبص بدل چکتی ہے تو اخیر میں فرشتوں میں منتقل ہو جاتی ہے اور بد آدمی کی روح شقاوت کے گڑھوں میں گرتے ہوئے اور جسم کو بدلتے ہوئے اسفل السافلین میں پہنچ جاتی ہے اور یہ بھی ستر قبص بدلتی ہے کہ ہر ایک قبص میں اسکی شقاوت بڑھتی ہی جاتی ہے مثلاً ایک جسم میں شقی تھی دوسرے میں شقی ہوتی ہوئی ہو اور اپنے اعمال بد کی تکلیفیں برداشت کرتے ہوئے اونٹ گھوڑے گدھے خچر بیل بکری گتے سور گدھے وغیرہ جو ان کے جسم میں داخل ہو جاتی ہے اور رحمت الہی کے نزول سے مایوس ہو جاتی ہے اور جہنمی اور طرح طرح کے عذابوں کے قابل قرار پاتی ہے اور اسکو عذاب اس طرح ملتے ہیں کہ حلال ہوتی ہو شکار ہوتی ہو زنجیر سے بندھتی ہو سواری میں جوتی جاتی ہو قوت نطق اور گویائی سے محروم ہوتی ہو اللہ تعالیٰ کی جناب سے معجز ہو جاتی ہے اور آسمان کے دروازے اُس سے بند ہو جاتے ہیں نہ اُسکی کوئی بات مقبول ہوتی ہے نہ اُسکا کوئی شکوہ مسموع ہوتا ہے اور ایسی روح نہ کبھی جنت میں داخل ہو سکتی ہے نہ جنت کی ہوا اُس تک پہنچ سکتی ہے اور نہ اُسکے لئے کبھی آسمان کے دروازے کھلتے ہیں اور ان اجسام جہان میں داخل ہونے کے عذاب اُسکو یہاں تک حاصل ہونے میں کہ اس سے بڑے جہان کے جسم میں داخل ہو کر حقیر سے حقیر جسم جو انی میں منزل کرتی ہے

سر کے کپڑے میں داخل ہوتی ہو قرآن میں جو آیات الذین کذبوا بآیاتنا
 واستکبروا عنہا لا نفعلہ لہم ابواب السماء ولا یدخلون الجنة حتی یلقوا
 النمل فی سقرہ انجیاط وکذلک یجزی العجبر میں یعنی جنہوں نے ہماری آیتیں جھٹلائیں اور
 ان سے تکبر کیا انکے لئے آسمان کے دروازے نہیں کھلیں گے اور نہ جنت میں داخل ہونگے بھانک
 کہ اونٹ سوئی کے ناکے میں داخل ہووے اور ہم اسی طرح گنہگاروں کو بدلا دیتے ہیں اس آیت میں اسی
 مقصد کی طرف اشارہ ہے کیونکہ جب روح اونٹ کے جسم میں داخل ہوگی اور منزل کرتے ہوئے
 ایسے کپڑے کے جسم میں آئیگی جو سر کے میں پڑتے ہیں تو اس عرصہ میں کتنی تبدیلیاں اس کے جسم
 میں واقع ہونگی اور یہ پھپھلا جسم اس کا بمقام پہلے جسم کے کتنا حقیر ہوگا اور وہ روح جو اونٹ کے
 جسم میں تھی ایسے جسم میں ہوگی جو سوئی کے ناکے میں داخل ہونے کے قابل ہی بعد اس کے روح
 نباتات کے اجسام میں داخل ہوتی ہو اور یہاں چلنے کھنٹے چرنے وغیرہ ذریعوں سے عذاب پہنچا
 بعد اس کے معدنیات میں داخل ہوتی ہو اور طرح طرح کے عذاب پاتی ہو کھلائی بھی جاتی ہو گرم بھی
 کی جاتی ہے ہتھوڑے سے بھی کوٹی جاتی ہے اس میں سوراخ بھی کئے جاتے ہیں اور معدنیات
 میں سے کبھی نہیں نکلنے پاتی ہمیشہ یہیں عذابوں میں گرفتار رہتی ہو۔ اور یہ لوگ حلول
 کے بھی معتقد ہیں انکے نزدیک مقصود اصلی اور غایت کلی یہ صورت مرئیہ ہی ہو مطلب نکاہی ہو کہ مادہ
 اور صورت کے سوا کوئی اور چیز نہیں ظاہر جو دخلق ہو اور باطن وجود خالق ہو اور یہ وجود ہر
 موجود میں ظاہر ہوا ہو اور موجودات میں ترقی کرتا ہوا صورت انسانی میں چڑھتا ہے اور
 نوع انسانی میں ترقی کر کے صورت فاضلہ وراعلیٰ میں ترقی کرتا ہو مثلاً حضرت آدمؑ شمس
 فوج ابراہیمؑ ہارونؑ یوسفؑ موسیٰؑ مسیحؑ اور علیؑ بن ابی طالبؑ کی صورتوں میں ظاہر ہوتا ہو
 اور ہر صورت کا معنی ایک ہی ہوتا ہو پس صورت کے مظاہر ہوتے وامت ہیں اور اسکا
 باطن غیب ہو جو دریافت نہیں ہو سکتا بلکہ خالق مختار ہو اور اس کے لئے دروازہ ہو جس میں کسی
 عالم اور عاقل کے علم و عقل کو بغیر اس دروازے کے رسائی نہیں اگر کوئی چاہے کہ اس سے
 واقف ہو جائے تو اس کے لئے اس دروازے میں داخل ہونا ضرور ہو اور نہ اس صورت باطن کو
 کسی کی نظر سے پردہ دیکھ سکتی ہو وہ غیب اگر نظر آتا ہو تو پردے کی آڑ میں نظر آتا ہو اور ان کے

نزدیک مراد اس پر دے سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اس باطن سے مراد حضرت علیؓ ہیں اور
 دروازہ اسکا سلمان فارسی ہیں۔ نصیریہ کا کلمہ یہ ہو اللہم صل علیہ شہادۃ ان لا الہ الا مولائی
 علی ولا حجاب الا السید محمد ولا باب الا السید سلمان فی کل عصر وکل زمانہ
 نصیری شیعوں کو علیؓ للہبکان بھی کہتے ہیں۔ تاریخ سر جان مالکؒ میں لکھا ہے کہ شیعہ اثنا عشری
 سے علیؓ اللہ یوں کو خداوت ہو اور وہ بھی علیؓ اللہ یوں کو دشمن جانتے ہیں اور علیؓ اللہ یوں کی
 تعداد بہت کم ہے اور اپنے قواعد و رسوم کو مخفی رکھتے ہیں مزا اسد اللہ خان غالب کہتے ہیں

غالب ندیم دوست سے آتی ہو بے دوست	مشغول تھا بہن بندگی بو تراب میں
----------------------------------	---------------------------------

یعنی علیؓ علیہ السلام خدا تعالیٰ کے ہنشین ہیں اور دوست سے ہنشینیت دوت کی بو آتی ہو پس جو لوگ بو تراب کی
 بندگی میں ہیں وہ حقیقت مشغول حق میں ایسے ہی اشعار سے غالب کی نسبت کہا گیا ہو کہ وہ علیؓ تعالیٰ سے
 نصیری مذہب کہتے تھے اور فارسی کے مندرجہ ذیل شعر میں تو غالب نے اپنا عقیدہ صاف ظاہر کر دیا ہے

غالب نام آورم نام و نشا منم میرس	ہم علیؓ اللہم وہم علیؓ اللہم
----------------------------------	------------------------------

غالب کے دیوان اردو کی قمرچ میں اسی طرح لکھا ہے یہ شعر بھی انھیں کا ہے

منصور فرست علیؓ للیمان منم	آوازہ انا اسد اللہ برا فگنم
----------------------------	-----------------------------

آجیات میں لکھا ہو کہ اہل راز اور غالب کی تصنیفات سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ انکا مذہب شیعہ تھا اور
 لطف یہ تھا کہ ظہور اسکا جوش محبت میں تھا کہ تبرا و تکرار میں چنانچہ اکثر لوگ انھیں نصیری کہتے اور
 وہ مسخر خوش ہوتے تھے۔ دبستان مذاہب میں لکھا ہو کہ علیؓ اللہ یوں عقیدہ یہ ہو کہ جو کہ اللہ تعالیٰ کے
 پہچاننے کی طاقت اور استعداد علوی و سفلی میں نہ تھی اسلئے اسنے چاہا کہ مرتبہ صرفیت اور اطلاق
 کو چھوڑ دے تاکہ بندے اسکی پرستش کر سکیں اور اسکو پہچاننے لگیں پس اللہ ہر قرن میں مجسم وحی
 سے ملا اور نوع انسانی کے اندر ظہور کیا اور انبیاء میں حلول فرماتا رہا یہاں تک کہ اُنکا ظہور حضرت علیؓ
 اور اُنکی اولاد میں ہوا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اسنے اپنا پیغمبر بنا کر بھیجا تھا مگر حق تعالیٰ نے
 جو دیکھا کہ ان سے کار رسالت نہیں چل سکتا تو دودینے کے لئے خود جسم قبول کیا یہی وجہ ہے
 کہ جب نبیؐ نے کعبہ میں بت شکنی کی تو اس وقت حضرت علیؓ کو اپنے دشمن پر چڑھایا
 غرض زبٹ شکنیہا جزا میں نہو دہی را کہ دوش خود کبف پائے مرتضیٰ برساند

ایک علی اللہی جس کا نام احمد تھا بیان کرتا تھا کہ یہ قرآنِ عمل کے قابل نہیں اس لئے کہ جو مصحف علی اللہ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا تھا یہ وہ نہیں بلکہ یہ تو حضرت ابو بکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ رضی اللہ عنہم کی تصنیف ہو اور مسلمانین علی اللہی کہتا تھا کہ یہ تو یہ وہی قرآن جو علی اللہ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا تھا لیکن چونکہ جمع اس کو حضرت عثمانؓ نے کیا ہوا اس لئے پڑھنے کے قابل نہیں اور بعض علی اللہی حضرت علیؓ کی نظم و شعر کو مصحف میں داخل کرتے ہیں بلکہ اس کو مصحف پر ترجیح دیتے ہیں اس لئے کہ یہ کلام اللہ سے ایسے واسطہ مخلوق کو پہنچا ہے اور مصحف محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے مخلوق کو ملا ہے۔

سترھواں علویہ یہ علی اللہیوں میں سترہمیں اور اپنے آپ کو علی اللہ کی نسل سے جانتے ہیں اور علی اللہیوں کے ساتھ عقائد میں شریک ہیں فرق دونوں فرقوں میں یہ ہے کہ علویہ کہتے ہیں کہ جو مصحف اب مشہور ہے وہ علی اللہ کا کلام نہیں اس لئے کہ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ نے اس میں تحریف کی ہو اور آخر کار حضرت عثمانؓ نے سب کو دور کر دیا چونکہ یہ فصیح آدمی تھے دوسرا مصحف اس کے مقابلے میں بنالیا اور اصلی قرآن کو جلادیا اور یہ فرقہ جہاں مصحف پاتا ہے اسے جلادیتا ہے اور ان کا عقیدہ یہ ہے کہ علی اللہ نے اس جسدِ عسری کے بعد اپنے جسم کو آفتاب سے ملادیا ہے اور وہ آفتاب ہی اور پہلے بھی آفتاب تھا اور تھوڑے دنوں تک جسمِ عسری میں رہا تھا اور یہی وجہ ہے کہ آفتاب علی اللہ کے حکم سے لوٹ آیا تھا اس لئے کہ وہ عین آفتاب ہی اسی سبب سے یہ فرقہ آفتاب کو علی اللہ کہتا ہے اور آفتاب کو پکارتا ہے اور اس سے دُعا کرتا ہے اور ان کے نزدیک آفتاب ان کی دعا قبول کرتا ہے اور ان کی مدد کرتا ہے ان کے نزدیک جاندار کا مارنا جائز نہیں اور گوشت کھانے کے قابل نہیں اور کہتے ہیں کہ علی اللہ نے گوشت کے کھانے کی ممانعت کر دی ہے اور مصحف میں جو بعض حیوانات کی نسبت مارنے اور ان کا گوشت کھانے کا حکم ہے اس سے مراد خلفائے ثلاثہ اور ان کے تابعین ہیں اور کہتے ہیں تمام حرمتیں یہی تینوں مراد ہیں اور کہتے ہیں کہ آدم کے قصے میں ابلیس اور سانپ و رطاؤس بھی ان تینوں سے عبارت ہے اور شداد اور عمرو اور فرعون بھی ان تینوں سے عبارت ہے اور بت توڑنا اور بت کی پرستش کرنا ان تینوں سے مراد ہے اور یہ فرقہ تنازع کا قائل ہے اور کہتے ہیں کہ جو علی اللہ لکھے مانو نہیں انہی کی صورت میں ظہور کرتا تھا تو یہ صحابہ ثلاثہ (یعنی حضرت ابو بکرؓ و حضرت عمرؓ و حضرت عثمانؓ) منکرون کی صورت پر ظہور کرتے تھے اور آئندہ بھی ایسا ہی ہوتا رہے گا اور ان کے نزدیک علی اللہ کی صورت کی پرستش کرنا چاہیئے۔

لکھنؤ

فرقہ علویہ نے اپنا نام اہل حق رکھا ہے۔ یورپ کے بعض مصنفین لکھتے ہیں کہ اہل حق کا عقیدہ یہ ہو کہ حضرت محمد ہی صرف ایک ایسے پیغمبر ہیں جو بارگاہ ایزدی میں انسان کی شفاعت کر سکتے ہیں صرف خدا ہی حقیقی عالم و عادل ہو۔ حضرت علی کا کشف و الہام ہی وہ ابتدائی و آخری کلام ہے جو خدا نے انسان کے ساتھ کیا یہ فرقہ مذہب اسلام کے پانچ ارکان مثلاً نماز۔ روزہ۔ زکوٰۃ۔ حج۔ حتیٰ کہ اظہار ایمان یعنی کلمہ توحید کو بھی فرض نہیں سمجھتا اہل حق کہتے ہیں کہ روحانیت کے حساب سے حضرت عیسیٰؑ کو وہی مرتبہ حاصل ہے جو حضرت علیؑ کو حاصل ہے یہ فرقہ حقیقتہً حضرت علیؑ کو خدا کا اوتار سمجھتا ہے۔ یہ فرقہ سلطان قسطنطنیہ کی خلافت کو تسلیم نہیں کرتا اس لئے مذہبی عقیدے میں ایک عجیب خصوصیت یہ ہو کہ وہ صوبہ کی تعلیم یافتہ اشخاص کی جماعت کے سامنے اپنا حقیقی مذہب ظاہر کرنے کے مجاز نہیں لیکن ناخواندہ جماعت کے سامنے وہ اپنے حقیقی مذہب سے انکار کرنے کے لئے آزاد ہیں۔

مزید برآں یہ لوگ اپنا مذہب ترک کئے بغیر دوسرا مذہب اختیار کر سکتے ہیں۔ جہاد کے متعلق انکا عقیدہ یہ ہے کہ یہ محض انسانوں اور انکے جذبات قبیلہ کے مابین روحانی سعی و جہاد کا نام ہے۔ اہل حق کے مذہب کے مطابق عورت اور مرد کو مکمل مساوات حاصل ہے۔ برقع اوڑھنا یا بے نقاب پھر ناعورت کی مرضی پر منحصر ہے۔ لیکن شادی کرنا اسی مذہب کا قانون ہے۔ جیسا کہ ہم نے کہا ہے روزہ انکے نزدیک فرض نہیں تاہم یہ لوگ عشرہ محرم میں ایک عجیب فاقہ کشی کرتے ہیں ان دنوں میں دہ تین دن میں صرف ایک دفعہ کھانا کھاتے ہیں اور جب ایسا نہ ہو سکے تو جو بیس یا بارہ گھنٹوں میں صرف ایک دفعہ کھانا کھاتے ہیں۔ بعض اوقات انھیں قزلہاں بھی لگتے ہیں۔ انکے پاس کوئی الہامی کتاب نہیں۔

چند درجن دوسری کتابیں ہیں جن میں حضرت علیؑ کی سوانح حیات درج ہیں اس فرقے کی ترقی اس امر واقع سے معلوم کی جاسکتی ہے کہ ایشیائے کوچک اور شیراز میں یکساں طور پر اسکے برگزیدہ افراد کی تعظیم و تکریم کی جاتی ہو ایران اور عراق عرب میں اس عقیدے کے پیروں کی تعداد بیس تیس لاکھ کے قریب ہے تقریباً پچاس ہزار اہل حق حلب کے شمال میں آباد ہیں اس فرقے کے افراد اور نہ۔ سمرنا اور سالونیکا میں بھی پائے جاتے ہیں

وہ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت علیؑ نے حضرت موسیٰؑ کی شخصیت کے ذریعہ دنیا والوں کو ارشاد فرمایا کہ اگر تم پاک زندگی بسر کرتے ہو تو تمہیں اس مراقبہ کی مطلق پروا نہیں کرنی چاہیے کہ تمہارا نام مختلف ہے تمہاری فطرت تمہارا گوشت اور ہڈیاں نہیں بلکہ وہ اعمال صالحہ ہیں جو فنا نہیں ہو سکتے۔ علویہ موت پر بالکل یقین نہیں رکھتے وہ کہتے ہیں کہ زندگی میں متواتر انقلاب ہوتا رہتا ہے انکا عقیدہ اصول تنازع کے متوازی ہے۔ اگرچہ اسکے بالکل مطابق نہیں بہشت و دوزخ کے متعلق انکا عقیدہ ہے کہ دوزخ کسی محدود مقام کا نام نہیں اور بہشت اسی دنیا میں ہے وہ عبادت کو کرن مذہب نہیں سمجھتے وہ رسمی وضو و غسل وغیرہ پر یقین نہیں رکھتے وہ مسجد میں تعمیر نہیں کرتے اور نہ وہاں جاتے ہیں۔ وہ حضرت ابراہیمؑ - حضرت موسیٰؑ - حضرت داؤدؑ - حضرت عیسیٰؑ اور حضرت محمدؐ کے پانچوں صحائف کا مطالعہ اور احترام کرتے ہیں بہرہ نوح وہ اپنے خفیہ اصول راز میں رکھتے ہیں جنکا سلسلہ پشت بہ پشت چلا آتا ہے۔

۱۱۔ ہمارے صوفیوں کا مقصد صواعق محرقة اور تحفۃ اشنا عشریہ میں مذکور ہے کہ یہ فرقہ حکم بن ہاشم کی طرف منسوب ہے جسکا لقب مقتنع تھا مقنع کا عقیدہ یہ تھا کہ امام حسینؑ کے بعد وہ خدا ہے اور خدا چار بتاتے تھے جو تھا خدا مقنع کو کہتے ہیں مقنع اگرچہ اسماعیلی تھا مگر اس وجہ سے کہ اُوہیت کا دعویٰ کیا غلامۃ میں شمار پایا اور بعض رزمیہ بھی مقنع کی اُوہیت کے قائل ہو گئے تھے مقنع اگر اُوہیت کا مدعی نہ ہوتا تو اسکا شمار ہما عیسیٰ میں ہوتا کیونکہ فی الحقیقت یہ اسماعیلی تھا اور بریل مذہب شیعہ کا اظہار کرتا تھا تاریخ انجیس میں لکھا ہے کہ اُسکا نام عطا تھا اور ابن خلدون نے کہا ہے کہ اُسے حکیم اور ہاشم کہا کرتے تھے اور طبری نے حکیم المقنع لکھا ہے اور کہا ہے کہ مرو کے علاقے میں سے ایک قریہ کا رہنے والا تھا اور برہان قاطع میں لکھا ہے کہ اُسے حکیم بن عطا کہتے تھے اور نگارستان میں لکھا ہے کہ حکیم بن ہاشم ابو مسلم کی کچری میں تحریر کے کام پر متعین تھا اسنے سلسلہ ہجری میں خلیفہ ہمدی بغدادی کے عہد میں ظہور کیا تھا جیسا کہ طبری اور ابن خلدون اور ابن خلکان اور مؤلف تاریخ انجیس وغیرہ نے تصریح کی ہے اور بعض کتب میں جو لکھا ہے سلسلہ ہجری میں ظہور کیا یہ غلطی ہے۔ یہ آدمی نہایت عقل اور فیلسوف وقت تھا اور ہر صنعت سے واقف تھا خاصکر علم بلاغت و فن شعبہ و حیل و طلسمات و سحر و نیرنجات اور اکثر علوم فلاسفہ میں یدِ طولیٰ رکھتا تھا اور عجیب و غریب چیزیں بنایا کرتا تھا

وہ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت علیؑ نے حضرت موسیٰؑ کی شخصیت کے ذریعہ دنیا والوں کو ارشاد فرمایا کہ اگر تم پاک زندگی بسر کرتے ہو تو تمہیں اس مراقبہ کی مطلق پروا نہیں کرنی چاہیے کہ تمہارا نام مختلف ہے تمہاری فطرت تمہارا گوشت اور ہڈیاں نہیں بلکہ وہ اعمال صالحہ ہیں جو فنا نہیں ہو سکتے۔ علویہ موت پر بالکل یقین نہیں رکھتے وہ کہتے ہیں کہ زندگی میں متواتر انقلاب ہوتا رہتا ہے انکا عقیدہ اصول تنازع کے متوازی ہے۔ اگرچہ اسکے بالکل مطابق نہیں بہشت و دوزخ کے متعلق انکا عقیدہ ہے کہ دوزخ کسی محدود مقام کا نام نہیں اور بہشت اسی دنیا میں ہے وہ عبادت کو کرن مذہب نہیں سمجھتے وہ رسمی وضو و غسل وغیرہ پر یقین نہیں رکھتے وہ مسجد میں تعمیر نہیں کرتے اور نہ وہاں جاتے ہیں۔ وہ حضرت ابراہیمؑ - حضرت موسیٰؑ - حضرت داؤدؑ - حضرت عیسیٰؑ اور حضرت محمدؐ کے پانچوں صحائف کا مطالعہ اور احترام کرتے ہیں بہرہ نوح وہ اپنے خفیہ اصول راز میں رکھتے ہیں جنکا سلسلہ پشت بہ پشت چلا آتا ہے۔

یہاں تک کہ اُسے کوہ سیام (بروزن نظام) کے عقب میں ایک کنواں تیار کرایا۔ اور سیام شہر کش
دریغ کا فوسکون شین معجمہ کے پرگنے میں جو شہر سب کے نام سے مشہور ہو ایک گاؤں جو اور کش شہر خشب
کے پاس واقع ہو جسے اہل عرب حارب کر کے نصف کہا کرتے ہیں اور سمرقند اور تاشقند کے درمیان میں ہو
اگر سمرقند سے کسی قدر قریب ہو اُس کنوین کے اندر ایک چاند پارے اور ماویہ چیزوں سے بنایا تھا یہ چاند
مغرب کے وقت اُس کنوین سے نکلتا اور کوہ کے پیچھے سے طلوع کرتا اور آسمان پر روشن رہتا اور دو چاند
آسمان پر نظر آتے تھے اور اُسکی روشنی پندرہ میل تک پہنچتی تھی طلوع فجر سے قبل غائب ہو جاتا تھا
دو مہینے تک برابر یہ چاند اسی طرح طلوع و غروب کرتا رہا آخر اربلا دیں لکھا ہے کہ لوگ دور دور سے
شہر خشب میں اُسکے دیکھنے کو آتے تھے اور دیکھ کر تعجب کرتے تھے اور عوام جادو سمجھنے لگے تھے حالانکہ بطریق
ہندہ اور انعکاس شعاع قر کے یہ عمل کیا تھا اس لئے کہ لوگوں نے اُس کنوین کی تدبیر میں ایک
بڑا حاش پارے سے بھرا ہوا پاشیخ نظامی نے اسی بات کی طرف اشارہ کیا اور نہ ماہ آئینہ سیام ادہ +
چو ماہ خشب ز سیام زاوہ تارخ انخس میں لکھا ہے کہ مقنع شعبد دن کے زور سے لوگوں کو بہت
عجیب و غریب چیزیں دکھایا کرتا تھا نبوت کا مدعی تھا اور اپنی ذات کو خدا قرار دیتا تھا اور تناخ کا
قائل تھا کہ خدا کا خدا کہ خدائے تعالیٰ نے آدم کو پیدا کر کے اُنکی صورت میں حلول کیا اسلئے ملائکہ نے اُنکو
سجدہ کیا پھر فریخ کو پیدا کر کے اُنکی صورت میں حلول کیا پھر حلول کرتے کرتے یہاں تک نبوت پہنچی کہ
ابو سلم خراسانی کی صورت میں حلول کیا پھر میری صورت میں حلول کیا اور ابو سلم کو حضرت محمد صلی اللہ
علیہ وسلم سے افضل قرار دیتا تھا ہزاروں ترکان اس دعوے میں اُسکی تصدیق کرنے لگے اور
اُسکی عبادت کرتے تھے اور وہ نہایت بد شکل اور ہکلا تھا اور لڑائی میں کسی موقع پر اُس کی
آنکھ میں تیر لگنے سے کانابھی ہو گیا تھا اسلئے زیادہ بد صورت تھا اس عیب کے چھپانے کے لئے
اُسے اپنے لئے ایک مُٹھ سونے کا تیار کرایا تھا اپنے مُٹھ پر اُسے لگائے رہتا تھا اسلئے مقنع مشہور
ہو گیا ابوالفدا نے مقنع کے حالات میں بیان کیا ہے وکان لایسف عن وجہ بل اتخذ له وجہا من
ذهب فیتقنر به ولذلك قیل له الملقنر یعنی مقنع اپنا مُٹھ نہیں کھولتا تھا بلکہ اُسے ایک مُٹھ سونے کا
بنوایا تھا جس سے اپنے کو چھپائے رہتا تھا اسی لئے اُسے مقنع کہنے لگے تھے مقنع میں سیم مضموم اور کان
مفتوح اور نون مشد و مفتوح ہے۔ تاریخ کامل میں لکھا ہے کہ مقنع تناخ کا قائل تھا اور اُسکے مقتدر اُسکو

سمجھہ کرتے تھے جس طرف کہ ہوتے اور اپنی جنگ و حرب میں کہتے کہ امی یا شمشہاری مدد کر علامہ ابن خلدون نے
 بھی اس بیان کے بعد لکھا ہے کہ خراسان میں اُسے ظہور کیا تھا اور بخارا و سعد میں ایک گروہ نے
 جنگو مبدیضہ کہتے تھے متنع کی طرف داری اور شورش کی اور اُنکی مدد کفار ترک کرنے لگے اور اُس
 طرف کے مسلمانوں پر تاخت و تاراج شروع کر دی ابو نعمان اور حنیبلہ اور لیث بن نصر بن سیار نے ان
 لوگوں سے جنگ کی لیث کا بھائی محمد اور ایک بھتیجا تمیم نامی کام آئے ہمدی بن محمد بن منصور خلیفہ
 بغداد نے جبریل بن یحییٰ اور اُسکے بھائی یزید کو فوج دیکر مدینہ سے جنگ کے لئے بھیجا چار مہینے
 تک طرفین میں لڑائی رہی آخر کار مبدیضہ کو شکست ہوئی اُنکی طرف سے سات سو آدمی مارے گئے جو
 تھوڑے سے باقی رہ گئے تھے وہ متنع سے مل گئے جبریل بھی انکا تعاقب کئے ہوئے چلا گیا پھر حمدی
 متنع کی تباہی کے لئے سعید حریشی کی ماتحتی میں ایک بھاری لشکر بھیجا متنع بڑی خونریزی کے
 بعد سیام کے قلعہ میں محصور ہو گیا عساکر اسلامیہ آلات حصار شکن لیکے قلعہ کی طرف بڑھے متنع کے
 ہمراہیوں نے گھبرا کر خفیہ طور سے امان طلب کی سعید حریشی نے امان دیدی تیس ہزار آدمی قلعہ کا
 دروازہ کھول کے نکل آئے متنع کے پاس تقریباً دہزار جنگ آور باقی رہ گئے۔ صواعق محرقہ میں
 متنع کی ہلاکت کی ایک دلائل ویز حکایت لکھی ہے کہ جب متنع محاصرے سے تنگ آگیا تو بہت سی
 آگ جلوائی اور اپنے معتقدوں کو خوب سی شراب پلوائی جب وہ نشے میں مدہوش ہو گئے تو سب کو مار کر
 آگ میں جلادیا اور راکھ سب کی برباد کر دی پھر آپ ایک برتن میں تیزاب بھر کر اُس میں
 بیٹھ گیا تیزاب کی تاثیر سے وہ بھی پانی ہو گیا محاصرین کو ابھی تک یہ خیال تھا کہ سب محصورین
 قلعہ میں موجود ہیں ایک عورت اِس قلعہ میں بیماری کی وجہ سے ایک کونے میں پڑی
 ہوئی تھی وہ بچ رہی تھی جب اُسے آفاقہ ہوا تو قلعہ میں تنہائی کی وجہ سے گھبرائی اور دیوار پر
 چڑھ کر پکارا کہ قلعہ میں سوا میرے کوئی نہیں ہے لوگ اوپر چڑھ گئے اور کوڑا کھول دیے لشکر
 داخل ہوا دیکھا تو واقعی قلعہ کو خالی پایا متنع کے بعض معتقد جو پہلے ہی لڑا بیٹوں میں
 اُس سے علیحدہ ہو گئے تھے تاسف کرنے لگے کہ فی الحقیقت وہ خدا تھا ہم ساتھ نہوے ورنہ اُسکے
 ساتھ آسمان پر چڑھ جاتے وہ عورت اگر چہ مرض میں بیہوش تھی مگر کبھی کبھل داند و عمل
 شکر کچھ کچھ حالات سے مطلع ہو جاتی تھی اُسے یہ ساری کیفیت بیان کی تاریخ کا مل

میں بھی اس حکایت کو بیان کیا ہے اور اُس میں اس طرح ہے جب مقنع کو یہ یقین
 ہو گیا کہ میں اب غنیم کے ہاتھ سے نہیں بچ سکتا تو اپنی سب عورتوں اور بچوں کو
 جمع کر کے زہر پلا دیا اور آپ بھی پی لیا اور اپنے مقتدون سے یہ بات کہی
 کہ مجھے جلا دیجیو تاکہ میری لاش دشمن کے ہاتھ میں نہ پہنچے اور بعض کہتے ہیں
 کہ قلعہ میں جس قدر چارپائے اور کپڑے وغیرہ تھے اُن کو جلا دیا پھر ساتھیوں سے
 کہا کہ جس کو اس بات کی خواہش ہو کہ میرے ساتھ آسمان پر چڑھ جائے وہ اس
 آگ میں میرے ساتھ کود پڑے سب نے تعمیل کی اور جل کر خاک ہو گئے جب شکر
 قلعہ میں داخل ہوا تو کچھ نہ پایا جس قدر اُسکے عقیدہ باقی رہ گئے تھے وہ اس بات
 سے زیادہ فتنے میں پڑے اُسکے اصحاب ملک ماوراء النہر میں مبیضہ کھاتے ہیں
 مگر اپنے اعتقاد کو چھپاتے ہیں عرصہ دراز تک مبیضہ ماوراء النہر کہتے رہے کہ مقنع
 آسمان پر چڑھ گیا ہے زمانہ آئندہ میں وہاں سے اترے گا بعض کہتے ہیں کہ اُس نے
 اپنے ہمراہیوں کو زہر دیدیا تھا اور آپ بھی زہر کھالیا تھا لشکر نے قلعہ میں گھس کر
 اُسکا سر کاٹ لیا اور حلب میں ہمدی کے پاس بھیج دیا مقنع یحییٰ بن زید شید کے
 قتل کا منکر تھا جن کا حال فرقہ زیدیہ کے ضمن میں اسی کتاب میں آتا ہے کہتا تھا
 کہ یحییٰ رہو پوش ہو گئے ہیں اپنے دشمنوں کو قتل کرینگے اور نگارستان میں جو لکھا ہے
 کہ وہ برقعہ منہ پر ڈالے رہتا تھا اسلئے برقعہ مشہور ہو گیا یہ بات پایہ تحقیق کو
 نہیں پہنچی صنّاجۃ الطرب میں لکھا ہے جب طالبین نے عباسیوں پر خروج
 کیا تو اپنے پھر یرون کا رنگ سفید رکھا اسی وجہ سے اُنکو مَبِیضُہ کہنے لگے یہی
 رنگ عبیدی اور قرامطہ میں قائم رہا۔ مؤرخین فارسی و اردو مبیضہ کا ترجمہ
 سفید جامگان و سفید پوشان لکھتے ہیں منتہی الارباب میں لکھا ہے کہ
 مبیضہ میم کے ضمہ اور باے موحده کے فتحہ اور یاے مثناة تحتانی کی تشدید و کسرہ
 اور ضاد نقطہ دار کے فتحہ سے ایک گروہ ہے ثنویہ میں سے جو مقنع کے اصحاب ہیں
 چونکہ یہ لوگ سفید کپڑے پہنتے تھے اسلئے مبیضہ کہلانے لگے اور اسی کتاب میں بیان

انیسواں راوندیہ فرقہ منسوب ہے عبداللہ یا حرب بن عبداللہ راوندی کی طرف جو خلفائے عباسیہ کا ایک نقیب اور داعی تھا مآثر الجہان میں لکھا ہے کہ راوندی ایک گانوں ہے کارسان کے ضلع میں جو سین حملہ سے ہے اور یہ کارسان صفہان کے اطراف میں واقع ہے اور جو شہر کا شان خین معجمہ سے ہے وہ قم کے علاقے میں ہے اور راوندی شاپور کے متصل بھی ایک مقام کا نام ہے روضۃ الصفاے ناصری کی جلد ششم میں اس فرقہ کا نام راوندیہ بغیر الف کے لکھا ہے اور ان کے داعی کا نام عبداللہ روئدہ بتایا ہے اور بیان کیا ہے کہ اس عبداللہ کے مزاج میں سہولت تھی اور یہ برخلاف ابوسلم غراسانی کے کشت و خون نہیں کرتا تھا اس لیے راوندیہ نے عبداللہ سے کہا کہ اس شخص کی کوئی فکر کرنا چاہیے تاکہ مخلوق کو اس کے پنجہ ظلم سے نجات حاصل ہو عبداللہ نے ابوسلم کو ایک روز سمجھایا کہ آپ کو یہ خونریزی زیبا نہیں پہلے لوگوں کو اپنے مذہب کی طرف دعوت کیجیے جب وہ نمانین تو پھر جو دل میں آئے کیجیے ابوسلم نے کہا کہ جو ہم بنے سوچ رکھی ہے اسکا سر انجام بغیر قتل عام کے دشوار ہے عبداللہ نے کہا کہ اگر آپ کی یہی رائے ہے تو میرے بھی بہت سے متبع ہیں آپ ان سے بھی کام لیجیے ابوسلم نے کہا کہ ان کے نام لکھ کر میرے پاس بھیج دو عبداللہ نے اس خیال سے کہ ابوسلم ان لوگوں کو عمدہ عمدہ منصب دیگا انکی اسم نویسی کی فردا ابوسلم کے پاس بھیج دی ابوسلم نے عبداللہ سے کہا کہ تم ان سب کو میرے پاس لے آؤ عبداللہ نے سب کو حاضر کیا ابوسلم نے کہا ہر ایک گروہ علیحدہ علیحدہ ٹھہرا دیا جائے جب سب کا انتظام ہو گیا تو عبداللہ کو قتل کر دیا اور پھر اس کے متبعوں کے گروہ علیحدہ علیحدہ بلواتا اور قتل کرتا ان میں سے جو باقی بچے وہ ابوسلم کی پرستش کرنے لگے اور کہنے لگے یہ خدا ہے روزی رسان یہی ہے ابوسلم نے اپنی نسبت ان کا یہ عقیدہ سنکر بھرپور سے راوندیہ کو تلاش کرا کے قتل کرایا۔ راوندیہ تنازع کے قائل تھے چنانچہ تاریخ ابوالفدا و کامل میں لکھا ہے کہ عقیدہ انکا یہ ہے کہ آدم کی روح عثمان بن نیلک میں داخل ہوئی تھی اور روضۃ الصفاے ناصری میں لکھا ہے کہ ان کا

عقیدہ یہ تھا کہ منصور کی روح عثمان بن نہیک کی روح سے متعلق ہو گئی ہے اور کہتے تھے کہ رب ہمارا جو کھا نے پینے کو پہنچاتا ہے ابو جعفر منصور ہے جو خلفا سے عباسیہ کا دوسرا خلیفہ تھا جبکہ یہ بات انھوں نے ظاہر کی اور منصور کو اس کا حال معلوم ہوا تو منصور نے ان کے دو سو سردار پکڑ کر قید کر دیے اور حکم دیا کہ اس جماعت کے آدمی باہم نہ طین اور ایک مقام پر نہ رہیں یہ لوگ منصور سے ناراض ہو گئے اور ایک خالی کتابوت اٹھا کر بہت سے راندیہ اُسکے ساتھ چلے جب جیلخانے کے قریب پہنچے تو اسکو زہین پر ڈالکر اندر گھس گئے اور اپنے سرداروں کو چھوڑ الیا اور شہر کے دروازے بند کر دیے تاکہ سپاہ شہر میں داخل نہ ہو سکے اور منصور کے قتل کے ارادے سے اُسکے قصر کی طرف چلے یہ چھ سو آدمی تھے منصور سے اڑے مگر آخر کار شکست پائی اور مارے گئے یہ واقعہ سلمہ میں واقع ہوا تھا اور منصور کا دار الخلافت اُسوقت تک شہر ہاشمیہ تھا جو نواح کوفہ میں اُسکے بھائی نے آباد کیا تھا۔

میسوان مسلمیہ مقریزی نے شیعہ غالیہ کے ضمن میں یہ فرقہ لکھا ہے اور کہا ہے کہ یہ فرقہ راوندیہ میں سے ہے ان کا اعتقاد یہ ہے کہ امامت بعد رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے حضرت علیؑ اور امام حسنؑ اور امام حسینؑ و محمد بن حنفیہؑ میں آئی پھر ابو ہاشم عبد اللہ بن محمد بن حنفیہ بن آئی پھر اُن سے منتقل ہو کر علی بن عبد اللہ بن عباس میں بطور وصیت کے آئی پھر ابو العباس سفاحؑ میں پھر ابو سلمہ صاحب دولت بنی عباس میں حکامیت پر گزشت ضلع ماوراء النہر میں ایک شخص نے اہل مرو سے جو آنکھوں سے کانا تھا اور اُسکو ہاشم کہتے تھے یہ دعویٰ کیا کہ اللہ کی روح ابو سلمہ میں منتقل ہو کر آئی پھر ابو سلمہ سے اسکے اندر منتقل ہو گئی جو یہ دعوت اُس یک چشم کی اُس علاقے میں پھیل گئی تھی اپنے اصحاب سے پردہ کرتا تھا اور اپنے لیے اُسے ایک منہ سونے کا بنایا تھا اسلئے مُصَنِّعُ کَلَمَانِے لگا اُسکے یاروں نے چاہا کہ اُسکو دیکھیں اُن سے وعدہ کیا کہ میں اپنے کو تمہیں دکھاؤں گا اگر تم جل نہ جاؤ اور اپنے سامنے ایک آتش شیخہ جلانے والا رکھا جسپر سورج کی دھوپ بڑتی تھی جب بعض معتقد اُسکے پاس آئے جل گئے باقی لوٹ گئے اور نفع میں بڑ گئے اور معتقد ہو گئے

کہ وہ خدا ہے اسکو آنکھیں نہیں دیکھ سکتیں اپنی جنگ و حرب میں اسکو اشد کسر پکارتے تھے رانتی ترجمہ کلام) یاد رکھو کہ صانع زر گر یعنی سونے کے کام کرنے والے کو کہتے ہیں تو مصیغ وہ شخص ہوگا جو سونے کو استعمال کرتا ہو کیونکہ لفظی معنی اسکے سونے سے بنا ہوا ہیں میرا خیال یہ ہے کہ لفظ مصیغ لفظ مقنع کی تحریف ہے یہ ہاشم وہی شخص ہے جسے ماہ خشب تیار کیا تھا کیونکہ یہ حالات اسی کے حالات سے ملتے ہوئے ہیں اور ابو ہاشم بن محمد بن حنفیہ کے حالات تفصیل وار کیسا یہ کے فرقون میں سے ہاشمیہ میں بیان ہو گئے۔ نواب محمد صدیق حسن خان باوجودیکہ تقلید کو دین و مذہب میں بُرا جانتے تھے مگر تصنیف و تالیف میں بالکل پرانے کام کو اپنی کتابوں میں بھر دیتے ہیں اور یہ تقلید سے بدتر ہے اور پھر پرانے مطالب ہی پر بس نہیں کرتے بلکہ اُس کی عبارت کو بھی اپنی عبارت بنا لیتے ہیں چنانچہ اعطط والا ثار میں جس قدر فرقہ اسلام کو بیان کیا ہے یہ سب بیان نواب صاحب نے کتاب مذکور سے علیحدہ کر کے اسکا نام خیتہ الاکوان رکھ دیا ہے اور اسکے ترجمہ کا نام کشف الغمہ عن فراق اللامۃ ہے اگر نواب صاحب اس تقلید میں کسی قدر بھی تحقیق سے کام لیتے تو اُن کو ضرور کتب توارخ سے اس بات کا پتہ چلتا کہ یہ مصیغ وہی مقنع ہے جس کے حالات کتب توارخ میں مذکور ہیں اور ابوسلمہ ایک سردار کا نام ہے جو سفاح کے اشارے اور ابوسلمہ کی رائے سے مراد بن النس کے ہاتھ سے مارا گیا تھا یہ شخص وزیر آل محمد کے لقب سے موسوم کیا جاتا تھا اور ابوسلمہ خراسانی امیر آل محمد کے لقب سے مشہور تھا ابوسلمہ کو منصور عباسی نے مرواڑا تھا۔

اکیسواں حلاجیہ شیخ ابن بابویہ اپنے رسالہ اعتقاد یہ میں کہتے ہیں کہ غلاۃ میں ایک فرقہ حلاجیہ بھی ہے جن کا اعتقاد یہ ہے کہ خداے تعالیٰ بندوں پر بسبب عبادت کے تجلی فرماتا ہے پھر باوجود اسکے دین الکا ترک نماز و روزہ و جملہ فرائض ہے اور دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم خداے تعالیٰ کا اسم اعظم جانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ خداے تعالیٰ بندوں میں جلوس کرتا ہے اور انکا یہ بھی زعم ہے کہ خداے تعالیٰ کا ولی جبکہ مخلص

کامل ہوا اور اپنے دین کو پہچاننے تو وہ انبیاء سے افضل ہے اور اس رسالے کی شرح سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حسین بن منصور حلاج کے متبعوں سے جدا ہیں جن کا شمار صوفیان اہل سنت میں ہے۔

فرقہ کیسان

واضح ہو کہ کیسان یہ منسوب ہیں کیسان کی طرف کہ حسب تحقیق صاحب صحیح وقاموں وغیرہ اہل لغت نام ہے مختار بن عبید ثقفی کا جو واسطے بدلہ لینے حسین علیہ السلام کے کھڑا ہوا تھا منتهی المقال فی احوال الرجال میں کئی کتابوں سے نقل کیا ہے کہ اصبح بن بنانہ سے مروی ہے کہ ایک بار میں نے مختار کو حضرت علیؑ کی گود میں بیٹھے دیکھا اور آپ اس کے سر پر ہاتھ پھر پھر کرتے تھے یا کیس یا کیس اور تعلیقہ میں بھی اسی طرح ہے اور کیس جید کے وزن پر زیرک کے معنی میں ہے اور کشی نے مختار کے ذکر میں کہا ہے کہ اس کا لقب کیسان اس لیے مقرر ہوا کہ اس کے ایک افسر ابو عمر کا یہ نام تھا پھر مختار کو بھی اس فسر کی وجہ سے کیسان کہنے لگے مگر ارباب تواریخ کی یہ رائے ہے کہ کیسان حضرت علی بن ابی طالب کا غلام تھا۔ ملل و نخل شہرستانی میں بھی ایسا ہی لکھا ہوا اور تحفۂ آشنا عشرہ میں ذکر کیا ہے کہ سبط اکبر حسن مجتبیٰ کے ایک غلام کا نام کیسان تھا اُسی نے مختار کو حضرت امام حسینؑ کے خون کا بدلہ لینے کو آمادہ کیا تھا اس لیے مختار بھی کیسان مشہور ہو گیا۔

کیسان حضرت علیؑ کی وفات کے بعد محمد بن حنفیہ کی رفاقت میں رہا اور علوم غریبہ اُن سے حاصل کیے ختمۃ الطالبین میں بیان ہے کہ کیسان نے ان پانچ شخصوں کی امامت کے قائل ہیں حضرت علیؑ امام حسنؑ امام حسینؑ محمد بن حنفیہ مگر اس فن کی کتب سے عموماً فرقہ ہائے کیسان یہ کے خیالات ترمیم اممہ کے بارے میں ایسے نہیں ثابت ہوئے اور صواعق محرقہ میں لکھا ہے کہ کیسان یہ کے نزدیک اللہ پر کلیف و جہنم اور الخطط والافار میں آیا ہے کہ کیسان یہ بدرجہ جواز کے اللہ پر قائل ہیں اور ان کا عقیدہ یہ ہے کہ اللہ کی بعض مرادیں واقع نہیں ہو سکتیں اور شیطان اور کافروں کی

ان کے بیٹے یزید کا انتقال ہوا اسکے مرتے ہی بلا جہد و جد اہل حجاز و یمن و عراق و خراسان نے عبداللہ بن زبیر کی بیعت کر لی صرف ملک شام و مصر والے ان کی بیعت سے باہر تھے۔ عبداللہ بن زبیر نے محمد بن حنفیہ سے بیعت کرنے کو کہا تھا مگر انھوں نے انکار کر دیا عبداللہ بن زبیر نے عبداللہ بن مانی کنذی کو آپ کے پاس بھیجا اسنے سختی کی درشتی سے پیش آیا لیکن محمد بن حنفیہ برابر صبر و تحمل سے کام لیتے رہے مجبور ہو کر چھوڑ دیا مگر جب ہوا خواہان علی بن ابی طالبؑ کھلم کھلا محمد بن حنفیہ کی دعوت دینی شروع کی تو عبداللہ بن زبیر نے اس خوف سے کہ مبادا محمد بن حنفیہ کے بیعت نہ کرنے سے لوگ براہم نہوجائیں بجز بیعت لینے کا قصد کیا اور اس غرض کے حاصل کرنے کے لیے مقام زمزم میں ان کو قید کر دیا اور ایک مدت مقرر کر دی کہ اگر اس عرصے میں بیعت نہ کر لو گے تو قتل کر ڈالے جاؤ گے انھوں نے مختار کو یہ واقعات لکھ بھیجے جو کوفہ میں محمد بن حنفیہ کی امامت کا داعی تھا اور اہل کوفہ نے اسکی اطاعت کر لی تھی مختار نے اس خط کو لوگوں کے در و پرٹھاس کے آنسو بہائے ان میں سے چند امرا کو تین سو سواروں کے ساتھ مکہ کی طرف روانہ کیا جنھوں نے زمزم پہنچ کر مجلس کا دروازہ توڑ کر محمد بن حنفیہ کو نکالا صرف دو دن مدت مقررہ کے باقی رہ گئے تھے عبداللہ بن زبیر سے جنگ کرنے کی اجازت طلب کی انھوں نے فرمایا میں حرم میں جنگ کرنا جائز نہیں سمجھتا بعد اس کے بقیہ لشکر آگیا اس سے ابن زبیر خائف ہو گئے محمد بن حنفیہ نکل کر شعب علی میں چلے گئے رفتہ رفتہ آپ کے پاس چار ہزار آدمی جمع ہو گئے جب مختار مارا گیا اور عبداللہ بن زبیر کے قدم حکومت کے زینے پر جم گئے تو محمد بن حنفیہ سے پھر بیعت کرنے کو کہا آپ نے خائف ہو کر اس واقعہ سے عبدالملک بن مروان کو مطلع کیا اسنے لکھ بھیجا کہ آپ شام چلے آئیے جب تک لوگوں کا کسی پر اجتماع نہوا سوقت تک نہایت غرت و احترام سے میرے پاس رہئے میں آپ کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آؤنگا چنانچہ وہ مع اپنے ہمراہیوں کے روانہ ہوئے راستے میں عبدالملک کی بد عہدی سے ڈر کر

ایہ میں قیام کرو یا تھوڑے دنوں میں جب ان کے مقتدین کا دائرہ وسیع ہو گیا تو عبدالملک نے بیعت کرنے کو کہلا بھیجا یہ ایلہ سے مکے کی طرف لوٹے اور قبلہ کی طرف میں ہو چکر مقیم ہو گئے پھر عبداللہ بن زبیر نے یہاں سے نکالا تو طائف کی طرف چلے گئے اور عبداللہ بن زبیر کی شہادت کے بعد عبدالملک کے ہاتھ پر بیعت کر لی ۶۹ سال کی عمر پائی اللہ ہجری میں انتقال کیا فرماے کیسانہ کی تفصیل یوں ہے ایک کیسانہ جو نسو بن کیسان مذکور کی طرف شیخص حضرت امام حسینؑ کی شہادت کے بعد بہت سے مسلمانوں کو موافق کر کے واسطے بدلہ لینے امام حسینؑ کے کھڑا ہوا تھا مگر دشمنوں پر کامیاب نہوا آخر کار مارا گیا یہ کیسان اور اس کے مقتد امام حسن علیہ السلام کی امامت کے منکر تھے انکا یہ عقیدہ تھا کہ امام ہد جناب امیر کے محمد بن حنفیہ ہیں اس لیے کہ جناب میر نے جنگ جمل وصفین میں نشان انھیں کے ہاتھ میں دیا تھا اور امام حسینؑ نے صلح کے باب میں بھائی کی پیردی کی تو وہ بھی امامت کے لائق اسکے نزدیک نہ رہے تھے اس فرے کا ظور سے ہجری میں ہوا تھا۔

دوسرے مختار یہ یہ لوگ مختار بن ابوعبید بن مسعود نقفی کے متبع ہیں جس کو بعد قتل کیسان کے اسکے پیروں نے رئیس بنایا تھا زید کے مرنے سے چھ مہینے کے بعد نصف رمضان کو یہ شخص وارد کوفہ ہوا اور لوگوں کو خون حسینؑ کے معاوضہ لینے پر ابھارنے لگا لوگوں نے کہا کہ مجھے محض اسی کام کے انجام دینے کو سلیمان بن مردخزاعی کے ہاتھ پر بیعت کی ہے اور وہ بالفعل اسکو مصلحت نہیں سمجھتا ہے مختار نے کہا کہ سلیمان ایک پست ہمت آدمی ہے وہ لڑائی جھگڑے سے جی چراتا ہے مجھے ہدی محمد بن حنفیہ نے اپنا وزیر و امین مقرر کر کے بھیجا ہے تم لوگ انکی میرے ہاتھ پر بیعت کرو اور خون حسینؑ کا معاوضہ ان کے قاتلوں سے لو ایک گروہ کثیر ہوا خواہان امیر المؤمنین علیؑ کا اسکی طرف مائل ہو گیا عبداللہ بن زید انصاری نے جو عبداللہ بن زبیر کی طرف سے کوفے کا گورنر تھا مختار کو گرفتار کر کے قید کر دیا بعد اسکے عبداللہ بن عمر کی سفارش سے بایں شرط رہا کیا گیا

کہ آئندہ وہ بغاوت نہ کرے گا اور نہ ان لوگوں کے خلاف فوج کرے گا اور اگر
ان شرائط کی پابندی نہ کرے تو ایک ہزار قربانی خانہ کعبہ میں اسکو کرنی ہوگی جب
یہ رہا ہوا تو پھر ہوا خواہان حسین بن علی اس کے پاس گئے جانے لگے پھر چند لوگ
کوٹنے سے محمد بن حنفیہ کے پاس مختار کا حال دریافت کرنے کو گئے آپ نے فرمایا
ہاں میں نے خون حسین کا معاوضہ لینے پر مامور کیا ہے جب یہ لوگ واپس ہو کر کوٹے
میں آئے اور لوگوں سے محمد بن حنفیہ کا بیان کیا تو مختار کی طرف لوگوں کا رجحان
بڑھ گیا۔ ۶۶ھ میں مختار نے خون حسین کا معاوضہ لینے کی منادی کرادی اور قہر مارت
کوفہ پر قبضہ کر لیا صبح ہوئی لوگ مسجد میں جمع ہوئے مختار نے کھڑے ہو کر خطبہ دیا اور
لوگوں کو محمد بن حنفیہ کی بیعت کی طرف بلایا شرفاً سے کوفہ نے کتابا و سنت اور
اہل بیت کی بھرپور بیعت کی۔ بعد اس کے مختار نے اطراف و جوانب پر فوج کشی
کرنے کے لیے چند لوہا بنا سے اور سرداروں کو مرحمت کر کے روانہ کیا عبید اللہ بن
زیاد موصل میں تھا اس کی فوجوں سے اور مختار کے لشکر سے جنگ ہونے لگی اور
شامی اہریمیت پانے لگے پھر بعض وجہ سے شرفاً سے کوفہ مختار کی مخالفت پرتل گئے
جن کے سرگروہ شہت بن ربیع - محمد بن اشعث عبدالرحمن بن سعد بن قیس - شمر بن
ذی الجوشن - کعب بن ابی کعب نخعی - عبدالرحمن بن مغنفت اذوی وغیرہ تھے
اور سب مسلح ہو کر مختار کے پاس گئے کہ ہم نے تجھ کو معزول کیا کیونکہ محمد بن حنفیہ نے تجھ کو مامور کیا ہے مختار
ابراہیم بن اشتر کو بلوا کر اپنے حملہ کر یا خونریز لڑائی کے بعد انکو شکست ہوئی ان کے ہار ہی نہایت تیزی سے
بھاگ کھڑے ہوئے پانسوا آدمی ایک مقام سے گرفتار کر کے لائے گئے ان میں سے نصف آدمیوں کو جو شہادت
حسین بن علی میں شریک تھے قتل کر ڈالا اور باقی کو رہا کر دیا شمر بن ذی الجوشن کی مختار کے ایک پیشینہ
لڑائی ہوئی سات سو آدمی کے مارے جانے پر لڑائی کا خاتمہ ہوا۔ حسین اکثر اہل میں تھے اور شمر کو قتل کے
لاش کتون کے آگے ڈوا دی اس واقعہ کے بعد شرفاً سے کوفہ خوف زدہ ہو کر بصرہ کی جانب نکل کھڑے
ہوئے اور مختار قاتلین حسین بن علی کو چن چن کر قتل کرنے لگا عبید اللہ بن اسیر جنی مالک بن اسیر کندی محل
بن مالک محارب بن کوفاد سے گرفتار کر کے قتل کیا بعد ازاں یاد بر مالک ضعی بن علف بن علف بن عبدالرحمن

بن ابی جعفر کا بھائی۔ عبد اللہ بن قیس غولانی جنھوں نے واقعہ کربلا میں حسین بن علیؑ کا اسباب لوٹا تھا پابزنجیر حاضر کئے گئے مختار نے ان سبھوں کے قتل کا حکم دیدیا پھر عبد اللہ بن محمد بن طلحہ۔ عبد اللہ بن وہب ہمدانی (اعشی) کا بھائی اور بھائی، پیش کئے گئے اور اسی وقت قتل کر ڈالے گئے۔ اور عثمان بن خالد جینی۔ ابوالسما بشر بن سمیط قابسی جنھوں نے عبد الرحمن بن عقیل کو شہید کیا اور ان کا اسباب لیا تھا، قتل کر کے آگ میں جلا دینے گئے۔ خولی بن یزید اضمی جیسے امام علیہ السلام کا سر اُتارا تھا خونِ جان سے چھپ گیا ڈھونڈتے ڈھونڈتے لوگ پہنچ گئے اور اسکا سر کاٹ کر مختار کے پاس لائے مختار نے اس کو جلا دیا۔ ان لوگوں کے قتل ہونے کے بعد عمرو بن سعد بن ابی وقاص کے قتل کا حکم صادر ہوا اگرچہ اس نے عبد اللہ بن ابی جعدہ کی معرفت مختار سے اس حاصل کر لیا تھا لیکن ابو عمر حسب حکم مختار اسکا سر کاٹ لایا اتفاق یہ کہ مختار کے پاس اس وقت اس کا بیٹا حفص بیٹھا ہوا تھا دریافت کیا تم اسکو پہچانتے ہو جواب دیا ہاں لیکن اسکے بعد زندگی کا مزہ نہیں ہے مختار نے اسکے بھی قتل کا حکم دیکر کہا وہ (یعنی عمرو بن سعد) جو خونِ حسین تھا اور یہ (یعنی حفص بن عمرو) علی اصغر بن حسین کے خون کا بدلہ ہے اور ان دونوں کے سر محمد بن حنفیہ کے پاس بھیج دیے اور یہ لکھا کہ قاتلین حسین بن علیؑ میں سے جن لوگوں پر میرا قابو چل گیا تھا ان کو تو میں نے قتل کر ڈالا ہے اور باقی لوگوں کی گرفتاری اور قتل کی فکر میں ہوں عمرو بن سعد کے بعد حکیم بن طفیل طائی بھی پیش کیا گیا جس نے امام حسینؑ پر تیر چلایا تھا۔ اور عباس کا اسباب لیا تھا عدی بن حاتم نے حاضر ہو کر سفارش کی لیکن ابنِ کامل نے اس سے پیشتر نجیل سفارش عدی بن حاتم اسکو قتل کر ڈالا تھا۔ پھر مرہ بن شاذان بن عبد اللہ قاتل علی اصغر بن حسینؑ کی گرفتاری کا حکم صادر ہوا لوگوں نے پہونچکر اس کے گھر کا محاصرہ کر لیا مرہ گھر سے گھوڑے پر سوار ہو کر نکلا اور نیزہ بازی کے جوہر دکھاتا ہوا مصعب بن زہیر کے پاس بھاگ کر چلا گیا لیکن اس خلفشار میں ایک ہاتھ کا بیکا ہو گیا۔

پھر زید بن لقاد جانی کی گرفتاری جاری ہوئی چاروں طرف سے سپاہیوں نے گھیر لیا چونکہ اسے عبداللہ بن مسلم بن عقیل کو پیر سے شہید کیا تھا ابن کمال نے کہا اسپر تیرہ سو سبھوں نے تیرا رکتے مارتے گرا دیا اور زندہ گرفتار کر کے جلا دیا انسان بن انس نخعی جس نے حسین بن علی کو تیار کر زین بن کرایا تھا اور بقول بعض تن شریف سے سیر مبارک بھی اسی نے جدا کر کے خولی کے حوالے کیا تھا بعدہ بھاگ گیا مختار نے اسکا گھر منہدم کر دیا بعدہ عمرو بن صحیح صدامی کے گرفتار کر لگنے پر سپاہیوں کو متعین کیا مشکین بندھی ہوئی پیش کیا گیا مختار نے حکم دیا اسکو برچی سے مار ڈالو محمد بن اشعث قادسیہ کے قریب ایک قریہ میں تھا اسکی گرفتاری کا حکم دیا محمد بن اشعث یہ سکر مصعب بن زبیر کے پاس بھاگ گیا مختار نے اسکے مکان کو گروا دیا اور بقیہ لوگوں کی گرفتاری کا حکم دیا جو شریک واقعہ کر بلا اور قتل امام حسینؑ سے متہم تھے یہ لوگ اس خبر سے مطلع ہو کر مصعب بن زبیر کے پاس چلے گئے اور مختار نے ان کے مکانات منہدم کر دیے۔

بعض مورخین کا بیان ہے کہ مختار کو قاتلین حسینؑ سے قصاص لینے کا خیال اس وجہ سے پیدا ہوا تھا کہ یزید بن شراحیل نصاریٰ ایک مرتبہ محمد بن حنفیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے محمد بن حنفیہ نے بریسیل تذکرہ فرمایا مختار کا یہ خیال ہے اور وہ اس امر کا مدعی ہے کہ وہ ہمارا ہوا خواہ ہے حالانکہ اس کے پاس قاتلین حسینؑ کر سیوں پر بیٹھے ہوئے گپ مارا کرتے ہیں مختار کے کان تک یہ خبر پہونچی تو اسنے قاتلین حسینؑ کی قتل کی قسم کھالی اور اسی وقت سے انکو ڈھونڈ ڈھونڈھکر قتل کرانے لگا۔

جس وقت مختار کو آخر سلاطہ میں مہم کو فہ سے فراغت حاصل ہوئی تو اس نے ابراہیم بن اشتر کو جنگ عبید اللہ بن زیاد کے لیے روانہ کیا اور اپنے نامی نامی مصاحبین اور نامور نامور شہسواروں جنگ آوردوں کو مع اس کرسی کے اسکے ہمراہ کر دیا جس سے وہ مدد طلب کرتا تھا یہ ایک کرسی سونے سے منڈھی ہوئی تھی اپنے گروہ والوں سے اسنے کہہ رکھا تھا کہ جیسا بنی اسرائیل میں تابوت سکینہ تھا ویسا ہی تم میں یہ کرسی ہے

یہ بیان کیا جاتا ہے کہ یہ کرسی امیر المؤمنین علی بن ابی طالب کی تھی جسکو مختار نے طفیل بن جعدہ بن ہبیرہ سے لیا تھا جو ہانی بنسنت ابی طالب یعنی ہمشیرہ علی بن ابی طالب کا بیٹا تھا بعض کہتے ہیں کہ یہ کرسی طفیل ایک روغن فروغ کی دوکان سے اٹھالایا تھا امیر المؤمنین کی نہ تھی ابراہیم بن اشتر کو نے سے روانہ ہو کر عراق کو چھوڑتا ہوا سر دین موصل میں پہونچا جہاں بن زیاد نے اس سے پیشتر قبضہ کر لیا تھا لڑائی ہوئی میدان ابراہیم کے ہاتھ رہا اور ابن زیاد کی فوج شکست کھا گئی بن زیاد مارا گیا سر کاٹ کر نعش کو جلادیا گیا اس واقعہ میں شرجیل بن ذی النکلاء حمیری بھی مارا گیا جو سوران شام کا سپہ سالار تھا۔ مفتاح النجا میں لکھا ہے کہ واقعہ مختار میں ملک شام کے شہزاد آدمی کام لئے مختار نے تین ہزار آدمیوں کا ایک لشکر بظاہر ابن زبیر کی اعانت کے نام سے مدینے کی طرف روانہ کیا مگر ابن زبیر کے خیالات مختار کی طرف سے بدل گئے تھے اس لیے اس فوج کو راستے میں برباد کر دیا اس واقعہ سے مختار کو ابن حنفیہ اور ابن زبیر کے لڑا دینے کا موقع مل گیا فوراً ایک شکایت آغیر خط لکھ بھیجا جس کا یہ مضمون تھا میں نے ایک لشکر آپ کی فرمانبرداری اور دشمنان اہل بیت کے ذلیل کرنے کو روانہ کیا تھا ابن زبیر نے ان کے ساتھ یہ یہ برتاؤ کئے ہیں اگر آپ اجازت دیجیے تو میں ایک لشکر مدینے کی طرف روانہ کروں شہر لکھ آپ بھی اپنی طرف سے ایک آدمی بھیج دیجیے تاکہ لوگوں کو یہ معلوم ہو جائے کہ میں آپ کا مطیع ہوں محمد بن حنفیہ نے جواباً لکھا میں تمہارا قصد تمہاری حق شناسی کو جانتا ہوں میرے نزدیک محبوب ترین امر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے باہر قدم نہ رکھا جائے پس تم حتی الامکان اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے رہو اور مسلمانوں کی غونزیری سے محترز رہو اگر میرا قصد لڑائی کا ہوتا تو میرے پاس لوگ بہت جلد مجتمع ہو جاتے میرے معین و مددگار بکثرت ہیں لیکن میں نے ان کو معزول کر رکھا ہے اور میں صبر و شکر کر رہا ہوں تاکہ اللہ جل شانہ کو فی حکم صادر فرمائے اور وہی خیر الحاکمین ہے۔

شرفاے کوفہ جنھوں نے مختار کے خون سے جلا وطنی اختیار کر لی تھی رفتہ رفتہ مصعب بن ادر

مطلع فتح الخياطة فلا هي بين جملنا نام وبعده من زلزال البركة في فضاء مل الامدة الاطراف كلها يرد كور ويزخرق في تلك الواثقة والفتحة السخايرة حتى قيل انهم سجدوا للفاكر في العيون عند اخذها عن
سنة ١٠٥٤ هـ

عبداللہ بن زبیر والی بصرہ ہے آئے جو امام حسینؑ کے والدہ اور بنی بنی سکیہ وغیرہ کے
 کے شوہر تھے خبیث بن ربیعہ واغوثاہ واغوثاہ جلاتا ہوا بعدہ محمد بن اشعث آیا اور
 مختار پر حملہ کرنے کی تحریک کی مصعب نے حلب بن ابی صفہ کو جو عبداللہ بن زبیرؑ
 طرف سے فارس کا گورنر تھا بلا بھیجا وہ ایک عظیم الشان لشکر اور منور سے زیادہ مالی
 و اسباب لیکر بصرہ میں داخل ہوا مختار کو مصعب کی چڑھائی کی خبر لگی تو اس نے اپنے
 ہمراہیوں کو لڑائی کی ترغیب دیکر ایک چھوٹا سا لشکر حمز بن شمیٹ کے ساتھ روانہ کیا
 مقام مذار میں فریقین نے صف آرائی کی حلب نے ایسے سخت سخت حملے کیے کہ مختار
 کی سپاہ و سواروں کو شکست فاش ہوئی مصعب نے عباد کو حکم دیدیا کہ جس قدر لوگ
 قید کئے جائیں قتل کر ڈالے جائیں محمد بن اشعث نے سواران اہل کوفہ کو لیکر منہزم
 گردہ کا تعاقب کیا جس کو پایا قتل کر ڈالا مصعب نے فتحیابی کے بعد کوفہ کا رخ کیا حسب
 مختار کو اسکی اطلاع ہوئی کہ ابن شمیم کو سخت ہزیمت ہوئی اور اس کے تقریباً کل ہمراہی
 . مرکزہ جنگ میں کام آگئے اور یہ کہ مصعب برابر بڑھتے چلے آتے ہیں تو وہ بقصد مقابلہ
 کوفہ سے نکلا مختار نے حروراء میں قیام کر دیا اس عرصے میں حلب بھی آپہنچے اور
 لڑائی شروع ہوئی تمام رات لڑائی ہوتی رہی چاروں طرف ایک شور قیامت برپا تھا
 صبح ہونے سے تھوڑا پہلے مختار کے ہمراہی آنکھیں بچا بچا کر علیحدہ ہونے لگے مختار یہ
 رنگ دیکھ کر قسرات میں جا چھپا مصعب نے قسرات کا محاصرہ کر کے رسد و غلہ بند کر دیا
 اور یہاں تک انتظام کیا کہ مختار اور اس کے ہمراہیوں کا شدت تشنگی سے حال ابتر ہو چلا
 پانی میں شہد ملا کر پینے لگے جب اس سے بھی سیری نہ ہوئی تو مختار نے اپنے ہمراہیوں سے
 اسن حاصل کرنے کو کہا کسی نے کچھ خیال نہ کیا تب مختار نے بالوں میں تیل ڈالا عطر
 لگایا اور تقریباً بین آدمیوں کو جن میں سائب بن سلک شعری بھی تھا لیکر قسرات
 سے نکل کھڑا ہوا سائب ملاست کرنے لگا مختار نے کہا آفت ہو تجھ پر اسے احمق میں نے
 دیکھا کہ ابن زبیر نے حجاز پر قبضہ کر لیا اور نجدہ نے یمامہ پر اور ابن مروان نے شام پر
 اور میں بھی انھیں لوگوں کی طرح تھا لیکن میں جبکہ عرب اس سے غافل ہو گیا تھا

اہل بیت کے خون کا بدلہ لینے کا طالب ہو گیا اگر تیری نیت نہ تو اپنے بازو پر لڑنا سب
 یہ ٹکڑے کاوش ہو گیا اور مختار آگے بڑھا لڑائی ہونے لگی بالآخر طرف و طرف پسران
 عبداللہ بن ابی جہش کے ہاتھ اسکی زندگی کا غلطہ ہو گیا۔ مختار کے مارے جانے
 کے بعد اہل قصر نے مصعب کے پاس پیام بھیجا اور مصعب کے کہنے سے دروازہ کھول دیا
 مطلب نے ان کے قتل کرنے سے منع کیا مگر غم فاسے کو فہ نے اس سے اختلاف کیا پس
 مصعب نے باتفاق رہا سے بن لوگوں کے سب کو قتل کرا دیا بعد اس کے مصعب کے حکم
 سے مختار بن ابی عبیدہ ثقفی کی ہتیلیاں کاٹ کر دروازہ مسجد پر لٹکا دی گئیں جن کو
 حجاج نے اپنے زمانہ حکومت میں اُتر دیا۔

جلد دوم عقد الفریذ مطبوعہ مصر کے صفحہ ۳۱۹ میں مرقوم ہے کہ مختار جس وقت قاتلین
 حسین اور شرفا کو نیست و نابود کر چکا تو اس نے اور صلحا سے امت کے استیصال کی فکر کی
 لوگوں پر اسکا قصد اور خبت نفس ظاہر ہو گیا اس نے نبوت کا بھی دعویٰ کیا تھا کہتا تھا
 کہ میرے پاس جبریل مین وحی لیکر آتے ہیں اور طبقات دول اسلام مین وہی کہتے ہیں
 کہ مختار کہتا تھا مجھے علم غیب ہے اور اللہ پاک کے لیے دو ہاتھ ثابت کرتا تھا اور نزل الابرار
 مین لکھا ہے کہ مختار کہتا تھا اللہ تعالیٰ نے مجھ مین حلول کیا ہے۔

ترمذی نے عبد اللہ بن عمر سے جو روایت کی ہے کہ آنحضرت نے فرمایا ہی فی ثقیف
 کذاب و مہیر یعنی قوم بنی ثقیف مین ایک جھوٹا اور ایک مفسد وہلا کو ہوگا اسی طرح
 ابو نوفل معاویہ بن مسلم تابعی سے مسلم نے جو روایت کی ہے کہ جب حجاج نے عبد اللہ
 بن عمر کو سولی دی تو اسماؤن کی والدہ نے کہا کہ آنحضرت نے ہم سے بیان کیا تھا
 ان فی سقیف کذابا و مہیدا سو علما کذاب کو اسی مختار پر اور مہیر کو حجاج بن یوسف پر
 حمل کرتے ہیں۔ مختار اگرچہ صاحب علم و فضل تھا مگر صحابی نہ تھا ہاں اسکا باپ علیل القدر
 صحابیوں مین سے تھا اور اول اول مختار اہل بیت سے نہایت دشمنی رکھتا تھا
 مہاشک کہ ان کی عداوت مین مشہور تھا اور بعد از شہادت امام حسینؑ انظار محبت کیا
 اور یہ سب واسطے طلب دنیا اور طلب امارت کے تھا چنانچہ ملل و نخل مین شہرستانی

کتاب ہے کہ مختار پہلے خارجی تھا پھر زہیری بنا پھر شیعی اور کیسانہ ہو گیا قصہ مختصر مختار اور اس کے متبعین جناب امیر کے بعد بلا فاصلہ محمد بن حنفیہ کو امام اور محمد بن جانتے تھے اور بعض نے لکھا ہے کہ مختاریہ امام حسن اور امام حسین کی امامت کے بھی مقرر تھے اور کہتے تھے کہ امام حسین کے بعد کار امامت محمد بن حنفیہ سے متعلق ہو گیا ہے مختاریہ وہی لوگ تھے جنہیں کیسانہ کہتے تھے مختار نے ان کا نام مختاریہ مقرر کر دیا تھا جبکہ مختار مارا گیا اور لوگ اس کے افعال و اقوال پر نکتہ چینی کرنے لگے تو مختاریہ نے دوبارہ اپنے کو کیسانہ مشہور کر دیا۔

جب محمد بن حنفیہ نے انتقال کیا تو کیسانہ امامت میں مختلف ہو گئے بعض نے کہا ابو ہاشم عبد اللہ بن محمد بن حنفیہ کی طرف امامت منتقل ہو گئی۔ تاریخ فرشتہ میں جہانکشا سے نقل کیا کہ کیسانہ کی رائے و عقیدہ یہ ہے کہ اسمعیل بن جعفر صادق اپنے باپ کے بعد زندہ تھا اور وہ اپنے باپ کے بعد امام تھے نہ موسی کاظم اور اسمعیل کے بعد ان کے بیٹے محمد کو امامت پہنچی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آخر میں کچھ کیسانہ اسماعیلیہ بھی ہو گئے تھے۔

تیسرے گروہ یہ ابو کریم ضربہ کے اصحاب ہیں یہ لوگ حضرت علی مرتضیٰ کے بعد محمد بن حنفیہ کو امام جانتے ہیں اس لیے کہ انھوں نے نشان لشکر بصرہ میں ان کو دیا تھا اس امر کو محمد بن حنفیہ کی امامت پر نص مانتے ہیں اور ان کا زعم یہ ہو کہ محمد بن حنفیہ زندہ ہیں مرے نہیں مرنے کے پاس کوہ رضوی کے ایک درے میں اپنے چالیس اصحاب کے ساتھ مخفی ہیں اور ان کے پاس دو چٹھے قدرت سے شہد و پانی کے جاری ہو گئے ہیں نام منظر و ہدی ہو عود وہی ہیں وہ ظہور کریں گے تو سارا عالم عدل سے بھر جائے گا کثیر شاعر کہ ان کا ایک خبیثہ ہے کتاب ہے۔

الا ان الاثمة من قریش	ولا الا مواربعة سوا
یعنی خبردار ہو کہ امام قریش ہیں سے جا ہیے	اور حاکم دین اسلام کے چار ہیں پورے پورے
فسبط سبط ايمان و بر	وسبط عیثہ کربلا
پس انہیں سبط ایک حضرت حسن ہیں ان کی دینی کی فرد زمین	اور دوسرے حضرت حسین ہیں جبکہ کربلا نے غائب کیا ہے

و سبط لا یذوق الموت حتی اوتیرہ من حنفیہ بن جعفر مرگے ہا تک کہ	یقود الخیل یقدمہ اللواء سوار ہونگے لشکر کے اٹکے آگے آگے جھنڈا ہوگا
یغیب غلا یرے فیہم من مانا غائب ہوا چیکے پس نہیں کیے جائیگے لوگوں میں کین مانہ تک	برضوی عندہ غسل و ماء کوہ رضوی میں اٹکے پاس شہد در پانی کے چٹے ہونگے

جس کہتے ہیں کہ یہ شہر اسماعیل بن محمد حمیری کے ہیں جسکا لقب سید ہے کہ وہ پہلے کیسانی
تھا پھر اس عقیدے کو ترک کر کے دین جعفر میں آگیا اور ایک قصیدہ اپنی توبہ اور
انابت کے باب میں لکھا جسکا ایک شعر یہ ہے ۵

تَجَعَّفْتُ بِاسْمِ اللَّهِ وَاللَّهُ أَكْبَرُ وَأَيُّقُنْتُ أَنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ وَيَعْفِرُ

اور یہ لوگ اکثر جمعہ کی راتوں کو اس پہاڑ میں جمع ہو کر عبادت کیا کرتے تھے۔
شیعون میں سے پہلے جو شخص صاحب الزمان کے مخفی ہونے کا قائل ہوا ہے وہ یہی
بوکرہ ہے کہ کہتا تھا امام دشمنوں کے خوف سے چھپ گئے ہیں پھر ایک مدت
کے بعد ظاہر ہونگے اور زمین کو عدل سے بھر دیں گے اور یہ بات پھر شیعون میں خوب
راج ہو گئی اور جو امام جن شیعون کی مرضی کے موافق تھا وہ اسی کو صاحب الزمان
جا نکر دشمنوں کے خوف سے اُسکے غائب ہو جانے کے قائل ہو گئے۔

چوتھے اسماعیلیہ یہ لوگ اسحاق بن عمر کی طرف منسوب ہیں یہ محمد بن حنفیہ کی موت
کے قائل ہیں اور انکا عقیدہ یہ تھا کہ امامت نے محمد بن حنفیہ کی وفات کے بعد
اُن کے بیٹے ابو ہاشم عبد اللہ کی طرف انتقال کیا ابو ہاشم کے بعد انکی اولاد میں امامت
کو منتقل جانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہر ایک باپ اپنے بیٹے کے لئے وصیت کرتا گیا تھا
مستفاد از تحفۃ اشنا عشری۔

پانچویں ہاشمیہ شہرستانی نے ملل و خل میں کہا ہے کہ جو لوگ محمد بن حنفیہ کے
بعد امامت کو اُن کے بیٹے ابو ہاشم میں مانتے ہیں اُنکا نام ہاشمیہ ہے انکا اعتقاد یہ ہے
کہ ابو ہاشم عبد اللہ کو محمد بن حنفیہ سے اسرار علوم پہونچے تھے اور اُنکو نفسوں پر آفاق
کے مطابق کرنے کے طریقے اور تنزیل کی تاویل اور ظاہر کو باطن سے لمانے کے

حالات معلوم ہوئے تھے ان کے نزدیک ہر ظاہر کے لئے باطن ہے اور ہر شخص کے لئے روح ہے اور ہر منزل کے لئے تادیل ہے اور جو مثال اس عالم میں موجود ہے اسکے لئے اس عالم میں حقیقت موجود ہے اور جس قدر حکمتیں اور اسرار آفاق میں منتشر ہیں وہ سب ایک شخص انسانی میں موجود ہیں اور وہ وہ علم ہے جو علی علیہ السلام نے اپنے بیٹے محمد بن حنفیہ کو بتلایا تھا اور انھوں نے وہ اسرار اپنے بیٹے ابو ہاشم کو سکھائے اور اس شخص میں یہ تمام مجتمع ہو وہ امام برحق ہے اور بعد انتقال ابو ہاشم کے ہاشمیہ میں اختلاف پیدا ہو کر پانچ فرقے ہو گئے ایک فرقہ کہتا ہے کہ ابو ہاشم جب ملک شام میں سلیمان بن عبد الملک کے پاس گئے اور اُس نے اُنکو دودھ میں نہرو لایا اور یہ قریب المرگ ہو گئے تو حمیمہ (بضم حاء حلی) کو کہہ کر ارض شراط (بہشبن معجمہ) ضلع بلقا ملک شام میں ایک مقام کا نام ہے محمد بن علی بن عبد اللہ بن عباس کے پاس چلے گئے امامت کے لیے اُن کے حق میں وصیت کی تھی اور اس گھرانے میں امامت ابو العباس سفاح تک جاری رہی یہ لوگ کہتے ہیں کہ خاندان عباس خلافت کے لئے اور سب سے زیادہ مستحق ہے کیونکہ نسب میں رسول علیہ السلام کے ساتھ اتصال رکھتے ہیں اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی عباسی رضی اللہ عنہ وراثت کے لئے اولے تھے **دو** فرقے نے کہا کہ ابو ہاشم کے بعد امامت اُنکے بھتیجے حسن بن علی بن محمد بن حنفیہ کو پہونچی تیسرے فرقے نے کہا کہ ابو ہاشم نے اپنے بھائی علی بن محمد بن حنفیہ کے لیے وصیت کی تھی انکی رائے یہ ہے کہ امامت محمد بن حنفیہ کے گھرانے سے غیر لوگوں کی طرف نہیں آئی چوتھے فرقے نے یہ کہا کہ ابو ہاشم نے عبد اللہ بن حرب کندی کے لیے امامت کی وصیت کی تھی اور امامت بنی ہاشم سے نکل کر عبد اللہ کو پہونچی پانچویں وہ لوگ ہیں جنھوں نے عبد اللہ بن حرب کندی میں بددیانتی اور کذب و جاشت پاکر اُس سے قطع تعلق کیا اور کہنے لگے کہ عبد اللہ بن معاویہ بن عبد اللہ بن جعفر بن ابی طالب امام ہیں۔

۱۹۵ اصحاب عبد اللہ بن معاویہ اور اصحاب محمد بن علی کے درمیان معاملہ امامت میں

بڑا اختلاف ہے ہر ایک دعویٰ کرتا ہے کہ ابو ہاشم نے ہمارے مقتدا کے حق میں وصیت کی تھی آپ ہم دونوں عبد اللہ اور محمد بن علی کے فرقوں کے حالات علیحدہ علیحدہ بیان کرتے ہیں۔

مجھے حرمیہ جوکنند یہ کہ لقب سے بھی لقب ہیں یہ لوگ عبد اللہ بن حرب کنندی کے پیرو ہیں جو ہاشمیہ میں سے ایک سرگروہ تھا اور ابو ہاشم بن محمد بن حنفیہ کے بعد عبد اللہ بن حرب کو امام جانتے ہیں کہتے ہیں کہ اُسکی امامت کے لیے ابو ہاشم نے وصیت کر دی تھی اور ابو ہاشم کی روح نے عبد اللہ میں حلول کیا ہے یہ عبد اللہ صاحب علم و دیانت نہ تھا اس کا یہ مذہب ہے کہ روہین ایک شخص سے دوسرے شخص میں تنازعہ کرتی ہیں اور روح کو ثواب و عذاب اسی تنازعہ اور تبدیل ابدان کے ذریعہ سے ہوتا ہے اور دعویٰ کرتا تھا کہ سنت عیسیٰ کی روح نے محمد میں حلول کیا ہے اور الوہیت اور نبوت کا مدعی تھا اور کہتا تھا مجھے علم غیب ہے اُس کے شیعہ اُس کی عبادت کرتے تھے اور قیامت کا انکار کرتے تھے کہتے تھے کہ تنازعہ دنیا میں ہوتا ہے اور ثواب و عذاب انہیں اشتیاق میں ہوتا رہتا ہے اور قرآن میں جو آیا ہے لَیْسَ عَلَی الذِّنِّ اَنْتُمْ اَوْ عَمِلُوْا الصَّالِحَاتِ جُنَاحٌ فِیْمَا ظَعِمُوْا اِذَا مَا تَقَوُّوْا وَعَمِلُوْا الصَّالِحَاتِ ثُمَّ تَقَوُّوْا اَمْوًا ثُمَّ تَقَوُّوْا وَاحْسَبُوْا وَاللّٰهُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ یعنی جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کئے انہر گناہ نہیں جو پہلے کھا چکے جب آگے ڈرے اور ایمان لائے اور نیک کام کئے پھر ڈرے اور ایمان لائے پھر ڈرے اور نیکی کی اور اللہ دوست رکھتا ہے نیکی کرنے والوں کو اس آیت میں عبد اللہ یون تاویل کرتا تھا کہ جو شخص امام تک پہنچ گیا اور اُسے پہچان لیا اُس سے تمام شرعی احکام اور حرج ساقط ہو جاتے ہیں جو کچھ چاہے کھائے اُسپر کوئی گناہ نہیں وہ کامل ہو اور قصد اعلیٰ کو پہنچ گیا ہے

بن عبد اللہ بن جعفر طیار بن ابی طالب کے بیٹے امامت کی وصیت کر دی تھی
 پہلے بعد ابو ہاشم کے عبد اللہ امام بن ان عبد اللہ کی بیعت خلافت کو نے مین
 کی گئی تھی لیکن عبد اللہ بن عمر بن عبد العزیز کے غالب ہو جانے سے مدائن
 چلے گئے اور ان کے پیچھے پیچھے اکثر اہل کوفہ وغیرہ شیعان علی بھی چلے آئے تھے
 پس انھوں نے جہاں کا رخ کیا اور اُس پر قبضہ حاصل کر کے حلوان تو مصلحان
 اور رے پر بھی قابض اور تصرف ہو گئے اور اصفہان میں قیام کر دیا۔ جب یزید بن
 عمر بن ہبیرہ والی عراق ہو کے آیا تو اُس نے عبد اللہ بن معاویہ کو ہزیمت دی عبد اللہ
 بن معاویہ نے خراسان میں جا کے دم لیا۔ منجملہ اُن لوگوں کے جو عبد اللہ بن
 معاویہ کے ہمراہیوں میں سے گرفتار کئے گئے تھے عبد اللہ بن علی بن عبد اللہ بن
 عباس بھی تھے حرث بن قطن ہلالی کی سفارش سے وہ رہا ہو گئے رہائی کے
 بعد انھوں نے عبد اللہ بن معاویہ کے معائب بیان کیے اور اُن کے ہمراہیوں کو
 خلاف وضع فطرت افعال کرنے سے مہتمم کیا آخر کار عبد اللہ بن معاویہ نے بامید
 ادا ابو سلم خراسان کا راستہ اختیار کیا جسکے حکم سے ابو نصر مالک بن ہشیم خزاعی
 والی ہرات نے اُن کو مار ڈالا جیسا کہ تم اوپر پڑھا ہے ہو باوجودیکہ ابو مسلم
 لوگوں کو حمایت آل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت دیتا تھا ابو نصر
 مالک نے عبد اللہ بن معاویہ سے نسب دریافت کیا تھا تو انھوں نے بتایا مالک نے
 کہا عبد اللہ و جعفر کو تو میں جانتا ہوں لیکن معاویہ کو میں نہیں جانتا کہ اُن
 بزرگوں میں سے کسی کا نام رہا ہو عبد اللہ بن معاویہ نے جواب دیا میرے دادا
 عبد اللہ بن جعفر جن دنوں شام میں معاویہ کے پاس تھے میرے باپ پیدا ہوئے
 معاویہ نے ایک لاکھ درم اس تقریب سعید میں بھیج دیے مگر شرط یہ کی کہ مولود کو
 میرے نام سے موسوم کرو مالک بولا چونکہ تم لوگوں نے اسماے خبیثہ کو نہایت ذلیل
 و کم قیمت پر خرید کیا ہے لہذا تمہارا کوئی حق ہم پر نہیں۔

انھوں نے خستائیم کتاب دوم ناسخ التواریخ کی جلد سوم کے صفحہ ۴۰ میں لکھا ہے

کہ جماعت کیسیانہ بن سے ایک فرقہ کو حسانہ کہتے ہیں یہ حسان سراج کے مہاجرین ان کا قول یہ ہے کہ امام چارہین امیر المؤمنین علی اور امام حسن اور امام حسین امام ہیں اور جو تھے محمد بن حنفیہ ہیں۔

نورین عباسیہ یہ لوگ کہتے ہیں کہ ابو ہاشم بن محمد حنفیہ کے بعد امامت حضرت علی بن ابی طالب کے گھرانے سے نکل گئی اور اولاد عباس عم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق ہو گئی اس سے پیشتر ہم بیان کر آئے ہیں کہ جبکہ ابو ہاشم عبد اللہ بن محمد بن حنفیہ سلیمان بن عبد الملک کے پاس سے شام سے آتے ہوئے حمیمہ (مضافات بلقار) میں محمد بن عبد اللہ بن عباس کے پاس ٹھہرے اور وہیں جان بحق تسلیم کی تو بوقت وفات خلافت اسلامی حاصل کرنے کی وصیت کر گئے چونکہ اس سے پیشتر ابو ہاشم نے شیعوں کو جو عراق اور خراسان میں تھے اس امر سے مطلع کر دیا تھا کہ عنقریب امامت و خلافت محمد بن علی کی اولاد میں منتقل ہونے والی ہے اس وجہ سے ابو ہاشم کی وفات کے بعد اُنکے ہوا خواہوں نے محمد بن علی کی خدمت میں حاضر ہو کے خفیہ طور سے اُن کی بیعت کر لی اور اُنھوں نے بھی عہد حکومت عمر بن عبد العزیز میں اپنے دعاۃ کو اطراف و جوانب ممالک اسلامیہ کی جانب بھیج دیا ازاںجملہ میسرہ عراق کی جانب محمد بن خنیس - ابو عکرمتہ السراج (یعنی ابو محمد صادق) اور حیان عطاء (ابراہیم بن سلمہ کا مامون) خراسان کی جانب بھیجے گئے چنانچہ یہ لوگ خراسان پہنچ کے درپردہ لوگوں کو خلافت عباسیہ کی ترغیب دینے لگے اس خراسان نے عام طور سے بطیب خاطر ان کی دعوت قبول کر لی بعد چند دنوں کے محمد بن خنیس وغیرہ ان لوگوں کے خطوط لیکر میسرہ کے پاس آئے جنھوں نے ان کی دعوت قبول کی تھی اور میسرہ نے ان خطوط کو محمد بن علی بن عبد اللہ بن عباس کے پاس بھیج دیا اس کے بعد ابو محمد صادق نے محمد بن علی بن عبد اللہ بن عباس کے لیے بارہ نقیب منتخب کئے دعاۃ بنی عباس نقباً کہلاتے ہیں جنکے یہ اسماء تھے سلیمان بن کثیر خزاعی - لاہز بن قریظ تمیمی - قطبہ بن سخبیب طائی -

موسیٰ بن کعب تمیمی۔ خالد بن ابراہیم۔ قاسم بن مجاشع تمیمی۔ ابوالنجم عمران بن جاعل۔
 (ابو مصیط کا آزاد غلام) مالک بن بشیم خزاعی۔ طلحہ بن زریق خزاعی۔ ابو حمزہ بن عمر
 بن اعین (خزاعہ کا آزاد غلام) ابو علی شبل بن طمان ہروی (بنو حنیفہ کا آزاد
 غلام) یسعی بن اعین۔ اور ان کے بعد شتر آدمیوں کو دعوت دینے کے لئے انتخاب کیا۔
 محمد بن علی نے ایک ہدایت آمود خط ان لوگوں کو لکھ کے مرحمت کیا تاکہ اسکے مطابق
 لوگوں کو دعوت دیں اور غل و در آند کریں ایک مدت تک یہی معمول رہا بعد ازاں
 مسئلہ ہجری زمانہ گورنری سعید خذینہ و عہد خلافت یزید بن عبد الملک میں میسرہ
 نے اپنے ایلچیوں کو عراق سے خراسان کی طرف روانہ کیا اتفاق سے یہ راز طشفانہ نام
 ہو گیا سعید خذینہ نے میسرہ کے ایلچیوں کو گرفتار کر لیا عند الاستفسار ایلچیوں نے اپنے
 کو سوداگر ظاہر کیا ربیعہ اور یمن کے چند لوگوں نے انکی فعل ضامنی کر لی رہا کر دئے گئے
 مسئلہ میں محمد بن علی کا بیٹا عبد اللہ سفاح پیدا ہوا اسی زمانے میں ابو محمد صادق
 دعاۃ خراسان کے ایک گروہ کو لئے ہوئے محمد بن علی سے ملنے کو آگیا محمد بن علی نے
 عبد اللہ سفاح کو باہر نکال کے ابو محمد صادق وغیرہ کو دکھلا کے کہا کہ اسکے ہاتھ پائوں
 چومون یہی تمھارا سردار ہو گا اسی کے ہاتھ سے یہ کام انجام پذیر ہو گا اس وقت عبد اللہ
 سفاح کی عمر پندرہ دن کی تھی۔ پھر اس دعوت میں بکیر بن مایان بھی سندھ سے
 آ کے شریک ہو گیا یہ جنید کے ساتھ سندھ میں تھا جب جنید معزول کیا گیا تو بکیر
 کو فہ بن جلا آیا ابو عکرمہ ابو محمد صادق محمد بن خنیس و عمار عبادی (ولید ازرق کے
 مامون) سے ملاقات ہوئی ان لوگوں نے بنو ہاشم کی خلافت کی دعوت کا تذکرہ کیا
 بکیر نے بطیب خاطر منظور کر لیا یہ واقعہ اوخر مسئلہ کا بعد کے زمانہ گورنری اسد قسری و عہد خلافت
 ہشام میں بکیر نے ابو عکرمہ ابو محمد صادق محمد بن خنیس عمار عبادی اور زیاد کو مع چند
 دیگر شیعوں کے خراسان کی طرف خلافت عباسیہ قائم کرنے کی ترغیب دینے کو
 روانہ کیا کسی نے اسد قسری تک یہ خبر پہونچا دی اسد نے جن جن کو ان میں سے پایا
 ان کے ہاتھ کٹوا لئے صلیب دیدی عمار بھاگ کے بکیر کے پاس چلا آیا بعض کا بیان ہے

کہ پہلا جو شخص محمد بن علی کی جانب سے وارڈ خراسان ہوا وہ ابو محمد زیاد رہمدان کا آزاد غلام تھا اسکو سلسلہ زائد گورنری اسد و عہد خلافت ہشام بن محمد بن علی سفروانہ کیا تھا اور یہ ہدایت کی تھی کہ یمن میں قیام کرنا مضر ہے بہ نر می و ملاطفت پیش آنا اور غالب نیشاپوری سے جو کہ بنو فاطمہ کا ہوا خواہ ہے احتراز کرنا پس زیاد نے سردی کا موسم مرو میں بسر کیا شیعان علی اسکے پاس آتے جاتے رہے اتفاق سے اسکو اسکی اطلاع ہو گئی فوراً زیاد کو گرفتار کر کے مع اور دس آدمیوں کے جو کہ کوفہ کے رہنے والے تھے قتل کر ڈالا۔ اسکے بعد خراسان میں کوفہ کا ایک شخص کثیر نامی آیا اور ابو نجم کے مکان پر مقیم ہوا دو یا تین برس تک دعوت دیتا رہا اسد بن عبداللہ سے سلسلہ اپنے دوبارہ گورنری کے زمانے میں سلیمان بن کثیر۔ مالک بن ہیشم۔ موسیٰ بن کعب اور لائز بن قریط کو گرفتار کر کے تین تین سو کوڑے پٹوا کے قید کر دیا سلسلہ کے شروع ہوتے ہی بکیر نے عمار بن زید کو ہوا خواہان بنو عباس کا سردار بنا کے خراسان کی جانب روانہ کیا مرو میں پہنچ کے اسنے اپنے کو خراش کے نام سے موسوم کیا جب لوگ اسکے مطیع ہو چلے تو خرمیہ کی تعلیم دینے لگا۔ عورتوں کو مباح کر دیا صوم و صلوٰۃ اور حج کی تاویل کر کے کہنے لگا کہ صوم کے معنی یہ ہیں کہ ذکر امام کا روزہ رکھو اور اسکا نام کبھی بھولکر بھی زبان پر نہ لاؤ اور صلوٰۃ کے معنی یہ ہیں کہ اُسکے لیے دعا کرو حج یہ ہے کہ اُسکی طرف قصد کو خراش ایک نصرانی کوفہ میں تھا مالک بن ہیشم اور حریش بن سلیم نے اس کی باتوں پر عمل کیا۔ اسد کو اسکی اطلاع ہوئی تو اسنے عمار بن زید یعنی مصنوعی خراش کو گرفتار کر کے صلیب دیدی محمد بن علی تک یہ خبر پہنچی تو انھوں نے اہل خراسان سے خط و کتابت بند کر دی اس لیے کہ ان لوگوں نے خراش کی تقلید کر لی تھی سلسلہ میں اہل خراسان کی طرف سے سلیمان بن کثیر حالات عرض کرنے اور عفو تقصیر کرانے کی غرض سے محمد بن علی کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نے ایک خط اہل خراسان کے نام لکھا کہ اس کے حوالے کیا جس میں سوا بسم اللہ الرحمن الرحیم کے اور کچھ نہ تھا اہل خراسان یہ دیکھ کے بہت رنجیدہ ہوئے

اور انھوں نے یہ سمجھ لیا کہ خراسان کے کروڑوں کی بدولت امام وقت ہم سے ناراض ہو گئے ہیں سلیمان کی واپسی کے بعد محمد بن علی نے بکیر بن مابان کو ایک خط دیکر روانہ کیا جس میں خراسان کی مذمت اور بڑائی ان تھیں اہل خراسان نے باور کیا بلکہ مجبور ہو کے محمد بن علی کے پاس چلا آیا تب انھوں نے چند عصا مرحمت فرما کے دوبارہ بھیجا بعض پر لوہا بعض پر تانبا لگا ہوا تھا بکیر نے سبھوں کو مجتمع کر کے ہر ایک کو ایک عصا دیا ہوا خواہان دولت عباسیہ کو اس سے یقین ہو گیا اپنے کیے پر پشیمان ہوئے توبہ کی سلسلہ کا جو ن ہی دور شروع ہوا محمد بن علی داعی اجل کو لبیک کہہ کے راہی ملک چاودانی ہوئے مرنے وقت اپنے لڑکے ابراہیم کو اپنا جانشین بنا گئے اور دعا کو ان کی تقلید کی وصیت کر گئے اسی وجہ سے ہوا خواہان دولت عباسیہ ان کو امام کہا کرتے تھے بکیر بن مابان محمد بن علی کی خبر موت اور امام ابراہیم کی ہدایتیں و دعا کے خراسان کی طرف روانہ ہوا مروین پہونچ کے قیلم کر دیا شیعان علی و نقبار مجتمع کر کے امام ابراہیم کی ہدایتیں سنائیں سبھوں نے بسر و چشم قبول و منظور کیا اور جو کچھ ان لوگوں کے پاس زر نقد جمع ہو گیا تھا سب کا سب بکیر کے حوالے کر دیا جس کو بکیر نے ابراہیم کی خدمت میں لاکے پیش کر دیا ان واقعات کے بعد اسی سلسلہ میں ابراہیم امام نے اپنی طرف سے ان لوگوں کے پاس جو خراسان میں دعوت دیتے تھے ابو مسلم کو سند ولایت عنایت کر کے روانہ کیا تاکہ لوگوں میں ان کے احکام قائم رکھے اور ان کی ہدایات کو جاری کرے۔

خلفائے عباسیہ کی سلطنت کا بانی ہی ابو مسلم ہے اسی کی بدولت عباسی خلافت کی سلسلہ جنابی جو ایک مدت سے ہو رہی تھی مراد ان حار کے عہد میں قوت پکڑ گئی اور اس شخص نے تمام ملک میں سازشوں کا جال پھیلا دیا اور مروانی حکومت کی جڑ ہلا دی امام ابراہیم نے ابو مسلم کے پاس دورایت بھیجے جن میں سے ایک کا نام الظل تھا اور دوسرے کا نام السحاب تھا لڑائی میں یہ اپنے ہم خیالوں کو سپاہ پکڑے پہناتے تھے اور علموں کے پھوڑے سپاہ رکھتے تھے پھر نبی عباس نے

اپنے علم کے پھر برے کارنگ سیاہ رکھا اسی وجہ سے انکو مسودہ کہنے لگے تھے اس
لفظ میں ایسے مضموم اور سین حملہ مفتوح اور واو مشد و کسور اور وال مفتوح ہے انتہا یہ تھی
کہ ان علموں کو اپنے ممبروں پر بھی نصب کرتے تھے اور عباسیوں سے سیاہ لباس پہننا
اختیار کیا اور یہ رسم ابو جعفر منصور عباسیوں کے دوسرے خلیفہ کے وقت سے جاری ہوا تھا
ایک بار ابو مسلم اور سلیمان بن کثیر خزاعی کو قریہ سفید خج میں عید الفطر کا دن آگیا
سلیمان نے نماز پڑھائی لشکر گاہ میں ممبر تھا اسپر جڑم کے خطبہ دیا خطبے کے پہلے
نماز بلا اذان و اقامت پڑھی اور پہلی رکعت میں چار تکبیریں کہیں دوسری میں پانچ
برعکس اس کے کہ نبی امیہ کرتے تھے کہ اُنکا دستور تھا کہ خطبہ نماز کے قبل پڑھتے اور نماز
کو اذان و اقامت کے ساتھ ادا کرتے تھے پہلی رکعت میں چار تکبیریں کہتے تھے اور
دوسری میں تین اور یہ کل وہ امور تھے کہ امام ابراہیم اور اُن کے باپ نے اسکی
ہدایت کی تھی۔ ایک بار امام ابراہیم کا ایک خط جو ابو مسلم کے خطا کے جواب میں تھا
مروان کے اہلکاروں کے ہاتھ پڑ گیا لکھا تھا موقع اور قابو لہانے سے اکثر نے نصرہ
کرمانی کا خاتمہ نکر دیا تو سخت نالائقی کی بات ہے اور دیکھو خیردار خراسان پر تصرف
ہونے کے بعد خراسان میں کسی عربی زبان بولنے والے کو باقی نہ رکھنا مروان اس خط کو
پڑھ کر سخت برہم ہوا اور اپنے عامل کو جو بلقار میں تھا لکھ بھیجا کہ حمیمہ جا کے ابراہیم بن
محمد کو بازنخیر میرے پاس بھیج دو چنانچہ عامل بلقار نے ایسا ہی کیا اور مروان نے
ابراہیم کو حراں میں قید کر دیا چنانچہ اُنکا وہیں انتقال بھی ہوا امام ابراہیم نے
خود ہی اپنی موت کی خبر اپنے اہل بیت کو دی تھی اور ان لوگوں کو کہہ دیا
چلے جانے کی ہدایت اور اپنے بھائی ابو العباس سفاح کے لیے جسکا نام عبداللہ
ہے امامت کی وصیت کی تھی پس ابو العباس مع اہل بیت اور بھائیوں اور
برادر زادوں اور چچوں وغیرہ کے ماہ صفر میں کوفہ کو چلا گیا ابو سلمہ خلل وزیر
آل محمد اور شیعان علی کوفہ کے باہر حرام عین تک استقبال کو آئے ابو سلمہ نے
ان لوگوں کو ولید بن سعد بنو ہاشم کے آزاد غلام کے مکان پر ٹھہرایا اور کل سپاہی لاکھ

و طبعان علی سے اس راز کو چالیس راتوں تک مخفی رکھا ابوسلمہ نے جیسا کہ خیال
 کیا جاتا ہے اس امر کی کوشش کی تھی کہ زمام خلافت آل ابی طالب کے سپرد
 کی جائے لیکن شیعوں میں سے ابوجہم نے مخالفت کر کے سمجھایا کہ ابھی اسکا وقت
 نہیں ہے عجلت نہ کرو ۱۲ ربیع الاول مسئلہ کو جمعہ کے دن شکریان و ہواخوانان
 دولت عباسیہ مسلح ہو کے خالی سواریان لیے ہوئے ابوالعباس کی خدمت میں
 حاضر ہوئے اور ان کو مع اہل بیت کے سوار کر کے دارالامارت میں لے گئے
 پھر ابوالعباس دارالامارت سے نکل کے مسجد میں آیا اور خطبہ دیا نماز باجماعت
 پڑھی حاضرین نے یہ طیب خاطر بیعت کی بیعت لینے کے بعد دوبارہ ممبر کے اوپر کے
 زینے پر چڑھ گیا اور خطبہ دیا جس میں اپنے کو مستحق خلافت اور وارث ہونا بیان کیا تھا اور
 لوگوں کے وظائف بڑھاوئے ابوالعباس جب واعضا شکیں میں مبتلا تھا تکلیف سے
 بیٹھ گیا اسکا چچا داؤد اٹھا اور ممبر کے اوپر کے زینہ پر چڑھ کے بنو امیہ کی مذمت بیان
 کرتے ہوئے لوگوں کو کتاب اللہ و سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کی ہدایت کی اور
 یہ بھی بیان کیا کہ کوفہ انکا دارالامارت ہے جہاں سے وہ لوگ کبھی علیحدہ نہ ہونگے اور
 یہ کہ اس ممبر پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی خلیفہ سوائے امیر المؤمنین
 علی بن ابی طالب اور امیر المؤمنین عید اللہ بن محمد کے نہیں چڑھا اس فقرے کے
 کہتے وقت سفاح کی طرف اشارہ کیا تھا اور یہ خلافت و حکومت ہمارے ہی خاندان
 میں رہیگی یہاں تک کہ ہم اسکو عیسیٰ بن مریم کے سپرد کر دینگے حالانکہ جب سفاح نے
 بنی امیہ سے لڑائی شروع کی تھی اور انکا ملک لینے کا ارادہ کیا تھا تو اس وقت
 اُسکے ظاہر حال سے یہی معلوم ہوتا تھا کہ اہل بیت پر جو جو ظلم بنی امیہ نے کئے ہیں
 انکا بدلہ لینا چاہتا ہے اور پھر سلطنت علویین کو دلوانے کا قصد رکھتا ہے رات کے
 وقت ابوالعباس دارالامارت سے نکل کے ابوسلمہ کے لشکر میں گیا اور اُسکے ساتھ اُسکے
 نیسے میں متعین ہوا مگر دونوں کے درمیان ایک پردہ حائل تھا۔ کوفہ میں بیعت عامہ
 لینے کے بعد سفاح نے کوفہ اور سرزمین کوفہ کی نیابت اپنے چچا داؤد کو دی اور

امدادی فوجیں بلاد مختلف کی طرف روانہ کیں ۳۳۳ھ میں مروان بن محمد مارا گیا اس
 مروان کو مروان حمار بھی کہا کرتے تھے اس وجہ سے کہ مواقع جنگ پر نہایت ہوشیار
 و تحمل اور دلیری سے کام لیتا تھا اور اسکے مخالفین اسکو جدی کے لقب سے یاد
 کیا کرتے تھے کیونکہ اسنے جد بن درہم سے مذہب کی تعلیم پائی تھی اور وہ خلق قرآن کا
 قائل اور زندہ کی طرف مائل تھا اسکو خالد قسری نے ہشام کے حکم سے قتل کیا تھا
 بنو حسان نے کامیابی حاصل کر کے بنو امیہ کے قتل پر کمر بن باندہ لہین بچے بچے کو
 ڈھونڈ ڈھونڈ کر قتل کرنے لگے ایکبار عبداللہ بن علی معاسنی یا نوٹے نفوس
 بنی امیہ کے نہراہی فطرس کے کنارے ایک دسترخوان پر بیٹھا ہوا کھانا کھا رہا تھا
 اتفاقاً شبیل بن عبداللہ (بنو ہاشم کا آزاد غلام) آگیا بنو امیہ کو اس عزت و احترام سے
 دیکھ کے فی البدیہہ یہ شعر پڑھے جن میں ہاشمیوں کا بدلہ بنو امیہ سے لینے کی ترغیب دی گئی
 تھی ان اشعار کے سننے سے عبداللہ بن علی کی آنکھیں غصے سے سرخ ہو گئیں خادموں
 کو حکم دیا کہ ان جان باختہ بد بختوں کو مار مار کر فرش کر دو خادموں نے ایسا ہی کیا پس
 جب وہ سب کے سب بد حواس ہو کے زمین پر لہنے لہنے لیٹ گئے تو انکے اوپر دسترخوان
 بچھا کے دوبارہ کھانا چٹایا عبداللہ بن علی مع اپنے اور ہمراہیوں کے کھانا کھانے لگا
 اور ان زخمیوں کے کراہنے کی آواز برابر آرہی تھی یہاں تک کہ مر گئے بعض نے کہا ہے
 کہ یہ واقعہ سفاح کے سامنے گزرا ہے اس واقعہ کے بعد بنی امیہ کے ایک ایک گروہ قتل
 کر کے لاشوں کو راستوں میں پھکوا دیا جسکو بدتون کہتے کھاتے رہے بنی امیہ کی
 قبریں کھدوائی گئیں جن میں راکھ کے مضارب چیز کے سوا کچھ نہ نکلا معاویہ بن ابی سفیان
 کی قبر میں ایک موبہوم خط سا نکلا عبدالملک کی قبر سے ایک کھوپڑی برآمد ہوئی اور
 کسی کسی قبر میں بعض بعض اعضا بھی ملے مگر ہشام بن عبدالملک کا لاشہ جیون کا تیون
 نکلا صرف ناک کی اونچائی جاتی رہی تھی نقش پر کوڑے لگوا کے صلیب پر چڑھایا اور
 پھر اسکو جلا کے راکھ کو ہوا میں اڑا دیا۔ اس عام خونریزی سے بنو امیہ کا کوئی شخص
 جان نہ بچا سوا سیر خواہ بچوں اور ان لوگوں کے جو اندلس کی طرف بھاگ گئے تھے۔

ان واقعات کے بعد بنو امیہ کے بعض ہوا خواہوں اور سپہ سالاروں نے سفاح پر خروج کیا اور انھوں نے سفید کپڑے پہنے اور سفید ہی رايات (بھیرے) نصب کیے جو شعار عباسیہ کے خلاف تھا اس لیے ان کو کتب تواریخ عربی میں بیضہ اور کتب فارسی میں سفید جامگان اور کتب اردو میں سفید پوشان کے لقب سے یاد کرتے ہیں۔ غرض کہ ذی الحجہ ۱۲۸ھ میں اپنی حکومت سے چار برس لٹھ چیننے کے بعد ابو العباس سفاح انتقال کر گیا اپنی موت سے پہلے اپنے بھائی ابو جعفر منصور کو واثقی کی خلافت کے لئے وصیت کی تھی فرقہ عباسیہ صرف منصور عباسی ہی تک اس خاندان میں امامت کا قائل ہے مگر جتنے علوی فرقے تھے وہ اس بات کا انکار ہی کرتے رہے کہ خلافت کا حق کسی طرح بنی عباس یا کسی اور کو نہیں پہنچ سکتا ان کا یہ قول تھا کہ ہرگز ابو ہاشم محمد بن حنفیہ تک خلافت نہیں پہنچتی نہ تو وصیت کے ذریعہ سے نہ کسی اور طریقے سے جس زمانے میں کہ سفاح نے اپنے خلیفہ ہونے پر عوام الناس سے بیعت لی اس وقت تک اسلامی لشکر کو یہی خیال تھا کہ پسند عظیم علویوں ہی کا حق ہے اور وہ مرتبہ غلو جو نصیریوں کو ہے اس سے اجتناب کرتے تھے اس سبب سے جان سفاح نے یہ ارادہ کیا کہ اپنی سلطنت کی چوہوں کو مضبوط کروں اور اپنی شوکت شاہانہ کو قوی کروں تاکہ کسی طرح میرے بعد امام ہندی تک یہ حق سلطنت میری اولاد کے سوا کسی اور کو نہ ملے وہاں اُسکے بھائی ابو جعفر منصور نے خلیفہ بنتے ہی یہ ارادہ کر لیا کہ جانتیک ہو سکے علویوں کو تباہ و ذلیل کر دوں ایسا نہو کہ مہری سلطنت میں مزاحمت کریں۔

فرقہ اسماعیلیہ

ان کا اعتقاد ہے کہ امام بعد وفات جعفر صادق کے اُن کے پسر کلان حضرت اسماعیل ہیں جو اسماعیل الاعرج کے محدث ہیں اس واسطے کہ امام جعفر نے اُن کی امامت کے لیے کھدیا تھا کہ ان ہذا الامری فی الکا کبریا لہ یکن بہ عاۃ اور سب اولاد امام جعفر میں وہ نجیب بھی ہیں اس لیے کہ اُن کی مان جگہ نام فاطمہ ہے حسن بن حسن بن علی

قیامت تک نبی رہیگی یہ اسماعیلیہ بھی امام کے بعد موت کے دنیا میں لوٹ آئے کے قائل ہیں۔ انکا قول ہے کہ ایک جزوا آئی نے ائمہ میں حلول کیا ہے حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کے بعد ائمہ بطریق وجوب مستحق امامت ہیں جس طرح آدم علیہ السلام جود ملائکہ کے مستحق تھے یہی عقیدہ فاطمیین کا بلاد مصر میں تھا اور اسماعیلیہ کا دعو یہ بھی ہو کہ اللہ تعالیٰ قادر و مختار نہیں ہے وہ جب کسی چیز کو پسند کرتا ہے تو وہ اُسکے بے اختیار موجود ہو جاتی ہے جیسے سورج کے شعاع بے اختیار نکلنے لگتی ہیں اور نہ اللہ تعالیٰ صاحب ارادہ ہے بلکہ جو کچھ اُس سے صادر ہوتا ہے وہ اُسکی ذات کو لازم ہے جیسے آگ کو گرمی اور آفتاب کو روشنی اور اسماعیلیہ کے نزدیک ائمہ میں عصمت کا ہونا شرط ہے یہی مذہب امامیہ کا ہے۔ اور اسماعیلیہ کے نزدیک امام مقرر کرنا اللہ پر واجب ہو اور اس وجوب کے ثبوت پر عقل دلالت کرتی ہے اور وہ اس غرض سے مقرر ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کی شناخت کرائے اور جو باتیں اللہ کے حق میں جائز و واجب ہیں اور جو اُسکے حق میں محال ہیں سب کی پہچان بتائے اور معرفت الہی کی تعلیم فرمائے کیونکہ ان کے نزدیک بغیر کسی معلم کے اللہ کی معرفت ناممکن ہے۔ اسماعیلیہ کو بابلیہ بھی کہا کرتے ہیں اس وجہ سے کہ بابک نام ایک عجمی آدمی تھا اُس نے جب زمانہ مقصم باللہ بن ہارون الرشید میں مسلمان ہجری میں آؤر بائجان میں خروج کیا تھا اور اہل صفیان و ہمدان نے اُسکی منابست کر لی تھی تو اس فریق کے بھی بہت سے آدمی اُسکے شریک و معاون ہو گئے تھے اور اُسکو بابک خرم دیل کہتے تھے اس لیے کہ اُس نے اس دین کو اختراع کیا تھا تا نسخ اور باحت کا قائل تھا اور اُسکے اصحاب کو خرمیہ بولتے تھے خرم کے معنی فرخ کے ہیں اس کا مذہب یہ تھا کہ آدمی اپنی مان بہن بیٹی کے ساتھ نکاح کرنے کا مجاز ہے اسی لیے اس نے اپنے دین کا نام خرم دین یعنی فرخ رکھا تھا اور چونکہ محرمات کو حلال کر دیا تھا اس لیے اس کے فرقے کو خرمیہ (حائے حلی کے کسرے اور رائے حملہ کے شکون سے)

اور بعض اس فرقے کو قرامطہ بھی کہتے ہیں اس لئے کہ مبارک لقب قرامطہ تھا اور تحقیق اسکی مین ۱ گے چکر بیان کروں گا۔

دوسرا مسمونیہ یہ لوگ عبد اللہ بن میمون قراح اہوازی کے تبع ہیں مراثی جہان نما مین محمد شفیع کا بیان ہے کہ امام فخر الدین رازی نے لکھا ہے کہ عبد اللہ بن میمون قراح اہوازی امام جعفر صادق اور ان کے بیٹے اسماعیل کی خدمت میں رہتا تھا اسماعیل کے انتقال کے بعد ان کے بیٹے محمد کے پاس رہنے لگا محمد کے ساتھ مصر کو بھی گیا محمد نے انتقال کہا تو کوئی بیٹا نہ چھوڑا مگر ان کی کنیز یوحنا تھا ابن میمون نے اُس کنیز کو مار ڈالا ابن میمون کی کنیز بھی حمل سے سختی جب اُس کے بیٹا پیدا ہوا تو میمون کو دیا کہ یہ محمد کا بیٹا ہے اور بعد محمد کے ہی امام رہے صواعق محرکہ میں مذکور ہے کہ ابن میمون فنون شعبہ و سحر و طلسمات خوب جانتا تھا محمد بن اسماعیل کے غلام مبارک کی صحبت میں مدتوں رہا تھا جب مبارک اسکی صلاح سے کوفے میں جا کر داعی مذہب اسماعیلیہ کا ہوا تو ابن میمون کو ہستان عراق میں پھر شہر بصرہ میں گیا اور وہاں کے لوگوں کو بز و طلسمات و سحر و خدشات اپنا حنفہ کر کے مسمونیہ انکا نام رکھا اور اپنے نائب جا بجا روانہ کیے اسکا عقیدہ یہ تھا کہ قرآن و حدیث کے ظاہری مضمون پر عمل کرنا حرام ہے اور حشر کا اور جزا و سزا کا بھی منکر تھا اور اسی نے اول طریقہ باطنی نکالا کتا تھا کہ مخصوص قرآن و حدیث کے باطن پر عمل کرنا فرض ہے نہ ان کے ظواہر پر اسی واسطے اس فرقے کو باطنیہ بھی کہا کرتے ہیں جب اسنے عراق کے کوہستان یون کو معتقد کر لیا تو خلف نامی ایک شخص کو اپنا نائب کر کے خراسان اور قم اور کاشان و رطبرستان کی طرف بھیجا تھا خلف نے وہاں کے لوگوں کو مذہب مسمونیہ کی طرف دعوت کی اور کہا کہ اہل بیت کا یہی مذہب ہے مسلمانوں نے اپنی طرف سے مذہب تراش لئے ہیں تنگناہات اور تشریحات کی غلطی میں پھنس گئے ہیں لہذا ان اور مزدن سے محروم ہو رہے ہیں اُسنے نیشاپور کے بعض دیہات میں سکونت اختیار کر لی جب رؤسا سے اہل سنت کو خلف کی باتوں کی خبر پہونچی تو اُسکے قتل کی فکر کی وہ چھپکے سے کی طرف

چلا گیا اور وہاں کے لوگوں کو اس مذہب میں لانے لگا خلف کے انتقال کے بعد احمد نام اسکا بیٹا باپ کا جانشین ہوا اس نے غیاث نامی ایک شخص کو جو نہایت فصیح و بلیغ اور شاعر اور چالاک تھا اپنا نائب بنایا اور عراق کی طرف بھیجا اس شخص نے پہلے پہل ایک کتاب اصول مذہب باطنیہ میں تصنیف کر کے اُس کا نام بیان رکھا غیاث نے اس کتاب میں وضو نماز روزہ حج زکوٰۃ وغیرہ احکام کے معانی نہایت دلکش عبارتوں میں بطور باطنیہ کے بیان کر کے اُپر لفت سے شواہد قائم کئے ہیں اُس کتاب میں کہتا ہے کہ شائع کی یہی مراد ہے اور جو کچھ عوام نے سمجھا ہے بالکل غلط ہے اسکے وقت میں مذہب باطنیہ کو بڑی رونق ہو گئی تھی آدمیوں کو یہ نئی روش جس میں کمال بیباکی تھی بہت پسند آئی ہزاروں جاہل اُسکے معقد ہو گئے اور دور دراز ملکوں سے اُس کے پاس لوگ آکر جمع ہو گئے یہ واقعہ سن کر ہجری کا ہے اس وقت تشیع میں فلسفہ اور احادیث کا دل گیا۔

غیاث اسی کارروائی میں تھا کہ کسی نے اُسکو خبر دی کہ رؤسا سے اہل سنت نے تیرے مثل کے لیے فکر کی ہے یہ سکر غیاث مروشا ہجہان کو بھاگ گیا اور وہاں بھپ کر اپنے کام میں مشغول رہا مدت کے بعد پھر رے کا قصد کیا اور اہل سنت کے خوف سے دوبارہ وہاں سے بھاگ نکلا اور راستے میں مر گیا عبداللہ بن میمون قداح یہ خبر سکر از حد اندو گئیں ہوا اور اسی غم میں مر گیا۔

تیسرا خلیفہ صواعق محرقہ میں لکھا ہے کہ یہ فرقہ خلف کا متبع ہے ان کا عقیدہ یہ ہے کہ جو کچھ قرآن اور احادیث میں نماز روزہ زکوٰۃ حج وغیرہ کا ذکر ہے یہ سب چیزیں معانی لغوی پر محمول ہیں یعنی جو کچھ ان کے معانی لغت سے سمجھے جاتے ہیں وہی شائع کی مراد ہیں کوئی اور معانی ان کے مراد نہیں مگر قیامت اور بہشت و دوزخ کے منکر ہیں۔

یہ جو تھا قرامطہ غنیۃ الطالبین میں لکھا ہے کہ یہ کہتے ہیں محمد بن اسماعیل بن جعفر موافق وصیت اپنے باپ کے امام ہیں اور محمد نہیں مرے ہیں وہی ہندی ہیں ہندو نہیں

تاریخ ابوالغذاہین لکھا ہے کہ رئیس اور پیشوا اس فرقے کا جس نے انکی دعوت اپنے مذہب کی طرف کی تھی کوفے کے علاقے میں ایک مقام پر بیمار ہو گیا وہاں کا ایک آدمی اسے اپنے مکان پر لے گیا جسے بسبب سرخی چشم کے گرمیتہ کہا کرتے تھے کہ گنواروں کی زبان میں یہ لفظ سرخی چشم کے معنی میں ہے جب شیخ قرامطہ کو آرام ہوا تو یہ بھی اسی شخص کے نام کے ساتھ مشہور ہو گیا پھر محقق و معرب کر کے قرامطہ کہنے لگے اور علامہ ابن خلدون نے کہا ہے کہ فرقہ قرامطہ کی ابتدا اس طرح ہوئی ہے کہ ایک شخص کوفے کے ضلع میں سسٹہ ہجری میں ظاہر ہوا جو نہایت زہد و ورع میں مشہور تھا اسے قرامطہ کہا کرتے تھے اس سے کوفہ ایک بیل پر چار ہوتا تھا جس بیل کے مالک کو گرمیتہ کہتے تھے پس قرامطہ اسی لفظ گرمیتہ کا معرب ہے اور بعض کہتے ہیں کہ فرقہ قرامطہ کے سرغنہ کا نام حمدان اشعث اور لقب قرامطہ ہے اور حمدان کو قرامطہ اس لیے کہتے ہیں کہ کوتاہ پا تھا چلنے میں قریب قریب قدم رکھتا تھا تاج اللغات میں لکھا ہے کہ قرامطہ زنجیل کے بدن پر اس شخص کو کہتے ہیں جو قریب قریب قدم رکھے اور صواعق محرقہ میں لکھا ہے کہ فرقہ قرامطہ جس شخص کی طرف منسوب ہے اس کا نام حمدان بن قرامطہ ہے اور بعض کہتے ہیں کہ قرامطہ ایک جگہ کا نام ہے واسطہ کے علاقے میں جہان حمدان ہا کرتا تھا نسیم الرضیٰ میں مذکور ہے کہ قرامطہ پیشوا احمد بن قرامطہ ہے جو واسطہ کے علاقے کے ایک گاون کا رہنے والا تھا اسکی آنکھیں اور بصرہ نہایت سرخ تھا اس لیے گرمیتہ گاون فارسی سے مشہور ہو گیا جبکہ معنی فارسی میں سرخی کے ہیں پس اسی لفظ گرمیتہ میں تخفیف و تحریف ہو کر قرامطہ ہو گیا بعض کہتے ہیں کہ یہ لفظ عربی الاصل ہے قرامطہ البعیر سے نکلا ہے جب اونٹ قریب قریب قدم رکھتا ہے تو کہتے ہیں قرامطہ البعیر اور روضۃ الصفا میں لکھا ہے کہ جو کہ قرامطہ کا ایک رئیس ابتدا سے ظہور اس مذہب میں اپنے خط کو قرامطہ یعنی گنجان اور باریک لکھا کرتا تھا اس لیے اس گروہ کو قرامطہ کہنے لگے تاج اللغات میں مذکور ہے کہ قرامطہ خفی طور پر اور گنجان لکھنے کو کہتے ہیں صاحب نہایہ نے کہا ہے کہ حضرت علی کا قول قریح ما بین السطور و قرامطہ بین الحروف یعنی بین السطور میں

لنناس ظاہر حالہ لعلہ عدالسین والحقاب الشہور ولا یام ویا طنہا
لاولہا الذین عرفوا عبادی سبیل واتقونی یا اولی الاباب وانا الذی لا استل
صما فقل وانا العلیم الحلیم وانا الذی ابلو عبادی وامتن خلقی فمن صبر
علی بلائی ومحبتی واختیاری ادخلته فی جنتی وادخلته فی نعمتی ومن نال عن
امری وکذب رسلی ادخلته مہاناً فی عذابی واقصمت اجلی واطهرت امری
علی السنۃ رسلی وانا الذی لم یعل جباراً ولا وضعته ولا عن برکالا ذللتہ وبشس
الذی اصرہ علی امرہ ودام علی جہالتہ وقال بن نیر علیہ عاکفین و بھا
موقنین اولئک ہم الکافرین یعنی تمام کافرین اللہ کے لیے ثابت ہیں ساتھ کلمے
اُس کے کے اور برتر ہے ساتھ نام اپنے کے اور قوت دینے والا ہے اپنے دوستوں کو
ساتھ دوستوں اپنے کے تو کہ ہلال وقت ٹھہرے ہیں واسطے لوگوں کے ظاہر میں ان سے
معلوم ہوتی ہے تعداد برسوں اور حساب اور عینوں اور دونوں کی اور باطن ہلاکوں کا
میرے دوستوں کے لیے ہے ایسے دوست جنہوں نے میرے بندوں کو میری راہ بتلائی ہے
اور ڈروں تم مجھ سے اسے صاحبان عقل اور بین وہ ہوں کہ نہیں سوال کیا جاؤں گا اُس
پیر سے جو میں کرونگا اور میں عالم ہوں برادر ہوں اور میں وہ ہوں کہ مبتلا کرتا ہوں
اپنے بندوں کو اور استعان کرتا ہوں اپنی مخلوق کا جو صبر کرے گا میری بلا اور میری محبت
اور میرے اختیار پر داخل کرونگا اُسے میں جنت میں اور ہمیشہ رکھوں گا اسکو اپنی نعمت
بلین اور جسے میرے حکم سے سرتابی کی اور میرے رسولوں کو جھٹلایا میں اسکو ہمیشہ اپنے
عذاب میں ذلیل رکھوں گا اور اپنی اجل کو میں نے تمام کر دیا ہے اور میں نے اپنے
امرو رسولوں کی زبان سے ظاہر کر دیا ہے اور میں وہ ہوں کہ نہیں تعلی کرے گا
کوئی سرکش گر بہت کرونگا میں اُسے اور نہ کوئی زبردست مگر ذلیل کرونگا اُسے
اور وہ آدمی بُرا ہے جو اپنے کام پر اصرار کرے اور اپنی جہالت پر چارے اور یہ بات
کہہ کہ ہم اُس کام پر ٹھہرے رہیں گے۔
اس تحریر میں جس فرج کا ذکر ہے یہ فرج قرامطہ کا داعی ہے تاریخ ابوالفداء میں

اس کے باپ کا نام عثمان لکھا ہے اور ابن خلدون نے یحییٰ کا بیٹا بتایا ہے منسج کو قرامطہ نہ کرو یہ بن مرویہ کہا کرتے تھے یہ ۹۳۲ھ ہجری میں لشکر بغداد کے ہاتھ سے مارا گیا جس کی تفصیل یہ ہے کہ اسنے اپنی جماعت کے ساتھ عراق کے راستے میں حاجیوں کو پکڑ کر قتل کرایا ان کا مال و اسباب لوٹ لیا مکتفی خلیفہ بغداد نے قرامطہ کی سرکوبی کے لیے لشکر بھیجا جس نے انکو مار کر بھگا دیا نہ کرو یہ زخمی ہوا اور سات دن کے بعد مر گیا اسکا سر بغداد میں نشہ کرایا گیا۔ قرامطہ نے اپنا نام قائم باحق رکھا تھا بعض آدمیوں کا خیال یہ ہے کہ قرامطہ فرقہ ازارقہ کی رائے کو جو خوارج کا ایک گروہ ہے پسند کرتا تھا بہر صورت اول اول قرامطہ نے جنگل کے رہنے والوں کو جو بے علم بے عقل نیم وحشی تھے اپنے مذہب کی طرف بلانا شروع کیا وہ لوگ اُسکی متابعت میں آ گئے اور پھر اُسکے پیروں کی جماعت بڑھنے لگی اسکے پیرو اپنے قول کو علم باطن کہتے ہیں شراخ اسلامیہ کی تاویل کرتے ہیں ظاہر سے اپنے امور و رسوم کی طرف پھرتے ہیں آیات قرآن کو ماول بتاتے ہیں اور یہ لوگ حرام چیزوں کو مباح جانتے ہیں ابوالفدا میں لکھا ہے کہ شیخ قرامطہ کی شراخ میں سے یہ بات تھی کہ نبی کو حرام اور شراب کو حلال بتاتا تھا اور خیانت یعنی ناپاکی کے بعد غسل کرنا اُسکے نزدیک ضروری نہ تھا صرف وضو کر لینا کافی سمجھتا تھا اور اسنے حلال کیا تھا گوشت فیش والے درندے کا جو شکار کرتا ہوا اپنے نیش سے اور ان طائر نیچہ گیر جنگل والے کا جو شکار کرتے ہوں اپنے جنگل یعنی نانوں سے جو فی الحقیقت حرام ہیں اور پارسیوں کے دو دنوں میں اسنے روزہ رکھنا تجویز کیا تھا ایک نوروز کے دن دوسرے ہرگان کے دن کہ وہ نام ہے ماہ ہرم کی سوطھوین تاریخ کا نسیم الریاض سے ثابت ہوتا ہے کہ قرامطہ کو اباحیہ بھی کہتے ہیں ۹۳۲ھ ہجری میں قرامطہ کی شوکت ایسی بڑھ گئی کہ انھوں نے دمشق کو گھیر لیا مگر اطراف کے لشکر نے جمع ہو کر اُنکے سردار پیشوا یحییٰ نامی کو قتل کر ڈالا جب یہ مارا گیا تو اسکا بھائی حسین جانشین ہوا جب اسکی قوت بت بڑھ گئی تو اہل دمشق نے کچھ مال اُسکو دیکر صلح کر لی پھر اسنے حمص پر چڑھائی کی اور اُسپر غالب آیا اور اپنا خطبہ ممبروں پر پڑھوایا اور اُسکا لقب میر المؤمنین مہدی مقرر ہوا اور اپنے

چچا کے بیٹے کو اُس نے اپنا ولی عہد مقرر کر کے اسکا لقب مدثر رکھا اور کہا کہ یہ وہی مدثر ہے جسکا ذکر قرآن میں ہے پھر حماہ اور معرہ وغیرہ پر یورش کی اور وہاں اتنا قتل عام کرایا کہ عورتوں اور بچوں کو بھی نہیں چھوڑا پھر سلمیہ گیا اور بے جنگ جہل قبضے میں لاکر رعایا کو مع کتب کے لڑکوں کے جلا دیا جب اسکی حکومت بہت قوی ہوئی تو مکلفی خلیفہ بغداد نے تیاری کر کے اسکے استیصال کے لیے خود بغداد سے حرکت کی اور آپ تورقہ میں ٹھہر گیا قرامطہ کے پیچھے لشکر کو بھیجا ۲۳ محرم ۳۹۱ ہجری کو قرامطیوں اور بغدادیوں سے حماہ سے دس دن کو مس کے فاصلے پر جنگ ہوئی قرامطہ کو شکست ہوئی حسین اور اسکا چچا زاد بھائی مدثر خلیفہ کے حضور میں گرفتار ہو کر آئے خلیفہ نے دونوں کی گردن مروا دی اور حسین کا سر تشہیر کرایا۔ اسکے بعد ذکر وہ بن مرویہ نے قرامطہ کی سرغنالی کی ۳ سال کے بعد ۳۹۲ھ میں ہاتھی کے ہاتھ سے اس کی تمام شوکت برباد ہو کر خود بھی مارا گیا۔ صناتجہ الطرب میں لکھا ہے کہ قرامطہ نے اپنے پھر بیرون کا رنگ سفید رکھا تھا۔ نزہۃ المجلس میں لکھا ہے کہ ۳۹۳ھ ہجری کو صناتجہ یمن میں ایک قریطی داخل ہوا اسکا نام علی بن فضل تھا یہ شخص یمنی تھا نسب اسکا خضری تھا کہ خضر بن سباء الاصفہر کی اولاد میں سے تھا اس زمانے میں صناتجہ میں حاکم مکلفی بن معتضد عباسی کی طرف سے اسد بن ابی یعفر تھا یہ قریطی نہایت بد مذہب تھا اسکو نبوت کا دعویٰ تھا اُس کی مجلس میں ایک شخص پکار کر کتا اشہد ان علی بن الفضل رسول اللہ اے اپنے اصحاب کے لیے خراب پینا اور بیٹیوں کے ساتھ نکاح کرنا مباح کر دیا تھا اور جب اپنے کسی معتقد کو تحریر کرتا تو عنوان تحریر کا یوں ہوتا من باسط الارض وداحیہا ومزلزل الجبال ومرسیہا علی بن الفضل الی عبدہ فلان یعنی یہ تحریر ہے زمین کے پھیلانے والے اور ہانکنے والے اور پہاڑوں کے ہلانے والے اور ٹھہرانے والے علی سپر فضل کی جانب سے فلان بندے کے نام اس نے اپنے مذہب میں تمام حرام چیزوں کو حلال کر دیا تھا بعض اشراف بغداد نے اسکی ہلاکت کی فکر کی اور ۳۹۳ھ میں زہر دیکر مار ڈالا۔

تاریخ فرشتہ میں سلطان علاء الدین کے حالات میں لکھا ہے کہ اُس کے عہد میں
دہلی میں آدمیوں کا ایک گروہ جمع ہوا جو ابا جہ تھے اُن کی عادت تھی کہ سال
میں ایک مرتبہ رات کو سب باک جگہ جمع ہوتے اپنی ماں بہنوں بیٹیوں اور کل
محرمان کو جمع کرتے اور جس کا جی چاہتا وہ اُس عورت سے مباشرت کرتا سلطان کو
جب یہ حال معلوم ہوا تو اُن کو پکڑوا کر آسے سے چروا ڈالا اور ان کا نام
و نشان باقی نہ رہا۔

تاریخ الخلفاء میں سیوطی نے اور طبقات دول اسلام میں ذہبی نے سنہ کے
حالات میں لکھا ہے کہ خلیفہ مقتدر عباسی کے عہد میں حسین بن منصور حلاج
کو اونٹ پر سوار کر کر تشہیر کیا پھر اُسے لٹکا کر منادی کرائی گئی کہ یہ فرقہ قرامطہ کا
داعی ہے اور قید کر دیا بہانہ کہ سنہ ہجری میں قتل کروا ڈالا اور لوگوں میں
یہ بات مشہور ہوئی کہ یہ انوہیت کا مدعی تھا اور حلول کا قائل تھا و نیات الایمان
میں ابن خلکان نے حلاج کے حال میں لکھا ہے کہ ماہ ذیقعدہ سنہ ۳۰۹ میں دہلی
حلاج کے قتل کا حکم دیا تو جیلخانے سے اُسے نکال کر باب لطاق کے پاس لے گئے
اور وہاں ہزاروں آدمی جمع ہو گئے جلاوٹے اُسکے ہزار کوڑے لگائے پھر چاروں
ہاتھ پاؤں کاٹے پھر سر کاٹا اور بدن کو جلا دیا اور راکھ کو دجلے میں ڈلوا دیا اور
سر کو بغداد میں پل پر لٹکا دیا اُسکے معتقد خیال کرتے تھے کہ وہ دنیا میں چالیس
دن کے بعد رجوع کرے گا جبل تفاق سے دجلے میں پانی بڑھ گیا تو یہ لوگ سمجھنے
لگے کہ یہ حلاج کی راکھ کا اثر ہے اور بعض معتقد کہتے تھے کہ حلاج نہیں مارا گیا بلکہ
اسکی مشبیہ اُسکے دشمنوں کے سامنے پیدا ہو گئی تھی اس کے بعد کہا ہوا کہ امام الحرمین
جوینی نے کتابا شامل فی اصول الدین میں لکھا ہے کہ ان تین شخصوں نے باہم
صلاح اور وصیت کی تھی کہ سلطنت کو لوٹ دو اور مالک میں فساد پھیلا دو اور
تمام آدمیوں کی تالیف قلوب کر کے اُن کو مرتد کر دو اور ہر ایک نے یہ چاہا تھا کہ
ہر ایک ملک میں یہ خرابیاں پھیلاے اُن میں سے جنابی نے مالک احسا میں

اور مفتح نے مالک ترک بن اور حلاج نے علاقہ بغداد میں مکر و ارتداد کا حال
 بچھا دیا تھا اس لیے حلاج مرواڑ الا گیا ابن خلکان کہتا ہے کہ اس روایت کی
 صحت میں کلام ہے اس لیے کہ یہ تینوں ایک وقت میں جمع نہ تھے اگرچہ جنابی کا
 اور حلاج کا ایک عہد تھا اس لیے اُن کا جمع ہونا ممکن ہے مگر یہ تحقیق نہیں کہ یہ
 دونوں جمع ہوئے اور باہم ملے بھی یا نہیں۔ اور مراد جنابی سے ابو طاہر سلیمان بن
 ابوسعید حسن بن بہرام قرطبی رئیس قرامطہ ہے کتب تواریخ وغیرہ میں لکھا ہے کہ
 حلاج ساحر تھا اور سحر میں نہایت مہارت اور کمال رکھتا تھا اور عبد اللہ بن
 املاک کو فی کا شاگرد تھا اور وہ ابو خالد کابلی کا شاگرد تھا اور وہ فرقانی یمامہ کا
 شاگرد تھا اور فرقانی وہ شخص تھا جس نے سجاد بنت حارث بن سہید تمیمہ سے
 جادو سیکھا تھا یہ عورت کاہنہ تھی اور خاندان نبی عنبر سے تھی جو قبیلہ بنی تمیم کی
 ایک شاخ ہے حضرت ابوبکر کے عہد میں اس نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا چنانچہ
 قبیلہ بنی تمیم اور قبیلہ تغلب اور قبیلہ بنی ربیعہ کے لوگ اس کے مرید ہو گئے تھے۔
 حلاج زہد و تصوف ظاہر کرتا تھا کرامات دکھلاتا تھا گرمی کا میوہ سردی کے موسم
 میں سردی کا گرمی کے موسم میں لوگوں کی واسطے موجود کرتا لوگ جو کچھ گھروں میں کھاتے
 اور کرتے اور جو کچھ اُن کے دلوں میں ہوتا یہ بتا دیتا تھا اور اپنا ہاتھ ہوا میں پھیلا کر
 غیب سے درم پید ا کر دیتا جن پر یہ لکھا ہوتا تھا لَھُوَ اللہُ اَحَدٌ اور ان کا نام دراہم قدرت
 رکھا تھا لوگوں کے خیالات اُسکی نسبت مختلف ہو گئے تھے بعض کہتے تھے اُس میں
 جزو الٰہی نے حلول کیا ہے بعض اُسے ولی جانتے تھے بعض کہتے تھے کہ وہ شعبہ باز
 ساحر کا ہن جھوٹا ہے حلاج برس روز تک یکے میں حجر سود کے پاس رہا کبھی سائے
 میں نہیں گیا دن بھر روزہ رکھتا شام کو پانی سے افطار کر کے تین نواسے روکھی روٹی
 کے کھاتا اسکے سوا کچھ نہ کھاتا بغداد میں آیا تو حامد وزیر مقتدر عباسی سے لوگوں نے
 بیان کیا کہ حلاج خدائی کا دعویٰ کرتا ہے اور کہتا ہے میں مروے کو زندہ کرتا ہوں
 اور جن میری خدمت کرتے ہیں اور جس چیز کے لیے میں کہتا ہوں وہ اُسے میرے

پاس لے آتے ہیں اور میں معجزات انبیاء دکھلاتا ہوں بہت سے لوگ اسکے تاج ہو گئے اور اسکو خدا جاننے لگے اور ایک شخص نے بنی ہاشم میں سے دعویٰ کیا کہ علاج خدا ہے اور میں اسکا نبی ہوں وزیر نے ان لوگوں کو بلا کر دریا فت کیا تو سب نے اقرار کیا کہ ہاں ہم علاج کو خدا جانتے ہیں اور ہمیں یقین ہے کہ وہ درے کو زندہ کرتا ہے اور جب علاج کو بلا کر پوچھا تو وہ مکر گیا اور کہا کہ یہ لوگ جھوٹ بولتے ہیں اور مجھ پر تہمت کرتے ہیں میں دعویٰ خدا کی کانین کرتا اور نہ پیغمبری کا دعویٰ کرتا ہوں میں بندہ خدا کا ہوں اور نماز و روزہ اور خیرات کرتا رہتا ہوں وزیر نے قاضی ابو عمر و اور ابو جعفر اور فقہا کی ایک جماعت کو حاضر کیا اور اسکو قتل کے بارے میں فتویٰ چاہا سب نے کہا کہ جب تک ہمارے نزدیک اسکا دعویٰ کرنا خدا کی کا ثابت اور تحقیق نہوگا ہم اس کے قتل کا حکم نہ دیں گے ایک شخص نے جو بصرے کا رہنے والا تھا کہا کہ میں علاج کے صاحب کو پوچھتا ہوں کہ جو شہر دن میں پھیلے ہوئے ہیں اور خلافت کو علاج کی الوہیت کی طرف دعوت کرتے ہیں اور یہ بصری بھی اصحاب علاج سے تھا مگر جبکہ اسکو معلوم ہوا کہ یہ ساحر ہے تو اس کو چھوڑ کر ابو علی ہارون بن عبدالعزیز کا تب انباری کے پاس آکر بیان کیا کہ علاج نے اپنے کیش و مذہب کے موافق ایک کتاب لکھی ہے اور اس نے زانے میں علاج سراسے سلطانی میں نصر حاجب کے پاس قید تھا اور علاج کے دو نام تھے ایک حسین بن منصور اور دوسرا احمد بن فارسی اور ایک خوبصورت لڑکی علاج کے کسی مصاحب کی ایک مدت سے سراسے سلطانی میں علاج کے پاس آنے مدد کرتی تھی اس لڑکی کو وزیر کے پاس لائے ابو القاسم زنجی کہتا ہے کہ میں اس وقت وزیر کی خدمت میں حاضر تھا اور ابو علی احمد بن نصر بھی حاضر تھا وہ لڑکی کمال فصیح اور خوش گو تھی وزیر نے اس سے حال پوچھا لڑکی نے کہا مجھے میرا باپ علاج کے پاس لیگیا تھا علاج نے بہت سی چیزیں مجھے دیں اور کہا میں نے تجھ کو اپنے بیٹے سلیمان کو کہ مجھے وہ سب فردنوں سے زیادہ عزیز ہے ویا مگر شوہر وزن کے درمیان اس وقت کوئی بات آئے کہ جب تو اس روز روزہ رکھے اور پچھلے دن میں کوٹھے پر جا کر خاسترا ورنک میں

ٹپٹھے اور پھر اُس سے تو روزہ کھولے اور بعد اُس کے میرے پاس آکر جو کچھ تو کیلگی میں
 تیری بات سنو گا اور اُس لڑکی نے یہ بھی کہا کہ ایک روز میں کوٹھے سے اُترتی تھی
 اور علاج کی بیٹی میرے ساتھ تھی اور علاج ہم سب سے پہلے کوٹھے سے نیچے اُترا تھا اور
 مجھے وہ دیکھتا تھا علاج کی بیٹی نے مجھ سے کہا کہ تو میرے باپ کو سجدہ کر میں نے کہا کہ پونکر
 دوسرے خدا کو سجدہ کروں علاج نے کہا کہ وہ خدا آسمان کا ہے اور میں خدا زمین کا ہوں
 اور مجھے آگے بلا کر اپنی جیب سے ایک ڈبہ مشک کا نکال کر دیا اور کہا کہ عورتوں کو خوشبو
 کی طرف اکثر احتیاج ہوتی ہے اسکو لے اور اپنے کام میں لا اور پھر کہا کہ بورے کا کونہ اٹھا
 اور جو کچھ اُس کے نیچے ہوا اسکو لے لے میں نے بورے کا کونہ اٹھا یا دیکھا تو تادہ سکے کی
 شرفیوں سے تمام گھر بھرا ہوا ہے یہ دیکھ کر میں مبہوت سی رہ گئی۔ وزیر نے اُسکے اصحاب کو
 طلب کیا جمید اور سمیری اور محمد بن علی قبائی ایک خواص علاج کے گھر میں چھپے ہوئے
 تھے اُس گھر میں سے ایک کتاب نکال کر لائے سونے سے لکھی ہوئی اور پارچہ دیباچوں
 لپیٹی ہوئی تھی اور اُس میں اُس کے اصحاب کے نام بھی لکھے ہوئے تھے ایک اُن میں سے
 بن کیسی تھا کہ وہ علاج کا شاگرد تھا غرض کہ وزیر نے اصحاب علاج کو تلاش کر کے
 کہا کہ یہ دو شخص علاج کے داعی ہیں کہ خراسان میں خلق کو علاج کی طرف دعوت
 کرتے ہیں اور علاج کی کتاب میں کئی خط تھے کہ ان دو شخصوں نے علاج کو بھیج
 تھے اور اُنکے جواب میں علاج کے خطوط بھی تھے جن میں علاج نے اُن کو لکھا تھا
 کہ اس طرح دعوت میری طرف لوگوں کو کرنی چاہیے اور ہر شخص سے موافق اُسکی
 عقل کے کلام کرنا چاہیے اور جواب اُنکا ایسے رمز و کنایات میں لکھا تھا کہ بغیر اُس شخص
 کے جس نے لکھا اور جسکو لکھا اور کوئی نہیں سمجھ سکتا تھا ابوالقاسم زنجی کہتا ہے کہ ایک روز
 میں اپنے باپ کے ساتھ وزیر کے پاس گیا وزیر اٹھکھڑا اُس طرف جدھر علاج تھا گیا ہم بھی
 اُس طرف گئے اور ہارون بن عمر بھی حاضر تھا اور میرے باپ سے بات کرنے میں
 مشغول تھا کہ ایک غلام نے اُسکو اشارے سے بلایا ہارون اٹھ کر اُس کے پاس گیا اور
 تھوڑی دیر کے بعد لڑتا اور کانپنا خوفناک رنگ و زرد آیا ہے یہ حالت دیکھ کر پوچھا

کہ خیر تو ہے اُس نے کہا کہ یہ غلام جس نے مجھے اٹا رہے سے بلایا تھا علاج پر محافظ ہے اور ہر روز اُسے کھانا پہونچا کرتا ہے وہ کہتا ہے میں جو اس وقت اُس کے واسطے کھانا لیکر گیا تو دیکھا کہ سارا گھر زمین سے چھت تک اُس کے بدن سے بھرا ہوا ہے اور اتنی جگہ باقی نہیں کہ میں کھانا اُس کے واسطے اُس گھر میں رکھوں اور وہ غلام اس قدر ڈرا ہے کہ بخار چڑھ آیا ہے وزیر نے اُس غلام کو بلایا اور پوچھا اُس نے سب حال بیان کیا وزیر نے کہا کہ تو علاج کے سحر سے ڈر گیا۔ وزیر کو علاج کے قتل پر بڑا اصرار تھا اس لیے اُس سے وزیر نے بہت بحث کی مگر کوئی بات اُس کے منہ سے ایسی نہ نکلی جو شرع اسلام کے خلاف سمجھی جاتی آخر کار اُس کتاب میں کئی ورق پائے جن میں مرقوم تھا جب مسلمان حج کا ارادہ کرے اور وہ اُس سے بن نہ پڑے تو اپنے مکان میں سے ایک کوٹھری پاک صاف منتخب کرے اُس میں کوئی شخص نہ گھسے جب حج کے دن آئیں تو یہ شخص اُس کا طواف کرے جو کچھ حجاج عمل کرتے ہیں وہ یہ بھی کرے پھر تیس تیس اُس کوٹھری میں جمع کرے اچھا کھانا جو اُس سے ہو سکے اُن کو کھلائے اور کپڑے پہنا کے اور ہر ایک کو سات درم دیدے یہ شخص بمنزلے اُس شخص کے ہوگا جس نے حج کیا ہے وزیر نے یہ کتاب قاضی بو عمر کو سنوائی قاضی نے علاج سے دریافت کیا کہ یہ تو نے کہا ہے لکھا ہے اُس نے جواب دیا حسن بصری کی کتاب اخلاص سے قاضی کے منہ سے نکل گیا کہ اے حلال لدم میں نے وہ کتاب مکہ میں پڑھی ہے اُس میں یہ کہاں ہے وزیر نے قاضی کا یہ لفظ پکڑ لیا اور اصرار کر کے اُسکا خون مباح ہونے کا فتویٰ لکھا لیا جب علاج کو ختم ہوئی کہ میرے قتل پر فتویٰ لیا گیا ہے تو بولا میرا خون تمکو حلال نہیں میرا وین اسلام ہے اور مذہب سنی ہے اور میری اس باب میں کتابیں جو وہ ہیں میرے خون سے دیکھو اور خدا سے ڈرو مگر وزیر نے علاج کی ایک نہ سنی اور غلیفہ سے اجازت لیکر اسی طرح عذاب کے ساتھ قتل کرایا۔

سید محمد بن جعفر مکی حسنی کہ چراغ دہلی کے غلیفہ ہیں اور بھرا المعانی اور بحر الانساب اُنکی تصنیفات سے ہیں لکھتے ہیں کہ ابن عربی صاحب فصوص کہتے ہیں کہ حسین منصور علاج کو تجلی ذات کامل تھی اور افراد کا مقام رکھتا تھا لیکن میں کہتا ہوں کہ اُسکو

مذہب الاسلام کے خلاف علاج و مباح ہو

تجلی ذات ہوتی تو ہرگز انا الحق نہ کہتا اور ایسا لفظ زبان پر نہ لاتا اس لیے کہ تجلی ذات
 میں محویت ہوتی ہے اور محو کو کیا معلوم کہ میں کون ہوں اور کیا ہوں جدا کئے کہا
 میں کیا کروں کہ ابن عربی آج زندہ نہیں ورنہ میں یہ اُن سے کہتا اور ضرور اپنی
 بات کی داد پاتا شیخ فرید الدین عطار کہتے ہیں کہ مجھے اس سے تعجب ہے کہ درخت موسیٰ
 سے توانی انا اللہ کی آواز آئے اور درخت درمیان میں نہو پھر کیونکر وہ نہیں رکھتے کہ
 منصور ہے انا الحق کی آواز آئے اور منصور درمیان میں نہو مولانا جلال الدین رومی
 نے اپنی وفات کے وقت مریدوں سے کہا کہ میرے مرنے سے غمگین نہو نا کہ منصور کے
 نور نے ڈیڑھ سو برس کے بعد شیخ فرید الدین عطار کی روح پر تجلی کی تھی اور اُحکام شد
 ہوا تھا لولہ الانوار فی طبقات الاخیار معروف بہ طبقات کبر اشعرا فی بین حضرت
 غوث اعظم کے حالات میں مذکور ہے گاں راضی اللہ عنہ یقول عشر الحسین الحلج
 عشرة فلم یکن فی زمنہ من یاخذ بیدہ یعنی حضرت غوث اعظم فرمایا کرتے تھے
 کہ حسین حلج کو ایک قسم کی لغزش ہو گئی تھی کوئی ایسا شخص اُس زمانے میں
 نہ تھا جو حلج کو سنبھال لیتا مجدد الف ثانی نے عوارف لدنیہ میں کہا ہے غلبہ حال
 سے پہلے کفر اور اسلام میں تمیز نکدنا جس طرح اہل شریعت کے نزدیک کفر ہے اہل
 حقیقت کے نزدیک بھی کفر ہے اگر کوئی اختلاف ہو تو غلبہ حال کی صورت میں ہے
 اہل شریعت ایسے مغلوب الحال کو جو کفر و اسلام میں تمیز نہ کرتا ہو کا فر جانتے ہیں اور
 اہل حقیقت کے نزدیک وہ کافر نہیں ہی وجہ ہے کہ فقہا منصور حلج کو کافر بتاتے ہیں
 اور اہل حقیقت تکفیر نہیں کرتے تاہم یہ بھی اُسے ناقص جانتے ہیں کاملین میں سے
 نہیں گنتے اور مسلمان حقیقی نہیں سمجھتے منصور کا یہ شعر اس مطلب پر گواہ ہے

کفرت بدین اللہ و الکفر واجب | لدی و عند المسلمین قبیح

یعنی میں نے دین الہی کے ساتھ کفر کیا اور کفر میرے نزدیک واجب ہے اور مسلمانوں
 کے نزدیک مذموم ہے حلج کے حق میں ایک فرمانِ اعنت صاحب الزمان محمد بن حسن
 کی طرف سے کتبِ مامیہ میں نقل کرتے ہیں۔ مولوی جامی نے نفحات الانس میں

اور ابو القاسم بن قطب شرانی نے بیان کیا ہے کہ زیادہ تر مشائخ نے حسین کو
 مذکور کیا ہے کہتے ہیں کہ اسکو تصوف سے کوئی لگاؤ نہیں بعض مشائخ نے اسکو قبول
 کیا ہے چنانچہ ابوالعباس بن عطاء اور ابو عبد اللہ خفیف اور ابو القاسم نصر آبادی
 اور شبلی اور ابوالعباس شریح اسکے ماننے والوں میں سے ہیں اور یہ اسکے قتل پر
 راضی نہیں اور خواجہ جنید اور ابوالقاسم قشیری بھی اسکے صحت حال کے مقررین
 اور قشیری نے اپنے رسالے میں اس کے ترکیب کی طرف اشارہ کیا ہے اور اس کا
 عقیدہ اہل سنت کے مطابق بتایا ہے کشف المحجوب میں آیا ہے کہ حسین کو صوفیہ
 متاخرین نے قبول کیا ہے اور بعض صوفیہ متقدمین نے جو اسکو مجبور کیا ہے تو یہ اسکے
 بیدینی کی وجہ سے نہیں معاملے کا مجبور اہل مجور نہیں ہوتا۔ شیخ ابوسعید ابوالخیر
 اور شیخ ابوالقاسم گرگانی اور شیخ ابوعلی فارمدی اور شیخ یوسف ہمدانی اس کے
 حال میں متوقف ہیں کہتے ہیں کہ ہم نہیں جانتے کہ حسین کی ان باتوں سے کیا
 مراد ہے اور شیخ الاسلام نے کہا ہے میں حسین بن منصور کو دو وجہ سے قبول نہیں کرتا
 (۱) مشائخ سلف نے اسے قبول نہیں کیا (۲) اسکے قبول نہ کرنے میں دین اور
 شرع کی رعایت ملحوظ ہے مگر میں رد بھی نہیں کرتا اور جو اسے قبول کرتا ہو اسے پسند کرتا ہو
 شیخ فرید الدین عطار تذکرۃ الاولیاء میں کہتے ہیں کہ حسین کو ساحر یا حلولی جانتا تحقیق
 کے خلاف ہے وہ بکا موجد تھا حسین منصور حلاج ساحر ایک اور شخص تھا جسے بلخ میں
 اسکی تقلید کر کے ظہور کیا تھا اور وہ مارا گیا اس کا مذہب حلول تھا اور یہ منصور
 ولی کامل تھا شہر بیضا ملک فارس کا باشندہ تھا خواجہ عمر بن عثمان ملی کلمہ مرید تھا
 خواجہ جنید اور خواجہ سہل بن عبد اللہ دسری وغیرہ کے ساتھ مدتوں صحبت رکھی تھی۔
 پانچواں شمیطیہ یہ لوگ یحییٰ بن ابی الشیطان حمسی کی طرف منسوب ہیں جو
 مختار کے لشکر کا ایک سردار تھا اسکو لشکر بصرہ پر امیر کر دیا تھا وہ مصعب بن زہیر
 سے جنگ کرتا رہا اور مقام ہزارین مارا گیا اسکے نزدیک جعفر صلیق کے بعد امامت
 ان کے پانچویں بیٹوں کو پہنچی کہ اول اسماعیل امام ہوئے پھر محمد پھر موسیٰ کاظم

پھر عبد اللہ فطح پھر اسحاق اور محمد بن اسماعیل کی امامت کا منکر تو نہ تھا مگر یہ کہتا تھا وہ مر گئے ہیں اور پھر دنیا میں نہیں آئیں گے اس فن کی بعض کتابوں میں اسی طرح لکھا ہے لیکن بالاتفاق کتب تواریخ سے یہ بات ثابت ہوئی ہے کہ بصرے پر مختار کا تسلط نہیں ہوا تھا بلکہ وہ عبد اللہ بن زبیر کے قبضہ و تصرف میں تھا جنہوں نے اوائل سترہ یا اواخر سترہ میں حرث بن ربیعہ کو حکومت بصرہ سے معزول کر کے اپنے بھائی مصعب کو سند گورنری مرحمت کی تھی اور انہوں نے شرفائے کوفہ کی تحریک سے مختار پر چڑھا ئی کی مختار نے ایک چھوٹا سا لشکر مع ان سرداروں کے جو ابراہیم بن اشتر کے ہمراہ تھے ابن شمیم کے ساتھ مصعب کے مقابلے کو روانہ کیا مقام مذار میں طرفین نے صف آرائی کی مصعب کی فوج نے ابن شمیم کو سخت ہزیمت دی اور اس کے تقریباً کل ہمراہی جنگ میں کام آگئے۔

چھٹا برقعہ یہ پیر وہیں محمد بن علی برقی کے جسے شہید ہجری میں اہواز میں خروج کیا تھا اور اپنے آپ کو علویہ کی طرف منسوب کر کے امامت کا دعوے کیا اور علوی عین اور لام کے فتحوں سے حضرت علی کی اس اولاد کو کہتے ہیں جو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے سوا اور کسی بی بی سے ہو حالانکہ یہ علوی نہ تھا بلکہ اس کی مان کے ساتھ ایک علوی نے نکاح کر لیا تھا اور اپنی مان کے ساتھ یہ بھی اس علوی کے مان آیا تھا اور یہیں پرورش پائی تھی بصرہ اور اہواز کے بعض علاقوں پر غالب آگیا اور ہزاروں آدمیوں کو اپنی بیعت میں لے لیا اور آخر کار معتضد خلیفہ عباسی کے لشکر سے سترہ میں شکست کھا کر قید ہوا اور بند او میں اسکو معتضد نے سولی پر چڑھایا اور تمام شیعوں کے فرقوں میں اول جس نے تقیہ ترک کیا وہ یہی محمد بن علی برقی ہے کہ بر ملا مذہب تشیع کو ظاہر کرنے لگا اور برقی اور متنع اور قرطبی کے درمیان میں خط و کتابت بھی اپنے عقائد کے پھیلانے اور اہل سنت و جماعت کا مذہب مٹانے میں رہا کرتی تھی اسکے ماننے والے معاویہ اور احکام شرائع کے منکر ہیں اور نصوص کی تاویل کرتے ہیں اور بعض انبیاء کی نبوت کا بھی انکار کرتے ہیں

اور اُن پر لعنت کرنے کو واجب جانتے ہیں۔

ساتواں جناب یہ یہ لوگ ابوسعید بن حسن بن ہرام جنابی کے متبع ہیں اس شخص نے معتضد عباسی کے عہد میں خروج کیا اور بحرین کے تمام علاقے میں اپنے اس مذہب کو رفتہ رفتہ پھیلا دیا کہ حشر اور نشر اور معاویہ کی ساری باتیں جھوٹے قہے ہیں اور احکام شرع پر عمل کرنا نہ چاہیے بلکہ ایسے شخص کا قتل کرنا واجب ہے چنانچہ تیسری صدی میں ابوسعید جنابی موسم حج میں مکے میں بہت سی جمعیت لیکر چڑھ آیا اور تین ہزار حاجیوں کو قتل کیا جب ۳۱۵ھ ہجری میں اپنے ایک خدمتگار کے ہاتھ سے جام میں مارا گیا تو اُسکا بیٹا ابوطاہر سلیمان اُسکا قائم مقام ہوا اور حجر اور احسا اور قطیف اور تمام ملک بحرین پر قابض و متصرف ہو گیا اور ۳۱۵ھ میں کوفے پر چڑھائی کی اور مقتدر عباسی کی سپاہ کو پسپا کر کے اُسے لوٹ لیا اور دریا سے فرات کی طرف بہت سے شہر فارت کئے اور کام اُسکا بڑھتا رہا اور اُس نے مذہب باطنیہ کو رواج عظیم دیا اور ۳۱۵ھ میں موسم حج میں مکہ معظمہ میں بہت سی جمعیت کے ساتھ آیا امیر مکہ ابن مہلب ورائس کے ساتھیوں کو قتل کیا اور مسجد الحرام میں گھوڑے پر سوار ہو کر داخل ہوا اور شراب کا پیالہ ہاتھ میں تھا جسے وہاں پیا اور اپنے گھوڑے کو سیٹی دی تو اُس نے مسجد میں پیشاب کر دیا اور حاجیوں کو بڑی بے دردی سے قتل کرا کر چاہ دمزم میں ڈلوا دیا اور باقی کو مسجد حرام میں دفن کرایا اور خانہ کعبہ کا غلاف اُتر واکر اپنے یاروں پر تقسیم کر دیا اور دروازہ کعبہ کو اُکھڑا ڈالا اور منیاب کو بھی اُکھڑنے کے لیے ایک آدمی کو چڑھایا کہ وہ گر کر مر گیا اور حجر اسود کو اُکھڑا کر مقام حجر کو لے گیا جو اُسکا دار الحکومت تھا اور وہاں سنڈاسون میں ڈلوادیا اور پھر اٹھو کر رکھ لیا اور بائیس برس تک حجر اسود اُسکے پاس رہا یہاں تک کہ ۳۳۹ھ میں خلیفہ عباسی مطیع سد ابوالقاسم مفضل بن مقتدر بن معتضد نے تیس ہزار دیناروں سے خرید کے بدستور خانہ کعبہ میں رکھوا دیا اور مطلب ان کا حجر اسود کے اُکھڑنے سے یہ تھا کہ آدمی بد اعتقاد ہو جائیں اور پھر کبھی یہاں طواف کو نہ آئیں ابوطاہر

قرسطی نے یہاں تک زور پکڑ لیا تھا کہ سنیہ میں تمام یحزین اور یمامہ کا مالک ہو گیا اور
تقیہ کو بالکل ترک کر دیا اور ان پر سچے چھ خصوصیات ابو سعید کے عہد سے سنیہ تک منکرنی کی۔

منشیہ

یاد رہے کہ مہمونیہ - خلقیہ - شمیٹیہ - برقیہ اور جنا بیہ - ان پانچوں
فروق کا شمار قرامطہ میں ہے اور تمام فرقوں کو باطنیہ بھی کہتے ہیں اس لیے
کہ ان کا زعم یہ ہے کہ قرآن کا ظاہر بھی ہے اور باطن بھی ہے اور مراد باطن قرآن پر
اور اسی پر یہ عمل کرتے ہیں اور ان کے زعم میں ظاہر قرآن جو لغت سے مفہوم ہوتا ہے
عمل کے قابل نہیں ہے بلکہ ہر ایک کا شرعی کا مقصود باطن ہے نہ ظاہر مثلاً روزے کا
باطن یہ ہے کہ مذہب کو مخفی رکھے اور حج کا باطن امام کے پاس پہنچنا ہے اور ناکا
باطن امام کی فرمانبرداری ہے اسی لیے امام مالک بن انسؒ کہاؤ فرقہ باطنیہ کی
توبہ مقبول نہیں سلیے کہ شاید ان کی توبہ کا بھی باطن ہو اور باطنیہ تمام باتوں کی
تاویل کرتے ہیں اور کہتے ہیں ہر ظاہر کا باطن ہے اور وہ باطن اسی ظاہر کا مصدر ہے
اور وہ ظاہر اسی باطن کا منظر ہے اور کوئی ظاہر نہیں جس کا باطن نہ ہو ورنہ وہ فی حقیقت
کچھ بھی نہیں اور کوئی باطن نہیں جس کا ظاہر نہیں ورنہ وہ خیالی ہے اللہ نے عالم
ظاہر و باطن پیدا کئے ہیں عالم باطن عالم ارواح و نفوس و عقول ہیں اور عالم
ظاہر عالم اجسام علوی و سفلی و اعراض ہیں امام عالم باطن کا حاکم ہوتا ہے کسی کو
بغیر اسکی تعلیم کے عالم بالا تک رسانی نہیں اور بنی عالم ظاہر اور شریعت کا حاکم ہوتا ہے
جس کی طرف لوگ محتاج ہوتے ہیں اور یہ کام سوانہی کے تمام نہیں ہوتا اور
شریعت کا ایک ظاہر ہوتا ہے جسے تنزیل کہتے ہیں اور ایک باطن ہوتا ہے جسے تاویل
بولتے ہیں اور زمانہ نبی یا شریعت سے خالی نہیں ہوتا اسی طرح امام سے یا ائیں کی
دعوت سے خالی نہیں ہوتا اور دعوت کبھی مخفی ہوتی ہے اگرچہ امام ظاہر ہو اور کبھی
دعوت ظاہر ہوتی ہے اگرچہ امام مخفی ہو جس طرح نبی کو معجزہ قولی و فعلی سے جانتے
ہیں اسی طرح ابام کو دعوت اور دعوے سے جانتے ہیں اور اللہ کو بغیر امام کے نہیں

پہچان سکتے اور امام کا ہر زمانے میں موجود ہونا ضرور ہے ظاہر ہو یا مستور جس طرح کوئی
 وقت روشنی روز یا تاریکی شب سے خالی نہیں ہوتا اور اصول اعتقاد میں یہ سارے
 باطنیہ مخالف نہیں البتہ بعض فروع میں باہم مخالفت کرتے ہیں اور باطنیہ خاص
 اس باب میں کہ نصوص قرآن وحدیث ظاہر پر محمول نہیں منصور یا اور خطابیہ کے
 خوشہ چین ہیں جنکا ذکر غلام شیعہ میں ہو چکا ارشاد میں ابوالمعانی نے کہا ہے کہ
 باطنیہ کی رائے یہ ہے کہ صفات میں سے کسی صفت کے ساتھ خدا اور مخلوق کو
 مشترک جاننا اشتباہ کا موجب ہے اس لیے باری تعالیٰ کو صفت وجود کے ساتھ بھی
 موصوف نہ کرنا چاہیے یعنی موجود نہ ماننا چاہیے بلکہ یوں سمجھنا چاہیے کہ وہ معدوم نہیں ہے
 اور نہ اسکو عالم اور قادر اور حی کہنا چاہیے بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ وہ عاجز نہیں جاہل
 نہیں میت نہیں۔ اور ابن خلدون نے اپنی تاریخ میں اسماعیلیہ کے باطنیہ کہلائے
 جانے کی یہ وجہ لکھی ہے کہ یہ امام باطن یعنی امام مستور کے قائل ہیں مگر صرف یہی
 وجہ نہیں اس لیے کہ ایسے تو امام باطن کے قائل شیعہ کے بہت سے فرقے ہیں پھر خاص
 انہی کے باطنیہ مشہور ہوئے کی کیا وجہ ہے انکی وجہ تسمیہ میں صحیح قول وہی ہے جو مشہور ہے
 بعض کتب میں لکھا ہے کہ فرقہ باطنیہ حکیم بند قلیس یونانی کے فلسفے کا ماہر تھا اس حکیم کا
 فلسفہ بعض ایسے نکات اور رموز پر شامل ہے کہ انہر کسی کو بہت کم عبور ہو سکتا ہے
 قرطبہ اندلس کا نام در عالم محمد بن عبداللہ بن مرہ جلی باطنی بند قلیس کے فلسفے سے
 انس رکھتا تھا اور اس کا درس دینے میں خوب مشاق تھا فرقہ باطنیہ کا فلسفہ اسی
 بند قلیس کے فلسفے سے ماخوذ ہے بند قلیس پہلا شخص ہے جس نے یہ بات کہی کہ خدا تعالیٰ
 کے تمام اسمائے صفات کے معانی ہر پھر کر ایک ہی مرکز یعنی اسم ذات واجب تعالیٰ
 ہی طرف راجع ہوتے ہیں مثلاً خدا سے پاک کو عالم تجوٰد اور قادر کہنے کا یہ مطلب نہیں
 کہ اسکی ذات بے مثال ان معانی سے ہر ایک کے ساتھ الگ الگ متماز ہوتی ہے
 بلکہ وہ ذات پاک حقیقی واحد ہے جو بخلاف تمام دیگر موجودات کہ کسی طرح بھی
 اشترک کو قبول نہیں کرتی دنیا کی تمام واحد اور مفرد چیزیں خود اپنے معانی کے اعتبار سے

یا اپنے اجزا اور نظائر کے لحاظ سے کثرت اور تعداد کو قبول کر سکتی ہیں لیکن ذات باری اس نقص سے بری اور منزہ ہے۔

آنکھوان مہدویہ یہ لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ عبد اللہ جنحون نے اپنا لقب مہدی رکھا تھا امام ہیں اور یہ مہدی اپنے آپ کو حضرت اسماعیل بن حضرت جعفر صادق کی اولاد سے بتاتے تھے اور اپنے تابعین کا مہدویہ نام مقرر کیا تھا اور امامت کا دعوے کرتے تھے اسی لیے انکا خاندان اسماعیلیہ بھی کہلاتا ہے فرقہ مہدویہ کا یہ عقیدہ تھا یہ عبد اللہ مہدی موعود ہیں اور وکیل اس بات پر پیغمبر علیہ السلام کی یہ حدیث بیان کرتے تھے علیہ السلام ثلاثاً ۱۰ تطلع الشمس من مغربہا یعنی تیسری صدی کے سر پر آفتاب مغرب سے طلوع کریگا اور کہتے تھے کہ اس حدیث میں آفتاب سے مراد عبد اللہ مہدی ہیں اور مغرب سے مراد ملک مغرب ہے تاریخ فرشتہ میں لکھا ہے کہ ایک شیعہ کا قول ہے کہ مہدی مغربی کی ولادت ۲۶۰ ہجری میں ہوئی تھی اور محمد بن حسن عسکری بقول اثنا عشریہ سرمن راے عرف سامہ میں ۲۵۵ ہجری میں پیدا ہوئے تھے پس اس حدیث کی صحت کی تقدیر پر لفظ شمس سے محمد بن حسن عسکری مراد ہیں۔ یا فغی کی روایت کے مطابق مہدی نے ۲۹۹ ہجری میں بلاد افریقہ میں خروج کیا تھا اور تاریخ ابوالفدا میں لکھا ہے کہ اممہ مہدویہ کی سلطنت کی ابتدا افریقہ میں ۲۹۶ ہجری سے ہوئی ہے ان میں سے پہلے جس شخص نے ملک گیری کی وہ ابو محمد عبد اللہ بن محمد بن عبد اللہ بن میمون بن محمد بن اسماعیل بن جعفر بن محمد بن علی بن بن حسین بن علی بن ابی طالب ہے اور بعض کتابوں میں انکا سلسلہ یوں ملایا ہے عبد اللہ بن احمد بن اسماعیل ثانی بن محمد بن اسماعیل بن جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب بعض کہتے ہیں کہ ابو محمد عبد اللہ مہدی بیٹے تھے محمد کے جنہیں حبیب کہتے ہیں اور حبیب کا نسب نامہ یوں ہے محمد حبیب بن جعفر بن محمد بن اسماعیل بن جعفر صادق اور بعض نے یوں لکھا ہے عبد اللہ مہدی بن جعفر بن محمد بن محمد بن جعفر شاعر بن محمد بن اسماعیل بن جعفر صادق تاریخ فرشتہ میں لکھا ہے

کہ ہمدی مغربی کی نسبت امام جعفر صادق تک روایت مشہورہ کے مطابق اس طرح ہے
عبد اللہ بن رضا بن تقی قاسم بن دنی احمد بن رضا محمد بن اسماعیل بن امام جعفر صادق
بعض مورخ ایسے بھی ہیں جنہوں نے ہمدی کا نام عبد اللہ کی جگہ محمد لکھا ہے اور سلسلہ
نسب یوں بتایا ہے (۱) بقول عیون التواریخ مولفہ ابو طالب علی بغدادی
ہمدی محمد بن رضا عبد اللہ بن تقی قاسم بن دلی احمد بن دمی محمد بن اسماعیل بن
جعفر صادق اور محمد اللہ مستوفی نے بھی تاریخ گزیدہ میں یوں ہی لکھا ہے مگر لفظ
دلی احمد کی جگہ دنی احمد واقع ہے (۲) بقول مرآت عالم ابوالقاسم محمد بن عبد اللہ
بن قاسم بن احمد بن محمد بن اسماعیل بن جعفر صادق۔ اور جہرۃ النسب میں لکھا ہے
کہ ہمدی نے ایک باریہ دعویٰ کیا تھا کہ میں حسن بعض بن جعفر بن محمد بن اسماعیل
بن امام جعفر صادق کا بھائی ہوں اور دوبارہ یہ بیان کیا کہ حسین بن محمد بن اسماعیل
بن جعفر صادق کا بیٹا ہوں حالانکہ محمد کا بیٹا حسین کوئی نہیں۔

علماء کو ان کی نسب کی صحت میں بڑا اختلاف ہے جو لوگ ان کی امامت کے مقربین
وہ کہتے ہیں کہ نسب ان کا صحیح ہے اور وہ بلاشبہ سید علوی فاطمی ہیں اور بہت سے
علمائے علوی بھی کہ نسب ناموں کے بڑے واقف کار تھے اس بات کی تصدیق کرتے
ہیں اور شریف رضی نے بھی ان کی سیادت کی نہایت خند و دد سے تصدیق کی ہے
مگر بعض علماء کہتے ہیں کہ یہ نسب نامہ بالکل غلط ہے اس لیے کہ اسماعیل بن جعفر اپنے
باپ کے سامنے مدینے میں مر گئے اور اسماعیل کے بیٹے محمد حضرت جعفر صادق کے
ہمراہ بغداد میں آئے اور وہاں لاؤلفوت ہوئے عمدة الطالب میں لکھا ہے کہ محمد بن
اسماعیل بن جعفر صادق اپنے چچا موسیٰ کاظم کے ساتھ رہتے تھے اور موسیٰ کاظم سے
دوسرے مخالفت رکھتے تھے جب ہارون الرشید حجاز میں آیا تو انہوں نے اپنے

محمد در بغداد لاؤلفوت ہوئے یہ بیحد صحاح میں جو کی بجائے کافر ہے ۱۲

اور دوسری جگہ اسی کی بے
مقابلہ قریب
امد و قات یافت
کہ ہمدی سے شہید بن ہمدی
دو ہزار ہشتاد و ہشت
کہ اشت کہ اور احمد بن جعفر
دقات یافت ہمس
بن جعفر جو نہ حضرت جعفر
بن محمد بن جعفر بن جعفر
بن جعفر بن جعفر بن جعفر

چھائی اُس سے چلی کھائی رشید نے موسیٰ کاظم کو قید کر دیا جہاں اُنکا انتقال ہوا محمد بن
 اسماعیل رشید کے ہمراہ عراق کو چلے گئے بغداد میں انتقال کیا موسیٰ کاظم نے اُنکے
 حق میں بددعا کی تھی محمد بن اسماعیل بن جعفر صادق کے بعد دو فرزند باقی رہے تھے
 اسماعیل ثانی اور جعفر شاعر اسی جعفر شاعر کی اولاد سے خلفائے مصر ہیں مگر عباسیوں
 نے اُن کے نسب کے بطلان پر بڑا زور دیا تھا اور اُن کے اعتقادات فاسدہ نے
 اُسکو اور قوت دیدی۔ تاریخ فرشتہ میں بعض تواریخ کے حوالے سے لکھا ہے کہ محمد بن
 اسماعیل اپنے دادا جعفر صادق کے عہد میں رے کی طرف گئے تھے محمد آباد رے اُنکی
 طرف منسوب ہے اُنکی اولاد زیادہ ہوئی قندھار خراسان۔ اور سندھ کی طرف جا کر آباد
 ہو گئے۔ ملک مغرب کے نسب نامے جاننے والے کہتے ہیں کہ ہمدی عبد اللہ بن سالم بھری
 کی اولاد سے ہیں اور اُنکا باپ بھرہ میں نان بابی کی دوکان کیا کرتا تھا اور عراق
 کے نسب نامے جاننے والے کہتے ہیں کہ وہ یہودی کی نسل سے ہیں اور اُن کا نام
 عبد اللہ نہیں بلکہ سعید نام ہے اور وہ بیٹے تھے احمد بن عبد اللہ قدارح بن میمون
 بن دیصان کے ویصانیہ اسی دیصان کی طرف منسوب ہے اور بعضوں نے
 عبد اللہ بن محمد بن عبد اللہ قدارح بیان کیا ہے اور بعضوں نے سعید بن حسین بن محمد
 بن احمد بن عبد اللہ قدارح حسین جب مقام سلیمہ علاقہ حمص میں گئے تو ایک
 یہودن کے حسن و جمال کا ذکر اُن کے سامنے ہوا اور شوہر اُسکا جو ہمارا تھا مر چکا تھا
 حسین نے اُس سے نکاح کر لیا اُس عورت کے ایک لڑکا پہلے شوہر ہمارے تھا
 حسین اُس لڑکے کو بہت چاہتے گئے اور اُسکی تعلیم میں بڑی کوشش کی چونکہ
 حسین لا ولد تھے تو اُسی کے واسطے وصیت کی اور اُسے دعوت کے اسرار سکھائے
 اور سارا مال اور کل علامات اُسے دیدیں پھر اُسنے بڑی ترقی پکڑی اور عبد اللہ ہمدی
 کے نام سے شہرت حاصل کی۔ العرب فی اخبار المغرب مطبوعہ شریٹن کے صفحہ ۱۵۷
 میں مذکور ہے کہ قاسم بن طباطبائی علوی کہتے ہیں کہ قسم ہے خدا سے پاک کی کہ عبد اللہ
 ہم میں سے نہیں بیچ انسانی سنیہ پیری میں قادر باللہ خلیفہ بغداد کے حکم سے

۱۷ ویدیا نیہ کبیر الی جملہ پیکوٹ یا بے شناختہ قحطی فی زمانہ دہلاویہ، ایک اعلیٰ اور نئی اور پوسہ نسبت ۱۲

ایک محضر لکھا گیا جس پر علویین اور قضاۃ اور جماعت فضلاء اور ابو عبد اللہ بن نعمان فقیہ
 شیعہ کا نام لکھا گیا اس محضر کا مضمون یہ تھا کہ یہ وہ محضر ہے جس پر گواہان حاشیہ نے
 اس بات کی گواہی دی ہے کہ معد بن اسماعیل بن عبد الرحمن بن سعید منسوب ہے
 دیصان کی طرف جو فرقہ دیصانیہ کا سرغنہ ہے اور یہ بد مذہب یعنی منصور بن نزار
 جس کا لقب حاکم ہے معد کا پوتا ہے اور معد اسماعیل کا بیٹا ہے اور وہ عبد الرحمن بن
 سعید کا اور یہ لوگ خارج از نسب ہیں ان کو اولاد علی بن ابی طالب کے نسب
 میں کچھ دخل نہیں ہے یہ لوگ جھوٹا دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم علی بن ابی طالب کی ولاد
 سے ہیں اور یہ بد مذہب لوگ مع اپنے بزرگوں کے جو اسے پہلے گزرے ہیں کافر اور
 فاسق اور ملحد اور زندیق اور غیر مسلم تھے ہمیشہ اسلام سے انکار کرتے رہے ہیں ان لوگوں
 نے زنا کو مباح کر دیا شراب نوشی جائز بنادی انبیاء کو گایاں دیتے ہیں اور خدائی کا
 دعویٰ کرتے ہیں (نتیجہ) اور مقاتل نے ان کے سلسلہ نسب کی نسبت کہا ہے کہ وہ
 عبد اللہ بن محمد بن عبد الرحمن بصری ہیں اور نجم الحمان ہیں ابن قطان نے کہا ہے
 کہ بعض مورخین کا قول ہے کہ جعفر بن علی کی ایک کینز تھی ایک شخص کے ساتھ جو قرطبی
 یا بودی تھا اُس کی آشنائی ہو گئی اُس عورت نے بہت سامال اُس مرد کو دیدیا
 اور اپنے مالک کو مار ڈالا اُس مرد سے اُس کینز کے ایک بیٹا پیدا ہوا جو ان عبد اللہ
 ہمدی کا دادا ہے اور علی نے خلاصہ میں لکھا ہے کہ عبد اللہ قداح بن میمون بن اسود
 بنی مخزوم کا آزاد غلام تھا اور تیر بنایا کرتا تھا اس لیے قداح کہلاتا ہے اُس کا باپ
 امام محمد باقر اور امام جعفر صادق سے روایت کرتا ہے اور وہ خود بھی حضرت جعفر صادق
 سے راوی ہے اور کتاب نجاشی میں مذکور ہے کہ اُسکی تصنیف سے دو کتابیں ہیں
 ایک میں حضرت پیغمبر کی بعثت کے اخبار مذکور ہیں دوسری میں صفت جنت و دوزخ
 کا حال لکھا ہے اور انساب معانی میں آیا ہے کہ میمون جعفر صادق کا غلام تھا اور
 عبد اللہ اُسکا بیٹا محمد بن اسماعیل بن جعفر کے ساتھ مکتب میں رہتا تھا جب محمد نے
 وفات پائی تو حضرت اسماعیل کی خدمت میں رہنے لگا اور جب اسماعیل نے بھی

وفات پائی تو اُسے دعویٰ کیا کہ میں اسماعیل کا بیٹا ہوں حالانکہ وہ میمون کا بیٹا تھا۔ مورخین عبد اللہ قداح ابن میمون کے باب میں بڑی قلیل و قال کرتے ہیں تاریخ فرشتہ میں مذکور ہے کہ سیادت علوی مصر کی مورخین اور نساہین کے اعتبار سے مشکوک ہے مگر حضرت رسالت پناہ نے عالم رویا میں برہان نظام شاہ سے کہا تھا کہ میرا فرزند شاہ طاہر جو کچھ تجھ سے کتا ہے اُس پر عمل کر ایسی خواب اس حدیث کے بموجب (من رانی فی المنام فقد رانی فان الشیطان لا یتمثل فی صورتی یعنی جس شخص نے مجھ کو خواب میں دیکھا تو تحقیق اُس نے مجھی کو دیکھا اس لیے کہ شیطان میری صورت میں نہیں بن سکتا) ایضاً من رانی فقد رانی الحق یعنی جس نے مجھ کو دیکھا تو تحقیق حق دیکھا یعنی اس کا خواب سچا ہے اُس نے مجھی کو دیکھا ہے نہ غیر میرے کو شیطان نہیں ہو سکتی اس سے یقین ہے کہ سادات اسماعیلیہ صحیح النسب ہیں کیونکہ یہ شاہ طاہر عبد اللہ ہمدی کی اولاد سے ہے و اہل مولا اسماعیلیہ میں شاہ طاہر کے آبا و اجداد میں سے ایک عالم وفا صل شخص ترک دنیا کر کے درویشی کے زمرے میں آگیا تھا اور مذہب ننا عشری اختیار کر لیا تھا اور اپنے دادا اسماعیل کی امامت کا منکر تھا مگر تمام حالات لکھنے کے بعد تاریخ فرشتہ کا مولف کتا ہے کہ یہ خواب قصہ بالکل بے بنیاد ہے شیعوں نے اپنے مذہب کے جاری اور رائج کرنے کے لئے گھڑ لیا ہوگا جیسا کہ اُن کی عادت ہے تاریخ ابوالفدا میں مرقوم ہے کہ میمون بن دلیسان نے میزان نام ایک کتاب زندیقوں کی تائید میں لکھی ہے اور لوگوں کے سامنے یہ ظاہر کیا کرتا کہ میں آل نبی کا شیعہ ہوں میمون کے بیٹا پیدا ہو اس کا نام عبد اللہ رکھا اور چونکہ عبد اللہ آنکھیں بنایا کرتا تھا اس لیے اُسے قداح کہتے تھے میمون نے عبد اللہ قداح کو پختہ کار کر دیا اور دعوت کے طریقے سکھا دیے اور وہ اسرار تبادیے جو آل نبی کے ساتھ نسب ملانے میں کار آمد تھے پھر عبد اللہ اصفہان کی طرف سے امواز اور بصرہ اور سلیمہ میں آلوگوں کو تشیع اور اہل بیت کی طرف بلانے لگا اُسکے انتقال کے بعد احمد یا محمد نام اُسکا بیٹا قائم مقام ہوا اور اُس نے رستم بن حسین بن حوشب بن زاذان بن جاکوفی کو یمن کی طرف بھیجا کہ وہ لوگوں کو اس کے مذہب کی طرف دعوت کرے اور پھر ایک شخص ابو عبد اللہ شعیبی جس کا نام

لہو نشہ المیون بن دلیسان ولد یقال لہ عبد اللہ قداح فاندہ کان یدالیم المیون و یقل محمد تاریخ ابوالفدا

حسین بن احمد بن محمد بن زکریا ہے کوفے کی طرف کارہنے والا اُسے ملکیا ابن حوشب نے
 اسکو بہت سامان و اسباب دیکر رعایا سے مغرب کو مذہب ہمدویہ کی طرف دعوت کے
 لیے بھیجا اگرچہ ابھی تک اس مذہب کا نام ہمدویہ نہیں ہوا تھا مگر دراصل بنیاد اس
 مذہب کی اسی وقت سے سمجھنا چاہیے اسلئے کہ جب محمد نے سلمیہ میں انتقال کیا اور اپنے
 بیٹے عبداللہ کے واسطے خلافت و نیابت کی وصیت کر دی اور دعا کا حال و پتا بتا دیا
 تو عبداللہ نے اپنا لقب ہمدی باللہ رکھا اسی لیے اُن کی اولاد بنو ہمدی کہلاتی ہے
 جب مکتفی باللہ خلیفہ عباسی کو اُن کا حال معلوم ہوا تو اپنے حضور میں طلب کیا
 ابو محمد عبداللہ ہمدی اور اُن کے بیٹے ابو القاسم جنھوں نے بعد عبداللہ کے اپنا
 لقب قائم ہر ماہ اللہ رکھا تھا دونوں سودا گردان کے بھیس میں مصر ہوتے ہوئے افریقہ
 میں طرابلس الغرب کی طرف بھاگ گئے زیادۃ اللہ فرمان روا کے افریقہ کو جو آخری
 بادشاہ بنی اغلب کا تھا اُن کی تلاش تھی جا بجا حاکمان ضلع کو اُن کی گرفتاری
 کے لیے حکم بھیج دئے تھے ہمدی سبھما سہ میں جا کر ٹھہرے یسوع بن مدرار یہان کا حاکم
 تھا ہمدی نے یہان یہ ظاہر کیا کہ میں ایک سودا گر ہوں اور تجارت کی غرض سے
 یہان آیا ہوا ہوں اس عرصے میں یسوع کے نام زیادۃ اللہ کا خط پہونچا کہ یہ وہی
 شخص ہے جسکی طرف ابو عبداللہ شیعہ دعوت کرتا تھا یسوع نے ہمدی کو قید کر لیا مگر
 ابو عبداللہ شیعہ نے افریقہ میں ایسے ہاتھ پاؤں پھیلائے کہ زیادۃ اللہ کی قوت
 بربادی کے قریب پہونچ گئی اور ابو عبداللہ شیعہ وہان قابض ہو گیا اور ابو عبداللہ
 شیعہ ماہ رمضان ۱۹۶ھ ہجری میں رقادہ سے سبھما سہ کو گیا جب اُس کے قریب پہونچا
 تو یسوع نے اُسکا مقابلہ کیا مگر اپنے آپ کو کمزور پا کر شب میں مقابلے سے بھاگ گیا ابو عبداللہ
 شیعہ نے سبھما سہ میں داخل ہو کر ہمدی اور اُن کے بیٹے کو قید خانے سے نکالا اور
 دونوں کو سوار کر کے یحلا اور قبائل کے تمام سردار اُن کے آگے چلتے تھے ابو عبداللہ
 ہمدی کی طرف اشارہ کر کے کہتا تھا کہ تمہارے مولایہ ہیں ہمدی شدت خوشی
 سے روتے تھے یہاں تک کہ اُس خاص خیمے میں جو اُن کے لیے کھڑا کیا گیا تھا پہونچے

اور یہاں سے حاکم سجلا سے کواپنے سامنے بلا کر قتل کیا مہدی چالیس دن سجلا سے بین
شہر کر افریقہ کو گئے ۹۷ھ میں رقادہ پہونچے وہاں دفترون کو ترتیب دیا اور مال
جمع کیا اور شہرون میں حاکم اپنی طرف سے روانہ کیے سترہ مہدی سارے
افریقہ کے شہرون کے مالک ہو گئے اور خلفائے عباسیہ کی حکومت سے وہ ملک
نکل گیا صنایعہ الطرب میں لکھا ہے کہ مہدی اور ان کے جانشینوں نے اپنے
پھر بیرون کارنگ سفید رکھا تھا۔

یہس طرح مہدی کی نسبت میں امام جعفر صادق کی طرف مختلف روایتیں ہیں اسی طرح
ان کے اپنے نام اور ان کے بیٹے قائم کے نام میں بھی اختلاف ہے تاریخ ابوالفدا
اور جنات الفردوس میں مہدی کا نام صاف عبید اللہ اور کنیت ابو محمد مندرج ہے
اور ان کے بیٹے قائم کا نام محمد اور کنیت ابو القاسم لکھی ہے اور لفظ عبید عین کے
ضم اور با سے موحده کے فتح سے عبد کی تصغیر اور عبدا لہ بھی کتابوں میں لکھا ہے اور
اس صورت میں لفظ عبد مکثر ہے نہ مُصغّر اور بوہرون کے ورد و ظائف اور
دعاؤں کے کلمات میں صاف عبد اللہ ہے کہ اکثر نے عبید اللہ جو مصغّر ہے۔ مرآت عالم
روضة الصفا حبیب السیر اور تاریخ گزیدہ میں مہدی کا نام محمد اور کنیت ابو القاسم تحریر
کی ہے اور ان کے بیٹے قائم کا نام بامر اللہ کا نام احمد بیان کیا ہے اور پھر یوں کہا ہے کہ
اسماعیلیہ میں سے جس نے اول ظہور کیا اور صاحب ملک و حکومت ہوا وہ ابو القاسم
محمد بن عبد اللہ ہیں ان کو مہدی کہتے تھے ۲۲ھ ہجری میں مہدیہ بن انھون نے
انتقال کیا ان کے بعد جانشین ان کے القائم بامر اللہ احمد ہوئے جو ان کے بیٹے
تھے مگر یہ اقوال صحت سے عاری ہیں۔

مختصر یہ کہ جبکہ مہدی کی بادشاہت جم گئی تو تمام معاملات سلطنت کو بذات خود انجام
دینے لگے ابو عبد اللہ شیعہ اور اُسکے بھائی ابو العباس کو بیدخل کر دیا چونکہ ترک عادت
بلا سے سخت ہے یہ امر انکو ناگوار ہوا ابو العباس نے اپنے بھائی کو ملا مت کرتا تھا اور کہتا تھا
کہ تو نے بادشاہت اپنے ہاتھ سے نکال کر غیر کو سونپ دی ابو عبد اللہ شیعہ بھائی کو

سمجھاتا تھا کہ ایسی بات منہ سے مت نکال یہاں تک کہ ہمدی کو خبر لگی کہ وہ سرداران
قبائل سے یہ کہتا ہے کہ یہ ہمدی وہ ہمدی نہیں ہے جس کی طرف ہم نے تھیں بلایا تھا
ہمدی نے دونوں کو اپنے پاس بلا کر ۲۹۶ھ ہجری میں اور قبولے ۲۹۷ھ ہجری میں
قتل کر ڈالا۔ ۳۰۰ھ ہجری میں ہمدی نے افریقہ میں کنارہ دریا پر ایک شہر آباد کر کے
اسکا نام ہمدیہ رکھا اور اسکو اپنا دارالسلطنت بنایا خلفا سے مصر کے مورث اعلیٰ بھی بن
بلاوا افریقہ میں ان خلفا کی حکومت نے بڑی قوت پکڑی مذہب اسماعیلیہ کو بربلا
جاری کرنے لگے اُن کے داعی زمین مصر کی طرف پھیل گئے ایک خلق کثیر نے اُن کی
دعوت قبول کی پھر معز الدین الشہ ابونیم معد بن اسماعیل منصور بن قائم محمد بن ہمدی
عبداللہ ۳۵۸ھ ہجری میں ابو حسین جوہر اپنے والد کے غلام کی کوشش سے بعد وفات
کا خورشیدی والی مصر کے مصر کے مالک بن بیٹھے جہاں جوہر نے قاہرہ آباد کیا اور
اپنا لشکر شام کی طرف روانہ کیا تمام ملک افریقہ و مصر و بلاد شام میں بھی یہ مذہب
پھیل گیا مگر ۳۶۲ھ ہجری سے انکا قبضہ افریقہ سے اُٹھ گیا وہاں جو ان کی طرف سے
حاکم تھے وہ خود مختار ہو گئے مصر ان کے قبضہ میں رہا مغز نے ۳۸۵ھ ہجری میں دارالحکومت
افریقہ سے مصر میں بدلا تھا۔ ان کی سلطنت کو دولت عبیدہ اور عبیدی اور
عبیدیہ میں کہا کرتے ہیں اور دولت اسماعیلیہ بھی انھیں سے عبارت ہے
اور اُنکے طرفداران کے خاندان کو علوی فاطمی جانتے ہیں۔ سیوطی نے رسالہ
زینبیہ میں لکھا ہے کہ صدر اول میں لفظ شریف کا اطلاق ہر ایک اُس آدمی پر
ہوتا تھا جو اہل بیت سے تھا خواہ حسنی ہو یا حسینی یا علوی یا محمد بن حنفیہ کی اولاد
یا حضرت علی کے دوسرے بیٹوں کی اولاد سے یا جعفری یا عقیلی یا عباسی جبکہ فاطمیوں
کا مصر پر قبضہ ہوا تو انھوں نے فقط اولاد امام حسن و حسین پر استعمال اس لفظ کا مقصور
کر دیا انتہی ملخصاً اور حافظ ابن حجر نے کتاب القاب میں لکھا ہے کہ بغداد میں ہر
عباسی اور مصر میں ہر علوی لفظ شریف کے ساتھ ملقب تھا تاریخ ابوالفدا میں
مرقوم ہے کہ قاضی ابوبکر باقلانی کہتے ہیں کہ عبداللہ الملقب بہ ہمدی باطیہ کا عقیدہ

عام ترین ہمدیہ کا ذکر حکمت تونس میں صفحہ ۵۲۵ پر باب ۱۱۶ میں کیا ہے

رکھتے تھے دین اسلام کی بربادی کے بڑے درپے تھے علما کو قتل کراتے تھے تاکہ
 اُن کی مخالفت پر لوگوں کو وعظ و نصیحت نکلیں اور اُن کی اولاد بھی اسی عادت
 کی بجلی دناکاری اور مے نوشی کو مباح کر دیا تھا اور بیان المعرب میں لکھا ہے
 کہ قاضی ابو بکر باقلانی کہتے ہیں کہ عبداللہ ہمدی قرامطہ میں سے ہیں اور یہ مذہب
 اور مذہب اُن کے لئے ابو عبداللہ شیبی نے اختراع کیا ہے ہمدی موصوف ہمیشہ
 اصحاب و ازواج رسالت مآب کی جھوکیا کرتے تھے سوائے حضرت علی اور مقداد بن
 اسود اور سلمان فارسی اور ابوذر غفاری کے اور کہتے تھے کہ سرور عالم کی رحلت کے بعد
 یہ تمام لوگ مرتد ہو گئے تھے سوائے اُن پانچ صحابیوں کے۔ اور فقہا کو حکم دیدیا تھا
 کہ سوائے مذہب کے جو انکا جاری کیا ہوا تھا دوسرے مذہب پر فتویٰ ندرین اُن کا
 مذہب یہ تھا کہ بیٹی پوری میراث کی وارث ہو جاتی ہے اور طلاق بائنہ سے عدت ساقط
 ہو جاتی ہے۔ تاریخ فرشتہ میں تاریخ جهان کشاکش کے حوالے سے لکھا ہے کہ اسماعیلیہ
 کے دو پیشوا تھے ایک کو میمون قداح کہتے تھے اور دوسرے کو عبداللہ بن میمون
 یہ عبداللہ کوفہ اور عراق کو گئے اور اُن کا بیٹا ہمراہ تھا اور وہاں کے لوگوں کے
 سامنے ظاہر کیا کہ میں امام کا داعی ہوں اور امام جلدی ظاہر ہوا چاہتے ہیں اور ایک
 شخص کو جس کا نام ابو القاسم تھا میں میں دعوت کے لئے بھیجا اہل میں نے دعوت
 قبول کی اور ایک شخص کو جو ابو عبداللہ شیبی کر کے مشہور تھا مغرب کو بھیجا پیچھے سے
 آپ بھی مع بیٹے کے مغرب کو گئے ابو عبداللہ نے استقبال کیا عبداللہ نے مغرب میں
 جا کر یہ دعویٰ کیا کہ میں امام ہوں اور کبھی مصلحت کے طور پر یہ بھی کہہ دیتے تھے کہ امام کے
 ظہور کا وقت قریب ہے اور اپنے آپ کو اسماعیل بن جعفر کی اولاد قرار دیتے تھے
 اور اپنا خطاب ہمدی مقرر کیا تھا۔ عبیدین سے پیشتر اسماعیلیہ کے پاس سو کتاب لیبیان
 باطنیہ مولفہ غیاث کے اور کوئی کتاب نہ تھی جب ہمدیہ نے مصر اور افریقہ پر تسلط
 حاصل کیا تو ان کے خاندان میں بڑے بڑے علما صاحب تصانیف اور داعی پیدا ہوئے
 جیسے نمان بن محمد بن منصور قاضی اور علی بن نمان اور محمد بن نمان اور عبدالعزیز

اور محمد بن مسیب اور مقلد بن مسیب عقیلی اور ابو الفتح رجوان اور محمد بن عمار تلبی القلب
 یہ امام الدین وغیرہ فاضل مستنصر کے عہد میں عامر بن عبد اللہ رواجی مینی اور علی
 بن قاضی محمد صلیحی مین کا قاضی زادہ یہ دو بڑے بڑے داعی تھے یہاں تک کہ علی بن
 محمد نے سن ۳۵۲ھ سے ہجری سے مین میں ایسا قدم جمایا اور مسیحی نجاح رئیس تمامہ کوزہ ہر
 دلو اگر ۳۵۲ھ سے دو برس کے عرصے میں یعنی ۳۵۴ھ تک ساری قلمرو مین کا بدرج
 مالک ہو گیا اور اہل مین کو مذہب ہمدویہ مین کر لیا مین مین قوم نبی یام اور قوم نبی
 ہمدان اسماعیلی المذہب مین علی بن محمد صلیحی ابتدا مین سنی المذہب تھا عامر بن عبد اللہ
 رواجی کی کوشش سے شیعہ اسماعیلی ہو گیا تھا یہ اور اسکا بیٹا احمد بن علی بن محمد صلیحی
 دونوں مین کے حکمران بھی رہے اور بعد اُنکے اور بڑے بڑے داعی بھی گزرے مین جیسے
 صالح بن رزیک الرمی وزیر فائز بن ظافر اور فقیہ عمارہ مینی صاحب تالیخ مین بھی
 باطن مین شافعی تھا اور ظاہر مین ہمدویہ کا داعی حسین بن عبد اللہ بن حسن بن علی
 بن سینا کو بھی اسماعیلی المذہب بتاتے مین اور احمد بن عبد اللہ مصنف رسالہا سے
 اخوان الصفا کا بھی یہی مذہب تھا اور فوائد المجموعہ مین لکھا ہے کہ رسائل خوان الصفا کا
 واضع زید بن رفاعہ ہے اور حکیم ناصر خسرو کو بھی اسماعیلی بتایا ہے سات برس تک
 مستنصر کے پاس مصر مین رہا تھا ہر سال یہاں سے حج کو جاتا اور پھر مصر کو لوٹ آتا اگر
 کہ سے بصرہ ہوتا ہوا خراسان کو چلا گیا اور وہاں پہلوگوں کو مذہب اسماعیلیہ کی طرف
 ہدایت کرنے لگا جو لوگ یہ کہتے مین کہ وہ اسماعیلیہ الموتیہ کی صحبت مین رہا تھا اور
 اُسے ایک ندامت نامہ شائع کیا تھا کہ مین اسماعیلیہ الموتیہ کی صحبت مین رہنے پر مجبور
 تھا عمدائے مین نے اُنکی صحبت نہیں اختیار کی تھی یہ بات بالکل غلط ہے ناصر خسرو کو
 اسماعیلیہ الموتیہ کے ساتھ کوئی تعلق نہ تھا نہ اُن کے پاس وہ کبھی رہا ہمدویہ مین سے
 بعض کا قول یہ ہے کہ امام حکومت ولایت کے وقت گناہوں سے معصوم ہوتا ہے
 نہ قبل اُنکے اور بیٹے کہتے مین کہ قبل اس سے بھی معصوم ہوتا ہے اور کہتے مین کہ امام کا
 حکم ایماندار مرد و عورت پر لازم الاتباع ہے اگرچہ رضی کے خلاف ہو پس اگر امام کسی

دیکھو تالیخ مین موصوفہ ہمدان عمارہ مینی ناصر مستنصر دیکھو دیلمستان المذہب ۱۲

عورت کا عقد کسی مرد کے ساتھ کر دے تو یہ عقد و نون پر لازم ہو جاتا ہے اور فسخ نہیں کر سکتی اسی طرح اور تمام معاملات بیع و اجارہ میں امام کا حکم نافذ ہے اور یہ بھی عقیدہ رکھتے ہیں کہ امام کو خدا سے تعالیٰ کے ساتھ مانند حضرت موسیٰ کے ہم کلام ہونا چاہیے اور حاکم ہمارا اللہ عبیدی کو! اس باب میں بڑے بڑے دعوے تھے اور اکثر کوہ طور پر جاتے اور لوگوں پر ظاہر کرتے کہ مجھ سے خدا نے کلام کیا ہے اور حمد و یہ کے نزدیک امام کے واسطے علم غیب کا ہونا ضرور ہے جیسا کہ شیعہ اثنا عشری کا زعم ہے ان کا عقاد یہ ہے کہ لفظ علی جو برابر اوپر کا ترجمہ ہے درود میں آل پر داخل کرنا یعنی یون کنا حرام ہے اللہم صل علی محمد و علی آل محمد بلکہ یون کنا چاہیے اللہم صل علی محمد و آل محمد اور اس حرمت کے استدلال میں یہ حدیث موضوع بیان کرتے ہیں من فصل بینی و بین الی بعلی لم یبذل شفاعتی یعنی جس نے مجھ میں اور میری آل میں لفظ علی کے ساتھ فاصلہ دیا وہ میری شفاعت سے محروم ہے اور کہتے ہیں کہ ایک مرد کو اٹھارہ عورتوں کے ساتھ نکاح کر لینا جائز ہے اور تمسک اس آیت کے ساتھ کرتے ہیں فَأَنْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَتْنِي وَثَلَاثَ وَوُجُوحٍ یعنی نکاح کرو جو خوش لگے تم کو عورتوں سے دو دو اور تین تین اور چار چار پس ان کے نزدیک سب اعداد کا مجموعہ یعنی اٹھارہ عورتوں کا ایک شخص کے نکاح میں ہونا جائز ہے اور امامانِ حمد و یہ اگرچہ باطنیہ تھے مگر تالیف قلوب رعایا کے لیے بہ ظاہر احکام شرع کی پابندی کرتے تھے اور درپردہ اپنے عقائد کے جاری کرنے میں برابر معروف تھے اور اپنے سچے دوستوں کو بطور باطنیہ کے بھی تعلیم دیا کرتے تھے ان کے عہد میں تمام مصر میں رواج مذہب سماعیلیہ کا ہو گیا تھا قاضی مفتی شیعہ ہوتے تھے جو کوئی ان کے خلاف کرتا اسکو سزا دیتے یہاں تک کہ سوا اس عقیدے کے کوئی عقیدہ اس زمین میں باقی نہ رہا اگرچہ مذہب شیعہ پیشتر سے بھی زمین مصر میں معروف تھا یزید بن ابی حبیب نے کہا ہے نشأت بمعروہی علویۃ فقلبتہا عثمانیۃ یعنی جب میں نے مصر میں ہوش نہجالات وہاں

شیعہ مذہب تھا میں نے اسکو عثمانی مذہب یعنی حنفی کر ڈالا۔

ناصر خسرو اپنے سفر نامے میں جو متنفذ کا حال لکھا ہے کہ میں شام سے قیروان تک گیا تمام شہروں اور گائوں میں جو جو مسجدیں تھیں سب کا خرچ وکیل سلطان کے ذمے تھا چراغ کا تیل، چٹائی، بوریا، کبیل، مؤذن اور فراش وغیرہ کی تنخواہ یہ سب چیزیں ہی ہم پہنچاتا تھا ایک بار دلی شام نے لکھا کہ روغن زیتون کم ہے اگر حکم ہو تو مساجد میں مولیٰ اور علم کے بچوں کا تیل دیا جائے سلطان کی طرف سے اسکو جواب ملا کہ تم فرمانبردار ہو نہ ولیر ہو مخیر جو چیز خانہ خدا سے تعلق رکھتی ہے اسہیں تغیر و تبدل جائز نہیں۔ قاضی القضاۃ دو ہزار دینار مغربی پاتا تھا اور اسی طرح دوسرے قاضیوں کی بھی تنخواہیں تھیں تاکہ لوگوں سے رشوت کی طمع نہ گزرتی ماہ رجب میں تمام مساجد میں حکم سلطانی سنایا جاتا تھا کہ اے مسلمانو! موسم حج قریب آگیا ہے سلطان کی طرف سے جو سامان اور فوج اور بار برداری اور خرچ مقرر ہے وہ بدستور دیا جائیگا اور رمضان میں بھی یہی منادی کی جاتی اول ذی قعدہ سے آدمی شہر سے نکلنا شروع ہوتے اور ایک مقام معین میں ٹھہرتے نصف ذی قعدہ میں قافلے کا کوچ ہو جاتا تمام لشکر کا خرچ ایک ہزار دینار روزانہ ہوتا تھا اور تنخواہ نوکروں کی اس سے علاوہ ہوتی ساٹھ ہزار کے قریب دینار صرف میں آجاتے تھے اور جو اہل مکہ اور احیان مکہ کے ایسے اہل واکرام اور وظیفہ بھیجا جاتا وہ اسکے علاوہ ہوتا اور سال میں دو بار جامہ کعبہ بھیجا جاتا تھا۔

محدویہ کے نزدیک امامت کے بقوت کا طریق نص ہے محدود یہ جس طرح عبد اللہ ہدی کے اسلاف کو امام جعفر صادق تک امام منصوص جانتے ہیں اس لیے کہ ہر ایک باپ اپنے بیٹے کی امامت کے لیے فرمادیتا تھا اسی طرح ہدی کے بعد ان کے جانشینوں کو امام منصوص مانتے ہیں متنفذ تک تمام محدود یہ ائمہ کے باب میں متفق رہے انکے بعد میں فرقے میں امام کے متعلق اختلاف ہو گیا اور پھر آگے چل کر آمر کے بعد سے دوبارہ اختلاف پیدا ہو گیا جس کی تفصیل آگے چل کر معلوم ہوگی۔ ائمہ محدود یہ کی تفصیل یہ ہے۔

(۱) عبد اللہ ہدی باللہ افریقہ میں ان کی حکومت کو ابتدا ۹۶ھ سے سمجھی جاتی ہے کیونکہ زیادہ اللہ ماہ رمضان سنہ مذکور ہے افریقہ سے

بھاگ گیا تھا ۲۶ برس حکومت کر کے بائیسھ برس کی عمر میں ۳۲۲ھ میں انتقال کیا
ہمدیہ بن مدفون ہوئے جواب مملکت ٹونس میں واقع ہے۔ ۳۶۶ھ میں
پیدا ہوئے تھے۔

(۲) ابوالقاسم محمد الملقب قائم بامر اللہ بن ہمدی باپ کے
مرنے کے بعد تخت نشین ہوئے ان کے وقت میں ابو یزید خارجی نے خروج کیا
تھا تو اسماعیلیہ اسے دجال کہا کرتے تھے تاریخ گزیدہ میں مذکور ہے کہ ہمدویہ کا
اعتقاد یہ ہے کہ دجال ابو یزید سے کنایہ ہے اور ایک حدیث اس مضمون کی
روایت کرتے ہیں کہ دجال ہمدی یا قائم پر خروج کرے گا قائم کو ابو یزید نے
ہمدویہ میں محصور کر لیا حالت محاصرہ میں بیمار ہوئے اور دہین شوال ۳۳۲ھ
میں مرے بارہ سال حکومت کی۔

(۳) ابو طاہر اسماعیل الملقب منصور بقوۃ اللہ بن قائم یہ بڑے
فوجاء تھے تخت پر بیٹھ کر انھوں نے ابو یزید کو شکست دی ۳۳۶ھ میں
اسے گرفتار کر کے کھال نکلو کر اس میں بھس بھر دیا انھوں نے شوال
کی آخری تاریخ کو ۳۴۱ھ میں یہ سال حکومت کر کے ۳۹ سال کی
عمر میں انتقال کیا۔

(۴) ابوتیمم معد الملقب معز لدین اللہ بن منصور سلطنت نے ان کے
زمانے میں عروج پکڑا مغربی مصر کو انھوں نے اپنا دارا خلافت قرار دیا اور پھر برابر
سلاطین اسماعیلیہ کا یہی دارا حکومت رہا ۱۹ ربیع الثانی ۳۶۵ھ ہجری روز جمعہ کو راہی
ملک آخرت ہوئے ۲۳ سال ۵ ماہ حکومت کی ۴۵ سال عمر پائی۔

(۵) ابومنصور نزار الملقب عزیز باللہ بن معز شام سے اندلس تک تمام ممالک غزنی
پر انکا قبضہ تھا رمضان ۳۷۵ھ ہجری میں مر گئے ۴۲ سال عمر پائی ۲۱ سال امامت کی
(۶) ابو علی منصور الملقب حاکم بامر اللہ بن عزیز یہ بڑے متشع بادشاہ تھے
انھوں نے عورتوں کے پردے میں سختی کی مسکرات کی خرید وخت بند کرادی

(۷) ابوالحسن علی الملقب ظاہر لاغزادین اللہ بن حاکم یہ بڑے نیک نام تھے انکی نیک نامی لشکر عائد خراسان حج کر کے لوٹے تو مصر ہو گئے آئے اور وہاں سے خلعت لائے محمود غزنوی کو اس کی خبر لگ گئی انھوں نے فوراً خلیفہ بغداد قادر باللہ کو مطلع کیا حجاج ابھی مصر سے لوٹ کر بغداد ہی میں تھے کہ خلیفہ نے اُن سے باز پرس کی اور خلعت کے کپڑے جانے گئے ظاہر نے سپہ سالارہ اور اپنی بیوی کو مر واد لا تھا انکا انتقال شوال ۳۳۱ھ میں ہوا ۳۳ سال کی عمر پائی۔ ۱۶ سال حکومت کی۔

(۸) ابویقین محمد الملقب مستنصر باللہ بن ظاہر اللہ نے بیان کیا ہے کہ مستنصر کے خدیو انکی والدہ حکمرانی میں اُنپر غالب تھیں آخر کار ناصر الدولہ نے زور باندھ کر مستنصر کی والدہ کو قید کر دیا اور حکمرانی کے عوض اُنکو پچاس ہزار دینار دیئے اور مستنصر کو اُن کی اولاد اور بی بی سے علیحدہ کر کے نظر بند کر لیا اور انکی یہاں تک تحقیر و تذلیل کی کہ اُن کی شان و شوکت میں بڑے لگ گیا مستنصر کی یہ نوبت ہو چکی کہ ایک مسند پر بیٹھے رہتے تھے اور اسکے سوا کچھ اُن کے پاس نہ تھا آخر الامر ناصر الدولہ کو دوسرے امر نے مار ڈالا اور مستنصر نے فوج کے ایک سردار نے جسکا نام بدر جالی ہے اُسے مستنصر کا اقتدار چھینا اور تمام سلطنت کی نیابت بد کرنے لگا مستنصر نے بد کرنے انتقال کیا تو اُسکا بیٹا افضل نائب سلطنت ہوا مستنصر ایسے صابر و شاکر تھے کہ اُنپر بڑی بڑی مصیبتیں اور سختیاں پڑیں تمام مال و اسباب اور خزانہ انکا خراج میں آگیا سوائے ایک مسند کے جسپر وہ بیٹھے رہتے تھے اُن کے پاس کچھ باقی نہ رہا لیکن انھوں نے صبر کو ہاتھ سے نہ دیا مستنصر نے ۳۳۵ھ میں رحلت کی ۶۷ سال کی عمر پائی ساٹھ سال امامت و خلافت کی تاریخ گزیدہ میں مسطور ہے کہ مستنصر بے سبب قیستی جواہرات کو ہاون میں پسوا کر پانی میں بہا دیتے تھے سپاہ کی تنخواہ وقت پر نہیں دیتے تھے یہاں تک کہ ایک بارتنگ آکر سپاہ نے اُنپر بلوا کر دیا اور اُن کو پکڑ کر چڑھائی ہوئی تنخواہ وصول کی مگر ناصر خسرو اپنے سفر نامے میں اُن کی فیاضی کی بڑی تعریف کرتا ہے

اور کہتا ہے کہ رعایا کو سلطان پر بڑا اعتماد ہے کوئی شخص غلطیوں اور سرکاری نوکری سے نہیں ڈرتا سلطان نہ کسی پر ظلم کرتا ہے اور نہ کسی کے مال پر لالچ کرتا ہے۔

(۹) ابوالقاسم احمد الملقب مستعلی باقر بن تنصر ۲۹۵ ہجری میں انکا انتقال ہوا سات سال دو ماہ امامت کی اجل طبعی سے مرے تھے مگر وفاتہ الصفا میں لکھا ہے کہ تزار کے ایک طرفدار نے بار ڈالام ۲ سال کی عمر پائی۔

(۱۰)۔ ابو علی منصور الملّقب آمر باحکام اللہ بن مستعلی ان کے وقت میں شمالی عیسائیوں سے بڑی لڑائی ہوئی اور مسلمان غالب رہے ان شمالی عیسائیوں کو مسلمان معرخی اہل فرنگ لکھتے ہیں ان کے وقت میں حسن صباح اور نزار یہ کو شام میں بہت قوت حاصل ہو گئی اور کچھ ملک علویوں کا اُس خاندان کے قبضے میں آ گیا ان کے کوئی بیٹا نہ تھا اس لیے اپنے چچا کے بیٹے عبد المجید حافظ بن ابی القاسم بن مستنصر کو ولی عہد کیا ۳۴۴ھ فیقعدہ ۳۳۳ھ ہجری کو ایک فدائی کے ہاتھ سے شہید ہوئے ۲۹ برس ۵۵ ماہ ۱۵ دن حکومت کی حافظ ابرو کے نزدیک کچھ کم ۳۳ سال کی عمر پائی اور تالیخ گزیدہ سے ۳۰ سال کی عمر ثابت ہے بوہرون بن یہ روایت چلی آتی ہے کہ آمر کا صلیبی بیٹا ۷ھینے کی عمر کا اس وقت میں موجود تھا جسکا نام ابو القاسم طیب تھا اور امین کی امامت کے لیے آمر نے نص کی اُنکو امرائے دولت لیکر قاہرہ سے چلے گئے اور مستور ہو گئے۔ اسی لیے بوہرے آمر کے بھائی کی امامت کو تسلیم نہیں کرتے۔

(۱۱) ابو یحیٰی محمد الملقب حافظ الدین بن شہن امیر ابو القاسم بن مستنصر
عصرہ دراز تک حافظ کی بیعت نئی گئی اس خیال سے کہ امر کے محل میں شاید کسی عورت
کو حمل ہو بطور نیابت کے کام کرتے رہے ان کی وزارت ابو علی احمد بن فضل بن بدر جمالی
کے ہاتھ میں تھی اور وہ حافظ پر بیحد غالب تھا یہاں تک کہ ۵۷۲ھ میں علانیہ باغی ہو گیا
اور حافظ کو قید کر کے اپنا خطبہ جاری کیا اور اذان میں سے حی علی خیر العمل کا لفظ مٹوا دیا
کر دیا یہ بات شیعہ پر شاق گذری غلاموں کی ایک جماعت نے اُس کو قتل کر کے
تمام سامان اُسکا لوٹ لیا اور حافظ کو قید خانے سے نکالا اور اُس وقت اُنکی بیعت

کی گئی ابو العزا نے اسی طرح لکھا ہے مگر حبیب السیر دروضہ الصفا میں کہا ہے کہ ابو علی
فدائیوں کے ہاتھ سے مارا گیا تھا اور بعد اُسکے حافظ کے دوسرے وزیر کو بھی فدائیوں نے
مار ڈالا اور زوال سلطنت علویہ شروع ہوا جمادی الاخری ۳۷۷ھ ہجری میں یہ خلیفہ
فوت ہوا ۸۰ سال کی عمر پائی اور ۲۰ سال خلافت و امامت کی۔

(۱۲) ابو منصور اسماعیل ثانی الملقب ظافر بالله بن حافظ
ان کو اپنے وزیر عباس بن تمیم کے بیٹے نصر کے ساتھ عشق پیدا ہو گیا ایک لمحہ اس کو
جدانکرتے تھے اور اس کو ایک آباو قریہ عطا کیا ظفر اسے مصر کی زبانوں پر یہ بات جاری
ہوئی کہ نصر کا مہر تو اس سے بھی زائد ہے وزیر کو اس مطعون سے غیرت آئی اور اپنے
گھر دعوت کے جہانے سے ہلا کر مروا ڈالا یہ واقعہ ۵۴۹ ہجری کا ہے کچھ کم یا بچ سال
سلطنت کی ۲۱ سال کی عمر پائی۔

(۱۳) ابوالقاسم عیسیٰ الملقب فائز بنصر اللہ بن ظافر اہل درنگ سے ان کے وقت میں بھی لڑائی رہی بلا دغری پراہل فرنگ کا جو قبضہ ہو چکا تھا وہ مستحکم ہوا اور کچھ حصہ فائز نے اُن سے واپس بھی لے لیا صفر ۵۵۵ ہجری میں وفات پائی پانچ سال حکومت کی اور بقولے چھ سال اور چند ماہ حکومت کی ۲۱ سال کی عمر پائی۔

(۱۴) ابو محمد عبداللہ الملقب عاصد لدین اللہ بن یوسف بن حافظ

(۱۴) ابو محمد عبد اللہ الملقب عاصد الدین شہنشاہ بن یوسف بن حافظ
انھوں نے اپنے وزیر شاور کے ہاتھ سے تنگ آکر اتابک اور الدین سلطان موصل
و دمشق سے مدد چاہی سلطان نے اپنی فوج شیرکوہ کے ساتھ روانہ کی وزیر نے اہل
فرنگ سے مدد چاہی شیرکوہ نے لشکر مصر و فرنگ دونوں کو شکست دی اور مصر کو فتح کر کے
دو مہینہ اور پانچ دن کی حکومت کے بعد فوت ہو گیا پھر اُس کا بیٹا جلال الدین حاکم مصر ہوا اور
جمعہ کے دن ۲ محرم ۶۵۵ھ کو عاصد کے انتقال کے بعد خلفائے بغداد کے نام کا خطبہ
پڑھا یہ پورا حال جامع التواریخ مولفہ رشید الدین فضل بن ویکھنا چاہیے۔

شماره اول
مطابق با دستورالعمل
نویسندگان
سلطان صلاح الدین

دول اسلام میں لکھا ہے کہ ابتدا اسماعیلیہ کی مصر میں ۲۹۶ھ یا ۲۹۷ھ ہجری سے ہوئی اور خاتمہ اُن کی دولت کا ۵۶۷ھ میں ہوا مدت حکومت دو سو ستر سال ہے اور ائمہ اسماعیلیہ کی تعداد ۴۷ ہے اور جامع التواریخ کے ایک مقام سے بھی یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ خاتمہ دولت اسماعیلیہ کا ۵۶۷ھ میں ہوا اور لطافت اخبار الدول بن قاضی محمد عبد المصطفیٰ نے کہا ہے کہ انکی سلطنت کی مدت میں مصر میں ۲۶۸ سال ۵ ماہ ہے۔ سلطان صلاح الدین اور قاضی صدر الدین مارانی مذہب اشاعرہ پر تھے ان دونوں نے ابتدا سے خدمت سلطان نور الدین سے و شقی میں اسی طریقہ پر نشو و نما پایا تھا بلکہ صلاح الدین نے بچپن میں عقیدہ مولفہ قطب الدین مسعود نیشاپوری کو حفظ کر لیا تھا اور اپنے چھوٹے بچوں کو یاد کرا دیا تھا اس وجہ سے وہ اسی عقائد اشعری پر تھے جوے تھے جب یہ مصر کے بادشاہ ہوئے تو سارے لوگوں کو التزام عقائد اشاعرہ پر آمادہ کیا اور بغیر مذہب اسماعیلیہ و حدودیہ و ازالہ اشیع میں کو شمشک کرنی شروع کی اور مصر میں واسطے فقہائے شافعیہ و مالکیہ کے کئی عالی شان مدرسے تیار کرائے اور سارے قضاۃ شیعہ کو مصر سے نکال دیا اور صدر الدین عبد الملک بن درباس مارانی شافعی کو قاضی القضاۃ مقرر کیا تب سے اقلیم مصر میں جو کوئی قاضی مقرر ہوتا وہ شافعی المذہب ہوتا لوگ کھلم کھلا مذہب شافعی و مالک پر چلنے لگے اور مذہب شیعہ اسماعیلیہ و امامیہ چھپ گیا یہاں تک کہ میں مصر سے بالکل جاتا رہا۔ تصنیف عاصد فائز کے بیٹے نہ تھے جیسا کہ صاحب تحفہ اثنا عشری نے جانا ہے بلکہ عاصد یوسف کے بیٹے ہیں اور یوسف بیٹے ہیں عبد المجید حافظ لدین اللہ کے اور اس خاندان میں سوائے حافظ اور عاصد کے کوئی اور ایسا آدمی خلیفہ نہیں ہوا جسکا باپ خلیفہ نہوا اور امیر یوسف خلیفہ نہ تھے جیسا کہ تاریخ ابوالفدا اور تاریخ الخلفاء مؤلف سیموطی وغیرہ میں لکھا ہے اور شاہ عبد العزیز صاحب نے تحفہ اثنا عشریہ میں حافظ کو احمد مستعلی کا بیٹا بتایا ہے اور حبیب السیر میں مستنصر کا بیٹا کہا ہے بعض کتابوں میں ان کے باپ کا نام ابوالقاسم محمد بن مستنصر لکھا ہے اور ابوالفدا نے بھی انھیں ابوالقاسم بن مستنصر کا بیٹا بتایا ہے اور تاریخ گزیدہ میں کہا ہے کہ وہ عبد المجید بن مستنصر کے

لے شاہ مصر میں صلاح الدین نے پہلا مدرسہ شافعیہ نامی قائم کیا و یکھو درخشنید جلد اول صفحہ ۱۹۱

بیٹے بن مستنصر کے تین بیٹے تھے نزار احمد عبد المجید اور حبیب السیر بن لکھا ہے کہ
 امر کے بعد خود عبد المجید بن مستنصر تخت خلافت پر بیٹھ کر حافظ کہلائے۔
 تحفہ بن ان خلفا کے ناموں کی نسبت کئی غلطیاں واقع ہوئی ہیں بحوالہ مؤرخین
 بن غلطی سے ابو تمیم مستنصر کو قاہ کا بیٹا لکھا ہے حالانکہ ان خلفا میں قاہرہ کی نسب
 نہ تھا اور مستنصر کے بیٹے بن علی بن منصور کے اور علی کا لقب ظاہر لاغر زائدین اللہ ہے
 اور اس باب میں روضۃ الصفا حبیب السیر تاریخ گزیدہ اور عیون التواریخ وغیرہ میں
 اگرچہ یہ بڑی بھاری غلطی ہوئی ہے کہ خود ہمدی کا نام محمد بتایا ہے اور ابو القاسم انکی نسبت
 لکھی ہے مگر مرآت عالم کے مولف نے انتہائے غلطی یہ کی ہے کہ کہا ہے کہ ابو القاسم محمد
 جنھوں نے اپنا لقب ہمدی مقرر کیا تھا اور جنکو اسماعیلیہ ہمدی آخر الزمان جانتے ہیں
 اور ہمدویہ کے بانی وہی تھے جب انھوں نے سلسلہ میں رحلت کی تو ان کی جگہ
 ہنگامہ بیٹا القاسم بامر اللہ نزار سند نشین ہوا حالانکہ نزار ہمدی سے پانچویں پشت میں ہیں
 اور ان کا لقب عزیز باللہ تھا ہمدی تو عبد اللہ کا لقب ہے اور قائم ان کے بیٹے
 محمد کا اور حجرۃ النسب میں جو عبد اللہ کے ساتھ قائم کا لفظ استعمال کیا ہے وہ بھی
 اسی قبیل سے ہے اور تاریخ فرشتہ میں مستنصر اور علی ظاہر کے درمیان ایک نام محمد
 لکھا ہے اور وہ زائد معلوم ہوتا ہے کیونکہ دوسری کتب سے ثابت نہیں۔

ہمدویہ کا امامت میں اختلاف

مستنصر کے بعد سے ہمدویہ میں اختلاف واقع ہو گیا اور دو فرقے بن گئے وجہ اسکی یہ ہے کہ
 مستنصر نے اولاً اپنے بڑے بیٹے المصطفیٰ بن اللہ نزار کی امامت کے لیے اپنے بعد نص کی پھر
 ان سے ناراض ہو کر چھوٹے بیٹے ابو القاسم احمد الملقب مستعلی باللہ کی امامت کے لیے
 نص کر دی سو ایک جماعت نے نص ثانی کو نص اول کا ناسخ قرار دیا اور مستعلی کو امام
 معنی جانا چنانچہ ان لوگوں کو مستعلویہ کہتے ہیں اور ایک جماعت مستنصر کی نص اول کے
 بموجب نزار کو امام ماننے لگی اور کہنے لگی کہ نص ثانی انھوں نے اس لیے کہ نص اول پنا کام

پورا کر چکی تھی اور دلیل اسپر یہ بیان کی کہ حضرت جعفر صادق کے بعد ان کی نفس کے بموجب اسماعیل امام ہوئے نہ موسیٰ کاظم تو یہاں بھی نزار کی نسبت حق و صیت باطل نہیں ہو سکتا اس فرقے کو نزار یہ کہتے ہیں یہ لوگ نزار کی دعوت دیئے گئے حسن صباح اسی مذہب کا سرگرم داعی تھا اور شیخ نزاری قستانی بھی مذہب نزاریہ کا پابند تھا اسی لیے نزاری تخلص کرتا ہے اور مرآت عالم میں جو لکھا ہے کہ نزاری قستانی حسن صباح کا عرف تھا یہ غلط ہے تحفۂ اثنا عشریہ میں نزار کو مستنصر کا بھائی بتایا ہے۔ اور دبستان المذہب تاریخ فرشتہ جدید السیر اور مرآت عالم اور روضۃ الصفا وغیرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ مستنصر کے بیٹے تھے اور مجالس سفیہ سے بھی ثابت ہوتا ہے چنانچہ اُس میں لکھا ہے کہ مستنصر باذنہ دینا سے رحلت کی ان کے پسر اکبر نزار پہلے ولی عہد تھے اسکے بعد وہ خارج ہوئے اور اُن کے چھوٹے بھائی مستعلی ولیعہد ہوئے مستنصر کی وفات کے بعد مستعلی نے تخت قاہرہ مغربیہ پر چلوں فرمایا اور نزار نے علیحدہ نشان حکومت قائم کیا دونوں بھائیوں میں جنگ عظیم ہوئی فدا کیا قلعہ الموت ایران سب نزار کے طرفدار تھے اور اہل بین سب مستعلی کے طرفدار تھے کلاہ یاد رکھو کہ جب احمد مستعلی مسند خلافت پر متمکن ہوئے تو نزار اسکندریہ کو بھاگ گئے وہاں مستنصر کا ایک غلام حاکم تھا اُس نے تعظیم و تکریم کر کے سر پر فرمان روائی پر بٹھا دیا مستعلی نے ایک بھاری فوج اسکندریہ کو بھیجی جسے پہونچکر غلام کو مار ڈالا اور نزار کو قاہرہ میں پکڑ لائے مستعلی نے اُن کو قید کر دیا قید ہی میں انتقال ہوا۔ نزاریہ کا نام صباحیہ اور حمیریہ بھی ہے اور یہ نسبت ہے حسن بن محمد صباح حمیری اسماعیلی کی طرف اور یہ سارے مہدویہ میں سے اکفر تھے اس لیے انکو ملاحدہ بھی کہتے ہیں اور حقیقت میں اسماعیلیہ کی ایک شاخ ہیں بلکہ ابن خلدون نے تو لکھا ہے کہ سارے اسماعیلیہ ملاحدہ کہلاتے ہیں کیونکہ اُن کے مقالے میں اتحاد بھرا ہوا ہے مگر اس میں شک نہیں کہ مہدویہ بظاہر ہر ایک حکم شرع کی پابندی کرتے تھے اور انھوں نے ظاہر میں بھی رعایت شرع کی اٹھا دی تھی نزاریہ کو بھی

یا طنیہ کہتے ہیں اس حسن کی نسبت اور باب تواریخ میں یہ بات مشہور ہے کہ اسکا نسب محمد بن صباح حمیری سے ملتا ہے مگر خواجہ نظام الملک نے اپنے وصایا میں اس لقاہ کی تردید کی ہے اور کہا کہ جب حسن نیشاپور میں طالب علمی کو آیا تو لوگوں سے بیان کیا کرتا تھا کہ میں نسل عرب سے ہوں خاندان صباح حمیری سے میرا باپ میں سے کوئی نہیں کوئی سے تم میں تم سے رہے میں آ رہا تھا مگر اہل خراسان خصوصاً اہل طوس کہتے ہیں کہ یہ قول اسکا صحیح نہیں اس کے اسلاف اس ملک کے کسان تھے خواجہ نے اپنے وصایا میں حسن کی عیاری اور غذاری کی طول طویل داستان لکھی ہے اور اس میں اس کے سخت شاکی ہیں اور اس کے باپ کا نام علی لکھتے ہیں اور اس کے بھی عقیدہ فاسد اور خیانت طینت کو بیان کرتے ہیں یہ علی سے کا باشندہ تھا ابو مسلم حاکم رہے ایک دیندار شخص تھا اس لیے علی سے نفرت رکھتا تھا علی ہمیشہ ابو مسلم کے سامنے اپنے عقیدے کی صفائی ظاہر کرتا اور قسمیں کھاتا اس زمانے میں نیشاپور میں امام موفق جنگی عمر ۵۰ سال سے متجاوز تھی طلباء کو درس دیا کرتے تھے اور ان کے درس کی یرکت تھی کہ ان کے یہاں طالب علم غالباً کسی مرتبہ کو پہنچ جاتے تھے حسن کے باپ نے کہ اسما عیسیٰ المذہب تھا مسلمانوں کی اپنی طرف سے اس بدظنی کے ذمہ کے لئے حسن کو نیشاپور لیا کر امام موفق کے حلقہ درس میں داخل کیا حسن اور خواجہ نظام الملک طوسی اور حکیم عمر خیام تیمون ہم درس تھے اور آپس میں یہ معاہدہ ہو گیا کہ ہم میں سے جو شخص مرتبہ اہارت کو پہنچے اس کی دولت تینوں میں علی السویہ مشترک ہے خواجہ نظام الملک جب لپہر سلطان کے وزیر اعظم مقرر ہو گئے تو عمر خیام اسے ملے خواجہ نے انکا معقول بندوبست کر دیا عمر خیام نے گوشہ نشینی اختیار کر لی اور علوم کے پھیلا نے میں مشغول ہو گئے خواجہ نے حسن کے ساتھ لپہر سلطان کے عہد میں تو کوئی سلوک نہ کیا سلطان ملک تباہ سے حسن کو ملا دیا لیکن خواجہ حسن سے کھٹکتے رہے حسن نے سلطان کے مزاج میں بہت دخل پیدا کر لیا سلطان نے ایک روز خواجہ سے کہا کہ بھلا کہتے دنوں میں تمام ممالک کے جمع خرچ کا حساب منہج و مرتب کر لو گے خواجہ نے کہا

کہ دو برس میں سلطان نے کہا کہ یہ مدت بہت زیادہ ہے حسن نے سلطان سے وعدہ کیا کہ اس خدمت کو فدوی چالیس دن میں انجام دے سکتا ہے چنانچہ وہ اس کام پر مامور ہوا اور سارا حساب طے کر کے پیش کرنے کے لیے لے گیا حسن کے نوکر کے پاس یہ دفتر تھا اور وہ دربار سے باہر لئے کھڑا تھا خواجہ نے وہ کاغذات اُس سے دیکھنے کے نام سے لیکر زمین پر ڈال دیے تمام پریشان ہو گئے نوکر نے اُن کو جمع کر کے رکھ لیا اور حسن سے یہ بات کہی حسن جب وہ کاغذات سلطان کو ملاحظہ کرائے لگا تو انکو بالکل اتبرا یا حسن سے جب سلطان نے سوال کئے تو ہان ہون کرنے لگا سلطان نے ملول ہو کر فرمایا کہ تعلق کا کیا سبب ہے نظام الملک نے عرض کیا کہ وہ تفکار لوگ جس کام میں دو برس کی حمت چاہتے ہوں اُسکو ایک ناواقف چالیس دن میں کیسے پورا کر سکتا ہے میں نے تو سابق میں حضور سے عرض کر دیا تھا کہ اس شخص کی طبیعت میں کر پزی اور مزاج میں طیش ہے اعتماد کے قابل نہیں سلطان حسن سے ناخوش ہو گیا حسن چھپکے رو دبار کو چلا گیا پھر یہاں سے اصفہان پہونچا یہاں بھی زیادہ نہ ٹھہرا اور مصر کو چلا گیا مستنصر اسماعیلی یہاں امامت کرتے تھے انھوں نے حسن کی بہت خاطر کی مگر ڈیڑھ برس سے زیادہ حسن اُن کے پاس نہ ٹھہر سکا اسلئے کہ حسن نزار کا جانبدار تھا اور اسماعیلی کی امامت کے لئے جو مستنصر نے نص کی تھی اسکا مخالفت تھا اور یہ بات سپہ سالار اور افواج مصری اور تمام اعیان و بار کے خلاف تھی حسن کو مصر بھی چھوڑنا پڑا اور یہاں سے حلب کو حلب سے بغداد کو بغداد سے خوزستان کو خوزستان سے اصفہان کو گیا اور اسی طرح ولایت عراق اور آذربائیجان میں پھرنے لگا اور لوگوں کو طریقہ اسماعیلیہ اور امامت نزار کی طرف دعوت کرنے لگا اور چند روز دمشق میں رہنے کے بعد اُس نے قستان میں جا کر دعوت اسماعیلیہ کا سلسلہ جاری کیا اور بہت سے آدمی خفیہ طور پر اسکی اطاعت کرنے لگے۔ روضۃ الصفا میں لکھا ہے کہ اسماعیلیہ حسن کو سیدنا کہتے ہیں اور حسن نے رو دبار پہونچنے سے پیشتر کچھ اپنے آدمی الموت کو بھیجے تاکہ وہاں کی رعایا کو مذہب نزار کی طرف دعوت کریں

حسین قایمی ایک داعی کی کوشش سے رعایا سے الموت اس مذہب میں داخل ہو گئی سلطان جلال الدین ملک شاہ کی طرف سے یہاں کا حکمران ہمدی علوی تھا جو بظاہر اسماعیلیہ کی طرف داری کرتا تھا اور باطن میں ان کے مخالف تھا جب ہمدی نے دیکھا کہ اسماعیلیہ نے یہاں تک قوت پیدا کر لی ہے کہ قلعہ واقعہ سے جاتا تو نیک دن شب کے وقت فریب سے سارے اسماعیلیہ کو قلعہ سے نکال دیا اور کہا یہ قلعہ سلطان کا ہے غیر کا اس میں کیا کام اسماعیلیہ میں اور ہمدی میں بہت سی گفتگو ہوئی جس کا آخری یہ نتیجہ نکلا کہ ہمدی نے سب کو قلعہ میں واپس بلا لیا اب اسماعیلیہ اُس سے ہوشیار رہنے لگے بلکہ ایک شب اچانک ہمدی کی غفلت میں حسن کو قلعہ پر بلا لیا - یہ واقعہ ماہ رجب ۷۳۳ ہجری کا ہے حسن نے ہمدی کے ساتھ بڑی چال یہ کی کہ اس سے کہا زمین و ثبات یہاں انکی زمین اپنی سکونت اور عبادت کے لئے لینا نہیں چاہتا تین ہزار دینار کو میرے ہاتھ چرسہ بھر زمین فروخت کر دو ہمدی راضی ہو گیا حسن نے اُس چرسے کے بارے میں کہنے لگا کہ تمام قلعہ کے آس پاس بچھو ادا دے اور اُس قیمت کے ادا کر دینے کے لیے ایک رقعہ حاکم گرد کوہ کے نام جسے رئیس مظفر کہتے تھے اور مخفی طور پر وہ حسن کی دعوت قبول کر چکا تھا لکھ دیا اور قلعہ میں سے ہمدی کو نکال دیا ہمدی نے کچھ عرصے کے بعد رئیس مظفر کو وہ رقعہ دیکر دینار وصول کر لئے مارت خان اصفہانی بھجے العالم میں کہتا ہے رودبار قزوین کے شمال میں چھ فرسخ کے فاصلے پر ہے اُس میں پچاس قلعہ موجود ہیں جن میں سے بہتر قلعہ الموت ہے یہ قلعہ اسماعیلیہ کا دار الملک تھا اور اقلیم چہارم میں داخل ہے ۷۳۳ میں حسن کے قبضے میں آیا ہے اس قلعہ کی وجہ تسمیہ برہان قاطع میں یہ لکھی ہے الموت الف اور لام کے فحون سے جبروت کے وزن پر مشہور قلعہ کا نام ہے جو قزوین اور گیلان کے درمیان میں واقع ہے اس قلعہ کو نہایت بلند ہونے کی وجہ سے اُنہ آموت کہا کرتے تھے جبکہ لفظی معنی عقاب کا گھونسلہ ہے اس لئے کہ الہ (الف) کے فتح لام کے ضمہ ہا کے ظہور سے (عقاب کو کہتے ہیں اور آموت ولاہوت کے وزن پر) گھونسلے کے معنی میں ہے عقاب اونچے مقامات پر گھونسلہ رکھتا ہے

۱۴ ساریا علیہ کیا تقادم القراء بہ واعظم حصو فہم الموت فیہ کان یسکن کبیر ہم ۱۲ منہ ۵۳ جنگ کو شیش بھی کتے ہیں ۱۰

بین کہ عراق کے تمام ملک کا حصہ
 ایک مقام پر لاکھا ہے وغیرہ
 حصوں الملاحدة
 و علم
 لا نسى ابراهيم بن محمد
 الا نام قبض لهم ثمان مائة
 الا سلام وادون في ثمان مائة
 الا سما عليه في ثمان مائة
 وفي صفحة ثمان مائة من
 ابن جبر بن محمد الملاحدة
 ربيع الاول سنة ثمان مائة
 ليون سنة ثمان مائة
 رعد ابن جبر بن محمد

مل سکتا ہے اور اُن کو اُسکے احکام کی تعمیل کہہ کر غیب دلائی جاتی تھی چھٹے درجے کے لوگ لاسک تھے جس کا ترجمہ نو آموز یا مبتدی ہے اور ساتویں درجے میں عوام تھے اس گروہ نے بڑی بڑی تختیاں کی تھیں دوسری تک اطراف و جوانب میں ایک تہلکہ ڈال دیا تھا بڑے بڑے آدمیوں کو جو شیخ سے مخالفت رکھتے تھے انھوں نے مار ڈالا سب سے اول نظام الملک مارا پھر اُسکے بیٹے کو خنجر سے مارا سلطان ملک شاہ کا زہر سے مرنا بھی انھیں کی سازش سے سمجھا جاتا ہے اور یہ فدائی مالک میں پھیل گئے تھے اب بھی اُن کے چھوٹے چھوٹے گروہ شام کے پہاڑوں میں موجود ہیں ہمارے ہر کتابتال نے اس فرقے کی تاریخ میں ایک کتاب لکھی ہے جو جو علماء فرقہ اسماعیلیہ کے خلاف تھے اُن کو بین بین کران فدائیوں نے ہر ایک طرح کی گھات سے قتل کر ڈالا کسی کے خاکہ گرد بنکر مار ڈالتے کسی کو خنجر کا زخم کر ڈالتے اس سلسلے میں ملک مذہب کے علماء ڈرنے لگے اور حسن کے خلاف منہ سے کوئی لفظ نہیں نکالتے تھے اگر وہ خون کا یہ حال تھا کہ جب سلطان سنجر نے قلعہ الموت کی تباہی کے لئے کئی بار سپاہ بھیجی تو حسن نے اُسکے ایک نوکر کو جو نہایت مقرب تھا اور حسن سے حسن عقیدت رکھتا تھا حکم دیا کہ جب سلطان سوتا ہو تو اُسکے سر پر ایک چھری میں گار ڈے اُسے ایسا ہی کیا سلطان بیدار ہوا تو اس بات سے اُس کے دل میں بڑا اندیشہ پیدا ہوا تو تھوڑے دنوں کے بعد حسن نے سلطان سے کہلا بھیجا کہ اگر مجھ کو آپسے محبت نہ ہوتی تو وہ چھری جو زمین سخت میں گڑھائی گئی تھی آپ کے سینہ نرم میں گڑھائی جاتی سلطان نے حسن سے صلح کر لی اور اس وجہ سے حسن کا کام زیادہ ترقی کرنے لگا حسن نے اپنے ایک بیٹے حسین نامی کو حسین قاضی فاح قستان کے جرم قتل کی سزا میں مروا ڈالا اور دوسرے بیٹے کو شراب نوشی کی علت میں مروا دیا ۸۔ ربیع الثانی ۵۷۰ھ ہجری مطابق ۱۱۷۵ء کو حسن کا انتقال ہو گیا۔ حسن مذہب نزاریہ اسماعیلیہ کا داعی تھا۔

نزاریہ نزار کے بعد اُسکے بیٹے ہادی کو امام جانتے ہیں مگر مورخین کی تحقیق یہ ہے کہ نزار نے کوئی اولاد باقی نہیں چھوڑی تھی احمد مستعلی نے حکومت پائی تو نزار کو

مع ان کے دو بیٹوں کے قید کر دیا تینوں نے قید ہی میں جان دی اور نزار یہ یون
 بات بناتے ہیں کہ ابوالحسن سعیدی مستنصر علوی کے انتقال کے بعد مصر سے
 الموت میں حسن بن محمد صباح حمیری کے پاس آیا اسکے ساتھ ایک لڑکا تھا نزار
 کی اولاد میں سے جس کے حال سے حسن بن صباح حمیری کے سوا کوئی واقف نہ تھا
 اس لیے حسن نے اس لڑکے کو نہایت تعظیم کے ساتھ اپنے پاس رکھا اور بعض یون
 کہتے ہیں کہ خود حسن بن صباح حمیری مصر میں آیا اور نزار کی ایک عورت سے جو
 قید میں تھی ملا اسکے پاس سے ایک صغیر السن بچے کو لے لیا اور لوگوں سے بیان کیا
 کہ یہ نزار کا فرزند ہے اور اس لڑکے کو شہر سے کو لے گیا اور نام اسکا ہادی مقرر کر کے
 دعوت اسکے نام سے شروع کی ہزار ہا آدمی اسکے حلقہ اطاعت میں آگئے پھر ابن
 صباح نے طبرستان کے قلعے فتح کر لیے اور قلعہ الموت پر قبضہ کر کے اسے دار الحکومت
 قرار دیا اور نام اسکا بلدۃ الاقبال رکھا اور اسنے اپنے مرض الموت میں ایک شخص
 کیانامی کو خلیفہ بنا کر وصیت کر دی کہ ہادی کی تعلیم و تربیت میں جو ابھی لڑکا تھا
 پوری کوشش کرے اور کیا نے انتقال کے وقت اپنے بیٹے محمد کو اپنا نائب مقرر کیا
 ایک دن جو ہادی کو شہوت کا غلبہ ہوا تو محمد ابن کیا کی عورت کو بلا کر اس سے
 صحبت کی کیونکہ انکے نزدیک امام کے لیے ہر ایک حرام حلال ہے وہ عورت عالمہ ہو گئی
 اور ہادی کے انتقال کے بعد ایک لڑکا جنی جسکا نام حسن رکھا گیا یہ بیان اسی
 عورت کا تھا جسے ہادی کے اکثر متبعون نے باور کر لیا اور کچھ لوگوں کو شک پیدا
 ہو گیا اور یہ کہنے لگے کہ ہادی جس عورت سے ہم بستر ہوا تھا وہ اور تھی اور محمد بن کیا
 کی زوجہ کو بھی اسی زمانے میں جب ہادی نے اس عورت کے ساتھ صحبت کی
 تھی اپنے شوہر سے حل رہ گیا اور اتفاقاً دونوں عورتوں کے ایک ہی وقت میں
 بیٹے پیدا ہوئے محمد بن کیا کی بی بی نے اپنے لڑکے سے اس لڑکے کو جو ہادی کا
 نطفہ تھا بدل لیا بہر صورت بعد محمد بن کیا کے حسن نے ظاہر کیا کہ میں نزار کی اولاد
 سے ہوں اور ہادی کا بیٹا ہوں اور امامت کا دعویٰ کیا جس کو نزار یہ نے

تسلیم کیا اور بعض نے سلسلہ نسب ساکینوں لکھا ہے حسن بن ہمدی بن ہادی بن نزار بہر صورت حسن بن ہادی نہایت عاقل بلیغ حاضر جواب اور خوش محاورہ تھا بہت خطبے دیتا تھا اور لوگوں میں اس بات کو تاکید سے بیان کرتا تھا کہ امام کو حق حاصل ہے کہ جو چاہے کرے اور امام تکالیف شرعیہ کو دور کر سکتا ہے اور مجھے خدا کا حکم غیب سے یہ پہونچتا ہے کہ تم سے ساری تکالیف شرعیہ کو اٹھاؤ اور تمام عمرات کو تم پر مباح کر دوں جو کچھ چاہو کرو بشرطیکہ باہم جنگ و جدل و کشت و خون نہ کیا کرو اور اپنے امام کی اطاعت سے انحراف نہ کرو نزاریہ اسکو امام برحق جانتے تھے اور اس کی ذات کو قیامت کہتے تھے اس لیے کہ انکا اعتقاد یہ تھا کہ اُسوقت قیامت قائم ہوگی جب آدمی خدا رس ہو جائیں گے اور تکالیف شرعیہ اُٹھ جائیگی اور قیامت سے یہی مطلب ہے حسن نے اپنی امامت کے زمانے میں غلاموں کو خدا سے ملا دیا اور شریعت کے رسوم اٹھا دیے۔ کہتے ہیں کہ جب یہ امام ہوا تو ۵۵۹ھ ہجری میں ساکنان الموت کو عید گاہ میں جمع کیا اور ایک ممبر رکھوایا جس کے چاروں کونوں پر چار علم سرخ زرد سبز اور سفید کھڑے کرادیے اور ۱۲ تاریخ رمضان ۵۵۹ھ مذکور کو ممبر پر بیٹھ کر فرمایا میں امام زمانہ ہوں امر و نہی کی تکلیف اہل جہان سے میں نے اٹھا دیں اور تمام احکام شرعیہ کو موقوف کر دیا اب زمانہ نجات کے قائم ہونے کا ہے چاہیے کہ مخلوق کا باطن خدا کی طرف متوجہ ہو اور ظاہر میں جو کچھ چاہیں کریں اور ممبر سے اتر کر روزہ افطار کر لیا اور تمام آدمیوں کو حکم دیا کہ مثل عید کے خوشی منائیں اور اُس دن کا نام عید القائم رکھا اور الموتیاں سے علی ذکرہ اسلام کہتے تھے شرعاً ملاحظہ نے اُسکی مدح میں قصائد لکھے تھے اُس کی مدح میں یہ ایک شعر ہے۔

برداشت غل شرع بتائید از دی | مخدوم روزگار علی ذکرہ اسلام

اس حسن کے زمانے میں امام فخر الدین رازی نے میں رہتے تھے اور تصنیف اور وعظ و نصیحت سے مسلمانوں کو فیض پہونچاتے تھے مسائل خلافی میں جب اُن سے کوئی بات دریافت کی جاتی تو فرماتے خلافاً للاملاحدۃ لنعلم اللہ خذ لہم اللہ حسن نے ایک فدائی کو ستعین کیا وہ امام کے پاس آیا اور طالب علموں کے لباس میں رہا اور فرشتہ کا منتظر

رہتا تھا، ماہ کے بعد اتفاق سے امام رازی کو تنہا حجرے میں پالیا اندر سے دروازہ بند کر کے امام کی چھاتی پر چڑھ بیٹھا اور خنجر کھینچ کر اُن کی چھاتی پر کھدیا اور کھنے لگا۔ تم کس لیے ہمیشہ ہمارے پیشواؤں پر لعن و طعن کرتے رہتے ہو امام نے اُسکو قسم دی اور بہت کچھ الحاح کی تب اُس نے کہا کہ مجھ کو تمہارے قتل کا حکم نہ تھا ورنہ ہرگز نہ چھوڑتا ہمارے سید نے تمکو سلام کہا ہے اور یہ کہا ہے کہ ہمکو عوام کی باتوں کا خوف نہیں تمہاری باتوں کا خیال ہے کیونکہ جو بات تمہارے منہ سے نکلے گی وہ ہمیشہ باقی رہے گی اور اُس سے ہماری بدنامی قائم رہے گی آپ قلعہ میں تشریف لائے تاکہ شرطہ متگذار ہی ادا کی جائے امام نے کہا کہ میرا وہاں چلنا تو ممکن نہیں مگر آئندہ کبھی بُرائی کے لفظ سے یاد نہ کیا جائے گا بعد اسکے فدائی نے تین سو شقال سونا اور دو بانی چادرین امام کے سامنے رکھ دیں اور کہا کہ یہ وظیفہ تمہارا ایک سال کا ہے اور آئندہ ہر سال سی طرح پودنچتا رہے گا اور خود حجرے سے چلا گیا کہ پھر کسی نے اُسکو وہاں نہ دیکھا اس واقعہ کے بعد امام جب کبھی خلا فی مسئلہ بیان کرتے تو کہتے خلافاً لاسما عیلیۃ ایک شاگرد نے عرض کیا کہ اس کلمے کے اختیار کرنے کا کیا سبب ہے امام نے جواب دیا کہ وہ برہان قاطع رکھتے ہیں۔ حسن کے مارے جانے کے بعد اُسکا بیٹا محمد امام ہوا محمد کو اُسکا بیٹا جلال الدین حسن ہلاک کر اگر خود امام ہوا اور اُس نے اپنے باپ دادا کے مذہب کو چھوڑ دیا مسلمان پاک ہوا یہاں تک کہ اپنے اسلاف کا کتب خانہ بھی جلوا دیا اور اُنپر طعن کرنے لگا اور مذہب باطنیہ کو مٹانا شروع کر دیا اور اپنی تمام رعایا کو بھی مذہب اہل سنت پر چلنے کی تاکید کرنے لگا اور اپنے حسن اعتقاد پر خلیفہ اور اہل بغداد کو بھی اطلاع کر دی اور اپنی مان کو بہت سے تحائف اور ہدایا دیکر خانہ کعبہ کو حج کے لیے بھیجا جلال الدین حسن کے بعد اُسکا بیٹا علاء الدین محمد امام ہوا تو اُس نے طریقہ ملاحدہ باطنیہ کو اختیار کر لیا اس علاء الدین کے عہد میں ناصر الدین عبدالرحیم بن ابومنصور حاکم قستان نے محمد بن حسن عرف خواجہ نصیر الدین طوسی کو قستان میں پابند کر لیا تھا خواجہ نے اخلاق ناصری اسی کے نام پر لکھی ہے۔ علاء الدین محمد کے مارے جانے کے بعد اُسکا بیٹا رکن الدین بھی پنے

بزرگوں کے طریق پر ہوا ہادی کی ذریعات میں امامت و حکومت ایک سواکھتر برتن
 ہی رکن الدین پورے ایک سال بھی حکومت نہ کرنے پایا تھا کہ ترکان تترار یعنی
 چنگیز خانیوں کے ہاتھ سے اسکی دولت برباد ہوئی غرضکہ ان اسماعیلیہ کا خاتمہ
 تاتاریوں نے ایمان میں اور گروڈون نے شام میں ہمیشہ کے لیے ساتویں صدی میں کیا۔
 نزاریہ کا مسقطیہ اور سقطیہ بھی نام ہے اس لیے کہ ان کا مذہب یہ ہے کہ امام فرہع
 کے ساتھ مکلف نہیں ہے بلکہ اسکو یہ بھی اختیار ہے کہ بعض تکالیف یا تمام تکالیف کو
 آدمیوں سے دور کر دے اور نزاریہ کی رائے یہ ہے کہ امام ایکبار کسی بات کی وصیت
 کر دے اور پھر اُسکے خلاف پرنس کرے تو نض اول ہی پر عمل کرنا چاہیے اور ثانی لغو ہے
 بخلاف مستعویہ کے کہ اُن کے نزدیک نض دوم ناسخ ہے نض اول کی نزاریہ اسی لیے
 مستنصر کے بعد نزار کو امام مخصوص جانتے ہیں اور نزار کے بعد ہادی کو اور ہادی کے بعد
 حسن کو اور ملاحدہ امام کا معارف میں لطف ہونا مانتے ہیں بخلاف اثنا عشریہ کے کہ وہ
 ادائے واجبات عقلیہ یا حجت نقل شریعت وغیرہ میں اُسکا لطف ہونا قرار دیتے ہیں اور
 نزاریہ کہتے ہیں کہ عالم قدیم ہے اور زمانہ غیر متناہی ہے اور ارواح متنازع کرتی ہیں اور
 معاد جسمانی کا انکار کرتے ہیں جنت و دوزخ کے بھی منکر ہیں کہتے ہیں کہ معاد روحانی ہے
 اور بہشت و دوزخ معنوی چیز ہیں اور کہتے ہیں کہ ہر شخص کے لیے قیامت اُسکی موت ہے
 اور ملاحدہ کے نزدیک کسی شے کا وجوب عقل کے ذریعہ سے ثابت نہیں ہوتا پس ایمان
 باشد کو عقل واجب نہیں کرتی اور نہ عقل سے ایمان کی خوبی اور کفر کی بُرائی دریافت
 ہو سکتی ہے بلکہ یہ سب باتیں شرع سے جانی جاتی ہیں۔

اسماعیلیہ کے مناصب و دعوت کے طریق

فرقہ اسماعیلیہ کا نام سبعینہ بھی ہے اور یہ نام اس وجہ سے مقرر ہوا ہے کہ کہتے ہیں
 کہ انبیاء خلیفہ کے پچاسنے والے صرف یہ سات شخص ہیں۔ آدم۔ نوح۔ ابراہیم۔ موسیٰ
 عیسیٰ۔ محمد۔ اور ہندی اور درمیان دو رسولوں کے سات امام ہوتے ہیں جو ایک رسول کی

سبعینہ

شریعت کو تمام کرتے ہیں اور احکام کا اجرا فرماتے ہیں جب تک دوسرا رسول مبعوث ہو
 پس امام اول حضرت علی امام دوم حضرت حسن امام سوم حضرت حسین امام چہارم حضرت علی
 زین العابدین امام پنجم حضرت محمد باقر امام ششم حضرت جعفر صادق امام ہفتم حضرت
 اسماعیل بن جعفر ہیں جو درمیان محمد علیہ السلام اور مہدی کے شریعت قائم رکھتے ہیں
 اور شرح مقاصد میں لکھا ہے کہ ان کو سب سے پہلے کہتے ہیں کہ ان کے نزدیک سات امام ہیں
 ساتویں محمد بن اسماعیل ہیں بعض سب سے پہلے ان پر توقف کرتے ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ سات
 سات امام کا اس طرح دوران یہ ہے جس طرح ہفتون کا اور دنوں کا شرح مواقف میں
 مذکور ہے کہ اس فرقے کا یہ عقیدہ ہے کہ ہر عصر میں واسطے ہدایت لوگوں کے سات آدمیوں کا
 ہونا ضرور ہے اول امام کہ جانب غیب سے اسکو علم ایذا حکام بے واسطہ پہنچتے ہیں اور
 سلسلہ علوم کی انتہی اسی کی ذات ہوتی ہے۔ دوسرا حجت کہ امام سے حاصل کر کے دوسرے
 آدمیوں تک پہنچاتا ہے تیسرا ذو منصب یہ حجت سے علم حاصل کرتا ہے چوتھا داعی الہ
 یہ مومنوں کے درجات کو بڑھاتا ہے اور امام اور حجت کے نزدیک ان میں ترقی دیتا ہے
 پانچواں داعی ماذون یہ طلبین سے عہد و پیمان لیکر امام کی بیعت میں داخل کرنا ہو
 اور لوگوں کو علم و معرفت سکھاتا ہے پھٹا مگر کتب شیخوہ اگرچہ بڑے درجہ کا آدمی ہوتا ہو
 لیکن اس کو دعوت کا اذن نہیں ہوتا اسکا صرف یہی کام ہے کہ غیر مذہب والے کے
 عقائد میں حجت اور دلیل کے ساتھ شبہات ڈال دے اور اس کے احتمالات کا جواب دے اور
 جب وہ متحیر ہو کر طلب حق کی درخواست کرے تو یہ داعی ماذون کو بتا دیتا ہے کہ اُس
 آدمی کے پاس جاؤ اُس سے یہ مقصد بخوبی حاصل ہو جائے گا پھر داعی ماذون
 اُس سے عہد و پیمان لیکر ذمہ کے حوالے کر دیتا ہے اگر استعداد طالب کی ذمہ
 کے مبلغ علم سے بڑھ کر ہوتی ہے تو وہ حجت کے پاس پہنچا دیتا ہے اسی طرح حجت
 امام کے پاس اگر موجود ہو ساقوان مومن۔

قلائد الجواہر فی احوال البواہر میں لکھا ہے کہ کتب اسماعیلیہ کی سیر سے معلوم ہوتا ہے
 کہ دعا اسماعیلیہ خصوصاً دعا فاطمیہ نو دعوتین ارشاد کرتے ہیں مگر داعی میں عوامین

جس قدر شوق اور قابلیت پاتا ہے اُسی قدر دعوتیں اُسکو کرتا ہے۔
دعوت اول داعی نہایت وقار سے مسند ارشاد پر بیٹھا ہوتا ہے جس کو دعوت کرتا ہے اول اُس سے تاویل آیات اور معانی امور شریعت کی مشکل باتوں کے اور تھوڑے سے علم طبعیات وغیرہ کے مشکل مسئلوں کے بھی سوالات کر کے کہتا ہے کہ اے شخص اسرارِ دین پوشیدہ ہے اور اکثر آدمی اُس سے منکر اور جاہل ہیں اگر امت محمدی کے لوگ ان باتوں کو جان لیتے جو اللہ تعالیٰ نے ائمہ اہل بیت سے مختص کی ہیں تو آدمیوں میں اختلاف پیدا نہوتا جب مدعو یہ بات سنتا ہے تو داعی کے پاس جو کچھ معلومات ہوتی ہے اُسکے سننے کا مشتاق ہوتا ہے پھر داعی اُسکی رغبت پا کر بیان کرنا شروع کرتا ہے اور بڑی عمدگی سے آیات قرآن اور شرائع دین کے مطالب بیان کرتا ہے اور کہتا ہے کہ جو کچھ اختلاف لوگوں میں آیا ہے اور گمراہی میں پڑے ہیں یہ سب اس وجہ سے ہے کہ ائمہ دین اور حافظان دین نبی سے روگردانی کی ہے اور غیروں کی اتباع کرتے ہیں اور حق یہ ہے کہ ائمہ ہدیٰ شرع رسول کے حافظ ہیں اُسکی حقیقت کو اچھی طرح جانتے ہیں معانی ظاہری و باطنی اور تاویل و تفسیر قرآن سے آگاہ ہیں جب مسلمانوں نے دوسروں کی اتباع کی اور اپنی عقل سے دلائل نکالنے لگے تو گمراہی میں پڑ گئے اللہ تعالیٰ نے علم دین کو پروردگار میں مخفی رکھا ہے تاکہ اسرارِ الہی مبتذل نہوجائیں پس اللہ کے بھید سوائے فرشتہ مقرب و نبی مرسل یا بندہ مومن کے جس کا دل خدا نے تقویٰ میں امتحان کر لیا ہے کوئی نہیں جان سکتا جب مدعو کا دل داعی کی باتوں سے خوب مربوط ہو جاتا ہے اسوقت داعی دوسری باتیں شروع کرتا ہے کہ کتاب و سنت

دعوت اولیٰ کہنے والے ہیں جو مسند ارشاد پر بیٹھا ہوتا ہے جس کو دعوت کرتا ہے اول اُس سے تاویل آیات اور معانی امور شریعت کی مشکل باتوں کے اور تھوڑے سے علم طبعیات وغیرہ کے مشکل مسئلوں کے بھی سوالات کر کے کہتا ہے کہ اے شخص اسرارِ دین پوشیدہ ہے اور اکثر آدمی اُس سے منکر اور جاہل ہیں اگر امت محمدی کے لوگ ان باتوں کو جان لیتے جو اللہ تعالیٰ نے ائمہ اہل بیت سے مختص کی ہیں تو آدمیوں میں اختلاف پیدا نہوتا جب مدعو یہ بات سنتا ہے تو داعی کے پاس جو کچھ معلومات ہوتی ہے اُسکے سننے کا مشتاق ہوتا ہے پھر داعی اُسکی رغبت پا کر بیان کرنا شروع کرتا ہے اور بڑی عمدگی سے آیات قرآن اور شرائع دین کے مطالب بیان کرتا ہے اور کہتا ہے کہ جو کچھ اختلاف لوگوں میں آیا ہے اور گمراہی میں پڑے ہیں یہ سب اس وجہ سے ہے کہ ائمہ دین اور حافظان دین نبی سے روگردانی کی ہے اور غیروں کی اتباع کرتے ہیں اور حق یہ ہے کہ ائمہ ہدیٰ شرع رسول کے حافظ ہیں اُسکی حقیقت کو اچھی طرح جانتے ہیں معانی ظاہری و باطنی اور تاویل و تفسیر قرآن سے آگاہ ہیں جب مسلمانوں نے دوسروں کی اتباع کی اور اپنی عقل سے دلائل نکالنے لگے تو گمراہی میں پڑ گئے اللہ تعالیٰ نے علم دین کو پروردگار میں مخفی رکھا ہے تاکہ اسرارِ الہی مبتذل نہوجائیں پس اللہ کے بھید سوائے فرشتہ مقرب و نبی مرسل یا بندہ مومن کے جس کا دل خدا نے تقویٰ میں امتحان کر لیا ہے کوئی نہیں جان سکتا جب مدعو کا دل داعی کی باتوں سے خوب مربوط ہو جاتا ہے اسوقت داعی دوسری باتیں شروع کرتا ہے کہ کتاب و سنت

مسائل تفکر یا ان مسائل در دین تو زمین میں و جنس گیا ابن عباس نے کہا تم شیطان کو مانگتے ہو اور کہتا ہے اے ابن عباس کہ میں نے اپنے آپ کو ایم کے دین پر چلنے ہو گا کافی العزیم سب والٹر ہیٹ ابن عباس

۱۔ خاتم کی چھ درجہ میں مخصوص درجہ ۱۲ منہ ۵ اٹھا ٹین گتیر سے رب کا عرش اچھا پر اس دن آن ٹھ شخص اب جا رہا تھا اُس نے ہر اُس دن چار در زیادہ ہو جائیگا کہ ہر

صفا اور سنانام درویش اور پیر
 عین کے عظیم میں ان دونوں
 مقاموں کے درمیان تختیاں دو سو فٹ م
 فاصلہ ہے ان دونوں پہاڑوں کے درمیان
 عین حاجی میں سے ہے صریح جابرین کے
 کوہیم حج میں ہے کہ حضرت نے فرمایا ہے والے
 روایت کی ہے کہ حضرت نے فرمایا ہے والے
 بین الصفا والمروة کو پہنچنے والے درمیان
 صفا اور مروة کے طاق ہے یعنی سات بار اعر
 صفا و داخ ہو کہ چیخ مانع ہے ورنہ اور غل
 اور حجاج کو پھر عورت رز کے کو
 تھا کہ ہے نماز کو کیونکہ
 نماز ہے

علوم بین جن جنین اور غازی جنین کا
دست و شفقت ہے۔ » منہ سے ایک
خوابت ہوئی ہے وہ سب سے ایک
سیراس کے داخل کو سب سے تمام خفہ یعنی
بن گذافی الخانیہ » منہ سے ایک خوابت
بن ہے لفظ خلقا السموات والارض
اور زمین کو اور اس پر چڑھا
کو درمیان آگے

[illegible]

اور آٹھ ہشتین کس وجہ سے ہیں اور کیا ہیں اور زقوم کا درخت اور دابۃ الارض اور
 رؤس الشیاطین اور فخر ماعونہ اور تین اور زیتون کیا ہیں اور اس آیت کے کیا معنی ہیں
 فَلَا أَمْسِرُ بِالْخُنُوسِ الْجَوَارِ الْكُنُوسِ اور حروف مقطعات کے کیا معنی ہیں اور سات آسمان
 اور سات زمین اور سبع المثانی اور بارہ جینے کس وجہ سے ہیں اور قرآن و سنت پر عمل کرنا
 تمہارے حق میں کیا کرے گا اور فرائض لازمی کے کیا معنی ہیں۔ اور اول اپنے نفس کی فکر

درجہ مدنیہ میں یا درجہ ہے کہ وہ گناہ میں درجہ بار پر بھی جاتی ہے بخلات و دسری صورتوں سے اور بعض کے نزدیک سارا قرآن کجی انسان سے اس

۱۰
 اشتعالی سے وہ کچھ
 میں فرمایا ہے ان شجرۃ الزقوم
 طعام لا یسیر کا لہل ذیلی فی البطون
 طعام الحسیدم فقر سے ناخبرگی میں یوں
 کا کھانا ہے کھیلے ہوئے ناخبرگی میں
 کھانا ہے جیسے کھوٹا ہو گیا
 قرآن میں ہے اذ لکناھا فانتہی لالھا لکین
 الزقوم انما یخرج فی اصل الجحیم
 انھا شجرۃ یخرج فی اصل الجحیم
 طلعا کا درخت کا درخت ہے جس سے
 گمانی برتر ہے یا سب سے زیادہ وہ کہنے سے
 ظالموں کے لیے جہنم سے نکلتا ہے اس کا
 کہ درخت کی طرح ہے جس سے
 گناہ و شیطان سے مراد سب سے
 بننا معلوم ہوتا ہے کہ درخت
 سب سے کچھ کچھ

۱۱
 فارسی نفقہ اور اس کی
 ساقہ ساقہ سے ہوتی ہے
 راخیب کے چھوٹے طرح ہوتے ہیں اس کی
 مقرر ہوا ہے جیسے موت ہوئے ہیں اس کی
 کا نفع بیوں سے ہوتا ہے اور پھل زہر
 اور پھل زہر کی طرح ہوتا ہے اور پھل زہر
 ہوتا ہے اور ایک کھانسی کی طرح اور زخمی
 ہیں یہ درخت کثرت سے ہوتا ہے درخت میں بھی
 بیوں کی طرح کانٹے ہوتے ہیں پھل بھی کانٹے
 اور نہایت باریک اور سخت اور سیندردان پس
 ہوتا ہے کہ لوگ پھل کھاتے ہیں گوارا بھی
 سب سے ہوتا ہے اور بیج پھل کے اندر اس کا درخت ہوتا ہے
 عطا عظم میں نالک پھل کے اندر اس کا درخت ہوتا ہے
 بھی اس کے پھل کو کھایا ہے پس معلوم ہوا
 کہ آیت مذکور میں زقوم
 کی قسم اور

۱۲
 اور کھانا ہے ان کے
 کے کھانا ہے ان کے
 ۱۳
 اللعون فی اھل ان طلبیں غام کام ہے
 نہیں کیا ہے اس درخت کو جس کا درخت ان کی
 کھانا ہے ان کے کھانا ہے ان کے
 والکین والذین کھانا ہے ان کے
 ۱۴
 والوکل وخرج من انہی سے پانچ سو سو
 چل چلے ہیں انہی سے پانچ سو سو
 سوا ہیں یعنی زحل شری کی سب سے
 انکی جال اس کو سب سے پانچ سو سو
 جاتے ہیں سو سب سے پانچ سو سو
 ۱۵
 والکین والذین کھانا ہے ان کے
 ۱۶
 والکین والذین کھانا ہے ان کے
 ۱۷
 والکین والذین کھانا ہے ان کے
 ۱۸
 والکین والذین کھانا ہے ان کے
 ۱۹
 والکین والذین کھانا ہے ان کے
 ۲۰
 والکین والذین کھانا ہے ان کے

کرنا چاہیے کہ کہاں ہے اور تمھاری روح اور اُنھس کی صورت کس طرح کی ہے اور وہ جسم میں کس جگہ رہتی ہے اور روح کا حال کیا ہے اور انسان کیا ہے اور کیا ہی تفاوت انسان اور ہائم اور حشرات کی زندگی اور حیات میں اور کیا فائدہ ہے حشرات کے پیدا ہونے اور نباتات کے اُگنے میں اور اسکے کیا معنی ہیں کہ حوا آدم کی سبلی بیعت پیدا ہوئی ہے اور فلاسفہ کے اس قول کے کیا معنی ہیں کہ انسان عالم صغیر ہے اور عالم انسان کبیر ہے اور انسان کا قاست کیوں کھڑا پیدا ہوا اور حیوان کا خلافت اس کے رہا اور کس واسطے پانوں اور ہاتھوں کی دس دس انگلیاں ہوئیں اور کیا وجہ ہے کہ ہر انگلی میں تین تین ٹکڑے ہیں اور انگوٹھے میں دو اور چہرے میں سات سوراخ کیوں مقرر ہوئے اور باقی بدن میں صرف دو ہی سوراخ کیوں رکھے گئے اور کیا وجہ ہے اس بات کی کہ پشت کی ہڈی میں بارہ گڑھے ہیں اور گردن میں سات اور کس واسطے آدمی کی گردن کی شکل میم کی سی ہے اور دونوں ہاتھوں کی شکل چلے چلی کی سی ہے اور شکم کی شکل میم کی سی اور پانوں کی شکل دال کی صورت پر کیوں ہے جس سے آدمی کے قاست میں اُن حروف کا مجموعہ ثابت ہوتا ہے جو لفظ محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں جمع ہیں اور کس واسطے آدمی کا قاست الف کی طرح سیدھا ہے اور رکوع میں لام کی صورت پر ہو جاتا ہے اور سجدے میں ہا بن جاتا ہے کہ مجموعہ ان تین حروف کا وہ ہے جو لفظ اللہ میں موجود ہیں اور کس واسطے انسان کی ہڈیاں اس قدر ہیں اور دانت کیوں اس قدر واقع ہوئے اور اسکے اعضاے رئیسہ اور رگوں کی اتنی مقدار کیوں ہے اسی طرح داعی تمام تشریح اعضا کا ذکر کرتا ہے پھر داعی کہتا ہے تم اپنے نفس پر غور و خیال کیوں نہیں کرتے ہو کہ ہمارا پیدا کرنے والا حکیم اور علیم ہے اولہ اسکے سب کام حکمت سے لبالب ہیں حالانکہ اُس نے قرآن میں جا بجا غور کرنے کے واسطے تاکید فرمائی ہے فی کلا دس آیات للموقنین وفي انفسکم افلا تبصرون زمین میں نشانیاں ہیں یقین لائے والوں کے لیے اور خود تمھارے اندر کیا تم نہیں دیکھتے ہو دوسری جگہ فرمایا ہے سنبھلنا یا تنافی الا فاق وفي انفسہم حتیٰ

یقیناً ہم انتہا الحق اب ہم اُن کو اپنے نمونے دنیا میں اور خود اُن کی جانوں میں دکھائیں گے جب تک کہ اُن پر کھل جائے کہ یہ حق ہے اس قسم کی آیات سراسر دلائل کرتی ہیں کہ خدا کا ارادہ یہ ہے کہ تم کو اپنے اسرار مخفی قلمائے اگر تم متنبہ ہو جاؤ اور جان جاؤ تو تم سے سب حیرت زائل ہو جائے اور شبہ و شک ٹھجائے اور حارف منیہ تم پر ظاہر ہو جائیں کیا یہ نہیں خیال کرتے کہ تم اپنے نفوس سے بھی بے خبر ہو حالانکہ خدا نے فرمایا ہے من کان فی ہذا عالم فی الاخرۃ اعلم واصل سبب لا جو کوئی اس جہان میں اندھا رہا سو وہ پچھلے جہان میں اندھا ہے اور نہایت گمراہ یعنی ہدایت سے اندھا رہا ویسا ہی آخرت میں بہشت کی راہ سے اندھا ہے اور دور پڑا ہے۔ جب داعی دیکھتا ہے کہ مدعو کو میری باتوں کی طرف بخوبی رغبت ہے تو اُس سے کہتا ہے اے شخص جلدی مت کر خدا کا دین اعلیٰ ہے اس سے کہنا اہل آگاہ ہوں بدون معاہدے کے آگاہ کرنا مناسب نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کی یہ عادت ہے کہ جس کو ہدایت کرتا ہے اُس سے اول عہد و پیمان کر لیتا ہے چنانچہ قرآن میں ہے و اذا اخذنا من النبیین ميثاقہم و ہنک و من لوط و ابراہیم و موسیٰ و عیسیٰ بن مریم و اخذنا منہم ميثاقاً غلیظاً اور جب لیا بنے بنیوں سے اُنکا عہد اور تجھ سے اور نوح سے اور ابراہیم سے اور موسیٰ سے اور عیسیٰ بن مریم سے اور لیاہم نے انہی کا عہد اور فرمایا ہے و من المؤمنین جال صدقوا ما عاہدوا اللہ علیہ بعض ایمان والوں میں سے وہ مرد ہیں کہ سچ کر دکھایا اُنھوں نے اُس چیز کو کہ عہد کیا تھا اللہ تعالیٰ سے اور فرمایا ہے یا ایہا الذین امنوا اوفوا بالعقود اے ایمان والو پورا کرو اقرار اور فرمایا ہے ولا تنقضوا الایمان بعد توکید ہاست توڑ و قسموں کو اُن کی مضبوطی کے بعد اسی قسم کی آیات پڑھ کر کہتا ہے کہ بیعت پر ہاتھ دو اور ہم سے عہد استوار کرو کہ ہرگز بیعت کو نہ توڑو گے اور اگر کسی پر افشا نکر د گے اور ہمارے دوست کو دوست اور دشمن کو دشمن سمجھو گے جب مدعو نے بیعت کر لی تو اس وقت داعی اُسکے مال میں سے بقدر حیثیت کچھ امام کی نذر میں مانگتا ہے اگر مدعو یہ تیا ہے تو داعی کی مجلس میں بار دیگر حاضر ہو سکتا ہے اور نصیحت وغیرہ

مخفیہ کا مجاز ہوتا ہے ورنہ اسکو بار نہیں ملتا۔

دعوت دوم جبکہ مدعو سب باتین پہلی دعوت کی تسلیم کو لیتا ہے اور مال بھی بذکر کر دیتا ہے تو دوسری مجلس میں داعی بار دیگر کہتا ہے کہ اللہ راضی نہیں ہوتا اپنی طاعت سے اور جو کچھ بندوں پر مقرر کیا ہے اسکی بجائے آدمی سے جب تک اسے حق کی متابعت نہ کرے جن کو اللہ تعالیٰ نے آدمیوں کی ہدایت کے لیے مقرر کیا ہے اور انکو شریعت کا محافظ بنایا ہے پھر ان امور کی تشریح کرتا ہے اور اپنے کلام پر دلائل لاتا ہے جو اس فرقے کی کتب میں مفصل مذکور ہیں جب داعی کو معلوم ہوا کہ مدعو کے دل میں ائمہ کی طرف سے اعتقاد راسخ ہو گیا تو تیسری دعوت ارشاد کرتا ہے۔

دعوت سوم جب تیسری دعوت کی مجلس میں مدعو حاضر ہوتا ہے تو داعی کہتا ہے کہ ائمہ حق سات ہیں حضرت علی حسن حسین زین العابدین محمد باقر جعفر صادق مائتوبین قائم صاحب الزمان اور جانشینانہ کہ قائم ہیں اختلاف ہے بعض محمد مکتوم بن اسماعیل بن امام جعفر صادق کو جانتے ہیں اور بعض اسماعیل بن جعفر کو جب دلائل اور توجیہات سے مدعو کے دل میں ثابت ہو جاتا ہے کہ امام سات ہیں تو شیعہ اثنا عشری سے برخلاف ہو جاتا ہے جو دوازدہ امام کے قائل ہیں اور داعی بیان کرتا ہے کہ صاحب الزمان کو علم باطنی اور مخفی وہ کچھ ہے کہ اس سے زیادہ اور بہتر خدا کے پاس بھی علم نہیں اور وہی تائید و دلیل تفسیر قرآن اور تائید و دلیل تائیدات کے ماہر ہیں اور انھیں کو تمام اسرار الہی کا علم ہے اور دعا انکے وارث ہیں اور کوئی دعا کی ہمہری نہیں کر سکتا اور داعی اپنے ان مطالب پر بڑی بڑی دلیلیں لاتا ہے جو اس فرقے کی کتب میں مذکور ہیں جب داعی نے خیال کیا کہ میری تقریر نے اس کے دل میں اثر کیا تو دعوت چہارم شروع کرتا ہے۔

دعوت چہارم اس دعوت میں داعی بیان کرتا ہے کہ مجددین شرائع کے سات ہیں اور ہر ایک کو باطنی کتب میں اور ہر ناطق کی شرائع کے رواج دینے والے اور وہی بھی سات آدمی ہوتے ہیں جنکو صامت بولتے ہیں پہلے ناطق آدم ہیں جنکے صامت اول شیف علیہ السلام تھے جب ان سب صامتوں کا زمانہ گزر چکا تو دوسرے ناطق نوح علیہ السلام

ہوے جنھوں نے ناطق اول کی شرع کو یک قلم موقوف کر دیا ان کے صامت اول سام تھے تیسرے ناطق ابراہیم علیہ السلام ہیں اور انکے جانشین یعنی صامت اول اسماعیل فریج اللہ تھے ان کے بعد ناطق چہارم موسیٰ علیہ السلام ہوئے اُن کے وصی اول یارون علیہ السلام تھے اُن کے بعد نون پانچویں ناطق عیسیٰ علیہ السلام تھے اور اُن کے وصی اول شمعون تھے اور ناطق ششم محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور اُن کے وصی اول حضرت علی پھر امام حسن پھر امام حسین پھر علی بن امام حسین پھر محمد باقر پھر جعفر صادق پھر اسماعیل بن جعفر آخر خوشان صامت ہفتم ہیں ساتویں ناطق صاحب الزمان محمد بن اسماعیل ہیں کہ انھیں پر جملہ علوم اولین و آخرین تمام ہوئے ہیں اور اُن کی اطاعت میں ہدایت و نجات منحصر ہے جب اس ترتیب کو عمدہ عمدہ تقریروں کے ساتھ ان کی کتب میں مذکور ہیں دلنشین کر دیتا ہے تو پانچویں دعوت آغاز کرتا ہے۔

دعوت پنجم داعی اس میں کہتا ہے کہ ہر امام صامت کے ساتھ بارہ آدمی مطابق عدد مہینوں اور ایروں کے ہوتے ہیں کہ ہر ایک حجت کہلاتا ہے خدا نے انسان کے جسم کو زمین کی طرح پیدا کیا ہے اور چاروں انگلیوں کو جزائر کی طرح بنایا ہوا ہر انگلی میں تین تین ٹکڑے رکھے ہیں جو کل بارہ ٹکڑے ہوئے اور یہ بارہ ٹکڑے انھیں جنتوں کی طرف اشارہ ہیں اور انکو ٹھاکہ کف دست کو اُس سے استحکام اور قوام ہے اس میں دو ٹکڑے ہیں سوا سمین اشارہ ہے کہ رسول و امام یعنی وصی جہاد نہیں ہیں اور خدا تعالیٰ نے پشت میں جو بارہ گریبان پیدا کی ہیں وہ بھی انھیں بارہ جنتوں کی طرف اشارہ ہیں اور گردن باوجودیکہ پشت سے افضل و اعلیٰ ہے مگر اس میں سات گریبان بنائی ہیں سو وجہ اسکی یہ ہے کہ اس میں سات ناطقوں کی ذات کی طرف اشارہ منظور ہے اور انکے ائمہ جانشین کی طرف بھی یہ اشارہ ہے اور اسی اشارہ کی وجہ سے آسمان اور زمین اور دریا اور ہفتے کے دن اور کوکب سیارہ بھی سات سات ہیں جو تمام عالم کے مدبر ہیں اور اسی سبب سے چہرے میں بھی سات سوراخ

رکھے ہیں جب داعیِ تقریرِ طویل کے ساتھ اس مطلب کو بھی مدعو کے ذہن نشین کرو دیتا ہے تو دعوتِ ششم شروع کرتا ہے۔

دعوتِ ششم اس کہیں آیاتِ قرآن کی تفسیر کرتا ہے نماز اور روزہ اور زکوٰۃ اور خمس اور حج اور جہاد اور طہارت وغیرہ امور مختلفہ شرعی کے قاعدے اور طریقے بیان کرتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ سب امور ہیں کہ واسطے مصلحت اور سیاست عام کے جاری کیے گئے ہیں تاکہ اس میں مشغول ہو کر آپس میں فتنہ و فساد نہ پھیلائیں اور حاکم وقت کی حکومت اور تابعداری سے انحراف نہ کریں ورنہ فی الحقیقت وضو سے مراد امام کی دوستی ہے اور یمکم سے مراد یہ ہے کہ امام کی غیبت میں حجت سے ضروریات کا اخذ کرنا اور اخلام عبارت ہے راز کے ظاہر کر دینے سے ایسے شخص کے سامنے جو اپنا ہم مذہب نہ ہو بغیر قصد ہدایت کے اور صوم سے مراد امام کے اسرار کی حفاظت ہے اور زنا اسرارِ دین کے ظاہر کرنے کو کہتے ہیں اور غسل سے مقصود تجدیدِ عہد و پیمان ہے اور زکوٰۃ سے مراد یہ ہے کہ اموراتِ دینی سیکھ کر نفس کو پاک کرنا اور بعض کتابوں میں یون لکھا ہے کہ خانِ جماعت کے ساتھ ادا کرنے سے مراد ہے کہ امام معصوم کی متابعت کرے اور زکوٰۃ سے یہ مطلب ہے کہ اپنے مال میں سے پانچواں حصہ امام معصوم کو دے اور نبی سے مراد پیغمبرِ علیہ السلام ہیں اور باب سے حضرت علی اور صفائے نبی علیہما السلام اور مردہ وصی اور حایوں کے لیکر کہنے سے مراد ہے کہ امام کی دعوت کو قبول کرے اور خانہ کعبہ کا سات بار طواف کرنے سے مراد یہ ہے کہ ائمہٗ سبعہ سے دوستی رکھے اور جنس سے مراد بدن کو تکلیف سے بچانا ہے اور وزخ سے مراد بدن کو مشقت اور تکالیف میں ڈالنا ہے وغیرہ وغیرہ جب مدعو کے دل میں یہ باتیں جم جاتی ہیں تو داعیِ فلسفے کی باتیں شروع کرتا ہے اور اقوالِ فلاطون و ارسطو و فیثاغورس وغیرہ کو دلائلِ عقلی کے ساتھ سمجھاتا ہے اور جب یہ مطالب بھی ذہن نشین ہو جاتے ہیں تو ایک عرصہ دراز کے بعد ساتویں دعوت شروع کرتا ہے۔

دعوتِ ہفتم اس میں کہتا ہے کہ صاحبِ ولایت اور ناصرِ شریعت کے لیے

ایک مددگار اور مصاحب کی ضرورت ہے تاکہ جو کچھ ارشاد کرے یہ اسکو دوسروں کے
 خاطر نشین کر دے اور ان میں ایک بجائے اصل کے ہے اور دوسرا نائب کی مثل
 ہوتا ہے اور نظیر اسکی یہ ہے کہ مدبر عالم اصل ترتیب و نظام عالم میں ایک ہی ہے
 اور جو کچھ مدبر عالم سے پہلے پہل بلا واسطہ و بلا سبب صادر ہوا ہے وہ بھی ایک ہے
 جس کو عقل کامل کے ساتھ تعبیر کرتے ہیں اور صادر اول بھی کہتے ہیں اس وجہ سے
 کہ پہلی مرتبہ صادر ہوا ہے اور سب سے اول پیدا ہوا ہے چنانچہ اس مطلب کی طرف قرآن
 وحدیث میں بھی کئی جگہ اشارہ ہوا ہے انصامرہ اذا اردت شیئاً ان یقول
 له کن فیکون یعنی اُسکا حکم یہی ہے کہ جب کسی چیز کو پیدا کرنا چاہتا ہے تو اُسکو
 کہتا ہے ہو پس وہ ہو جاتی ہے اس آیت میں اول فی الرتبہ کی طرف اشارہ ہے اور دوم
 فی الرتبہ کی جانب اس آیت میں اشارہ فرمایا ہے انا کل شیء خلقناہ بقدرہ
 یعنی ہر چیز کو پہلے اُسکا اندازہ کر کے پیدا کیا ہے اور اس حدیث میں بھی آنحضرت نے عقل کی
 جانب جس نے ابتداء اللہ تعالیٰ سے صدور پایا ہے اشارہ کیا ہوا اول ما خلق اللہ القلم

اول ما خلق اللہ القلم یعنی اول جو کچھ اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا وہ عقل کی طرف اشارہ ہے اور اس آیت میں اشارہ فرمایا ہے انا کل شیء خلقناہ بقدرہ
 یعنی ہر چیز کو پہلے اُسکا اندازہ کر کے پیدا کیا ہے اور اس حدیث میں بھی آنحضرت نے عقل کی
 جانب جس نے ابتداء اللہ تعالیٰ سے صدور پایا ہے اشارہ کیا ہوا اول ما خلق اللہ القلم

حقیق اللہ تعالیٰ نے جو چیز کہ اول پیدا کی ہے وہ قلم ہے اور اس قسم کی بہت سی باتیں ہیں جو ان لوگوں کی کتب میں مندرج ہیں اور دراصل یہ قول فلاسفہ کے کلام سے ماخوذ ہے جسکی رائے یہ ہے الواحد کا یصدر عنہ الا الواحد یعنی ایک سے صادر نہیں ہوتا مگر ایک ہی جب یہ دعوت تمام ہو جاتی ہو تو داعی دعوت شتم شروع کرتا ہے۔
دعوت شتم اس دعوت میں داعی کہتا ہے کہ ان دونوں ذاتوں میں کہ ایک مدبر الوجود ہے اور دوسری اُس سے صادر ہوئی ہے اس طور کا تقدم و تاخر ہوتا ہے جیسے کہ علت کو معلول پر تقدم ہے خلاصہ یہ ہے کہ سابق (یعنی مدبر الوجود) علت ہے اور لاحق (یعنی صادر اول) معلول ہے اور مدبر الوجود نے جس ذات کو سب سے اول پیدا کیا ہے اسی سے عالم کی تمام چیزیں پیدا ہوئی ہیں اس طرح کہ مدبر الوجود یعنی اللہ تعالیٰ نے عالم علوی میں اول اپنے امر کے ذریعہ سے عقل کامل کو کہ جس کو عقل کلی اور عقل اول اور اول موجود اور صادر اول بھی کہتے ہیں پیدا کیا اور پھر اُس کے ذریعہ سے نفس ناقص کو جسے نفس کلیہ اور نفس اولی بھی کہتے ہیں پیدا کیا پھر نفس کو عقل سے کمال حاصل کرنے کا ذوق و شوق پیدا ہوا پس نقصان سے کمال کی جانب نفس نے حرکت کی مگر بدون آلے کے حرکت پوری نہیں ہو سکتی تھی اسلئے اجسام فلکی پیدا ہوئے انکو نفس نے حرکت دینی کرائی اور اجرام فلکی کے حرکات کے سبب سے اربعہ عناصر کی طبیعتیں پیدا ہوئیں اور اربعہ عناصر کے ذریعہ سے مرکبات یعنی نباتات اور جمادات اور حیوانات پیدا ہوئے اور ان سب مرکبات میں افضل و اشرف انسان ہے اسلئے کہ اس میں انوار قدسی کے حاصل کرنے کی استعداد ہے اور عالم علوی کے ساتھ تعلق رکھتا ہے اور جبکہ عالم علوی میں عقل کامل کلی اور نفس ناقص کلی موجود ہیں جنہوں نے کائنات کو ایجاد کیا ہے تو عالم سفلی میں بھی ایسی عقل کامل کا مل کر ہونا ضرور ہے جو نجات کا وسیلہ ہو اور اصطلح شرع میں اسی عقل کامل سفلی کو رسول کہتے ہیں اور رسول کی نیابت میں ایک نفس ناقص نجات کے طریقے بیان کرنے کے لیے ہوتا ہے جسکو اس باب میں رسول کے ساتھ وہ نسبت ہوتی ہو

عالم علوی
 مدبر الوجود
 عالم سفلی
 اجسام فلکی

جو نفس کلیہ کو عقل کلی کے ساتھ کائنات کے ایجاد کرنے کے بارے میں نسبت ہو کرتی ہے
 اس نفس ناقص کو جو رسول کا نائب ہوتا ہے امام اور رسول کا وصی کہتے ہیں اور
 جس طرح اغلاک کو عقل اول اور نفس اولیٰ حرکت دیتے ہیں اسی طرح رسول اور
 امام انسانوں کے نفوس کو نجات کی طرف حرکت دیتے ہیں۔ مگر ان اسماعیلیہ کے
 بان مدبر الوجود یعنی اللہ تعالیٰ کے لئے نہ کوئی نام ہے نہ نشان نہ بیان نہ صفت
 اور نہ اسکو الفاظ کے ساتھ بیان کرتے ہیں پس ان کے زعم میں خدا نہ موجود ہے
 نہ معدوم نہ عالم نہ جاہل نہ قادر نہ عاجز وغیرہ وغیرہ کیونکہ انکا زعم یہ ہے کہ ان اوصاف
 کے ثابت کرنے سے خدا کی مشارکت موجودات کے ساتھ لازم آجائے گی اور ان
 اوصاف کی اس ذات پاک سے نفی کرنے سے تعطیل لازم آتی ہے اس لیے یہ
 کہتے ہیں کہ جو کچھ قدیم ہے وہ خدا کا امر اور کلمہ کن ہے اور جو کچھ حادث ہے وہ
 مخلوق ہے اور اسکی فطرت ہے بعد اسکے داعی مدعو سے کہتا ہے کہ یہ دوسرا جسے
 عقل کامل کے ساتھ تعبیر کرتے ہیں اعمال ذات میں مدبر الوجود کی اتباع اختیار
 کرتا ہے یہاں تک کہ یہ مدبر الوجود کے مرتبے کو پہنچ جاتا ہے اسی طرح امام جسے صامت
 اور وصی بھی کہتے ہیں اپنے اعمال میں رسول کی پیروی کر کے رسول کے مرتبے کو
 جسے ناطق بھی کہتے ہیں پہنچ جاتا ہے اور دونوں میں ذرہ بھر تفاوت نہیں
 رہتا اسی طرح داعی وصی کے مرتبے کو پہنچ جاتا ہے غرض کہ عالم کے کاروبار اسی
 طریق پر جاری ہیں اسکے بعد داعی کہتا ہے کہ رسول کا معجزہ یہی چیزیں ہیں
 جن سے انسانوں کی سیاست کا کام متعلق ہے سوائے کچھ بھی نہیں اور انتظام
 عالم کی غرض ہی سے بنی زمین و آسمان جو اہر و اعراض کی حقیقت بیان کرتا ہے
 کبھی ایسی وضاحت کے ساتھ کہ لوگ اسے سمجھ لیتے ہیں اور کبھی ایسے رمز کے ساتھ
 کہ علما بھی اسے اور اک سے عاجز آتے ہیں اور اسی تدبیر کے ساتھ رسول کی شریعت
 کو انتظام حاصل رہتا ہے اور آدمی اسے مانتے ہیں۔ اور داعی کہتا ہے کہ قیامت
 اور ثواب و عذاب کے معانی کچھ اور ہی ہیں جو عام طور پر ہر ایک کی سمجھ میں آنا

دعوتِ ابراہیم اور وہ یہ ہیں کہ کواکب کے دورے ختم ہو کر دوسرے دورے شروع ہو جاتے ہیں وہ نہ سیارات اور ثوابت میں کسی طرح کون و فساد نہیں آسکتا انکی طبائع برباد ہونے اور فنا ہونے سے بری ہیں پس قیامت کے یہ مہلے کسی طرح درست نہیں ہیں کہ اجرامِ علوی فنا ہو جائیں گے اس کے بعد داعی دعوتِ نہم شروع کرتا ہے۔

دعوتِ نہم یہ دعوت سب دعوات کا نتیجہ ہے جب داعی بدعویٰ کی طرف سے مطمئن ہو جاتا ہے تو اُسے ہدایت کرتا ہے کہ فلاسفہ کی کتابیں دیکھا کر اور علومِ انہی و طبعی کا مطالعہ کرنا رہ جب داعی سمجھ لیتا ہے کہ مدعوئو فلاسفہ کے اقوال پر خوب واقفیت حاصل ہو چکی تو اب داعی اپنے رازوں کو کھولنا شروع کرتا ہے اور کہتا ہے کہ جو کچھ میں نے اصول و حدود سے اب تک اطلاع دی ہے یہ سب رموز اور اشارات ہیں طرفِ معانی و مبادی اور انقلابِ جواہر کے اور وحی صرف نفسِ گئی صفائی کا نام ہے اور رسولِ یابنی کا کام یہ ہے کہ جو بات اُس کے دل میں آتی ہے اور اُسے بہتر معلوم ہوتی ہے وہ لوگوں کو بتا دیا کرتا ہے اور اُسکا نام کلامِ انہی رکھ دیتا ہے تاکہ لوگوں کے دلوں میں یہ قول اثر کر جائے اور اسے مان لیں تاکہ سیاست اور مصلحتِ عام میں انتظام رہے اور جبکہ نبی کی حقیقت یہ ٹھہری تو اُسکے تمام اقوال پر عمل کرنا کیا ضرور اُسی قدر پر عمل کرنا چاہیے جو اپنی مصلحت اور حاجت کے مناسب ہو بلکہ عارف کے واسطے تو نبی کے کسی قول پر عمل در آد اور پابندی ضرور نہیں اُسکے لیے صرف معرفت ہی کافی ہے کیونکہ معرفت ہی اصل الاصول ہے اور سب کمالات کی انتہا اسی کی طرف ہے اور جو کچھ قیدین اور اعمال کی پابندیان مقرر ہیں وہ کافروں کے واسطے واجب ہوئی ہیں جو معرفت سے آگاہ نہیں ہوتے اور عارف کے حق میں یہ باتیں بالکل عبث اور بارگراں ہیں اور اقسامِ معرفت سے ان لوگوں کے نزدیک ایک یہ ہے کہ انبیاء ناطق صاحبِ شرائع واسطے سیاستِ عام کے مقرر ہیں اور جن انبیاء کے پاس حکمت خاص ہے وہ فلاسفہ کی جماعت ہے اور عالم کا وجود روحانی ہے اور جو کچھ ریاضت کتبِ معارف کے مطالعہ میں کی جاتی ہے وہی ناظر کو امام تک پہنچا دیتی ہے اور امام کے طور کے معنی یہ ہیں کہ دعا کے

ذریعہ سے اُسکے احکام امر و نہی جاری ہوں یعنی یہی امر و نہی کا ظہور بینہ امام کا ظہور
فانک مقتدایان اسماعیلیہ طالبین اور اپنے معتقدین کو غیر مذہب والوں کی
 اہل اسلام میں سے کتب دیکھنے سے منع کرتے ہیں بلکہ جس قدر بیانات مقتدین اسماعیلیہ
 نے اپنی کتب میں مندرج کئے ہیں اُن کے سیر و مطالعہ سے بھی علمائے متاخرین
 اسماعیلیہ روکتے ہیں اور اُن میں خواص و فکر کرنے سے منع کرتے ہیں تاکہ ذکی الطبع
 ہمارے فضائح و قبائح پر مطلع نہ ہو جائے۔

بوہرے

یہ ایک اسماعیلی المذہب قوم ہے قلائد الجواہر فی احوال البواہر میں لکھا ہے کہ جب
 سلطان صلاح الدین کی کوشش سے ملک مصر سے مذہب مہدویہ اُکھر گیا تو اکثر مودان
 اسماعیلیہ اپنے داعی کے ساتھ ملک مصر اور مغرب سے نکل کر چندے میں رہنے لگے
 جو کہ وہاں شہر حراز میں قدیم سے ان کا داعی موجود تھا اس لیے ہندوستان کو چلے آئے
 اب گجرات - دکن - مالوہ - کوکن - راجپوتانہ میں بوہرے کے نام سے مشہور ہیں
 ابجد العلوم اور سجتہ المرجان میں لکھا ہے کہ یہ وہاں ہندوستانی زبان میں تجارت
 کو کہتے ہیں اور بوہرہ کے معنی تاجر ہیں اور بوہرے تاجر کے معنی ہیں اس لفظ کی جمع ہو
 چونکہ یہ ساری قوم تجارت پیشہ ہے اس لیے بوہرے کہلاتی ہے اور اسی وجہ سے یہ لوگ
 مرفہ حالی کے ساتھ رہتے ہیں اور ان کے داعی سابق میں احمد آباد ملک گجرات اور
 برہانپور ملک خاندیس اور اجین ملک مالوہ میں رہتے تھے اب کئی پشت سے
 بندر سورت میں رہتے ہیں اور دس لاکھ روپیہ کے قریب سالانہ قوم بوہرہ سے
 انھیں پہونچتا ہے امیرانہ ٹھاٹھ سے بسر کرتے ہیں قاضی نور اللہ شوستری اثنا عشری
 (ج ۱۹) بھری میں عہد جاگیر میں بوجہ تصنیف کتاب مجالس المؤمنین کے درہ خلدوار
 سے شتر برس کی عمر میں بادشاہ کے حکم سے اتنے پٹوائے گئے کہ آخر دم نکل گیا
 مجالس المؤمنین کی جلد اول میں کہتے ہیں کہ اس زمانہ سے تخمیناً تین سو برس پیشتر
 ایک فاضل ملا علی نامی کی ہدایت سے یہ لوگ مسلمان ہوئے ملا علی کی قبر کنبایت میں ہے

لے دیکھو تکرار باطن الشعرا و تذکرہ شریعتی و علماء و اولیاء و سادات

انگریزی بعض کتب تواریخ میں بھی لکھا ہے کہ بوہرے اصل میں ہندو تھے اس کی تصریح کتاب گجرات اینڈ گجراتی مؤلفہ مہراجی ملہاری کے صفحہ ۱۵۲ مطبوعہ لندن ۱۸۷۷ء میں ہے اور مرآت احمدی کے ترجمہ انگریزی کے صفحہ ۲۸۹ کے نوٹ میں مندرج ہے کہ بوہرے دراصل ہندو تھے اور کسی قدر ہندوؤں کے رسم و رواج و عقیدے پر اب تک وہ چلتے ہیں۔ اس بالا کے ترجمہ گجراتی کی جلد اول کے صفحہ ۴۵ میں لکھا ہے کہ بھاٹ لوگ کہتے ہیں کہ احمد شاہ نے برہمن اور ہما جنوں کو مسلمان بنایا تھا وہ بوہرے بن گئے۔ اور پرنچنگ آف اسلام مؤلفہ آرٹلڈ کے صفحہ ۲۲۵ میں لکھا ہے کہ محمود بیگڑہ کے عہد میں جس کی حکومت ۱۵۹۷ء سے ۱۵۹۸ء تک گجرات میں رہی ہے بوہروں کی جماعت اسلام لائی ہے اور یہ گیارہویں صدی اور چودھویں صدی میں غالباً مسلمان ہوئے ہونگے کیونکہ شمالی گجرات کے ہندو راجہ انہل واڑے والے غیوہ و اعظون کے ساتھ اچھا سلوک کرتے تھے اور غالباً کسی نسلوں میں وہ ان اسلام پھیلا ہوگا الیٹ نے تاریخ ہندوستان کی پہلی جلد میں آلادریستی سے ترجمہ کیا ہے کہ فہر نہر والہ (یعنی انہل واڑہ) میں بہت سے مسلمان ہو پاری آتے جاتے ہیں اور وہ ان کا راہ اور اس کا نائب ان کی عزت کرتے ہیں اور وہ ان کی پوری طرح حفاظت کی جاتی ہے الا درسی کا مؤلف ابو عبد اللہ ہے جو گیارہویں صدی عیسوی میں پیدا ہوا تھا۔ سانکلو پیڈیا آف انڈیا کی جلد اول کے صفحہ ۴۰۳ میں لکھا ہے کہ ولسن صاحب تحریر کرتے ہیں کہ بوہروں کی بنیاد گجرات میں ہوئی ہے اور ایسا پایا جاتا ہے کہ وہ ان پر ہندوؤں کو مسلمان بنالیا گیا ہے مگر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ سندھ کی طرف سے آئے ہوئے ہیں۔

تاریخ تحفہ راجستان میں مولوی عبید اللہ فرحتی نے بیان کیا ہے گجرات کے بوہرہ لوگ کسی وقت ناگرون وغیرہ میں سے مسلمان بنائے گئے ہیں جو تجارت کے ذریعہ سے اکثر گذر کرتے ہیں اور اسماعیل یمنی کے پیرو ہونے کے سبب اسماعیلی کہلاتے ہیں اس بیان میں غلطی ظاہر ہے ایک فاضل بوہرے نے جس کا نام عبد اللہ علی سیف الدین ہے اور یہی تخلص ہے ایک کتاب

محروم ہو گئے ہیں اور وہ بچے اتر گیا اور خشک ہو گیا ہے عبد اللہ نے کہا مجھے دکھا دو دو
کنوان کہاں ہے اُن دونوں نے کہا کنوان یہ ہے کیا کرو گئے تم اُس میں چربانی کمال
لا سکتے ہو عبد اللہ نے جواب دیا نہیں بلکہ اللہ ہر شے پر قادر ہے اور جو چاہے کرے
اور ارکا حکم کیا گیا پھر دونین ہو سکتا ہے پھر عبد اللہ نے اُن دونوں سے کہا کہ اگر
اللہ تعالیٰ اس وقت اس کدوے کے پانی سے تیرا بنا اور ان کرے تو اس وقت تم دونوں
میرے ہاتھ پر مسلمان ہو جاؤ گے اور میرے رب پر ایمان لاؤ گے دونوں بر لے ہاں جو تم
کہتے ہو اگر اللہ کر دے تو ہم ہی کرینگے جو تم کہو گے پس عبد اللہ کنوین میں اتر رہا اور
اُسکی تھاہ میں ایک نیزہ جو اُن کے ہاتھ میں تھا نکال دیا پانی کا سوت جاری ہو گیا
عبد اللہ ابھر نکل آئے اور پانی کنوین سے اُٹھنے لگا یہاں تک کہ بھر گیا اور وہ دونوں عورت
اور مرد یہ حال دیکھ کر مسلمان ہو گئے اور ایمان لائے اور عبد اللہ نے جو کچھ اُن سے کہا
قبول کیا وہ دکان کا نام کا اکیلا اور عورت کا نام کا کی اکیلی تھا عبد اللہ ان دونوں
کے پاس ٹھہر رہے دونوں اُن کی خدمت و حفاظت کرتے تھے یہاں تک کہ اُن سے
محبت پیدا ہو گئی اور دونوں سے عبد اللہ نے زبان ہندی کی تکمیل و ترقی لی بعد اُسکے
اُن دونوں سے ظاہر کیا کہ میں اپنے پیچھا کیا ہوں کہ ہند میں اسلام ظاہر کروں اور
اہل ہند کو ایمان کی طرف دعوت کروں اور اُن سے اس بارے میں مشورہ کیا
دونوں نے جواب دیا کہ یہ جو تم چاہتے ہو اس وقت تمہیں مان ہوگا کہ جب کوئی ایک
شخص ہند کے راجاؤں اور راجپوتوں میں سے مسلمان ہو جائے اور اس ملک میں تمہاری
کوشش کا اس وقت نفع ظاہر ہوگا جبکہ راجہ کا وزیر بھار مل قابو میں آجائے اور بھار مل
بڑے بت کے پوجاریوں میں سے راجا شخص نے ساتھ بہت غنیہ ت رکھتا ہے اور اُسکی
بزرگی کا معترف ہے اور بچپن سے ہر جہنہ میں ایک مرتبہ اُسکی قدمبوسی کے لیے جایا
کرتا ہے اور اُسکے حکم سے ہر مواخلاق نہیں کرنا بہت مانتا ہے اُسکی را سے پر چلتا ہے
پس اگر تم اُس پوجاری کے پاس بیویج ہاؤ اور وہ تمہارے ہاتھ پر ایمان لے آئے تو
جو کچھ تم چاہو گے اسکا انہور ممکن ہوگا عبد اللہ اس مشورے کے بموجب روانہ ہوئے

اور شہر کھنایت میں پوپنگے اور اُس مورت کے مندر تک چلے گئے جہاں وہ پوجاری رہتا تھا وہ لڑکوں کو پڑھاتا تھا اور گلو (ॐ) کھلو (ॐ) کر کے حرف بتاتا تھا تیج صاحب سکر کہنے لگے کہ پنڈت جی ایک عجیب بات تمہاری تعلیم میں دیکھی کہ تم کھاتے تو ایک حرف ہوا اور بولتے ہو چار حرف پنڈت انکی بات سکر تعجب ہوا اور حید اسکا دریافت کرنے لگا اُنھوں نے خلوت کا اشارہ کیا پس خلوت میں جا کر اُسکے ساتھ بات چیت کی کہ جس سے اُسکا دل اپنی طرف کھینچ لیا اور جب کہ وہ انکی طرف مائل ہو گیا اور گڑ گڑا کر گفتگو کرنے لگا تو اُسکے روز پاسے حقانی سے مطلع کیا اور یہ کہا کہ تم ہندی دین لکھتے ہو ایک حرف ک (ॐ) اور پڑھتے ہو چار حرف گلو وہ تین کات ہیں اور بعد اُن کے واو پس ان دین پہلے دونوں کات ہر دو اصل روحانی کی مثال ہیں اور وہ دونوں ایک جنس سے ہیں اور وہ عقل سے اور تیسرا کات اور واو ہر دو اصل جسمانی کی مثال ہیں اور دونوں کے درمیان میں ایک جوت سے فاصلہ ہے اور یہ ایک ہر دو اصل میں سے ایک متحرک ہے اور دوسرا ساکن اور وہ دلیل اس بات کی ہے کہ ایک دونوں دین سے مفید اور دوسرا مستفید ہے اسی قسم کی باتیں ہوتی ہیں یہاں تک کہ پنڈت عبداللہ کے ہاتھ پر مسلمان ہو گیا اور ایمان لایا پھر عبداللہ اُس کے پاس ٹھہرے رہے اور اُسکی تعلیم و تادیب و تہذیب میں سرگرم رہے اور سمجھاتے رہے کہ بھار مل کو اس راہ پر لے آؤ پوجاری عبداللہ کی را سے پر عمل کرتا رہا جب بھار مل اُسکے پاس آتا تھلے میں باتیں کرتا بتوں کے نقصان اور اُن کی عبادت کے عیوب اُسکے سامنے بیان کرتا تھا جب اُسکے کلام نے اثر کیا بھار مل دین اسلام کی تعظیم و تکریم کرنے لگا وہ ہمیشہ شرف اسلام بیان کرتا تھا بھار مل وزیر اُسکی مراد اور میل جانب اسلام سمجھ گیا اور کہنے لگا کہ آپ صاف صاف بیان کیجیے کہ اگر آپ نے اپنا دین قدیم ترک کیا ہے اور اُسکے سوا اور دین اختیار کیا ہے تو میں بھی آپ کے ساتھ ہوں جس دین پر آپ ہیں جبکہ بزرگی اُسکی آپ نے پہچانی بھار مل کے سامنے اُس پنڈت نے اپنا حال بیان کیا اور عبداللہ کا اظہار کیا یہاں تک کہ بھار مل داخل اسلام ہوا اور اُس سے

عہد لیا پھر بھارل مومن مخلص ہو گیا اور ایمان پوشیدہ رکھتا تھا اور چھپ کر نماز
 پڑھتا تھا اور پٹن سے کھنپایت جاتا رہتا تھا اور پندت کے پاس ٹھہر کر عید الف
 سے خفیہ آداب دین اسلام اور اخلاق ایمان اور علوم ائمہ آل محمد علیہم السلام
 سیکھا کرتا تھا رفتہ رفتہ اُنکے دین اسلام میں آجانے کے حال سے اسکا ایک
 خدمتگار واقع ہو گیا اور سدھ راؤ جے سنگھ سے یہ سارا حال بیان کر دیا راجہ نے کہا
 کہ اگر میں اُسکو اپنی آنکھ سے نماز پڑھتا ہوا دیکھ دوں تو جیہاکہ اور لوگوں کے ساتھ کیا
 جاتا ہے اُسکو ویسی سزا دوں پھر جاسد چل خورائے وقت میں راجہ کو لاسے کہ بھارل
 نماز پڑھ رہا تھا بھارل نے جب یہ بات سنی کہ راجہ یہاں آیا ہوا ہے اُٹھ کھڑا ہوا
 اور سلام کیا راجہ نے کہا اے بھارل یہ جو تم کر رہے تھے بُری بات ہے وزیر نے
 عرض کیا کہ یہ جو کام میں کر رہا تھا کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو میرے مخالف حضور سے
 عرض کیا گیا ہے بلکہ میں نے اس وقت ایک سانپ دیکھا تھا کہ نکل کر اس صندوق
 تلے جو میرے پاس رکھا ہوا ہے چلا گیا پس میں کھڑا ہوا اُسے ڈھونڈھتا رہا پھر جھکے
 دیکھنے لگا تو بھی پایا پھر میں زمین پر سرٹکا کر دیکھتا تھا کہ شاید نظر آجائے راجہ نے
 اُس صندوق کے نیچے سانپ کو ڈھونڈھنے کا حکم دیا یکایک اُس کے نیچے سے
 ایک سانپ نکل کھاتا ہوا نکل آیا راجہ نے بھارل کی بات کو سچ جانا اور چل خور
 جھوٹے پڑے اور بھارل کی آبرو خدا نے بچائی اور اُس پر وثوق زیادہ ہو گیا۔
 اس مندر میں لوہے کا ایک ہاتھی سطح سے بلا کسی تعلق کے ٹٹک رہا تھا اور بڑے
 بت کے بعد اُسکی تعظیم و تکریم کی جاتی تھی اور سدھ راؤ جے سنگھ ہر سال ایک مرتبہ
 کھنپایت میں زیارت کے لیے آکر بڑے بت کی پوجا کرتا تھا جو جو قربانیاں ممکن
 ہوتی تھیں چڑھاتا تھا اس سال جبکہ راجہ کھنپایت میں آیا اور یہ ارادہ کیا کہ صبح
 کے وقت بت کی زیارت کے لیے مندر میں جائے عبد اللہ نے پوجاری سے کہا کہ
 راجہ سے جا کر کہو کہ شب کو ہاتھی نے مجھ سے خواب میں بیان کیا کہ مدت دراز سے
 ملحق ہوں بغیر سہارے کے کھڑے کھڑے اُٹا لیا ہوں اب میں جا رہا ہوں کہ ایک پازن

زمین پر ٹیک دوں یہ بات سنکر راجہ اور اسکے ساتھی متحیر ہوئے جب رات ہوئی تو عبداللہ اٹھ کر ہاتھی کے پاس گئے اور بغور دیکھا تو وہ ہوا میں معلق پایا گیا اور اسکے چاروں طرف ہر سطح میں سنگ مقناطیس ہر صاع جڑا ہوا تھا اور ہر سنگ اپنی طرف کھینچے ہوئے تھا پس ایک تھچہ جو ایک پائون کے مقابل تھا اٹھیر لیا ہاتھی نے ایک پائون زمین پر ٹیک دیا تب صبح ہوئی یہ خبر لوگوں میں منتشر ہوئی اور ہجوم عام ہوا راجہ نے سنا تو سیرت و نم بین گرفتار ہوا پھر کئی روز کے بعد عبداللہ نے پوچھ جاری سے کہا کہ بھرجاؤ اور راجہ سے کہو کہ ہاتھی چاہتا ہے کہ دوسرا پائون بھی زمین پر ٹیکے اور ویسا ہی کیا جیسا پہلے کیا تھا چند روز میں چاروں طرف سے پتھر اٹھ کر اسے یہاں تک کہ وہ ہاتھی چاروں پائون سے زمین پر آسکا اور راجہ کو نہایت غم دالم اور حیرت و امانگیر ہوئی بعض آدمیوں نے راجہ کو خبر دی کہ یو جاری نے اپنا دین ایک عرب مسلمان کے لیے جو چند روز سے اسے اسے ہاتھ دیا ہوا ہے تبدیل کر ڈالا ہے عرب اور پنڈت دو دونوں نے یہ کچھ کرتب کیا ہے راجہ سنکر پوچھا یہی اور عبداللہ پر نہایت غلامی ہوا رفتار کرنے کے لئے سپاہی بھیجے وقت عبد اللہ ظاہر ہوئے اور مندر کی سیڑھیوں پر چڑھ کر بیٹھے اور کچھ آیات و ادعیات حرز پڑھتے رہے تب لشکری اس کے قریب پہنچ گئے تو پھر اسے نہ بڑھ سکے سپاہی ان کی طرف دیکھتے تھے اور بڑھ نہ سکتے تھے بلکہ بھاگتے تھے جب پھر راجہ کو پہونچی تو خود لشکر عظیم لیکر چلا جب اسے قریب پہونچ گیا کہ شیخ عبداللہ اچھی طرح نظر آتے تھے تو پائون اس آگے جم گئے اور ان میں آگ بھڑک اٹھی راجہ نے اس حالت سے فریاد کی اور توبہ کر کے عرض کیا کہ میں تمہارے دین میں داخل ہوتا ہوں عبداللہ نے اس پر نظر رحمت کی تو گویا راجہ اور اسکے ساتھی زخمِ بدن سے آزاد ہو گئے اب ایہ شیخ صاحب کے پاس آیا اور ان کا حال پوچھنے لگا عبداللہ نے کہا کہ اسے راجہ اگر یہ بڑا بت جبکی تم پوچھا رہے تھے میرے سامنے ذلیل ہو کر میری خدمت کرنے لگے تو تم اسلام لا کر میرے دین میں داخل ہو جاؤ گے جواب دیا جو کچھ تم کہتے ہو کر دکھاؤ گے تو ابسا کر دیکھا عبداللہ نے کہا واللہ علی ما نقول وکیل (یعنی جو کچھ ہم کہتے ہیں خدا اسکا

مختار ہے) اور بت کی طرف دیکھ فرمایا اول ملعون اُمّہ اور میرا ڈول لیکر جاتا لالہ سے پانی بھر لیا اور جلد لوٹ آپس ایک ایک پر حکم خدا وہ بہت کھڑا ہوا اور جواب دیا بیسٹا وسعدیلک اور ڈول لیکر تالاب پر گیا اور اُس میں تمام پانی جس قدر تالاب میں تھا بھر لیا اور تالاب کو خالی چھوڑ دیا کچھ لیان ترسپنہ لگدین اور ڈول بھر کر عبد اللہ کے پاس لاکر رکھ دیا لوگوں نے شور و غل مچایا کہ جاندار غیر بانی کے فنا ہو جائیگا اور عرض کرنے لگے کہ آدمیوں اور جانوروں پر لطف فرما آیت کو حکم دیجیے کہ پانی پھر تالاب میں چھوڑ دے چنانچہ انہوں نے حکم دیا بت نے پانی ڈال دیا اور تالاب بھر گیا شیخ عبد اللہ کی یہ کرامات دیکھ کر بہت سے ہندو مسلمان ہو گئے جس قدر برہمن مسلمان ہوئے ان کے زنا ریاکٹوں سے زیادہ وزل مین تھے۔

غرض کہ اس کارروائی کے بعد شیخ عبد اللہ پٹن کو گئے اور وہاں بھی بہت آدمی مسلمان ہوئے اور سدھ پور کے بھی بہت سے آدمی مسلمان ہوئے بعد اُس کے شیخ عبد اللہ نے بھارل کے بیٹے یعقوب کو علم دین سکھایا اور موت کے وقت ان کو اپنا جانشین کیا یعقوب ہندو داعی رہے پھر یعقوب نے اپنے چچا تارمل (تارے فوتانی اور رے موقوف سے) کے بیٹے فتح الدین کو باگڑ میں جواراچ ڈونگر پور ملک راجپوتانہ میں واقع ہے بھیجا اور وہاں اسلام قائم ہوا اور فتح الدین کفار کے ہاتھ سے باگڑ میں مقتول ہو کر موضع کلیا کوٹ اللہ بن مدفون ہوئے انکی قبر بوہرون میں زیارت گاہ عام ہے یعقوب نے داعیان دین لے اذن سے ہندوستان میں کار دعوت انجام دیا اور وفات کے وقت اپنے بیٹے اسحاق کو اپنا جانشین کیا اسحاق نے اپنے بیٹے علی کو اپنا قائم مقام بنایا۔ علی بن اسحاق نے ملا آدم اور پیر حسن اور اپنے فرزند داؤد کو علم و ادب سکھا کر ملا آدم کو احمد آباد پیر حسن کو سدھ پور بھیجا اور داؤد کو اپنے پاس مہن بن لکھا وفات کے وقت پیر حسن کو اپنا جانشین کیا اور پیر حسن مقتول ہونے کے وقت اپنا جانشین ملا آدم کو کر گئے پھر ملا آدم نے اپنے بیٹے ملا حسن کو اپنا جانشین کیا ملا حسن نے اپنے فرزند ملاراج کو اور ملاراج نے اپنے بیٹے

لکھنؤ فارسی معقود لالہ ساکن یاسے تختانی معقود العت ساکن کاف عوبی صنوم داؤد مول تارے ہندی آخری نمبر ۱۲

ملا جعفر کو اپنا قائم مقام بنایا۔ یہاں تک داعیانِ گجرات داعیانِ یمن کے تابع تھے ملا جعفر کے زمانے میں یمن کی دعوتِ عظمیٰ کا رتبہ منتقل ہو کر ہند میں داعیِ یوسف پر آگیا اور داعی ملا جعفر داعیِ یوسف کے مطیع ہوئے اور جب سے سلسلہ دعوت کا اولادِ خلافت بھارل میں چلا آ رہا ہے۔

ایشیائیک سوسائٹی بنگال کے جنرل جلد ۳ کے صفحہ ۴۸ سے بوبرون کی ابتدا کے حالات راس مالاکے ترجمہ گجراتی صفحہ ۴۱۵ میں اس طرح نقل کیے ہیں کہ یعقوب نامی ایک آدمی اپنے گھر کے فساد کی وجہ سے اپنا ملک چھوڑ کر ۵۳۳ ہجری مطابق ۱۱۳۷ء میں مصر سے کھنایت کو آیا اُس کے مذہبِ دالون بن سے ہندوستان میں پہلا قدم رکھنے والا یہی آدمی تھا اُس وقت میں اُس مذہب کا ب سے بڑا ملا جو کئی برس سے یمن میں رہتا تھا ظہری (ذویب) بن موسیٰ نامی تھا مصر میں خلیفہ مستنصر بادشاہ کا عمل تھا اور سدھ راس سنگھ (سدھ راج جے سنگھ) ہندوستان میں پیران پٹن کا راجہ تھا۔ بہت سے ایسے ثبوت ملتے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ مستنصر ششم ہجری میں مرچکے تھے اور اُن کا پوتا حا قظ گیارھواں خلیفہ جس نے ۵۲۷ ہجری سے ۵۳۵ ہجری تک حکومت کی حکمران تھا اُس وقت کے بارے میں گجرات کی تواریخ کا سلسلہ گزرتا ہے بھلا ہوا ہے تو بھی اوپر کے وقت کے ساتھ ملتا ہوا ہے کیونکہ سدھ راج جے سنگھ کہ جن نام سے بگڑا ہوا لفظ سدھ راس بنا ہوا معلوم ہوتا ہے ۵۹۷ء (مطابق ۵۳۵ ہجری) میں اٹھل وارڈے (پٹن) کا راجہ تھا اس بیان کے بعد راس مالاکے اس قصے کو اس طرح پورا کیا ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یعقوب کھنایت میں آکر ایک مالی کے شامل رہا جس کو اُن نے اپنے مذہب میں داخل کیا پھر اُس نے ایک برہمن کے لڑکے کو مسلمان کیا سدھ راس راجہ اور اُس کے دو دیوان تارل (تا سے فوقانی سے) اور بھارل و بھانی تھے وہ کھنایت کے ایک مندر میں اکثر جایا کرتے تھے وہاں پر ایک لوہے کا با تھی سنگ مقناطیس کے زور سے لٹکا رکھا تھا یعقوب نے اُن تھمرون کو نکال ڈالا اور برہمنوں کے ساتھ بحث ہوئی جس میں بھی یعقوب جیتا سدھ راس اُس کے درباریوں کو

ایسی کراست دکھائی جس سے اُنھوں نے اُسکا مذہب اختیار کر لیا اور انکی متابعت دوسرے
ہندوؤں نے بھی کی اور ان نو مسلمانوں نے عربستان کے ساتھ یوہارہاری کیا جس سے وہ
یوہارہاریے یعنی بوہرے کہلائے۔

اس قصے کے صحیح ناموں اور حالات میں بہت گڑبڑ پائی جاتی ہے سدا اس سنگھ
واقعہ میں سدا راجے سنگھ جو گاجرات میں اس نام (سدا راجے سنگھ) سے سدا راج
مشہور ہے لیکن تارل اور بھارل یہ دونوں دیوان جو لکھنے میں قیاس لیا جاتا ہے کثیر دخول
واکھیل (لکھیل) کے دیوان دو بھائی تیج پال اور وسنت پال تھے یہ وہی دیوان
توہون جن کو تارل اور بھارل مشہور کر دیا ہے اور پھر گمار پال یا اجمہ پال کی باتیں
جو دوسری جگہ لکھی ہوئی ہیں اور جنکے مطابق راجے سے دوسرا مذہب اختیار کر لیا تھا
سدا راج جے سنگھ کی طرف منسوب کر دی ہیں کیونکہ یہ بات تحقیق ہے کہ سدا راج نے
اپنا مذہب نہیں بدلا تھا وہ ہندو مذہب پر مڑا ہے۔

سدا راج جے سنگھ سولنکی راجپوت تھا اسکے حالات کتب تواریخ میں بفضل مذکور ہیں
گجرات اور مالوہ اور برہانپور اسکے زیر نگین تھے قلعہ بھڑوچ اسی نے بنایا تھا اور
سدا پور بھی اُسی نے آباد کیا ہے۔

جامع الحکایات علیٹ نے تاریخ ہندوستان کی دوسری جلد میں ایک قصہ کا ترجمہ کیا ہے
جس کی نسبت اسکا مؤلف محمد افی کہتا ہے کہ میں نے اس قصے سے بہتر دوسرا قصہ نہیں سنا
محمد افی ایک دفعہ کھنبایت میں تھا جو سمندر کے کنارے پر آباد ہے اور جس میں بہت سے
سنی مسلمان رہتے تھے جو مذہب کے نہایت پابند اور سخی تھے وہاں اُسے سنا کہ شہر (کھنبایت)
گجرات کے راجہ جے سنگھ کے قبضے میں تھا جسکا دارالحکومت نہروالہ (آنٹل وارہ) تھا اور
اُسکے عہد میں یہاں آتش پرستوں اور مسلمانوں کی بڑی آبادی تھی مسلمانوں کی ایک
مسجد تھی اُسکے پاس ایک مینار بھی تھا جس میں کھڑے ہو کر مؤذن اذان دیتا تھا
آتش پرستوں نے غیر مذہب والوں کو مسلمانوں پر حملہ کرنے کے لیے بھکایا جنھوں نے
وہ مینار توڑ ڈالا اور مسجد جلا دی اور اسی مسلمان مارے گئے مسجد کے خطیب کا نام

۱۲ واو کسور اور یا سے معرفت اور دال کے فتح اور پ سے ہندی اور دا و کے فتح اور لام کے کون سے ۱۲ واو وختو ح میں تبا سے نونانی ساکن سے ۱۲

قطب علی تھا وہ بیچ کر نہ والہ کو گیا اور اُس نے تمام مظالم کی فریاد کی مگر راجہ کے
 دربار یون میں سے کسی نے اُس کے حال پر توجہ نہ لی اور نہ مذوی ہر ایک درباری اپنے
 ہم مذہبون کے بچانے کی کوشش کرتا رہا قطب علی نے یہ سنا کہ راجہ شکار کو جانوالا ہے
 وہ جنگل میں جا کر راجہ کی رہگذر پر ایک درخت کے تلے بیٹھ گیا جب راجہ اُدھر پہونچا تو
 قطب علی نے عرض کیا کہ آپ ہاتھی کو ٹھہرا کر میری جو شکایت ہے وہ سن لیجیے راجہ نے
 ہاتھی روک لیا قطب علی نے ایک نظم جو ہندی کی شاعری میں بنائی تھی اور اشہین
 یہ نام واقعہ لکھا تھا راجہ کے ہاتھ میں دیدی راجہ نے وہ نظم پڑھ لی اپنے ایک نوک کو حکم دیا
 کہ قطب علی کو اپنے ساتھ حفاظت سے رکھے اور جب میں کو ان اُسکو دربار میں پیش کرے
 اسکے بعد راجہ لوٹا اور اپنے نائب کو بلا کر فرمایا کہ تمام ریاست کا کام تم کرتے رہنا میں تیرے
 کے لیے تمام کام چھوڑ کر زمانے میں رہونگا اس عرصے میں کسی ریاستی کام سے مجھے رتی ٹکنا ہے
 اور اسی شب راجہ ایک ساندنی پر سوار ہو کر نہ والہ سے کھنڈیت کو پہونچا وہاں چالیس
 فرنگ کے فلعے کو ایک رات دن میں طے کیا اور سوداگر کے بھیس میں شہر میں داخل
 ہوا بازار اور کرجون میں الگ الگ موقعوں پر قطب علی کی شکایت کے متعلق حالات سنا رہا
 راجہ کو خوب متحقق ہو گیا کہ مسلمانوں پر بڑا ظلم ہوا ہے اور وہ قتل کے لئے ہیں بعد اس کے
 ایک برہمن میں سمندر کا پانی بھر کر اور لیکر نہ والہ کو لوٹا گیا جہاں پر اپنی روانگی سے تیسری
 رات کو پہونچ گیا صبح کو اُس نے دربار کیا اور قطب علی کو بلایا فرمایا کہ تم اپنا سارا واقعہ بیان کرو
 اُس نے تمام وکمال حقیقت سنائی درباری گروہ کے غیر مذہبی آدمیوں نے چاہا کہ اُسکو جھوٹا
 بنائیں اور دھکائیں اسپر راجہ نے اپنے پانی واسے کو حکم دیا کہ وہ پانی کا برتن حاضر بن
 کو دیدے تاکہ وہ سب اُس میں سے بیوین ہر ایک شخص نے اُسکو پینا چاہا اور چل کر چھوڑ دیا
 اور سمجھ لیا کہ سمندر کا پانی ہے پینے کے قابل نہیں اسکے بعد راجہ نے کہا کہ چونکہ اس معاملے میں
 جدا جدا مذہب والوں کا ایک دوسرے سے تعلق تھا اس لیے میں نے کسی پر بھروسہ نہ کیا
 اور خود کھنڈیت کو ہا کر تمام حالات کی تحقیقات کی تو معلوم ہوا کہ مسلمانوں پر فحش واقعہ ظلم
 وجبر ہوا ہے پھر اُس نے کہا کہ میرا یہ فرض ہے کہ اپنے تمام رعایا کے حال کی نگہ رانی رکھوں اور انکی

و حدیث ائمہ و رسول میں منہج تھیں اور داعیان زمان اُن سے پس پردہ سے مسائل سمجھتے تھے
 اور احکام حاصل کرتے تھے اور مشکلات دین میں اُن سے پاس رجوع کرتے تھے پس جس
 بات کے طالب ہوئے تھے اُن کے پاس پاتے تھے اور اُن کو علم و زہد و ورع و عبادت
 کے ساتھ سیاست و تدبیر میں بھی کمال حاصل تھا ماوکیہ بن اُنکی زندگی کے خواہان اور
 اہل یمن اُن کی اطاعت میں پویاں تھے وہ اپنی حالت میں دعوت و حکومت پر اپنے
 مردان صاحب فضل کی وفات کے بعد قائم رہے اور انھیں سے بعد میں متروک ہوا
 یعنی طیب بن امرتور ہوئے اور جب تک کہ ائمہ زندہ رہے انھیں انتظام میں کچھ خلل نہ تھا
 ہوا حرہ ملکہ نے بائیس سال اور چند ماہ کی عمر پا کر تھان میں ۵۵ھ ہجری میں وفات پائی
 اور جامع مسجد ذی جیلہ میں بایک جانب قبلہ کے مسجد کی ایک منزل میں مدفون ہوئیں
 اُن کی قبر آج تک زیارت گاہ ہے مسجد مذکور کی دیوار جانب قبلہ میں اُن کے حکم سے تمام
 اماموں کے نام علی بن ابی طالب سے اُن کے بعد اُن کے بعد لکھے گئے ہیں حرہ ملکہ
 کے لیے ائمہ طاہرین کے نزدیک مقام محمود اور مرتبہ عالی تھا اور ناصکر امرا حکام ائمہ
 نے اُن کو ہر طرح کے فضل سے مخصوص کیا تھا اور تمام آدمیوں سے اُن کے مرتبے کو
 بڑھا دیا تھا انھیں مقام نور کا حجاب اور بہت حق معبود کا حسین لباس الی القاسم
 پیدا ہوئے تھے باب مقرر کیا تھا اور آمرنے حرہ ملکہ کو حکم دیا تھا وہ طیب بن القاسم
 کی حالت ظہور میں اور استوار کے بعد اُنکی طرف دعوت کریں اور دعوت کو اُن کی طرف
 اور اُن ائمہ کی طرف جو اُن کی اولاد سے ہوں برابر جاری رہیں حرہ ملکہ کو اُن
 بات کے لیے اُن کے مولائے حکم دیا تھا اس پر متعہ اور قائم رہیں اور انھیں
 بھی اس ملکہ کا حال لکھا ہے مزید واقفیت کے لیے اس کتاب میں نقل کرتے ہیں لکھا ہے
 کہ نام ان کا سیدہ اور لقب حرہ تھا ان کے باب کا امام احمد بن حنبلہ نے اپنی
 صحیحی میں مندرجہ ہے پیدہ ہوئی تھیں اور شباب کی پہلی سانس اُن کی پرورش
 کی تھی سلمہ بن سہل کے بیٹے احمد الملقب بہ ملک کریم بن علی بن قاضی محمود بن علی بن
 جو صفا میں سلطنت کرتا تھا اُن سے نکاح کیا تمام کام حرہ کو دیا وچھ انھیں

احمد کرم نے اپنی حیات میں ان کو سخت پرٹھو دیا تھا حرہ ملکہ انظام سلطنت اور تدبیر
 مملکت اور لڑائیوں کے بندوبست کرتی تھیں احمد کرم کھانے پینے اور عیش و عشرت میں
 مشغول رہتا تھا سلسلہ میں احمد کرم نے وفات پائی تو اسکے چچا کا بیٹا ابو حمزہ سببان
 احمد بن مظفر بن علی صلیحی والی ریاست ہوا تمام عمر ریاست لڑتا رہا یہاں تک کہ سلسلہ
 میں سببانے انتقال کیا یہ شخص عیسویوں کا سب سے بڑا دشمن بادشاہ گذر اسے اسکے عہد میں
 بھی سلطنت کے تمام کام بڑے ہاتھ سے لے کر لیتا تھا اس کے مرے کے بعد
 حرہ ملکہ کو امام حکومت ہوا یہ شخص بہادر اور ایسے سے کہ سلسلہ میں سلطنت پر قابض ہوا
 اور مین کے یہاں دونوں میں پڑا یہاں تک کہ اوٹمانہ عہد سے اس کے مرے ہوئے جو کچھ سلسلہ
 کے بعد ابن نجیب الدولہ کو ترقا کر لیا اور یہ سلطنت ابن رزق بن عباس بن ہاکرم کے
 ہاتھ میں آگئی آل رزق کا نام آل عدنی ہے اور یہ لوگ آل نجیب ہی مشہور ہیں مگر
 ان تمام انقلابات میں حرہ ملکہ کا اقتدار برابر قائم رہا یہاں تک کہ سلسلہ میں اس کی موت
 آخرت ہوئی ان کے بعد میں ملک غفر علی ابوالبرکات سلسلہ بن ولید حیدر بن حاکم غفر کا بیٹا
 سنا بہت چلتا تھا ملکہ یہ شخص ان کے سلسلے احکام جاری کرتا تھا

مجالس سیفیدین بیان کیا ہے کہ زانی ملا الدین دہلوی بن سب سے سلسلہ کے مرے ملکہ
 نے زانی ذویب بن موسیٰ کو اپنا قائم مقام رکھے اور وہ مضافہ بن کا ان کو دوزیر بنائے
 اور داعی نظام سب کا ان کا معاون کر کے دنیا سے برہمیت لے لی وہ دونوں طبیب
 بن امر کی حیثیت و وفات میں انکی طرفت و عزت کرتے رہے اور تمام عرب و عورت کو بلندا
 کیا اور طبیب کے نشان ظاہر کئے اور داعی ذویب ہا قہ مسئلہ تین میں سے بن اور
 مضافات و جزائر میں بن طبیب کے مخفی ہو یا نہ ہوئے یہ دونوں ابن اور داعی کی
 بن ملک نے بھی ان کے لیے رتبہ تسلیم کیا تھا۔ دواعی دوزیب داعی ملک کے شاہ
 تھے اور داعی ملک نے المؤید فی الدین شیرازی سے علم تحصیل کیا تھا مجلس سب سے
 ذکر فضائل بعد غدیر کے بعد بیان کیا ہے کہ علوم و دعوت کا مہد داعی المؤید فی الدین
 شیرازی ہیں جو امام مستنصر باللہ کی طرف سے حجت تھے اور تفصیل اسکی اس طرح ہے

دوست اپنے زمانہ حیات میں دعوت میں قائم رہے انھوں نے اپنے بعد داعی جلال الدین
 کے لئے نص کی اور داعی جلال الدین نے داعی داؤد بن عجب شاہ کو اپنا جانشین
 بنایا اور داعی داؤد بن عجب شاہ نے داعی داؤد بن قطب شاہ کے لیے اپنی
 قائم مقامی کی نص کی یہ چاروں شخص بڑے کامل و ماہر تھے خاص کر داعی داؤد بن
 قطب شاہ علما سب سے زیادہ اور علما سب سے بزرگ تھے ان سے بھی علما دعوت
 نے علوم حاصل کئے مثلاً (۱) داعی شیخ آدم صفی الدین (۲) داعی عبد الطیب
 دکی الدین بن داعی داؤد بن قطب شاہ (۳) شیخ امین الدین جی ابن جمال
 اور داعی عبد الطیب زکی الدین سے اُنکے بھائی داعی قطب الدین نے
 علم سیکھا اور قطب الدین سے داعی شجاع الدین پیر خان نے تحصیل علم کی اور
 داعی شجاع الدین سے اُن کے بیٹے شیخ نجم خان نے فضل و کمال کی تکمیل کی پھر
 اُسے اُنکے شاگرد خان جی بھائی ابن پیر خان نے علم و ادب حاصل کیا
 اور یہ اپنے استاد کی طرح فاضل متبحر اور پرہیزگار تھے اور اجل علما دعوت سے ہیں
 جو اُن کے بعد ہوئے داعی بدر الدین نے غائبی بھائی کو خدمت دعوت کا متولی
 برکے احمد آباد کو بھیجا تھا اور اُنکے پاس تحصیل علم کے لئے داعی کلیم الدین اور
 شیخ صفی الدین کو بھیجا تھا جب صفی الدین اپنے استاد کے پاس سے تحصیل علم
 کر کے واپس آئے تو اپنے آبائی وطن نگر میں علوم پڑھانے لگے اور احکام دین کے
 کام میں مصروف ہو گئے انھیں سے شیخ عبد القادر حکیم الدین بن ملا خان نے
 علم تحصیل کیا اور شیخ عبد القادر سے اُن کے بھتیجے شیخ حبیب اللہ بن آدم بھائی
 بن ملا خان نے علم حاصل کیا اور شیخ حبیب اللہ سے شیخ رحمت اللہ بن ملا خان
 نے سیکھا۔ شیخ خان جی بھائی جب جھڑ آباد سے مراجعت کر کے اودی پور ملک میواڑ میں آئے
 تو یہاں ایک مدرسہ قائم کیا اور درس علوم و عبادت میں مشغول رہے۔ شیخ لقمان
 جی ملا حبیب اللہ عنقوان شباب میں رام پور سے چل کر اودی پور میں آئے اور
 شیخ غائبی بھائی بن پیر خان جی سے تحصیل علم کرنے لگے اور شیخ لقمان جی سے

ان کے ہوتے ہیبتہ اللہ بن ملا ولی محمد بن شیخ لقمان جی نے تحصیل علم کی۔
 خانبجی بھائی کا مزار اودھ پور میواڑ میں ہے اور پورے بڑے فوق و عقیدہ سے
 اسکی زیارت ہمیشہ کرتے ہیں ناریل لیجاتے ہیں وہاں توڑ کر کھوپہ تقسیم کرتے ہیں
 اگر کی تیان جلاتے ہیں مروے کے پتے چڑھاتے ہیں ان سے بہت ہی مست و خلبو
 آتی ہے۔ غرضکہ خانبجی سے علمی فیض کی دو شاخیں ان کے دو شاگردوں کے ذریعہ سے
 چلتیں (۱) شیخ صفی الدین بن داعی زکی الدین (۲) شیخ لقمان جی ملا حبیب اللہ
 جنکی تفصیل تھنے سن لی شیخ عبدالعلی سیف الدین مجالس سیفیہ کے مؤلف کہتے ہیں
 کہ یہ دونوں شکل میں متفرق جماعتوں کے علوم مجہدین جمع ہوئے اور دونوں شافعیین
 میری طرف وار ہوئیں سیفی نے ابتدا سے علم میں شیخ رحمۃ اللہ سے اور بعد بلوغ
 کے شیخ ہیبتہ اللہ سے مکمل علوم کی اور پھر ربیہ دعوت پر بھی فائز ہوئے وہ کہتے ہیں کہ
 ہمارا علمی نسب و سلسلہ اس کا یہ ہے کہ داعی المومنین فی الدین شیرازی سے
 داعی الملک بن مالک پر اور اُن سے داہیان مین پر ایک دوسرے سے ربیہ
 دعوت از سلف تا خلف منتقل ہوا یہاں تک کہ داعی اور لیس بن حسن بمبئی سے
 داعی یوسف بن سلیمان کو اُن سے داعی جلال الدین کو اُن سے داعی
 داؤد بن عجب شاہ کو اُن سے داعی داؤد بن قطب شاہ کو اُن سے اُنکے فرزند
 داعی عبدالطیب زکی الدین کو اُن سے اُنکے بھائی داعی قطب الدین
 کو اُن سے داعی شجاع الدین کو اُن سے اُن کے فرزند شیخ نجم خان کو اُن سے
 شیخ خانبجی بھائی کو اُن سے شیخ صفی الدین کو اُن سے شیخ اکلم الدین
 کو اُن سے شیخ حبیب اللہ کو اُن سے شیخ رحمت اللہ کو اُن سے داعی
 سیف الدین کو علم دعوت پہونچا۔ اور شاخ دوم سیفی تک یوں منتهی ہوتی ہے کہ
 شیخ خانبجی بھائی سے شیخ لقمان جی نے اُن سے شیخ ہیبتہ اللہ نے اُن سے
 داعی سیف الدین نے علم پایا۔
 اُن لوگوں کی علمی و تاریخی تحقیق پر افسوس ہے جو سورت والے برصہ ملا جی کو

بوہرون کا امام لکھارتے ہیں نواب صدیق حسن خان مرحوم کو بھی داعی اور امام میں فرق
 معلوم ہوا اور اپنی امر منع نہ ہوا کہ داعی ہیں امام نہیں اسی لیے انھوں نے ان کی
 کشف الغمہ اور خیرۃ الاکوان میں امام لکھا ہے فرقہ اسماعیلیہ میں امامت منحصر ہے علی بن
 فاطمہ علیہا السلام کی اس اولاد میں جو اسماعیل بن جعفر صادق کے سلسلہ نسب میں ہیں
 اور سورت ولے حاجی اُن کے نسب سے نہیں ہیں اور بوہرون کے امام امر کے بعد
 طیب نے داعی اور ستویہ ہو گئے ہیں اس لئے اُن کی اولاد کو داعی پتہ نہیں اور بغیر اولاد طیب
 ابوالقاسم کے دوسرا امام ہو نہیں سکتا پس سورت ولے ملاقر داعی ہیں یہ خاص ہے آپ کو
 اولاد اسماعیل کہتے ہیں نہ امامت کا ادعا کرتے ہیں میں نے ملا نجم الدین عبدالقادر مرحوم
 کی ہر ایک کا عذیر دیکھی تھی۔ رہا میں صاف داعی کا لفظ اُن کے نام کے ساتھ تھا۔
 ملا نجم الدین عبدالقادر جبکہ او دیو پور میں تشریف لائے تو میرے والد کے ساتھ اُنکو بہت
 محبت پیدا ہوئی اور اُنکے علم و فضل کی بڑی قدر و منزلت کرتے تھے کچھ مخالفت بھی
 دئے تھے۔ فی الحال ملا ابو محمد طاہر سیف الدین اُن کے ہاشمین ہیں ان کے اور ملا
 نجم الدین کے درمیان میں داعی گذر چکے ہیں یہاں پر ابان الدین اور دیگر ملاح اسماعیل
 تیسرے عبداللہ بدیع الدین۔ داعی دال کے عزیز و مستند تھے ہجری ۱۱۹۲ھ میں
 او دیو پور میں آئے تھے جن کا نام نعمان بھائی ہے اور نہایت خوش سیرت اخلاق مجسم
 ہیں مجھ سے بوجہ مشورہ طبی کے نسبت پیدا ہوئی تھی بڑی دھوم دھام سے انکی دعوتیں
 بوہرون سے کہیں اور ہزاروں روپیہ ان کے لیے جمع کیا جو لوگ دعوت نہیں کرتے انکی
 نسبت یہ قرار پایا کہ انان بھائی اُن کے مکان میں جا میں اور اہل خانہ قدمبوسی کر کے
 جو کچھ توفیق ہوتا ہے ان کی خدمت میں تاراج مال و مینشی کریم علی نے لکھا ہے کہ بوہرے پیادہ پا
 داعی کی ادنیٰ میں دوڑتے ہیں دست بستہ اُن کے روبرو کھڑے رہتے ہیں بخت بیکر
 اُن کے روبرو سے نہیں جاتے ہیں جب تک اجازت بیٹھنے کی نہیں پاتے نہیں بیٹھتے ہیں
 جب ملا صاحب و منکر تے ہیں بوہرے کلی تک کا پانی ہاتھوں ہاتھ لیکر پی جاتے ہیں
 اگر ملا صاحب نے مسجد یا کسی اور جانب کا پیادہ پا قصد کیا اُن کی زیر دست دم کی خاک کو

بہرون نے آنکھوں کا سرمہ کیا۔

صفت الدین مولف مجالس سیفیہ سے منقول ہے کہ مول علم دعوت میں ہندوستان میں
 اول اور اعلیٰ اُن کی رسائلِ خوان الصفا و م کتاب راقۃ العقل سوم کتاب
 اول الدعائم چارم المجالس المویده۔ جو شخص اُن کتب کا عارف ہو اور مبلغ
 علماء کو پہونچا ہو وہ اس بات کا مستحق ہے کہ اُس سے مسائل حاصل کئے جائیں اور اُس کے
 قول پر وثوق کیا جائے اور ہر ایک علم رسائلِ خوان الصفا میں موجود ہے جو چاہے
 اُس کا التزام کرے مجھے بوہرون کے علماء سے معلوم ہوا کہ رسائلِ خوان الصفا
 کے مصنف احمد بن عبد اللہ بن

تنبیہ

مولانا طاہر سیف الدین داعی حال کے رسالہ ضرور فور الحق المبین سے معلوم ہوتا ہے
 کہ بین کے آخری داعی کا نام مولانا محمد بن داعی حسن ہے اور اُنھوں نے اپنے بعد دعوت
 کی نص ہندوستان کے داعی یوسف پر کی تھی اور اس رسالے میں اُنھوں نے
 ایک عجیب بات لکھی ہے کہتے ہیں کہ مولانا محمد بن داعی حسن کے وقت میں ہندوستان
 کے اسماعیلیہ بوہرون میں سے ایک شخص نے یہ دعویٰ کیا کہ اُسکو صاحب عصر کے ساتھ
 ایک جن کے ذریعہ سے اتصال ہے بعض بوہرون نے اُسکی بات مان لی نذرون اور
 صدقات و غطیات اور خمس کا مال اُسے دینے لگے دینے والوں کا زعم یہ تھا کہ شخص
 امام کے پاس پہونچا دیکھا کیونکہ اُسے اسے کہہ رکھا تھا کہ امام ایک جن کو اُس کے پاس
 پہونچا کرتے ہیں داعی یوسف نے جو داعی محمد کی طرف سے منصوص تھے اپنے مولا کے حکم سے
 لوگوں کو نصیحت کی اور سمجھایا اور کہا کہ یہ شخص جھوٹا اور فریبی ہے اور دعویٰ
 اس کا بالکل بے بنیاد ہے اور فرمایا کہ اس مدعی کا ذب کو چھوڑ دو سب نے اُن کی
 ہدایت قبول کی اور توبہ کر کے اُسکو ترک کر دیا۔

داعیوں کے سلسل نام

وہابیہ بوہرے ایک فاضلہ دعاۃ مطلقین کے لیے پڑھتے ہیں جس میں یہ نام ہیں

(۱) ابوالقاسم (۲) ابو عبد اللہ (۳) جعفر بن منصور (۴) قاضی خان بن محمد
 (۵) ابویقوب بختانی (۶) ابو حاتم رازی (۷) ابویقوب وزیر (۸) حمید
 (۹) احمد حمید الدین (۱۰) ہبتہ اللہ (۱۱) ابو برکات (۱۲) بدر جالی (۱۳) علی بن
 محمد صلیحی (۱۴) حرۃ ملکہ (۱۵) ملک (۱۶) یحییٰ (۱۷) ذویب (۱۸) خطاب
 (۱۹) ابو ابراہیم (۲۰) حاتم (۲۱) محمد بن طاہر (۲۲) علی بن حاتم (۲۳) علی بن
 محمد بن ولید (۲۴) علی بن خنظلہ (۲۵) احمد بن مبارک (۲۶) حسین بن علی
 (۲۷) علی بن حسین (۲۸) ادریس (۲۹) حسن (۳۰) حسین (۳۱) علی
 (۳۲) محمد (۳۳) یوسف (۳۴) جلال الدین (۳۵) برہان الدین اول
 (۳۶) برہان الدین دوم (۳۷) صفی الدین (۳۸) زکی الدین (۳۹)
 شمس الدین (۴۰) زین الدین (۴۱) قطب الدین (۴۲) شجاع الدین
 (۴۳) بدر الدین (۴۴) زکی الدین (۴۵) کلیم الدین (۴۶) نور الدین
 (۴۷) بدر الدین (۴۸) وجیہ الدین (۴۹) ہبتہ اللہ (۵۰) عبد الطیب
 زکی الدین (۵۱) یوسف نجم الدین (۵۲) عبد العلی سیف الدین (۵۳) محمد زین الدین
 (۵۴) طیب زین الدین (۵۵) محمد بدر الدین -

ایک دوسری فہرست بھی دعاۃ مطلقین کے ناموں کی پیش کرتا ہوں جو فائدے سے خالی نہیں۔
 (۱) حرۃ ملکہ بنت احمد (۲) ملک بن مالک (۳) یحییٰ بن ملک (۴) ذویب
 بن موسیٰ (۵) ابراہیم بن حسین (۶) حاتم بن ابراہیم (۷) علی بن حاتم (۸)
 علی بن محمد بن ولید (۹) علی بن خنظلہ (۱۰) احمد بن مبارک (۱۱) حسین بن علی
 (۱۲) علی بن حسین (۱۳) علی بن حسن (۱۴) ابراہیم بن حسین (۱۵) محمد ابن حاتم
 (۱۶) علی ابن ابراہیم (۱۷) عبد المطلب ابن محمد (۱۸) عباس ابن محمد (۱۹) عبد اللہ
 ابن علی (۲۰) حسن ابن عبد اللہ (۲۱) علی ابن عبد اللہ (۲۲) ادریس بن حسن
 (۲۳) حسن بن ادریس (۲۴) حسین بن ادریس (۲۵) علی بن حسین
 (۲۶) محمد بن حسن (۲۷) یوسف بن سلیمان (۲۸) جلال الدین بن حسن

(۲۹) داؤد جی ابن عجب شاہ (۳۰) داؤد جی ابن قطب شاہ (۳۱) شیخ آدم
 ابن طیب شاہ (۳۲) زکی الدین بن داؤد (۳۳) علی بن حسن (۳۴) قاسم جی
 بن پیر خان (۳۵) قطب الدین شہید بن داؤد جی (۳۶) پیر خان شجاع الدین
 بن احمد جی (۳۷) اسماعیل جی بن ملاراج (۳۸) زکی الدین بن بدر الدین
 (۳۹) موسیٰ بھائی بن کلیم الدین (۴۰) نور الدین بن موسیٰ بھائی (۴۱)
 بدر الدین بن شیخ آدم (۴۲) وجیہ الدین بن حکیم الدین (۴۳) مؤید الدین
 بن وجیہ الدین (۴۴) زکی الدین بن بدر الدین (۴۵) نجم الدین بن زکی الدین
 (۴۶) عبد علی سیف الدین بن زکی الدین (۴۷) محمد عز الدین بن جیون جی
 (۴۸) طیب زین الدین بن جیون جی (۴۹) محمد بدر الدین بن سیف الدین
 (۵۰) عبد القادر نجم الدین (۵۱) عبد الحسین حسام الدین (۵۲) محمد برہان الدین
 (۵۳) ابو الفضل عبد اللہ بدر الدین (۵۴) ابو محمد طاہر سیف الدین۔

علمی و ادبی کیفیت و مذہبی رازداری

بوہرون میں بڑے بڑے ادیب زبان عربی کے ہوتے ہیں نظم و نثر فصاحت و بلاغت
 کے ساتھ لکھتے ہیں ہمیشہ کتب عربی دیکھتے ہیں زبان فارسی دار و دیگرہ کی کتابتیں
 شغل میں نہیں رکھتے علما خط و کتابت بھی آپس میں عربی زبان میں کرتے ہیں
 اور جو بے علم ہیں وہ گجراتی اور اردو میں لکھتے ہیں زبان گجراتی ان کے ہاں کی
 عام مادری زبان ہے۔ بوہرون کے علما کسی سے مناظرہ نہیں کرتے خاص کر
 مذہبی مناظرے سے بالکل بچتے ہیں۔ نہ اپنے مذہب کے اصول و فقہ و حدیث
 و تفسیر و عقائد کی کتابت میں غیر مذہب والے کو دکھاتے ہیں اس باب میں ان کا
 عہد ہے۔ اور مجھ کو جو کچھ کتابت میں ان کے ہاں کی دیکھنے کو ملیں ایک بڑی
 تدبیر سے داؤد ذیہ بوہرون سے ہاتھ لگی ہیں جس کا ان میں سے خاص خاص
 آدمیوں کو اتنا قلق ہے کہ بہت سے گناہ خط مجھ کو بڑے الفاظ کے لکھ کر ڈاک میں

ڈالے ایک خط میں یہ دو شعر بھی مجھ کو لکھ بھیجے تھے۔

نجم الغنی
آہو غنی لعین

اَنْسَبُ اِلَ اللّٰہِ یا نجم الغنی
فلا انت با اللّٰہِ دنی ابن الدانی

جہلاً اَنْسَبُ بنی النبی محمد
فلا انت من اتباع شُرّ اہل المنی

شُرّاب منی کے معنی گانڈوہن۔ اس کے ترجمے میں تین شخصوں کے نام لکھے ہیں

جن میں سے ایک امیر المؤمنین عمر ہیں۔

بوہرون کا طرز معاشرت

یہ سارا فرقہ نماز و روزہ کا پابند ہے اور اپنے مرشد کی اطاعت میں سرگرم ہے۔ کوئی داڑھی نہیں منڈاتا۔ بلکہ داڑھی کو کبھی قینچی بھی نہیں لگاتا۔ اور سر پر بال نہیں رکھتا۔ نہ حقہ پیتا ہے۔ نہ تنباکو کھاتا ہے نہ سونگھتا ہے۔ یہ لوگ مسکرات کے قریب بھی نہیں پھٹکتے۔ جس قبیلے یا شہر میں بوہرے رہتے ہیں وہاں انکی تمام جماعت ایک محلے میں سکونت رکھتی ہے دوسرے مذہب والے کو اُس میں جگہ نہیں دیتے اور اپنی مسجد اور جماعت خانہ اور قبرستان بھی سب سے علیحدہ رکھتے ہیں اور اپنی شادی وغنی میں سوا اپنی برادری کے دوسرے کو دخل نہیں دیتے۔ اپنی ہی قوم میں بیاہ شادی کرتے ہیں۔ ناچ رنگ وغیرہ نہیں کرتے صرف آتش بازی چھوڑتے ہیں اور باجہ بجواتے ہیں کسی غیر مذہب والوں کی مسلمانوں میں سے بیٹی نہ لیتے ہیں نہ اُسے دیتے ہیں۔ بوہرے باوجودیکہ ہندوؤں سے سخت پرہیز رکھتے ہیں مگر اتناک اُن میں کچھ باتیں ہندوؤں کی باقی ہیں مثلاً اُنکے ہاں مستورات کے پردے کا رواج نہیں۔ عورتیں باہر بے حجاب پھرتی ہیں۔ اُنکے پہنتی ہیں یہ لوگ سود علانیہ دیتے لیتے ہیں۔ اور دیوالی میں جھکٹ کی راست کو ہندوؤں سے زیادہ روشنی اور سامان خوشی کا اہتمام کرتے ہیں۔ اُسی شب حساب و کتاب کی نئی بہیمان تبدیل کرتے ہیں اور اس میں عامل کے فائدے کی

یہ بات رکھی گئی ہے کہ ہر دوکان پر عامل حا کر نئی ہی پر تیننا بسم اللہ لکھ دیتا ہے اور صاحب دوکان کچھ اُسکی نذر کرتا ہے۔ مگر اب اس رسم کو یکم محرم کی طرف کھینچنے لگے ہیں۔ ہندی مہینوں اور تاریخوں کے اعتبار سے حساب و کتاب رکھتے ہیں۔ شاید اسی وجہ سے مرآت احمدی کے ترجمہ انگریزی کے نوٹ میں مندرج ہے کہ بڑے کسی قدر ہندوؤں کے رسم و رواج اور عقیدے پر اب تک چلتے ہیں مگر عجیب بات یہ ہے کہ ہندوؤں کے یہاں کے کھانے پانی سے حتیٰ الوسع بہت بچتے ہیں۔ اس کام کے واسطے ملا لقان جی نے انکو چالیس سکھاؤں میں یوں نصیحت کی ہے۔ ہندو نے ہاتھ نی سر نی کھاجو مومن تھئی نے کا فر نہ تھا جو یعنی ہندو کے ہاتھ کی مٹھائی مت کھایو۔ مومن ہو کر کافر مت بنیو۔ اگر ہندو دھوبی کپڑا دھو کر لاتا ہے تو پھر اُسے پاک اور غازکے قابل کرتے ہیں۔ مردے کو دفن کرتے ہیں تو قبر میں تختے نہیں دیتے۔ تھوڑی سی مٹی ہاتھوں سے صاف کر کے باریک نکال کے اُسے اول میت کے اوپر ڈالتے ہیں اور اُسے ہاتھوں سے خوب دباتے ہیں۔ بعد اسکے دوسرے لوگ مٹی دیتے ہیں اور دستور ہے کہ جو قبر ہوتی ہے اُسی کی مٹی دیجاتی ہے۔ دوسری جگہ کی نہیں ڈالتے اسے کارگناہ سمجھتے ہیں جب سب مٹی بھر جاتی ہے تو قبر کو ہموار کر دیتے ہیں اور اُسپر چھڑکاؤ کر کے پھول ڈال دیتے ہیں۔ بعد اس کے تمام آدمی اُس قبر کو درمیان سے بوسہ دیتے ہیں۔ اس کا نام زیارت کرنا ہے بعد اس کے میت کے وارثا سے سب بغلیں ہوتے ہیں اور تعزیت کی کوئی بات زبان سے نہیں کہتے۔

ماشورے کے دن کسی سنت و جماعت کو اپنی مجلس شریعہ خوانی میں شریک نہیں ہونے دیتے۔ اس کا بڑا انتظام رکھتے ہیں۔ سوائے عاشورے کے اور دنوں میں شریک ہونے دیتے۔

انکے ہاں قومی تفریق نہیں نہ کوئی شیخ ہے۔ نہ سید ہے۔ نہ منل ہے۔ نہ پٹھان۔ اگر کوئی سید بوزہ بن جائے تو بنی فاطمہ ہونے کی فوقیت اُس میں نہیں رہتی۔

ان میں لڑکی کا ختنہ ہوتا ہے۔ اور وہ بوڑھی عورت کرتی ہے جو مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ اور کربلائے معلیٰ ہو آئی ہو اور حضرت فاطمہ زہرا کے روضہ کے جابیون کو بوسہ دے چکی ہو۔ اس ختنے کی تقریب میں مرد شامل نہیں کیا جاتا۔ پانچ سال سے نو سال کے اندر ختنہ ہو جاتا ہے۔ ایک چھوٹا سا فتنہ ہوتا ہے جس سے ایک گھون کے دانے کے برابر لمبا سا شکاف جلدی سے کر دیا جاتا ہے۔ جس کو چار پانچ روز کے اندر ہی آرام ہو جاتا ہے۔

بابا فخر الدین شہید گلیا کوٹ والے اور مولانا قطب الدین داعی احمد آباد والے (رجو ۲۷) جمادی الاخریٰ سن ۷۸۰ ہجری کو احمد آباد میں عالمگیری کے حکم سے جب وہ اپنے باپ کے حکم سے گجرات کے بندوبست پر مامور تھا مقتول ہوئے اور خانگی پیراودیپور والے اور داؤد بھائی اودیپور والے اور ملا لقمان جی اودیپور والے ان پانچ بزرگوں کے نام کی چٹیان اپنے لڑکوں کے سروں پر وہ عورتیں رکھتی ہیں جنکے بچے نہیں جیتے۔ فخر الدین شہید کے نام کی چاندی کی بیڑی پہنتے ہیں اور ان کا ایسا خیال ہوتا ہے کہ روضے کے پاس جاتے ہی وہ بیڑی از خود کھل جاتی ہے۔ اسی طرح خانگی پیراودیپور والے کے نام کی بیڑی بھی پہنتے ہیں۔

جو کوئی بوہرہ مانتا ہے کہ اگر میرا یہ کام بابا فخر الدین دلی شہید یا داعی قطب الدین شہید پورا کر دیں گے تو میں دس روز یا بیس روز یا چالیس روز تک زائر بن کر روضہ پہنچ رہوں گا تو اس پر اس نذر کا ایفا واجب ہو جاتا ہے۔

کہتے ہیں کہ بابا فخر الدین شہید کے روضے کے آس پاس بے شمار سانپ ہیں مگر وہ کسی زائر کو کاٹتے نہیں۔ بوہرون میں یہ بھی دستور ہے کہ خواہ غم ہو یا خوشی اسمین مرثیہ خوانی کراتے ہیں۔

ان میں عورتوں کا نکاح ثانی بے تکلف جاری ہے۔ تاریخ مالوہ میں لکھا ہے کہ اگر اس قوم کی عورت نے زنا کر یا یا کوئی اور قصور کیا تو شوہر نے عورت کے خفیہ پانچ روپے اُسکے دوپٹے میں باندھ دے جب عورت نے روپے دیکھے معلوم کیا

کہ شہر نے اسے طلاق دی۔ وہ اپنے مان باپ کے گھر چلی گئی۔

کلمہ نماز۔ زکوٰۃ۔ صدقہ و فطر۔ لیالی مکرّمہ صوم سنونہ وغیرہ

یوہرون کا کلمہ یہ ہو لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ مولانا علی ولما اللہ وصی رسول اللہ
یوہرے وضو مثل اہل سنت کے کرتے ہیں اذان میں اشہدان محمد رسول اللہ
سے بعد اشہدان مولانا علیا ولی اللہ دو بار کہتے ہیں اور حی علی الفضل
کے بعد حی علی خیر العمل محمد وعلی خیر البشر وعترتہما خیر العتر
دو بار کہتے ہیں اور بعد اذان کے دعا پڑھ کے باتین کر کے چند قدم چلتے پھرتے ہیں
باتمہ کھول کر نماز پڑھتے ہیں اور نماز کا اتنا سامان تہ بند کرتا ٹوپی مضامین رکھتے ہیں
نماز کے وقت بلبوں مستعمل اتار کر نماز کے کپڑے پہنتے ہیں مگر یہ بات مسجد میں ہوتی ہو
کسی اور جگہ مستعمل کپڑوں سے بھی نماز پڑھ لیتے ہیں۔

سبحانک اللہم کی جگہ پڑھتے ہیں وھت وجہی للذی فطر السموات
والارض حنیفا مسلما وما انا من المشرکین ان صلوتی ونسکی وھیائی
ومما کفی للہ رب العلمین لا شریک لہ وبذلک امرت وانا من المسلمین
علی صلاۃ ابراھیم وودین محمد وکلا یتعلی واکبر الیہ من اعداء الظالمین
اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم۔ رکوع میں تین بار سبحان ربی العظیم
وجہد ہ کہتے ہیں اور سجدے میں سبحان ربی الاعلیٰ وتعالیٰ تین بار کہتے ہیں
اور پہلے سجدے کے بعد بیٹھ کر ایک بار یون کہتے ہیں اللہم اغفر لی وارحمنی واجبرنی
وارفعنی اور دوسرے سجدے کے بعد کھڑے ہوتے ہیں تو یون کہتے ہیں اللہم
انی بحولک وقوتک اقوم واقعد فجر کی دو رکعتوں کے بعد چھوٹا شہد اس طرح
پڑھتے ہیں بسم اللہ وباللہ والحمد للہ والاسماء الحسنیٰ کلہا اللہ اشہد
ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ واشہدان محمد عبدہ ورسولہ
اللہم صل علی محمد نبیک وتقبل شفاعتہ فی امتہ وصل علیہ وعلیٰ

اہل بیتہ الطاہرین۔ اور بڑا شہداس طرح ہوتا ہے التعمان الطیبان
 الصلوات الطاہرات الزکیات الناعات الساعات الغادیات
 المراثیات للہ الخ نماز تین وقت پڑھتے ہیں۔ ایک بار فجر کو پڑھتے ہیں۔ دوسری بار
 ظہر کو اور ظہر و عصر کو ملا لیتے ہیں دن کے بارہ بجنے کے بعد جب آدھا گھنٹہ گزرا تو ظہر
 کی نماز شروع کرتے ہیں اور اُسکو ختم کر کے پیش امام اور مقتدی بیٹھے رہتے ہیں
 اور ایک بجتے ہی عصر کی نماز پڑھا دیا جاتی ہے۔ غرض کہ ڈیڑھ بجے تک دونوں
 نمازیں ختم ہو جاتی ہیں۔ تیسری بار مغرب کے وقت پڑھتے ہیں اور مغرب و عشا کو
 ملا لیتے ہیں اور مغرب کی نماز بہت اول وقت پڑھتے ہیں اُسکو پڑھ چکنے کے بعد
 باویسا کرتے ہیں۔ پھر بعد اسکے عشا کی نماز پڑھ لیتے ہیں ایک بوہرے لے
 ایسا ہی بیان کیا ہے۔ باویسا میں اول دو رکعت نماز پڑھی جاتی ہے پہلی رکعت
 میں الحمد اور قل ہو اللہ احد پڑھتے ہیں اور دوسری رکعت میں الحمد اور
 قل یا ایہا الکافرون پڑھتے ہیں۔ سلام کے بعد مولانا محمد بن طاہر کی دعا پڑھتے
 ہیں جس میں حقول عشرہ کا بیان ہے اور اسی لئے اُسے عقل اول
 بعد پنجتن کی تسبیح مقرر قاعدے کے ساتھ پڑھتے ہیں اور سجدہ کرتے جا۔
 مختلف تعدادوں میں اُن کے ناموں کے ساتھ پڑھتے ہیں۔ سب سے بو
 کے نام سے کہی بار ندا کی جاتی ہے اور کچھ پڑھکر سجدہ کیا جاتا ہے اور پھر ایک
 پڑھی جاتی ہے۔ اور ایک بڑا باویسا۔ جس میں عقل اول کی ہا پھر دو رکعت
 پڑھتے ہیں اور ہر رکعت کے بعد دعا پڑھتے ہیں تو اللہ تعالیٰ مقامات ربانیہ کے
 وسیلے سے پڑھنے والے کے تمام گناہ بخشا ہے۔ یہ لوگ جمعہ کی نماز نہیں پڑھتے
 اُس دن خطبہ وغیرہ کچھ نہیں ہوتا جمعہ کے دن بھی ظہر کی نماز پڑھتے ہیں سجدہ میں
 عورتوں کے واسطے بھی ایک حصہ علیحدہ رکھتے ہیں۔ پیش امام بطور عامل اور قاضی
 کے داعی کی طرف سے ہر بستی میں بوہرون کے لیے مقرر ہوتا ہے اُسکی معرفت
 سالانہ نذرانہ ہر ایک اپنے مقدور کے موافق اور زکوٰۃ کا۔ یہ داعی کو بھیجتا ہے۔

مجالس سیفیہ کی ساتویں مجلس میں لکھا ہے کہ زکوٰۃ فطر ایک صاع گیہون یا ایک صاع جو یا ایک صاع چھوڑے یا ایک صاع مویز میں اگر گیہون اور جو اور چھوڑے اور مویزہ طین تو اسکے عوض نقد دام قبل فطر کے دیوے۔ مجالس سیفیہ کی چوتھی مجلس میں ذکر کیا ہے کہ مقدس راہین ۱۷-۱۹-۲۱-۲۳ تاریخ کی ہیں اور مسنون روزے یہ ہیں۔
 ماہ شعبان اور ہر ماہ کا پنجشنبہ اولیٰ و آخر اور ہر ماہ کا درمیانی چار شنبہ اور صحیفۃ الصلوٰۃ میں ذکر کیا ہے کہ رمضان کی سترھویں۔ اسیویں اور اکیسویں رات افضل ہے۔ اور لیلیۃ القدر ہزار ہینوں سے افضل ہے یہ رات حضرت نبی بی فاطمہ کی طرف منسوب ہے۔ ریت بھر جینے کا حکم ہے۔ انکے ہاں غنیقہ کرنا واجب ہی ہوتا تاکہ اگر نادر ہو تو جب قدرت حاصل ہو قضا کرے دو برس سے چھوٹی بکری کام نہیں آتی اور تمام اعضا اُس کے درست ہونا چاہیے کمزوری زیادتی نہو بکری کی ہڈیاں بغیر ٹوٹے ہڈا کی جاتی ہیں اور فرزند کے بالوں کے برابر سونایا چاندی صدقہ کی جاتی ہے۔

میشاق

بہرے ۱۸ ماہ ذیحجہ کو واقعہ غدیر خم کی یادگار میں عید مناتے ہیں۔ روزہ رکھتے ہیں غسل کرتے ہیں زوال کے وقت دو رکعت نماز کی پڑھتے ہیں اور نیت میں عبارت عربی یہ کہتے ہیں کہ نماز پڑھتا ہوں میں اس روز مبارک شریف کی کہ عید غدیر خم کی ہو اللہ تعالیٰ کی شکر گزاری کے لیے دو رکعتیں اللہ کے لیے وغیرہ وغیرہ اس نماز کی دونوں رکعتوں میں الحمد ایک بار قل ھو اللہ احد دس بار اور آیت کرسی دس بار اور انا نزلناہ دس بار پڑھتے ہیں۔ عید غدیر خم کے دن ہر مقام پر عامل بوہرہ سے میثاق لیتا ہے اور پندرہ برس سے جسکی عمر کم ہو اُس سے میثاق نہیں لیا جاتا اس میثاق میں عقائد و مذہب کی باتوں پر قائم رہنے اور بڑی باتوں سے بچنے کا اقرار لیا جاتا ہے اور ہر ایک اپنی قدرت کے موافق عامل کو نذر دیکھاتا ہے تمام درنذر سے چارم حصہ عامل کو ملتا ہے اور تین حصے داعی کی سرکار میں جمع ہوتے ہیں۔

رویت ہلال - روزہ رمضان - عید اور حج

اس فرستے کی یہ خصوصیات میں سے ہے کہ ماہ رمضان میں ایک یا دو روز قبل روزہ رکھتے ہیں اور جب ایک یا دو روز باقی رہتے ہیں تو عید منالیتے ہیں کیونکہ ان میں حج و بیت ہلال کا مدار اناوس یعنی بدی کی پندرھویں تاریخ پر ہے جو ہندوؤں کا حساب ہے اور پورے تیس روزے رکھتے ہیں اور روزہ اول وقت افطار کرتے ہیں جیسا کہ خفیہ افطار کرتے ہیں اور مغرب کے فرض پڑھکر سنتوں سے پہلے افطار کرتے ہیں اور افطار میں بہت جلدی کر کے سنتیں پڑھ لیتے ہیں۔ نماز مغرب بھی خفیہ کی طرح اول وقت میں پڑھتے ہیں۔ بوہرے عشرہ محرم کے مراسم بھی قبل سے ادا کر لیتے ہیں اور مقام عرفات میں بھی ایک دور روز قبل حج بجالاتے ہیں اور وہ اس تدبیر سے ہو جاتا ہے کہ اہل سنت کو خیر تک نہیں ہوتی۔ مقام عرفات میں حج سے کئی دن قبل سے، جون کی آمد شروع ہو جاتی ہے اور وہ کوئی چھوٹی سی جگہ نہیں کہ اگر تھوڑے سے آدمی کچھ کریں تو سب کی نظر میں اُن پر پڑیں پس اپنے طور پر مراسم حج علیحدہ اور مخفی طور پر ادا کر لیتے ہیں۔

مجھ سے ایک بوہرے نے بیان کیا کہ ہم قبل سے عرفات میں پہنچ گئے اور میں کی طرف کے اسماعیلی بھی شامل تھے۔ میں میں اسماعیلیوں کی بڑی آبادی ہے۔ ہم سب اسماعیلیوں نے دور روز قبل کھڑے ہو کر مراسم حج ادا کرنے شروع کئے اور ایک ذمی علم اسماعیلی ساکن میں یہ کام کر رہا تھا کہ بہت سے اہل سنت ہماری جماعت کو کھڑا دیکھ کر وہاں آگئے اور پوچھا کہ تم یہ کیا کرتے ہو مجھے جواب دیا کہ ہم کچھ دعا کرتے ہیں وہ اس سادے سے جواب کو مشکہٹ گئے پھر تھے مزدلفہ میں جا کر اس طرح شب گزاری کہ جو راستہ اُدھر کو ہے وہ طائف کے مسافروں کا راستہ بھی جو طائف کے آنے والے اسی راستے سے خانہ کعبہ کو جاتے ہیں پس ہم سب مزدلفہ کو روانہ ہوئے راستہ میں جو لوگ عرفات کو آنے والے ملتے اور ہم سے دریافت کرتے کہ عرفات سے ابھی واپس کیوں جاتے ہو تو ہم جواب دیتے کہ طائف سے آرہے ہیں

کے مین ہو کر عرفات کو آئیں گے اور اس چیلے سے مزدلفہ میں رات گزار کر پھر عرفات کو لوٹ آئے اور پھر توجام حجاج کے شریک رہے۔

ماہ رمضان کے ہمیشہ سے روزہ ہونیکی وجہ

یہ ہرون کی ایک کتاب میں لکھا ہے معلوم تھا ہے کہ ورس نابارہ مہینہ چھہ تھا سے چھہ مہینے کامل آئے چھہ مہینہ ناقص چھہ تو عقلاً واجب تھیو کہ ورس نواصل آئے اساس نقصان نادون کمال پر ہوئے تیجوا سطر ورسلو پہلو مہینو محرم سے شروع تھیو تہ کامل مہینو پچھہ آئے مہینو صفر نوہ ناقص ایک شبل ربیع الاول کامل آئے ربیع الآخر ناقص آئے جمادی الاول کامل آئے جمادی الآخر ناقص آئے شہر رجب کامل آئے شعبان ناقص آئے شہر رمضان کامل آئے شوال ناقص آئے ذلقعدہ کامل آئے ذی الحجہ ناقص نبی صاحب صلوات اللہ علیہ نوفران چھہ کہ کوئی وقت شعبان کامل تھا ہے آئے شہر رمضان ناقص نہ تھا ہے ہوئے نبی صاحب نو آقول بیوے مہینے نامکمال آئے نقصان اوپر دلیل چھہ آئے شعبان ناقص تھا تو لیلۃ النصف فی دلیل چھہ کہ شہر رجب آئے شہر رمضان ماہی لیلۃ النصف تھی۔

مطلب اسکا یہ ہے کہ برس کے بارہ مہینے ہوتے ہیں جن میں سے چھہ مہینے کامل ہوتے ہیں چھہ مہینے ناقص ہوتے ہیں پس عقل کی رو سے واجب ہوا کہ برس کی اصل اور جڑ نقصان اور کمال پر ہوئی پس برس کا پہلا مہینہ محرم سے شروع ہوا اسلیے وہ کامل مہینہ ہے اور اس سے دوسرا مہینہ صفر کا ناقص پھر اسطرح ربیع الاول کامل اور ربیع الثانی ناقص اور جمادی الاول کامل اور جمادی الآخر ناقص اور ماہ رجب کامل اور شعبان ناقص اور ماہ رمضان کامل اور شوال ناقص اور ذی قعدہ کامل اور ذی الحجہ ناقص۔

حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ شعبان کسی وقت کامل یعنی تیس دن کا نہیں ہوتا اور رمضان ناقص یعنی انیس دن کا نہیں ہوتا۔

مستور پر نور کا یہی ارشاد ان دونوں مینوں کے کامل و ناقص ہونے پر دلیل ہے اور شعبان کے ناقص ہونے کی دلیل لیلۃ النصف کا ہونا بھی ہے کہ یہ ماہ رجب اور رمضان میں نہیں ہوتی۔ اور لیلۃ النصف سے مراد یہ ہے کہ شعبان کئی چودھویں تا بیچ کے بعد جو چند ہو میں شب آتی ہے تو اس شب کو بوجہ اس مینے کے ۲۹ دن کا ہونے کے نصف مینے کے پہلے آدھے حصے کی طرف گنتے ہیں اور نصف آخر کے آدھے کی طرف اس رات عبادت کرتے ہیں اور تین گھنٹے کے قریب کھڑے رہتے ہیں اور اس کا ثواب اتنا ہے جتنا بیس حجوان کے کرنے کا ہوتا ہے تین مینے افضل ہیں رجب شعبان رمضان ان میں رجب و شعبان تیس دنوں کا ہونے کی وجہ سے ان میں لیلۃ النصف کی ضرورت نہیں شعبان ۲۹ دن کا ہے اس لیے اس میں یہ ضرورت ہے یہ مینے کثرت عبادت کے لیے مخصوص ہیں جنکو خدا نے توفیق دی ہے وہ انکا تار ان میں دیر رکھتے ہیں۔ یہ ایک بومرے کا بیان ہے حدیث میں پندرہویں شب شعبان کا نام لیلۃ النصف من شعبان آیا ہے وہ حدیث یہ ہے ما من لیلۃ بعد لیلۃ القدر افضل من لیلۃ النصف من شعبان۔

کیسے یعنی لوند

نسب صحیفۃ الصلوۃ بمبئی میں نور الدین جو خان آغا علی کے مطبع میں داعی مولانا نجم الدین عبدالقادر مرحوم کے حکم سے چھاپی اس میں کیسے کا حساب یوں مندرج ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام کی روایت کہید کے بیان میں آئی ہے میں مجید کا قاعدہ کام آتا ہے اور وہ یہ کہ

ا	ب	ج	د	ه	و	ز	ح	ط	ی
۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹	۱۰
ک	ل	م	ن	س	ع	ف	ص	ق	
۲۰	۳۰	۴۰	۵۰	۶۰	۷۰	۸۰	۹۰	۱۰۰	
ر	ش	ت	ث	خ	ذ	ضی	ظ	غ	
۲۰۰	۳۰۰	۴۰۰	۵۰۰	۶۰۰	۷۰۰	۸۰۰	۹۰۰	۱۰۰۰	

یہ سات حروف قرن کبیر کے ہیں ز ہ ج ا و د ب
اور قرن صغیر کے تین حروف ہیں جن میں سے ہر ایک حرف برس برس
روز کا شمار ہوتا ہے ہ ب ز د ا و ج ز ہ ب و د ا
و ج ز ہ ب و د ا و ج ز ہ ب د ا و۔

اور یہ حروف بارہ مہینے کے مشور میں ایک ایک حرف کو واسطے ایک ایک مہینہ مقرر ہے

ز	ب	ج	ہ	و	د
محرم	صفر	ربیع الاول	ربیع الآخر	جمادی الاول	جمادی الآخر
پ	د	ہ	ز	ا	ج
رجب	شعبان	رمضان	شوال	ذیقعدہ	ذیحجہ

پس قرن صغیر کے بارہ مہینے میں سے جس حرف پر سکون ہے اُس حرف کا سال
کبیسہ کا سال ہے یعنی اُس سال کا دیکھ بیس دن کا ہوتا ہے۔ ان
شعرون میں یہی بات مذکور ہے۔

لھجرۃ احمد الزاکی المغارِس	ثلثون السنون الداهِر علف
و ثمانیۃ و عاشر الکیا شِس	فثانیۃ و خامسۃ جمیعاً
و تسعۃ فی القیاس لکل قائِس	کذا لک ثلث عشر ثم یست
و تسعۃ بعد عشرین الکیا شِس	و حادیۃ و رابعۃ و سبعر

غرض یہ ہے کہ ہر تیس برس میں گیارہ بار کبیسہ واقع ہوتا ہے اور وہ یہ ہیں سال دوم
پنجم۔ ہشتم۔ و ہم۔ یزدہم۔ شانزدہم۔ نوزدہم بست و یکم۔ بست و چہارم
بست و ہفتم۔ بست و نہم۔

کوئی شخص چاہے سالانہ کے محرم کی پہلی تاریخ نکالے یا جس مہینے کی چاہے
اُسکی نکالے تو اسکا قانون اس طرح ہے کہ اسی قرن کبیر کا حرف مذکور ہے اسکے
ابجد کے حساب سے عدد ہوتے ہیں اور قرن صغیر کا حرف مذکور ہے جس کے ابجد کے
حساب سے چھ عدد ہوتے ہیں اور محرم کا حرف مذکور ہے جس کے سات عدد ہوتے ہیں

پس ان تمام اعداد کا مجموعہ (کہ دو جگہ سات سات ہیں اور ایک جگہ چھ) بیس ہوا جس میں سات سات نکالے تو باقی چھ رہے ان کو اس طور سے گنا تو بارہ سو ہو گئے کے سال کے محرم کی پہلی تاریخ جمعہ آتا ہے اسی طرح جس مہینے کی پہلی تاریخ نکالنا چاہیں اس مہینے کے حروف لیکر جمع کرنے کے بعد سات سات نکالیں اور جوابی رہے اس کو اسی طور سے گنیں جب تک لگن پونچے وہی دن مہینے کی پہلی تاریخ کا دن ہوگا۔

صناعۃ الطرب فی تقدیمات العرب میں جو ملک شام میں عربی زبان میں چھاپی گئی ہے لکھا ہے کہ کبیسہ کے حساب کرنے والے نساء لوگ ہوا کرتے ہیں نساء نسى سے مشتق ہے یعنی مہینوں کے بھلا دینے والے۔ اس طریقے میں یہ ہوتا ہے کہ چند دن مہینوں پر بحساب کسور بڑھادیتے ہیں جس سے تین برس میں ایک مہینہ پورا نکل آتا ہے۔ یہ طریق مصری عربوں میں اب تک رائج ہے مگر اسلام نے اس کو لغو ٹھہرایا ہے اور فقط کسری بحساب رویت ہلال کے مطابق جاری رکھا ہے اسلام کے تمام فرقے اپنے عام احکام شرعیہ رویت ہلال کے لحاظ سے کرتے ہیں سوائے فرقہ شیعہ (محدویہ) کے۔ اسلامی سال محرم کے مہینے سے شروع ہوتا ہے اور عموماً ایک مہینہ تیس دن کا اور ایک مہینہ انتیس دن کا حساب کیا جاتا ہے تاکہ قمری سال تین سو چھ روز اور ایک خمیس اور ایک سدی کا ہو (۱۶ ۱/۲ ۳۵۴)۔ مقررہ قمری کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ اسی کسری وجہ سے مسلمانوں نے ذی الحجہ کے مہینے میں ایک دن کا اضافہ کر دیا ہے بشرطیکہ وہ کسر نصف دن سے زیادہ ہو اس سبب سے اس سال میں ذی الحجہ تیس دن کا ہو جاتا ہے اس سال کو سال کبیسہ کہتے ہیں۔ اس حساب سے پورے سال کے دن تین سو پچپن ہو جاتے ہیں اسی طرح جمع ہوتے ہوتے ہر تیس برس میں گیارہ دن بڑھ جاتے ہیں مقررہ قمری کا مطلب تیس برس سے قمری سال مراد ہیں۔ ان تیس برسوں میں انیس برس تو بغیر کبیسہ کے ہونگے اور گیارہ برس میں کبیسہ پڑیگا وہ گیارہ برس وہی ہیں جو اوپر مذکور ہوئے۔ مسلمانوں کا پہلا مہینہ آٹھویں پندرھویں اور انتیسویں ہیں اور قوموں کے

مہینوں سے موافقت رکھتا ہے لیکن اگر محرم کی پہلی کیٹھنے کے روز واقع ہو تو صفر کی پہلی کو سہ شنبہ ہوگا اور ربیع الاول کی پہلی کو چار شنبہ۔ ربیع الثانی کی پہلی کو جمعہ ہوگا۔ جمادی الاولیٰ کی پہلی کو چار شنبہ۔ جمادی الاخریٰ کی پہلی کو دو شنبہ۔ رجب کی پہلی کو سہ شنبہ۔ شعبان کی پہلی کو پنج شنبہ ہوگا۔ ماہ صیام کی پہلی کو جمعہ ہوگا۔ شوال کی پہلی کو یک شنبہ ہوگا۔ ذیقعدہ کی پہلی کو دو شنبہ ہوگا۔ ذی الحجہ کی پہلی کو چار شنبہ ہوگا۔ اور اگر محرم کی پہلی دو شنبہ کو پڑی تو صفر کی پہلی کو چار شنبہ ہوگا۔ ربیع الاول کی پہلی کو پنج شنبہ۔ اور اگر محرم کی پہلی کو ہفتہ ہو تو صفر کی پہلی کو دو شنبہ ہوگا اور ربیع الاول کی پہلی کو سہ شنبہ ہوگا۔ علیٰ ہذا القیاس سمجھ لو۔

صحیفہ جو مردے کے ساتھ قبر میں رکھتے ہیں

ایک صحیفہ مرنے کے بعد غسل و کفن و دیکر مردے کے ہاتھ میں دیکر اس کے ساتھ قبر میں رکھا جاتا ہے اس میں مرد کے واسطے مذکر کی ضمیر اور عورت کے واسطے مؤنث کی ضمیر پھرنے کے سوا کوئی تفریق نہیں یہ صحیفہ حقیقت میں عقائد میت کی تصدیق کرنے کو عامل کی جانب سے جو اُس موقع پر داعی وقت کی طرف سے مقرر ہو شہادت ہی اس میں سیدنا و مولانا کے بعد داعی وقت کا نام درج کیا جاتا ہے اور ماذونہ سیدی کے بعد ماذون کا نام لکھا جاتا ہے اور مکارہ سیدی کے بعد مکارہ کا نام تحریر کیا جاتا ہے۔ نقل اُس کی یہ ہے۔

اعوذ باللہ العظیم وبوجہہ الکریم من الشیطان الرجیم۔
اللہم ہذا عبدک الضعیف الفقیر المحتاج الی رحمتک جلوتہ اوقات
التی ختمتہا علیہ۔ اللہم فتلحقہ بالروح والریحان والتہار و زعن سیناتہ
بالاحسان الیہ وارفع روحہ مع ارواح النبیین والصدیقین والشہداء
والصالحین وجسِّن اولئک رفیقاً ذلک الفضل من اللہ وکفی باللہ علیم۔

اللهم ارحم جسمه اللابث في التراب وأسّر اليه من سوارى لطفك
 ما يكون ضميراً له بالتخلص من العذاب وقاضياً بكريم الرجى وحسن
 المآب بحق ملائكتك المقربين وحججك الروحانيين وملائكتك
 المنورانيين وانبيائك المرسلين الخيرة والصفوة من خلقك اجمعين
 وبحق نبيك المصطفى وامينك المحببى محمد خير من مشى على الفراء
 واظلمت له الخضر وبحق وصيه على ابن ابى طالب ابى الائمة النجاء والحامل
 عن نبيك ثقل الاعباء وبحق مولاتنا فاطمة الزهراء الاميرة الحوراء
 وبحق الائمة من نساها والصفوة من بخلجها الحسن والحسين سبطي نبيك
 وبعلى ابن الحسين وعمر بن علي وجعفر بن محمد واسماعيل ابن جعفر وعمر
 بن اسماعيل وعبد الله المستور واحمد المستور والحسين المستور ومولانا
 المهدي ومولانا القائم ومولانا المنصور ومولانا المعز ومولانا العزيز
 ومولانا الحاكم ومولانا الظاهر ومولانا المتنصر ومولانا المستنصر ومولانا
 الامير ومولانا الامام الطيب ابى القاسم امير المؤمنين وبحق ابوابهم
 وحججهم ودعاتهم وبحق قائم اخر الزمان وحجته وائمة دوسره
 صلوات الله عليهم اجمعين - وبحق داعي الوقت والاوان سيدنا ومولانا
 وما ذوبه سيدى ومكاسره سيدى وحدوده الفضلاء الذين
 يقضون بالحق وبه يعدلون حسبنا الله ونعم الوكيل ونعم المولى
 ونعم النصير ولا حول ولا قوة الا بالله العلي العظيم -
 خلاصه مطلب یہ ہے کہ بارخدا یا یہ تیرا بندہ ضعیف حقیر محتاج تیری رحمت کا ہر کسی
 وفات مقررہ آئی اسکو آسائش اور خوشبو سے ملا اور اسکے گناہوں سے احسان
 کے ساتھ درگزر کر اور اسکی روح کو ارواح انبیا و صدیقین و شہداء کے ساتھ درجہ
 عالی عطا کر اور کچھ اور دعائے کلمات کے بعد ان سب کاموں کے لیے ملائکہ اور
 انبیا اور حضرت محمد مصطفیٰ اور حضرت علی اور بی بی فاطمہ زہرا اور حضرت امام حسن

امام طیب ابو القاسم اور مدی آخر الزمان تک تمام ائمہ کو اور ان کے بابوں اور بحثوں اور داعیوں اور داعی وقت اور اسکے ماذون و مکاسر و صدو کو درگاہ الہی میں وسیلہ گردانا ہے۔

بوہرون کے مذہب میں فلاسفہ یونان کی باتوں کو دخل

مولانا محمد بن طاہر کی دعا میں عقول عشرہ کو اور ان کے قوائے روحانی اور جواہر مجرودہ کو جناب الہی میں وسیلہ بنایا ہے جسکے الفاظ یہ ہیں۔
 اللهم اني اسئلك يا هويًا من لا يعلم ما هو الا هويًا من هو كما هو
 واتوسل اليك اللهم بالعقل الاول وبتاليه وبالسبعة العقول التي
 تليه وبعاشرهم لقا ثم المقام الاول لمن في أفقہ والحائز بموارد
 الجارية ولخطاتہ اليه السارية شرف سبقتہ بمن في ضمن كل واحد
 من القوي الروحانية والاشباح القدسانية واتوسل اليك اللهم
 بصاحب الرتبة العلية وصفوة الصفوة من اهل الجنة الابد اعيت الذي
 له تحركت المحركات الجرمانية والجسمانية وصار طرحة اشعة العقول
 الجبروتية والملكوتية وبالسبعة والعشرين الملبين للدعوة المصارعين
 الی اجابته ومن قام بعد هم من المقامات الانبعاثية والانوار
 الشعشائية الى انقضاء مدتهم وانتهاء عدتهم وبخاتم ادوارهم
 واخر ساعة من ساعات نهارهم۔

یعنی اے اللہ میں تجھ سے مانگتا ہوں۔ اے اللہ۔ اے وہ ذات پاک کہ کوئی نہیں جانتا کہ وہ کیا ہے مگر خود وہی یعنی وہ اپنے آپ اپنی ذات کو جانتا ہے۔
 اے وہ ذات پاک کہ وہ موجود ہے جیسا کہ وہ تھی۔ اور میں وسیلہ پکڑتا ہوں
 اے اللہ تیری جناب میں عقل اول کے ساتھ اور جو اسکے پیچھے ہے یعنی عقل دوم
 کے ساتھ اور ان سات عقلوں کے ساتھ جو دوسری عقل کے پیچھے ہیں اور دسویں

عقل کے ساتھ جو پہلی کی قائم مقام ہے اُس شخص کے لئے جو اُسکی علمداری میں ہو اور جو گھیرنے والی ہے اپنے ماورے کے ذریعہ سے کہ وہ جاری ہے اور جو گھیرنے والی ہے ساتھ ملا خطے اپنے کے جو سرایت کرنے والا ہے طرف اُس شخص کے جو اُسکی علمداری میں ہے بہت کرنے والی ہے اُسکی بزرگی کو یعنی عقل اول نے تقدم کی وجہ سے جو شرف حاصل کیا ہے وہ شرف دسویں عقل نے اپنی عنایت کی وجہ سے حاصل کیا ہے اور اس وجہ سے دونوں مرتبے میں برابر ہو گئے ہیں یعنی ایک تقدم کی وجہ سے بزرگ ہے اور ایک اپنی مہربانیوں کی وجہ سے اور میں تو تسل کرتا ہوں اسے اند تیری جناب میں اُن روحانی قوتوں اور پاک صورتوں کے ساتھ جو ہر ایک عقل کے اندر موجود ہیں اور وسیلہ پکڑتا ہوں میں تیری جناب میں اے اللہ اُس صاحب مرتبہ عالمی اور برگزیدہ ترین کے ساتھ جس کا بدن بلا مادہ کے پیدا ہوا ہے اور اُسکی وجہ سے آسمانوں اور عناصر نے حرکت پائی ہے اور عقل جبروتی و ملکوتی کے انوار کے گرنے کی جگہ ہو گیا ہے اور اے اللہ میں تو تسل کرتا ہوں تیری جناب میں اُن ستائیس کے ساتھ جو دسویں عقل کے کہنے پر قبول کرتے ہیں اور اُسکے فرمانبردار ہیں اور اُسکے حکم کی تعمیل میں جلدی کرنے والے ہیں اور وسیلہ کرنے والا ہوں تیری جناب میں اُس شخص کے ساتھ جو بعد اُن کے ایسے مقامات کا جانشین ہوا جو براہِ گنجتہ کرنے والے اور لمبی لمبی روشنی رکھنے والے ہیں اُن کی مدت کے تمام ہونے اور اُن کی تعداد کے پورا ہونے تک اور اے اللہ میں تو تسل کرتا ہوں تیری جناب میں اُس شخص کے ساتھ جس کے اوپر ان مدبروں کے دوروں کا خاتمہ ہے انتہائے زمانہ تک۔

اس مضمون میں اول سے آخر تک فلاسفہ یونان کے عقائد اور مسلمات کی اتباع کی ہے اور اس سے صرف اللہ تعالیٰ کا علل ہونا ثابت ہوتا ہے اور اُسکے لئے صرف تقدم ذاتی کا حاصل ہونا پایا جاتا ہے نہ تقدم زمانی کا جیسا کہ بیٹے کو باپ پر تقدم زمانی حاصل ہے کیونکہ خدا کے لیے علیت کا تقدم ثابت ہوتا ہے

اور خاصیت اس تقدم کی ہے کہ متاخر کا وجود بغیر اُس کے نہیں ہوتا اور اُس کے ساتھ ہوتا ہے یعنی اول علت کو کہ تقدم ہے وجود حاصل ہوتا ہے بعد اُس کے معلول کو کہ متاخر ہے وجود حاصل ہوتا ہے اور تقدم بعلمت بغیر متاخر کے نہیں ہو سکتا اسکو تقدم بالذات کہتے ہیں۔ مثال اسکی ممکنات میں انگلی کی حرکت کا تقدم ہے انگوٹھی کی حرکت پر۔ اور اِس سے عالم کا قدیم ہونا لازم آتا ہے اور اہل اسلام جس خدا کو مانتے ہیں اور رسول مقبول نے جس خدا کی تعریف کی ہے وہ ایسا خدا نہیں ہو سکتا اسکی ذات قدسی ایسے نہایت عالی ہے جس کا ذکر مولانا محمد صاحب نے کیا ہے کارخانہ عالم کی ایجاد میں ایسے اللہ کو کوئی دخل نہ ہوگا بجز اس کے کہ اُس نے اول ایک عقل کو پیدا کیا بعدہ اُس عقل نے دوسری عقل اور ایک آسمان پیدا کیا۔ اور بعد اُس کے دوسری عقل نے تیسری عقل اور ایک آسمان پیدا کیا۔ بعد اُس کے اس تیسری عقل نے چوتھی عقل اور ایک آسمان پیدا کیا۔ اور بعد اُس کے چوتھی عقل نے پانچویں عقل اور ایک آسمان پیدا کیا۔ اسی طرح دس عقلیں اور نو آسمان پیدا ہوئے اور انھیں دس عقلوں کو عقول عشرہ کہتے ہیں۔ جو لوگ عقول کو ملائکہ خیال کرتے ہیں وہ یونانی حکما کی اصطلاح کو اسلام کے پردے میں چھپاتے ہیں۔ کیونکہ حقیقت میں ان دونوں باتوں میں بڑا فرق ہے۔ اسلام میں ملائکہ کہتے ہیں اجسام لطیف نورانی کو کہ مشکل اور شاق کام کرنے پر قادر ہیں اور مختلف اشکال کے ساتھ متشکل ہو جاتے ہیں اور اُن کے پر اور حواس ہوتے ہیں اور حکما کے نزدیک عقل ایک ایسا موجود ممکن ہے کہ نہ جسم ہے اور نہ حال ہے جسم میں اور نہ جسم کا جزو ہو بلکہ جوہر مجرد ہے مادے سے اپنی ذات اور فعل میں یعنی نہ جسم ہے نہ جسمانی اور نہ اُس کے کام موقوف ہیں جسم کے ساتھ متعلق ہونے پر۔ دوسری عبارت میں یونان سمجھو کہ وہ جوہر مجرد ہے جسم کے ساتھ اُس کا تعلق صرف تاثیر کے لیے ہے نہ تصرف و تدبیر کے لیے اور مشکلبین اسلام جوہر مجرد کو باطل کرتے ہیں۔

داعی حال طاہر سیف الدین صاحب کے رسالہ ضواء نور الحق المبین سے بھی

معلوم ہوتا ہے کہ منتہاے نظران بزرگوار کا فلاسفہ یونان کی باتیں ہیں مثلاً اس رسالہ میں حال و محل اور عالم الطبیقہ اور مطرح اشعۃ عالم العقول اور عالم نفس کا ذکر آیا ہے کہ نہ ان الفاظ کا وجود قرآن سے ثابت ہے اور نہ اقوال رسول سے اور نہ ائمہ اطہار کی زبانوں پر یہ الفاظ تھے۔

ہر نبی کے لئے ایک مقیم اور ایک وصی ہوتا ہے اور ہر امام کے لئے
باب ورجت اور داعی ورمادون اور کاسر ہوتے ہیں

بوہرون کے نزدیک حضرت عیسیٰ تک ہر ایک پیغمبر کے لیے ایک مقیم ہوتا تھا اور ایک وصی بھی ہوتا تھا اور اسکے زمانہ نبوت میں ائمہ اور اداہین کے حدود ہوا کرتے تھے چنانچہ حضرت آدمؑ کے مقیم ہنید تھے اور ان کے وصی ہابیل تھے اور حضرت نوحؑ کے مقیم ہوڈ تھے اور وصی سام تھے اور حضرت ابراہیمؑ کے مقیم صالح تھے اور وصی اسماعیلؑ اور حضرت موسیٰؑ کے مقیم اڈام و وصی ہارون تھے اور حضرت عیسیٰؑ کے مقیم خزیمہ اور وصی شمعون تھے۔ چنانچہ دعا ہے مولانا محمد بن طاہر کے الفاظ یہ ہیں وَاتَّوَسَّلُ إِلَيْكَ اللَّهُمَّ بِسَيِّدِنَا آدَمَ وَوَصِيِّهِ مَوْلا نَاهْنَيْدَ وَوَصِيِّهِ مَوْلا نَاهَابِيلَ وَائِمَّةِ دَوْرِهِ وَحَدِّ دَدْنِهِ وَبِأَبَائِهِمْ أَجْمَعِينَ۔ وَاتَّوَسَّلُ إِلَيْكَ اللَّهُمَّ بِسَيِّدِنَا نُوحٍ وَوَصِيِّهِ مَوْلا نَاهُوْدَ وَوَصِيِّهِ مَوْلا نَاسَامَ وَائِمَّةِ دَوْرِهِ وَحَدِّ دَدْنِهِ وَبِأَبَائِهِمْ أَجْمَعِينَ وَاتَّوَسَّلُ إِلَيْكَ اللَّهُمَّ بِسَيِّدِنَا إِبْرَاهِيمَ وَوَصِيِّهِ مَوْلا نَاصَالِحٍ وَوَصِيِّهِ مَوْلا نَاسْمَاعِيلَ وَائِمَّةِ دَوْرِهِ وَحَدِّ دَدْنِهِ وَبِأَبَائِهِمْ أَجْمَعِينَ وَاتَّوَسَّلُ إِلَيْكَ اللَّهُمَّ بِسَيِّدِنَا مُوسَى وَوَصِيِّهِ مَوْلا نَاهَارُونَ وَائِمَّةِ دَوْرِهِ وَحَدِّ دَدْنِهِ وَبِأَبَائِهِمْ أَجْمَعِينَ وَاتَّوَسَّلُ إِلَيْكَ اللَّهُمَّ بِمَقَامَاتِ الرِّثَانِيَّةِ وَالْهَيَاكِيلِ الثُّوْرَانِيَّةِ

مِنْ مَوْلَانَا قَيْدًا رَأَيْنَا سَمَاعِيلَ إِلَى مَوْلَانَا ابْنِ طَالِبٍ بْنِ مَوْلَانَا
عَبْدِ الْمَطْلَبِ صَلَوَاتُكَ عَلَيْهِمْ أَجْمَعِينَ۔

اس دعا میں حضرت علیؑ کے تمام باپ دادوں پر ابوطالب سے لیکر قیدار بن اسماعیل
بن ابراہیم تک درود بھیجی ہے اور اُن کو وسیلہ جناب اکہی میں بنایا ہے اور
اُن کے لئے مقامات ربانی اور اجسام نورانی مانے ہیں۔

بوہرون کے عقیدے کے مطابق ہر امام کے لئے باب اور حجت اور داعی
اور ماذون اور مکاسر ہوتے ہیں۔ چنانچہ مولانا محمد بن طاہر کی دعا میں ہے۔
وَاتُوسَلِّ إِلَيْكَ اللَّهُمَّ يَا بَا بَوَاهِمٍ وَنَحْجِيهِمْ وَدُعَاتِهِمْ وَمَا ذُوْنِيهِمْ
وَمُكَاسِرِيهِمْ وَمُسْتَجِئِيْ أَدْوَارِهِمْ إِلَى آخِرِهِ۔

چونکہ سلسلہ ہجری سے امام مستور ہیں اس لیے اُن کی طرف سے تمام کام
داعی انجام دیتے ہیں اور اُن کی ماتحتی میں دوسرے مذہبی عہدہ دار
ان کے حکم سے کام کرتے ہیں۔

داعی کی نسبت بوہرے یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ گویا یہ امام الزمان کے قائم مقام
ہیں اور انکی عزت کرنا ایسا ہے جیسے امام الزمان کی عزت کرنا اور یہ بھی زعم ہے کہ
امام الزمان نے داعی کو اس مسند پر بیٹھنے کی اپنی طرف سے اجازت دی ہے اور
امام الزمان اس وقت مستور ہیں جس وقت وہ ظاہر ہوں گے اپنی مسند پر قائم ہو جائیں گے
اور داعی انکی طرف دعوت کرتے رہیں گے۔

داعی طاہر سیف الدین ادیپور ملک راجپوتانہ میں آئے تو بوہروں کی عورتیں
کستی تھیں علی جی آئے علی جی آئے یعنی امیر المؤمنین علیؑ سلام آئے۔

ماذون یہ شخص داعی کے دوسرے درجے پر ہوتا ہے۔ اسکو اس بات کا ذون ہو
کہ داعی کی عدم موجودگی میں وہ کام جو داعی کرتے ہیں یہ انجام دے اور جب داعی
سوجود ہوں تو تمام معاملات کی تحقیق کر کے داعی کے سامنے پیش کرے۔

مکاسر ماذون کا نائب سمجھا جاتا ہے اور چھوٹے چھوٹے دینی کام کو طے

کرتا ہے اگر مناسب سمجھتا ہے تو ماذون تک پہنچا دیتا ہے۔

مکاتیر کے بعد مشائخ کا درجہ ہے ان لوگوں کا یہ کام ہے کہ سب کو مجلس میں بالترتیب بٹھائیں اور داعی کا جو حکم ہو وہ مؤمنین کو سنائیں۔ انھیں شایخون میں سے عامل بھی مقرر ہوتے ہیں۔

علاوہ ہوتا ہے جو روزے نماز کے مسئلے جانتا ہو اس کا درجہ شیخ سے کم ہے اور داعی کی طرف سے اس کو بطور اعزاز کے ایک گول پگڑی ملتی ہے۔

میان صاحب عامل سے چھوٹا ہوتا ہے اور بعض وقت عربل کسی سبب سے مسجد یا مجلس میں نہ آ سکے تو میان صاحب کو وہ اپنی قائم مقامی کی اجازت دیدیتا ہے اسکے پاس ایک سفید چادر رہتی ہے کسی وقت وہ اس کو اڑھ لیتا ہے اور کسی وقت بغل میں داب لیتا ہے اکثر میان صاحب جا مہ بھی پہنے رہتا ہے۔ میان صاحب بھی عامل بنا دیا جاتا ہے۔

عامل کے سوا کسی کو پیش امامی کی اجازت داعی کی طرف سے نہیں ہوتی عامل اپنی طرف سے کسی ملا یا شیخ کو دوسری مسجد میں نماز پڑھوانے کے وقت پر اجازت دیدیا کرتا ہے اور حاضر اجازت بھی ہوتی ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ نماز کا وقت آجائے اور عامل سے اجازت لانے میں دیر متصور ہو تو جو ملا یا شیخ حاضر ہو وہ نماز پڑھا دیتا ہے۔ اسلئے مسجد کے سوا ابھرے جماعت نہیں کو سکتے۔ اگر کوئی شخص بغیر اجازت کے نماز پڑھا دے تو وہ نماز ناجائز ہے امام اور مقتدی دونوں کو لوٹانا چاہیے۔

بوہرون کے سفید لباس اختیار کرنیکی وجہ

جب طالبین نے عباسیوں پر خروج کیا تو ان کی صند سے اپنے پھر برنگارنگ سفید رکھا کیونکہ انھوں نے سیاہ رنگ اختیار کیا تھا۔ اسی وجہ سے انکو بمبیطہ کہنے لگے جس میں ہم مضموم ہاے موحده مفتوح اور یاے مثنات تحتانی مشد و مکسور او ضناو

نقطہ وار مفتوح ہے یہی رنگ قرامطہ اور عہد امتہ مدنی اور انکے متبعین میں قائم رہا چونکہ پورے عہد و یہ میں اسلئے ان کے ہاں بھی سفید کپڑوں کو ترجیح دیجاتی ہے۔ فارسی اور اردو کی تاریخوں میں بھیجہ کا ترجمہ سفید جامگان اور سفید پوشان لکھے ہیں۔

امام اور داعی کے تقرر کا طریق

یوہرون کے نزدیک وجوب امامت کا طریق نص ہے اسی طرح ہر منصب کا حال ہے جو امام یا داعی اپنی حیات میں جسکے لیے اپنی قائم مقامی کی نص کر دیتا ہے وہ ہی اسکا جانشین مانا جاتا ہے پس نہ کوئی اپنی مرضی سے اس منصب کا دعویٰ کرنے سے حقدار سمجھا جاتا ہے اور نہ دوسروں کے انتخاب کو اس میں دخل ہے اگر چند آدمی جمع ہو کر کسی شخص کو کسی کی قائم مقامی کے لیے منتخب کر لیں اور اس کے ساتھ بیعت کرین تو حقدار اور وارثا جائز قرآن میں پاسلما جب تک کہ انکے کی طرف سے تنہیص نہ واقع ہو یعنی وجہ ہے کہ آمر کے بعد ابوالقاسم طیب کو تو امام بحق مانتے ہیں لیکن مکان کے لیے نہ مرنے نص کی تھی اور حافظ وغیرہ کو امام نہیں جانتے اور انکے نزدیک نص دوم نص اول کی نسخ ہے یعنی اگر امام ایک بار یہ نص کر دے کہ میرے بعد فلان میرا جانشین ہوا۔ بعد اسکے یہی امام کسی دوسرے شخص کے لئے نص کر دے تو دوسری نص واجب العمل ہے اور پہلی منسوخ ہے یہی وجہ ہے کہ نزار کو امام نہیں مانتے اور متعلیٰ کو امام جانتے ہیں کیونکہ اول مستنصر نے نزار کی امامت کے لئے اپنے بعد نص کی تھی پھر متعلیٰ کی امامت کی نص کر دی۔

داعی برہان الدین صاحب نے ۸۹۲ھ میں ۲۸۵ نمبر کے مقدمے میں جو بکا و نامہ دیا اس میں لکھتے ہیں کہ سورت کے ملاجی صاحب کی گادی مذہبی گادی ہی اس گادی پر کوئی شخص اپنا حق بتلا کر نہیں آسکتا مگر جس شخص کو قرآن شریف کے مطابق خدا اور امام الزمان کے حکم کے موافق اگلے ملاجی صاحب قائم کرین وہ کر سکتا ہے اور وہ شخص گادی کی مالکی کی ملکیت کا متولی ہے اور وہ شخص قرآن شریف کے

فرمان کے مطابق کاروبار کر سکتا ہے اگر وہ شخص قرآن کے ظلمات علی کرے تو گادی سے علیحدہ کر دیا جائے اور اسکو حق نہیں کر اپنے بعد کسی دوسرے کو بٹھلا سکے۔

بوہرے اکثر اپنے آپ کو طیبیہ کہتے اور ابوالقاسم طیب کی طرف اپنی جانوں کو منسوب کرتے ہیں اور کبھی بڑی شاخ کی طرف لیجا کر اپنی جانوں کو اسامیہ کہتے لگتے ہیں مدویہ کا لفظ انکے مومنہ سے نہیں سنا جاتا۔ عام طور پر اس سلسلے کے انتساب سے ناواقف ہیں۔ ان میں علمی آدمی البتہ اس سلسلے سے واقفیت رکھتے ہیں۔

بوہرون میں جو شخص ان کے امام کے بعد تمام فرقے کا واجبہ الاحترام اور ساری جماعت کا مطاع عام سمجھا جاتا ہے وہ داعی ہیں ان کی طرف سے بلاد مختلفہ میں نائب جنکو عامل بولتے ہیں رہا کرتے ہیں۔

طیب کا یہ افتراق

زمانے کی رفتار ہمیشہ ایک ہی عنوان پر نہیں رہتی اور اطاعت کا قلاوہ بڑی شکل سے زیب گلورہ سکتا ہے اغراض نفسانی کی وجہ سے اس جاہل کے بعض لوگوں نے اپنے دعا کے سلسلہ اطاعت سے علیحدہ ہو کر اپنی اپنی جماعتیں الگ الگ قائم کر لیں اور ہر ایک اپنی جماعت کا پیشوا بن بیٹھا۔

چنانچہ طیبیہ کئی فرقے ہو گئے ہیں۔ داؤدیہ۔ سلیمانہ۔ علیہ۔ نگوشیہ۔ ناگپوری۔ مگر ان میں ائمہ کی بابت کوئی اختلاف نہیں داعیوں کی بابت اختلاف ہے جو داعی داؤد بن عجب شاہ کے بعد سے شروع ہوا ہے۔

داؤدیہ وہ بوہرے ہیں جو سورت والے حضرت بڑے ملا صاحب کو اپنا داعی اور دینی مقتدا مانتے ہیں اور انکو داؤدیہ اسلئے کہتے ہیں کہ انھوں نے داعی داؤد بن عجب شاہ کے بعد داعی داؤد بن قطب شاہ کو انکا جانشین تسلیم کیا۔

سلیمانہ وہ لوگ ہیں جو داعی داؤد بن عجب شاہ کے بعد سلیمان بن یوسف کو انکا جانشین اور داعی مانتے ہیں یمن میں زیادہ انھیں کی کثرت ہے داعی

داؤد بن عجب شاہ کی بی بی زہرا کے بھائی یوسف کے بیٹے سلیمان تھے جو داعی
داؤد بن عجب شاہ کی طرف سے یمن بن عامل ہوئے داعی داؤد بن عجب شاہ نے
ہند میں انتقال کیا تو سلیمان نے یمن یمن یہ دعویٰ کیا کہ داعی مرحوم اپنی جائیداد
کے لیے میرے حق میں نص کر گئے ہیں اور تحریری سند داعی مرحوم کی مہر قیوم کو عالی
جنھوں نے اس سند کو تسلیم کیا اور اسی داؤد بن قطب شاہ کو نہ مانا وہ سلیمان
کہلائے داؤد یہ کہتے ہیں کہ یہ سب جعلی تھی اور اس سند کے تیار ہونے کی وجہ یہ ہوئی
کہ جب داؤد بن قطب شاہ داعی ہوئے تو سلیمان اہل مانتی میں چار برس تک یہ سب
عامل رہے داعی داؤد بن عجب شاہ نے بیٹے ابراہیم جو ایک حدیث کے بطن سے تھے اور
انکی بی بی زہرا اور انکے کاتب محمد نے سرکاری کچھ روپیہ کھانا ہاجرانہ نوکروں کو
اور مطالبے کا خوف ہوا تو یمن میں سلیمان کو ایک خط لکھا کہ تم داعی داؤد بن عجب شاہ
کی طرف سے اس مصنون کی نفس کا کاغذ کھنکھرا ہوا ہے جو کہ ہمارے بعد سلیمان داعی
ہیں تو اُس پر داؤد بن عجب شاہ کی ہر لگا دیجئے کیونکہ وہ ہر بھی تک انکے کاتب
محمد کے پاس موجود ہے چنانچہ سلیمان نے ایک تحریر اس عنوان کی یمن - عجب شاہ
بھیس محمد نے ہر لگا کر ایک شخص کے ہاتھ جو کرمی کے نام سے مشہور تھا سلیمان کے
پاس روانہ کر دی جب داعی داؤد بن قطب شاہ کو اس کا رد وائی کا حال معلوم
ہوا تو انھوں نے زہرا سے کہا کہ تمہارے بھتیجے کی نسبت ایسی خبر ہو گئی ہے ہم انکو
معزول کرنا چاہتے ہیں اور یہ آیت پڑھی وَمَا كُنْتُمْ مُتَّخِذِي الْمُؤْمِنِينَ عِصْمًا
یعنی میں گمراہ کرنے والوں کو یار و مددگار بنانے والا نہیں ہوں زہرا نے جواب دیا
کہ یہ بات غلط معلوم ہوتی ہے ہم غریب آپ کے سامنے یمن پرورش پا رہے ہیں
آپ انکو معزول نہ کیجئے مگر مولانا داؤد بن قطب شاہ نے نہ مانا اور انکی معزولی کا
حکم بھیج دیا مگر سب سے طبعیہ نے اس حکم کو لغو سمجھا اور سلیمان کی اتباع اختیار کر لی
سلیمان اور ابراہیم نے داعی داؤد بن قطب شاہ کو بہت دق کیا سلیمان یمن سے
ہند میں چلے آئے تھے ابراہیم نے اکبر شہنشاہ ہندوستان کے حضور یمن یہ دعویٰ

کیا کہ داعی داؤد بن عجب شاہ کا بیٹا تو میں ہوں پھر داعی داؤد بن قطب شاہ اس کے وارث کیسے بن گئے ہیں اس وجہ سے باو شاہی افسردہ بن گئے ہوتے ہیں۔ داعی داؤد بن قطب شاہ کو بہت سی تکلیفیں جھیلنا پڑیں قید بھی کئے گئے اکبر نے اس معاملے کی تحقیقات اور تجویز حکیم علی کے ہاتھ میں دیدی اور حکم دیا کہ تم اسکا واجبی فیصلہ کرو۔ تحقیقات کے بعد علی کو ثابت ہوا کہ داؤد بن قطب شاہ حق پر ہیں اس لئے وہ رہا کئے گئے اور اب ابراہیم اور سلیمان پر عتاب نازل ہوا انکو ملازمان شاہی کے ہاتھ سے بہت سی تکلیفیں اٹھانا پڑیں اور آخر کار رشوت میں روپیہ خرچ کر کے اس عذاب سے نجات پائی سلیمان کی قبر احمد آباد میں ہے اور سلیمان کے داعی کا مقام یمن میں ہے۔

سلیمانی بوہر کے بھائی۔ بڑا وہ۔ حیدر آباد دکن اورین میں اکثریت سے آباد ہیں انکے سربراہ دروگانہ بنسٹس مرحوم بدر الدین طیب جی رشتہ داری۔ ہنر بانس بنیم صاحبہ زنجیرہ۔ علی اکبر صاحب اور بیچ حسین بدر الدین وغیرہ ہیں۔ علیہ علی بن ابراہیم کی طرف منسوب ہیں جو شیخ آدم صفی الدین کے نواسے ہیں یہ فرقہ داعی داؤد بن قطب شاہ کے بعد شیخ آدم صفی الدین کو تو داعی مانتا ہے مگر ان کے بعد عبدالطیب زکی الدین کو داعی نہیں مانتا اور فرقہ داؤد یہ شیخ آدم صفی الدین کے بعد عبدالطیب زکی الدین کو بھی داعی مانتا ہے علی نے جہانگیر شہنشاہ ہندوستان کے عہد میں شیخ آدم صفی الدین کے بعد عبدالطیب زکی الدین سے مخالفت کی اور شہنشاہ تک انکی شکایت پہونچائی اور اپنی ایک جماعت علوہ قائم کر لی جسکا نام علیہ مقرر ہوا۔

نگوشیہ (نون کے فتح سے) یہ فرقہ علیہ میں سے نکلا ہے اور تیرھویں صدی کے فاتح پر قائم ہوا ہے اسکا بیان ہے کہ تیرہ سو برس کے بعد حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا دور ختم ہو گیا اب گوشت کھانا چاہیے۔ ناکیپوری یہ سب میں ملا عبدالحسین کی طرف جن کا وطن گیارہویں ملک

گجرات تھا ۱۳۱۳ء میں شہر بمبئی کے اندر انھوں نے یہ دعویٰ کیا کہ میں امام کی طرف سے
 حجت ہوں بہت سے داؤدیہ بوہرون نے ان کی اتباع کی اس قوم کے
 ۱۵ بڑے بڑے عالم بھی ان سے مل گئے۔ داؤدیہ بوہرون نے ملا عبدالحسین سے
 بحث کر کے مار کٹائی بھی کی۔ ملا عبدالحسین کہتے تھے کہ میں داؤدیہ بوہرون کے
 داعی محمد بہان الدین صاحب سے مناظرہ اس شہر خارج کرنے کو تیار ہوں کہ
 ہر دین و مذہب کے دس دس علماء جمع ہوں دس دس دس علماء جمع ہوں دس دس دس علماء جمع ہوں
 عالم دس شیعہ اثنا عشری کے عالم دس بادرسی وغیرہ وغیرہ اور داعی صاحب آئین
 اگر میں جھوٹا نکلوں تو میں اپنا یہ دعویٰ چھوڑ کر ان کی متابعت کر لوں گا اگر میں
 سچا ثابت ہوں تو وہ اور ان کی جماعت میری مطیع ہو جائے۔ ملا عبدالحسین
 بسببی سے ناگپور کو گئے اور اسکے قریب ہندی باٹ نامی مقام پر بسکین بنایا اور ایک
 نیا فرقہ قائم کیا اور وہ والہین تک پہنچ رہے۔ انکے اتباع بمبئی، ناگپور، اجین
 پٹنہ و پنج دین رہتے ہیں ۱۳۱۳ء ہجری میں انھوں نے انتقال کیا ان کا قائم مقام
 انکا ایک شاگرد ذیہ اسکا نام حافظ غلام حسین ہے۔

بعض بوہرون کا مذہب بل سنت اختیار کر لینا

(۱) سلطان ظفر نے جو سلطان فیروز شاہ والی دہلی کا امیر اعظم تھا گجرات پر
 تسلط پایا تو بہت سے بوہرے اُسکی وجہ سے سنت و جماعت بھی ہو گئے۔ چنانچہ
 اس ملک میں سنت و جماعت بوہرے موجود ہیں جلد ثالث ابجد العلوم موسوم بہ
 رقیق مختوم اور سبجۃ المرجان میں لکھا ہے کہ محمد ظاہر ساکن ٹپن مہنت، جمیع البحار نے
 کہ قوم کا بوہرہ تھا مدویہ بوہرون کے عقائد کی درستی کا صدمہ ارادہ کر لیا یہاں تک اصرار
 کیا کہ جب تک یہ کام پورا نہ ہوگا سر پر عامہ نہ رکھوں گا۔ جب اکبر شہنشاہ ہندوستان
 نے ۹۵۰ھ ہجری میں گجرات فتح کیا تو ملا شہنشاہ کے حضور یہ مدد کی التجا لیکر
 حاضر ہوا۔ شہنشاہ نے اپنے ہاتھوں سے ملا کے سر پر عامہ رکھا اور کہا کہ میں تمھارے

مدعا کے موافق اس قوم کی بدعت دفع کرنے میں پوری کوشش کرونگا۔ اور شاہ نے اس غرض سے حکومت گجرات پر خان اعظم مرزا کو کاؤ مقرر فرمایا۔ خان اعظم نے بوہرون کی بدعت دفع کرنے میں کوشش کی یہاں تک کہ اس قوم کے اکثر شاہیہ تہقیر کرنے لگے اور جا بجا تھپ گئے ابھی یہ بدعت بخوبی دفع ہونے پائی تھی کہ خان اعظم کی جگہ عبدالرحیم خان خان خانان مقرر ہو گیا یہ شیعہ مذہب رکھتا تھا۔ بوہرے کھلم کھلا پھر اپنے اعمال کو ادا کرنے لگے اور مذہب ہمدویہ ظاہر ہو گیا۔ شیخ نے یہ حالت دیکھ کر پھر عامہ اپنے سر سے اتار ڈالا اور تدارک کے لئے درگاہ اکبری کی طرف رجوع کی۔ شہنشاہ اُن دنوں اکبر آباد میں تھا۔ بوہرون نے ملا کا بیچھا کیا۔ یہاں تک کہ اُجین میں ملا کو سترہ ہجری میں مار ڈالا۔

(۲) گجرات میں ایک قوم بوہرون کی ہے جو گجراتی بوہرے اور جعفریہ کہلاتے ہیں اور جعفر کی طرف انسوب ہیں جو پٹن کا رہنے والا تھا پہلے تنس احمد آباد کے عامل ملاد اوڈی رضی کے خلاف تحصیل علم کے لیے میں کو داعی کے پاس چلا گیا یہاں سے ملاد اوڈی داعی کو لکھ بھیجا کہ یہ شخص باوجود میرے منع کرنے کے وہاں چلا گیا ہے اگرچہ داعی نے جعفر کو طلب علمی سے نہ روکا مگر جبکہ تحصیل علم کے بعد وطن کی طرف واپس ہوا تو کوئی منصب عطا نہ کیا جو اُس پرست ہی شاق گذر رہا ہندوستان میں واپسی کے بعد اُسے مقام بھڑوچ میں بوہرون کے اصرار سے اُنکو نماز پڑھادی حالانکہ پیشل مامی کی بھی اُسکو اجازت نہ تھی ملاد اوڈی کو جب اس بات کی خبر ہوئی تو اُنھوں نے جعفر کو کہا کہ تم اُن مفتدیوں کو لکھ بھیجو کہ چونکہ مجھکو نماز پڑھانے کی اجازت نہ تھی اس لیے وہ نماز پڑھاری نہیں ہوئی تم اسکو لوٹاؤ چونکہ یہ بڑا عالم و فاضل تھا اس لیے خود ایسا لکھنے سے شرمایا اور کہا کہ آپ ہی اپنی طرف سے اُن لوگوں کو لکھ بھیجے ملاد اوڈی نے جواب دیا کہ میرا لکھنا مناسب نہیں جس سے گناہ صادر ہوا اُسی کو لکھنا چاہیے جعفر کو اسل مر سے نہایت غیرت آئی اور اس عداوت کی وجہ سے پٹن میں پونچر طیبہ بوہرون کو اس مذہب کے خلاف نصیحت

کرنی شروع کی اور اہل سنت کے عقائد پر آمادہ کیا بارہ لاکھ بوہرون نے جیسا کہ
ولی محمد صاحب اسماعیل سرپاد کا قول ہے اُسکی متابعت اختیار کر لی مذہب
اسماعیلیہ کو چھوڑ کر سنتی ہو گئے اور اسماعیلیہ بوہرون سے نہایت عداوت رکھنے لگے
یہ لوگ آج کل شہر پائٹن - کٹری - احمد آباد - سورت - رانڈیر - بھڑوچ - گودڑہ -
پنج محل - ناسک - احمد نگر - پونہ - بمبئی - اور اسکے اطراف و اکناف کے بلاد
قرعی بین پھیلے ہوئے ہیں - ان بزرگ کا مزار احمد آباد میں ہے - مگر شیعہ الاخلاص
میں لکھا ہے کہ یہیں یہ کہہ رہے ہیں کہ ہمیں چلتا کہ جعفر نذرانی وہی بزرگ ہیں جو
جعفر شیرازی کے نام سے احمد آباد میں مدفون ہیں۔

بعض شہرون کے بوہرون کا داعی طاہر سیف الدین صاحبے انحراف

(۱) بھوپال ملک بلوہ کے فساد کے موقع پر داعی صاحب نے داؤدیہ بوہرون کی
مدد کی تو ایک جماعت اُن سے شاکہ اور ناراض ہو گئی اور ۲۶ بوہرون
کے دستخط سے ایک ہر سالہ شائع کیا جسکا تاریخی نام مناظر المناک ہے۔

اس رسالے میں لکھا ہے کہ سوموارہ بازار میں اہل سنت کی ایک مختصر سی
مسجد ہے جسکے قریب ملا یوسف علی کا مکان ہے ایک روز جبکہ مسجد کا مؤذن باہر
کی زنجیر کھول کر اندر آیا تو اُس نے صحن مسجد میں حوض کی نالی کے قریب غلاطت آلود
ایک کڑیا یا جلی نسبت اُس نے یہ خیال کیا کہ یہ کپڑا ملا یوسف علی نے اپنی کھڑکی میں سے
پھینکا ہے اسلئے عدالت سٹی مجسٹریٹ میں ملا یوسف علی پر اہل سنت و الجماعت
کی طرف سے استغاثہ دائر کیا گیا قبل اسکے کہ بعد تحقیقات عدالتی فیصلہ حسباً بطہ
نافذ ہو گئی ہزار مسلمانوں نے ماہ صفر ۱۳۳۳ ہجری میں بلوہ کر کے بوہرون کی
ایک سوئیں دوکانوں کو لوٹ لیا اور جو بوہرہ ملا سکومارا اور زنجی کیا اکثر
چھوٹے بچے خوف کھا کر غیر قوم کے گھروں میں پناہ لی گئے جو دو دو تین تین
روز میں اپنے والدین سے ملے۔ یہاں بوہرون کی آبادی سات آٹھ سوزن

و مرو کی ہے تیسرے روز والیہ بھوپال شاہ جہان بیگم صاحبہ بمبئی سے بھوپال میں
 آئیں اکثر بوہرے مع زن و فرزند کے۔ اجین۔ سروج اور جبل پور وغیرہ کو
 پہلے گئے اور مہینوں باہر رہے۔ فرزند ان سیٹھ آدم جی پیر بھائی بمبئی والے نے
 باوجودیکہ بواہر بھوپال سے انکا کوئی خاص تعلق نہ تھا مگر انہی ادا دینے والی
 اور خالصۃً خدمت کرنے والی سرشت کے موافق اس کام کو اپنے ہاتھ میں لیکر
 ایک بیرسٹر بوہرون کی ادا دے کے لیے بھوپال روانہ کیا جسکی کوشش سے بیگم صاحبہ نے
 وعدہ فرمایا کہ وادرسی کی جائے گی اور نقصان کا معاوضہ دیا جائے گا اور آئندہ
 جان و مال کا پورا بندوبست رکھا جائیگا اسی اثنا میں بوہرون کے پیر صاحب
 عبداللہ بدرالدین صاحب کا وصال ہو گیا اور پیر طاہر سید الدین صاحب داعی
 مطلق قرار پائے انھوں نے سوچے سمجھے ناعاقبت اندیش صلاح کاروں و رٹھی کی
 اس طرح شکار کھیلنے والے بوہرون کے مشورے پر جنکو سر آدم جی پیر بھائی کی سخاوت و نیکوئی
 کے باعث حسد پیدا ہو گیا تھا اور اپنے خیال کے مطابق ان کی نیک نامی میں دھبہ
 لگانا چاہتے تھے عمل کر کے بلا حصول اختیارات بنے بنائے معاملے اس طرح خراب کر دیا
 کہ ضامن حسین کو اپنی طرف سے بزم رسالت والیہ بھوپال کے پادشہ سے پیام کے
 ساتھ بھیجا کہ بواہر کو سرکار عالیہ نے جو مالی ادا دینے کا وعدہ کیا ہے اس کے
 ایفا کی فکر نہ فرمائی جائے نہ دس لاکھ روپیہ ان میں تقسیم کرنے کا بندوبست کیا ہے
 برآمدگی مال اور سزا دہی مجربان کی کوئی ضرورت نہیں جو ہونا تھا وہ ہو گیا
 اور آئندہ جان و مال کی حفاظت کی بابت لکھا پڑھی بھی بے سود ہے کیونکہ
 ایسی وارداتیں شاذ ہوا کرتی ہیں اور ذمہ دار حکام کو اسکا خیال رہتا ہے
 ریاست نے اس پیام کو منظور کر لیا۔ بھوپال سے پانچ بوہرے اور بمبئی سے
 شرف علی مامون جی سورت جا کر ملا صاحب سے شاکی ہوئے تو انھوں نے پیام
 مذکورہ بالا بھیجنے سے انکار کیا اور ضامن حسین سے جو سورت پہنچ گیا تھا خدا
 رسول اور بزرگانِ نبیین کی قسمیں کھلو کر کھلوادیا کہ مجھکو ملا صاحب نے بھوپال میں

بھیجا تھا لیکن بعد میں ضامن حسین یہ بھی کہنے لگا کہ سیدنا نے فرمایا کہ موقع
نازک آگیا ہے تم حسین لکھا کر انکار کر دینا اور پھر کفارہ دیدینا۔ اور خود بھی
بھوپال والوں سے یہی وعدہ کرتے رہے کہ تمھارا فیصلہ بیسی والوں کی موجودگی
میں ہوگا اور میں ہرگز دخل نہیں دوں گا اور بیٹھ محمد بھائی سر آدم جی پیر بھائی
کے نام اپنے ہاتھ سے خط لکھا اُس میں بھی یہی زور دیا کہ جب تک حسب منشا
کارروائی نہ ہو تب تک بھوپال میں دوکانات کا کھلنا مناسب نہیں اور دوسرے
مواقع پر ارشاد کیا کہ سماعت مقدمہ موجودگی فریقین اُجین میں ہوگی اور عینک
خاطر خواہ فیصلہ ہو بھوپال میں بوہرے نہ جائیں بھائی صاحبان کے لقب کا
جس جس پر اطلاق ہوتا ہے فرداً فرداً سب کے یہاں جا کر اہل بھوپال نے
انتہا کی منت اور عاجزی کے ساتھ عرض کی کہ آپ ہمارے معاملے سے سروکار
نہ رکھیں بظاہر سب نے اقرار کیا کہ ہم مداخلت نہ کریں گے مگر باطن میں بیخ کنی کرتے رہے۔
جب وہ پانچون بوہرے سورت سے اُجین چلے گئے تو بھوپال کے تین افسر
سورت گئے اور پیر صاحب نے بھوپال والے بوہرون کو انکی آمد سے بے خبر رکھ کر
انکے حسب منشا فیصلہ کر دیا جس سے تمام بوہرون کی امید و نیر پانی پھر گیا۔
حالانکہ بھوپال والوں سے کہدیا تھا کہ بھوپال سے جو کوئی آدمی آئیگا میں کو
مدد کیے بغیر البتہ نوٹکا اور تمھارے بغیر اس معاملے کے متعلق کسی سے کوئی بات چیت نہ کروں گا۔
بھوپال کے بوہرون نے پھر سورت پہونچکر ملا صاحب سے شکوہ کیا تو انھوں نے
فیصلہ کرنے سے لاعلمی ظاہر کی۔

بعد اسکے پیر صاحب نے سورت سے دو بوہرے اُجین بھیجکر بھوپال کے پناہ گزینوں کو
اکٹوایا کہ بڑے ملا صاحب کا حکم ہے کہ تم سب بھوپال جاؤ اور دوکانیں کھولو۔
مسلمان بھائیوں کو دعوت دو کھانا کھلاؤ اور اُن سے معافی چاہو ملا صاحب
نے اطمینان کر لیا ہے لیکن بھوپال والے بھی کہتے رہے کہ جبکہ یہ حادثہ ہم پر
دہان گذرا اور اب تک نہ کوئی ملزم گرفتار ہوا نہ مال مغزوہ برآمد کیا گیا نہ

سنا وہ ملازم دربار نے آئندہ ہماری حفاظت جان و مال کے ہاں کچھ انتظام فرمایا تو
ایسی صورت میں ہمارا جانا کیونکر ہو سکتا ہے اور اب اُجین کے بوہرے بھوپال واسطے
بوہرون سے اس وجہ سے ناراض ہوئے لگے کہ یہ سیدنا کا حکم نہیں مانتے تھے تو مجبور ہو کر
انھوں نے اُجین سے سکونت اُٹھائی اور برہان پور چلے گئے۔ بڑے ملا صاحب نے
عجیب بات یہ کہی ایجنٹ گورنر جنرل کے پاس اندور کو نار ویدیا کہنے فیصلہ کر دیا ہے
یوہرے لوگ بھوپال جا کر دوکانیں کھول رہے ہیں جبکہ جواب میں شاہاشی ملی جب
یہ بات بالکل غلط ثابت ہوئی یعنی ایک دوکان بھی نہیں کھلی تو پھر انھوں نے
شیخ یوسف علی کو اسلئے بھوپال بھیجا کہ وہ بہر طور اپنے ذاتی رسوخ کو کام میں لا کر
دوکانات کھلوا دیں تاکہ بے بنیاد تار کے باعث حکام کے نزدیک جو ندامت
ہوئی ہو اُس میں کچھ تو تخفیف ہو۔

وہ رحلت آپ کے والد پیر عبداللہ بدر الدین صاحب نے فرمایا تھا کہ میں دوداغ اپنے
ہمراہ لیے جاتا ہوں ایک توجوان امر کی سیدی طیب بھائی صاحب زین الدین کی
جبکہ باعث ایک اعلیٰ مقصد فوت ہو گیا دوسرے عدم کامیابی کی سنیں بھی
لیکن آپ کے قائم مقام پیر صاحب نے ایک داغ بھی مٹانے کی شش نہیں کی
جیسا کہ سب کو معلوم ہے آپ نے اپنے عالم و فاضل عابد و زاہد جوان بڑے بھائی
صاحب کا پورے چھ ماہ بھی سوگ نہیں منایا۔ اور اُسکے پہلے ہی اپنے ان جاننے
بھائی کی بیوہ کو جالہ نکاح میں لے لیا۔ اختتام سال پر جو مجلس فاتحہ خوانی کیلئے
منعقد ہوئی تھی اُس میں اُن بھوپال کے بوہرون کی جنھوں نے عدول علی کی بھی
ہجو کہلا کر پڑھوائی اور اس طور پر و پر وہ خوشی منائی اور بواہر بھوپال کی کامیابی
کا تو خاتمہ ہی کر ڈالا۔ اور اُنکی جان بچا۔ نے اور پر ویش کرنے کے لیے ایک جہ
نہیں دیا برخلاف ازین اپنی جانشینی کی خوشی میں مصروف تھے نہایت تکلف
اور اہتمام سے دعوتیں دی جاتی تھیں ہزاروں روپیہ صرف کیا جاتا تھا شال و شالے
عنایت ہوتے تھے۔ بھوپال واسطے غریب الوطن بوہرون کی جو کمونینیں امداد

کرتے تھے اُن کی عزت پر ہاتھ ڈالا والیہ بھوپال کو دستگیری سے باز رکھا اور جب بذریعہ پولیٹیکل ایجنٹ خود والیہ بھوپال کی تحریک سے کثیر بڑا ڈویژن لے جسکی حدود ارضی کے اندر بھوپال کے بوہرون کا قیام تھا اطمینان خاطر بنا لاکر بھوپال کو روانہ کر دیا تو ان کے بھوپال میں چلے آنے کے بعد صبح سے چھٹے نمبر تک کسی کی اقامت بند کی کسی کو شادی کی رضادینے سے انکار کیا۔ اکثر بوہرون سے یہ کہا جاتا ہے کہ بھوپال والوں نے بڑے ملامت کا حکم نہیں مانا اس لیے اُن پر عتاب ہوا۔

ضمیمہ - اسی رسالے سے یہ بھی معلوم ہوا کہ برہان پور کے اقلیم یا فتنہ بوہرون سے اور داعی صاحب سے اُن بن ہو گئی ہے بنیاد فساد یہ ہے کہ وہاں کے روشن خیال بوہرون نے جو قومی مدرسہ بنایا ہے اس کے انصاف تعلیم کے متعلق ملامتیں اور اُن میں خلاف واقع ہو گیا ہے اور اب اسکے بابت اخباروں میں مذاہن بکھلنے لگے ہیں جن میں تنظیم مدرسہ کی جانب سے یہ شکایت ہوتی ہے کہ ملاح صاحب درپردہ چندہ دینے والے داؤ دیہ بوہرون کو روکتے ہیں اگرچہ بظاہر اجازت دیتے ہیں مگر مخفی طور پر عالموں کے ذریعہ سے روک تھام کرتے ہیں۔

(۲) بمبئی والے سیدھے یا نڈا بھائی کے مزار کے وقف کے متعلق بمبئی کے نامی بوہرے آدم جی پیر بھائی کے بیٹوں اور دوسرے چند معزز بوہرے نڈا داعی صاحب سے بے حد خلاف ہو گیا ہے اور انکی طرفداروں پر اور بھی کئی مقامات کے بوہرے کھڑے ہو گئے ہیں۔ انکے ایما سے ایڈوکیٹ جنرل نے جنکو گورنمنٹ بمبئی نے اوقات کے لئے مختار عام بنایا ہے بحیثیت امین اور خات عامہ مذہب داعی صاحب پر ایک مقدمہ دائر کیا کہ چانڈا بھائی سیدھے پیر میں ولی ہیں اور انکی قبر کے نزدیک جو تجوری یعنی گولک رکھی ہے اور اُس میں سے ہزار ہا روپیہ سالانہ نذر و نیاز لے لیتا ہے اور اُسکے سوا سے ہزار ہا روپیہ سالانہ کے جو اوقات وغیرہ ہیں اور خیر ملاح صاحب کا تصرف ہے وہ پبلک فنڈ قرار دئے جا کر حسب قانون مروجہ انٹرپرائٹ قائم کیا جائے

اور ان کے ضوابط ہائی کورٹ وضع فرمائے اور اسکی نگرانی ایک کمیٹی کے سپرد ہو جسکے ممبر منجانب ہائی کورٹ نامزد ہوں اور باقاعدہ اُس کے حسابات پبلک میں پیش کیے جائیں۔

اسکے جواب میں ملا طاہر سیف الدین صاحب نے ہائی کورٹ میں جواب دہی دیا کہ چاند بھائی سیٹھ نہ پیر ہیں نہ ولی ہیں اور ان کی قبر کے نزدیک جو گولک رسمی ہے وہ نہ ٹرسٹی سخاوتی فنڈ ہے بلکہ وہ گولک انکی ملکیت ہے وہ صبح چاہیں اس گولک کا روپیہ خرچ کریں کوئی امین ان اوقات کے لئے جو انکے تسلط میں ہوں نہیں مقرر کرایا جاسکتا وہی خود دنیوی اور دینی حیثیت سے انکے محافظ ہیں ان سے کسی شخص کو حساب فہمی کا کوئی حق نہیں ہے وہ سوائے امام وقت کے اور کسی شخص کو حساب نہیں دے سکتے کیونکہ وہ داعی المطلق ہیں اور ان سے اور خدا سے براہ راست بلا کسی واسطے کے تعلق ہے خدا سے تو الٰہی نے جو اختیارات جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کو دئے تھے وہی اختیارات اُنکو دئے ہیں فرق صرف اتنا ہے کہ وہ رسول تھے اور طاہر سیف الدین صاحب داعی ہیں ورنہ انکے اور انکے اختیارات میں کوئی فرق نہیں ہے اور داعی صاحب کو خدا سے سیدھا تعلق ہے ملا صاحب موصوف نے یہ بھی فرمایا کہ میں بواہر قوم کے ہر ایک فرد کے خیال جان و مال اور ملکیت وغیرہ کا مالک ہوں اور ہر قوم کا ہر ایک فرد جو کچھ کہ میں حکم کروں اُنکے بجالانے کے لئے بھی قول ہوتا ہے اور کوئی شخص میرے حکم اور کام کے خلاف چون و چرا نہیں کر سکتا اور میں قوم بواہر کے ہر ایک فرد کی ذاتی ملکیت لینا چاہوں تو لے سکتا ہوں اور اگر کسی شخص نے وقف یا ٹرسٹ کیا ہو تو میں اُسکو اپنی مرضی کے مطابق بدل سکتا ہوں بلکہ رد کر سکتا ہوں اور کل ملکیت اپنے قبضے میں لے سکتا ہوں علاوہ اسکے قوم بواہر کا کوئی شخص ہمیشہ کے لئے کوئی سخاوتی کام اپنی مرضی کے موافق اور میری مرضی کے خلاف نہیں کر سکتا اور اگر بذریعہ کورٹ بھی اُس نے کوئی سخاوتی کام کیا ہو یا کوئی ملکیت وقف کی ہو یا ٹرسٹ کیا ہو اور وہ میری مرضی کے خلاف ہو تو اُسکو میں رد کر سکتا ہوں

علاوہ اسکے دعوت کی جتنی ملکیتیں ہیں اور بوہرہ قوم کی ذاتی ملکیتوں کا اور بخاوتی ملکیتوں کا اور ٹرسٹ کی ملکیتوں کا سب کا مین اکیلا مالک ہوں اس لیے مجھے کوئی شخص حساب نہیں لے سکتا اور زمین ٹرسٹی مقرر کیا جاسکتا ہوں۔

۳۱۔ اگست ۱۹۲۷ء کو دوران مقدمہ بین ملا صاحب کے حکم سے اُنکے وکیل نے یہ بھی کہا کہ ملا صاحب بغیر کسی واسطے کے خدا کے نائب ہیں بلکہ سچ پوچھو تو خدا ہیں۔ چونکہ بوہرہ قوم انکو خدا مانتی ہے کھنڈوے کے مقدمے میں ایک شخص احمد علی نے ملا علی بھائی سے سوال کیا کہ تم ملا صاحب کو کیا جاننے ہو؟ اس نے جواب دیا کہ زمین کا خدا اتنا ہوں ملا صاحب نے یہ بھی کہا تھا کہ بوہرہ قوم کی ہر ایک مسجد بند کرنے کا مجھکو حق حاصل ہے جب چاہوں بوہرہ قوم کی ہر ایک مسجد بند کر سکتا ہوں۔

لیکن ۱۷ ستمبر ۱۹۲۷ء کو ملا صاحب کے فرماؤ کے مطابق اُن کے وکیل نے ظاہر کیا کہ ملا صاحب کو قوم بواہر کی کوئی بھی مسجد بند کرنے کا حق نہیں ہے ہاں صرف اتنا کر سکتے ہیں کہ اپنے مریدوں کو کسی مسجد میں جانے سے منع کر سکتے ہیں۔ ملا صاحب نے یہ بھی کہا تھا کہ اُنکو ہمیشہ الہام ہوتا ہے اور وہ ہر ایک امر الہام سے کرتے ہیں جب جسٹس مارٹن نے یہ سوال کیا کہ بمبئی میں جو دو ملکیتیں ہیں (۱) ایک موقوفہ مریم بانی صاحبہ (۲) موقوفہ وزیر بانی صاحبہ اُنکے خط و قبالہ میں آپ کے پیشرو ملا عبداللہ بدر الدین صاحب ٹرسٹی گردانے گئے تھے اور اُن قبالہ میں اُن کے دستخط موجود ہیں اسی طرح اُنپر ۱۹۲۷ء میں آپ سے بھی دستخط کئے ہیں اور آپ بھی ٹرسٹی مقرر ہوئے ہیں اس سے پایا جاتا ہے کہ بوہرہ قوم کے اوقاف ملکیت مسجد قبر دعوت فقہ گولک وغیرہ کے آپ ٹرسٹی ہیں مالک کیسے ہو سکتے ہیں اسپر ملا صاحب نے جواب دیا کہ میں نے وہ خط و قبالہ نہیں پڑھا تھا کیونکہ وہ انگریزی میں لکھا ہوا تھا اور نہ وکیل نے پڑھ کر سنایا تھا اسپر مارٹن صاحب نے کہا کہ آپ داعی مطلق ہیں اور بقول آپ کے آپ کو خدا سے براہ راست تعلق ہے اور آپ ہر اک کام الہام سے کرتے ہیں تو کیا دستخط

کہتے وقت آپ کو الہام نہیں ہوا کہ ان قبالوں میں آپ ٹرسٹی مقرر ہوئے ہیں لہذا آپ دستخط نہ کیجیے اسکے جواب میں ملا صاحب نے کہا کہ الہام نہ مجھ کو ہوتا ہے اور نہ امام کو اور نہ وحی کو اور نہ نبی کو۔ ملا صاحب نے یہ بھی کہا تھا کہ میں بھی غلطی نہیں کر سکتا اور نہ کبھی جھوٹ بولتا ہوں پیغمبروں اور اماموں کی طرح گناہوں سے معصوم ہوں مگر حج نے فیصلہ کیا کہ میں ملا صاحب کی نسبت یہ نہیں کہہ سکتا کہ وہ گناہگار ہیں البتہ مجھ کو اس سے انکار ہے کہ ملا صاحب سے گناہ کا صدور ہونا ممکن نہیں۔

دوران مقدمہ میں میثاق کی بابت جسٹس مارٹن نے فرمایا کہ میثاق امام الزمان کے ساتھ وفادار رہنے کی قسم ہے اور یہ باتیں اگلے زمانے کی ہیں اس میں جتنے اختیارات ملا صاحب کے لیے ہیں اُسکی نسبت میں نے ملا صاحب سے دریافت کیا کہ آپ اُنکے عمل میں لاسکتے ہیں اسکے جواب میں ملا صاحب موصوف نے انکار کیا کیونکہ اُن اختیارات میں غلام بنانے کا بھی ایک اختیار ہے جسکو کہ مدت ہوئی گورنمنٹ نے فوجداری گناہ سمجھا ہے جسٹس مارٹن کا قول ہے کہ ملا صاحب کے وکیلوں نے اُنکا مذہبی درجہ اتنا بڑا ظاہر کیا ہے کہ شاید وہ نقصان کرے ایسا کہنا غلط ہے کہ ملا صاحب خدا ہیں بلکہ ایسا دعویٰ کرنا گناہ ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ اسلامی قاعدے سے الٹا ہے تمام دنیا کے علما اور عقلا جانتے ہیں کہ اسلامی مذہب یہی ہے کہ خدا ایک ہے اُس کا کوئی شریک نہیں قرآن مقدس میں ایسا لکھا ہے کہ عیسائیوں نے غلطی کی ہے کہ عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خدا مانتا ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ عدالت نے مارچ ۱۹۰۶ء کے وسط میں یہ فیصلہ کر دیا کہ ملا صاحب از خود سے قانون سینٹھر جاندا بھائی کی قبر کے گولک فنڈ اور مسجد وغیرہ کے ایک اہلین اور ٹرسٹی ہیں ان سے ہر معمولی ٹرسٹی کی طرح حساب لیا جاسکتا ہے اور گولک فنڈ ایک نیراتی ٹرسٹ ہے۔ اس فیصلے کے بعد سے جو قوم بواہر میں ہر ایک جگہ کی ملا کر رہتے تھے لیکن اوہ تین سو اڑتالیس مسجدیں اور دعوت فنڈ میں سب ایک ہی

قاعدے پر مبنی ہو گئیں کہ ملا صاحب کے ٹرسٹی ہونے کی حیثیت رکھتے ہیں۔
منصف عدالت نے اگرچہ ملا صاحب کی آمدنی کو خیراتی فنڈ قرار دیکر ملا صاحب کو
ٹرسٹی گردانا مگر انکی مذہبی حیثیت پر نظر دو راندیشی غور کر کے یہ تجویز کیا کہ ملا صاحب
اپنے ذاتی اختیارات سے اس اثیر آمدنی کو جس طور پر خرچ کرتے ہیں اسکی نسبت بھی
یہ شکایت نہیں ہوئی کہ اس میں افراط و تفریط کی جاتی ہے مزید برآں ان کے
پیروکاران میں سے جتنے لوگ بھی گواہ پیش ہوئے ان سب نے یہی کہا کہ ملا صاحب کو
ہماری جان و مال کا اختیار ہے ان سے حساب نفی کا مطالبہ مذہباً سو ادبی ہے۔
ایسی حالت میں عدالت اس وقت تک مداخلت کرنا غیر ضروری سمجھتی ہے جب تک کہ
آمدن کے بیجا نہ ہونے کی شکایت خاص طور پر پیش نہ ہو اور سب دوست ملا صاحب سے
بہتر کوئی ٹرسٹی نظر نہیں آتا۔

اور چونکہ ایڈووکیٹ جنرل نے اپنے دعوے کا حصہ ثابت کر دیا اس واسطے کل خرچے کا
یون حصہ اٹکوا دیا جاسے اور یا وہ حصہ ملا صاحب کے ذمے رہے اگر دوسرے ٹرسٹی
مقرر ہوتے تو پورا حصہ خرچے کا ملا صاحب کے ذمے ہوتا۔

جسٹس مارٹن اپنے فیصلے میں یہ بھی لکھتے کہ بوہرہ قوم کے مذہب کی کتابیں قرآن شریف
حدیث اور نہج البلاغہ ہیں ان کتابوں میں ملا صاحب کہیں بھی یہ نہ بتا سکے کہ ٹرسٹ
اور اوقات کا میں مالک ہوں اور بوہرہ قوم کی جان و مال کی ملکیت کے
مالک ہونے کے ثبوت میں ملا صاحب نے بہت سے داخلے بتائے لیکن ان میں
سے کسی داخلے سے فاضل حج کو یہ اطمینان نہوا کہ ملا صاحب اپنے مریدوں کی جان
و مال کی ملکیت کے مالک ہو سکتے ہیں۔

ملا صاحب کے والد محمد برہان الدین صاحب پر ۱۹۳۷ء میں ۲۸۲ نمبر کا مقدمہ
سورٹ کی عدالت میں دائر ہوا تھا مدعی نے عرضی میں یہ بتلادیا تھا کہ ۱۹۳۷ء میں
ملا صاحب کے قرض ادا کرنے کے لیے اور دوسرے سخاوتی کاموں کے لئے ایک
داؤدی بوہرہ فنڈ قائم ہوا ہے لہذا اسی فنڈ پر مجھ کو قرض کا حکم دیا جاسے اس وقت

ملا برہان الدین صاحب نے تحریری یہ جواب دیا کہ یہ فنڈ میرے فائدے کے لئے نہیں ہے اور اس فنڈ سے محکو کوئی تعلق بھی نہیں ہے اسی طرح اس فنڈ کے سرسلیوں نے بھی یہی بچاؤ کیا کہ یہ داؤ دی بوہرہ فنڈ ملا برہان الدین صاحب کے قرض واکرنیکے لیے نہیں کیا گیا ہو اور اس فنڈ میں اُنکا کوئی حق نہیں ہے۔ مقدمہ مذکورہ بالا میں جب مدعی ناکامیاب ہوا تو اُس نے ملا صاحب کے لئے مکان پر قرضی کا حکم چاہا اسکے جواب میں ملا برہان الدین صاحب نے یہ تحریری بچاؤ کیا کہ یہ مکان میرا نہیں ہے یہ تو میرے دو صغیر لڑکوں کا ہے۔

مدعی کو مجبوراً اپنا مقدمہ سال ۱۹۶۶ء میں اس مضمون کا دائر کرنا پڑا کہ ان دونوں صغیر لڑکوں کی ملکیت کے مالک ملا صاحب ہیں۔ ملا صاحب نے جواب دیا کہ میں اپنے دونوں صغیر لڑکوں (طیب بھائی اور طاہر بھائی) یعنی موجودہ ملا صاحب کی ملکیت کا مالک نہیں ہوں اور میرا اور دعوت کی گادی کا اپیر کوئی حق نہیں ہے اور یہ ملکیت اُنھوں نے اپنے ذاتی روپوں سے خریدی ہے وہ اس طرح کہ میں داعی ہوں اور یہ میرے فرزند ہیں جس وقت میں کہیں اپنے مرید کے یہاں کھانے جاتا ہوں تو ان کو بھی ساتھ لیجاتا ہوں وہاں انکو جو کچھ نذرانہ ملتا ہے اُن پونے اُنھوں نے یہ ملکیت خرید کی ہے جس وقت یہ کاغذ جسٹس مارٹن نے پڑھے تو نہایت ہی تعجب کے ساتھ کہا کہ ملا طاہر سیف الدین تو خوب ہوشیار ہیں وہاں جب مکان جانے کی نوبت آئی تو یہ کہہ دیا کہ داعی کا اور دعوت کی گادی کا ہم پر کوئی حق نہیں اور جب خود داعی ہوئے تو بوہروں کی جان مال کی ملکیت کے مالک بنتے ہیں اخبارات بمبئی میں یہ بیان بڑی تفصیل سے لکھے گئے ہیں۔

بلکہ ۲۱ نومبر ۱۹۶۶ء کے اخبار دبدبہ سکندری جلد ۵۸ میں تو یہاں تک مرقوم ہے کہ سال ۱۹۶۶ء میں ملا برہان الدین صاحب پر مبلغ ۵۴۰۰۰ ہزار کی ڈگری ہوئی تھی اُسکی وصولی کے لئے مدعا علیہ نے ملا برہان الدین صاحب کو جیلخا نہ بھیجنے کے لئے تجویز کی تھی اور وارنٹ نکالا تھا مگر کورٹ نے اُس وارنٹ کو

منسوخ کر دیا جب کہ مدعی اور مدعا علیہ کے درمیان یہ معاہدہ ہو چکا تھا کہ جیلخانے
 نہیں بھیجوں گا قسط سے روپیہ وصول کر لوں گا۔ مذکور مدعی عبدالطیب مشائخ اور
 دوسرے افراد تھے جو فرقہ ابواہر سے تھے اور ملا برہان الدین صاحب سوقت
 داعی تھے اور وہ شخص مرید تھے۔

ایک سنسنی پیدا کرنے والا انکشاف

تحفہ عید کے نام سے ایک مثنوی چھپی ہے اُس میں یہ چند شعر مندرج ہیں۔

جا کر سیف سے بوچھے کوئی	بجسم الدین پہ کس نے نص کی
داعی چار جو گزرے پہلے	وہ ہرگز منصوب نہ تھے
داعی اُن کے بعد بنے تم	دعوت کا اسباب ہوا گم
نص ہی ثابت نہیں ہے تم پر	داعی تم کو مانیں کیون کر

کتاب ضوء نور الحق لمبین مصنف ملا طاهر سیف الدین صاحب
 شیخ ابواہر

اس کتاب کے بعض مضامین مولوی ولی محمد اسماعیل سریا وہ ساکن ریاست
 جونا گڑھ علاقہ کا ٹھیکہ دار نے اہل سنت و جماعت اور امامیہ کو اشتعال دلانے
 کے لیے شائع کرائے جس سے داعی صاحب کی نسبت اُردو کے بہت سے
 اخبار و مہین وہ مضامین نکلے جو اُن کی شان کے خلاف تھے۔ اور فتویٰ نگاران
 اہل سنت و جماعت و اثنا عشریہ نے اپنی تحریروں میں اُنکو ایسے سخت و درشت
 الفاظ سے یاد کیا ہے کہ ہمیں تو بحیثیت نقل بھی اُنکا اعادہ یہاں مناسب نہیں معلوم ہوتا
 اس میں شبہ نہیں کہ ملا صاحب نے جعفریہ بوہرون کے سرغنہ ملا جعفر نہروانی
 جو سلیمانہ بوہرون کے پیشوا ملا سلیمان اور فرقہ علویہ کے مقتدا علی بن ابراہیم
 و ملا عبدالحسین ناگپوری وغیرہ کو ایسے الفاظ سے یاد کیا ہے جو اکابر کے لیے

نازیبا ہلین خدا جانے کب کے گڑے گڑے اکھڑ کر آتش نفاق مغوب بھڑکایا ہے
 ان لوگوں کو ابلیس کا مصاحب گمراہ۔ گمراہ کرنے والا۔ شیطان۔ رحمت خدا سے
 ناامید۔ دشمن آل محمد۔ فتنہ پرداز۔ مدعی۔ عدوانہ۔ کافر۔ راندہ بارگاہ خدا۔
 بیمار دل۔ واومی ہلاکت و سلاکت میں سرگردان۔ پریشان۔ مفتری۔ ظالم۔
 کاذب۔ اندھی اور بہری جماعت کا سردار۔ کذاب۔ مدعی وحی۔ نکتا شیطان۔
 کہ جو عالموں کے بھیس میں لوگوں کو نظر آیا اور بڑے علمائے راشدین کو فتنے میں
 ڈالا۔ شیطان وقت۔ مرتد۔ مارق۔ فاسق۔ وغیرہ وغیرہ بتا کر کہا ہے کہ یہ اور
 انکے متبعین سب کے سب جہنم کے ایندھن ہیں۔ باقی مطالب اس میں وہ ہیں
 جو ان کی خاص قوم سے تعلق رکھتے ہیں اسی لیے اُنھوں نے کتاب کے آخر میں
 یہ عبارت لکھ دی ہے ہذہ مخصوصۃ للفرقة الداؤدیۃ پس یہ کتاب فروخت
 نہیں ہوئی صرف ملا صاحب کے مریدوں میں تقسیم ہوئی۔ علم ادب کے لحاظ سے
 یہ ایک بہترین کتاب کہی جاسکتی ہے۔ نمونے کے طور پر تھوڑا سا بیان اصل کتاب
 سے نقل کر کے میں یہ دکھانا چاہتا ہوں کہ ملا صاحب بوہرون کو کس بات کی
 نصیحت کس نہج پر کرتے ہیں۔

وَذَا كُرْهِنَا فَصْلًا جَاءَ عَنْ بَعْضِ الْعُلَمَاءِ الْمَوْحِدِينَ فِي الرِّسَالَةِ النِّجْمِ الثَّاقِبِ
 لِلْمُهْتَدِينَ وَالْعَذَابِ الْوَاثِبِ لِلْمُعْتَدِينَ أَعْلَى اللَّهِ قَدْسَهُ فِي عَرَفَاتِ الْمُخْلَدِينَ
 (مَعْتَمِدًا لِمُؤْمِنِينَ) وَاخْوَانِي الْحَسَنِينَ الْمُؤْمِنِينَ بَعْدَهُ اللَّهُ وَآيَمَانُهُمْ وَالْمُؤْتَمِنِينَ
 كِتَابَهُمْ بِآيَمَانِهِمْ - أَعْلَمُوا الْحَسَنَ اللَّهُ تَوْفِيقَكُمْ وَسِرِّ عَلَى الْهَدَى طَرِيقَكُمْ
 أَنْ أَوَّلَ الْمَعَارِفِ فِي الدِّينِ تَوْحِيدُ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَإِنَّهُ مِنْ تَحْتِ طَاعَةِ الْعَالَمِينَ
 وَغَايَةُ خَشْيَةِ الْمُتَقَدِّمِينَ وَعِبَادَةٍ وَمَلَائِكَتِهِ الْمُقَرَّبِينَ وَإِنَّهُ هُوَ الَّذِي دَعَا
 إِلَيْهِ كُلُّ قَوْمٍ مِنَ الْأَنَامِ وَادْعَاهُ كُلُّ فِرْقَةٍ مِنْ فِرْقِ الْأَسْلَامِ وَلَا نَعْلَمُ أَحَدًا
 يَقُولُ بَغْيًا تَوْحِيدَهُ قَالًا لَخَلَّتْهُ أَوْ مَعْتَقِدًا السَّرَّةَ وَعَلَانِيَتَهُ وَهُمْ لِنَشْرِائِهِ
 غَيْرُ مُؤْمِنِينَ وَلِحَقْوَقِهِ غَيْرُ مُؤَدِّينَ فَلَا يَغْنَى تَوْحِيدُهُمْ عَنْهُمْ فِتْنًا وَلَا أَهْلًا

لذلك غير طائفة اهل الحق سبيلا - وذلك ان توحيد العبد للمعبود
لا يكون لامعرفة ما بينه وبينه من الحدود فاما المسلمون الذين يثبتون
بكلمة الاخلاص وهم كافة اهل الجماعة والسنة - وكلمة الاخلاص هي
التي قال فيها رسول الله صلى الله عليه وآله انه من قالها مخلصا دخل
الجنة وهي لا تقبل منهم وترد عليهم لانهم لم يقروا بالا بالرسول وحده
وانكروا مرتبة الوصي الذي هو اول الحدود بعده ولو كان اقرارا بالرسول
دون اقرار الوصي صادق القول كانت الشهادة لله كافية دون الشهادة
للرسول وابى الله ان يقبل من اخل بحد من الحدود شهادة او يرفع
له عملا او يشكر له عبادة بل لا يقبل شهادة الا على من هم دون شهادة
الادنى ولا ينفعها اقرار الاول اذا جحد للآخرى مقامه الاسنى - لانه
جعل الله الذي لطرف منه بيد الله وطرف منه بيد العباد - وانه لا نجا
لاحد دون معرفته عا ليههم وعا ليههم في المعاد قال الله تعالى واحتصموا
بحبل الله جميعا واذا عرفتكم هذا ابدا الوجيز من المقالة - لان الرسالة لا
نحمل الاطلاة فنقول ان الحبل الذي نذكره بكلمة الله الى الاعتصام به احد
طرفيه بايديكم هو اخوكم واقل عبيد اما ماكم الذي يدعوكم اليه ويهديكم
والطرف الاخر الذي بيد الله هو منتهى حد ودعاء النفس وهو رسول
ربكم المؤيد بروحه القدوس لحال من ماله الدين محل الشمس وان امام
ربنا نكم محله من الدين محل الرسول - فهو في وقته منتهى حد ودعاء
الطبيعة ومطرح اشعة ماله العقول فمن زعم ان معرفته لنبية او -
نبية او امام زمانة تكفي - حرفة طاعى او انه ضل عن قصد
السبيل وباع من مذهب الويل وكانت شهادة لله غير مقبولة لان
اسبابه بجميع الحدود وغير موصولة -

ترجمہ عبارت مذکورہ بالا کا تھوڑی سی توضیح کے ساتھ یوں ہے -

اور ذکر کرتے ہیں ہم ایک فصل کو کہ آئی ہے بعض علماء سے موحیدین سے رسالہ النجم الثاقب
 للمہتدین والعذاب لواء شبلہ للمعتدین میں بلند کرے خداے تعالیٰ اُس عالم کی بزرگی
 مخلصین کی غرقات میں۔ اے گروہ مؤمنین و برادران نیکو کار ادا کرنے والے خدا کے
 عہد و قسم کو کہ دیجا نیکی اُنکی کتاب (نامہ اعمال) اُنکے سیدھے جانب سے۔ جانو تم
 بہتر کرے خدا تمہاری توفیق اور کھول دے ہدایت پر تمہارا راستہ کہ تحقیق معارفِ دینی کی
 شروع رب العالمین کی توحید ہے اور وہ عابدوں کی طاعت کی انتہا ہے اور متقین
 کے خوف کی غایت ہے اور ملائکہ مقربین کی عبادت ہے اور تحقیق بات یہ ہے اور
 وہی ہے وہ شے کہ دعوت کی اُسکی طرف ہر قائم نے اور دعویٰ کیا اُسی کا ہر فرقہ
 اسلام نے اور نہیں جانتے ہم کسی ایک کو کہ کئے بغیر توحید کے کوئی قول اپنی نجات
 کے لئے یا اعتقاد رکھے اپنے ظاہر و باطن کے لئے اور وہ اُسکی شرائط کے وفا کرنے والے
 نہیں ہیں اور نہ اُسکے حقوق کے ادا کرنے والے ہیں پس نہ فائدہ پہونچائیگی اُن کو
 اُن کی توحید اور نہ ہدایت اُسکی طرف سوائے اہل حق کے گروہ کے (یعنی توحید کا
 راستہ صرف ایک ہی جماعت اہل الحق کو ملا ہے اور وہ داؤد و یسویہ ہیں۔ آگے
 ملا صاحب اس بات کا بیان کرتے ہیں کہ دوسرے فرقے اسلام کو اُنکی توحید فرہ بھر
 کام نہ آنے کی (وجہ یہ ہے کہ) نہیں ہوتی بندے کی توحید اپنے معبود کے لیے بغیر معرفت
 اُن حدود کے جو اُسکے اور اُسکے درمیان ہیں پس مسلمان کہ شہادت دیتے ہیں
 کلمہ اخلاص کی اور وہ اہل سنت و جماعت ہیں اور کلمہ اخلاص وہ ہے کہ فرمایا رسول خدا
 صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسکی بابت کہ جو اُسے اخلاص کے ساتھ کہیگا وہ جنت میں
 داخل ہوگا اور وہ کلمہ اخلاص اُسے نہیں قبول کیا جائیگا بلکہ اُس پر واپس کیا جائے گا
 کیونکہ اُنھوں نے صرف رسول کو مانا ہے اور وصی رسول (یعنی امیر المؤمنین علی)
 کے مرتبے کا انکار کرتے ہیں جو پہلی حد ہے رسول کے بعد ادا کر ہوتا اقرار رسول بدون
 اقرار وصی کے لائق قبول تو ضرور کافی ہوتی شہادت خدا بدون شہادت رسول کے
 حالانکہ انکار کیا ہے خدا نے اس سے کہ قبول کو بے شہادت کو اُس شخص سے جس نے

غالبی چھوڑا ہو کسی حد کو جملہ حدود سے یا بلند کرے اُسکے لئے کوئی عمل یا اُسکی کوئی عبادت قبول و پسند فرمائے۔ بلکہ نہیں مقبول ہوتی بندوں سے شہادت اعلیٰ بدون شہادتِ ادنیٰ کے اور نہیں نفع پہنچاتا اُسکا اقرار کرنا حد اول کا جیکہ انکار کرتا ہے حدِ آخر کے مقامِ جلی کا کیونکہ یہ خدا کی رسی ہے کہ ایک سر اُسکا خدا کے ہاتھ میں ہے اور ایک بندوں کے ہاتھ میں ہے۔ اور حقیقت میں نہیں ہے نجات کسی ایک کے لئے بدون معرفتِ اعلیٰ و ادنیٰ کے۔ فرمایا خداے تعالیٰ نے کہ پکڑے رہو خدا کی رسی مضبوطی سے اور جیکہ جان لیا اس کو اختصار کے ساتھ کیونکہ یہ رسالہ طوالت کا تحمل نہیں پس لیتے ہیں ہم کہ تحقیق خدا کی وہ رسی کہ خدا نے اُسکے پکڑے رہنے کا حکم دیا ہو اُسکا ایک سر اٹھارے ہاتھ میں ہے اور وہ سرا میں اٹھارہ پھائی اور اٹھارے امام کا جسکی طرف میں تمکو دعوت کرتا ہوں (کمترین بندہ ہوں اور دوسرا سر جو خدا کے ہاتھ میں ہے وہ منتہائے حدود و عالم نفس ہے اور وہ اٹھارے رب کا رسول ہے (جو روح القدس کے ساتھ مدد دیا گیا ہے جسکا محلِ عالمِ دین میں آفتاب کا محل ہے) اور نیز امام وقت جو جس کا محلِ دین میں محلِ رسول ہے (یعنی رسول کا قائم مقام ہے) پس وہ امام اپنے وقت میں منتہائے حدود و عالمِ الطبیعت ہے اور عالمِ عقول کی شعا عون کے جذب ہونے کا مقام ہے اب جو کوئی یہ خیال کرے کہ نبی اکرم کی معرفت یا وحی (حضرت علی) یا امام وقت کی معرفت داعی وقت کی معرفت کے بغیر اُسکو کافی ہے تو وہ شخص سیدے رستے سے بہک گیا ہے اور اُسے عذابِ سخت کو اٹھایا۔ اور اُسکا خدا کے لئے گواہی دینا نامقبول ہوا کیونکہ اُسکے اسبابِ تمام حدود سے غیر موصول ہیں۔

مذکورہ بالا عبارت کا ایک مقام سنیوں سے متعلق ہے اور دوسرا شیعہ وغیرہ اودیہ سے پہلے مقام میں اجمالاً تمام مسلمانوں کی توحید کو باشتنا سے اپنی جماعت کے شرائط و حقوقِ توحید کے ادا اور وفا نہ کرنے سے بالکل غیر نافع قرار دیا ہے اور سب اُسکا عہد و معبود کے درمیان فی حدود کی عدم معرفت بتا کر تفریعاً اور تخصیصاً سنیوں کے کلمے کو غیر مقبول و مردود قرار دیا گیا ہے اور دوسرے مقام میں بالتخصیص غیر عارف

شیعوں سے تعرض کیا گیا ہے اور ان کے لیے فقط نبی و وصی نبی و امام زمان کی معرفت
بغیر معرفت داعی وقت غیر کافی جان کر انہیں گمراہ اور مستحق عذاب سخت اور غیر
مقبول الشہادت بنایا گیا ہے۔

عبارت کتاب سے یہ نہ معلوم ہوا کہ جناب مصنف رسالہ مذکور کے نزدیک کن شرائط
کے ادا اور وفا کر لینے سے توحید سی عامۃ النفع شے بالکل بیکار ہو جاتی ہے اور وہ
کونسی شرائط ہیں جنکو مصنف موصوف کے متبع زنجیہ انہوں نے طائفہ اہل حق
سے تعبیر کیا ہے) ادا اور وفا کر رہے ہیں اور وہ عجب و مبہوت کی درمیانی حد دیکھا ہیں
جنکی معرفت کے بغیر توحید کامل نہیں ہوتی ممکن ہے کہ انکا ایک سچا ارادہ مند
سیاق عبارت کو دیکھ کر کہہ سکے کہ حضور کا یہ سکوت حضور کے انکسار پر محمول ہے
اور مراد ان شرائط و حدود سے خود حضور ہی کی ذات فیض آیات ہے کیونکہ جب
سینوں کا کلمہ فقہ اس وجہ سے غیر مقبول و مردود ہے کہ وہ توحید کے بعد اکیلی رسالت
ہی کے مقررین اور شیعوں اس لیے ان ناسزا کلمات کے مستحق ہیں کہ وہ معرفت نبی
و وصی اور امام زمانہ کے بعد داعی وقت کی معرفت نہیں دیکھتے تو یہ امر صاف صاف
واضح ہوا جاتا ہے کہ مراد ان شرائط و حدود سے خود حضرت ہی کی ذات ہے حالانکہ
یہ ایک ایسا تحکم ہے جسکو بجز ان کے متبعین کے دوسری قوم اور دوسرا فرقہ کو اختیار نہیں
کرتے تو یہ ہیں اقل عید اما مکرمہ ایک سید صی ساری بات یوں دیکھیں گے کہ
امام زمانہ جو اہل بیت سے ہیں ان کے ساتھ کس قدر خوش عقاد دی و نیاز مندی اس شخص
کو ہے لیکن اس نیاز مندی میں بھی اپنا جوہر دکھا گئے ایک مٹی ہوئی رسی کے
ایک طرف خدا ہے اور دوسری طرف داعی صاحب ہیں نبی و وصی و امام زمانہ
بچ بین ہیں گویا احاطہ کرنے والوں میں صرف دو ہیں ایک خدا اور دوسرے
داعی صاحب۔ لیکن اس خود غرضی کا کیا کیا جائے کہ دین اسلام کا ہر فرقہ آپس میں
کٹا مڑتا ہے اور ایک دوسرے کی تکفیر کو اپنا نصب العین بنائے ہوئے ہو اور ہر ایک
دوسرے کے مقتداؤں پر لعنت بھیج کر آتش انفاق کو خوب بھڑکا۔ اپنی اپنے گروہ کو

ناجی اور مخالفین کو ناری بتاتا ہے اور اتحاد اسلامی کے فوائد کو جو پیغمبر اسلام کی تبلیغ کا پتھر ہے ذہن میں نہیں آنے دیتا اسی اصول کی بنا پر داؤد یہ پیر و ن کے ملا صاحب نے بھی اپنے پیروں سے خطاب کیا ہے۔ اور یہی مسلمانوں کے باہمی نزاعات ناخون سے گوشت جدا کرنے اور اچھا و اموات دونوں کو مستحق شہتہ قرار دینے میں کامیاب ہو رہے ہیں اور اسلام کا بول بالا کرنے کے عوض اس قدر پست کیا جا رہا ہے کہ اس بول کے بولنے والے اور اس کلمے کے کہنے والے بالکل اسلام ہی سے خارج کیے جا رہے ہیں اور انھیں مشرک و کافرا تک بنانے میں تامل نہیں کیا جاتا حالانکہ کلمہ گویوں کی تکفیر تا وقتیکہ وہ کھلم کھلا دین کے منکرینوں بالاتفاق جائز نہیں۔

خوج

یہ دراصل ہندو ہیں اور اب تک انکی ایک تعداد سوامی نرائن پتھ کی پیروی ہے جو مسلمان ہو گئے ہیں ان میں تین فرقے ہیں (۱) اسماعیلی (۲) سنی (۳) اثنا عشری۔ جو فرقہ تعداد میں سب سے بڑا ہے اسماعیلی ہی۔ سوامی نرائن خوجوں کی تعداد بہت قلیل ہے اور ریاست بھاو نگر کے قصبہ گڈ مہرا میں ایک دو مکان انکے پائے جاتے ہیں۔ ایک دفعہ ان میں سے ایک شخص مر گیا چونکہ وہ آسودہ حال تھا اور اسے مندر میں کچھ روپیہ بھی دیا تھا اس لیے سوامی نرائن پتھ والوں نے اسکی آئرز کر یا کی مگر ایک دوسرے خوج کے مرنے پر انھوں نے لاش اٹھانے سے انکار کیا میت کے متعلقین اثنا عشری خوجوں سے مستعدی ہوئے کہ وہ جنازہ اٹھائیں اثنا عشری خوجوں نے اس شرط پر جنازہ اٹھایا اور اپنے قبرستان میں میت کو دفن کیا کہ آئندہ سوامی نرائن خوجے اثنا عشری مذہب کھین گے اس واقعے سے پہلے ہی سوامی نرائن خوجے ختنہ کرواتے تھے اور اب بھی کرواتے ہیں۔ مسلمانوں کے ساتھ بیٹھ کر پاک ہی دسترخوان بلکہ ایک ہی برتن میں کھانا کھانے میں بھی انھیں کوئی عذر نہیں۔ البتہ وہ گوشت سے پرہیز کرتے ہیں مگر گوشت خواروں سے کوئی نفرت نہیں رکھتے۔

اسماعیلی خوبے

یہ فرقہ امامی اسماعیلی بھی کہلاتا ہے اور یمنی و مدراس وغیرہ میں پھیلا ہوا ہے۔ خاص کر کاٹھیاواڑ کے جزیرہ نما میں زیادہ رہتا ہے اور انھوں نے اپنی تجارتی نوآبادیان افریقہ کے مشرقی کنارے پر قائم کی ہیں۔ نو دس سال قبل یمنی کے خوجون بین ہزار پانسو سنت جماعت لوگوں کے سوا باقی تمام خوبے آغا خانی تھے اور ہزار ہائیں آغا خان کو حاضر امام اور اپنا پیشوا سے مذہب تسلیم کرتے تھے مگر فروری ۱۸۴۸ء سے آغا خانی جماعت کے دو حصے ہو گئے ہیں ایک وہ جو آغا خانی یعنی امامی اسماعیلی ہیں اور دوسرے وہ ہیں جو اثنا عشری مذہب کہتے ہیں آخر الذکر جماعت نے اپنی ایک بڑی مسجد۔ امام باڑہ اور مدرسہ تعمیر کر لیا ہے اور ان کی جماعت میں پانچ ہزار سے زیادہ نفوس ہیں اور ان لوگوں میں مشمول اور تعلیم یافتہ لوگ بکثرت دکھائی دیتے ہیں۔

پریچنک آف اسلام مولفہ آر نلڈ کے صفحہ ۲۲۵ میں مذکور ہے کہ پیر صدر الدین آج سے چار سو برس پہلے ہندوستان میں آئے تھے اور اسماعیلی مذہب رکھتے تھے انھوں نے اپنا ایک ہندو نام رکھا تھا اور ہندوؤں کے مذہب کی مناسبت سے انھوں نے ایک کتاب بنائی تھی جس کا نام انھوں نے دسا اوتار (دس اوتار) رکھا تھا اور اُس کتاب میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو دستوان اوتار مانا تھا خوجون نے اُس کتاب کو اجتہاد ہی سے بطور آسمانی کتاب کے مانا اور مرنے کے وقت وہ کتاب ہمیشہ برکت کے لئے پڑھی جاتی ہے اور اسی طرح بہت سے دستورات میں اُسکو پڑھتے ہیں اُس کتاب میں انھوں نے یہ کہا تھا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آدم و شبنو حضرت علی کو اور حضرت آدم کو شیو بنایا سب سے پہلے پیر صدر الدین کے مرید اعلیٰ سندھ کے گانوں اور قصبوں میں ہوئے اور انھوں نے کچھ میں گئی جا کے سلام پھیلا یا اور وہاں سے اُنکے اصول جنوب کی طرف کجرات اور یمنی تک

پھیل گئے پیر صدر الدین پہلے اسلامی مشنری نہیں ہیں جو ہندوستان میں آئے بلکہ اُن سے چند صدی پہلے اسماعیلیوں میں سے ایک شخص الموت سے بھیجا گیا تھا اور یہ گجرات میں پہونچا وہاں سدھ راج کی حکومت تھی اس اسماعیلی نے اپنا ہندو نام رکھا اور مسلمانوں سے کہا میرا اصلی نام سعادت ہے اس شخص نے کُن بی۔ کہا ر اور کوری ادنیٰ قسم کے ہندوؤں کو مسلمان کیا۔ مگر ہم جو آگے چلے ایک مقدمے کے کاغذات سے پیر کے حالات پر مزید روشنی ڈالیں گے اُن سے یہ ثابت ہو گا کہ ہندوستان میں پہلے خوجوں کے اسماعیلی بنانے کے لیے پیر صدر الدین ہی آئے تھے اور یہ ضمون خود سلطان محمد شاہ آغا خان کے بیان سے ماخوذ ہو گا۔

سانکلو پیڈیا آف انڈیا کی دوسری جلد کے صفحہ ۱۲۵ میں حالات حیدرآباد کے ضمن میں لکھا ہے کہ خوجوں کو ایران میں ہلاکو خان نے مارا تو وہ اُس وقت بھاگ کر ہندوستان میں آئے اور امپیریل گزیٹیر آف انڈیا تا اب تک ہنٹر جلد سوم صفحہ ۵۲ مطبوعہ ۱۸۸۴ء میں لکھا ہے کہ خوجے ہندوؤں سے ایمان لائے ہیں اور اُن لوگوں نے آغا خان کو اسماعیلی خاندان کا امام اور اپنا روحانی پیشوا تسلیم کیا ہو اور آغا خان گویا اساسن کے جسکی اصل حشیشین ہے اور یہ حسن صباح حمیری کا گروہ ہے قائم مقام سمجھے جاتے ہیں اس فقرے سے کہ آغا خان گویا حشاشین کے قائم مقام سمجھے جاتے ہیں یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ آغا خان خاندان نزاریہ میں سے ہیں نہ مستعلویہ میں سے یہی وجہ ہے کہ بوہرے جو مستعلویہ کی روش پر ہیں آغا خان کی امامت کے منکر ہیں اور بوہروں کے بڑے ملاجی جن کا مقام سورت میں ہے اور آغا خان میں یہ فرق ہے کہ آغا خان خود اسماعیلی نسل میں ہونے کی وجہ سے اپنے متبعوں کے نزدیک امام ہیں اور بوہروں کے ملاجی داعی ہیں امام نہیں پرچنگ آف اسلام اور سانکلو پیڈیا کا حاصل مطلب بھی یہ ہے کہ خوجے نزاریہ کے سلسلے میں داخل ہیں کیونکہ الموت میں یہی خاندان حکومت کرتا تھا اور چنگیز خانیوں کے ہاتھ سے اسی خاندان کی سلطنت برباد ہوئی خاندان نزاریہ کا آخری فرمان روا امام رکن الدین ۱۲۵۶ء ہجری میں ہندوستان سے ہوا

اور وہ ایک سال بھی حکومت و امامت نہ کرنے پایا تھا کہ چنگیز خان کے پوتے ہلاکو خان نے اسے گرفتار کر کے ہزاروں ملاحہ کو تہ تیغ کیا اور پھر اس کے بعد بغداد کی طرف توجہ کی خلفائے بغداد اور والیان الموت کی بربادی کا ایک زمانہ ہے اور ششم ہجری میں سلاطین اسماعیلیہ مصر کا خاتمہ سلطان نور الدین والی موصل و دمشق کے ہاتھ سے ہو چکا تھا قیاس یہ چاہتا ہے کہ ریاست الموت کی بربادی کے بعد آغا خان کے اجداد نے مشرقی حصہ ایران میں سکونت اختیار کی مگر صحیفہ زرین کے بیان سے جو غالباً سلطان محمد شاہ آغا خان کی واقفیت کے ساتھ لکھا گیا ہے معلوم ہوتا ہے کہ جب سلاطین اسماعیلیہ حکومت کا مصر میں زوال آیا تو آغا خان کے اجداد مشرقی حصہ ایران میں آباد ہو گئے اس کی پچھلی روایت سے یہ نتیجہ مترتب ہوتا ہے کہ آغا خان ائمہ الموت کے جانشین و یادگار نہیں لیکن مشہور یہی ہے کہ آغا خان کا خاندان اسماعیلیہ الموت سے ہے اور فرقہ نزاریہ سے جو مستنصر کے بعد نزار کی امامت کا معتقد ہے جدا نہیں ہے کیونکہ کتب و دلائل سے جنکی تفصیل اوپر ہوئی یہ بات ثابت ہے کہ خو جون کے عقائد کی لڑی اسماعیلیہ الموت کے ساتھ ملی ہوئی ہے اور آغا خان ائمہ الموت کے قائم مقام ہیں بہر صورت ایران میں سکونت اختیار کرنے کے بعد عرصہ دراز تک آغا خان کے اسلاف کے خاندان کے تاریخی حالات کا پتا نہیں لگتا انہیں جو کچھ انھیں مورخ ہوادہ مرزا ابو الحسن جان قمی کے نام سے مشہور ہے یہ شخص سلاطین زندیہ کے عہد سے آغا محمد شاہ کے سلطنت ایران حاصل کر لینے تک کرمان کا حاکم رہا مرزا ابو الحسن کے انتقال کے بعد ان کے فرزند شاہ خلیل اللہ نامی محلات قم میں رہنے لگے اس لیے محلاتی مشہور ہوئے شاہ خلیل اللہ اسماعیل بن امام جعفر صادق کی اولاد میں ہونے کی وجہ سے فرقہ اسماعیلیہ میں نہایت واجب التحظیم اور امام سمجھے جاتے تھے شاہ خلیل اللہ اسماعیلی کے پاس اسماعیلیہ فرقے کے ہزاروں آدمی ایران توران بلکہ ہندوستان تک کے آتے اور زکوٰۃ بے شمار پہونچاتے تھے یہ اعلیٰ درجے کے امیرانہ ٹھانڈے سے رہتے تھے پھر شاہ خلیل اللہ بنو درو چلے گئے وہاں دو برس رہنے پائے تھے کہ اتفاق سے ایک دن ان کے کارندوں

گرفتاری کے لئے بھیجا حسن علی شاہ کو یہ تو ہم ہوا کہ یہ میری گرفتاری کے لئے مامور کیا گیا ہے اسلئے کوہستان نزاق میں چلے گئے حسن علی شاہ کے باپ کے وقت کے اور خود انکے زمانے کے بھی بہت سے آدمی ان کے مرید کرمان میں تھے اور اُس ملک میں انکی شجاعت و سخاوت کی بڑی دھوم تھی کرمان میں تمام اسماعیلیہ ان کی جان نثاری کو موجود تھے حیدر آباد سندھ اور بندر عباس میں بھی انکے بہت سے اسنے والے تھے حسن علی شاہ نے اپنی سواریاں محلات سے اٹھ کر عتبات عالیات کی طرف روانہ کر دیں اور اپنے لئے بھی مکہ معظمہ کی روانگی کا حکم حاصل کیا پھر جعلی احکام سلطنت کی جانب سے اس مضمون کے تیار کر کے کہ کرمان کی حکومت حسن علی شاہ کو دی گئی اپنے دوستوں کے پاس بھیجے اور انہی طرف سے انکو لکھا کہ رعایا کو میری اطاعت اور دوستی کی طرف مائل کیا جائے اور خود بندر عباس کی راہ سے طائف اور نجد کے بندر گاہوں کو عبور کر کے کرمان پہنچنے کا تہیہ کیا جب یہ خبر شاہی حکام کو ہوئی تو بہمن مرزا بہاء الدولہ حاکم یزد اور فضل علی خان حاکم کرمان کے نام حسن علی شاہ کی گرفتاری کے لیے احکام صادر ہوئے حسن علی شاہ یزد پہنچے تو حاکم یزد و توہین اور فوج لیکر بڑھا اور مقام مہرین حسن علی شاہ کو روک لیا اچھوٹا جنگ نہونے پائی تھی کہ رات ہو جانے کی وجہ سے حسن علی شاہ وہاں سے آگے چلتا نہیں سکا۔ شہر بابک میں پہنچکر تمام افسران کرمان کو اپنی تشریف آوری کے احکام لکھے کرمان میں ایک بڑا آدمی مریض خلافت رہتا تھا اُس کو لکھا کہ میں بیت اللہ کی دیارت کے ارادے سے مکہ معظمہ کو جا رہا تھا کہ راتے میں پادشاہ کی طرف سے کرمان کی حکومت کی سند بھکو پہنچی اس لیے میں کرمان کو آتا ہوں آپ میرے استقبال کی تیاری کریں حسن علی شاہ کے دادا مدتوں کرمان میں حاکم رہ چکے تھے اور خاندان عطار آئی اور خراسانی آدمی ان سے بہت عقیدت رکھتے تھے اسلئے تین چار ہزار آدمیوں نے ان کے استقبال کی تیاری کی کہ اسی عرصے میں فضل علی خان حاکم کرمان کے پاس سلطنت کی طرف سے یہ حکم جا پہنچا کہ حسن علی شاہ وہاں آئیں تو انہیں گرفتار کر لینا چاہیے حسن علی شاہ نے اول شہر بابک کو فتح کیا اور یہاں سے بہت کچھ زور و جہا

حاصل کر کے کرمان کی طرف بڑھے اور اپنے بھائی محمد باقر خان کو سیرجان پر قبضہ کرنے کے لیے روانہ کیا باقر خان زید آباد تک پہنچنے پایا تھا کہ فضل علی خان حاکم کرمان نے یورش کر کے اُسکو گھیر لیا حسن علی شاہ مدد کو پہنچے اور بہت سے کشت و خون کے بعد حسن علی شاہ کو شکست ہوئی میدان جنگ سے بھاگ گئے پھر حسن علی شاہ نے فوج جمع کر کے اسفند قہ کا قصد کیا اور اُسپر قبضہ کر کے بہت سی ریسد جمع کرنی اور ابل نکلے پاس رودبار اور بلوچستان کے آدمی کثرت سے جمع کیے فضل علی خان نے دو توپیں اور فوج لیکر یہاں بھی حسن علی شاہ کو گھیر لیا اور ایسی شدت دی کہ وہ فرار ہو گئے اور سوئی کے سارے موسم میں مقام میناب میں رہ کر فوج کے جمع کرنے میں مصروف رہے موسم بہار آتے ہی کئی توپیں اور بہت سی جمعیت لیکر پڑے ترک اور اتھشام کے ساتھ فتح کرمان کے قصد سے متحرک ہوئے فضل علی خان نے اپنے بھائی اسفندیار خان اور عبداللہ خان وغیرہ افسروں کی ماتحتی میں فوج حسن علی شاہ کے مقابلے کو روانہ کی حسن علی شاہ نے ہر ایک کو شکست دی اسفندیار خان مارا گیا اور حسن علی شاہ اس جوش میں بڑھے چلے گئے کہ بردسیہ میں جو کرمان سے پندرہ فرسنگ ہے جا کر ٹھہرے اور اب ان کی شجاعت اور فتحمندی کا تمام ملک میں شہرہ ہو گیا اور قلعہ مشیز میں بڑے استحکام کے ساتھ رہے اور جا بجا فتحناے روانہ کیے فضل علی خان کرمان میں حسن علی شاہ سے جنگ کرنا مناسب سمجھا اپنے چیدہ اور خاص آدمیوں کو ہمراہ لیکر حسن علی شاہ سے لڑنے کے لئے مشیز کو روانہ ہوا حسن علی شاہ کے دلپر فضل علی خان کا کچھ ایسا رعب چھایا کہ اُسکی آبداد کا آوازہ سنتے ہی بغیر مقابلہ ہم اور نہ ہاشیر کی طرف بھاگ گئے فضل علی خان نے بھی تعاقب نہ چھوڑا یہاں تک کہ بلوچستان کے ملک کی طرف حسن علی شاہ نے رخ کیا اور وہ پیچھے تھا اور مقام ریکان میں جہان سے نہ ہاشیر کا ضلع ختم ہو کر بلوچستان کی حد شروع ہوتی ہے فضل علی خان نے حسن علی شاہ کو گھیر لیا اور اتنا کشت و خون کیا کہ دو تہائی آدمی حسن علی شاہ کے مارے گئے اور جو حسن علی شاہ شب کے وقت تمام مال و اسباب اور توپیں اور ہمراہی چھوڑ کر وہاں سے بھاگ نکلے

فضل علی خان نے تمام سامان پر قبضہ کر لیا حسن علی شاہ کا لڑائی جھگڑا چل رہا تھا کہ رہا تھا پھر حسن علی شاہ قندھار ہوتے ہوئے سندھ میں داخل ہو گئے۔

حسن علی شاہ کی کچھ جائداد ہندوستان میں تھی اُن کے آنے سے ہندوستان کے طرفدار بہت خوش ہوئے یہ نہایت سناٹو دی لیاقت و فراست کے آدمی تھے انھیں یہ دیکھ کر بڑی حیرت ہوئی کہ ایرانیوں اور انگلستانیوں کے اصول اور برتاؤ میں کس قدر فرق ہے انکو پیش ازین انتظام سے مواظبت ہوئی اور انھوں نے جلد تر اسکا ثبوت دیا کہ اول افغانی جنگ اور سندھ کی لڑائی میں تمہیں خدمات انجام دیں اور جس قدر سرچارس ٹیپیر صاحب سے ملاقات کر کے اُنکے ساتھ سندھ کی جنگ و جدل میں شریک رہے اور جو سرحدی جرگے اُنکی سرغنائی کو تسلیم کرتے تھے اُن پر بنا اثر ڈالا اس کے بعد انھوں نے بیہی اور پونہ میں سکونت اختیار کی اور گورنمنٹ سے اُنکو پشن ملی اور ہنر مانٹنس خطاب عطا ہوا اور ان کو دوبار فارس سے آغا خان خطاب ملا تھا جو ان کے اور ان کی اولاد کے نام کے ساتھ لگایا جاتا ہے اما سون سے اسکا کچھ تعلق نہیں ہے جب شیعہ بن آغا حسن علی شاہ سے ملا جو اسی برس کی عمر میں انتقال کیا تو اُنکے بڑے بیٹے آغا علی شاہ اُن کے جانشین ہوئے۔

آغا علی شاہ جیمس فرگسن صاحب کے ہمد گورنری میں اُن کی مجلس وضع آئین و قوانین کے ممبر مقرر ہوئے انھوں نے شیعہ میں قضا کی وہ صرف چار برس سماعیہ فرقے کے مقتدار رہے انھوں نے انتقال سے ایک سال قبل اپنے خلیفہ الرشید سلطان محمد شاہ کے سامنے گلو کو جو اُن کا فارسی کا ترجمان تھا کُناں پڑھنے کا حکم دیا اسکا مطلب یہ تھا کہ خوب شیعہ امامیہ اسماعیلیہ کے مذہب میں آگئے ہیں اور سلام شاہ اس زمانے کے امام بتلائے گئے تھے اور اُن کی گادی کے جانشین کو ہمیشہ امام مبین چاہیے اور اُسکو نجوشی و سون نذر کرنا چاہیے اور آغا علی شاہ اپنی زندگی میں

کونون کے اعلان کے بعد اور وائس روائٹ اور نون کے اعلان سے اسکے معنی و سوان حصہ ہے ۱۲

سلطان محمد شاہ کو کہو دین چند آباد کے قریب اپنے مرنے سے ایک ماہ پہلے اپنا جانشین مقرر کر دیا تھا اور یہ رسم اس طرح ادا ہوئی کہ جماعت خانے میں انہما کو سنے گئے اور ان کو تخت پر بٹھا کر جماعت کو حکم دیا کہ ان کے ہاتھ چوبیس دستار برس کی عمر میں سلطان محمد شاہ آغا خان کو موروثی ذمہ دار ہی ملی انکی والدہ اہل حق فلا سفر نظام الدولہ کی دستہ تھیں جو نہایت عقلی و فہیم تھیں انھوں نے تسلیم کیا کہ اگر مناسب طور پر اعلیٰ درجہ سمور کرنا منظور ہو تو اعلیٰ درجے کی تعلیم دینا سے عربی فارسی کی کتابیں تو یہ دیکھ چکے تھے لیکن ان کے انگلش استادوں نے ان کو مغربی خیالات کو بڑی ترقی دی انگلش کے عمدہ عمدہ مصنفوں کی تصانیف کے بڑے بڑے کما ان کو ذوق و شوق ہو گیا اس وجہ سے انکا انگلش زبان کا لہجہ نہایت درست ہے وہ انگریزی انتظام بہت پسند کرتے ہیں اور لیتے ہیں کہ قریب قریب انکی نسبت جدید قواعد و انتظامات عمدہ ہیں محمد شاہ دین آغا خان نے اپنے بیٹا آغا جنگی شاہ کی بیٹی سے شادی کی۔ آغا جنگی شاہ کو اپنا سے سفیر میں آئندہ مخالفوں نے مار ڈالا تھا۔ محمد شاہ دین آغا خان کو سی ایس آئی کا نمونہ ملا اور وہ یورپ کی سیر کو گئے اور ایوان و نڈرین ملکہ و کٹوریہ کی بجا آوری آدابہ کا شرف حاصل ہوا۔ سو قوت آغا خان ایڈورڈ ہفتم کے کہ ولی عہد تھے رو برٹ شیش کیے گئے اور ان کے ہندوستان آنے کے قبل یہ ملاقات رفتہ رفتہ ہوتی ہے درجے کو پہنچ گئی۔ آغا خان جب سے یورپ کی سیر کو گئے تھے تب سے ان کے ساتھیوں کے دور وہ ہو گئے اور جو ان کے پیروں سے جدا ہو گئے وہ آشنا عشری ٹھوچون کے نام سے موسوم ہوئے اس علیحدگی کا خاص سبب یہی معلوم ہوتا ہے کہ ان لوگوں نے اس مذہب کو عمل کے قابل و آغا خان کو مذہبی سرغنائی کے لائق نہیں سمجھا جدید فرقے نے اپنی ایک سجد پالالین متصل سیمویل اسٹریٹ میں افتتاح کی وہ خوب جو آغا خان کی سرغنائی کو قبول نہیں کرتے تھے انھوں نے لوکل اخبارات میں اس بات کو شائع کر دیا آخر میں ۹ مارچ ۱۹۰۷ء کی صبح کو یہ بات پھر شہر ہوئی۔ جب کہ آغا خان کے بیٹی میں داخلے کی خبر گرم ہوئی اس تفریق سے جو بد مزگی پیدا ہوئی تھی اس سے آغا خان کے

ساتھیوں کو بڑھی ہوئی اور بدلہ لینے کا خیال پیدا ہوا چنانچہ جب نکا پیشوا مارچ کو بمبئی میں داخل ہوا تو اُن کو اپنی آرزو پوری کرنے کا موقع ملا مسجد کا ایک متولی جب مسجد سے نکل کر اپنے گھر کو جا رہا تھا تو اس پر حملہ کیا گیا اور اُسکے سر و سینہ اور چہرے پر چھریاں مار دی گئیں جس سے وہ بچاں ہو کر گرا اسکے بعد اُنھوں نے لال جی سجن اور قاسم تاجی میانی دوسرے متولیوں پر حملہ کیا اور اُن کو شدید مجروح کیا۔

۱۸۔ مارچ کو آغا خان نے اسماعیلیہ خوجوں کے سامنے زبان فارسی میں اس واقعہ کے متعلق اپنی بیچ دی اُنھوں نے کہا میں نے نکو تحریری اور نیز زبانی وعظ کے طریقے سے عوام میں اور پریوٹ طور سے سمجھا با اور تمکو مشورہ دیا کہ صلح کل کا ہر تاؤبر تو اور باتوں کو بروااست کرو اور اپنے اپنے کاموں میں مصروف رہو اور زبانی یا دوسرے طریقوں سے اپنے اُن بھائیوں سے مداخلت نہ کرو جو تمھارے ہم خیال نہیں مگر مجھے بڑا افسوس ہے کہ ہمارے گروہ کے بعض متعصب ممبروں کو میرے وعظ کا مطلق اثر نہیں ہوا میں نے تمکو آج یہاں اس غرض سے جمع کیا ہے کہ میں تمکو متنبہ کروں کہ اگر آئندہ کوئی متعصب ممبر خون کرے گا یا کسی طرح کا فساد برپا کرے گا تو میں عوام میں اپنے ہند کے مقلدین و شرقی افریقہ شام و وسط ایشیا اور دیگر ملکوں کے سفیروں کو مطلع کروں گا کہ میرا کوئی مذہبی تعلق خواجگان بمبئی سے نہیں ہے اور آئندہ تمکو اپنے مذہبی مقلدین میں نہ سمجھو گا۔ اور میں تم کو لکھوں گا نہ تمھاری کوئی جیٹھی قبول کروں گا۔ اسل یہ ہے کہ میں تمکو بالکل برادری سے خارج کروں گا۔ تمھارا فرض ہے کہ تم اپنے عزیزوں اور دوستوں کو اطلاع دو جو میں تم سے کہتا ہوں اور تم اُن سے کہدو کہ ایسے تعصب آمیز جرائم جیسے ۹۔ مارچ کو بد ذاتی اور بزدلی سے ہوئے تھے پر شک ایک وحشت انگیز حملہ ہے جو اپنے فوائد اپنے مذہب اور اپنے بھائیوں پر کیا جاوے۔ بھائیو جب میں تم سے کہتا ہوں تو میں اس بات کا یقین کرتا ہوں کہ اپنے مذہب کے متعصب ممبروں کو مطلع کرو گے کہ کیسا سخت روحانی نتیجہ تم سب کے لیے پیدا ہو گا تم کو معلوم کر لینا چاہیے کہ دوسرے لوگوں کے مذہب کا ادب کرو اور اپنے مذہب کی سچائی پر کامل طور سے اتفاق رکھو اور یقین مانو کہ خون اور قتل

کے ایسے سفاکانہ اور وحشیانہ جرائم کے مرتکب ہونے والے کو کبھی سلطنت آسمانی نہ حاصل ہوگی کیونکہ نصف اور پیارے خدا کو جسپر ہم ایمان لائے ہیں جرائم کی کثرت سے سخت نفرت ہوگی علی الخصوص جبکہ وہ عبادت کے نام سے کئے جاتے ہیں۔

اگست ۱۹۲۱ء میں بادشاہ ایڈورڈ ہفتم نے جو تاج پوشی کا جشن لندن میں کیا تو اس موقع پر آغا خان بھی ہندوستان سے بلائے گئے اور اس تاج پوشی کے اعزاز میں ۲۶ جون ۱۹۲۱ء کو راجہ جی سی ایس آئی خطاب عطا ہوا جس میں مغربی افریقہ میں آغا خان نے عمدہ خدمات کیں اور لوگوں کو اس کام پر راہنہ دیا جس کو وہ لوگ ابتداء میں ناپسند کرتے تھے شہنشاہ جرمن نے ان خدمات کے جلد میں آغا خان کو تفضیلاً اسٹار آف پرویشیا عطا کیا۔

ناظرین کی دلچسپی بڑھانے کی غرض سے آغا خان کی تسخیر کی داستان بطور مشقہ نمونہ از خروارے پیش کی جاتی ہے اس سے ہر شخص اندازہ کر لے گا کہ انکی خدا داد عزت اور جاہ و جلال مسلمانوں کے تنزل و افلاس کے زمانے میں درحقیقت الصلیحہ کی کہانیوں سے کم نہیں ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ کلکتہ میں آغا خان کی تشریف آوری کی خبر آئی خود لوگوں کے کلکتہ میں بڑے بڑے کامیاب ترین پس کلکتہ کے مقتدر و خوجہ تجارت نے ایک جلسہ کیا آغا خان آغا خان تیس چالیس ہزار روپیہ آغا خان کے استقبال کے لیے جمع کر لیا آغا خان کا استقبال بالکل اس طرح عمل میں آیا جیسا کسی شاہنشاہ وقت کا ممکن ہوتا ہے ریلوے سٹیشن نہایت مکلف طریقے میں آراستہ تھا اور پلیٹ فارم سے باہر تک نخل و قالینوں کا فرش بچھا ہوا تھا خوب جے لوگ اور دیگر معتقدین نہایت ادب اور انتظار سے صفت بستہ پلیٹ فارم پر کھڑے تھے کہ آغا خان گاڑی سے اترے اگرچہ استقبال کرنے والوں میں بڑے بڑے درجون کے رؤسا اور تاجر موجود تھے اور ان لوگوں کی آمدنی و دولت ان کے لیے قارون زمان کا خطاب حاصل کر سکتی تھی مگر کسی کی مجال نہ تھی کہ آگے بڑھ کر ہاتھ ملا سکے سب نے نہایت ادب سے جھک جھک کر دونوں ہاتھوں سے سلام کیا اور آغا خان نے نہایت خندہ پیشانی سے

دونوں ہاتھوں سے سلام لیا پلیٹ نام سے ہرچم غفران کی زیارت کے لیے موجود تھا اور ایک چار گھوڑوں کی گاڑی انکو قیام گاہ پر لیجانے کے لیے تیار تھی آغا خان نے چاروں طرف سب کے سلام لینے کے لئے نگاہ دوڑائی اور پھر گاڑی میں سوار ہو گئے جسوقت گاڑی کو چلانے کے لئے حکم دیا گیا ان کے چہرے پر کچھ پسینے کے آثار دکھائی دیتے تھے آغا خان نے ایک ریشمی رومال جیب سے نکالا اور پسینہ پونچھ کر یہ رومال اپنے معتقدین کی طرف پھینک دیا معتقدین جبکہ گھروں میں دنیا کی دولت جبری افراط سے موجود تھی بے تحاشا اس رومال پر چھپٹے اور آنا فانا میں اس رومال کی سیکڑوں دھبیان اڑ گئیں جس کسی کے ہاتھ میں رومال کا ذرا سا حصہ بھی پڑا اُسے آکھوں سے لگایا اور جبری احتیاط سے جیب میں رکھ لیا دوسرے دن آغا خان نے اپنے معتقدین کے لیے دربار باز دید منعقد کیا اس مکان کی زیبائش اور آرائش سنگی قابل دید تھی آغا خان کے لیے ایک سونے کی کرسی بچھائی گئی تھی اور سنہری میز پر ایک شہری پیالہ بڑے سائز کا رکھا ہوا تھا معتقدین چاروں طرف نہایت ادب کے ساتھ کرسیوں پر بیٹھے ہوئے تھے اور ان میں سے ایک ایک نمبر وار اٹھ اٹھ کر آغا خان کے سامنے آتا تھا اور سر تسلیم خم کرتا تھا اسوقت آغا خان پانوں میں موزے نہیں پہنے ہوئے تھے پس ہر مرید اپنی جیب سے عطر کی شیشی نکال کر آغا خان کے پانوں پر عطر چھا دے کرتا تھا اور اس عطر سے اپنے چند رومالوں کو معطر کرتا تھا سونے کے پیالے کو عطر سے خالی کر کے آئین اپنی حیثیت کے موافق اشرفیان ڈال جاتا تھا۔

سر آغا خان نے دہلی کانفرنس میں اپنی اپنی مین ذکر کیا تھا کہ اسلامی تاریخ میں دو دن نہایت سیاہ گزرے ہیں اول وہ دن جس روز حضرت عمر الخطاب شہید کی گئی اور دوسرا وہ دن جس روز سلطنت عباسیہ کا خاتمہ ہوا تھا۔

خوجون کے عقائد وغیرہ کی تفصیل

حاجی بی بی بیوہ آغا مسعود شاہ نے آغا سلطان محمد شاہ پریانی کی عدالت عالیہ

میں بحیثیت دختر آغا جنگلی شاہ منوالہء مطابق سلسلہ ہجری میں دعویٰ دائر کیا کہ وہ مشترکہ خاندانی جائداد کی جو ہندوستان اور ایشیائے کوچک میں ہے اور جس کی مالیت دو کڑوڑ روپے کی ہے حصہ دار ہے اور مدعیہ نے حسب قانون شریع محمدی فقہ اثنا عشری اپنا حق طلب کیا لیکن مدعا علیہ کی طرف سے کہا گیا کہ وہ اسماعیلیہ شیعہ امامیہ ہے جن کے ہاں عورتوں کو ترکہ ملنے کا رواج نہیں تو اس مقدمے کے ضمن میں اس فرقے کی بہت سی مذہبی و تاریخی باتیں مختلف پیشیوں میں خود آغا اور اُن کے متبعین نے بیان کیں جن میں سے کچھ مناسب موقع باتیں یہاں لکھی جاتی ہیں۔

خوجون کا عقیدہ یہ ہے کہ آغا خان فرقہ اسماعیلیہ کے امام ہیں اور انہیں ہر ایک امام اپنے پیشرو اماموں کے سلسلے کے ذریعہ سے علی کی روشنی حاصل کرتا ہے اور ان سب ائمہ کا سلسلہ علی تک پہنچتا ہے اماموں میں آغا سلطان محمد شاہ کا نمبر اڑتالیسواں ہے آغا خان کے اور بھی بہت سے معتقد سوائے خوجون کے ہیں اُن میں سے گپتیوں کا ایک بڑا گروہ ہند اور افریقہ میں ہے امامی اسماعیلیوں کی تعداد ایران افغانستان روسی ایشیائے متوسط چینی ترکستان شام مصر اور شمالی افریقہ میں بحر روم کے کنارے پر ہے لوگ گپتیوں کو ہندو خیال کر سکتے ہیں مگر آغا خان کہتے ہیں کہ میں اُنھیں شیعہ اسماعیلیہ سمجھتا ہوں۔ خوبے مشرقی افریقہ میں بھی پائے جاتے ہیں امامی اسماعیلی ایران میں اشد عطای کہلاتے ہیں ایشیائے متوسط اور چینی ترکستان میں وہ مولای کہلاتے ہیں اور شام مصر اور شمالی افریقہ میں اسماعیلیہ کہلاتے ہیں شام میں اُنکو دُرُوس کہتے ہیں افغانستان میں وہ مولای کہلاتے ہیں جبکہ وہ ہند میں آتے ہیں تو وہ بول چال میں بدخشانی کہلاتے ہیں یہ تمام معتقد آغا خان کو نذرین دیتے ہیں اور ہند میں وہ انکے پاس اپنے قائم مقام بھیجتے ہیں جہاں کہیں وہ ہوں اور اپنے ملک سے روپیہ اور سامان لاتے ہیں وہ آداب بجالاتے ہیں اور روپیہ اُنکے

۱۲۰۰
۱۲۰۱
۱۲۰۲
۱۲۰۳
۱۲۰۴
۱۲۰۵
۱۲۰۶
۱۲۰۷
۱۲۰۸
۱۲۰۹
۱۲۱۰
۱۲۱۱
۱۲۱۲
۱۲۱۳
۱۲۱۴
۱۲۱۵
۱۲۱۶
۱۲۱۷
۱۲۱۸
۱۲۱۹
۱۲۲۰
۱۲۲۱
۱۲۲۲
۱۲۲۳
۱۲۲۴
۱۲۲۵
۱۲۲۶
۱۲۲۷
۱۲۲۸
۱۲۲۹
۱۲۳۰
۱۲۳۱
۱۲۳۲
۱۲۳۳
۱۲۳۴
۱۲۳۵
۱۲۳۶
۱۲۳۷
۱۲۳۸
۱۲۳۹
۱۲۴۰
۱۲۴۱
۱۲۴۲
۱۲۴۳
۱۲۴۴
۱۲۴۵
۱۲۴۶
۱۲۴۷
۱۲۴۸
۱۲۴۹
۱۲۵۰
۱۲۵۱
۱۲۵۲
۱۲۵۳
۱۲۵۴
۱۲۵۵
۱۲۵۶
۱۲۵۷
۱۲۵۸
۱۲۵۹
۱۲۶۰
۱۲۶۱
۱۲۶۲
۱۲۶۳
۱۲۶۴
۱۲۶۵
۱۲۶۶
۱۲۶۷
۱۲۶۸
۱۲۶۹
۱۲۷۰
۱۲۷۱
۱۲۷۲
۱۲۷۳
۱۲۷۴
۱۲۷۵
۱۲۷۶
۱۲۷۷
۱۲۷۸
۱۲۷۹
۱۲۸۰
۱۲۸۱
۱۲۸۲
۱۲۸۳
۱۲۸۴
۱۲۸۵
۱۲۸۶
۱۲۸۷
۱۲۸۸
۱۲۸۹
۱۲۹۰
۱۲۹۱
۱۲۹۲
۱۲۹۳
۱۲۹۴
۱۲۹۵
۱۲۹۶
۱۲۹۷
۱۲۹۸
۱۲۹۹
۱۳۰۰
۱۳۰۱
۱۳۰۲
۱۳۰۳
۱۳۰۴
۱۳۰۵
۱۳۰۶
۱۳۰۷
۱۳۰۸
۱۳۰۹
۱۳۱۰
۱۳۱۱
۱۳۱۲
۱۳۱۳
۱۳۱۴
۱۳۱۵
۱۳۱۶
۱۳۱۷
۱۳۱۸
۱۳۱۹
۱۳۲۰
۱۳۲۱
۱۳۲۲
۱۳۲۳
۱۳۲۴
۱۳۲۵
۱۳۲۶
۱۳۲۷
۱۳۲۸
۱۳۲۹
۱۳۳۰
۱۳۳۱
۱۳۳۲
۱۳۳۳
۱۳۳۴
۱۳۳۵
۱۳۳۶
۱۳۳۷
۱۳۳۸
۱۳۳۹
۱۳۴۰
۱۳۴۱
۱۳۴۲
۱۳۴۳
۱۳۴۴
۱۳۴۵
۱۳۴۶
۱۳۴۷
۱۳۴۸
۱۳۴۹
۱۳۵۰
۱۳۵۱
۱۳۵۲
۱۳۵۳
۱۳۵۴
۱۳۵۵
۱۳۵۶
۱۳۵۷
۱۳۵۸
۱۳۵۹
۱۳۶۰
۱۳۶۱
۱۳۶۲
۱۳۶۳
۱۳۶۴
۱۳۶۵
۱۳۶۶
۱۳۶۷
۱۳۶۸
۱۳۶۹
۱۳۷۰
۱۳۷۱
۱۳۷۲
۱۳۷۳
۱۳۷۴
۱۳۷۵
۱۳۷۶
۱۳۷۷
۱۳۷۸
۱۳۷۹
۱۳۸۰
۱۳۸۱
۱۳۸۲
۱۳۸۳
۱۳۸۴
۱۳۸۵
۱۳۸۶
۱۳۸۷
۱۳۸۸
۱۳۸۹
۱۳۹۰
۱۳۹۱
۱۳۹۲
۱۳۹۳
۱۳۹۴
۱۳۹۵
۱۳۹۶
۱۳۹۷
۱۳۹۸
۱۳۹۹
۱۴۰۰
۱۴۰۱
۱۴۰۲
۱۴۰۳
۱۴۰۴
۱۴۰۵
۱۴۰۶
۱۴۰۷
۱۴۰۸
۱۴۰۹
۱۴۱۰
۱۴۱۱
۱۴۱۲
۱۴۱۳
۱۴۱۴
۱۴۱۵
۱۴۱۶
۱۴۱۷
۱۴۱۸
۱۴۱۹
۱۴۲۰
۱۴۲۱
۱۴۲۲
۱۴۲۳
۱۴۲۴
۱۴۲۵
۱۴۲۶
۱۴۲۷
۱۴۲۸
۱۴۲۹
۱۴۳۰
۱۴۳۱
۱۴۳۲
۱۴۳۳
۱۴۳۴
۱۴۳۵
۱۴۳۶
۱۴۳۷
۱۴۳۸
۱۴۳۹
۱۴۴۰
۱۴۴۱
۱۴۴۲
۱۴۴۳
۱۴۴۴
۱۴۴۵
۱۴۴۶
۱۴۴۷
۱۴۴۸
۱۴۴۹
۱۴۵۰
۱۴۵۱
۱۴۵۲
۱۴۵۳
۱۴۵۴
۱۴۵۵
۱۴۵۶
۱۴۵۷
۱۴۵۸
۱۴۵۹
۱۴۶۰
۱۴۶۱
۱۴۶۲
۱۴۶۳
۱۴۶۴
۱۴۶۵
۱۴۶۶
۱۴۶۷
۱۴۶۸
۱۴۶۹
۱۴۷۰
۱۴۷۱
۱۴۷۲
۱۴۷۳
۱۴۷۴
۱۴۷۵
۱۴۷۶
۱۴۷۷
۱۴۷۸
۱۴۷۹
۱۴۸۰
۱۴۸۱
۱۴۸۲
۱۴۸۳
۱۴۸۴
۱۴۸۵
۱۴۸۶
۱۴۸۷
۱۴۸۸
۱۴۸۹
۱۴۹۰
۱۴۹۱
۱۴۹۲
۱۴۹۳
۱۴۹۴
۱۴۹۵
۱۴۹۶
۱۴۹۷
۱۴۹۸
۱۴۹۹
۱۵۰۰
۱۵۰۱
۱۵۰۲
۱۵۰۳
۱۵۰۴
۱۵۰۵
۱۵۰۶
۱۵۰۷
۱۵۰۸
۱۵۰۹
۱۵۱۰
۱۵۱۱
۱۵۱۲
۱۵۱۳
۱۵۱۴
۱۵۱۵
۱۵۱۶
۱۵۱۷
۱۵۱۸
۱۵۱۹
۱۵۲۰
۱۵۲۱
۱۵۲۲
۱۵۲۳
۱۵۲۴
۱۵۲۵
۱۵۲۶
۱۵۲۷
۱۵۲۸
۱۵۲۹
۱۵۳۰
۱۵۳۱
۱۵۳۲
۱۵۳۳
۱۵۳۴
۱۵۳۵
۱۵۳۶
۱۵۳۷
۱۵۳۸
۱۵۳۹
۱۵۴۰
۱۵۴۱
۱۵۴۲
۱۵۴۳
۱۵۴۴
۱۵۴۵
۱۵۴۶
۱۵۴۷
۱۵۴۸
۱۵۴۹
۱۵۵۰
۱۵۵۱
۱۵۵۲
۱۵۵۳
۱۵۵۴
۱۵۵۵
۱۵۵۶
۱۵۵۷
۱۵۵۸
۱۵۵۹
۱۵۶۰
۱۵۶۱
۱۵۶۲
۱۵۶۳
۱۵۶۴
۱۵۶۵
۱۵۶۶
۱۵۶۷
۱۵۶۸
۱۵۶۹
۱۵۷۰
۱۵۷۱
۱۵۷۲
۱۵۷۳
۱۵۷۴
۱۵۷۵
۱۵۷۶
۱۵۷۷
۱۵۷۸
۱۵۷۹
۱۵۸۰
۱۵۸۱
۱۵۸۲
۱۵۸۳
۱۵۸۴
۱۵۸۵
۱۵۸۶
۱۵۸۷
۱۵۸۸
۱۵۸۹
۱۵۹۰
۱۵۹۱
۱۵۹۲
۱۵۹۳
۱۵۹۴
۱۵۹۵
۱۵۹۶
۱۵۹۷
۱۵۹۸
۱۵۹۹
۱۶۰۰
۱۶۰۱
۱۶۰۲
۱۶۰۳
۱۶۰۴
۱۶۰۵
۱۶۰۶
۱۶۰۷
۱۶۰۸
۱۶۰۹
۱۶۱۰
۱۶۱۱
۱۶۱۲
۱۶۱۳
۱۶۱۴
۱۶۱۵
۱۶۱۶
۱۶۱۷
۱۶۱۸
۱۶۱۹
۱۶۲۰
۱۶۲۱
۱۶۲۲
۱۶۲۳
۱۶۲۴
۱۶۲۵
۱۶۲۶
۱۶۲۷
۱۶۲۸
۱۶۲۹
۱۶۳۰
۱۶۳۱
۱۶۳۲
۱۶۳۳
۱۶۳۴
۱۶۳۵
۱۶۳۶
۱۶۳۷
۱۶۳۸
۱۶۳۹
۱۶۴۰
۱۶۴۱
۱۶۴۲
۱۶۴۳
۱۶۴۴
۱۶۴۵
۱۶۴۶
۱۶۴۷
۱۶۴۸
۱۶۴۹
۱۶۵۰
۱۶۵۱
۱۶۵۲
۱۶۵۳
۱۶۵۴
۱۶۵۵
۱۶۵۶
۱۶۵۷
۱۶۵۸
۱۶۵۹
۱۶۶۰
۱۶۶۱
۱۶۶۲
۱۶۶۳
۱۶۶۴
۱۶۶۵
۱۶۶۶
۱۶۶۷
۱۶۶۸
۱۶۶۹
۱۶۷۰
۱۶۷۱
۱۶۷۲
۱۶۷۳
۱۶۷۴
۱۶۷۵
۱۶۷۶
۱۶۷۷
۱۶۷۸
۱۶۷۹
۱۶۸۰
۱۶۸۱
۱۶۸۲
۱۶۸۳
۱۶۸۴
۱۶۸۵
۱۶۸۶
۱۶۸۷
۱۶۸۸
۱۶۸۹
۱۶۹۰
۱۶۹۱
۱۶۹۲
۱۶۹۳
۱۶۹۴
۱۶۹۵
۱۶۹۶
۱۶۹۷
۱۶۹۸
۱۶۹۹
۱۷۰۰
۱۷۰۱
۱۷۰۲
۱۷۰۳
۱۷۰۴
۱۷۰۵
۱۷۰۶
۱۷۰۷
۱۷۰۸
۱۷۰۹
۱۷۱۰
۱۷۱۱
۱۷۱۲
۱۷۱۳
۱۷۱۴
۱۷۱۵
۱۷۱۶
۱۷۱۷
۱۷۱۸
۱۷۱۹
۱۷۲۰
۱۷۲۱
۱۷۲۲
۱۷۲۳
۱۷۲۴
۱۷۲۵
۱۷۲۶
۱۷۲۷
۱۷۲۸
۱۷۲۹
۱۷۳۰
۱۷۳۱
۱۷۳۲
۱۷۳۳
۱۷۳۴
۱۷۳۵
۱۷۳۶
۱۷۳۷
۱۷۳۸
۱۷۳۹
۱۷۴۰
۱۷۴۱
۱۷۴۲
۱۷۴۳
۱۷۴۴
۱۷۴۵
۱۷۴۶
۱۷۴۷
۱۷۴۸
۱۷۴۹
۱۷۵۰
۱۷۵۱
۱۷۵۲
۱۷۵۳
۱۷۵۴
۱۷۵۵
۱۷۵۶
۱۷۵۷
۱۷۵۸
۱۷۵۹
۱۷۶۰
۱۷۶۱
۱۷۶۲
۱۷۶۳
۱۷۶۴
۱۷۶۵
۱۷۶۶
۱۷۶۷
۱۷۶۸
۱۷۶۹
۱۷۷۰
۱۷۷۱
۱۷۷۲
۱۷۷۳
۱۷۷۴
۱۷۷۵
۱۷۷۶
۱۷۷۷
۱۷۷۸
۱۷۷۹
۱۷۸۰
۱۷۸۱
۱۷۸۲
۱۷۸۳
۱۷۸۴
۱۷۸۵
۱۷۸۶
۱۷۸۷
۱۷۸۸
۱۷۸۹
۱۷۹۰
۱۷۹۱
۱۷۹۲
۱۷۹۳
۱۷۹۴
۱۷۹۵
۱۷۹۶
۱۷۹۷
۱۷۹۸
۱۷۹۹
۱۸۰۰
۱۸۰۱
۱۸۰۲
۱۸۰۳
۱۸۰۴
۱۸۰۵
۱۸۰۶
۱۸۰۷
۱۸۰۸
۱۸۰۹
۱۸۱۰
۱۸۱۱
۱۸۱۲
۱۸۱۳
۱۸۱۴
۱۸۱۵
۱۸۱۶
۱۸۱۷
۱۸۱۸
۱۸۱۹
۱۸۲۰
۱۸۲۱
۱۸۲۲
۱۸۲۳
۱۸۲۴
۱۸۲۵
۱۸۲۶
۱۸۲۷
۱۸۲۸
۱۸۲۹
۱۸۳۰
۱۸۳۱
۱۸۳۲
۱۸۳۳
۱۸۳۴
۱۸۳۵
۱۸۳۶
۱۸۳۷
۱۸۳۸
۱۸۳۹
۱۸۴۰
۱۸۴۱
۱۸۴۲
۱۸۴۳
۱۸۴۴
۱۸۴۵
۱۸۴۶
۱۸۴۷
۱۸۴۸
۱۸۴۹
۱۸۵۰
۱۸۵۱
۱۸۵۲
۱۸۵۳
۱۸۵۴
۱۸۵۵
۱۸۵۶
۱۸۵۷
۱۸۵۸
۱۸۵۹
۱۸۶۰
۱۸۶۱
۱۸۶۲
۱۸۶۳
۱۸۶۴
۱۸۶۵
۱۸۶۶
۱۸۶۷
۱۸۶۸
۱۸۶۹
۱۸۷۰
۱۸۷۱
۱۸۷۲
۱۸۷۳
۱۸۷۴
۱۸۷۵
۱۸۷۶
۱۸۷۷
۱۸۷۸
۱۸۷۹
۱۸۸۰
۱۸۸۱
۱۸۸۲
۱۸۸۳
۱۸۸۴
۱۸۸۵
۱۸۸۶
۱۸۸۷
۱۸۸۸
۱۸۸۹
۱۸۹۰
۱۸۹۱
۱۸۹۲
۱۸۹۳
۱۸۹۴
۱۸۹۵
۱۸۹۶
۱۸۹۷
۱۸۹۸
۱۸۹۹
۱۹۰۰
۱۹۰۱
۱۹۰۲
۱۹۰۳
۱۹۰۴
۱۹۰۵
۱۹۰۶
۱۹۰۷
۱۹۰۸
۱۹۰۹
۱۹۱۰
۱۹۱۱
۱۹۱۲
۱۹۱۳
۱۹۱۴
۱۹۱۵
۱۹۱۶
۱۹۱۷
۱۹۱۸
۱۹۱۹
۱۹۲۰
۱۹۲۱
۱۹۲۲
۱۹۲۳
۱۹۲۴
۱۹۲۵
۱۹۲۶
۱۹۲۷
۱۹۲۸
۱۹۲۹
۱۹۳۰
۱۹۳۱
۱۹۳۲
۱۹۳۳
۱۹۳۴
۱۹۳۵
۱۹۳۶
۱۹۳۷
۱۹۳۸
۱۹۳۹
۱۹۴۰
۱۹۴۱
۱۹۴۲
۱۹۴۳
۱۹۴۴
۱۹۴۵
۱۹۴۶
۱۹۴۷
۱۹۴۸
۱۹۴۹
۱۹۵۰
۱۹۵۱
۱۹۵۲
۱۹۵۳
۱۹۵۴
۱۹۵۵
۱۹۵۶
۱۹۵۷
۱۹۵۸
۱۹۵۹
۱۹۶۰
۱۹۶۱
۱۹۶۲
۱۹۶۳
۱۹۶۴
۱۹۶۵
۱۹۶۶
۱۹۶۷
۱۹۶۸
۱۹۶۹
۱۹۷۰
۱۹۷۱
۱۹۷۲
۱۹۷۳
۱۹۷۴
۱۹۷۵
۱۹۷۶
۱۹۷۷
۱۹۷۸
۱۹۷۹
۱۹۸۰
۱۹۸۱
۱۹۸۲
۱۹۸۳
۱۹۸۴
۱۹۸۵
۱۹۸۶
۱۹۸۷
۱۹۸۸
۱۹۸۹
۱۹۹۰
۱۹۹۱
۱۹۹۲
۱۹۹۳
۱۹۹۴
۱۹۹۵
۱۹۹۶
۱۹۹۷
۱۹۹۸
۱۹۹۹
۲۰۰۰
۲۰۰۱
۲۰۰۲
۲۰۰۳
۲۰۰۴
۲۰۰۵
۲۰۰۶
۲۰۰۷
۲۰۰۸
۲۰۰۹
۲۰۱۰
۲۰۱۱
۲۰۱۲
۲۰۱۳
۲۰۱۴
۲۰۱۵
۲۰۱۶
۲۰۱۷
۲۰۱۸
۲۰۱۹
۲۰۲۰
۲۰۲۱
۲۰۲۲
۲۰۲۳
۲۰۲۴
۲۰۲۵
۲۰۲۶
۲۰۲۷
۲۰۲۸
۲۰۲۹
۲۰۳۰
۲۰۳۱
۲۰۳۲
۲۰۳۳
۲۰۳۴
۲۰۳۵
۲۰۳۶
۲۰۳۷
۲۰۳۸
۲۰۳۹
۲۰۴۰
۲۰۴۱
۲۰۴۲
۲۰۴۳
۲۰۴۴
۲۰۴۵
۲۰۴۶
۲۰۴۷
۲۰۴۸
۲۰۴۹
۲۰۵۰
۲۰۵۱
۲۰۵۲
۲۰۵۳
۲۰۵۴
۲۰۵۵
۲۰۵۶
۲۰۵۷
۲۰۵۸
۲۰۵۹
۲۰۶۰
۲۰۶۱
۲۰۶۲
۲۰۶۳
۲۰۶۴
۲۰۶۵
۲۰۶۶
۲۰۶۷
۲۰۶۸
۲۰۶۹
۲۰۷۰
۲۰۷۱
۲۰۷۲
۲۰۷۳
۲۰۷۴
۲۰۷۵
۲۰۷۶
۲۰۷۷
۲۰۷۸
۲۰۷۹
۲۰۸۰
۲۰۸۱
۲۰۸۲
۲۰۸۳
۲۰۸۴
۲۰۸۵
۲۰۸۶
۲۰۸۷
۲۰۸۸
۲۰۸۹
۲۰۹۰
۲۰۹۱
۲۰۹۲
۲۰۹۳
۲۰۹۴
۲۰۹۵
۲۰۹۶
۲۰۹۷
۲۰۹۸
۲۰۹۹
۲۱۰۰
۲۱۰۱
۲۱۰۲
۲۱۰۳
۲۱۰۴
۲۱۰۵
۲۱۰۶
۲۱۰۷
۲۱۰۸
۲۱۰۹
۲۱۱۰
۲۱۱۱
۲۱۱۲
۲۱۱۳
۲۱۱۴
۲۱۱۵
۲۱۱۶
۲۱۱۷
۲۱۱۸
۲۱۱۹
۲۱۲۰
۲۱۲۱
۲۱۲۲
۲۱۲۳
۲۱۲۴
۲۱۲۵
۲۱۲۶
۲۱۲۷
۲۱۲۸
۲۱۲۹
۲۱۳۰
۲۱۳۱
۲۱۳۲
۲۱۳۳
۲۱۳۴
۲۱۳۵
۲۱۳۶
۲۱۳۷
۲۱۳۸
۲۱۳۹
۲۱۴۰
۲۱۴۱
۲۱۴۲
۲۱۴۳
۲۱۴۴
۲۱۴۵
۲۱۴۶
۲۱۴۷
۲۱۴۸
۲۱۴۹
۲۱۵۰
۲۱۵۱
۲۱۵۲
۲۱۵۳
۲۱۵۴
۲۱۵۵
۲۱۵۶
۲۱۵۷
۲۱۵۸
۲۱۵۹
۲۱۶۰
۲۱۶۱
۲۱۶۲
۲۱۶۳
۲۱۶۴
۲۱۶۵
۲۱۶۶
۲۱۶۷
۲۱۶۸
۲۱۶۹
۲۱۷۰
۲۱۷۱
۲۱۷۲
۲۱۷۳
۲۱۷۴
۲۱۷۵
۲۱۷۶
۲۱۷۷
۲۱۷۸
۲۱۷۹
۲۱۸۰
۲۱۸۱
۲۱۸۲
۲۱۸۳
۲۱۸۴
۲۱۸۵
۲۱۸۶
۲۱۸۷
۲۱۸۸
۲۱۸۹
۲۱۹۰
۲۱۹۱
۲۱۹۲
۲۱۹۳
۲۱۹۴
۲۱۹۵
۲۱۹۶
۲۱۹۷
۲۱۹۸
۲۱۹۹
۲۲۰۰
۲۲۰۱
۲۲۰۲
۲۲۰۳
۲۲۰۴
۲۲۰۵
۲۲۰۶
۲۲۰۷
۲۲۰۸
۲۲۰۹
۲۲۱۰
۲۲۱۱
۲۲۱۲
۲۲۱۳
۲۲۱۴
۲۲۱۵
۲۲۱۶
۲۲۱۷
۲۲۱۸
۲۲۱۹
۲۲۲۰
۲۲۲۱
۲۲۲۲
۲۲۲۳
۲۲۲۴
۲۲۲۵
۲۲۲۶
۲۲۲۷
۲۲۲۸
۲۲۲۹
۲۲۳۰
۲۲۳۱
۲۲۳۲
۲۲۳۳
۲۲۳۴
۲۲۳۵
۲۲۳۶
۲۲۳۷
۲۲۳۸
۲۲۳۹
۲۲۴۰
۲۲۴۱
۲۲۴۲
۲۲۴۳
۲۲۴۴
۲۲۴۵
۲۲۴۶
۲۲۴۷
۲۲۴۸
۲۲۴۹
۲۲۵۰
۲۲۵۱
۲۲۵۲
۲۲۵۳
۲۲۵۴
۲۲۵۵
۲۲۵۶
۲۲۵۷
۲۲۵۸
۲۲۵۹
۲۲۶۰
۲۲۶۱
۲۲۶۲
۲۲۶۳
۲۲۶۴
۲۲۶۵
۲۲۶۶
۲۲۶۷
۲۲۶۸
۲۲۶۹
۲۲۷۰
۲۲۷۱
۲۲۷۲
۲۲۷۳
۲۲۷۴
۲۲۷۵
۲۲۷۶
۲۲۷۷
۲۲۷۸
۲۲۷۹
۲۲۸۰
۲۲۸۱
۲۲۸۲
۲۲۸۳
۲۲۸۴
۲۲۸۵
۲۲۸۶
۲۲۸۷
۲۲۸۸
۲۲۸۹
۲۲۹۰
۲۲۹۱
۲۲۹۲
۲۲۹۳
۲۲۹۴
۲۲۹۵
۲۲۹۶
۲۲۹۷
۲۲۹۸
۲۲۹۹
۲۳۰۰
۲۳۰۱
۲۳۰۲
۲۳۰۳
۲۳۰۴
۲۳۰۵
۲۳۰۶
۲۳۰۷
۲۳۰۸
۲۳۰۹
۲۳۱۰
۲۳۱۱
۲۳۱۲
۲۳۱۳
۲۳۱۴
۲۳۱۵
۲۳۱۶
۲۳۱۷
۲۳۱۸
۲۳۱۹
۲۳۲۰
۲۳۲۱
۲۳۲۲
۲۳۲۳
۲۳۲۴
۲۳۲۵
۲۳۲۶
۲۳۲۷
۲۳۲۸
۲۳۲۹
۲۳۳۰
۲۳۳۱
۲۳۳۲
۲۳۳۳
۲۳۳۴
۲۳۳۵
۲۳۳۶
۲۳۳۷
۲۳۳۸
۲۳۳۹
۲۳۴۰
۲۳۴۱
۲۳۴۲
۲۳۴۳
۲۳۴۴
۲۳۴۵
۲۳۴۶
۲۳۴۷
۲۳۴۸
۲۳۴۹
۲۳۵۰
۲۳۵۱
۲۳۵۲
۲۳۵۳
۲۳۵۴
۲۳۵۵
۲۳۵۶
۲۳۵۷
۲۳۵۸
۲۳۵۹
۲۳

سامنے رکھتے ہیں شام سے بھی قائم مقام آتے ہیں اور اسی طرح نذر کرتے ہیں ایران اور افغانستان والے بھی ایسا ہی کرتے ہیں شمالی افریقہ کے معتقدین کم تعداد میں ہیں اور جب آغاخان یورپ کو جاتے ہیں تو وہ آتے ہیں اور وہ انھیں مارسلین میں دیکھتے ہیں اسکے قبل وہ ہندوستان میں آتے تھے مشرقی افریقہ والے آغاخان کو جبکہ وہاں جاتے ہیں روپیہ دیتے ہیں یا انکے حکم سے ان کے ساتھ کارون کو روپیہ بھیجتے ہیں یہ خیال کرنا غلط ہے کہ آغاخان کو نذرین قرآن کی ہدایات کے موافق دیجاتی ہیں جو کہ سیدون اور غربا اور سافرون وغیرہ کو دینے کا حکم دیتا ہے۔ خوبصورتی آمدنی میں سے دسواں حصہ آغاخان کو دیتے ہیں اور اس نذر کو دسواں بولتے ہیں گناہ میں اسکی ہدایت ہے یہ خوبون کا فرض ہے کہ اپنے امام کو نذرین گناہ میں بہت سے بیانات ہیں جو کہ اس بات کی صلاح معتقدون کو دیتے ہیں کہ دسواں امام کو دین یہ لوگ جو اپنی آمدنی کا ایک بڑا حصہ آغاخان کو دیتے ہیں تو وہ لوگ خیال کرتے ہیں کہ اگر وہ اپنے امام کو نذرین تو وہ اس جہان میں سرسبز ہونے اور صلہ حاصل کرنے کے علاوہ دوسرے جہان میں بھی نجات حاصل کریں گے بعض نذرین آغاخان کو ڈاکٹر اور وکیل کی دیجاتی ہیں اسکا یہ مطلب نہیں ہے کہ یہ آغاخان کو ایسے دیجاتی ہیں کہ وہ ڈاکٹرون اور وکیلون کی اجرت ادا کریں بلکہ یہ خیال کیا جاتا ہے کہ دینے والے کو ڈاکٹرون اور وکیلون کے متعلق نقصان سے بری رکھیں گے اور ان کو بیمار نہ ہونے دینگے اور نہ انکو وکیل کی ضرورت پڑنے دینگے اسکا سبب یہ ہے کہ آغاخان کو گو خدا نہیں سمجھتے یا خدا کی طرح پرستش نہیں کرتے لیکن انکو دنیا میں خدا کا قائم مقام تصور کرتے ہیں اور یہ خیال کرتے ہیں کہ ان میں علی کا نور ہو جو امام زندہ اور موجود ہوا اسکو حاضر امام کہتے ہیں۔

یہاں بعض خوبونکے جوابات لکھے جاتے ہیں حج یا کوئل بڑے کے سوالات بھی بعض بعض مقامات پر درج کئے جاتے ہیں

جوابات

حاضر امام ۱۹-۲۱-۲۳- رمضان کو ناز پڑھاتے ہیں۔

ہم بارگاہ اماموں کی زیارت نہیں پڑھتے۔

علی خدا ہے علی کے پہلے دس مل اوتار ہوئے ہیں۔

ہم نمازوں میں کبھی نہیں پڑھتے۔

کوئی خوجہ حج کرنے اور کاظمین اور سامرہ کو نہیں گیا

قرآن کو میں نہیں مانتا جب قرآن نازل ہوا میں موجود نہ تھا۔

(سوال) قرآن کو بحیثیت مسلمان ہونے کے مذہبی کتاب جانتے ہو۔

(جواب) جس کی ہوگی وہ جانے۔

(سوال) تم مسلمان ہو۔

(جواب) ہاں مگر دوسرے فرقے کے۔

(سوال) قرآن پر عمل کرتے ہو۔

(جواب) نہیں۔

(سوال) لا الہ الا اللہ کو مانتے ہو۔

(جواب) ہاں ہمارے مذہب میں بھی ایسا ہے۔

(جواب) نماز سال بھر میں دو دفعہ پڑھ سکتے ہیں۔

تھانہ میں یون نہیں ہوتی کہ وہاں حاضر امام نہیں ہوتا۔

علی دسویں اوتار ہیں محمد اُنکے پیغمبر تھے۔

علاوہ ان جوابات کے بعض اور سوالات کے جوابات میں حضرت علی خدا ظاہر کئے گئے ہیں

اور آغا سلطان محمد شاہ کو اُنکا منظر قرار دیا گیا ہے۔

۳۔ اگست ۱۲۸۵ء مطابق ۵۔ رجب ۱۳۱۳ھ ہجری یوم دوشنبہ کے روزانہ پیسہ

اخبار میں بھی یہ بیان درج ہے اور جولائی ۱۲۸۵ء کے شمار آؤف انڈیا میں

فرا تفصیل سے چھپا ہے۔

دس مل اوتار سے مراد یہ ہے کہ خدا نے دس مل جسم اختیار کئے تھے اور گواہ نے یہ بھی کہا کہ

بن علی اللہ سے یہ سمجھتا ہوں کہ علی بن خدا کا نور ہے گواہ نے پھر کہا کہ اسکا سبب

کہ کیون ہم دس اوتار کی عزت کرتے ہیں یہ ہے کہ ان میں دسوان اوتار بھی شامل ہے جس کو ہم مانتے ہیں ہم اُن کو مقدس مانتے ہیں کیونکہ اُنکو پیر صدر الدین نے لکھا ہے آغا حسن علی کی نسبت کہا کہ وہ امام تھے لیکن دنیا کے دوسرے حصص ہیں یہ پیر بھی کہلاتے تھے اور گنان میں یہ لکھا ہوا ہے کہ حاضر امام کے پیشکش میں یکچوڑہ ارنہ بنایا جا۔ ان کے ہاں دنیا میں تمام اماموں کے نام پڑھے جاتے ہیں اور تمام پیروں کے نام نہیں لئے جاتے لیکن چند نے اہ و ہرائے جاتے ہیں مسٹر جٹا بھائی جان محمد سوداگر و شریعت بمبئی نے بیان کیا جو ۹ جولائی ۱۹۰۹ء کے ٹائمز آف انڈیا میں چھپا ہے کہ حاضر امام کا نام دعائین، ا دفعہ لیا جاتا ہے اور ہر دفعہ جب اُکا نام لیتے ہیں سجدہ کیا جاتا ہے عدالت کے سوال کرنے پر گواہ نے کہا کہ تمام معقدین جبکہ حاضر امام کا نام آتا ہے سجدہ کرتے ہیں جبکہ اُن کا حاضر امام آتا ہے جھکتے ہیں۔ گواہ نے پھر تل سفرہ کی رسم بیان کی جو کھانے کی چند چیزوں کا نیلام ہے جس کے لیے جماعت خانے کے ممبر بولی دیتے ہیں اور جو کہ بڑی بڑی قیمتوں کو خریدی جاتی ہیں جو کہ اُن کی اصلی قیمت سے بہت زیادہ ہوتی ہیں کیونکہ یہ چیزیں آغا خان کے لیے خریدی جاتی ہیں۔

آب شفا (دربلا کی خاک کے ساتھ ملا ہوا پانی) معقدین کو دیا جاتا ہے جو کہ اُسکے لیے اپنے حاضر امام کو ثواب حاصل کرنے کے لئے روپیہ دیتے ہیں۔ خاص پیر و معمولی دعا کے بعد یا ہفتے کے خاص دنوں میں جلسہ کرتے ہیں اور وہ پسند اختیار می نذرین حاضر امام کو دیتے ہیں اور یہ لوگ خاندان کے کسی دوسرے شخص کو سوائے آغا خان کے متبرک نہیں سمجھتے خوب اپنے جماعت خانے میں ایک چھپا ہوا کارڈ ہسپتال نجتین یعنی محمد علی قاطمہ حسن حسین علیہم السلام کے نام ہوتے ہیں اپنے سر پر رکھتے ہیں۔ ۲۳ رمضان کو ایک رسم ہوتی ہے جس سے خوجوں کے گناہ دُھل جاتے ہیں یہ وہ دن ہے جس میں خوجے اپنے گناہوں کا افسوس کرتے ہیں۔ آغا خان کے چلے جانے پر دس اوتار پڑھتے ہیں اس بات کو حاضر امام کا

ہاتھ نہیں چوما جاتا کیونکہ یہ ماتم کی رات ہے۔

پیر

خوجون میں پیر بھی ہوتا ہے پیر کا کام یہ ہے کہ امام کی عدم موجودگی میں اسکی نیابت کرے اور لوگوں کو امامی اسماعیلی بنائے آغا سلطان محمد شاہ کا بیان ہے کہ میرے وقت میں کوئی پیر نہیں پیر صدر الدین ابن میں بہت نامی گذرے ہیں ہندوستان میں پہلے پیر صدر الدین آئے تھے جنکو خوجون کے اسماعیلی بنانے کے لیے اسلام شاہ نے بھیجا تھا انھیں نے گناہ اور ناما اوتار یہ دو کتابیں بنائی ہیں جو خوجون کی مقدس کتابیں ہیں۔ خوجے صدر الدین کے ہاتھ سے ہما علی بنے ہیں۔ حاتم امام پیر کو مقدر کرتا ہے۔

اعلیٰ جی کا مندر

۹۔ اکتوبر ۱۹۱۹ء مطابق ۱۲ رمضان ۱۳۳۸ھ ہجری یوم چار شنبہ کے روزانہ پیسہ اخبار میں مندرج ہے کہ پیر صدر الدین نے ہندوستان میں آکر ہندو قوموں کے عقائد معلوم کر کے دعویٰ کیا کہ کرشن جی کے جسن اوتار کا انتظار ہے وہ عرب میں ظاہر ہو گیا حضرت علی کرشن جی کے اوتار تھے اور میں انکا نائب ہوں یہ دعویٰ ہندو قوموں کے رسم و رواج اور مذہبی جذبات کی رعایت رکھ کر پیش کیا گیا تھا ایسی زبان میں صوفیانہ اور موحدانہ بھیج بن میں خدا و رسول اور علی کی تعریف اور صوفیانہ فضائل تھیں تصنیف کئے گئے اور ہر علاقے میں داعیوں اور مکتبیوں کے ذریعہ سے پھیلائے گئے اور پوشیدہ طور پر ہر علاقے میں علی جی کے مندر قائم کئے گئے جن میں علی جی کے پجاری اور بھگت جمع ہوتے اور داعیوں سے توحید الہی نعمت رسول اور علی سے بھیج بن تھے بعض مندروں میں علی جی کی فرضی تصویریں بھی رکھی گئیں تاکہ ہندوؤں کو اپنے قدیمی بتوں سے کوئی واسطہ و تعلق و میلان باقی نہ رہے اور ہمہ تن علی جی کے سچے بھگت بن جائیں جب اس میں کامیابی ہوئی اور لاکھوں آدمی اس خفیہ مذہب میں شریک ہو گئے تو رفتہ رفتہ ان کے خیالات کو

اسلامی عقائد کی طرف مائل کیا گیا یہاں تک کہ وہ اسلام میں جذب ہونے لگے مگر یہ سب پوشیدہ اور خفیہ عمل درآمد ہوا اور ہوتا ہے کیا مجال کہ کسی غیر مسلم کو ذرا بھی خبر ہو جائے جو اس طریقے میں داخل ہوتا ہے ایسا پختہ ہو جاتا ہے کہ کسی کے سامنے اپنے عقائد کے بھید ظاہر نہیں کرتا آج کل اس جماعت کے پیشوا آغا سلطان محمد شاہ ہیں لاھور ہندوستان کو کرشن کا اوتار یعنی منظر سمجھتے ہیں۔

گیتی کی تحقیق

اُسی اخبار میں یہ بھی ہے کہ آغا خان اول کے پوتوں میں سید امام الدین نامی ایک شخص گدی نشین خاندان سے جدا ہو کر احمد آباد میں چلے آئے اور یہاں اُنھوں نے اپنا علیحدہ مشن قائم کیا یہ امام الدین جنگوپور امام شاہ کہا جاتا ہے اول تو علم مذہب حاصل کرتے رہے اور مدت تک جوگیوں اور ہندو فقیروں کی صحبت میں رہ کر ویدانت کے طریقے معلوم کئے اس کے بعد کام شروع کیا کتے ہیں کہ ایک دفعہ ہندوؤں کی ایک جماعت کاشی کے تیرتھ کو جا رہی تھی امام شاہ نے اُنکو روکا اور کہا کہ تیرتھ تو خود تمہارے دل میں ہے اسکے بعد ویدانت کے طریقے سے ایک تقریر کی جس میں وجود ذات باری اور انسانی ہستی کے تعلقات کا بیان تھا ہندو امام شاہ کی دل آویز صوفیانہ باتوں میں ایسے محو ہوئے کہ وہ دن وہیں بسر کیا اور ستر چھوڑ دیارات کو ان سب نے خواہ بہین کاشی جاتا کیا اور ایسی مسرت اس جاترے ہوئی کہ وہ صبح بیدار ہو کر شاہ صاحب کے قدموں میں گر پڑے اور چلا بنائے کی خواہش کی شاہ صاحب نے اُن کی بیعت لی اور حسب ذیل تعلیم دی خدا کو ایک مانو اسکے رسول محمد پر ایمان لاؤ علی کو کرشن کا اوتار سمجھو امام شاہ کو نائب علی یقین کرو اپنے عقائد کو چھپاؤ اور گپتی رہو لباس ہندوانہ رکھو رسم و رواج قدیم پر قائم رہو گوشت مت کھاؤ نام مت بدلو پانچ وقت کی نماز تم کو ضرور نہیں صرف یہ چاہیے کہ ان وقتوں میں لا الہ الا اللہ الحمد للہ اللہ اکبر قل هو اللہ کا وظیفہ چپکے چپکے

پڑھ لیا کرو وضو کرو ورنہ تم پر شہید کیا جائے گا اسکے بدلے غسل کیا کرو روزے رمضان میں نہ کھو لوگ شک کریں گے حجب کے مہینے میں یہ فرض ادا کیا کرو زکوٰۃ تم پر یہ ہے کہ آمدنی کا دسواں حصہ اپنے گرو و امام شاہ کو دیا کرو چنانچہ ان سب حکام کی تعمیل کی گئی اور گپتی لوگوں کی تعداد بڑھنے لگی اس وقت امام شاہ نے ایک کتاب لکھی جس کا نام ست ویشی ہے یعنی سچا کلام یا کلام الحق یہ گجراتی زبان میں مثنوی مولانا روم کی طرز پر ہے جس کے شروع میں یہ ہے۔

پہلا شعر جن بار دکھانوا اس کو جیتا کھ شک نہ آنوا

یعنی اول خالق کائنات کی حمد کرو اور اسکی عبادت و یاد میں شک و شبہ نہ لاؤ امام شاہ کے نائب ہند و اندلباس میں ست ویشی بھجن گاتے پھرتے ہیں اور لوگوں کو علی کے ہتھ میں داخل کرتے ہیں انھوں نے جگہ جگہ علی کے مندر بنائے جہاں گپتی لوگ جمع ہو کر دعائیں کرتے اور بھجن سنتے ہیں گپتی لوگوں میں جب کوئی مرجاتا ہو اور وہ جلایا جاتا ہو مگر اسکی ایک انگلی یا عضو کاٹ کر پیر کے زیر سایہ دفن کرتے ہیں آخر رفتہ رفتہ ان گپتیوں کو بھی اسلام کی طرف مائل کھلا کھینچا گیا اور ان میں سے بہت علانیہ مسلمان ہونے لگے جو گپتی ظاہر مسلمان ہوتا تو اسکا جینو پیر کو دیا جاتا اور پیر اس کو پیر گھٹی (ظاہر اور دھن یا شیخ کا خطاب دیتا تھا آج کل پیری درگاہ میں ظاہری مسلمان ہونے والوں کے جینوین کا ایک بہت بڑا انبار لگا ہوا ہے جو یادگار کے طور پر بحفاظت رکھا جاتا ہے گپتیوں میں اس وقت پانچ چھ لاکھ ہندو شریک ہیں جن میں برہمن چھتری مہٹھہ بلیہ شراوت کنبی چارڈھیڑ بھنگلی سب ہی تو ہیں ہیں اور ڈھیڑھ لاکھ کے قریب پیر گھٹی ہیں یعنی جو علانیہ مسلمان ہو گئے ہیں یہ لوگ اسلام اور علی کے نام پر خدا میں گپتی لوگوں کو شناخت کرنا ناممکن ہے وہ ظاہر و باطن میں ہندو نظر آتے ہیں مگر ایک گپتی دوسرے گپتی کو دیکھتے ہی فوراً پہچان لیتا ہے ایسا ہی ایک پیر گھٹی گپتی کو اور گپتی پیر گھٹی کو نظر ڈالتے ہی سمجھ جاتا ہے کہ یہ ہمارے طریقے کا ہے امام شاہ کی اولاد میں گری موجود ہے

اور فقرا و مساکین کو حسب معمول سدا برتا یعنی لنگر دیا جاتا ہے اور تمام علاقے کے مریدین کے نذرانے برابر جاری ہیں جو ہندو ناپیوں کے ذریعہ سے وصول ہوتے ہیں اور ہندو نائب کے واسطے سے خراج ہوتے ہیں اس گیتی ہندو نائب کو کا کا کہا جاتا ہے۔

فرقہ دروز

تحدن عرب کے صفحہ ۲۸ میں مذکور ہے کہ دروز لبنان میں ایک فرقہ ہے چھٹے فاطمی خلیفہ مصر حاکم بامر اللہ کا پیرو ہے انکی تعداد اسوقت اڑھائی لاکھ نفوس کی ہے یہ نیم مسلمان اور نیم نصرانی ہیں یہ لفظ دروس بھی آیا ہے۔

انسائیکلو پیڈیا مطبوعہ ۱۹۰۷ء کی جلد ساتویں کے صفحہ ۳۸۳ و ۳۸۴ میں لکھا ہے کہ حاکم بامر اللہ کا زعم یہ تھا کہ وہ خدا سے تعالیٰ سے براہ راست گفتگو کرتے ہیں بلکہ عقل برکتی کے اوتار ہیں انھوں نے اپنے دعوے کا سلسلہ ہجری میں قاہرہ کی مسجد میں اظہار کیا اور اسماعیل رازی کی شہادت پیش کی۔ نئے طریقہ مذہب کی لوگوں نے اتنی مخالفت کی کہ درازی کو جان بچانے کی غرض سے بھاگنا پڑا۔ لیکن وہ اپنے معبود حاکم بامر اللہ کی علیحدگی کے زمانے میں انکا وفادار رہا اور لبنان کے نادان دروس لوگوں کو اس مذہب میں لانے میں کامیاب ہوا۔

دروس کے اقوال کے بموجب سلسلہ ہجری میں یہ مذہب قبول کیا گیا ہے۔ اس عرصہ میں حاکم بامر اللہ اپنی خدایت کے دعوے کے منوانے کی کوشش کرتے رہے۔ حسن بن حیدر فرغانی کی حمایت ناکامیاب ثابت ہوئی لیکن سلسلہ ہجری میں ایک اچھا داعی اس مذہب کا ظاہر ہو گیا یعنی حمزہ بن علی بن احمد۔ وہ ایک ایرانی تھا اور وہ حاکم کا وزیر ہو گیا اُسے صورت اور مادہ اس نئے مذہب کو عطا کیا اور اپنی ہوشیارانہ کوشش سے اس مذہب کے مختلف اصولوں کو جو وہ فرقہ کے توہمات سے ملانے میں کامیابی حاصل کی اور اس طرح بہت سے آدمی اس نئے مذہب میں شامل ہو گئے۔ سلسلہ ہجری میں حاکم ارے گئے تو حمزہ نے یہ بیان کیا

سنبھالے ہوئے ہیں اور یہ چاروں مخلوقات بالترتیب اسماعیل درازی۔ محمد بن باب
 سلمہ بن عبد الوہاب اور بہاول الدین کی شکل میں ظاہر ہوئیں اور ان سے بھی چھ درجے
 میں دوسرے روحانی کارپرداز مختلف مرتبے کے ہیں۔ انکا عقیدہ یہ بھی جو کہ انسانوں
 کی تعداد نہ گھٹ سکتی ہے نہ بڑھ سکتی ہے اور ایک باقاعدہ تنازع کا سلسلہ جاری ہے۔
 نیکون کی روحیں مرنے کے بعد جینی دروسوں کی شکل میں حلول کرتی ہیں اور بدونکی
 اونٹ یا کتوں کی شکل میں ظاہر ہوتی ہیں۔ اگلے تمام مذہب سچے مذہب کا نمونہ ہیں
 اور ان کی متبرک کتابوں اور تصانیف کا ترجمہ باطنی طور پر کرنا چاہیے اور نئے لوگ
 مذہب میں داخل نہیں کئے جاسکتے۔ اسلئے ایمانداروں کو اپنے اصولوں کو چھپائے
 رکھنا چاہیے اور غرض اس چھپانے سے یہ ہے کہ دروس کے مذہبی عقائد ان کے
 لئے کسی خطرے کا باعث نہوں اور اسی احتیاط کی وجہ سے انکو یہ اجازت ہے
 کہ ظاہری طور پر اسی مذہب میں ہونے کا اظہار کر سکتے ہیں جو کہ ان کے قرب جوار
 میں عام طور پر رائج ہو خاص اسی آخری اصول کی وجہ سے وہ مسلمانوں کی نماز
 میں بھی شریک ہوتے ہیں اور عیسائیوں کے گرجوں میں بھی عیسوی رسم و رواج
 میں حصہ لیتے ہیں۔ حمزہ کے سات حکموں کی پابندی لازم ہے (۱) پہلا اور بڑا حکم
 یہ ہے کہ بول چال میں سچائی اختیار کرنا چاہیے۔ لیکن صرف دروس کو دروس کے ساتھ
 (۲) اپنے بھائیوں کی حفاظت کے لیے ہوشیار رہنا چاہیے (۳) ہر ایک کو دوسرے
 مذہب سے علیحدہ رہنا چاہیے (۴) جو لوگ غلطی میں مبتلا ہیں ان سے قطعی علیحدگی
 اختیار کرنی چاہیے (۵) ہر وقت خداے تعالیٰ کے ہونے کا عقیدہ رکھنا چاہیے
 (۶) خدا کی مرضی پر کامل بھروسہ رکھنا چاہیے (۷) خدا کے احکام کی
 پوری فرمان برداری کرنی چاہیے۔

دروس کا عقیدہ یہ ہے کہ عبادت خداے تعالیٰ کے ساتھ ایک قسم کی گستاخانہ
 مداخلت ہے اور انسان قضا و قدر کی طرف سے مجبور نہیں ہے بلکہ اُسکو بالکل قدرت
 اور آزادی حاصل ہے۔ اپنے عقائد کو غیر لوگوں سے پوشیدہ رکھنے کے اصول پر

سختی سے مستحکم رہنا چاہیے بلکہ مذہب کے خاص خاص راز اپنے ہم مذہبوں میں سے
 سوا خاص خاص آدمیوں کے عام آدمیوں کو بھی نہ بتانا چاہیے اور یہ خاص خاص
 لوگ جنکے واسطے اسرار مذہب بتانے کی اجازت دی گئی ہے عاقل کھلاتے ہیں
 جو کہ عربی لفظ عقل سے نکلا ہے اور ان عاقلوں کے علاوہ باقی تمام دروس خواہ
 کسی درجے پر ہوں جاہل کھلاتے ہیں۔ بالغ آبادی میں سے پندرہ فی صدی
 عاقل ہوتے ہیں۔ ہر کوئی دروس خواہ مرد ہو یا عورت عاقلوں کے حلقے میں شامل
 ہو سکتا ہے جو کہ اس بات کی مرضی ظاہر کرے کہ اس جماعت کے قوانین کی پابندی رکھے گا
 اور ایک سال تک آزمائش میں پختہ رہ کر دکھا دے کہ اُسکے ارادے پختہ اور عقیدے
 مضبوط ہیں عاقلوں کے درمیان میں کوئی قاعدہ درجوں کے امتیاز کا نہیں ہے اور
 اگرچہ امیر بشر شہاب عاقلوں کا ایک شیخ مقرر کرتے تھے لیکن اس شیخ کو باقی عاقلوں پر
 کوئی خاص فوقیت حاصل نہیں ہوتی تھی بلکہ خاص اثر و تقویٰ اور قابلیت کی
 خاص شہرت پر منحصر ہے۔ اور ہر ایک عاقل کو تمباکو اور شراب سے بچنا پڑتا ہے۔
 دروس کے عبادت خانے خلوت خانے کھلاتے ہیں اور یہ کابین ایک عبادت خانہ
 ایسا ہے کہ جس میں ایک چراغ رات دن جلا کرتا ہے۔ دروس اپنی مذہبی خاص رسم
 کے وقت دوسرے مذہب والوں کو آنے دیتے ہیں اور جب کوئی ایسا آدمی آجاتا ہے
 تو اس وقت قرآن خوانی کرنے لگتے ہیں۔ ان کے عقائد کا مآخذ باطنیہ خصوصاً
 قرامطہ کے عقائد ہیں اور ان کو یہ یقین ہے کہ یہ چین سے آئے ہوئے ہیں اور اب بھی
 چین میں ان کے ہم مذہب موجود ہیں حالانکہ چین میں کوئی دروس نہیں اور نہ
 چینوں سے انکی شکل و شبہات ملتی ہوئی ہے۔

شمسی

آغا خان اسماعیلی کے معتقدوں کی ایک جماعت کثیر ہندوؤں کا پردہ اپنے اوپر
 رکھتی ہے یہ آغا خانی ہندو شمسی کھلاتے ہیں یہ گروہ پیر شمس الدین کی طرف
 منسوب ہے۔ گوجرانوالہ۔ راول پنڈی۔ ملتان۔ دیرہ اسماعیل خان۔ دیرہ

غازی خان اور بعض دوسرے اضلاع میں شمسیوں کی تعداد بہت ہے یہ نارا اور جہو
 قوم کے لوگ ہیں ان کی مذہبی کتابوں کے مجموعے کا نام اکھڑو وید ہے یہ لوگ
 آغا خان کو اپنا مقدمانتے ہیں اور مثل اوتار کے انکا ادب و احترام کرتے ہیں۔
 شمسی ہندوؤں کا فرقہ اپنے اور ہندو بھائیوں سے بالکل علیحدہ ہے ان لوگوں کے
 نام ہندوؤں کے سے ہیں اور ان کے گوتروں اور ذات کے نام بھی ویسے ہی ہیں
 مگر طرز معاشرت میں کسی قدر تبدیلی ہو گئی ہے یہ اپنے مردوں کو دفن کرتے ہیں
 شادی کا نام نکاح ہے جس کو انکا خاص پُرنہت انجام دیتا ہے یہ لوگ ذبیحہ کے
 علاوہ اور کسی قسم کا گوشت نہیں کھاتے اور نشی اشیا سے بالکل محترز ہیں۔
 مرید ہونے کے وقت چھینٹے کی رسم ادا کی جاتی ہے جس میں انکا پیراؤں کے
 منہ پر پانی چھڑکتا ہے اور اس میں مرید کو کچھ نذرانہ دینا پڑتا ہے جسکی تعداد
 شاید پانچ روپے تک ہے اسکے علاوہ اور کئی مراسم ہیں جس میں کچھ نہ کچھ مرید کو
 چڑھانا پڑتا ہے سب سے بڑی رسم وڈمی ریت ہے جس میں کچھ تر روپے
 دئے جاتے ہیں۔ عبادت کا طریقہ یہ ہے کہ صبح اور شام اور رات کو سندرھیا کرتے ہیں
 یہ لوگ جب اپنے مرشد سے ملاقات کرتے ہیں تو ضرور کچھ نہ کچھ نذرانہ دیتے ہیں جن مقامات
 میں شمسی ہندو آباد ہیں وہاں ایک جماعت خانہ ہوتا ہے جہاں تمام مرید اپنی مدنی کا
 آٹھواں حصہ جمع کر دیتے ہیں اور مکھیا اور کامری جو اسکے محافظ ہوتے ہیں وہ
 اس رقم کو برہ راست اپنے مرشد کے پاس روانہ کر دیتے ہیں اس میں ہیت کی خبراتی
 اشیا بھی جمع رہتی ہیں اور نیلام کے بعد ان کی قیمت روانہ کی جاتی ہے بیان کیا
 جاتا ہے کہ پنجاب میں شمسیوں کی تعداد بیس کچیس ہزار ہے۔

شمسیوں کے عقائد

روز ازل سے ذات پاک کہ وحدہ لاشریک اُسے کہتے ہیں بآرام تمام مقام امکان
 میں شراب استغنا پی کر قیام رکھتی تھی بکایت عشق نے مثل قطرہ باران اُس

ذاتِ شفیٰ الصفات پر اثر کیا اُس سے جوش ہوا اُس نے چاہا کہ اپنی ذات و صفات کو ظاہر کرے تو اپنی ذات سے نورِ محمدی یعنی نورِ امامت یعنی نورِ ست گور و برہما کو علیحدہ کیا اور اسکے دید سے آپ عاشق اپنا ہوا جس سے کل عالم ظہور میں آیا اور اسی مجرے سے سری کرشن ہمارا ج بھاگوت میں فرماتے ہیں کہ کل سرشٹی کا ظہور مجھ سے ہوا ہے اور کل سرشٹی کا منبع میں ہوں اور اسی مجرے سے گور و برہما یعنی محمد مصطفیٰ نے فرمایا ہے کہ انا من نورِ اللہ و خلق من نورِ یسعی میں خدا کے نور سے ہوں اور میرے نور سے خلق اللہ ہے آج اُسی نورِ ست گور و برہما سے کوئی زمانہ یعنی پل گھڑی بہر دن ہفتہ مہینہ برس صدی خالی نہیں کیونکہ سری کرشن جی ہمارا ج فرماتے ہیں کہ اے ارجن اگر میرا چرن پر تھمی پر نہو تو پر تھمی پر نہ ہو جائے اور حضرت محمدؐ نے بھی فرمایا ہے کہ زمین امام سے کبھی خالی نہیں رہتی۔

۱۹۷۷ء سے شمسیدون نے ہندوؤں کا پردہ اپنے اوپر سے اٹھانا شروع کر دیا ہے وجہ اسکی یہ ہے کہ آریہ سماجی اخبارات نے سر آغا بہادر سلطان محمد شاہ کو اپنے اخبارات میں برا لکھنا شروع کیا یہ امر انکو ناگوار گذرا۔

زید یہ

یہ گروہ زید بن علی زین العابدین بن حسین بن علی بن ابی طالب کی طرف منسوب ہے یہ لوگ حضرت علی کے بعد حضرت حسن کو اُن کے بعد حضرت حسین کو اُن کے بعد علی زین العابدین کو اُن کے بعد اُن کے بیٹے زید کو امام مانتے ہیں۔

۱۲۱ھ ہجری اور بقولے ۱۲۲ھ ہجری میں زید بن علی نے ہشام بن عبد الملک مروانی پر خروج کیا تھا لوگوں نے اُنکے خروج کے سبب بیان کرنے میں اختلاف کیا ہے بعض کہتے ہیں کہ یہ عہد گور نری خالد بن عبد اللہ قسری میں عراق گئے خالد نے معقول طور سے جانی اور مالی انکی خدمت کی تھی پس جب یوسف بن عمر ثقفی گور نری عراق ہوا تو اُس نے ہشام بن عبد الملک کو یہ تمام حال لکھ بھیجا ہشام نے مدینے سے انکو بلوا کے خالد کے سامنے تصدیق کرانے کی غرض سے یوسف کے پاس عراق کو

روانہ کرو یا مدینے کو واپسی کے وقت قادسیہ میں پہنچ کے قیام کیا اہل کوفہ نے یہ خبر پا کے خط و کتابت کی پس زید ان کی طرف چلے گئے داؤد بن علی بن عبد اللہ بن عباس نے جو ہمراہ تھے کوفے کی طرف واپس جانے پر زید کو بہت کچھ سمجھایا امام حسین کا ماجرا سنایا شیعہ بولے یہ خود امیر بننا چاہتے ہیں اس وجہ سے آپ کو کوفے میں جانے سے روکتے ہیں زید دم ٹہپی میں آکر کوفہ واپس گئے۔

اور بعض اسکا سبب یہ بیان کرتے ہیں کہ زید بن علی اور عبد اللہ بن حسن مثنیٰ میں ایک مال موقوفہ جناب امیر کی بابت نزاع تھی رفع نزاع کی غرض سے یہ دونوں اکثر عامل مدینہ خالد بن عبد الملک بن حرث کے پاس جایا کرتے تھے ایک روز اتفاق سے خالد کی مجلس میں دونوں بھائی گئے گئے باتوں باتوں میں صلح و تشبیح کی نوبت آگئی خالد ان دونوں کو حکمت علی سے مشعل کرتا جاتا تھا زید کو اس کا یہ فعل ناگوار گذر اسخت و نا ملائم کلمات کہہ کے اٹھ آئے دوسرے دن مدینے سے دمشق کی جانب روانہ ہو گئے ایک مدت تک ہشام نے حاضری کی اجازت نہ دی حیلہ و حوالہ کر کے ٹالتا رہا بالآخر زمانہ دراز کے بعد اجازت دی دیر تک باتیں کرتے رہے اثنائے کلام میں ہشام نے کہا میں نے سنا ہے کہ تم میری مخالفت کرتے ہو اور خلافت کے متمنی ہو حالانکہ تم اسکے اہل نہیں ہو پھر کچھ سوچ کے کہا اور اگر تمہارا یہ خیال قائم ہو گیا ہے تو بسم اللہ ہم پر خروج کرو آپ نے جواب دیا ہاں میں ایسا خروج نہ کروں گا جو تم کو جبر نہ گذرے ہشام یہ سن کے خاموش ہو گیا اور آپ و مشق سے کوفے کی جانب چل کھڑے ہوئے محمد بن عمر بن علی بن ابی طالب نے اللہ تعالیٰ کا واسطہ دیکے کہا کہ تم کو فوجاؤ انکے قول و قسم کا کچھ اعتبار نہیں ہے انھوں نے ہمارے اور تمہارے جد امجد کے ساتھ جو کچھ کیا ہے وہ تم سے پوشیدہ نہیں ہے زید بن علی نے اس پر کچھ توجہ نہ کی چون توں طے مسافت کر کے کوفے پہنچے پوشیدہ طور سے قیام کیا اور بعض کہتے ہیں کھلم کھلا قیام فرمایا تھا عبد اللہ بن حسن بن علی بن ابی طالب نے زید بن علی کو ایک خط نصیحتانہ لکھا اور اس راہ سے روکا لیکن انھوں نے کچھ سماعت نہ کی

آپ کے پاس کوئے میں عورت و مرد بکثرت آتے اور بیعت کرتے تھے تھوڑے ہی دنوں میں ایک محمول جماعت ہو گئی جنکی تعداد بارہ ہزار تک پہنچ گئی تھی اور بعض کہتے ہیں کہ تیس ہزار آدمی شیعہ تیرائیہ میں سے کہ اکثر اُن میں کیسانہ اور مختاریہ تھے اور تھوڑے سے وہ لوگ تھے جو حضرت زین العابدین کی امامت کے قائل تھے جمع ہو گئے آپ نے تیاری کا حکم دیدیا اُن دنوں کوفہ اور عراق میں کا گورنر ہشام کی طرف سے یوسف بن عمر ثقفی تھا یوسف کو یہ خبر لگی تو اُس نے آپ کو تلاش کرایا لیکن آپ نے ملے آپ نے یوسف کے خوف سے خروج میں تعجیل کی یوسف ان دنوں حیرہ میں تھا کوفہ میں حکم بن الصلت امارت کر رہا تھا شیعان علی یہ سن کے کہ یوسف آپ کو تلاش کر رہا ہے گھبراے کیونکہ جان جانے اور محبت کے امتحان کا وقت قریب آگیا تھا ایک جماعت نے زید شہید سے دریافت کیا کہ آپ شیخین کے حق میں کیا کہتے ہیں زید نے کہا کہ میں اُن کو اچھا جانتا ہوں اور میرے خاندان میں سے جس نے اُن کا ذکر کیا اُن کو نیکی کے ساتھ یاد کیا ہم میں سے کسی نے اس سے زیادہ نہیں کہا کہ نبی علیہ السلام کی خلافت کے لیے سب سے زیادہ ہم مستحق تھے شیخین نے ہمارا حق ہمو نہیں پہنچنے دیا مگر اس بات سے اُن کا کفر لازم نہیں آتا انھوں نے مخلوق میں عدل و انصاف کیا قرآن اور سنت رسول پر عمل کیا کسی پر ظلم نہیں کیا شیعہ بولے کہ نبی امیہ بھی تو کہتے ہیں کہ ہم کتاب خدا اور سنت رسول پر عمل درآمد رکھتے ہیں تو انکے ساتھ جنگ کے لئے تم کیوں ہم کو بلاتے ہو اس صورت میں یہ بھی نظام نہونگے زید شہید نے فرمایا کہ نبی کو حضرت ابو بکر و عمر سے کیا مناسبت یہ تمام مسلمانوں پر ظلم کرتے ہیں شیعہ کہنے لگے تم ہمارے امام نہیں ہمارے امام گذر گئے مراد اس سے امام محمد باقر تھے اور اب اُن کے بعد جعفر اُن کے بیٹے امام ہیں اور بیعت توڑ کر اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے مگر خالص مخلص ہمراہ رہ گئے ان واقعات کے بعد حکم بن صلت نے یوسف کے حکم سے اہل کوفہ کو جامع مسجد میں جمع کیا اور زید بن علی کو تلاش کرایا آپ اس ہی کے وقت نکل کھڑے ہوئے چند شیعہ نے آپ کے پاس مجتمع ہوئے آگ روشن کی اور یا منصور کی ندا دیدی

حکم نے مسجد کے دروازے بند کرا کے یوسف کو اس واقعہ سے مطلع کیا یوسف یہ خبر پاتے ہی کوٹنے کے قہقہے پہونچا اور دو ہزار سواروں اور تین سو پیادوں کو کوٹنے کی طرف بڑھنے کو کہا سخیہ یہ سن کے دایمن یا یمن آنکھیں چڑا گئے زید بن علی نے دریافت کیا یہ سب لوگ کہاں گئے جواب دیا گیا جامع مسجد میں محصور ہیں حاضرین شمار کئے گئے تو دو سو بیس نکلے جو سپاہ زید بن علی پر حملے کو آئی تھی اسکو نصر بن خزیمہ عیسیٰ اور زید بن علی نے اپنے مردانہ حلقے سے ہزیمت دی اور زید بن علی لڑتے بھڑتے اس بن عمار ذی کے مکان تک پہونچے چونکہ اسنے بھی بیعت کی تھی آپ نے آواز دی باہر آنا تو درکنار صدائے برخواست کا مضمون ہوا رفتہ رفتہ کنا سہ پہونچے جہاں پر اہل شام کا جھگڑ تھا زید نے اپنے بھی حملہ کیا اہل شام ہزیمت کھا کے منتشر ہو گئے شامیوں نے پھر زید کا تعاقب کیا کوٹنے کی گلیوں میں بگڑا سا مچا ہوا تھا آگے آگے زید بن علی تھے اور پیچھے پیچھے اہل شام تھے زید بن علی اہل کوٹہ کی ایفائے بیعت سے ناامید ہو کے نصر بن خزیمہ سے بولے افسوس ہے کہ تم لوگوں نے میرے ساتھ بھی حسین کا جیسا برتاؤ کیا نصر نے عرض کیا لیکن ہیں۔ واللہ میں تمہارے ساتھ جان و دنگا زید نے مع نصر کے دار الرزق میں رات بسر کی صبح ہوتے ہی یوسف نے عباس بن سعد مزی کو بسرگرو ہی لشکر شام زید بن علی کے مقابلے پر بھیجا آپ کمال مردانگی سے میدان جنگ میں آئے نصر بن خزیمہ اور معاویہ بن اسحاق بن زید بن ثابت دونوں بازووں پر تلے اور آپ قلب میں ایک سخت اور خونریزا لڑائی کے بعد نصر مارے گئے مگر لشکر شام بھی میدان جنگ سے بھاگ کھڑا ہوا مغرب کا وقت آگیا تھا لڑائی موقوف ہو گئی عشا کے وقت یوسف نے اپنے ہمراہیوں کو دوبارہ مرتب کر کے زید پر شجون مارنے کو بھیجا لیکن انکے جان نثاروں نے نہایت دلاوری سے پسپا کر دیا یوسف نے یہ رنگ دیکھ کے تیرا انداز و تیرباری کا حکم دیا جنگ کا عنوان بدل گیا لڑائی نہایت سختی سے جاری ہو گئی معاویہ بن اسحاق مارے گئے اتفاقاً ایک تیر زید کی پیشانی پر لگا جس کے صدمے سے طارح نفس بدن سے اڑ گیا تاریخ النخس میں لکھا ہے کہ یوسف نے زید کے جسد کو برہنہ

مگر کے سولی دی اور چار سال تک اُنکا جسد یوں ہی سولی پر رہا اور اُن کے مہر پر
 لکڑی نے جالاپور دیا تھا جو لوگ زید شہید کے ساتھ تھے وہ اپنے آپکو شیعہ مخالف
 کہنے لگے اور کہا کہ امام برحق یہی تھے کہ اپنے اسلاف کی طرح ظالم دشمنوں سے لڑ کر
 مارے گئے اور اپنی جان امامت کی راہ میں دیدی اور امام کو یہی چاہیے کہ راہ خدا
 میں کسی سے نہ ڈرے اور تلوار کے ساتھ نکلے اور کسی کی ہشتی و رفاقت یا ترک
 مدد کی پروا نہ کرے اور جو لوگ اُسے جدا ہو گئے تھے انھیں بد و افسوس کہنے لگے
 بلکہ جب اُن جمعوے شیعہ نے ترک رفاقت کی تو خود زید شہید نے کہا تھا کہ یہ لوگ
 رد افض ہیں۔ غیثۃ الطالبین میں لکھا ہے کہ شیعہ وہ ہے کہ تفضیل نہ دے حضرت علی پر
 اور منافقی وہ ہے کہ تفضیل دے حضرت علی کہ حضرت عثمان پر۔

مولوی شبلی صاحب نے سیرۃ النعمان میں کہا ہے کہ خواجہ عبدالعزیز صاحب نے تحفہ
 میں لکھا ہے کہ زید بن علی نے بنی امیہ کے عہد میں جو بناوٹ کی تھی امام ابو حنیفہ
 اس میں شریک تھے نامہ دانشوران کے مولفوں نے بھی ایسا ہی گمان کیا ہے
 لیکن ہم اس پر یقین نہیں کر سکتے جس قدر تاریخین اور جال کی کتابیں ہمارے سامنے ہیں
 ان میں کہیں اسکا ذکر نہیں ہوتا لہذا اگر ایسا ہوتا تو ایک قابل ذکر واقعہ تھا غافلانہ
 اس غلط فہمی کا منشا یہ ہے کہ امام ابو حنیفہ کا خاندان اہل بیت کے ساتھ ایک
 خاص ارادت رکھتا تھا امام صاحب نے ایک مدت تک امام باقر کے واسطے فیض میں بیت
 پائی تھی کونے کی ہوا میں ایک مدت تک شیعہ پن کا اثر تھا ان اتفاقی واقعات نے
 امام ابو حنیفہ کی نسبت یہ گمان پیدا کر دیا۔ اور تاریخی شہادتیں بالکل اس کے
 خلاف ہیں۔ انتہی کلامہ حاصل حال یہ ہے کہ زرخشری نے کشاف میں اس آیت کی
 تفسیر میں لا ینال عہد الظالمین لکھا ہے کہ ان ابو حنیفہ بقی سراً بوجود نصرة
 زید بن علی رضوان اللہ علیہ وحمل المال الیہ والخروج معہ علی الامم المتعالمین
 بالامام والخلیفۃ کا الہی وانقی واشباہہ یعنی امام اعظم کو فی مخفی طور پر لوگوں کو فتویٰ
 دیتے تھے کہ زید بن زین العابدین کی مدد کرنا چاہیے اور لڑائی میں متغلب چوروان

مثل منصور ووافقی اور اسکی طرح کے لوگوں کے مقابل انکا ساتھ دینا چاہیے زعمشری
 کے اس قول کو نامہ دانشوران اور فواج سبعہ میں بھی نقل کیا ہے اور اسکی نقل کے
 بعد کوئی تکذیب نہیں کی ہے اور جلد اول تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ یہ قصہ بھی مشہور ہے
 کہ زید بن علی نے مشام بن بکر الملک مروانی پر خروج کیا تو امام ابوحنیفہ کو گوگو مخفی
 طور پر فتویٰ دیتے کہ زید بن علی کی مدد کرنا اور ان کی رفاقت میں جنگ کرنا واجب ہے
 اور امام صاحب نے مدد کے لیے مال و اسباب زید بن علی کے پاس بھیجا اور صواعق محرکہ
 میں زید بن علی کے حق میں بیان کیا ہے ومن القائلین بصدہ اہل کلمہ وجواز خروجه
 علی الظلم ووجوب اتباعہ ابوحنیفہ مکان بن ثالث، النکوفی زید بن علی کی امامت
 کی صحت کے امام ابوحنیفہ قائل تھے اور ان کے خروج کو اس وقت کے حکام ظالم پر جائز
 قرار دیتے تھے اور ان کی مدد اور شرکت کو واجب بتاتے تھے شاہ صاحب نے فقہ میں
 اسی صواعق تحریر کی ابتداء کی ہے، اگرچہ مولوی شبلی صاحب کی تحریر پر جو چارہ ہے
 وقت میں فرن تاسیج میں کوسن الملکی بجائے زید بن علی اور ان لوگوں کی نظروں میں
 جو علوم عربیہ سے نااہل ہیں اور ان سے مبلغ تحقیقات کا بار اخبارات کی تحریرات
 پر ہے اور جو کسی تحریر میں یافتہ ہیں دو کلام انکا یہی کہنے سے کسی درجے میں پاس پانچویں
 اسے درجے کے مورخ اور محقق ہیں کی امر میں نہ لکھا گیا کہ چھوٹا منہ بڑی بات ہے مگر
 مولوی صاحب نے اس واقعہ کا جملہ اصل ہونا میں وجوہ اور قرائن سے قرار دیا ہے
 جس سے اس واقعہ کی غلطی ثابت نہیں ہوتی، ہم مولوی شبلی صاحب سے دریافت کرتے ہیں
 (۱) شاہ صاحب کی تحریر اتنی شہادتوں کے سامنے قابل وثوق ہے یا نہیں اور یہ شہادتیں
 معتبر ہیں یا نہیں اگرچہ زعمشری کو علم تاریخ سے مس نہ تھا جیسا کہ شبلی صاحب نے الفاروق
 کی جلد ۲ صفحہ ۲۷۲ میں اسکی تصریح کر دی ہے لیکن امام فخر الدین رازی نے جنکی تفسیر
 نہایت صحیح اور مستند خیال کی جاتی ہے اس واقعہ کی تغلیط کیوں نہیں کر دی
 اور نامہ دانشوران کے مؤلفوں نے اس روایت پر جو زعمشری نے تحریر کی کیوں نہ اعتراض
 کیا بلکہ اعتراض تو درکنار اسکو صحیح سمجھ کر خود بھی روایت کر دی۔

- (۲) مولوی صاحب کا یہ قول کہ تاریخی شہادتین بالکل اسکے خلاف ہیں بیکار کر کے کہہ رہا ہے کہ مورخین نے اس قصے کی تفسیل اور تردید کی ہے یا یہ لکھ دیا ہے کہ امام ابو حنیفہ صاحب نے زید بن علی کی مدد نہیں کی تھی حالانکہ اکثر تواریخ کے ورق ورق لوٹ کر دیکھ لئے گئے کسی مورخ نے کوئی اس قسم کا لفظ نہیں لکھا جس سے اس بات پر دلالت ہو سکے کہ امام صاحب نے زید بن علی کی مدد میں کی یا ان کے خروج کو برا جانتے تھے یا یہ واقعہ غلط ہے نہایت کا۔ یہ ہے کہ طبری ابن الاثیر ابن خلکان ابن خلدون ابوالفداء وغیرہ نے اس قصے کو نہایت کلمہ بہ کلمہ لکھا ہے انھوں نے انھوں نے اس قصے کو غلط بھی نہیں قرار دیا پس ان کی خاموشی سے یہ غلط نہیں ہو سکتا۔
- (۳) اگر واقعی یہ قصہ غلط تھا تو وہی شبلی صاحب کو لازم تھا کہ اس بات کو نہایت مدلل کر کے وضاحت سے فرماتے کہ امام صاحب کے زید بن علی کی مدد کرنے میں کیا قباحت تھی حالانکہ انھوں نے ابراہیم کو مدد دینا تبتہ و تدبیر کی تھی جو فوق زید کے امام شمس تھے اور انھوں نے منصور و والقی پر فوج کیا تھا۔ یہ کہنے لگے کہ امام صاحب نے زید کی مدد نہیں کی صرف اپنے قیاس و تخمین سے تعلیل کرنا قابل و ثواب نہیں۔
- (۴) خاندان اہل بیت کے ساتھ اس وقت کے اور بھی مقدس آدمی عقیدت رکھتے تھے پھر ان کی نسبت ایسی غلط روایت کیوں نہ مشہور ہو گئی۔
- (۵) مولوی شبلی نے کسی روایت ضعیف یا قوی کا کسی تاریخ کے حوالے سے تذکرہ تحریر نہیں کیا کہ فلان تاریخ یا روایت میں یہ قصہ خلاف روایت مشہورہ کے موجود ہے۔
- (۶) اکثر کتب اہل سنت میں اس واقعہ کو تہمید کر لیا ہے اور آج تک کسی عالم اہل سنت یا شیعہ نے اس قصے کی تردید نہیں کی۔
- (۷) کیا طبری یا کامل وغیرہ تواریخ میں کوئی کلمہ یا جزیی واقعہ فرو گذاشت نہیں ہو گیا کیا بالاستیعاب سب واقعات لکھ لیے گئے ہیں۔
- (۸) کیا امام ابو حنیفہ کے تمام مخفی و علانیہ واقعات قلم بند ہو گئے ہیں۔
- (۹) کیا زنجبیری یا امام فخر الدین رازی یا مولف صواعق محرقہ وغیرہ کوئی تاریخ کی

کتاب لکھتے تو ان کا پایہ طبری یا کامل یا تاریخ ابن خلدون یا دنیا ت الاحیان یا ابوالفدا وغیرہ کے سامنے قابل اعتبار نہوتا۔

(۱۰) کیا جن لوگوں نے اس واقعہ کو لکھا ہے اُن سے مولوی شبلی زیادہ نقاد یا علوم عربیہ و تاریخ کے زیادہ ماہر ہیں۔

(۱۱) کیا مولوی شبلی کی نظر تمام تواریخ اور اسامیہ رجال کی کتابوں پر حاوی ہو گئی ہے جو وہ مذکورہ جس طرح یہ قصہ مشہور ہے اسی طرح اُس کی صحت ہوتی ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ جس قدر مخلص زید کے ساتھ رہے تھے انھوں نے اپنی باتوں کو زید کی طرف منسوب کر دیا اور مذہب جداگانہ نکال لیا ان میں سے عمدہ دعوے یہ لوگ ہیں یحییٰ بن زید بن علی بن حسین شہید کربلا بعض زیدیہ ان یحییٰ کو امام مانتے ہیں اور یحییٰ بن حسین بن ہاشم کہ حسن بن حسن بن علی کرم اللہ وجہہ کی نسل سے تھے انھوں نے اپنا لقب ہاشمی رکھا اور مسئلہ ہجری میں خروج کیا اور مین اور حجاز کے شہروں پر قبضہ کر لیا اور احکام نام ایک کتاب فقہ زیدیہ میں تصنیف کی اور ان کے بیٹے مرتضیٰ بھی زیدیہ کے مذہب کے داعی تھے اور حسن بن احمد بن یحییٰ بن حسین اور یحییٰ بن احمد بن یحییٰ بن حسین یہ دونوں بھی زیدیہ کے دعاوی میں سے تھے اور یہاں تک زیدیہ کا مذہب خالص رہا کہ اصحاب کبار پر تبرائین کرتے اور زیدیت بہت سے نصوص اس مدعا پر نقل کرتے ہیں اور سب کو نیکی کے ساتھ یاد کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگرچہ امامت جناب امیر کا حق تھا مگر انھوں نے خود خلفائے ثلاثہ کو دیدی اور کہتے ہیں کہ بیعت خلفا کی خطانہ تھی اس لیے کہ جناب امیر اُس سے راضی تھے اور معصوم خطا و باطل سے راضی نہیں ہوتا۔ یہ زیدیہ کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ کے خلیفہ مقرر کرنے میں مصلحت تھی اس لیے کہ حضرت علیؓ کی تلوار ابھی دشمنان دین کے خون سے خشک نہ ہوئی تھی اور عداوت میں دلون میں موجود تھیں اگر انھیں خلیفہ کر دیتے تو شاید دین میں خلل پڑ جاتا اور انتظام بگڑ جاتا اور حضرت ابوبکرؓ کے مقرر کرنے میں جھگڑوان کے دفعیہ کا خیال تھا ان کا سارا مذہب امامت کے باب میں اہل سنت و جماعت کے مذہب کے موافق تھا

مگر فرق اس قدر ہے کہ ان کے نزدیک امام کا فاطمی ہونا شرط ہے اور جبہ فاطمی کسی غیر فاطمی کو امامت پر درودے تو اُس کی امامت منعقد ہو جاتی ہے لیکن یہ حال اُن لوگوں کا تھا جو خاص زید شہید کے متبع تھے پھر بعض زیدیہ نے بعض باتیں اسماعیلیہ و امامیہ کے مذہب میں سے لیکر مذہب زید بن علی بن داؤد کے آپ داعی اس مذہب کے بنے اور ہر ایک کے متبعین سے ایک ایک فرقہ مقرر ہو گیا جیسے ابوالجبار و دکنیت اُس کی ابو النجم ہے اور سلیمان بن جبریل اور ابوقریٰ و حسین بن صالح اور نعیم بن یحییٰ اور یعقوب و نیرہ مگر سب زیدیہ میں شمار ہوتے ہیں اور زیدیہ کی رائے یہ ہے کہ امام کا مقرر کرنا اللہ پر واجب ہے بعض زیدیہ کے نزدیک یہ وجوب دلیل عقلی سے ثابت ہے اور اکثر زیدیہ کے نزدیک دلیل سمعی سے اور اُن کے نزدیک امام کا معصوم ہونا واجب نہیں۔ زید بن علی بن امام حسین بن امیر المؤمنین علی و اصل بن عطاء رئیس معتزلہ کے شاگرد تھے اصول عقائد کو اُسی سے لیا تھا یہ واصل اپنے وقت کا امام معتزلہ تھا اور جنگ صفین و جبل میں حضرت علی کے برسرِ صواب ہونے میں اس کو تردد تھا ایک دن زید نے اس عقیدے کو سبیل تذکرہ بیان کیا محمد باقرؑ کے بھائی نصیب کر کے لگے بڑے افسوس کی بات ہو کہ تم ایسے شخص سے علم حاصل کرتے ہو جو تمہارے دادا سے بدظن ہے۔ ثواب عبدقی حسن خان نے لکھا ہے کہ سارے زیدیہ اصول میں معتزلی ہیں مگر مسئلہ امامت میں معتزلہ سے مخالف ہیں۔ زید بن علی کا مذہب و اصل بن عطاء سے لیا گیا ہے انتہی سید الشاہ نے شرح مواقف میں لکھا ہے کہ ہمارے زمانے میں زیدیہ مقلد ہیں اصول عقائد میں اعتزال کے طریق پر ہیں اور فروغ میں مذہب حنفیہ کے طریق پر مگر چند مسائل میں خلافت رکھتے ہیں اسلاف الراغبین میں لکھا ہے کہ زید کے شاگرد واصل ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ اُسکے مذہب پر ہوں۔ کتاب الاذکار میں کہ فقہ زیدیہ میں ایک معتبر کتاب ہے

مسلكه ۱۲ منہ انیاسلك معونك مشيخ زبير من كون عطاوا واصل بن اخذ عن مكان ممن بين لكها به ك حالات بين زبير و اسكان الكرخين

کتاب السیر کے اندر لکھا ہے کہ زید یہ کے نزدیک وجوب امامت کا طریق شیعہ ہے اور زید یہ کہتے ہیں کہ جس شخص میں فیصلتیں ہوں علم زہد شجاعت اور اولاد فاطمہ زہرا سے ہر حسنی ہو یا حسینی اور بعض نے اتنا اور زیادہ کیا ہے کہ صبیح الوجود بھی ہو اور کسی طرح کی آفت اُس میں نہ ہو اور وہ تلوار کے ساتھ خروج کرے اور لوگوں کو اپنی امامت کی طرف بلانے تو امامت اُسکی منعقد ہو جاتی ہے کتاب الارباب میں مذکور ہے کہ کوئی آدمی نہ دعوت سے امام بن سکتا ہے نہ امام مقرر کئے جانے سے جب تک اُس میں امامت کی شرطیں موجود نہ ہوں جن میں سے کچھ خلقی (پیدائشی) ہیں اور کچھ کتابی شرائط خلقی یہ ہیں (۱) مکلف (یعنی بالغ ہو) (۲) مرد ہو (۳) آزاد ہو (۴) علوی فاطمی ہو اگرچہ آزاد کیا ہوا ہو اس طرح کہ کوئی مرد فاطمی کسی کی کینز سے عقد کرے اور اُس کینز سے بیٹا پیدا ہو تو یہ بیٹا فاطمی علوی ہے مگر ملوک ہے جب اس بیٹے کو کینز کا مالک آزاد کر دیگا تو اس میں امامت کی صلاحیت پیدا ہو جائے گی مگر ایسا مرد جس کی نسبت علوی دعویٰ کرے کہ میرے نطفے سے ہے اور غیر علوی کہے کہ میرے نطفے سے ہے اُس وقت تک امامت کے قابل نہیں جب تک یہ مقرر نہ ہو جائے کہ یہ علوی کا نطفہ ہے غیر کا نطفہ نہیں (۵) حواس اور اعضا درست ہوں۔

اور شرائط کتابی یہ ہیں (۱) علوم دینی کا مجتہد ہو (۲) صاحب عدالت ہو (۳) سخی ہو اس بات میں کہ جہان مال خرچ کرنا مناسب ہو وہاں خرچ کرے بیکار نہ خرچ کرے (۴) مدبر ہو یعنی اُس کی رائے زیادہ تر صائب ہو (۵) جری اور بہادر ہو ایسے محل پر جہاں اپنے سلامت رہنے کی امید ہو (۶) ایسے وقت میں دعوت کرے کہ اُس کی دعوت سے پہلے کسی شخص جامع الشرائط کی جانب سے دعوت امامت نہ ہو چکی ہو اور کوئی اور ایسا آدمی امام نہ مان لیا گیا ہو کیونکہ جب امامت کی دعوت اسکی دعوت سے قبل شروع ہو کر تسلیم کر لی گئی ہے تو وہ پہلا شخص امام ہے پھر دوسرے جامع الشرائط کو اپنی ذات کی طرف دعوت نہ کرنا چاہیے بلکہ پہلے شخص کی طرف دعوت کرنا چاہیے نہیں تو یہ دوسرا شخص باغی

قرار پائے گا اور ایک زمانے میں دوا مومن کا ہونا صحیح نہیں۔

امام کو ان نوکاموں کے سوا اور کچھ نکرنا چاہیے (۱) حدود یعنی اُن سزاؤں کا قائم کرنا جو شرع میں معین ہیں (۲) جمعہ اور جماعت کا قائم کرنا (۳) مسلمانوں میں احکام مقرر کرنا (۴) احکام جاری کرنا (۵) جس پر کسی کا حق ہو تو اسکو ادا کرنے کے لئے مجبور کرنا (۶) واجبات دینی جیسے نماز و روزہ وغیرہ کی لوگوں سے تعمیل کرنا اور اُن چیزوں پر ان کو پابند کرنا (۷) مصلح عامہ کے لئے والی مقرر کرنا مثلاً جن لوگوں کے لئے ولی مقرر کرنے کی ضرورت ہو ان کے ولی مقرر کرنا (۸) کفار سے جہاد کرنا یا غیون کو زیر کرنا (۹) زکوٰۃ وغیرہ حقوق مالیہ لوگوں سے وصول کرنا۔

جب امامت کی دعوت متواتر طور پر کسی مسلمان کو پہونچے تو اسکو چاہیے کہ اسکی شرائط و
امامت کو تلاش کرے جب کامل شرائط ثابت ہو تو اسکی دعوت قبول کر لے کیونکہ
اگر دعوت ایسی حالت میں قبول نہ کرے گا تو اسکی عدالت ساقط ہو جائیگی یعنی اُس کا
نقوی اور پرہیزگاری اور مروت باقی نہ رہیگی گواہی اسکی قبول نہوگی غنیمت میں سے
مال پناہیگا اور جو امام کے ساتھ دل سے عداوت کرے وہ محض ہے اور جو زبان سے
عداوت ظاہر کرے وہ فاسق ہے اور جو ہاتھ سے بھی مخالفت کرے وہ محارب ہے
اور اُس باغی کے لیے غنیمت سے حصہ ہے جو امام کی بعض معاملات میں مدد کرے اور
بر محمد مصیب ہے اصح یہی ہے اور زندہ امام کی تقلید مرے ہوئے امام کی تقلید سے
اولیٰ ہے اور جو امام زیادہ علم رکھتا ہو خواہ مردہ ہو یا زندہ اسکی تقلید اولیٰ ہے اور
اہل بیت میں سے ائمہ مشہور اپنے غیر سے تقلید کے لیے اولیٰ ہیں۔ اور کتاب مذکور
میں لکھا ہے کہ امامت کا طریق دعوت ہے۔ شارح کتا ہے کہ اکثر زید یہ جیسے ہارو دیہ
اور تبرہ اور صالحیہ کے نزدیک ثبوت امامت کا طریق دعوت ہے اور دعوت کے معنی
یہ ہیں کہ لوگوں کو بلائے کہ کفار سے جہاد کریں حدود اور جمعہ اور جماعت قائم کریں
باغیوں کو مغلوب کریں غزوات میں ساتھ دین ظالموں اور کافروں کی صحبت سے
حتی الامکان بچیں ابن جبیر نے اپنے سفر نامے میں واقعات ماہ جمادی الاولیٰ ۵۶۹ھ تحریر کی

میں لکھا ہے کہ حرم شریف میں اہل سنت کے چار امام ہیں اور فرقت زیدیہ کا ایک
 امام ہے اس شہر میں اکثر شرفا کا مذہب زیدیہ ہے اور یہ لوگ اذان میں
 حی علی الفلاح کے بعد حی علی خیر العمل اور اضافہ کرتے ہیں نماز جماعت
 کے ساتھ نہیں پڑھتے ظہر اور عصر ملا کر پڑھتے ہیں اور مغرب کی نماز اہل سنت کے
 اماموں کے بعد ادا کرتے ہیں ابن خلدون نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ زیدیہ کی
 شہادت کے بعد زیدیہ میں امام کی نسبت اختلاف ہو گیا کچھ زیدیہ اُن کے بیٹے
 یحییٰ کو امام ماننے لگے جو خراسان میں گئے اور امامت کے لیے ریشہ دوانی کرنے لگے
 اور بلخ میں پہونچ کے حریش بن عمرو کے مکان پر مقیم ہوئے پس جب لیخت نشین
 ہوا تو یوسف نے نصر بن سیار کو نر خراسان کو لکھ بھیجا کہ حریش کے مکان سے یحییٰ بن
 زید کو گرفتار کر کے بھیج دو نصر نے یحییٰ کو گرفتار کر کے قید کر دیا اور ایک اطلاعی عرضداشت
 ولید کے پاس بھیج دی مگر ولید نے یحییٰ اور اُن کے ہمراہیوں کو رہا کر دیا یحییٰ مع اپنے
 ہمراہیوں کے بلخ سے روانہ ہو کر سرخس میں پہونچے نصر نے وہاں سے اُن کو نکلوا دیا
 مجبور ہو کے نیشاپور میں چلے آئے یحییٰ کے ساتھ ستر آدمی تھے چونکہ روزانہ سفر کی تکان سے
 سب کے سب تھک گئے تھے اس وجہ سے ان لوگوں نے چند سواریاں خرید کی تھیں عمرو
 بن زرارہ حاکم نیشاپور نے یہ حال نصر کو لکھ بھیجا اُس نے جنگ کرنے کا حکم دیدیا عمرو دس ہزار
 کی جمعیت سے مقابلے پر آیا لڑائی ہوئی عمرو اور اُس کے بہت سے ساتھی مارے گئے میدان
 جنگ یحییٰ کے ہاتھ رہا خاتمہ جنگ کے بعد یحییٰ نے ہرات کی طرف کوچ کیا نصر نے یہ خبر پا کر
 مسلم بن احور مازنی کو یحییٰ کے تعاقب میں روانہ کیا جو زہان میں لڑ بھڑ ہو گئی ایک نہایت
 خونریز جنگ کے بعد یحییٰ مارے گئے اور آپ کے کل ہمراہی بھی کام آئے مسلم نے یحییٰ کا سر
 ولید کے پاس دمشق بھیج دیا اور نعش جو زہان میں صلیب پر چڑھا دی وہ برابر صلیب پر
 چڑھی رہی یہاں تک کہ ابو مسلم خراسانی خراسان پر سلط ہوا اور اُس نے نعش کو صلیب پر
 اتروا کے دفن کر دیا اور یحییٰ کے جو جو قاتل ملے اُن کو قتل کر ڈالا یحییٰ بن زید نے
 محمد بن عبد اللہ بن حسن مثنیٰ بن حسن مجتبیٰ کی امامت کے لیے وصیت کی تھی ان محمد

نفس زکیہ کہتے ہیں نفس زکیہ نے جاز بن خروج کیا اور مہدی کے لقب کے ساتھ مشہور ہوئے نفس زکیہ منصور عباسی کے لشکر سے شکست کھا کر مارے گئے انھوں نے اپنے بھائی ابراہیم کے لیے وصیت کر دی تھی ابراہیم نے بصرے میں خروج کیا ابراہیم کے ساتھ عیسیٰ بن زید بن علی سجاد بھی تھے فوج منصور کے ہاتھ عیسیٰ اور ابراہیم دونوں مارے گئے پس یہ ابراہیم زید یہ کے آٹھویں امام ہیں اور بعض کتابوں میں محمد نفس زکیہ کو زید یہ کا چھٹا امام اور ابراہیم کو ساتواں امام بھی لکھا ہے اور یہ اُن لوگوں کی رائے کے مطابق صحیح ہو سکتا ہے جو یحییٰ بن زید شہید کو مذہب زید یہ کا داعی قرار دیتے ہیں دوسرے زید یہ کہتے کہ محمد نفس زکیہ کے بعد محمد بن قاسم بن علی بن عمر امام ہوئے یہ عمر زید بن علی سجاد کے بھائی تھے محمد بن قاسم نے طالقان میں خروج کیا مگر مقصم کے لشکر نے اُن کو مغلوب کر کے گرفتار کر لیا اور ایک گروہ زید یہ کا کتا ہے کہ یحییٰ بن زید کے بعد اُن کے بھائی عیسیٰ امام ہیں اور یہ وہی عیسیٰ ہیں جو ابراہیم کے غریک ہو کر منصور سے لڑے اور مارے گئے اور یحییٰ کے بعد امامت اُن کی اولاد میں قرار دیتے ہیں اور ایک جماعت کہتی ہے کہ محمد نفس زکیہ بن عبد اللہ کے بعد اُن کے بھائی اور یس بن عبد اللہ بن حسن ثنئی امام ہیں جب حسین بن علی بن حسن ثنئی نے خلیفہ ہادی عباسی کے عہد میں خروج کیا تو یہ ادریس اُن کے ہمراہ تھے اور ۱۶۹ھ میں مقام فح میں جو مکے کے قریب طائف کی طرف واقع ہے لشکر ہادی کے ہاتھ سے حسین مارے گئے تو ادریس مصر کی طرف بھاگ گئے اور وہاں سے اندلس کی جانب چلے گئے اور اقصائے مغرب کے شہر طنجہ میں دعوت شروع کی زنگیون نے اُنکی دعوت قبول کی اور بہت سال تک اُنکے قبضے میں آگیا جب ادریس کی شوکت و قوت بڑھ گئی تو رشید عباسی نے سلیمان بن جریر کو کہ زید یہ کا متکلم تھا ادریس کے پاس بھیجا جس نے ان کو زہر دیکر مار ڈالا ادریس کی ایک کینز کو حمل تھا جس سے ایک لڑکا پیدا ہوا اُسکا نام بھی ادریس رکھا اور وہ بڑھکر باپ کا قائم مقام ہوا جنات افروس میں لکھا ہے کہ جب سلطنت اندلس نبی مروان کے ہاتھ سے نکل گئی تو یہ ولایت بھی نبی ادریس کے ہاتھ میں آگئی لیکن بڑے بڑے شہر

اور اچھے اچھے مقام آل تاشفین کے ہاتھ میں رہے اور اُنکے بعد نبی عبدالمومن نے
 امن پر قبضہ کر لیا اُن کے بعد نبی مزین کے قبض و تصرف میں آ گئے یہاں تک کہ
 سترہ مین تمام ملک افریقہ نبی ادیس کے زیر نگین ہو گیا جب نبی اور یس کی
 حکومت مٹ گئی تو زید یہ کا کام اتر ہو گیا۔ ابو نصر بخاری کتا ہے کہ ایبراہیم اکبر
 بن امام موسی کاظم نے مین مین مامون عباسی خلیفہ بغداد کے عہد میں خروج کیا تھا
 اور وہ فرقہ زید یہ کے ایک امام تھے۔ زید یہ کے ایک داعی نے جبکا نام حسن بن زید
 بن محمد بن اسماعیل بن حسن بن زید شہید ہے سترہ ہجری مین طبرستان
 مین خروج کیا انکو داعی کبیر اور داعی اول کہتے تھے سترہ مین اُنھوں نے
 سلیمان بن طاہر پر حملہ کیا اور اسکو طبرستان سے نکال کر تمام ملک پر قبضہ کر لیا یہ
 نہایت خونریز تھے ان کی حکومت مین بہت سے آدمی مارے گئے اور اکثر اشراف
 سادات قتل ہوئے مین سال حکومت کر کے سترہ مین وفات پائی داعی کبیر کے بعد
 اُن کے بھائی محمد داعی کے لقب سے ملقب ہوئے اور احمد ابو الحسن کو جو داعی کبیر کا
 بھنوئی تھا شکست دیکر تمام حکومت طبرستان پر سترہ مین قبضہ کر لیا اور سترہ سال
 ۷ ماہ حکومت کر کے محمد بن ہارون سرخی صاحب اسماعیل بن احمد سامانی کے مقابلہ
 مین مارے گئے یہ محمد اتنے نیک سیرت تھے کہ ایک شخص کو جس نے اقرار کر لیا تھا
 کہ مین یزید بن معاویہ کی اولاد سے ہوں اُس قدر حصہ دیا جس قدر نبی
 عبد مناف مین سے ایک ایک شخص کو دیا تھا اور فرمایا کہ اللہ ایک شخص کو دوسرے
 کے گناہ کی وجہ سے عذاب نہ یگا۔ لہذا خون حسین کا تجھ پر مواخذہ نہیں۔
 زید مین سے ناصر اطروش نے دہلم مین اس مذہب کی طرف دعوت شروع
 کی ہزاروں آدمی اُن کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے اُنکا نام حسن بن علی بن حسن
 بن علی بن عمر ہے اور یہ عمر زید بن علی سجاد کے بھائی مین۔

یعقوب بن داؤد بن طہان شیعہ جب مہدی خلیفہ عباسی کا وزیر ہوا تو اُس نے
 زید یہ کو کل ممالک محروسہ کے معزز و ممتاز عہدوں پر مقرر کر دیا۔

زیدیہ کے بعض عقائد

سارے زیدیہ کا مثل امامیہ کے یہ عقیدہ ہے کہ اللہ کا ارادہ حادث ہے اور اس کا ارادہ سارے موجودات پر عام و محیط نہیں بلکہ بہت سے موجودات اُس کے بلا ارادہ پیدا ہو گئے ہیں جیسے خس اور آفت اور کفر اور مصیبت اور یہ بھی کہتے ہیں کہ اللہ کی بعض مرادیں واقع نہیں ہو سکتیں اور شیطان اور کافروں کی واقع ہو جاتی ہیں اور زیدیہ یہ بھی کہتے ہیں کہ اللہ بعض کافروں کی ہدایت کا ارادہ کرتا ہے مگر شیطان اور مغویان نبی آدم اُسے گمراہ کر دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا ارادہ اُن کے سامنے نہیں چل سکتا یہی عقیدہ امامیہ کا ہے اور کہتے ہیں کہ تکلیف اللہ تعالیٰ پر واجب ہے یہی مذہب امامیہ کا ہے برخلاف اہل سنت کے کہ اُن کے نزدیک اللہ پر تکلیف واجب نہیں بلکہ وہ ابرار پر فضل ہی اور فجار کے حق میں عدل ہی ہے شرح مواقف میں لکھا ہے کہ زیدیہ آٹھ فرقے ہیں جن میں قدر مشترک زید بن علی کی امامت ہے ان میں سے اکثر کے نزدیک ائمہ کا ایک وقت بلکہ ایک مقام میں متعدد ہونا جائز ہے مروج الذہب میں کہا ہے الزیدیۃ کانت فی عصوہم ثمانیۃ فرقا یعنی زیدیہ اپنے زمانے میں آٹھ فرقے تھے اور ان میں مرتبہ اور ابرقیہ اور عقبیہ اور یمانیہ اصحاب محمد بن یمان کو فی یہ چار نام لکھے ہیں بغیر تفصیل کے اور چار نام یہ لکھے ہیں یعقوبیہ اور ابتریہ اور جریریہ اور جارودیہ اور نفاسل لفنون میں کہا ہے کہ زیدیہ پانچ فرقے ہیں جارودیہ سلیمانہ صاکیہ چوتھا فرقہ ناصریہ کہ یہ شریف ناصر الکبیر کے متبع ہیں جنکی قبر آمل میں ہے پانچواں فرقہ ابو نعیم جو متبع ہیں شریف ابو نعیم کے جو ویم میں مدفون ہیں ہم جس ترتیب سے یہاں فرقے لکھیں گے وہ شرح مواقف کے مطابق ہی ہے اول فرقہ جارودیہ صاحب کشف اصطلاحات فنون نے اس فرقے کے بیان میں حروف کی عجیب تصحیف کر دی ہے صفحہ ۱۹۵ میں کہا ہے جارودیہ زیدیہ کا ایک فرقہ ہے ذکر ان کا باب زائے معجہ کی فصل دال حملہ میں کیا جائیگا اور صفحہ مذکور میں جارودیہ کا لفظ رائے حملہ و واو دال حملہ کے ساتھ لکھا ہے مگر اعراب نہیں لکھے

اور زید یہ کے بیان میں صفحہ ۲۱۲ میں جارود یہ کے عقائد بھی ذکر کئے ہیں جو شرح مواقف وغیرہ میں موجود ہیں اور صفحہ ۲۲۳ میں جارود یہ راے مہلہ اور واو وزاے مجرہ کے ساتھ لکھا ہے اور کہا ہے کہ ابی الحجار وز کے اصحاب ہیں کشکول بہامی میں مذکور ہے کہ جارود یہ ابو الحجار و دین زیاد بن معبد عبدی کے اصحاب ہیں اور مجمع البحرین میں بیان کیا ہے کہ اس فرقے کا رئیس خراسان کا باشندہ تھا اور اسے ابو الحجار و دین زیاد بن منذر عبدی کہتے تھے۔

شرح مواقف میں سطور ہے کہ امام محمد باقر نے اسکا نام سر حوب رکھا تھا سر حوب ایک شیطان ہے نابینا کہ دریا میں مقیم ہے اور مجمع البحرین سے معلوم ہوتا ہے کہ سر حوب طویل کے معنی میں ہے اسی لیے اس فرقے کو سر حوبیہ بھی کہتے ہیں اس فرقے کا عقیدہ تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کی امامت کے لیے نص کر دی تھی مگر نص و صف کے ساتھ بھی نام کے ساتھ نہ تھی جناب سرور کائنات نے حضرت علی کا نام نہیں لیا تھا بلکہ جو خصلتیں اور علامتیں اور نشانیاں اپنے بعد امام میں بتائی تھیں ان پر اب فراست نے اُن سے جان لیا کہ مراد آپ کی جناب امیر کی ذات فاضل البرکات ہے کوئی اور نہیں اس لیے کہ وہ سب خصائل انہی میں موجود ہیں دوسروں میں موجود نہیں پس جبکہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب امیر کی امامت پر ایسی نص کی جو نام لینے کی برابر ہے اور صحابہ نے سرور کائنات کے انتقال کے بعد حضرت ابوبکر کو اختیار کر کے انکو خلیفہ بنایا تو یہ کام نص رسول کے خلاف کیا اور لوگ حضرت علی اور حسن و حسین اور اُن کی اولاد کی بیعت کے ترک کرنے سے کافر ہو گئے مواقف میں لکھا ہے کہ جارود یہ کا مذہب یہ ہے کہ امامت حسن اور حسین کے بعد انکی اولاد میں شورٹے ہے جو کوئی ان میں سے تلوار کے ساتھ خروج کرتا اور حق کی طرف بلاتا ہوگا اور امور دین کا عالم اور شجاع ہوگا وہی امام ہے اُس کی اطاعت واجب ہے اسی لیے یہ کہتے ہیں کہ اگر دو امام ایک زمانے میں دو مقاموں پر حکومت کرتے ہوں اور اُن میں امامت کی شرطیں جمع ہوں اور اطاعت انکی

جلد اول مجمع البحرین تحت سر حوب لکھا ہے جو فی حدیث سر حوب قلت و ما السر حوب قال اطلی بر ارضہ

لوگوں نے تسلیم کر لی ہو اور مقررہ اطاعت مان لیا ہو تو یہ بات جائز ہے اور یہ قول اجماع سلف کے خلاف ہے۔ شرح مقاصد میں لکھا ہے کہ جارود یہ معتزلہ اور خوارج اور اہل سنت کے ساتھ اس بات میں متفق ہیں کہ امامت اہل حل عقد کے اختیار کر لینے سے بھی ثابت ہو جاتی ہے اور ان کو ائمہ کی ترتیب اور توقف اور امام منتظر بن اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ حضرت علی سے امامت حضرت حسن کو پہونچی اور حضرت حسن سے حضرت حسین شہید کربلا کو اور امام حسین علی زین العابدین کو اور ان سے زید شہید کو اور زید سے اولاد امام حسن کو اور اس سلسلے میں محمد بن عبد اللہ بن حسن مثنیٰ بن حسن سبط میں امامت کے تمام خصائل جمع تھے و ہی امام منتظر ہیں یہ محمد منصور کے عہد میں دعوت امامت کی وجہ سے مدینہ میں مقتول ہوئے اور یہ لوگ ان کے مقتول ہونے کے منکر ہیں ان کا عقیدہ یہ ہے کہ یہ محمد بن عبد اللہ جلدی خروج کریں گے اور زمین کو عدل سے بھر دیں گے اور بعض جارود یہ کہ یہ ہے کہ محمد واقعی مقتول ہو چکے ہیں اور ان کے بعد امامت محمد بن قاسم بن علی بن عمر بن علی بن امام حسین بن علی بن ابی طالب کو پہونچی جنہیں صاحب طاقان کہتے ہیں یہی امام منتظر ہیں انھوں نے معتصم کے زمانے میں خروج کیا اور گرفتار ہوئے معتصم نے انھیں قید خانے میں رکھا وہیں انتقال کیا پس یہ لوگ ان کی موت کے منکر ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ امامت ان کے بعد یحییٰ بن عمرو بن یحییٰ کو پہونچی جو حسین ذی الدعہ بن زید شہید بن علی زین العابدین کی نسل سے تھے ان یحییٰ نے مستعین باللہ کے عہد میں محمد بن عبد اللہ بن طاہر حاکم عراق پر خروج کیا تھا کتب تواریخ اور انساب کی کتابوں میں ان کا نام صاحب شاہی ذکر کرتے ہیں یحییٰ مستعین کے عہد میں بارے گئے مگر یہ لوگ ان کی موت کے منکر ہیں اور ملل و غل شہرستانی میں جو یحییٰ کو عمر بن یحییٰ بن زید شہید کا فرزند لکھا ہے یہ غلطی ہے اس لیے کہ نسابین کا اس پر اتفاق ہے کہ یحییٰ

حدادی اس کی طرف متنازع ہیں اور کراچی کے نزدیک مطلقاً جائز ہے

نہیں کہو نہ مفسد نہ وقت نہ اس کی ہو اور ایک درود درود نہیں بلکہ جہاں لکھا ہے میں فوراً دوام اور کربلا میں اصل

بن زید شہید نے کوئی اولاد نہیں چھوڑی نادرہ دانشوران میں ابن عقیلہ جباروی کے حالات میں اس کی صراحت کی ہے یحییٰ نے چونکہ کوفہ میں خروج کیا تھا اس لیے صاحب کوفہ مشہور ہیں۔

دوسرا فرقہ کینسیہ یہ فضل بن وکین کے پیرو ہیں اور تمام باتوں میں جبارویہ کے موافق ہیں مگر طلحہ اور زبیر اور ام المومنین عائشہ کو کافر بتاتے ہیں باقی صحابہ کو برا کہتے ہیں تیسرا فرقہ سلیمانہ ہے جسے جریر یہ بھی کہتے ہیں یہ لوگ سلیمان بن جریر کے متبع ہیں اور غنیۃ الطالبین میں سلیمان کے باپ کا نام کثیر لکھا ہے اس فرقے کا اعتقاد یہ ہے کہ امامت نام شورے کا ہے درمیان خلق کے اورادو مسلمانوں کے مقرر کرنے سے بھی منع ہو جاتی ہے کثکول بہای میں لکھا ہے کہ ان کے نزدیک امامت کا طریق بیعت ہے اور بیعت و اجتہاد کے ذریعہ سے حضرت ابو بکر و عمر کی امامت کے منعقد ہو جانے کا اعتراف کرتے ہیں پھر کبھی یہ لوگ اس اجتہاد کو صواب قرار دیتے ہیں اور کبھی خطا جانتے ہیں اور ان کے نزدیک امامت مفضول کی فاضل کے موجود ہوتے صحیح ہے اور سلیمان یہ کہتا تھا کہ لوگ ترک بیعت حضرت علیؑ سے کافر نہیں ہوئے بلکہ خطا وار ہوئے کہ افضل کچھوڑ دیا یہ جبارویہ کی تکفیر کرتے ہیں اس لیے کہ وہ صحابہ کی تکفیر کرتے ہیں مگر سلیمانہ طلحہ اور معاویہ اور بی بی عائشہ کو کافر جانتے ہیں اس وجہ سے کہ انھوں نے حضرت علیؑ سے جنگ کی تھی اور حضرت عثمان بن عفان کو بھی کافر بتاتے ہیں بسبب اُن خلافت امورات جاری کرنے کے جو انھوں نے اپنی خلافت میں نکالے تھے اور اہل سنت کہتے ہیں کہ وہ سارے فوراُن کے اقارب بنی امیہ کے تھے نہ حضرت عثمانؓ کے اُن لوگوں نے مخلوق پر دست درازی کرنا شروع کی تھی چھیڑ کرنے لگے تھے وہ جبرائیلؑ پر آن پڑا اختلاف کثیرہ پیدا ہو گئے عثمان رضی اللہ عنہ پر مواخذات کیے گئے اور سلیمانہ کے نزدیک حضرت علیؑ کی امامت پر رض نہیں کی بلکہ بعد اُن کے امر شورے ہو گیا۔

چوتھا فرقہ بقریہ کہ ثومیہ بھی کہلاتے ہیں محمدؐ انا عشری میں لکھا ہے کہ مغیرہ

ہر سعد کے اصحاب ہیں جو اتر کے لقب سے مشہور تھے البتہ الباب فی تحریر الانساب
 اختلاف ذوی الباب میں لکھا ہے بترہ بفتح باء موحده و سکون تا سے فوقانی
 اور شرح موافقت میں ہے کہ بتیر یہ بتیر ثومی کے اصحاب ہیں اور تعریفات سید شریفین
 اور تعریفات ابو نصر کی میں بھی لکھا ہے کہ بتیر یہ بتیر ثومی کی طرف منسوب ہیں
 اور بتیر یہ میں باء موحده کے بعد تا سے فوقانی اور اُس کے بعد یا سے تحتانی ہے اور
 مروج الذہب سے معلوم ہوتا ہے کہ اس فرقے کا نام ابتر یہ ہے چنانچہ حالات
 ہشام میں ہے ثم الفارقة السادسة المعروفة بالابترية وهم اصحاب
 كثيرون لابن الحسن ابن صالح بنى اور ملل و نخل شہرستانی میں ہے البترية اصحاب
 كثيرون النوى الا بترا اور كشف الغممة عن افتراق الامم میں ہے بترہ اتباع ہیں حسن
 بن صالح بن كثير اتر کے اور ترجمہ ملل و نخل میں بترہ کو اصحاب كثير بن تهرى لکھا ہے
 اور بہمانی نے تعلیقہ میں لکھا ہے البترية بضم الباء وقيل بكسر ها منسوبون
 الى كثيرون النوى لانه كان ابتر اليد وقيل الى المغيرة ابن سعيد يعني بترہ میں باء
 موحده مضموم ہے اور بعض کے نزدیک مکسور ہے اور یہ فرقہ كثير ثومی کی طرف منسوب ہے
 چونکہ اسکا ہاتھ کٹا ہوا تھا اسلئے ابتر کہلاتا تھا پس اسلئے فرقے کو بھی کو بترہ کہنے لگے
 کیونکہ عربی میں ابتر مقطوع اور ناتمام کو کہتے ہیں اور بعضوں نے کہا ہے کہ یہ فرقہ
 سفیر بن سعید کی طرف منسوب ہے اور صواعق محرقة کی یہ عبارت ہے البترية و
 يقال لهم التومية اصحاب بتير التومى وهو المغيرة بن سعد الملقب بالابترا
 بعضی قیرہ کو تو تومیہ بھی کہتے ہیں اور یہ بتیر ثومی کے متبع ہیں جسکا نام سفیر بن سعد اور
 لقب ابتر تھا بہر صورت اس نام میں بڑا اختلاف ہے کوئی بترہ لکھتا ہے کوئی قیرہ
 بیان کرتا ہے کوئی ابترہ بتاتا ہے اسی طرح کوئی تومیہ تحریر کرتا ہے کوئی تومیہ اور
 کوئی تومیہ یہ لوگ امامت میں سلیمانہ کے موافق ہیں مگر کہتے ہیں کہ حضرت علی
 امامت کے لئے اولی و افضل ہیں گو حضرت ابو بکر بھی امام تھے اور انکی امامت خطا
 نہ تھی نہ کفر بلکہ خود حضرت علی نے ان کو امامت دیدی اور حضرت عثمان کی تکفیر نہیں

وہ ابراہیم کی طرف منسوب نہیں ہو سکتا اس لیے کہ ابراہیم پہلے کیسانی تھا اور مختار کا
 معاون تھا جس کو محمد بن حنفیہ نے خون حسین کا معاوضہ لینے پر مامور کیا تھا اور وہ
 کھلم کھلا محمد بن حنفیہ کی دعوت دیتا تھا ابراہیم نے عبد اللہ بن مطیع کی جو عبد اللہ
 بن زبیر کی طرف سے کوفہ کا گورنر تھا تمام قوت پامال کر کے مختار کی حکومت
 جمائی تھی اور اسی نے موصل میں ابن زیاد اور اہل شام کو زیر و زبر کیا تھا اور
 اس وقت ابراہیم کے ساتھ زبردست لشکر اور بہت ساسا مان جنگ اور نامی نامی
 شہسوار جنگ آور تھے اور مختار کے مارے جانے کے بعد ابراہیم زبیری ہو گیا تھا اور
 مصعب بن عبد اللہ بن زبیر کے ساتھ عبد الملک بن مروان کے مقابلے میں مارا گیا تھا
 آنکھوان فرقہ صاحب یہ حسن بن صالح بن حمی کی طرف منسوب ہیں انکا عقیدہ
 یہ ہے کہ جو کوئی فاطمی صفت شجاعت و سخاوت و علم کے ساتھ متصف ہو اور تلوار
 لیکر خروج کرے وہ امام ہے اور یہ لوگ حضرت ابوبکر کی امامت کو ثابت رکھتے ہیں
 کیونکہ ان کے نزدیک فاطمی اور علوی ہونا امامت کے شرائط میں سے نہیں ہے
 کہتے ہیں کہ امام قریش میں سے کسی ایک خاندان کا آدمی ہونا چاہیے۔ اور حضرت
 علی کو تمام صحابہ پر تفصیل دیتے ہیں اور حضرت عثمان کے حال میں متوقف ہیں
 نہ انھیں موکمن جانتے ہیں نہ کافر اس لیے کہ حضرت علی کی زبان سے ان کے
 حق میں فضائل بھی منقول ہیں اور ردائل بھی۔

امامیہ

اب غور سے سنو کہ امام کا مقرر کرنا زمانہ نبوت کے ختم ہونے کے بعد واجب ہے
 یا نہیں اور واجب ہے تو کیا خدا سے تعالیٰ پر واجب ہے یا خلق پر واجب ہے اور
 نبوت اس وجوب کا دلیل شرعی کے ساتھ ہے یا عقلی کے۔
 خوارج یہ کہتے ہیں کہ امام کا مقرر کرنا مطلقاً واجب نہیں جائزات میں سے ہی

مؤلف اور شرح
 یہ لفظ شرح
 دیکھو کتاب
 فقہاء ائمہ
 بن حمی و کان
 الحسن بن صالح
 الصالحیۃ اصحاب
 میں ہے الثالث
 لکھو ہر سال

اور شیعہ اسماعیلیہ اور امامیہ اور غلاۃ کہتے ہیں کہ امام کا مقرر کرنا اللہ پر واجب ہے اور اس وجوب کے ثبوت پر عقل دلائل کرتی ہے اور غلاۃ کا بھی یہی اندیشہ ہے مگر شیعہ کے یہ فرقے اس بات میں باہم مختلف ہیں کہ امام کا تقرر کس ضرورت کے لئے ہے اسماعیلیہ کہتے ہیں کہ امام اس غرض سے مقرر ہوتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کی شناخت کرائے اور جو باتیں اللہ کے حق میں جائز اور حرام ہیں اور جو اس کے حق میں محال ہیں سب کی پہچان جائے اور معرفت الہی کی تعلیم فرمائے کیونکہ ان کے نزدیک بغیر کسی معلم کے اللہ کی معرفت ناممکن ہے اور امامیہ کہتے ہیں کہ معصوم یعنی امام کی طرف حاجت معرفت الہی کی تعلیم کے لیے نہیں بلکہ اس لئے ہے کہ وہ واجبات عقلی و شرعی کے ادا کرنے اور قبائح عقلی و شرعی سے بچنے میں لطف ہو غرض کہ اسماعیلیہ کے نزدیک امام کا تقرر اللہ کی معرفت کے لئے واجب ہے اور امامیہ کے نزدیک تو انہیں شرع کی محافظت کے لئے واجب ہے اور اسماعیلیہ امام کو اللہ کی معرفت کا معلم قرار دیتے ہیں اور امامیہ اُسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندوں کے حق میں لطف مانتے ہیں اور امامیہ کے نزدیک امام اداے واجبات میں لطف ہے اسماعیلیہ کے نزدیک معارف میں لطف ہے اور غلاۃ کہتے ہیں کہ امام کا تقرر لغات کی تعلیم کرنے اغذیہ اور ادویہ اور سموم اور حروف اور صناعات کے احوال بتانے اور آفات و مصائب سے بچانے کے لیے ہے اور اہل سنت اور معتزلہ اور زیدیہ کی یہ رائے ہے کہ امام کا مقرر کرنا مخلوق پر واجب ہے مگر بعض معتزلہ اور بعض زیدیہ کے نزدیک یہ وجوب دلیل عقلی سے ثابت ہے۔

شرح مقاصد میں لکھا ہے کہ ہشام بن عمرو غوطی معتزلی اور اُس کے اصحاب کے نزدیک امن و امان کی حالت میں امام کا مقرر کرنا واجب ہے تاکہ شعائر اسلام کو ظاہر کرے اور فتنہ و فساد کی حالت میں واجب نہیں اس لئے کہ سرکش لوگ اُسکی اطاعت نہ کریں گے تو خونریزی ہوگی اور ابو بکر اصم معتزلی اور اُس کے اصحاب کی یہ رائے ہے کہ فتنہ و فساد کے وقت میں امام کا مقرر کرنا واجب ہے اور امن و اطمینان کی حالت میں

واجب نہیں کیونکہ اس وقت عین امام کی کیا حاجت ہے انتہی طرح موافقت اور
 نہایت اعتدال میں لکھا ہے کہ باحظا و کسبی اور ابواحسن بصری یہ کہتے ہیں کہ امام کا
 مقصد مکرنا مخلوق پر عقلا و شرعا دونوں طرح واجب ہے انتہی اور اہل سنت و جماعت
 کے نزدیک تقرر امام کا وجوب مخلوق پر دلیل سمعی (شرعی) سے ثابت ہے اور عامۃ مقولہ
 اور اکثر نذیریہ کا بھی یہی مشرب ہے۔ اور تمام امت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ
 کوئی آدمی صرف امامت کی صلاحیت رکھنے سے امام نہیں بن سکتا بلکہ امام مقرر
 ہونے کے لیے کچھ اور بھی چیزوں کی ضرورت ہے اور وہ چیزیں یہ ہیں۔

۱۔ شریعت مجربہ میں کما حقہ
 فذ صلاہل لسنۃ انہ
 واجب علینا سماعا و قالۃ المعتزلۃ
 والذیذینہ بل عقلا اور شرح مواقف
 میں مذکور ہے نصب الامام عندنا
 واجب علینا سماعا و قالۃ المعتزلۃ
 والذیذینہ بل عقلا اور شرح
 بین آیات واجب المعتزلۃ والذیذینہ
 نصب الامام علینا باللیل العقلیہ
 عبادتوں کے خلاف ہے بل عقلی
 ذبیہ سکنزدیک مخلوق پر کثرت
 اور کتابہ ہزار سے معلوم ہوتا ہے
 کا ذہب ہے چھکے وجہ امامت کا
 کہ بھی مذہب جمہور معتزلہ کا ہے
 اصرار امام رازی نے بھی

۲۔ انکا قول ربیعین میں
 یہاں قالوا نصب واجب الطریق
 الاممۃ من هذا الوجوب لسمیع دون
 العقل وهذا قول اصحابنا و اکثر
 کہا ہے کہ متافون معتزلہ میں سے امام کا کثر
 اور قولہ معتزلہ بعد اس کے امام کا کثر
 ابو القاسم من سے باحظا اور خطا واد
 غلط ہے عقلا واجب کا قول یہ ہے کہ امام کا مقرر
 واجب علینا سماعا عندا ہل السنۃ و قالۃ
 المعتزلۃ و عقلا عند الحاکم و الخطا
 والبع و ابی الحسین البصری۔ اور جمعی
 اس مقام کی کہ بہ کہ زیادہ تر معتزلہ
 اس مذہب پر ہیں کہ امام کا مقرر
 کرنا خلق پر شرعا واجب اور
 عقلی شریعت میں

۳۔ جمہور کا
 لفظ اور ربیعین میں
 اکثر کا لفظ اور شرح مقاصد میں
 عامہ کا لفظ اس بابت کی تنبیہ کے لیے
 معتزلہ کے ساتھ ذکر کیا ہے اور بھی امام صاحب
 مشہور زیدیہ کا ہے اسی وجہ سے امام صاحب
 نے ربیعین میں اکثر المعتزلۃ والذیذینہ
 کہا ہے اور مطلب کتابیہ کے ساتھ مذہب ہے
 اور جمہور زیدیہ کا ایک ساتھ مذہب ہے
 اور بعض معتزلہ اور بعض زیدیہ کا یہ
 مذہب ہے شریعت کا عقلا واجب
 واجب ہو شریعت کا عقلا واجب ہو
 اور شریعت طوائف الاثر اور غیرہ میں
 کہ کہہ دیا کہ عقلا واجب ہو گئے اور اکثر معتزلہ
 بل عقلا اکثر زیدیہ کا مذہب
 اور اکثر زیدیہ کا مذہب
 بل عقلا اکثر زیدیہ کا مذہب
 اور اکثر زیدیہ کا مذہب

۱۲۔ اس کا
 اور مصنف کتاب الاثر سے بعض زیدیہ کے مذہب کے ذکر کو چھوڑ دیا

۱۱) ابتدا در رسول کی طرف سے نص وارد ہونا یا امام سابق کا ولی ہونا اور پھر
(۱۲) امامت کے لیے دعوت کرنا (۱۳) ایمان دارکان کا بیعت کرنا پہلی چیز میں
نص مخصوص علیہ کے امام ہونے کا سبب مستقل ہے پچھلے دونوں طریق ایسے ہیں
کہ ان کے سبب مستقل ہونے میں اختلاف ہے امامیہ ان دونوں طریق کو نہیں
مانتے مگر معتزلہ اور اہل سنت اور خوارج اور زید یہ بین سے صاحبہ کہتے ہیں کہ اعتقاد
کہ لینا بھی امامت کے ثبوت کا طریق ہے اور صرف زید یہ کا مذہب یہ ہے کہ دعوت بھی
ثبوت امامت کا طریق ہو شرح مقاصد میں لکھا ہے کہ صاحبہ اسکے قائل نہیں مگر
کتاب الازہار کا شراح صاحبہ کا بھی یہی مذہب بتاتا ہے اور دعوت کے یہ سنی ہیں
کہ جس میں شرائط امامت کے جمع ہونے مظلوموں کی مدد کرے امر معروف اور نہی منکر بجالاے
اور اپنی متابعت کے لیے لوگوں کو بلائے اسی لیے ان کی رائے یہ ہے کہ جو فاطمی تلوار
لیکر خروج کرے اور اشد کی راہ کی طرف دعوت کرے وہ امام ہے پس ان کے نزدیک
دعوت حصول امامت کا سبب مستقل ٹھہرا اہل مذاہب میں سے سوائے جہائی کے کسی نے
ان کی اس تجویز کے ساتھ موافقت نہیں کی ہے۔

امامیہ کہتے ہیں کہ اگر کوئی آدمی امامت کی دعوت کرے اسکی شوکت بڑھ جائے اس
اسکی دعوت قبول کرے مگر امامت اسکی صحیح نہیں معتزلہ اور اہل سنت کہتے ہیں کہ
بیعت کا منعقد ہو جانا حصول امامت کا سبب ہی اور امامیہ کے نزدیک صرف بیعت سے
امامت نہیں حاصل ہو سکتی اور امامیہ بلکہ تمام شیعہ کہتے ہیں کہ فاضل کے موجود ہوتے
مفضول کی امامت درست نہیں اور اہل سنت میں سے شیخ ابوالحسن کا میلان بھی
اسی جانب ہے اور شیخ ابوالنصور کا مذہب یہ ہے کہ امامت مفضول کی فاضل کے
موجود ہوتے ہوئے منعقد ہو جاتی ہے۔

اور امامیہ کہتے ہیں کہ خلافت جامع و شامل ہے امامت اور سلطنت کو
خواہ حقیقت کے ساتھ ہو جیسے حضرت علی کی خلافت کہ وہ امامت

لکھو انما من انما یعلمون شیعہ دیکھو من انما یعلمون غیر الصالحین قال بن شیعہ نظام

سلطنت و حقیقت تینوں باتوں کو جامع تھی یا صرف غلبے اور تسلط کے ساتھ ہو جیسے خلافت خلفائے ثلاثہ کی کہ وہ حقیقت کے ساتھ نہ تھی در نہ وہ امامت کو جامع تھی۔ اور امامت خاص ہے نہ صرف نبی کی نیابت بدون سلطنت و امامت و حکومت کے اسی لئے شیعہ خلفائے ثلاثہ کو امام نہیں جانتے اور ائمہ اثنا عشر کو امام مانتے ہیں اور محققین اہل سنت خلافت عامہ اور امامت دونوں کو مترادف جانتے ہیں اور دونوں کے معنی بادشاہی کے لیتے ہیں جو واسطے انتظام دین اسلام کے پیغمبر علیہ السلام کی نیابت میں ہوا اور کہتے ہیں کہ جب خلیفہ بین دین اسلام کا انتظام کرنے کے صفات ہوں اور حکم اُسکا جاری ہو تو یہ بادشاہی اُسکے لیے موجب گناہ نہیں افضل امت ہو یا نہ ہو اور امامیہ کہتے ہیں کہ افضل امت ہو کہ حکم الہی میں اُسکی اطاعت تمام امت پر واجب ہے بادشاہ اور فرمان روا ہو یا نہ ہو۔

تسمیہ میں سالی نے لکھا ہے کہ امامیہ کے نزدیک امام کا معصوم ہونا واجب ہے و معتزلہ نے بھی امام کا معصوم ہونا واجب قرار دیا ہے بلکہ معتزلہ کے نزدیک امام نماز کا بھی معصوم ہونا واجب ہے اگر معصوم نہ ہو گا تو اُسکے پیچھے نماز ناجائز ہوگی مگر سالی کا یہ قول غلط ہے نہایت العقول میں امام رازی نے لکھا ہے کہ تمام امت میں سے سوائے ملاحدہ اور امامیہ کے کوئی بھی امام کے لیے عصمت شرط نہیں قرار دیتا بلکہ اربعین میں تو امام صاحب نے صاف ان الفاظ میں کہ دیا ہے کہ اہل سنت اور معتزلہ اور زیدیاہ اور خوارج کے نزدیک امام کا معصوم ہونا واجب نہیں اسما علیہ اور اثنا عشریہ کے نزدیک معصوم ہونا واجب ہے معارف شرح صحائف میں بھی کہا ہے کہ اہل سنت اور معتزلہ اور زیدیاہ عصمت امام کے منکر ہیں ان کے نزدیک عدالت ظاہری کافی ہے۔

امامیہ کہتے ہیں کہ عصمت ایک ایسی صفت ہے کہ جس میں وہ ہوتی ہے اُس شخص سے گناہ نہ عمداً سرزد ہوتے ہیں نہ سهواً نہ خطاؤ اور نہ اُس سے حکم شرعی میں خطا سے اجتہادی واقع ہو سکتی ہے اور اس وجہ سے ائمہ کا قول مثل قول انبیاء کے

عصمت امامیہ و عصمت معتزلہ و عصمت زیدیہ و عصمت خوارجیہ و عصمت سالی و عصمت اربعینیہ و عصمت اثنا عشریہ و عصمت زیدیاہ و عصمت ملاحدہ و عصمت سالی و عصمت اربعینیہ و عصمت اثنا عشریہ و عصمت زیدیاہ و عصمت ملاحدہ

عصمت امامیہ و عصمت معتزلہ و عصمت زیدیہ و عصمت خوارجیہ و عصمت سالی و عصمت اربعینیہ و عصمت اثنا عشریہ و عصمت زیدیاہ و عصمت ملاحدہ

واجب الاتباع ہے اور اُن کا ارشاد صین اللہ کا فرمان ہے اور اُن کی نسبت
حضرت کے ساتھ ایسی ہی جیسے اور انبیا کی حضرت موسیٰ کے ساتھ تھی جو تورات پر
عمل کرنے کے لیے منجانب اللہ مامور تھے اور اہل سنت کے نزدیک ایسی عصمت
انبیا سے خصوصیت رکھتی ہے حاصل ان امور میں جبکی خبر وحی کے ذریعے اُنکو
حاصل ہوتی ہے اور اُن پر وہ مستقر ہوتے ہیں ائمہ اہل بیت کا حال دوسرے
مجتہدین کا سا ہے اُن کے اجتہاد میں خطا جائز ہے جبکہ انبیا سے اجتہادات میں
خطائیں سرزد ہوئیں تو ان سے کیونکر سرزد نہیں ہو سکتیں۔
اور اہل سنت کے نزدیک مسئلہ فضیلت ظنی ہے اسکی قطعیت پر کوئی دلیل قائم نہیں
اور مسئلہ ترتیب خلافت پر تشفع نہیں اور نہ ترتیب خلافت پر موقوف ہے اگر
فرض کیا جائے کہ خلافت اس ترتیب پر نہ ہوتی تب بھی ترتیب فضیلت اُسی
بچ پر ہوتی کہ سب اصحاب رسول میں سے افضل ابو بکر صدیق ہیں پھر عمر پھر عثمان
پھر علی رضی اللہ عنہم تمام اہل سنت و جماعت اور قدامے معتزلہ اسی مذہب
پر ہیں اور خواجہ اور نو اصحاب کے نزدیک بھی صرف حق شیخین میں ہی ترتیب ہے
اور خطا یہ کہ نزدیک سب سے افضل حضرت عمر ہیں اور فرقہ عباسیہ
جو امامت حضرت عباس و انکی اولاد کا قائل ہے افضل اصحاب عباس بن عبدالمطلب
کو جانتا ہے اور شیعہ تمام علی الاتفاق حضرت علی کو سب سے افضل کہتے ہیں اور
معتزلہ متاخرین کا بھی یہی مذہب ہے۔

لوگوں نے امامین بعد سرور کائنات کے اختلاف کیا ہے جمہور کا مذہب یہ ہے کہ
ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں عباسیہ کا مذہب یہ ہے کہ عباس بن عبدالمطلب ہیں اس لئے
کہ وہ حضرت کے چچا اور وارث تھے تو وہ ابن عم سے زیادہ حقدار ہیں اور کشف الغمہ
عن افتراق الامم میں لکھا ہے کہ یہی مذہب ابو یزید کا ہے جو ابو ہریرہ ربو بدی
یا عباس ربو بدی کے اصحاب ہیں اور شرح مقاصد میں ربو بدی کی جگہ ربو بدی
پیر وان قاسم بن روند لکھا ہے در عثمانیہ اور نبو امیہ نے کہا حضرت عثمان

بن عثمان بن اور حشو یہ نے کہا کہ سوا سے ہوامیہ کے اور کوئی امام نہیں پھر
 اور بن نے پھر اور کہا شیعہ کا قول یہ ہے کہ حضرت علی بن ابی طالب نام ہیں
 پھر شیعوں کے یہاں امامت میں ایک بڑا اختلاف پڑا یہاں تک کہ اس باب میں
 تین سو فرقے ہو گئے۔ شیعہ زید یہ میں سے بعض فرقے امامت حضرت ابوبکرؓ پر ہیں
 جمہور اہل سنت اور معتزلہ اور خوارج اور مرجیہ کا یہ مذہب ہے کہ نبی علیہ السلام نے
 اپنے بعد کسی کے امام ہونے کی نسبت نص نہیں کی تھی ان کے سوا اسلام کے اور
 فرقے قائل ہیں اس بات کے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نص کی ہے پھر اس میں
 اختلاف ہے کہ نص کس شخص کے لیے کی ہے بکرؓ یا ابوبکرؓ یہ کہتے ہیں کہ
 حضرت ابوبکرؓ کے لیے نص کی ہے پھر اس فرقے میں بھی باہم اس بات کا اختلاف ہے
 کہ بعض حضرت سے نص خفی ثابت کرتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم
 نے انہی بیماری کے ایام میں حضرت ابوبکرؓ کو امام نماز بنایا تھا اور یہ حسن بصری کی
 رائے ہے بعض اہل حدیث نص جہلی کے قائل ہیں اور وہ یہ ہے ایتونی بقرطاس
 اکتب لا بی بکر کتابا لا یختلف فیہ اثنتان کذا فی فہامۃ العقول یعنی لا و کاغذ
 تاکہ میں تم کو ابی بکر کے لیے ایک تحریر کر دوں کہ پھر اس میں دو شخصوں کو بھی خلافت
 کرنے کا موقع ملے اور دوسری روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
 مرض الموت میں بی بی عائشہؓ سے فرمایا ادعی لی ابا بکر اباک وانما حقہ حتی
 اکتب کتابا فانی اخاف ان یمنی متمن ویقول قائل انا ولا یمانی اللہ
 فالمسلمون لا بابی بکر کذا فی صحیح المسلم یعنی تم اپنے والد ابوبکرؓ اور اپنے بھائی
 کو میرے پاس بلاؤ تاکہ ایک کاغذ لکھ دوں کیونکہ میں اس سے ڈرتا ہوں کہ کوئی
 آرزو کرنے والا یہ آرزو کرے اور کوئی کہنے والا یہ کہے کہ میں سخی ہوں حالانکہ وہ
 سخی نہ ہوگا اللہ اور مسلمان انکار کرتے ہیں مگر ابوبکرؓ سے کسی کو انکار نہیں سخیہ
 کہتے ہیں کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کے حق میں نص کی تھی اور تمام
 شیعہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جناب امیر کی امامت کے باب میں نص خفی ثابت ہے

یہ لفظ شرح عقائد جلد اول میں لکھا ہے ۱۲ نہ ۱۵ یہ لفظ شرح عقائد جلد اول میں لکھا ہے ۱۲ نہ ۱۵

اور نص غنی اسے کہتے ہیں کہ جس سے مراد بالہدایت نہ معلوم ہوتی ہو اور نص علی جناب امیر کے حق میں وارد ہونے کے زید یہ تو منکر ہیں اور امامیہ کے قائل ہیں وہ نص یہ ہے کہ آنحضرت نے صحابہ کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا تھا سلوا علی علیہا صرة المؤمنین واسمعوا واطيعوا له وتعلموه ولا تعلموه یعنی سلام کرو علی کو بطور امیر المؤمنین کے اور سنو اس سے اور اطاعت کرو اسکی اور سیکھو اس سے اور نہ سکھلاؤ اس سے اور جناب رسالت آب نے حضرت علی سے مخاطب ہو کر فرمایا تھا یا علی انت اخي وانت وارث علی وانت الخليفة من بعدی وانت قاضی دینی یعنی اے علی تم میرے بھائی ہو اور تم میرے علم کے وارث ہو اور تم میرے بعد خلیفہ ہو اور تم میرے قرض کے ادا کرنے والے ہو۔

اور جو لوگ عباس عم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امامت کے قائل ہیں انھوں نے نص کا ذکر تو نہیں کیا مگر ان کے امام ہونے کے باب میں آنحضرت کے ایسے اقوال ذکر کرتے ہیں جن سے سمجھا جاتا ہے کہ اور و ان کی بہ نسبت خلافت کے لیے وہی حق ہیں کتاب میسرین لکھا ہے کہ بعض اہل حدیث کا یہ قول ہے کہ حضرت سرور عالم نے اپنے چچا عباس کی امامت کے لیے کہدیا تھا اور عمدہ نسبی میں مذکور ہے کہ بعض راویان یہ کہتے ہیں کہ امامت کا ثبوت وراثت کے ساتھ ہے مناجاة الطرب میں بیان کیا ہے کہ خراسانی نبی عباس کے شیعہ کا گروہ راوندیہ کے نام سے پکارا جاتا تھا ان لوگوں کا اعتقاد یہ تھا کہ بعد رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے امامت کا استحقاق سب سے زیادہ ان کے چچا عباس کو تھا کیونکہ وراثت بھی وہی تھے اور انکی وفات کے وقت زندہ بھی تھے اور اپنی سند میں یہ آیت پیش کرتے ہیں واولوا الارحام بعضهم اولی ببعض فی کتاب اللہ جس کے معنی یہ ہیں کہ بعض قرابتدار بعض قرابتداروں سے زیادہ استحقاق رکھتے ہیں مگر لوگوں نے ان کو امام نہ ہونے دیا اور انکا حق غصب کیا یہاں تک کہ خدا نے تعالیٰ نے وہی حق ان کی اولاد تک پہنچا دیا یہ لوگ ائمہ ہیں اور عمر اور عثمان کو خلیفہ نہیں مانتے اور بالکل ان سے بری ہوتے ہیں مگر

حضرت علی کی بیعت کو جائز سمجھتے تھے اس سبب سے کہ عباس نے اُنہیں کہا تھا کہ اے میرے بھتیجے آؤ میں تم سے بیعت کروں تاکہ کوئی شخص تمہاری امامت میں اختلاف نہ کرے۔ ہایہ فی اصول الدین میں لکھا ہے کہ اکثر مشائخ نے کہا ہے کہ طریق اثبات امامت کا رشتہ ہی اور اہل سنت کہتے ہیں کہ خلافت اور امامت کا وجود ان دو طور سے ہوا ہے ایک اہل حل و عقد کی بیعت سے دوسرے اختلاف سے۔ ان کے نزدیک امامت کا سارا بحث مسائل فقہیہ سے ہے اس لئے کہ امام کا مقرر کرنا امامت پر بدلیل سمعی واجب ہی پس یہ حکم مکلف سے متعلق ہے جو فقہ کا موضوع ہے مگر اہل سنت اور غیر اہل سنت کا اختلاف کھولنے کی غرض سے علم کلام میں لے آتے ہیں اور امامیہ مسئلہ امامت کو اصول عقائد سے جانتے ہیں اس لیے اپنی جانوں کو امامیہ کہتے ہیں اور اُنکا اعتقاد یہ ہے کہ زمان تکلیف امام فاطمی سے خالی نہیں ہوتا اور امامت اولادِ نبی بی فاطمہ میں ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نص کی وجہ سے اور قدر مشترک ان کے سارے فرقوں میں یہی عقیدہ ہے اور اُن کے نزدیک سارے صحابہ مرتد ہو گئے مگر حضرت علی اور اُن کے دونوں صاحبزادے امام حسن و امام حسین اور ابوذر غفاری اور سلمان فارسی اور کچھ اور تھوڑے سے لوگ تداوت سے بچ گئے ان کے نزدیک امام وہ شخص ہے کہ معصوم ہو گناہان صغیرہ و کبیرہ سے اور خطا و غلطی سے مثل نبی کے اور محدث ہو یعنی ملک نے اس سے کلام کیا ہو بغیر اسکے کہ ملک اس کے سامنے ظاہر ہوا ہو یا نہ ہو یا مآلہی شکوہ ہو یا ہو امامیہ کے نزدیک مثل پیغمبر کے امام کی اطاعت خلافت پر واجب ہے اور تحریم و تکلیل وغیرہ تمام امور دینی اسی پر مفوض ہوتے ہیں جو چاہے کرے اور جو تصرف چاہے عمل میں لائے اور کسی کو اس کے قول و فعل پر مجال دم زدن نہیں ہوتی نہ یا اسے عدم فرمان بری ہے یا جاکے اعتراض و محل سخن اور امام کے لیے دعویٰ امامت اور اظہارِ معجزہ مشروط گردانتے ہیں اور اُن کے نزدیک امام کا مقرر کرنا لطف ہے اور لطف اللہ پر واجب ہی پس امام کا مقرر کرنا اللہ پر واجب ہے اور اُن کے نزدیک امامت کا ثبوت نص سے ہوتا ہے بدون نص رسول کے یا نص امام سابق کے لاحق کے لیے امامت مسلم نہیں سب سے پہلے

جیسے مذہب امامیہ میں کلام کیا علی بن اسماعیل میثم ثمار اور ہشام بن الحکم اور ہشام بن سالم جوافی و محمد بن علی بن عثمان کو فی دزرارہ بن اعین کو فی ہین کہ بعد قتل زید شہید کے ان لوگوں نے شیعہ کیسانہ و مختاریہ کو امام محمد باقر و امام جعفر صادق کی امامت کی طرف دعوت کرنا شروع کی اور ان کے گروہ بڑھ گئے اور اپنے واسطے خاص امامیہ کا لقب اختیار کر لیا اور زید شہید کے اتباع کو زید یہ کہنے لگے اور ان دعاۃ امامیہ نے اپنے نفسوں کو امام زین العابدین اور ان کی اولاد کی طرف منسوب کیا اور محمد بن حنفیہ اور ان کی اولاد کی امامت سے انکار کرنے لگے جس قدر مختاریہ رہ گئے تھے وہ اور جماعت تفضیلیہ ان میں مل گئی اور مذہب امامیہ کی صورت پیدا ہو گئی۔ یہی لوگ مذہب امامیہ کے پیشوا اور اسلاف ہیں اور ان کے مذہب کے راوی بھی ہیں انہیں سے امامیہ نے اپنے دین و مذہب کو لیا ہے اور ان کے قول و فعل پر اعتماد رکھتے ہیں اور زرارہ بن اعین اور بکر بن اعین و سلیمان جعفری و محمد بن مسلم وغیرہ کو عینون الطائفہ و وجوہ الطائفہ کہتے ہیں حالانکہ یہ مجسمہ ہیں کہ اپنے واسطے معبود و موبہوم ذہنی تراش کے اُسکے واسطے جسم اور صورت اور جہت ثابت کرتے ہیں چنانچہ علی بن اسماعیل میثم اور ہشام بن حکم اور ہشام بن سالم اور محمد بن علی بن عثمان کو فی تنقیح عقیدہ رکھتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ آسمان و دنیا پر نزول کرتا ہی تو ملائکہ آسمانہاے بالا اور حاملان عرش و کرسی اور ساکنان جنت اُس کے اوپر ہو جاتے ہیں پس ان کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ جہت تخت میں ہوتا ہے اور جن ائمہ کے یہ داعی بنتے کے مدعی تھے وہ ان باتوں سے منفرد تھے شرح مسلم الثبوت میں لکھا ہے کہ امامیہ کے نزدیک حسن و قبح ہی اللہ کی طرف سے حکم کا موجب ہوتا ہے پس اگر شرع بنوئی اور اللہ افعال ایجاد کرتا تو احکام اسی طرح واجب ہوتے جیسا کہ اب شرع میں واجب کیے گئے ہیں اور ان کے نزدیک اللہ تعالیٰ کا ارادہ حادث ہی اور اس کا ارادہ سارے موجودات پر عام و محیط نہیں بلکہ بہت سے موجودات اُسکے بلا ارادہ پیدا ہو گئے ہیں جیسے شر اور آفت اور کفر اور معصیت اور یہ بھی کہتے ہیں

کہ اللہ بعض بندوں کی ہدایت کا ارادہ کرتا ہے مگر شیطان و مغویان بھی آدم سے گمراہ کر دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا ارادہ اُنکے سامنے نہیں چل سکتا اور کہتے ہیں تکلیف اللہ تعالیٰ پر واجب ہے اور امامیہ اکثر صحابہ کی تکفیر کرتے ہیں کہ انھوں نے حق حضرت علی کو چھین لیا اور چھپایا۔ اور ان فرماے امامیہ کی دو قسمیں ہیں ایک قسم میں وہ فرقے ہیں جو جناب امیر کے بعد حضرت امام حسن اور انکی اولاد میں امامت کو مختصر سمجھتے ہیں دوسری قسم میں وہ فرقے ہیں جو حضرت امام حسن کے بعد حضرت امام حسین کو امام جانتے ہیں اور ان کے بعد انکی اولاد کو۔

وہ فرقے جو حضرت علی کے بعد حضرت حسن اور انکی اولاد میں امامت کو مختصر سمجھتے ہیں

ایک حسیہ انکا ظہور ۹۵ھ ہجری میں ہوا انکا اعتقاد یہ ہے کہ جناب امیر کے بعد حضرت حسن مجتبیٰ کو امامت پہونچی پھر ان کے بیٹے حسن مثنیٰ کو امام حسن کی وصیت سے امامت پہونچی ابو نعیم نے روایت کی ہے کہ یہ حسن مثنیٰ حدیث من کنت مولاه فعلی مولاه (یعنی میں جسکا مولا ہوں اُسکا علی مولا ہے) کو حضرت علی کی خلافت پر رض نہیں تھے تھے اور کہتے تھے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس قول سے خلافت کا ارادہ رکھتے تو مسلمانوں کے سمجھنے کے لئے واضح کر کے بیان کرتے اسلئے کہ حضرت تمام آدمیوں سے زیادہ فصیح اور تمام آدمیوں سے زیادہ صاف بولنے والے تھے تو ضرور تھا کہ فرماتے یا ایہا الناس هذا والی امری والقائم علیکم بعدی فاسمعوا واطیعوا یعنی اے لوگو یہ والی میرے امر کا اور قائم مقام تم پر میرے بعد ہے سو تم اُس کے حکم کو سنو اور اُسکی اطاعت کرو پھر انھوں نے کہا کہ خدا کی قسم اگر اللہ اور اسکا رسول حضرت علی کو اس کام کے لیے اختیار کرتا اور حضرت علی اُس کی تعمیل نہ کرتے اور اس کام میں پیش قدمی نہ فرماتے تو ضرور فرمان الہی اور فرمان حضرت رسالت پناہی کے ترک کرنے کی وجہ سے بڑے خطا وار لوگوں میں ہوتے ایک آدمی نے حسن مثنیٰ کا یہ کلام منکر کہا کہ کیا جناب سرور کائنات نے نہیں فرمایا ہو من کنت مولاه فعلی مولاه

حسن مثنیٰ نے جواب دیا آگاہ ہو کہ خدا کی قسم رسول خدا اگر اس قول سے خلافت کا ارادہ کرتے تو وہ اپنی مراد کو خوب کھول دیتے اور تصریح کر دیتے جس طرح نماز اور زکوٰۃ کو صاف صاف بیان کیا ہے حسن مثنیٰ کے بعد ان کے بیٹے عبداللہ محض امام ہوئے اور ان عبداللہ کے ساتھ امام جعفر صادق کا مناقشہ طول طویل اور شہین بہت کچھ رد و بدل واقع ہوا تھا جو کتب اثنا عشریہ میں مذکور ہے اور ایک تقریب سے ملا رفیع واعظ نے بھی ابواب الجنان میں کلینی سے نقل کیا ہے منصور خلیفہ بغداد نے عبداللہ محض کو قید کر دیا وجہ اسکی یہ ہوئی کہ ان کے دو بیٹے محمد اور ابراہیم منصور سے چھپ گئے تھے منصور کو یہ خیال ہوا کہ کہیں یہ امامت کا دعویٰ کر کے خروج نہ کر دیں منصور نے عبداللہ محض کو محمد کے حاضر کرنے میں مجبور کرنا شروع کیا عبداللہ نے سلیمان بن علی سے اس بابت مشورہ کیا سلیمان نے کہا اگر منصور درگزر کرنے کا عادی ہوتا تو اپنے چچا عبداللہ بن علی سے درگزر کرنا عبداللہ یہ سن کے متنبہ ہو گئے اور اس وقت سے برابر اپنے بیٹوں کے چھپانے میں سعی بلیغ کرنے لگے منصور نے جاسوسوں کو حجاز کے تمام جنگلوں میں محمد کی جستجو کے لیے بھیلا دیا کوئی چشمہ کوئی مقام ایسا نہیں تھا جہاں پر منصور کے جاسوس نہ رہتے ہوں جب اس میں بھی منصور کو کامیابی نہ ہوئی ایک بار منصور نے عقبہ بن سالم ازدی کو بلا کے ایک خط محمد کے ہوا خواہان خراسان کی جانب سے لکھ کے دیا اور بہت سامال و اسباب دیکے عبداللہ محض کے پاس روانہ کیا جو نہ ہی عقبہ نے عبداللہ کے پاس پہنچ کے ہوا خواہان خراسان کا جعلی خط اور مال اسباب دیا عبداللہ نے خط پھینک دیا جھڑک کے بولے میں ان لوگوں کو نہیں جانتا تم میرے پاس سے چلے جاؤ اس وقت تو عقبہ چلا آیا لیکن وقتاً فوقتاً آتا جاتا رہا یہاں تک کہ عبداللہ اس سے مانوس ہو گئے اور اپنے دلی حالات کہنے لگے عقبہ نے عرض کیا اس خط کا جواب لکھ دیجیے عبداللہ نے جواب دیا خط کا جواب تو نہ لکھو مگر ان لوگوں سے میرا سلام کہدینا اور یہ کہدینا کہ میرے دونوں بیٹے فلان وقت خروج کریں گے عقبہ لوٹا کہ منصور کے پاس آیا کل حالات عرض کیے منصور نے بقصد حج کوچ کر دیا کہ

پہونچا بنو حسن ملنے کو آئے عبد اللہ بھی اُن کے ساتھ تھے منصور نے عبد اللہ سے
 خطاب کر کے کہا کیوں صاحب آپ نے تواقرار کیا تھا کہ ہم کبھی مخالفت نہ کریں گے
 اور نہ تمہاری حکومت میں خلل اندازی کریں گے عبد اللہ بولے میں اس وقت تک
 اُسی اقرار پر ہوں منہم نے عقبہ سے مقابلہ کرایا عقبہ نے عبد اللہ کے سامنے ایک ایک
 بات بیان کی منصور نے یہ باتیں سن کے عبد اللہ کے قید کا حکم دیدیا پھر ۱۲۸ھ میں
 منصور حج کرنے کو آیا اور عبد اللہ کو ان کے دونوں بیٹوں محمد و ابراہیم کے حاضر
 کرنے پر مجبور کیا نہ عادل مدینہ نے ضمانت کی تو غریب کی جان بھی ۱۲۸ھ میں
 رباح بن عثمان بن حیان مزنی کو مدینہ منورہ پر مقرر کر کے روانہ کیا اس نے
 مدینہ میں پہونچ کے عبد اللہ کو لڑکوں کے نہ حاضر کرنے پر دھمکی دی عتاب شاہی
 سے ڈرایا عبد اللہ نے کہا واللہ تو آج ایسا قسی القلب ہو رہا ہے جیسا کہ قصاب
 بکری کے ذبح کرنے کے وقت ہو جاتا ہے بعد اسکے رباح نے بنو حسن کو گرفتار کر کے
 قید کر دیا جنکے یہ اسما تھے۔ عبد اللہ بن حسن مثنیٰ بن حسن سبط بن امیر المؤمنین علی
 حسن و ابراہیم و جعفر پسران حسن مثنیٰ سلیمان و عبد اللہ پسران داؤد
 ان لوگوں میں علی بن حسن بن حسن بن علی العابد نہ تھے اگلے دن رباح کے
 پاس گئے فرمایا میں تیرے پاس اس غرض سے آیا ہوں کہ تو مجھ کو بھی میری قوم
 کے ساتھ قید کر دے رباح نے ان کو بھی انھیں لوگوں کے ساتھ قید کر دیا منصور
 کو اسکی اطلاع دی گئی تو اُس نے لکھا کہ انھیں لوگوں کے ساتھ محمد بن عبد اللہ بن
 عمرو بن عثمان بن عفان معروف بہ دیاج کو بھی قید کر دو یہ عبد اللہ محض کے
 اخیا فی بھائی تھے کیونکہ ان دونوں کی ماں فاطمہ بنت الحسین ہیں رباح نے
 اس فرمان کے مطابق محمد بن عبد اللہ کو پکڑوا کے قید کر دیا انھیں ایام میں گورنر
 مصر نے علی بن محمد بن عبد اللہ محض کو گرفتار کر کے منصور کے پاس بھیج دیا تھا اُنکو
 اُن کے باپ نے دعوت دینے کی غرض سے مصر بھیجا تھا بعض کا بیان ہے کہ پہلے
 عبد اللہ محض قید کیے گئے تھے اور ایک مدت تک قید میں رہے بعد چندے منصور کے

مشیرون نے بقیہ اولاد حسن مثنیٰ بن حسن سبط کے قید کر دینے کی راے دی
چنانچہ سب کے سب گرفتار ہو کے قید خانہ بھیج دیے گئے اس واقعہ کے بعد ۱۵۵ھ
میں منصور حج کرنے کو گیا مکہ معظمہ پہنچا عبداللہ محض نے حاضری کی اجازت طلب
کی منصور نے کہا واللہ میری آنکھیں اُسکو اُس وقت تک نہ دیکھیں گی جب تک وہ
اپنے دونوں بیٹوں کو میرے پاس حاضر نہ کرے گا عبداللہ محض نہایت محسن مقبول
خلائق اور ہیجہ خلق تھے جس سے جو کچھ کہتے تھے وہ قبول کر لیتا تھا ادا سے حج
کے بعد منصور ربذہ کی طرف روانہ ہوا ریا ح بھی بنظر مشایعت ساتھ ساتھ آیا منصور
نے اولاد حسن کو مع اُن لوگوں کے جو اُن کے ساتھ تھے عراق بھیج دینے کا حکم دیا چنانچہ
ریا ح نے اُن لوگوں کو قید خانے سے نکال کے ہتکڑیاں - طوق اور بیڑیاں
پہنا کے بغیر کجاوے کے اونٹوں پر سوار کرا کے عراق کے جانب روانہ کر دیا
جعفر الصادق پر دے کی آڑ سے یہ سب معاملات دیکھتے جاتے تھے اور آنکھوں سے
آنسو جاری تھے دوران سفر میں محمد و ابراہیم بدوون کے اباس میں اپنے باپ
عبداللہ کے پاس کثرتاً آیا کرتے تھے اور خروج کی اجازت چاہتے تھے عبداللہ محض
کہا کرتے تھے میرے نور نظر و جلالت نہر و جب تک مناسب موقع ہاتھ نہ آئے اگرچہ منصور
تھامری کریمانہ زندگی کا مخالف ہو تو تم لوگ اس سے باز نہ آنا کہ کریمانہ موت مرو ربذہ
پہنچا تو منصور کی خدمت میں محمد بن عبداللہ عثمانی پیش کیے گئے منصور سخت کلامی
سے پیش آیا گا لیاں دین اُسپر بھی صبر نہ آیا تو ایک سو بیچاس دُرے لگوائے بعضوں کا
بیان ہے کہ ریا ح نے منصور کو اس جبر و تعدی پر آمادہ کیا تھا اور یہ ظاہر کیا تھا
کہ اہل شام ان کے ایسے ہوا خواہ ہیں کہ اُن میں سے ایک بھی انکی مخالفت نہ کرے گا
اس واقعہ کے بعد ابوعمون گورنر خراسان نے منصور کے پاس ایک عرضداشت
باین مضمون روانہ کی کہ اہل خراسان میں اندرونی سازشیں بہت ہو رہی ہیں
اور یہ لوگ محمد بن عبداللہ کے خروج کا انتظار کر رہے ہیں منصور نے اس سے مطلع
ہوتے ہی محمد بن عبداللہ عثمانی کو قتل کی غرض سے جلا د کے حوالے کر دیا اور سر

اُترے کے خراسان بھیج دیا اس سہر کے ساتھ چند آدمی ایسے بھیجے گئے تھے جنہوں نے
 خراسان پہنچ کے قسم کھائی تھی کہ یہ سہر محمد بن عبداللہ محض کا ہے اور انکی ولوی
 کا نام فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھا۔ پھر منصور ربذہ سے روانہ ہو کے
 کوفہ پہنچا اور بنو حسن کو قصر ابن ہبیرہ میں قید کر دیا بیان کیا جاتا ہے کہ پہلے انہیں
 محمد بن ابراہیم بن حسن مثنیٰ شہید کیے گئے اس طرح کہ زندہ ستون میں چن لئے گئے
 بعد ازاں عبداللہ محض بن حسن مثنیٰ بعدہ علی بن حسن مثنیٰ نے وفات پائی کہا جاتا ہے
 کہ منصور کے حکم سے یہ لوگ شہید کیے گئے ان میں یحییٰ بن سلیمان و عبداللہ پسران داؤد
 اور اسحاق و اسماعیل پسران ابراہیم بن حسن اور جعفر بن حسن کے اور کوئی جانباز
 سب کے سب کمال بے کسی سے منصور کے پنجہ ظلم کے نذر ہو گئے۔

عبداللہ محض کے بعد انکے بیٹے محمد الملقب بہ مہدی جن کا عرف نفس کیہ ہے
 امام ہوئے ریا ح نامک مدینہ انکی تلاش میں سرگرمی سے کام لینے لگا اور یہ ایک مکان
 سے دوسرے مکان میں چھپتے پھرتے تھے اس روپوشی اور اختفا کی نوبت اس
 حد تک پہنچ گئی تھی کہ ایک دفعہ کنوین میں ڈول کی طرح لٹک کے جان بچائی
 اسی تک دو دو میں ایک پہاڑ پر سے ان کی بیوی گر پڑیں جس کے صدمے سے محل
 ساقط ہو گیا غرض ریا ح ہر وقت محمد کی جستجو و تلاش میں رہتا تھا اور یہ چھپتے پھرتے
 تھے جب بھاگنے اور چھپنے سے تنگ آ گئے تو بصلاح و شورائے اپنے ہمراہیوں کے
 خروج کا قصد کر دیا اور نذر مقام سے ایک سو پچاس آدمیوں کی جمعیت سے ۴۵ھ
 میں خروج کر دیا ان کے ساتھی تکبیر بن کتے جاتے تھے قید خانے کی طرف آئے
 قیدیوں کو رہا کیا دارالامارت پر پہنچے اپنے ہمراہیوں کو ندا کرتے جاتے تھے کہ
 کسی کو قتل نہ کرنا کسی کو قتل نہ کرنا دہان داخل ہو کے ریا ح اور اسکے بھائی عباس
 اور ابن مسلم بن عقبہ کو قید کر دیا بعد ازاں مسجد کی طرف آئے ممبر پر چڑھ کے خطبہ
 جس میں منصور کی ان عادات خسیسہ خضائل و ذلیلہ کا ذکر کیا جسکا وہ خوگر ہو گیا تھا
 اور لوگوں کے ساتھ عدل و انصاف کے برتاؤ کو نیکادہ کیا اور اُسے ابدلو کے

اسماء الراغبین میں ابراہیم کے حالات میں لکھا ہے روئی ان الامام ابی حنیفہ بایعہ وانفی الناس بالخروج معہ ومعہ خیر محمد ﷺ

خواتین کا رہنے والا مدینہ منورہ کے انتظام سے فارغ ہو کے مکے کی جانب روانہ ہوئے
بوقت خروج اہل مدینہ نے امام مالک سے محمد کے ساتھ خروج کرنے کی بابت
بانتظار اس امر کے انتظار کیا تھا کہ ہماری گردن میں منصور کی بیعت کا ہار پڑا
ہو ہے امام مالک نے جواب دیا کہ منصور نے تم سے جبراً بیعت خلافت لی ہے
اور مجبور پر یہیں نہیں ہے اس سے لوگوں کے خیالات بدل گئے اور یہ طیب خاطر
محمد کے اعداؤں و انصار میں شامل ہو گئے منصور اس وجہ سے امام مالک سے
ناراض ہو گیا مگر امام مالک نے اپنا مکان نہ چھوڑا اور امام ابو حنیفہ نے بھی
مسلمانوں کو فتویٰ دیا کہ ان کے ساتھ خروج کرے۔ محمد مہدی نے اسماعیل بن
عبد اللہ بن جعفر کو بھی بیعت کرنے کے لیے طلب کیا تھا یہ ایک معترض شخص تھے انھوں نے
کہلا بھیجا اے بھتیجے اللہ تم مارے جاؤ گے میں تمہاری بیعت کیسے کروں تھوڑے سے
آدمی اس جواب کو سن کے پھر گئے اور بنو معاویہ بن جعفر نے محمد مہدی کا ساتھ
دینے میں عجلت کی حادہ بنت معاویہ نے اپنے چچا اسماعیل بن عبد اللہ کے پاس
حاضر ہو کے اپنے بھائیوں کی شکایت کی کہ اے چچا جان آپ کے اس کلام سے
کچھ لوگ محمد سے جدا ہو گئے ہیں اور بنو زمریہ بھائی انھیں کے ہمراہ ہیں مجھے خوف ہے
کہ مہارایہ لوگ بھی مارے نہ جائیں اسماعیل نے حادہ کو ناکام لوٹا دیا بیان کیا
جاتا ہے کہ اس سے حادہ کو عداوت پیدا ہو گئی چنانچہ موقع پا کے اُس نے اسماعیل کو
قتل کر ڈالا۔ محمد مہدی کے ظہور کے نوین دن ایک شخص آل اویس بن ابی سرح
سے جس کا نام حسین بن صخر تھا طے مسافت کر کے منصور کی خدمت میں حاضر ہوا اور
ان واقعات سے اس کو آگاہ کیا منصور بولا تو نے اس کو دیکھا ہے عرض کیا ہاں میں نے
بچشم خود دیکھا ہے ممبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر میں نے ان سے باتیں کی ہیں
منصور کو اس کے کہنے کا یقین نہ ہوا اگلے دن سے مہدی کے خروج کی متواتر خبریں
آنے لگیں تب تو منصور کو خوف و ہراس پیدا ہوا اور کوفہ پہنچ کے قطع حجت کے
خیال سے محمد مہدی کے پاس ایک خط مشعر امان لکھ کے روانہ کیا محمد نے اس کے احوال کو

مرد کیا اور اپنے شریف النسب ہونے پر فخر کیا اور لکھا کہ ہمارا باپ علی وصی اور امام تھا
 پس تم کیسے ان کی ولایت کے وارث ہو گئے حالانکہ اُن کے بیٹے قبیلہ جاسع ہیں
 میں اُسکا بیٹا ہوں جسکا جنت میں سب سے بڑا درجہ ہوگا (یعنی رسول صلی اللہ
 علیہ وسلم) اور بیٹا ہوں اُسکا چسپرو زنج میں کتر عذاب ہوگا (مرا و اس سے ابوطالب نے)
 منصور نے اُن کے خط کا جواب دیا یہی ترکی ترکی دیا جیسا کہ انھوں نے لکھا تھا
 جس کے بعض بعض فقرات کا ترجمہ یہ ہے تمہارے فخر کا دار و مدار عورتوں کی
 قرابت پر ہے جس سے تمہارا اور بازاری دھوکا کھا سکتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے
 عورتوں کو چچاؤن - ہاپون - عصبہ اور ولیون کی طرح نہیں بنایا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے
 چچا کو باپ کا قائم مقام بنایا ہے اور اگر اللہ تعالیٰ عورتوں کی قرابت کا لحاظ
 و پاس کرتا تو آمنہ (مادر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) ان میں سے نہایت قریب
 عزیز اور بڑی حق والی ہوتیں اور جنت میں داخل ہونے والوں سے اولیٰ ہوتیں
 اور تم نے جو فاطمہ ام ابوطالب اور اُس سے پیدا ہونے کا ذکر کیا ہے تو اُسکی حالت
 یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اُسکے کسی لڑکے اور کسی لڑکی کو اسلام نصیب نہیں کیا اور اگر
 اللہ تعالیٰ مردوں میں سے کسی کو بوجہ قرابت دائرہ اسلام میں داخل کرتا تو عبد اللہ
 کو کرتا اور وہ بے شک ہر طرح سے دنیا و آخرت میں بہتر تھے۔ اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ
 علیہ وسلم کو مبعوث کیا اور اُس وقت آپ کے چار چچا تھے پس اللہ عزوجل نے آیہ
 کریمہ وَاَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْاَقْرَبِينَ (یعنی ڈرا تو اپنے قریب ترین عزیزوں کو)
 نازل فرمائی چنانچہ آپ نے اُن لوگوں کو عذاب الہی سے ڈرایا دین حق کنی طرت
 بلایا ان میں سے دو نے اس دین کو قبول کر لیا اذان جملہ ایک میرا باپ تھا یعنی
 عباس و دوسرے حمزہ اور دو نے دین حق قبول کر پنے سے انکار کیا ان میں سے ایک
 تمہارا باپ تھا یعنی ابوطالب اور دوسرا ابولہب اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کا
 سلسلہ ولایت آپ سے منقطع کر دیا اور آپ میں اور ان دونوں میں کوئی ذمہ میراث
 نہ قائم کی اور یہ کہنا کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لڑکے ہو سو اللہ تعالیٰ تو اپنی

کتاب میں یوں ارشاد فرماتا ہے مَا كَانَ مُحَمَّدٌ ابًا أَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِ كَعْبَةٍ
 (محمد تم لوگوں میں سے کسی کے باپ نہیں) لیکن تم لوگ انکی بیٹی کے بیٹے ہو اور
 بیشک قرابت قریبہ ہے مگر اسکو میراث نہیں پہونچ سکتی اور نہ یہ ولایت کی
 وارث ہو سکتی ہے اور نہ اسکو امامت جائز ہے پس کیونکر اس قرابت کے ذریعہ سے
 تم وارث ہو سکتے ہو اور تمہارے باپ نے ہر طرح اسکی خواہش کی تھی فاطمہ (رضی اللہ عنہا)
 کو دن میں نکالا اور درپردہ اُن کو بیمار کیا اور رات کے وقت دفن کیا باوجود اسکے
 لوگوں نے سوائے شیخین (ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما) کے کسی کو منظور نہ کیا اور جو تھنے علی (رضی اللہ عنہ) نے
 اور اُن کے سابق الاسلام ہونے کی وجہ سے فخر کیا تو اسکا جواب یہ ہوا کہ رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم نے بوقت وفات دوسرے کو نماز پڑھانے کا حکم دیا تھا بعد ازاں
 لوگ ایک کے بعد دوسرے کو امام بناتے گئے اور اُنکو منتخب کیا حالانکہ یہ بھی اُن چھ
 بزرگوں میں تھے لیکن سمجھوں نے اُنکو اس امر کے قابل نہ سمجھ کے چھوڑ دیا اور اُن
 لوگوں نے اس میں اُنکو حقدار نہ خیال کیا اور عبدالرحمن نے تو اپنے عثمان کو مقدم کر دیا
 اور وہ اس معاملے میں متہم بھی ہیں اور طلحہ و زبیر ان سے لڑے اور سعد نے ان کی
 بیعت سے انکار کیا دروازہ بند کر لیا بعد ازاں معاویہ کی بیعت کی بعد اسکے تمہارے
 باپ نے خلافت کی پھر تمنا کی اور لڑے اور ان سے ان کے مصاحبین علیحدہ ہو گئے
 اور قبل حکم مقرر کرنے کے اُن کے ہوا خواہ اُن کے مستحق ہونے کی بابت مشکوک
 ہوئے پھر انھوں نے دو شخصوں کو برضا مندی حکم مقرر کیا اور اُنکو امجد کا عہد مشاق
 دیا اُن دونوں شخصوں نے انکی معزولی پر اتفاق کر لیا پھر حسن خلیفہ ہوئے انھوں
 حکومت و خلافت کو معاویہ کے ہاتھ کپڑوں اور دراہم کے بدلے فروخت کر ڈالا اور جہاد
 چلے آئے اور اپنے ہوا خواہوں کو معاویہ کے سپرد کر دیا اور حکومت کو نااہل کے حوالے
 کر دیا پس اگر تمہارا کچھ حق بھی تھا تو اسکو تم نے فروخت کر ڈالا اور قیمت وصول کر لی
 شاید تم نے یہ گمان کیا ہے کہ تمہارے باپ کو حمزہ و عباس اور جعفر پر مقدم ہونے کی وجہ سے
 ہم ذکر کیا کرتے ہیں حالانکہ یہ ایسا نہیں ہے جیسا کہ تمہارا گمان ہے البتہ یہ لوگ

دنیا سے ایسے صاف گئے ہیں کہ سب لوگ ان کے مطیع اور ان کے افضل ہونے کے قائل تھے اور تمھارا باپ جدال و قتال میں مبتلا کیا ہوا میرا پھر لعنت و بے باقی کرتے تھے جیسا کہ کفار پر نازل فرماؤں میں کی جاتی ہے پس پہنچے جھگڑا کیا اُن کے فضائل بیان کئے ہوا میرا پرستی کی اور بوجہ حرکات و سکنات کے اُنکی پہنچے گوشمالی کی۔

محمد بن عبد اللہ کو دعویٰ تھا کہ وہ ہمدی موعود ہیں اور اپنے دعوے پر وہ اس حدیث کو سند سمجھتے تھے کہ آنحضرت نے فرمایا: **ان المہدی من ولدی اسمہ اسمی واسم ابیہ ابی یعنی ہمدی میری اولاد میں سے ہوگا جس کا اپنا نام میرے نام کے مطابق ہوگا اور اُسکے باپ کا نام میرے باپ کے نام کے موافق اور نفس زکیہ اُن کو اس لیے کہتے ہیں کہ جب وہ فتح سے مایوس ہوئے تو وہ رجسٹر جہنم اُن سے بیعت کرنے والوں کے نام تھے جلوا دیا تاکہ کوئی اُنھیں جان نہ لے پس یہ اس حدیث رسول خدا کا مصداق ہو گئے **یقتل باحجار النزیت من ولدی نفسی من کیئہ** یعنی میرے فرزندوں میں سے نفس زکیہ احجار زیت میں مقتول ہوگا اور وہ قتل بھی اسی مقام پر ہوئے تھے کہتے ہیں کہ نفس زکیہ امام جعفر صادق سے موافق نہ تھے منصور نے عیسیٰ بن موسیٰ بن علی بن عبد اللہ بن عباس کو محمد سے جنگ کرنے کے لئے مدینے کو روانہ کیا روانگی کے وقت منصور نے یہ ہدایت کی تھی کہ اگر تم کو اپنے کامیابی حاصل ہو جائے تو اپنی تلوار کو میان میں کر لینا امان دیدینا اگر محمد روپوش ہو جائیں تو اہل مدینہ کو گرفتار کر لینا یہ اُن کے حالات کو جانتے ہیں اور اہل ابوطالب میں سے جو شخص تم سے ملاقات کرنے اُس کا نام میرے پاس لکھ بیٹھا اور جو شخص نہ لے اُس کا مال و اسباب ضبط کر لینا چنانچہ جعفر صادق منجملہ اُن لوگوں کے تھے جو روپوش ہو گئے تھے پس عیسیٰ بن موسیٰ نے اُن کے مال و اسباب کو ضبط کر لیا الفرض عیسیٰ نے مدینے کے قریب پہونچ کے چند لوگوں کی طلبی کے خطوط روانہ کئے پس عبد اللہ بن محمد بن عمر بن علی بن ابی طالب مع اپنے بھائی ابو سمر اور ابو عقیل محمد بن عبد اللہ بن محمد بن عقیل کے مدینے سے مکمل آئے ہمدی کو عیسیٰ بن**

سوسے کے آنے کی خبر لگی تو مدینے
 خندق کو کھدوایا جس کو رسول
 پھر عیسیٰ نے مدینے سے چار میل
 کے راستے کی طرف بھیج دیا
 کے پاس کہلا بھیجا کہ خلیفہ منہ
 بلا لے ہیں اور انجام کار بننا
 شخص ہوں جس نے قبل
 سو طہوین رمضان ۵۸
 کو پھیلا دیا محمد ہدیٰ
 عثمان بن محمد بن خال
 اس معرکہ میں بہت
 شتر آدمی انکے ہاتھ
 کے ساتھ لڑا بھڑک کر حسد کو طے کر کے محمد کے ہمراہیوں سے لڑنے لگا عصر کے وقت
 برابر لڑتا رہا نہ نہ
 زار گرم ہی تھا کہ عیسیٰ کی رکاب کی فوج بڑھی خندق
 اوپے سواران لشکر عبور کر کے محمد ہدیٰ کے لشکر میں
 - ان رن ہونے لگی محمد نے میدان جنگ سے واپس آکر غسل کیا
 خوشبو لگائی پھر میدان جنگ کی طرف لوٹے عبداللہ بن جعفر بولے آپ نے بڑی
 غلطی کی اس عظیم الشان لشکر کا مقابلہ کرنا آپ کی طاقت سے باہر ہے کاش کے
 چلے گئے ہوتے جواب دیا میں اہل مدینہ کو اس حالت میں نہیں چھوڑ سکتا واللہ میں
 یہ فعل نکر و لگا اس سے زیادہ نہیں کہ مارا جاؤنگا اور تمکو بہ نسبت میرے آسانی ہے
 جان چاہو چلے جاؤ عبداللہ بن جعفر تھوڑی دورت تک ساتھ رہے پھر لوٹ آئے
 اسی طرح تقریباً کل ہمراہی منتشر و متفرق ہو گئے صرف تین سو آدمی باقی رہ گئے
 ہمراہیوں میں سے کسی نے کہا آج ہم لوگوں کی وہی تعداد ہے جو اہل بدر کی

رکے خندق کھودنے کا حکم دیا اور اسی
 مد علیہ وسلم نے غزوہ احزاب میں کھدوایا تھا
 پر ہونچکر پڑاؤ کیا اور فوج کا ایک دستہ
 ہریت محمد کو مکہ جانے سے مانع ہوا اور ہمدی
 ان دیتے ہیں اور کتاب و سنت کی طرف تم کو
 - لڑاتے ہیں ہمدی نے جواب دیا میں ایک ایسا
 سے فرار کیا ہے عیسیٰ یہ سن کے خاموش ہو رہا
 نے بقصد جنگ اطراف مدینہ میں اپنے سپہ سالاروں
 اپنے ہمراہیوں کے میدان جنگ میں آئے پھورہ
 کے ساتھ تھا اور انکا شمار ادا حد تھا محمد ہدیٰ نے
 انکی سے کام لیا بڑے بڑے نزعون میں مبتلا ہو کر
 گئے عیسیٰ کے حکم سے حمید بن قطیبہ ایک سو پادوں
 کے ساتھ لڑا بھڑک کر حسد کو طے کر کے محمد کے ہمراہیوں سے لڑنے لگا عصر کے وقت
 زار گرم ہی تھا کہ عیسیٰ کی رکاب کی فوج بڑھی خندق
 اوپے سواران لشکر عبور کر کے محمد ہدیٰ کے لشکر میں
 - ان رن ہونے لگی محمد نے میدان جنگ سے واپس آکر غسل کیا
 خوشبو لگائی پھر میدان جنگ کی طرف لوٹے عبداللہ بن جعفر بولے آپ نے بڑی
 غلطی کی اس عظیم الشان لشکر کا مقابلہ کرنا آپ کی طاقت سے باہر ہے کاش کے
 چلے گئے ہوتے جواب دیا میں اہل مدینہ کو اس حالت میں نہیں چھوڑ سکتا واللہ میں
 یہ فعل نکر و لگا اس سے زیادہ نہیں کہ مارا جاؤنگا اور تمکو بہ نسبت میرے آسانی ہے
 جان چاہو چلے جاؤ عبداللہ بن جعفر تھوڑی دورت تک ساتھ رہے پھر لوٹ آئے
 اسی طرح تقریباً کل ہمراہی منتشر و متفرق ہو گئے صرف تین سو آدمی باقی رہ گئے
 ہمراہیوں میں سے کسی نے کہا آج ہم لوگوں کی وہی تعداد ہے جو اہل بدر کی

تعداد تھی عیسیٰ بن حنیہ مدی کے ہمراہیوں میں سے بصرہ یا اور کسی شہر کی طرف چلے جانے کو بار بار کہتا تھا اور مدی یہی جواب دیتے تھے واللہ تم لوگ میرے ساتھ مبتلا رہے بلا نہ جو جس طرف تمہارا جی چاہے چلے جاؤ بعد اسکے مدی نے ظہر میں ادا کی عیسیٰ بن حنیہ دیوان کی طرف چلا گیا اور اُس رجسٹر کو جلا دیا جس میں بیعت کرنے والوں کے اسمائے تھے۔ محمد بطن سلع کی طرف بڑھے انکی رکاب میں خوشامیاد کی جماعت تھی ان لوگوں نے اپنی سواریوں کے پائوں کاٹ ڈالے اور تلواروں کے میان توڑ کے مرجانے پر عہد و پیمان کر کے بھڑ گئے عیسیٰ کی فوج کو دو یا تین بار ہزیمت دی کچھ لوگ اسکے ہمراہیوں میں سے پہاڑ پر چڑھ گئے اور دوسری جانب سے اتر کے مدینہ میں آئے اور ایک عباسی عورت کی سیاہ اور چھنی لیکے منارہ مسجد پر چڑھ کر کی طرح سے اُڑا دیا محمد کے ہمراہیوں کے جو اس وقت تک کمال مردانگی سے لڑ رہے تھے اس واقعہ کے دیکھنے سے جھٹکے چھوٹ گئے اور یہ سمجھ گئے کہ عیسیٰ کے لشکر نے مدینہ پر قبضہ کر لیا بھاگ کھڑے ہوئے طرہ اسپر یہ ہوا کہ بنو غفار نے بھی عیسیٰ کے ہمراہیوں کو اپنی جانب سے راستہ دیدیا عیسیٰ کے لشکر کی مدینہ ہو کے محمد کے لشکر یوں کے سامنے سے آپہنچے محمد نے حمید بن قحطبہ کو لاکار حمید نے مقابلہ پر آنے سے انکار کیا اور عیسیٰ بن حنیہ کو پکار کے بولا تم جنگ نہ کرو میں تم کو امان دیتا ہوں ابن حنیہ اسپر ملتفت ہوا برابر لڑتا رہا یہاں تک کہ لڑتے لڑتے زخمیوں سے چور ہو کے گر پڑا محمد اسی کے لاشے پر لڑ رہے تھے عیسیٰ کے لشکر کی چاروں طرف سے اپنر حملہ کر رہے تھے اور محمد کمال استقلال سے للکار للکار کے ان حملوں کا جواب دیتے جاتے تھے ایک شخص نے لہک کے پشت پر نیزہ مارا صدمہ زخم سے جون ہی جھٹکے حمید بن قحطبہ نے بڑھ کر سینے پر ایک برچھار سید کیا تیورا کے گر پڑے ابن قحطبہ نے گھوڑے سے اتر کے سر اُتار لیا اس وقت محمد کی عمر ۴۵ سال کی تھی عیسیٰ نے محمد کے سر کو منصور کے پاس بھیج دیا اور نامہ بشارت فتح قاسم بن حسن بن زید بن حسن بن علی بن ابی طالب لیکے گئے اس واقعہ میں محمد مدی کے قبضے میں ذوالفقار علی تھی

جس کو انھوں نے بعض ایک مطالبے کے جو اپنے واجب الادا تھا ایک تاجر کو
 دیدیا تھا پس جب جعفر بن سلیمان والی مدینہ منورہ ہو کے آیا تو اُس نے اُس مطالبے
 کو ادا کر کے ذوالفقار علی تاجر سے لیلی خلیفہ ہمدی کو اُسکی اطلاع ہوئی تو اُس نے
 جعفر بن سلیمان سے لے لی چونکہ اُسکی پشت پر مہرون کی قطار بنی ہوئی تھی
 اس لیے ذوالفقار کہتے تھے یہ مہرے اُبھرے ہوئے تھے اور تعداد میں اٹھارہ تھے
 اور اس زمانے میں جو ذوالفقار کی نقل دو زبان والی شمشیر کی اُتارتے ہیں یہ
 تحقیق کے خلاف ہے بعض متاخرین نے اپنے تخیلات سے یہ بات پیدا کر لی ہے
 محمد ہمدی کے ساتھ اس جنگ میں مشاہیر بنی ہاشم سے محمد کا بھائی موسیٰ بن عبد اللہ
 حمزہ بن عبد اللہ بن محمد بن علی بن حسین اور حسین و علی پسران زید بن علی بن
 حسین تھے منصور حسین و علی کے نام پر کہا کرتا تھا کہ میں نے تو انھیں دونوں کے
 باپ کا بدلہ لیا ہے پھر انھوں نے کیون محمد کی اعانت کی علی و زید پسران حسن بن زید
 بن حسن تو محمد کے ساتھ تھے اور ان دونوں کے باپ حسن بن زید منصور کے ہمراہ تھے
 اور حسن و زید و صلح پسران معاویہ بن عبد اللہ بن جعفر - قاسم بن اسحاق بن عبد اللہ
 بن جعفر اور علی بن جعفر بن اسحاق بن علی بن عبد اللہ بن جعفر محمد کے معین و دروکار
 تھے اور ان کا باپ منصور کے لشکر میں تھا۔ محمد نفس زکیہ کے ظہور کے بعد اُنکے بھائی
 ابراہیم نے جنکا عرف امیر المؤمنین تھا علم امامت بلند کیا انکی جستجو پانچ برس
 سے برابر ہو رہی تھی اور ابراہیم ہمیشہ ایک مقام سے دوسرے مقام پر منتقل ہوتے
 رہتے تھے گا ہے فارس گا ہے کرمان گا ہے جبل گا ہے حجاز گا ہے یمن اور کبھی شام میں
 بھی جا پونچتے تھے ایک بار موصل میں منصور کے دسترخوان پر حاضر ہوئے تھے اور دوبارہ
 بغداد میں منصور کو اس کی خبر لگ گئی فوراً آدمیوں کو ان کی گرفتاری پر مامور
 کر دیا ابراہیم لوگوں میں ایسے چھپ رہے کہ وہ لوگ بے نیل مرام واپس گئے یحییٰ بن
 زیاد بن حیان کنطلی نے انکو بصرے میں بلایا اور اپنے مکان میں ٹھہرایا اور لوگوں کو
 ان کے بھائی کی بیعت کی طرف بلانے لگا لوگوں میں انکی دعوت پھیل گئی ایک

جماعت کثیر قضاۃ و اہل علم کی مجتمع ہو گئی چار ہزار آدمیوں نے بیعت کر لی بصرے کے ہر گلی کوچے میں ابراہیم کے کام کی شہرت ہو گئی ان دنوں منصور کو فے کے باہر پڑا ہوا تھا اور چند سپہ سالاروں کو سفیان کے پاس بھیج دیا تھا اور یہ ہدایت کر دی تھی کہ بروقت ظہر ابراہیم سفیان کی مدد کرنا پہلی رمضان ۷۰ھ کو ابراہیم نے بقصد خروج ظہر کیا جامع مسجد میں آئے نماز صبح ادا کی پھر مسجد سے نکل کے دارالامارت میں داخل ہوئے سفیان کو مع اُن سپہ سالاروں کے جنکو منصور نے اسکی کمک پر بھیجا تھا قید کر دیا جعفر و محمد پسران سلیمان بن علی یہ خبر پا کے چھ سو آدمیوں کی جمیعت سے دوڑ پڑے ابراہیم نے معین بن قاسم جزری کو پچاس آدمیوں کے ساتھ مامور کیا انہیں ان دنوں کو بھگا دیا جعفر و محمد کی ہزیمت اور دارالامارت پر قبضہ کرنے کے بعد ابراہیم نے امان کی منادی کرادی اور بیت المال سے بیس لاکھ درم برآمد کر کے پچاس پچاس اپنے ہمراہیوں میں تقسیم کر دیے بعد اسکے ہوا ز اور فارس و واسط کی طرف توجہ میں بھیجی ہوا ز اور فارس پر قبضہ حاصل ہو گیا اور واسط پر پوری پوری کامیابی کا پھر یرانہیں اڑ سکا اس کے بعد ہی محمد ہندی کے مارے جانے کی خبر ابراہیم کے پاس قبل عید الفطر پہنچی لوگوں کے ساتھ نماز عید ادا کی اور ان لوگوں کو اس حادثہ جانکاہ سے مطلع کیا لشکریوں اور عوام الناس کو منصور سے اور زیادہ نفرت بڑھ گئی ابراہیم چونکہ شجاعت اور دلیری کے ساتھ بہت بڑے عالم اور مقتداے عام تھے اُن کی دعوت خلافت پر ہر طرف سے لبیک کی صدائیں بلند ہوئیں خاص کو فے میں کم و بیش لاکھ آدمی اُن کے ساتھ جان دینے کو تیار ہو گئے اور پیشوایان مذہب کے ساتھ امام ابو حنیفہ نے بھی اُن کی تائید کی اور امام صاحب علانیہ ابراہیم کے طرفدار تھے اور بجز اسکے کہ خود شریک جنگ نہ ہو سکے اور ہر طرح پر اُن کی مدد کی اور اُن کی بیعت کی اور مسلمانوں کو اُن کی شرکت کے لئے فتویٰ دیا امام ابو حنیفہ نے ابراہیم کو خط باین الفاظ لکھا تھا انا بعد فانی قد ارسلت الیک اربعة الاف درهم لم یکن عندی غیر ہا و لولا امانات للناس عندی للکھت بک فاذا القیت

القوم وظفرت فافعل كما فعل ابوك في اهل صفين اقول مُدَّ يَدَهُمْ فَاجْعَلْ
 عَلَيْهِمْ حَرْبَهُمْ وَلَا تَفْعَلْ كَمَا فَعَلَ ابوك فَاَهْلُ الْجَلْ فَإِنَّ الْقَوْلَ لَهُمْ فِيهِ
 یعنی چار ہزار درم حاضر تھے وہ تمہارے واسطے بھیجتا ہوں اس وقت اس سے
 زیادہ پاس نہ تھا اگر میرے پاس لوگوں کی امانتیں نہ ہوتیں تو خود بھی تمہارے
 لشکر میں پہنچتا اور جبکہ تم سپاہ دشمن کو دیکھو اور اس پر فتح پاؤ تو ان کے ساتھ وہ
 کام کرنا جو تمہارے باپ حضرت علی نے اہل صفین کے ساتھ کیا تھا مدبر کو مار ڈالو
 اور زخمی کو بھی زندہ نہ چھوڑو اور ایسا مت کیجیو جیسا کہ تمہارے باپ نے جنگ جمل میں
 کیا تھا کہ انھوں نے اپنے لشکر کو حکم دیدیا تھا کہ زخمیوں کی تکلیف ندین اور مقتولین کی
 عیال کو قید نگہین اور ان کا مال نہ لوٹیں اس لیے کہ یہ قوم لائق ایسے ہی معاملے
 کے ہے کہتے ہیں کہ یہ مکتوب منصور کے ہاتھ لگ گیا اور اسکو امام ابوحنیفہ کی طرف سے
 بیحد عداوت پیدا ہو گئی۔

نامہ دانشوران میں ابراہیم کے حالات میں لکھا ہے کہ وہ اصول عقائد میں معتزلہ
 کے آئین پر تھے اور جلد پنجم نسخ التواریخ حالات حضرت امام حسن میں بھی لکھا ہے۔
 کو فیون کے اصرار سے ابراہیم نے کوفے پر چڑھائی کی منصور نے انکے مقابلے کے
 واسطے عیسیٰ بن موسیٰ کو غلبت کے ساتھ بلا لیا اور کئی سپہ سالاروں کو ابراہیم کی
 طرف بڑھنے کو تحریر کیا منصور نے نہایت حزم و احتیاط سے ہر سمت کی محافظت پر
 فوجیں روانہ کیں اور ہر فساد کے دروازے کو نہایت ہوشیاری سے بند کیا پچاس
 روز تک مصلیٰ پر بیٹھا رہا اور اس اضطراب میں دو مہینے تک کپڑے نہیں بدلے
 سرہانے سے تکیہ اٹھا لیتا تھا اور کہتا تھا کہ میں نہیں جانتا یہ تکیہ میرا ہے یا ابراہیم کا
 جب کسی ضرورت سے باہر آتا تھا تو شاہی سیاہ کپڑے پہن لیتا تھا اور جس وقت
 اندر پہنچتا تھا اُتار ڈالتا تھا انھیں دنوں مدینہ منورہ سے دو عورتیں فاطمہ
 بنت محمد بن عیسیٰ بن طلحہ بن عبید اللہ اور امہ الکریم بنت عبد اللہ (خالہ بن سید
 کی نسل سے) تحفہ بھیجی گئی تھیں مگر منصور نے انکے ساتھ خلوت نگی اور یہ کہا کہ یہ

ایام عورتوں کے ساتھ امو واجب کرنے کے نہیں ہیں جب تک بن ابراہیم کا سر
اپنے رو برو نہ دیکھ لوں یا ابراہیم کے سامنے میرا سر نہ دیکھا جاے جو نہ ہی عیسیٰ
بن موسیٰ دار الخلافت میں حاضر ہوا پندرہ ہزار فوج کے ساتھ ابراہیم کی
جنگ پر بھیج دیا اسکے مقدمہ انجیش پر حمید بن قحطبہ تین ہزار کی جمیعت سے تھا
ابراہیم بصرے سے ایک لاکھ فوج لے کے آئے ہوئے تھے اور عیسیٰ بن موسیٰ
کے مقابلے پر کوفے سے سولہ ہزار فوج کے فاصلے پر پڑاؤ کے ہوئے تھے مسلم بن قتیبہ
نے کہلا بھیجا کہ اپنے ارد گرد خندق کھود لو ابراہیم کے ہمراہیوں نے نہ مانا اور کہا
بفضلہ ہم غالب ہیں اور ابوجہر گویا ہمارے قبضے میں ہے اگلے دن یہ قصد جنگ
صفت آرائی شروع کی لڑائی تیزی کے ساتھ شروع ہو گئی حمید بن قحطبہ مع اپنی
رکاب کی فوج کے بھاگ کھڑا ہوا اسکے ساتھ اکثر لشکری بھاگ گئے عیسیٰ کے
پاس ایک جماعت قلیل باقی رہ گئی مگر یہ سب نہایت استقلال کے ساتھ مرنے پر
تیار ہو کے لڑ رہے تھے کہ اسل شہنا میں جعفر و محمد پسران سلیمان بن علی ایک لشکر
لئے ہوئے ابراہیم کے لشکر کے پیچھے سے آئے نچے ابراہیم کے ہمراہی اسل جانک
حلے سے گہرا کے ان کی جنگ و مقاومت کی طرف متوجہ ہوئے تو عیسیٰ کے لشکریوں
نے انکا تعاقب کیا منہ بہ من یہ رنگ دیکھ کے سب کے سب لوٹ پڑے درمیان میں
ابراہیم کا لشکر تھا نہ تو آگے بڑھ سکتا تھا اور نہ چاروں طرف سے گھر جانے کی وجہ سے
جی کھول کے مقابلہ کر سکتا تھا مجبور ہو کے بے ترتیبی کے ساتھ بھاگ کھڑے ہوئے
صرف چھ سو یا چار سو فوج باقی رہ گئی حمید بن قحطبہ پر حملہ کر رہا تھا اتفاق سے ایک تیرا ابراہیم
کے گلے میں آ کے ترازو ہو گیا ہمراہیوں نے گھوڑے سے اتار لیا اور چاروں طرف سے
حلقہ کر کے اپنے حریف کے حلوں کا جواب دینے لگے حمید نے اپنی رکاب کی فوج کو
مجموعی قوت سے حملہ کرنے کا حکم دیا ان لوگوں کا حملہ کرنا تھا کہ ابراہیم کے ہمراہی
بدحواس ہو کے منتشر ہو گئے حمید کے لشکریوں نے ابراہیم کا سر اتار کے عیسیٰ کے
رو برو لا کے رکھ دیا عیسیٰ نے سجدہ شکر ادا کر کے منصور کے پاس بھیج دیا یہ واقعہ

چھیسویں ذیقعدہ ۳۵ھ کا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ ذی الحجہ میں مارے گئے ۴۸ برس کی عمر تھی اور یہ فرقہ حنیفہ کے چھٹے امام تھے امام اول حضرت علی امام دوم حضرت حسن امام سوم حسن مثنیٰ امام چارم عبداللہ محض امام پنجم محمد نفس زکیہ امام ششم ابراہیم۔

منصور نے بعد اسکے یہ ارادہ کر لیا کہ جانتا کہ ہوسکے علویوں کو ذلیل کر دے اور جو کوئی جاندار اور جیالا نظر آئے اسکو مار ہی ڈالو ایسا نہ ہو کہ میری سلطنت میں مزاحمت کرے منصور کے بعد جتنے خلفا ہوئے ان سب نے یہی رسم جاری رکھی کہ جہانناک ہوسکے سیدوں کو قتل کر دے وجہ منتصر کی خلافت کا زمانہ آیا تو اُس نے اپنے گورنر مہر کو لکھ بھیجا کہ خبردار کوئی سید علوی کسی کا ہدیہ نہ قبول کرنے پائے نہ کبھی گھوڑے پر سوار ہو نہ اپنے خیمے سے کسی طرف سفر کرنے نکلے ایک غلام سے زیادہ غلام نہ خریدے اگر کسی قسم کا جھگڑا سید اور غیر سید میں پڑے تو غیر سید کو ترجیح دیجائے اور جو کوئی رسول کے نواسوں کا نام لیکر فریاد کرے اُسے سخت سزا دے اور بہت بُری طرح اسکو مار دے دوسرے نفسیہ یہ فرقہ بھی حنیفہ میں سے ہے مگر اس بات میں اُس سے جدا ہے کہ اسکا اعتقاد یہ ہے کہ نفس زکیہ مارے نہیں گئے بلکہ غائب اور مخفی ہیں اور عرصے کے بعد ظہور کریں گے اسی لیے ان لوگوں کا نام نفسیہ مشہور ہے۔

تیسرے محمدیہ اس فرقے کا عقیدہ یہ ہے کہ امام قائم محمد معروف بن نفس زکیہ بن عبداللہ بن حسن مثنیٰ بن امام حسن بن علی بن ابی طالب ہیں اور انھوں نے ابو منصور کی طرف امامت کی وصیت کی تھی نہ بنی ہاشم کی طرف جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یوشع بن نون کے لیے وصیت کی تھی اور اپنے بیٹے اور بھتیجے کے لیے وصیت نہ کی۔

چوتھے حنیفیہ یہ فرقہ کہتا ہے کہ نفس زکیہ کی وصیت سے ابو منصور کو امامت پہنچنی اور ابو منصور نے اپنے بیٹے حسین کے لیے امامت کی وصیت کی تھی اسلئے ابو منصور کے بعد وہ امام ہوئے۔

۱۰
۱۱
۱۲
۱۳
۱۴
۱۵
۱۶
۱۷
۱۸
۱۹
۲۰
۲۱
۲۲
۲۳
۲۴
۲۵
۲۶
۲۷
۲۸
۲۹
۳۰
۳۱
۳۲
۳۳
۳۴
۳۵
۳۶
۳۷
۳۸
۳۹
۴۰
۴۱
۴۲
۴۳
۴۴
۴۵
۴۶
۴۷
۴۸
۴۹
۵۰
۵۱
۵۲
۵۳
۵۴
۵۵
۵۶
۵۷
۵۸
۵۹
۶۰
۶۱
۶۲
۶۳
۶۴
۶۵
۶۶
۶۷
۶۸
۶۹
۷۰
۷۱
۷۲
۷۳
۷۴
۷۵
۷۶
۷۷
۷۸
۷۹
۸۰
۸۱
۸۲
۸۳
۸۴
۸۵
۸۶
۸۷
۸۸
۸۹
۹۰
۹۱
۹۲
۹۳
۹۴
۹۵
۹۶
۹۷
۹۸
۹۹
۱۰۰

فائدہ جلیلہ محمد نفس زکیہ اور اُن کے بھائی ابراہیم فرقہ زیدیہ کے ائمہ میں بھی شمار پاتے ہیں اس لیے کہ زیدیہ کے ایک گروہ کا اعتقاد یہ ہے کہ یحییٰ بن زید غیبیہ نے جو زیدیہ کے چھٹے امام ہیں اپنے بعد نفس زکیہ کی امامت کے لیے وصیت کی تھی اور نفس زکیہ نے ابراہیم کی امامت کے لیے وصیت کر دی تھی۔

وہ فرقے جو حضرت حسن مجتبیٰ کے بعد حضرت حسین شہید کربلا اور انکی اولاد میں امامت مانتے ہیں

وہ امامیہ جو حضرت علی کے بعد حضرت حسنؑ کو اور اُن کے بعد حضرت حسینؑ کو اور ان کے بعد انکی اولاد کو امام مانتے ہیں ان سب کا طریقہ امامت میں امام محمد باقرؑ کا اتفاق ہے پھر بعد اُن کے اختلاف کرتے ہیں ان میں سے بعض فرقے امام جعفر صادقؑ تک امامت کو نہیں پہنچاتے ہیں باقی سب فرقے جعفر صادقؑ تک امامت کے معاملے میں مشترک ہیں۔

وہ فرقے جو محمد باقرؑ کے بعد جعفر صادقؑ کو امام نہیں مانتے

اول باقریہ ان کا عقیدہ یہ ہے کہ امام حسنؑ کے بعد امام حسینؑ کو امامت پہنچی اُن کے بعد علی زین العابدینؑ کو اُن کے بعد محمد باقرؑ کو اور محمد باقرؑ کے بعد نہیں زندہ ہیں اور مدئی منتظر ہیں۔

دوم حاصریہ ان کا عقیدہ یہ ہے کہ محمد باقرؑ کے بعد ان کے بیٹے ذکر کیا امام ہیں اور وہ کہہ حاصر بن چھپے ہوئے ہیں جب اُن کو اللہ حکم دیگا تو نکلیں گے۔

وہ فرقے جو جعفر صادقؑ تک امامت کے معاملے میں مشترک ہیں اور جو اُن کے بعد امام میں اختلاف کرتے ہیں

(۱) مہتمم یہ فرقہ علی بن اسماعیلؑ میں تار کی طرف منسوب ہے جو حضرت علیؑ کے

اس لفظ میں اولاد نہیں ہے بلکہ ہر ایک کے بعد سے تثنائی ساکن کے بعد ہر ایک کے بعد سے تثنائی متنی لفظ

اصحاب سے تھا جیسا کہ مجمع البحرین کی جلد دوم میں لکھا ہے کتاب خراج البحرین میں ہے کہ میثم تمار ایک عورت کا اہل کوفہ میں سے غلام تھا جناب امیر نے اسے خرید کر کے آزاد کر دیا اور علی نے اسے کتاب خلاصہ میں متقدمین میں ذکر کیا ہے اور مختار کشی میں مذکور ہے کہ اسکا خاندان بیت التمارین کے نام سے مشہور تھا اس فرقے کا قول یہ ہے کہ حضرت علیؑ کے بعد امام حسن رضی اللہ عنہ کو امامت پہنچی پھر امام حسینؑ کو پھر علی بن حسینؑ کو پھر محمد باقرؑ کو پھر جعفر صادقؑ بن محمد کو پھر ان کے بیٹے موسیٰ کاظمؑ کو اور میثم تمار کا قول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جسم ہے اور اس کے لیے اعضا ہیں۔

(۲) حکیم ہشام بن حکم کندی شیبانی کوفی کے اصحاب ہیں انکو ہشامیہ بھی کہتے ہیں ہشام کا قول ہے کہ صانع اور مصنوعات کے درمیان کوئی مشابہت ضروری ہے ورنہ مصنوعات صانع پر دلالت نہیں کر سکتے اور اسکا قول یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ محدود ہے اور چاندی کے ٹکڑے کی طرح سفید اور صاف اور گتھا ہے اور ہر طرف سے چمکتا اور روشن ہے اور انسان کی صورت پر طویل و عریض و عمیق ہے طول اسکا مثل عرض کے اور عرض اسکا مثل عمق کے ہے اور اپنے بالشت سے سات باشت ہے رنگ اور مزہ اور بوز رکھتا ہے اور یہ تمام صفات اسکی ذات کے مغائر نہیں ہیں اور وہ کھڑا ہوتا اور بیٹھتا اور ہلتا اور ٹھرتا اور چلتا پھرتا بھی ہے اور ماتحت الثریٰ کو بذریعہ شعاع نوری کے جانتا ہے جو اس کے جسم سے نکل کر اس طرف پڑتی ہے اور عرش پر رہتا ہے جب اس سے لوگوں نے پوچھا تیرا اللہ بڑا ہے یا کوہ احد تو کہا کوہ احد حکیمہ مقاتل بن سلیمان پر طعن کرتے ہیں کہ وہ اس بات کا قائل ہے کہ اللہ گوشت و خون رکھتا ہے اور ہشام کہتا ہے ارادہ الہی ایک حرکت ہے جو نہ اسکی عین ہے اور نہ غیر ہے اور اللہ تعالیٰ کو اشیا کا علم ان کے پیدا ہو جانے کے بعد حاصل ہوتا ہے قبل ان کے وجود کے وہ انھیں نہیں جان سکتا اور اسکا علم نہ قدیم ہے اور نہ حادث ہے اور کلام اسکی صفت ہے جو نہ مخلوق ہے اور نہ غیر مخلوق اور اللہ تعالیٰ پر اعراض دلالت نہیں کر سکتے بلکہ اجسام اسپر دلالت کرتے ہیں کیونکہ اجسام کے ساتھ

ہاتھ پاؤں مسکھ آنکھ کان سب کچھ رکھتا ہے مگر شرمگاہ اور وارثی نہیں ہے۔ اس فرقے کا ظہور ۳۱۵ھ میں ہوا خلاصہ میں مذکور ہے کہ وہ امام جعفر صادقؑ اور موسیٰ کاظمؑ کے اصحاب سے تھالہ اور اس فرقے کو سالمیہ بھی کہتے ہیں کچھ ہشامیہ بھی انکو بولتے ہیں۔ (۴) زرارہ بن زرارہ بن اعین شیبانی کوفی کے متبع ہیں یہ کہتا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی صفات حادث ہیں اور قبل حدوث صفات کے اللہ نہ عالم تھا اور نہ سمیع اور نہ بصیر اور نہ قادر اور نہ حی یہاں تک کہ اُسے اپنے لئے یہ سب کچھ اکتساب کیا اس فرقے کا ظہور ۳۱۵ھ میں ہوا زرارہ مسئلہ امامت میں غائبہ کے قدم بہ قدم ہے جنہیں فطیہ بھی کہتے ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ اُسے یہ راے ترک کر دی تھی اُسے عبداللہ بن جعفر صادق سے مسائل دریافت کئے جب نہ بتائے تو موسیٰ بن جعفر کے پاس چلا گیا یہ مشبہ بھی تھا کتاب بن اودو میں مرقوم ہے کہ زرارہ امام محمد باقر و امام جعفر صادق و امام موسیٰ کاظم کے راویوں میں سے ہے ۳۱۵ھ ہجری میں انتقال کیا اُسے ایک کتاب استطاعت اور حیر کی تحقیق میں لکھی ہے۔ میزان ذہبی میں مذکور ہے کہ ابن ابی حاتم نے کہا ہے کہ زرارہ نے امام محمد باقر سے روایت کی ہے اور سفیان ثوری کہتے ہیں کہ اُسے ہاتھ کو نہیں دیکھا تھا۔ (۵) یونس بن یونس بن عبدالرحمن قمی کے پیرو ہیں اسکا اعتقاد تھا کہ اللہ عرض پر ہے جسکو ملائکہ اُٹھائے ہوئے ہیں اور اُس کی قوت ملائکہ کی قوت سے زیادہ ہو منتہی المقال میں لکھا ہے کہ یونس امام جعفر سے کوہ صفا و مروہ میں ملا تھا مگر اُن سے روایت نہیں کی ہے ابو الحسن موسیٰ کاظم اور اُن کے بیٹے علی رضا سے روایت کی ہے اور امام رضا کا وکیل اور مخلص دوست تھا اور کتاب خلاصہ میں مذکور ہے کہ امام رضا سے اہل علم و فتویٰ سے شمار کرتے تھے فرقہ واقفیہ نے اسکو بہت کچھ مال و اسباب دینا چاہا کہ اُن سے اس بات میں اتفاق کر لے کہ امام موسیٰ کاظم پر امامت منتہی ہو گئی گرا اُسے قبول نہ کیا اور مختار میں مذکور ہے کہ فضل بن شاذان کہتا ہے کہ یہ جو مشہور ہو یونس آل یقطین کا غلام ہے یہ غلط ہے اسلئے کہ یونس ہشام بن عبدالملک کے آخر عہد میں پیدا ہوا تھا اور آل یقطین اس عہد میں نہ تھے بلکہ بنی عباس کے زمانے میں گئے ہیں

سنتہ ہجری میں یونس فوت ہوا۔ حلت متعہ کے بیان میں یونس نے ایک کتاب تصنیف کی ہے اور یہ بڑا بھاری مشبہ تھا اور پھر کا قائل تھا بدر کے بیان میں اسکی ایک کتاب ہے اور ایک کتاب غلاۃ کے رد میں ہے۔

(۶) مفوضہ یا تفویضیہ اس فرقہ کا ظہور ۳۷۵ھ ہجری میں ہوا تھا ان کا قول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا کر کے خلق عالم و تدبیر عالم کو ان کے سپرد کر دیا ہے اور جو کچھ دنیا میں ہے ان کے لیے منباح کر دیا ہے پس تمام عالم انہی کا پیدا کیا ہوا ہے اور ان میں سے بعض نے یہ کہا ہے کہ حضرت علی بن ابی طالب کے سپرد فرمایا ہے اور ایک فرقہ انہیں سے یہ کہتا ہے کہ دونوں کے سپرد کیا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ سب اللہ کے سپرد کیا ہے مفوضہ جب بادلوں کو دیکھتے ہیں تو اسے سلام کرتے ہیں اس گمان سے کہ اس میں علی کرم اللہ وجہہ میں روح المتون ترجمہ اورو جلاز الغیون میں لکھا ہے کہ حضرت امام جعفر صادق نے فرمایا کہ خدا غالیون پر لعنت کرے کہ ہم اہل بیت کے حق میں غلو کرتے ہیں اور حد سے گذر جاتے ہیں اور خدا مفوضہ پر لعنت کرے جو کہتے ہیں کہ خدا نے تمام عالم کو اللہ کے مفوض کیا ہے واضح ہو کہ مفوضہ نے معصیت خدا کو صغیر جانا اور اپنے خدا سے کافر ہو گئے اور شریک خدا کے لیے قرار دیا ہے اور گمراہ ہو گئے ہیں اور لوگوں کو بھی گمراہ کیا ہے کہ فرائض خدا پر اقامت نکریں اور حقوق خدا اور خلق خدا ادا نہ کریں اور ابو ہاشم جعفری کہتا ہے کہ امام رضا نے غالیون کو کافر اور مفوضہ کو مشرک کہا ہے ارشاد یہ میں بیان کیا ہے کہ مفوضہ عبید اللہ بن عبد اللہ بن سبا کے متبع ہیں جو سب سے پہلے تفویض کا قائل ہوا تھا یعنی کہتا تھا کہ خدا نے اپنے سب کام پیغمبر خدا اور حضرت علی کے سپرد کر دیے ہیں اور آپ معطل ہو گیا ہے یہی حضرات پیدا کرتے ہیں اور یہی مارتے ہیں اور یہی رزق بانٹتے ہیں غرض جو کام کہ خدا کے ہیں وہ سب عبید اللہ اور اسکے تابعوں کے نزدیک پیغمبر خدا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کرتے ہیں اور خدا سے تعالیٰ کو نہیں کہتا درحقیقت یہ فرقہ غلات میں داخل ہے اسی سبب سے صاحب طل و غل نے

مفوضہ کو غلات میں شمار کیا ہے مگر چونکہ غالیون اور مفوضہ میں اتنا فرق ہے کہ علیٰ جناب امیر کی الوہیت کے قائل ہیں اور انکو خدا جانتے ہیں اور مفوضہ انکی الوہیت کے قائل نہیں مگر تفویض کے قائل ہیں اور اسی سبب سے بعض روایات میں ذکر مفوضہ کا مقابل غلات کے آیا ہے پس اس وجہ سے قسم یعنی مقابل غلات کے ہونگے بہر حال یہ دونوں فرقے حد شرع سے تجاوز کرنے والے ہیں اور معنی غلو کے کسی کام کے کرنے میں حد سے گذر جانے کے ہیں مفوضہ اور غلات کہتے ہیں کہ علماء قم نے جناب امیر کی نبوت میں بہت کمی کی ہے (۷) نعمانیہ یہ محمد بن علی بن نعمان کو فی صیغہ فی کی طرف منسوب ہیں جسکو اہل سنت شیطان الطاق اور شیعہ مومن الطاق کہتے ہیں اور وجہ اسکی یہ ہے کہ کوفے میں ایک مقام طاق کے نام سے مشہور ہے وہاں اسکی دوکان تھی جس میں بیٹھا ہوا درم و دینار پر رکھا کرتا تھا اور اہل سنت کی کتب میں یہ فرقہ شیطانیت کے نام سے زیادہ مشہور ہے مگر شہرستانی وغیرہ نے نعمانیہ کے نام سے لکھا ہے گنت اسکی ابو جعفر اور قبل حول ہے اسی لیے ابو جعفر احوال کہلاتا ہے اسکی تالیف سے کئی کتابیں ہیں ایک حضرت علیؑ کی امامت کے بیان میں احتجاج نام کتاب ہے اور دوسری خوارج کے رد میں۔ یہ شخص معتزلہ و شیعہ دونوں کے مذاہب میں بلا جہار با کرتا تھا اسکا مذہب یہ تھا کہ اللہ کو اشیا پیدا کرنے سے قبل اسکا علم نہیں ہوتا اگر اللہ بندوں کے افعال کا عالم ہوتا تو یہ بات مستحیل ہوتی کہ بندوں کا امتحان اختیار کرتا اور اسکا زعم تھا کہ اللہ تعالیٰ ایک نور ہے غیر جسمانی اور باوجود اسکے اس بات کا قائل تھا کہ اللہ تعالیٰ انسان کی سی صورت رکھتا ہے اور یہ شخص رجعت کا قائل تھا اس فرقے کا طور سالہ میں ہوا ہے۔

(۸) بدائیہ یہ لوگ اسکے قائل ہیں کہ اللہ پر جائز ہے یعنی جائز ہے یہ بات کہ اللہ تعالیٰ کسی شے کا ارادہ کرے اور پھر اس سے پشیمان ہو جائے اسلئے کہ اسپر وہ چیز ظاہر ہو جو پہلے سے اسپر ظاہر نہ تھی جس طرح کہ آدمی میں تبدیل رائے ہوتی ہے یہ لوگ کہتے ہیں کہ خلافت خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم کی بھی اسی طرح پر ہوئی کہ اللہ تعالیٰ انھیں غلبہ

چنانکہ پشیمان ہوا اور ان کی تعریف میں جس قدر آیات نازل کیں وہ سب آخر کار
 ان کے واسطے موجب ندامت کا ہوئیں صواعق محرقہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا ظہور
 مسلمانہ ہجری میں ہوا اور یہ قول سماعت سے خالی نہیں ایسے کہ اس سے قبل شیعہ
 کے بعض فرقے بد کے قائل ہو چکے تھے چنانچہ کیسانہ کا یہ عقیدہ ہے حالانکہ اس فرقے کا
 ظہور ۳۳۳ ہجری میں ہوا تھا اور فرقہ جو ایقیہ میں بھی جبکا دوسرا نام سالمیہ ہے اس
 امر کا اعتقاد تھا اس فرقے کا ظہور ۳۳۳ میں ہوا صواعق محرقہ میں ان فرقوں کے سناہے
 ظہور کی نسبت بہت کچھ تسامح ہوا ہے چنانچہ لکھا ہے ثم ظهرت الزنادیة والیونسیة
 والمفوضۃ والکیسانیة والبدائیة والغامیة منهم وبد و ظهورهم فی حدود
 سنة خمس واربعین ومائة حالانکہ ان کے ابتداء سے ظہور کے سنین میں بڑا تفاوت ہے
 حکم کیہ ور زرار یہ اور دوسرے امامیہ جیسے مالک جنی و دارم بن حکم وریان بن صلت
 بھی اللہ تعالیٰ پر بد کے قائل ہیں۔ امامیہ اپنے اوپر سے اعتراض اٹھانے کے لیے
 بد کے معنی میں تاویلین کرنے لگے ہیں اور کہتے ہیں جو کچھ اہل سنت نے سمجھا ہے بد کے
 امامیہ کے نزدیک وہ معنی نہیں بلکہ اسکے اور معنی ہیں جو لائق انکار نہیں ابوالفتوح نے
 کنز الفوائد میں اسکی تحقیق و تفصیل کی ہے۔ امامیہ کہتے ہیں کہ خداے تعالیٰ کی راے
 اور تجویز میں کبھی خطا اور غلطی واقع نہیں ہوتی کیونکہ وہ عواقب امور اور مصالح امور سے
 بخوبی آگاہ ہے اور کوئی شے اُس پر مجہول نہیں سب حال پر ظاہر اور ہیدا ہے جو وہ کرتا ہے
 سمجھ کر کرتا ہے نہ خطا سے کہ پشیمان ہو کر اسے اول سے راے دوسری کی طرف عدول
 کرے بد باین معنی شیعوں کے نزدیک خداے تعالیٰ پر محال ہے بلکہ شیعہ کی اصطلاح
 میں بد عبارت ہے تغیر و تبدل سے احکامات میں بسبب اختلاف مصالح اور اوقات
 کے یعنی ایک وقت میں باعتبار ایک مصلحت کے ایک حکم دیا دوسرے وقت میں باعتبار
 دوسری مصلحت کے اُس حکم کو بدل ڈالا اسکو نسخ تشریعی کہتے ہیں اور تغیر عالم کون میں
 یعنی وہ تغیرات جو دنیا میں ہوتے ہیں جیسے موجود کرنا اور معدوم کرنا اور زندہ کرنا
 اور مردہ کرنا اسکو نسخ تکوینی کہتے ہیں پس بد باین معنی فرقہ شیعہ کے نزدیک

خداے تعالیٰ پر جائز ہے اسلئے کہ خداے تعالیٰ ہر وقت ایک شان میں ہے جو مصلحت دیکھتا ہے وہ کرتا ہے اور جس میں مصلحت نہیں دیکھتا، نہ سکون نہیں کرتا کبھی مارتا ہے کبھی جلاتا ہے کبھی بیمار ڈالتا ہے کبھی صحت دیتا، وغرض ہر وقت موافق مصلحت کے کام کرتا ہے کیونکہ وہ اپنے بندوں کی مصلحتوں سے آگاہ ہے پس یہ معنی صحیح ہیں کہ ان میں کسی طرح کا فساد نہیں اور بدراس معنی آیات اور احادیث کثیرہ سے ثابت ہے اور یہ آیات اور اخبار اس پر دلالت کرتے ہیں کہ خدا نے دلوں میں پیدا کی ہیں اور ان میں جمیع کائنات اور حوادث کو لکھا ہے ایک کا نام لوح محفوظ ہے پس اس لوح میں جو کچھ خدا کے حکم سے لکھا جاتا ہے اس میں کسی طرح کا تغیر واقع نہیں ہوتا اور مطابق علم اتنی کے ہوتا ہی اور دوسری لوح کا نام لوح محو و اثبات ہے کہ اس میں موافق مصلحت کے خدا کے حکم سے بعض چیزیں لکھی جاتی ہیں اور بعض محو کی جاتی ہیں جیسا کہ خداے تعالیٰ فرماتا ہے یحیو اللہ ما یشاء و یثبت و عندہ ام الکتاب تو ضیح اسکی یہ ہے کہ پہلے مثلاً اس لوح میں لکھا کہ زید کی عمر پچاس برس کی ہے یعنی مقتضائے حکمت یہ ہے کہ عمر اسکی اس قدر ہو جب تک کہ کوئی سبب زیادتی اور نقصان کا اس سے عمل میں نہ آئے پس جس وقت کہ اس سے کوئی عمل نیک مثل صلہ رحم یا صلہ عترت ظاہرہ اور ذریت اختیار رسول مختار یا تصدق مساکین یا مہربانی برادر پر عمل میں آیا اور ان چیزوں میں سے کسی کو بجالایا تو پچاس سال کی عمر اسکی محو ہو جاتی ہے اور اسکی عمر ساٹھ برس کی لکھی جاتی ہے اور اگر اس سے خلاف ان امور کے کوئی عمل بد مثل قطع رحم یا ترک صلہ سادات مؤمنین کے ظہور میں آیا تو اس کی عمر پچاس برس کی جگہ چالیس برس کی لکھی جاتی ہے اور دس برس کم ہو جاتے ہیں اور لوح محفوظ میں اول امر سے لکھا جاتا ہے کہ زید صلہ رحم بجالاے گا اور عمر اسکی اس وجہ سے ساٹھ برس کی اشد کی طرف سے متعین ہوئی ہے یا اسکی عمر اس وجہ سے کہ وہ قطع رحم یا اسی طرح کا کوئی اور بُرا کام کرے گا چالیس برس کی مقرر ہوئی ہے جیسا کہ طبیب حاذق کو کسی شخص کے

مزاج کا حال معلوم ہو جائے تو وہ حکم کر سکتا ہے کہ عمر اسکی ساٹھ کی ہوگئی پس اگر اُسے زہر کھالیا یا کسی نے اُسکو قتل کر دیا اور عمر اُسکی ساٹھ برس سے کم ہوگئی یا مثلاً اُسے کوئی دوا جرقوی کھائی اور اُسکی عمر ساٹھ برس سے بڑھ گئی تو یہ کہیں گے کہ طبیب نے غلطی کی پس بد عبارت ہے تغیر تقدیر سے لوح محو و اثبات میں اور غرض لوح محو و اثبات سے یہ ہے کہ بندے بسبب خبر دینے انبیا اور اوصیا کے اس لوح سے یہ جان لیں کہ اعمال حسنہ اُن کے کاموں کی اصلاح میں تاثیر رکھتے ہیں تاکہ اعمال نیک کی طرف راغب ہوں اور اعمال بد سے باز رہیں۔

کتاب توحید اور عیون اخبار الرضا میں روایت کی ہے کہ امام رضا نے فرمایا کہ لے سلیمان تو کیوں بدکار کرتا ہے حالانکہ خدائے تعالیٰ فرماتا ہے اولم یدلک اننا خلقناہ من قبل ولم یثک شیئاً آیا نہیں دیکھتا انسان کہ ہم نے پیدا کیا اُسکو پہلے سے اور وہ کوئی چیز نہ تھا غرض کہ بد شیعہ کے نزدیک محو و اثبات ہے نہ بدلنا رائے کا دوسری رائے کی طرف پشیمان ہو کر انا میہ کہتے ہیں کہ یہ امر محال ہے کہ خدا اول کسی امر کو نہ جانے اور پھر اُس پر ظاہر ہو جائے یا اپنے ارادے سے پشیمان ہو۔ امام جعفر صادق فرماتے ہیں کہ جو کوئی ایسا اعتقاد کرے کہ خدا نے نکل ایک کام کیا اور کل اُسکی بُرائی کو نہ جانا اور آج اُس کی بُرائی کو جانا کہ یہ کام جو میں نے کیا تھا بُرا تھا اور اُس کام کے کرنے سے آج پشیمان ہوا تو ہم ایسے شخص سے بیزار ہیں اور اس قسم کے اعتقاد کرنے والے کو آپ نے کافر فرمایا ہے۔

رسالہ اعتقاد یہ بیان کیا ہے کہ امام جعفر صادق فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو کبھی ایسا بد نہیں ہوا جیسا کہ میرے بیٹے اسماعیل کے باب میں اُسکو بد ہوا آپ فرماتے ہیں کہ اللہ پاک کو کوئی امر کسی شے میں ایسا ظاہر نہیں ہوا جیسا کہ میرے بیٹے اسماعیل کے باب میں ظاہر ہوا کہ اُن کو مجھ سے پہلے مارتا کہ معلوم ہو جائے کہ وہ میرے بعد امام نہیں ہیں اور بعض نے کہا ہے کہ بد امور تو گویں میں مثل نسخ کے ہے احکام شرعی میں اور نسخ یہ ہے کہ شارع کا ایک حکم پہنچا اور پہنچے گمان کیا کہ وہ ہمیشہ رہے گا

اور بعد اُسکے وہ حکم منسوخ ہو گیا اور دوسرا حکم مقرر ہوا اور یہی حال امور کو نئی بنی ہے
مثلاً ایک کام علل اور اسباب اور قرائن حال کی وجہ سے ایسا معلوم ہوا کہ ہمیشہ رہا
اور بعد اُسکے وہ امر جاتا رہا اور دوسری طرح پر ہوا اُسکو بد رکھتے ہیں جیسے اسماعیل
کہ امام جعفر صادقؑ کے بڑے بیٹے تھے اور آدمیوں کو بظاہر حال یہ گمان تھا کہ امام
موصوف کے بعد وہی امام ہونگے پھر جبکہ اُنھوں نے وفات پائی تو آدمیوں نے
جانا کہ امامت اُن کی جو گمان کی گئی تھی برطرف ہوئی اور امامت موسیٰ کاظم کے لیے
ثابت ہوئی اور کہتے ہیں کہ اسکو بد اس لیے کہتے ہیں کہ انپروہ امر ظاہر ہوا
کہ پہلے اس سے ظاہر نہ تھا۔

نور اللہ شوستری نے جو اس باب میں مجالس المؤمنین میں لکھا ہے اُن کے کلام کا
خلاصہ یہ ہے کہ ظاہر میں لفظ بدر سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے حکم دینے کے
بعد اُسکے وقت مقررہ پر واقع ہونے سے قبل ممانعت کر دے اور اس سے جل و پشمانی
اللہ پر لازم نہیں آتی اور نہ اُسکی خطا ثابت ہوتی ہے اس لیے کہ مطلب اس قول سے
یہ ہے کہ کبھی آقا کو اپنے نوکر کی اطاعت و تابعداری دوسروں پر ظاہر کرنی ہوتی ہو
تو ایک مشکل کام کا حکم فرماتا ہے اور جب یہ شخص وہ کام شروع کرتا ہے تو منع
کر دیتا ہے مصداق اسکا حضرت ابراہیم کا قصہ ہے کہ اُن کو اپنے بیٹے اسماعیلؑ کے
فج کر بے کا حکم دیا اور جب وہ تعمیل کو آمادہ ہوئے اور دونوں نے حکم الہی پر صبر
و رضامندی رکھی تو منع کر دیا اور اجران کا المضاعف کر دیا۔

(۹) ناؤسیہ یہ عبد اللہ بن ناؤس بصری کے متبع ہیں یہ چھ شخصوں کی
امامت کا قائل ہے حضرت علیؑ سے جعفر صادقؑ تک اسکا عقیدہ یہ تھا کہ امام جعفر صادقؑ
زندہ ہیں اور غائب ہو گئے ہیں اور وہی ہمدی موعود ہیں اور بعض ناؤسیہ کہتے ہیں
کہ بعض شیعہ صادقؑ کبھی خلوت میں انکو دیکھ بھی لیتے ہیں انکا ظہور شیعہ سنی
میں ہوا۔ یہ لوگ بغداد میں تھے خاص کر شیعہ سنی میں۔ پھر تاتاریوں کی یورش
کی وجہ سے تباہ ہو گئے۔ ناؤسیہ کا عقیدہ یہ ہے کہ جو اپنے نفس کو غیر بر فضیلت دے وہ کافر ہے

وہ لوگ جو اپنے نفس کو غیر بر فضیلت دے وہ کافر ہے

رواۃ ۱۱) عمار یہ کہ عمار کے متبع ہیں انکا عقیدہ یہ ہے کہ امام جعفر صادقؑ نے وفات پائی جو ان کے بیٹے محمد نامی امام ہوئے بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ عمار یہ ہیں سے ایک گروہ کا یہ عقیدہ ہے کہ امامت بعد محمد بن جعفر کے ان کی اولاد میں رہی اس گروہ کو شیعہ طیبہ کہتے ہیں۔

(۱۱) عمائیہ یہ لوگ عبد اللہ بن عمار کے یار ہیں اور سات شخصوں کی امامت کے مقرر ہیں حضرت علی بن ابی طالب سے جعفر صادقؑ تک اور بعد ان کے عبد اللہ بن جعفر صادق کو امام جانتے ہیں ان عبد اللہ کا لقب افطح تھا الف کے فتح اور فاء کے سکون اور طاءے حملہ کے فتح اور حاءے حلی کے سکون سے ان کو افطح اسیلے کہتے تھے کہ ان کے دونوں یا نون چوڑے تھے اور بعض کہتے ہیں کہ سر چوڑا تھا اور افطح اسماعیل بن جعفر کے حقیقی بھائی تھے عمائیہ کہتے ہیں کہ افطح چونکہ لاد لدرے ہیں اور امامت کا سلسلہ انکی نسل میں جاری نہیں رہا ہے اسیلے پھر دنیا میں آئینگے اور صواعق عرق میں لکھا ہے کہ افطحیہ جنھیں عمائیہ بھی کہتے ہیں عبد الرحمن بن عمر کے اصحاب ہیں۔ جیب السیر میں بیان کیا ہے کہ عبد اللہ بن جعفر سب بھائیوں میں بڑے تھے باپ کی وفات کے بعد امامت کے مدعی ہوئے بہت سے شیعہ نے انکی متابعت کی لیکن بالآخر ان میں سے بہت سے منحرف ہو کر امام موسیٰ کاظمؑ کی امامت کے قائل ہو گئے اور جو لوگ عبد اللہ کی امامت کے معتقد رہے وہ افطحیہ مشہور ہو گئے اسیلے کہ انکا داعی عبد اللہ بن افطح تھا اور بعض کہتے ہیں کہ خود عبد اللہ بن جعفر کا عرف افطح تھا اور منتہی المقال سے معلوم ہوتا ہے کہ عبد اللہ افطح کی امامت کے جو لوگ قائل ہیں وہ افطحیہ کہلاتے ہیں اور یہ افطحیہ ائمہ اثنا عشر کی امامت کے مقرر ہیں اور ساتھ انکے عبد اللہ افطح کو بھی امام مانتے ہیں کہ انکو صادق اور کاظم کے درمیان میں داخل کرتے ہیں اور شہید سے نقل کیا ہے کہ عبد اللہ افطح کی امامت کے امام موسیٰ کاظم اور امام علی رضا کے درمیان میں قائل ہیں۔

توضیح المقال میں لکھا ہے کہ بعض کی رائے یہ ہے کہ یہ فرقہ فقہیہ اس لیے کہلاتا ہے

کہ سرگروہ اسکا عبد اللہ فطیح کو فی تھا اسی کی طرف یہ منسوب ہیں نامہ دانشوران میں ابن قبیہ کے حالات میں ہے کہ زید علوی کا قول ہے کہ اب فرقہ فطیحہ کو اسما عیسیٰ کہتے ہیں اسلئے کہ اُن لوگوں میں سے جو عبد اللہ فطیح کی امامت کے معتقد تھے کوئی باقی نہیں رہا یہ عبد اللہ بن جعفر کم علم تھے کتاب جہرۃ النسب میں مذکور ہے کہ زرارہ بن اعین بھی اول اول عبد اللہ فطیح کی امامت کا معتقد تھا جب دشمن کو گیا تو عبد اللہ فطیح کی خدمت میں حاضر ہوا اور اُن سے مسائل فقہیہ کا سوال کیا عبد اللہ نے جو جواب دئے اُنہی نہایت جبل ثابت ہوا۔

بعض کتب میں لکھا ہوا ہے کہ سائل نے عبد اللہ سے دریافت کیا کہ دو سو درم پر کس قدر زکوٰۃ واجب ہے بولے پانچ درم پھر سائل نے کہا سو درم پر کس قدر ہے قیاس لگا کر کہا اڑھائی درم اور یہ امامیہ کے مذہب کے خلاف ہے اسلئے کہ سو درم پر زکوٰۃ نہیں چاندی کا نصاب دو سو درم ہے اُس سے کم پر زکوٰۃ نہیں الغرض زرارہ فطیح کی امامت سے پھر گیا اور جب کوفے کو واپس آیا تو اسکے دوست ملنے کو آئے اور امام کا حال دریافت کیا اُس وقت زرارہ کے پاس قرآن رکھا ہوا تھا اُس نے قرآن کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ میرا تو یہ امام ہے اسکے سوا میرا کوئی امام نہیں پس شیعہ افطیحیہ اپنے امام سے پھر گئے۔

(۱۲) اسحاق قبیہ یہ کہتے ہیں کہ اسحاق بن جعفر اپنے باپ کے بعد امام ہیں اور یہ اسحاق نہایت متقی اور اعلیٰ درجے کے عالم تھے ثقات محدثین نے اُنہی روایات نقل کی ہیں جیسے سفیان بن عیینہ وغیرہ۔

(۱۳) یعفور یہ صواعق محرقہ بن اسحاق قبیہ اور مفضلہ کے درمیان میں اس فرقہ کو لکھا ہے یہ ابن ابی یعفور کے اصحاب ہیں ان کا عقیدہ یہ ہے کہ انبیاء سے گناہوں کا صدور جائز ہے۔

(۱۴) مفضلہ یہ اصحاب ابو المفضل بن عمرو کے ہیں کہتے ہیں کہ جعفر صادق کے بعد موسیٰ کاظم امام ہوئے کیونکہ جعفر نے اُن کے واسطے نام لیکر نص کر دی تھی

اس طرح کہ ساتواں تھا کہ قائم و امام تھا رہے اور بعض کہتے ہیں یوں کہا تھا کہ صاحب تھا کہ قائم تھا رہے آگاہ ہو کہ وہ ہم نام صاحب تو ریت ہے اور یہ لوگ اُن کی وفات کے قائل ہیں انکو قطعیہ بھی کہتے ہیں اسلئے کہ اُنکی موت کو قطعی جانتے ہیں بعض کہتے ہیں کہ مفضلیہ وہ فرقہ ہے جس کا عقیدہ یہ ہے کہ امام موسیٰ کاظم مر گئے اور امامت اُن کے بیٹے محمد کی طرف منتقل ہو گئی اور قطعیہ ایک جدا گانہ فرقہ ہے جس کا اعتقاد یہ ہے کہ موسیٰ کاظم کے بعد امامت علی رضا کو پہونچی پھر انپر امامت کو قطع کر دیا اور انکے بیٹے کی امامت کو بیان کیا اسلئے انکا نام قطعیہ قرار پایا۔ اور قطعیہ کے رئیس کا نام یونس بن عبدالرحمن ہے۔

(۱۵) موسویہ ان کو امام موسیٰ کاظم کی موت و حیات میں شک ہے اسی واسطے امامت کو انھیں پر منحصر سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اُنکے بعد سلسلہ امامت بند ہو گیا اور کہتے ہیں کہ اگر امامت غیر موسیٰ کاظم کے لیے صحیح ہو تو وہ نافذ ہے۔

(۱۶) مٹھوریہ یہ لوگ موسیٰ کاظم کی حیات کے قائل ہیں کہتے ہیں کہ وہ نہیں مرے انھیں کو ہمدی موعود امام منتظر جانتے ہیں بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ مٹھوریہ کو امام موسیٰ کاظم کی موت میں توقف ہے انکو مٹھوریہ اسلئے کہتے ہیں کہ ایک بار قطعیہ کے ساتھ انھوں نے مناظرہ کیا تھا قطعیہ کے رئیس نے جس کا نام یوسف بن عبدالرحمن ہے ان کو کہا اھون عندنا من الکلاب الممطورة یعنی تم ہمارے نزدیک بارش کے بھیگے ہوئے کتوں سے بھی زیادہ حقیر ہو اسوقت سے یہ لوگ مٹھوریہ مشہور ہو گئے۔

(۱۷) راجعیہ انکو کاظمیہ بھی کہتے ہیں انکا قول یہ ہے کہ موسیٰ کاظم کا انتقال ہو گیا لیکن وہ پھر دنیا میں لوٹ کر آئیں گے اور چونکہ یہ تینوں فرقے امامت کو موسیٰ کاظم پر موقوف رکھتے ہیں اور انکو حی لا موت سمجھتے ہیں اسلئے واقفیت بھی کہلاتے ہیں۔

نامہ دانشوران میں ابن قباہ کے حالات میں بیان کیا ہے کہ واقفیت بھی مختلف طور پر ہیں بعضے جناب ابو عبداللہ جعفر صادق پر توقف کرتے ہیں اور تھوڑے سے ابو جعفر محمد باقر پر توقف کرتے ہیں اور ایک گروہ موسیٰ بن جعفر پر توقف کرتا ہے

علمائے رجال و محدثین امامیہ کی اصطلاح میں غالباً واقفہ کو کچھلی قسم پر اطلاق کرتے ہیں۔
توضیح المقال میں اختیار سے سلسلہ دار ابو القاسم حسین محمد بن عمر بن یزید شکر چانک
روایت کی ہے کہ واقفہ کی ابتدا کی یہ صورت ہے کہ اشاعشہ کے پاس تیس ہزار
دینار بابت زکوٰۃ وغیرہ کے جو کچھ انہیں واجب تھا جمع ہو گئے انھوں نے وہ دینار امام
موسیٰ کاظم کے وکلاء کے پاس بھیج دیے جو کہ نے بین موجود تھے اور یہ دو شخص تھے جن میں سے
ایک کا نام حیان سراج ہے اور موسیٰ کاظم اُس زمانہ میں ہارون الرشید کے حکم سے
بغداد میں مجبوس تھے ان وکیلوں نے اُن دیناروں سے مکانات اور غلہ وغیرہ
اشیا خرید لیں جب موسیٰ کاظم کا سلسلہ ہجری میں انتقال ہو گیا تو یہ وکلاء اُنکی
سوت کے منکر ہو گئے اور واسطے دبا لینے اُس مال کے شیعوں میں یہ بات مشہور
کروی کہ وہ نہیں مریں گے فرماتے تھے کہ میں حی لایموت ہوں کیونکہ وہی مہدی ہیں
پس بہت سے شیعہ کا اسی پر عقیدہ جم گیا کہ امام موسیٰ کاظم زندہ ہیں اور وہ مال
اُن دونوں وکیلوں کے پاس دم آخر تک رہا پھر انتقال کے وقت انھوں نے
وصیت کردی کہ امام موسیٰ کاظم کے ورثا کو دیدیا جائے تب شیعہ واقف ہوئے کہ
انھوں نے مال کی حرص سے یہ فقرہ گانٹھا تھا اور کتاب فوائد میں یہ ہے کہ واقفہ کا
اطلاق اُن لوگوں پر کرتے ہیں جنھوں نے موسیٰ کاظم کے غیر کی امامت پر توقف کیا
اور اُن کے بعد پھر کسی کو امام نہ مانا اور جب مطلق واقفہ استعمال کرتے ہیں تو یہی
فرقہ مراد ہوتا ہے جو موسیٰ کاظم پر امامت کو موقوف رکھتا ہے اور جب کہیں واقفہ اور
معنی میں آتا ہے تو وہ کسی قرینے کے ساتھ ہوتا ہے جن میں سے ایک قرینہ یہ ہے
کہ جنے موسیٰ کاظم کو نہ پایا اور اُسے قبل یا اُنکے زمانے میں مر گیا تو یہ واقفی اس وجہ
سے ہے کہ امام موسیٰ کاظم کی امامت کا مقربین ہو جیسے سماعہ بن مرزبان اور علی بن حنات اور
یحییٰ بن القسم اور تحقیق یہ ہے کہ واقفہ دو قسم کے ہیں ایک وہ جو امامت کو موسیٰ کاظم پر
موقوف رکھتے ہیں دوسرے وہ ہیں جنھوں نے خود موسیٰ کاظم کی امامت میں انھیں کے
وقت میں کسی شبہ کی وجہ سے توقف کیا انھیں امام تسلیم کیا۔

عہد میں بقول ابن وردی نو برس کی عمر میں تہ خانہ سامرہ میں جو ایک بڑا شہر ہے
مکرت اور بندہ اسکے درمیان میں شرقی و جلعہ پر آباد کیا ہوا معتم کا چھپ گئے اور
مضی ہونے کا ۱۵ شعبان ۳۱۵ھ ہے اور یافعی کے نزدیک ۳۱۵ھ ہجری ہریخ جہد الحق
نے اپنے رسالے میں لکھا ہے کہ اول اصح ہے ابن بطوطہ نے اپنے سفر نامے
میں ذکر کیا ہے کہ میں نے اُس تہ خانے کے دروازے پر سواروں اور سواری
کو کھڑے دیکھا ہے۔

اور تحفہ احمدیہ میں لکھا ہے کہ اول امامت میں کہ سن شریف محمد بن حسن کا پانچ یا چار برس
کا تھا فوت سے حکام وقت کے غائب ہوئے وہ غیبت صغریٰ تھی سفیر اور نائب
حضرت کا ظاہر رہتا تھا پہلے عثمان بن سعید تھے بعد اُنکے بیٹے اُنکے محمد ہوئے پھر
حسین بن روح ہوئے پھر علی بن محمد سمیری اُن کے بعد غیبت کبریٰ ہوئی
کہ نائب ظاہر کوئی نہ رہا مدت غیبت صغریٰ کی جو ہتر برس تقریباً رہی۔ محمد بن حسن عسکری
کے ماننے والے کہتے ہیں کہ امام بارہ ہیں اسی لئے انکا لقب اثنا عشری ہو گیا ہے۔

ان کے نزدیک ایمان لانار حجت پر واجب ہے یعنی جناب محمد مدی صاحب الامر
ظہور اور خروج فرماینگے اسوقت مؤمن خاص اور کافر و منافق مخصوص سب زندہ ہونگے
عالم کو پُر از عدل و داد کرینگے ہر ایک اپنی داد و انصاف کو پہونچیکا اور ظالم سزا پانینگے۔
یاد رکھو کہ چہار وہ معصوم کی ترتیب اس طرح مشہور ہو محمد۔ علی۔ فاطمہ۔ حسن۔ حسین۔
علی۔ زین العابدین۔ محمد باقر۔ جعفر صادق۔ موسیٰ کاظم۔ علی رضا۔ محمد تقی۔ علی نقی۔
حسن عسکری۔ محمد مدی علیہم السلام۔ ناسخ التواریخ کی کتاب دوم کی جلد پنجم میں
جان چارہ وہ معصوم کے کفن و دفن میں ملائکہ کے مدد دینے کا ذکر کیا ہے اُس بیان
سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ چارہ وہ معصوم انھیں سے مراد ہے اور تحفہ العوام میں لکھا ہے
کہ جناب علی بن ابی طالب سے حضرت امام محمد مدی تک یہ بارہ امام معصوم ہیں اور
جناب رسالت آباء اور جناب فاطمہ زہرا و دو معصوم ہیں انھیں کو چارہ وہ معصوم
کہتے ہیں لیکن مولوی قدرت اللہ نے جام جان نامین لکھا ہے کہ عوام کے نزدیک

لے ابن بطوطہ کا سفر۔ درجہ طہارہ سے شروع ہو کر ۳۱۵ھ تک و فقہ و ۳۱۵ھ ہجری کو ختم ہوا ۱۱۱۱

چاروہ معصوم بارہ اماموں اور حضرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور بی بی فاطمہ زہرا سے عبارت ہے اور یہ غلط ہے صحیح یہ ہے کہ چاروہ معصوم یہ ہیں۔

(۱) محسن بن علی کرم اللہ وجہہ جو بی بی فاطمہ علیہا السلام سے ہیں انکی قبر جنت بقیع میں ہے مرآت آفتاب نمائین لکھا ہے کہ محسن ایام حل میں شکم سے ساقط ہو گئے تھے حضرت رسالت پناہ نے ساقط ہونے سے قبل انکا نام محسن رکھا تھا۔

(۲) عبد اللہ بن امام حسن یہ سات برس کی عمر میں ظلمہ بن عامر کے ہاتھ سے شہید ہوئے ان کی قبر جنت بقیع میں ہے۔

(۳) جعفر بن امام حسین یہ تین برس کی عمر میں لشکر سے جان بحق تسلیم ہوئے ان کی قبر کربلا میں ہے۔

(۴) قاسم بن امام حسن ان کی قبر کربلا میں ہے۔

(۵) حسین بن امام زین العابدین یہ تین برس کی عمر میں حجاج کے ہاتھ سے شہید ہوئے ان کی قبر رے میں ہے۔

(۶) صالح بن امام محمد باقر اور بعض کے نزدیک قاسم بن امام زین العابدین یہ تین برس کی عمر میں حجاج کے ہاتھ سے شہید ہوئے ان کی قبر بھی رے میں ہے۔

(۷) علی اقظربن امام محمد باقر آٹھ برس کی عمر میں احمد بن منصور کے ہاتھ سے شہید ہوئے قبر انکی شام میں ہے۔

(۸) عبد اللہ بن امام جعفر صادق یہ دو برس کی عمر میں خلیفہ بغداد کے سامنے عبد اللہ بن محمود کوفی کے ہاتھ سے شہید ہوئے انکی قبر بغداد میں ہے۔

(۹) یحییٰ بن امام جعفر صادق تین برس کی عمر میں با سلطان کے درمیان شہید ہوئے قبر ان کی با سلطان میں ہے۔

(۱۰) صالح بن امام موسیٰ کاظم تین برس کی عمر میں یوسف بن ابراہیم بن احمد دمشقی کے ہاتھ سے شہید ہوئے قبر انکی رے میں ہے۔

(۱۱) طیب بن امام موسیٰ کاظم سات برس کی عمر میں یمن دمشقی کے ہاتھ سے

شہید ہوئے قرآن کی شیراز میں ہے۔

(۱۲) جعفر بن امام محمد تقی چار برس کی عمر میں یوسف بن ابراہیم دمشقی کے ہاتھ سے شہید ہوئے ان کی قبر کوئے میں ہے۔

(۱۳) جعفر بن امام حسن عسکری یہ بھی یوسف بن ابراہیم دمشقی کے ہاتھ سے شہید ہوئے ان کی قبر رے میں ہے۔

(۱۴) قاسم بن محمد ہمدانی نین برس کی عمر میں منصور بن ناصر بن ابراہیم کے ہاتھ سے شہید ہوئے ان کی قبر شیراز میں ہے۔

مرآت آفتاب غامین بھی چار دہ معصوم کی تفصیل اسی طرح لکھی ہے لیکن بعض باقون میں اختلاف کیا ہے جس کی صورت یہ ہے۔

(۱۵) عبد اللہ بن امام حسین یہ دو برس کی عمر میں عبید بن زیاد زرق دمشقی کے ہاتھ سے شہید ہوئے قبر کربلا میں ہے۔

(۱۶) قاسم بن امام حسن تین سال کی عمر میں تشگی سے مرے قبر کربلا میں ہے مگر یہ صحیح نہیں وہ عمرو بن سعد بن نفیل کے ہاتھ سے میدان کربلا میں شہید ہوئے اور عمر ان کی اس وقت نو سال کی تھی ناسخ التواریخ کی چھٹی جلد میں تذکرۃ الامت سے اس طرح نقل کیا ہے۔
(۱۷) حسن بن امام زین العابدین یہ چھ برس کی عمر میں منصور بن احمد کے ہاتھ سے شہید ہوئے قبر کوئے میں ہے۔

(۱۸) قاسم بن امام زین العابدین یہ دو سال کی عمر میں عدوان بن یزید کے ہاتھ سے شہید ہوئے قبر بصرے میں ہے۔

(۱۹) علی بن امام محمد بن باقر چھ سال کی عمر میں منصور دمشقی کے ہاتھ سے شہید ہوئے قبر ساوہ میں ہے۔

(۲۰) عبد اللہ بن امام جعفر صادق یہ پانچ سال کی عمر میں دامغان و بسطام کے درمیان شہید ہوئے قبر بسطام میں ہے۔

(۲۱) یحییٰ بن ہادی بن جعفر صادق دو سال کی عمر میں عبد اللہ بن محمود کے

ہاتھ سے شہید ہوئے قبر ہذا دین ہے۔

(۱۱) طیب بن موسیٰ کاظم عثمان بن محمود کے ہاتھ سے شیراز میں شہید ہوئے تھے

(۱۲) جعفر بن تقی کی قبر قم میں ہے۔

(۱۳) جعفر بن امام حسن عسکری ایک سال کی عمر میں منصور بن ناصر بن ابراہیم دمشقی کے ہاتھ سے شہید ہوئے قبر رے میں ہے۔

(۱۴) قاسم بن محمد بن حسن عسکری یہ بھی منصور بن ابراہیم دمشقی کے ہاتھ سے شہید ہوئے قبر خراسان میں اور بعض کے نزدیک ہرات میں ہے۔

ائمہ کی ترتیب

شیعہ اثنا عشری کہتے ہیں کہ انبیا کی طرح سے امام بھی منصوص من اللہ ہیں یعنی خدا کی جانب سے مقرر ہوتے ہیں اور ان کے ہاں ائمہ کی ترتیب اس طرح ہے۔

امام اول حضرت علی بن ابی طالب ہیں جو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد بھائی تھے جمعہ کے روز ۱۳۔ رجب کو اور بنا بر روایت جعفر صادق کے ساتویں شعبان کو ہجرت سے ۲۳ سال قبل بیت الحرام میں فاطمہ بنت اسد سے متولد ہوئے۔

اسات الراغبین اور ابو الفدا وغیرہ میں ہے کہ ۱۷۔ رمضان سنہ چالیس ہجری میں جمعہ کی صبح کو عبدالرحمن بن لجم کے ہاتھ سے زخمی ہوئے شب یک شنبہ کو ۴۳ سال کی عمر میں انتقال فرمایا روضۃ الصفاے ناصری میں لکھا ہے کہ ارباب اخبار کی ایک جماعت کہتی ہے کہ ۲۰۔ رمضان کو انتقال فرمایا اور ایک گروہ کہتا ہے کہ ۱۷۔ رمضان کو فوت ہوئے اور ایک گروہ بیان کرتا ہے کہ ۲۱ ماہ مذکور کو رگراے عالم بقا ہوئے مشہور یہی ہے۔ تین کپڑوں کے اندر مقام غری یعنی نجف میں یا مسجد کوفہ میں قبلہ رویا تھرا لامارۃ کوفہ میں دفن ہوئے اور بعض کہتے ہیں کہ حضرت امام حسنؑ نے اُن کو مدینہ میں لیجا کر بقیع میں حضرت فاطمہ زہراؑ کی قبر کے پاس دفن کیا۔ قبر انکی خواج کے کھودنے کے خوف سے مخفی رکھی گئی۔ نسخ التواریخ کی کتاب دوم کی جلد سوم کے صفحہ ۴۸۷ میں مذکور ہے کہ جب حضرت امام حسنؑ نے اُن کے دفن کرنے

۱۲
۱۳
۱۴
۱۵
۱۶
۱۷
۱۸
۱۹
۲۰
۲۱
۲۲
۲۳
۲۴
۲۵
۲۶
۲۷
۲۸
۲۹
۳۰
۳۱
۳۲
۳۳
۳۴
۳۵
۳۶
۳۷
۳۸
۳۹
۴۰
۴۱
۴۲
۴۳
۴۴
۴۵
۴۶
۴۷
۴۸
۴۹
۵۰
۵۱
۵۲
۵۳
۵۴
۵۵
۵۶
۵۷
۵۸
۵۹
۶۰
۶۱
۶۲
۶۳
۶۴
۶۵
۶۶
۶۷
۶۸
۶۹
۷۰
۷۱
۷۲
۷۳
۷۴
۷۵
۷۶
۷۷
۷۸
۷۹
۸۰
۸۱
۸۲
۸۳
۸۴
۸۵
۸۶
۸۷
۸۸
۸۹
۹۰
۹۱
۹۲
۹۳
۹۴
۹۵
۹۶
۹۷
۹۸
۹۹
۱۰۰

کے لئے زمین کھودی تو وہاں قبر اور لحد اور چندا بیٹھیں ملین اور ایک تختی بھی تھی جس میں بخط سبانی دو سطریں لکھی ہوئی تھیں جن کا ترجمہ یہ ہے بسم اللہ الرحمن الرحیم یہ وہ قبر ہے جس کو فتح نے علی و صی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے طوفان سے سات سو برس قبل کھودا ہے بہر صورت ہارون کے زمانے تک اُن کی قبر کا حال سوائے ائمہ اہل بیت کے دوسرا شخص نہیں جانتا تھا۔ آپ کی مہر پر یہ کتبہ تھا

الملك لله الواحد القہار۔

امام دوم حضرت حسن بن علی علیہما السلام ہیں ششہ ۱۵۔ ماہ رمضان سنہ ۱۸۰ ہجری میں پیدا ہوئے تھے اُن کی کنیت ابو محمد ہے اور لقب تقی اور زکی اور سبط اور ولی ہے اور اُن میں اشہر تقی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سید لقب عطا کیا تھا اور اُنکی عمر حضرت علی کی وفات کے وقت ۷۳ سال کی تھی صاحب کشف الغمہ فی معرفۃ الأئمہ نے لکھا ہے کہ ۶ ماہ اور تین دن تک کار خلافت میں دخل دیا اور ۱۸۰ھ میں نصف جمادی الاولیٰ کو معاویہ کو کار خلافت سپرد کر کے صلح کر لی اور ایک لاکھ درم سالانہ معاویہ نے اُنکے مقرر کروئے۔ شیعہ کو اس سے برہمی پیدا ہوئی خفیہ طور سے استحقاق اہل بیت اور اُنکی امداد کے مشورے کرنے لگے اور امام حسن سے بھی اسی وجہ سے ناراض ہو گئے امام حسینؑ کو طلبی کا خط لکھا آپ نے سروسٹ آنے سے انکار کر دیا مگر یہ وعدہ کر لیا کہ معاویہ کے مرنے کے بعد میں اس اقرار کو پورا کروں گا۔ ۱۸۰ھ میں طبری نے لکھا ہے کہ وہ صلح کے بعد مدینے میں دس سال تک زندہ رہے پھر اُن کی زوجہ جعدہ بنت اشعث بن قیس کنندی نے معاویہ کے کہنے سے اور بقول مردان کی ترغیب سے زہر دیا جس سے پانچویں یا ساتویں ربیع الاول ۱۸۰ھ یا ربیع الاول ۱۸۱ھ میں ۲۸ صفر ۱۸۱ھ یا ۲۹ صفر ۱۸۱ھ میں ۴۶ برس اور چند ماہ کی عمر میں انتقال فرمایا معاویہ نے یہ خبر سنی تو مسجد سے میں گر گئے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ نیرید کے بکانے سے کہ میں تجھ سے بعد امام حسنؑ کے نکاح کر بونگاز ہر دیا مگر نیرید نے بھی اُس سے نکاح نہ کیا امام حسنؑ بیچ میں مدفون ہوئے زمانہ امامت

حقیقت میں ۹ سال میں خضاب سیاہ کرتے تھے سلسلہ حنفیہ انھیں سے مخصوص ہے اور بعض روایات بھی حسن شنی کے ذریعہ سے ان سے ملتے ہیں اور آپس کی مریدانہ کندی تھا العزۃ للہ۔

امام سوم حضرت حسین بن علی بن ابی طالب ہیں جو نجشہ اور بقولے شہید تھے تیسری یا چوتھی یا پانچویں شعبان اور بقولے آخر ماہ ربیع الاول اور بقولے تیرھویں ماہ رمضان گذرے اور بقولے سترہ ہجری میں پیدا ہوئے ان کی کنیت ابو عبد اللہ ہے اور القاب رشید و طیب و زکی و دینی و مبارک و تابع لمرضاۃ اللہ و سبط اصغر ہیں اور ان میں بہت مشہور زکی ہے ان کی عمر حضرت علی کی وفات کے وقت ۳۶ سال کی تھی اور حضرت امام حسنؑ کے انتقال کے وقت ۴۶ سال کی عمر تھی کہ بلا میں دو شہید یا جمعہ یا شنبہ دہم محرم ۵۸ سال کی عمر میں شہید ہوئے سان بن انس نخعی خاص اُنکا قاتل ہے اُنکی مریدانہ کندی تھا لعل اجل کتاب و بروایت ان اللہ بالغ امرہ نقش ثلین تھا بھائی کے بعد کچھ کم دس سال تک امامت کی ناسخ التواریخ کی جلد حالات حسین علیہ السلام صفحہ ۱۵ سطر ۲ مطبوعہ ایران میں ذکر فضائل حسین و محبت رسول خداؐ آیا آنحضرتؐ میں لکھا ہے کہ علی علیہ السلام نے فرمایا ان النبی کشف عن اربۃ الحسنین فقبّل ذبہ و قام فضلی من غیر ان یتوضأ یعنی رسول خداؐ از فرو و نواف تا زانوئے حسین علیہ السلام را از جامہ باز کرد و بہ (سر ذکر) اور ابو سید و ہر خاست و نماز گذشت بے آنکہ وضو سازد۔ اُنکے سر کے باب میں تین قول ہیں۔

(۱) بعض کہتے ہیں کہ یزید نے حکم دیا کہ اس کو تمام ملکوں میں پھرانا چاہیے اُس کے حکم کی تعمیل ہوئی اور جب عسقلان میں پہونچا تو وہیں دفن کرا دیا گیا پھر خلفائے فاطمیین کے ایک وزیر نے جس کا نام صالح ہے اُسے عسقلان سے مصر میں منگا کر دفن کرایا قاہرہ میں خان خلیلی کے پاس وہ مقام ہے جہاں یہ مدفون ہے۔

(۲) بقیع میں امام حسنؑ کی قبر کے پاس مدفون ہے۔

(۳) امامیہ کہتے ہیں کہ شہادت سے چالیس دن کے بعد کربلا میں اُسے جثہ

اور لقب شاہ دنان ہے یزد و جرو شاہ ایران کی بیٹی تھیں اسیر ہو کر آئی تھیں اسلئے
 بعض نے انھیں ام ولد کہا ہے اور کنیزوں میں شمار کیا ہے اور یہ شایان نہ تھا
 مولیٰ الاخوان فی طبقات الاخیار میں امام حسین کے حالات میں لکھا ہے کہ ان کے
 تین فرزند تھے علی اکبر علی اصغر جنکی نسل سے یہ سارے سادات کے خاندان ہیں
 تیسرے جعفر اور دو دختر فاطمہ اور سکینہ اور اسحاق الراغبین میں لکھا ہے کہ ان کے
 چھ بیٹے اور تین بیٹیاں تھیں (۱) علی اکبر (۲) علی اوسط (۳) علی اصغر (۴)
 عبد اللہ (۵) محمد (۶) جعفر (۱) زینب (۲) فاطمہ (۳) سکینہ کشف الغمہ فی معرفۃ الکلم
 میں بھی بیٹوں کے یہی چھ نام گنائے ہیں انہیں سے علی و جعفر و عبد اللہ معرکہ کربلا میں باپ
 کی گود میں زخم تیر سے شہید ہوئے اور علی اکبر بھی اسی معرکہ میں شہادت کو پہنچے
 علی اوسط زین العابدین کے لقب سے ملقب ہوئے اور پھر ہی علی اکبر کے نام سے
 مشہور ہو گئے ناسخ التواریخ کی کتاب دوم کی چھٹی جلد میں لکھا ہے کہ نہایت تحقیق
 کے بعد ثابت ہوا کہ ان کے چار بیٹے تھے علی اکبر علی اوسط جو زین العابدین کے
 لقب سے مشہور ہوئے اور علی اصغر اور عبد اللہ اور دو بیٹیاں تھیں فاطمہ و سکینہ چونکہ
 علی اکبر و علی اصغر و عبد اللہ کربلا میں شہید ہو گئے اس لئے امام حسین کی نسل امام
 زین العابدین سے باقی ہے یہ شنبہ اور بقولے جمعہ اور بروایتے پنجشنبہ یا پانچویں شعبان
 اور بقولے پندرہویں جادی الاخریٰ اور بقولے پندرہویں جادی الاولیٰ مسلمہ میں
 شب کے وقت پیدا ہوئے تھے اور بعض نے سال ولادت مسلمہ اور بعض نے مسلمہ
 اور بعض نے مسلمہ لکھا ہے اور واقعہ کربلا میں ۱۲ سال کی عمر رکھتے تھے جیسا کہ مجمع البحرین
 میں مذکور ہے اور حبیب السیر میں ۳۳ سال کی عمر لکھی ہے مریض ہونے کی وجہ سے
 قتل ہونے سے بچ گئے اس حادثے کے بعد ۳۴ سال اور زندہ رہے ایک بار محمد بن
 حنفیہ نے ان سے کہا کہ میں حضرت علی کا صلیبی بیٹا ہوں اسلئے بہ نسبت تمہارے امامت
 کا میں زیادہ سہمی ہوں پس حضرت رسول کریم کے ہتیار میرے پاس رہنا چاہیے بنی زین العابدین
 نے فرمایا اے چچا خدا سے ڈرو اور جو چیز آپ کا حق نہیں اسے طلب نہ کرو محمد بن حنفیہ نے

۵۰ مجمع البحرین میں ہے ان عصرہ علیہ السلام بعد تیار ایسا کار کا ان التین و عشرین سنہ ۱۲ سنہ

اصرار کیا زمین العابدین نے فرمایا کہ آؤ حجر اسود کے پاس چلیں اور اُس سے دریافت کریں کہ امام زمان کون ہے محمد اسپر راضی ہوئے اور دونوں حجر اسود کے پاس گئے زمین العابدین کے کہنے سے محمد بن حنفیہ نے اُس سے پہلے سوال کیا اور اللہ سے استدعا کی تاکہ حجر اسود اُن کی امامت پر شہادت دے لیکن اُس سے جواب نہ ملا پھر زمین العابدین نے کہا اے حجر خدا کے واسطے تو ہکو عربی بن خبر دے کہ وصی و امام بعد حسین کے کون ہے حجر بلا اور نہایت فصیح عربی میں جواب دیا کہ امام حسینؑ کے بعد امامت اور وصیت علی بن حسین کا حق ہے اور امام زمان وہی ہیں محمد نے یہ دیکھ کر اُن کی امامت تسلیم کر لی بقول ابن صباع مالکی صاحب فصول حمہ ولید بن عبد الملک کے زہر دلوانے سے یوم شنبہ بانیسویں محرم اور بقولے ہارصوین یا انٹھار صوین یا پچیسویں ماہ مذکور سنہ ۹۵ یا سنہ ہجری کو ۵ یا ۵۵ سال کی عمر میں فوت ہو کر اپنے چچا حسن سبط کی قبر کے پاس مدفون ہوئے ۳۴ سال امامت کی مروان اور عبد الملک اور اسکا بیٹا ولید ان کے ہم عصر تھے ان کی مہر پر یہ کندہ تھا و ما توفیقی الا باللہ اور بعض نے نقش نگین یہ لکھا ہے حسبی اللہ لکل ہم۔

امام نجم محمد بن علی بن ہین یہ ایسے ہاشمی ہیں کہ دو ہاشمی سے متولد ہوئے اور ایسے علوی ہیں کہ دو علوی سے متولد ہوئے کیونکہ باپ امام زین العابدین بن حسین ہیں اور ان فاطمہ بنت امام حسن ہیں مدینہ میں شنبہ یا جمعہ یا دوشنبہ پہلی ماہ رجب یا ۳ صفر ۷۵ھ میں پیدا ہوئے اور بعض نے لکھا ہے کہ غرہ رجب سنہ مذکور میں پیدا ہوئے لقب انکے باقر و شاکر و ہادی ہیں اور کنیت ابو جعفر ہے باپ کی وفات کے وقت ۳۸ سال کی عمر تھی روز دوشنبہ تاریخ ساتویں ذیحجہ اور بقولے ربیع الاول ۱۱۴ھ میں انتقال فرمایا۔ اس روایت کے بموجب کہ نہایت صحیح ہے ۵۷ سال کی عمر پائی اور ۱۹ برس امامت کی اور بقول مولف نور الابصار تریبہ ۵۷ سال یا ۵۸ سال کی عمر میں ۱۱۴ھ میں فوت ہوئے در الاصداف میں ہے کہ انکو بھی زہر دیا گیا تھا تاریخ گزیدہ میں مسطور ہے کہ ہشام بن عبد الملک بن مروان نے

مرد لوایا تھا اور رسالہ اعتقاد یہ میں ہے کہ ابراہیم بن ولید نے زہر دلوایا تھا مگر یہ قول تحقیق کے خلاف معلوم ہوتا ہے اس لئے کہ بیسویں ذی الحجۃ ۱۲ ہجری کو یزید بن ولید نے انتقال کیا تو اسکا بھائی ابراہیم بن ولید خلیفہ مقرر ہوا تھا جس نے چار مہینے اور بعض کے نزدیک ستر دن تک خلافت غیر مستقل کی اور ۱۲ مہینہ مروان بن محمد کے ہاتھ سے معزول ہوا البتہ ہشام بن عبد الملک ان کی وفات کے وقت سرور خلافت پر متمکن تھا جو ۱۵ مہینہ یزید بن عبد الملک کے بعد مسند نشین ہو کر ۶ ربیع الاول ۲۵ مہینہ فوت ہوا ہے۔ بقیع بین قبۃ العباس کے اندر دفن ہوئے ان کی مہر ۵۰۰ درہم لا تذدنی فردا کندہ تھا۔

امام ششم جعفر بن محمد بن جن کے لقب صادق و فاضل و طاہرین اور کنیت ابو عبد اللہ ہے اکثر اعلیٰ علمائے کما ہے کہ مدینے میں دو شنبہ ۱۲۵ ہجری میں پیدا ہوئے اور بعض نے لکھا ہے کہ جمعہ کے دن پہلی رجب کو پیدا ہوئے تھے اور بخاری نے اپنی تاریخ میں بیان کیا ہے کہ ۱۷ ربیع الاول ۱۲۵ مہینہ ام فروہ و دختر قاسم بن محمد بن ابوبکر صدیق سے پیدا ہوئے اور قاسم کی ماں عبد الرحمن بن ابوبکر کی بیٹی ہیں اسی لئے کہا کرتے تھے ولد فی صدیق صرّٰتین اور بعض نے کہا ہے کہ یوں فرمایا کرتے تھے ولد فی ابوبکر و صرّٰتین علم حدیث اپنے باپ اور قاسم بن محمد بن ابی بکر اور عروہ اور عطا اور نافع اور زہری سے حاصل کیا اور ان سے سفیان بن عیینہ اور سفیان ثوری اور مالک اور یحییٰ بن سعید انصاری اور شعبی اور یحییٰ بن سعید القطان اور عتیبہ نے سیکھا روایت اول کے بموجب اپنے والد کی وفات کے وقت ان کی عمر ۳ سال کی تھی اور دوسری روایت کے بموجب ۳ سال کی انکی مہر پر کندہ تھا ما شاء اللہ ولا قوۃ الا باللہ اور بعض نے بیان کیا ہے ان کی مہر پر اللہ خالق کل شیئی اور بعض نے کہا ہے انت ثقتی فتنی شہر خلتا کندہ تھا ابو جعفر منصور انکا معاصر تھا بقول نور الابصار شوال میں اور بقول بعض ۱۵ رجب روز دو شنبہ ۱۲۸ مہینہ منصور کے عہد میں وفات پائی اور اپنے باپ دادا کے مقبرے میں مدفون ہوئے

۳۳ سال امامت کی پہلی روایت کے بموجب اوسط سال کی عمر پائی اور دوسری روایت کے بموجب ۶۵ سال کی تاریخ گزیدہ میں مذکور ہے کہ علمائے شیعہ کا عقیدہ یہ ہے کہ انکو منصور دوانیقی نے زہر دلوایا تھا۔

امام ہفتم موسیٰ بن جعفر بن جن کا لقب صابرو صلح دامن ہے اور زیادہ مشہور کاظم ہے اکنیت ابو الحسن اور ابو ابراہیم ہے ان کے معاصر منصور دوانیقی اور ہمدی اور ہادی اور ہارون الرشید تھے اہل عراق انھیں باب قضاۃ الحوائج کہتے تھے اس لئے کہ ان سے کام بہت نکلتے تھے مسماۃ حمیدہ بربرہ سے مقام ابو ابراہیم کہ سکے اور مدینے کے درمیان میں ہے یک شنبہ ساتویں اور بقولے سترھویں صفر ۱۲۸ھ میں پیدا ہوئے اور بعض نے سال ولادت ۱۲۹ھ لکھا ہے جعفر صادق کی وفات کے وقت بیس سال کی عمر رکھتے تھے ہارون جس سال حج کو گیا تو مدینے کو بھی گیا اور انکو قید کر کے بصرے کو بھیجا یا عیسیٰ بن جعفر بن منصور وہاں کا حاکم تھا اس کے پاس ایک سال تک مجبوس رہے پھر ہارون انکو بغداد کو لے گیا اور سندھ بن شاہک یا یحییٰ بن خالد نے ہارون کے حکم سے ان کو خرمون میں زہر دیدیا اور تاریخ گزیدہ میں مذکور ہے کہ گرم سیسہ ان کے حلق میں پلایا ۲۵۔ رجب یا ۵ یا ۶ یا ۲۳ یا ۲۴ ماہ مذکور ۱۲۸ھ یا ۱۲۹ھ یا ۱۳۰ھ میں ۵۵ سال اور چند ماہ کی عمر پا کر وفات پائی بغداد میں باب التین کے اندر دفن ہوئے ۳۵ سال امامت کی انکی مہر پر یہ کندہ تھا الملك لله وحده۔

امام ہشتم علی بن موسیٰ بن اکثر علما کے نزدیک اذی حجہ ۱۵۳ھ کہ مدینے میں پیدا ہوئے اور بعض نے لکھا ہے کہ ۱۱ یا ۱۲ ذی قعدہ اور بقولے اربع الاول روز پنجشنبہ یا جمعہ ۱۵۳ھ یا ۱۵۴ھ میں پیدا ہوئے ان کی مان کے نام میں اخلاف ہر شواہد البتہ میں ہے کہ ان کے بہت سے نام ہیں اروی اور بجمہ اور سامنہ اور ام البنین اور کشف الثمہ فی معرفۃ الائمہ میں ہے کہ سکینہ نوبیہ نام تھا اور بعض کے نزدیک خیران مرسیہ اور بعض نے کہا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ تکتم نام تھا اور شعری لقب ہے اور مشہور یہی کہ اروی نام تھا اور ام البنین کہا کرتے تھے یہ اروی ام ولد تھیں اول روایت کے بموجب

موسیٰ کاظمؑ کی وفات کے وقت تیس سال کی عمر رکھتے تھے رضا و صابر و ولی و مرتضیٰ
 وہابی اُن کے نقب ہیں مگر رضا زیادہ مشہور ہے اور کنیت ابو الحسن ہے اُن کا رنگ
 سیاہ تھا مگر اعتدال کے ساتھ اس لئے کہ اُن کی ماں سیاہ فام تھیں۔ اُن کی مُہر پر
 حبیبی اللہ اور بروایتہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لکھا تھا امین اور مامون اُن کے
 معاصر تھے سُنّہ میں جب اُن کی عمر ۴ سال کی تھی اُن کو مامون نے اپنا ولیعہد بنایا
 اور اپنی بیٹی اُم الفضل کا نکاح اُن کے بیٹے محمد تقی کے ساتھ کر دیا مگر غلات
 شیعہ عباسیہ کو جن کا بغداد میں نہایت غلبہ تھا یہ بات ناگوار گذری اور اُنھوں نے
 اس ولیعہد کی خبر سُکر مامون کو بُرا کہنا شروع کیا کہنے لگے کہ اگر وہ رشید کا
 فرزند نہ ہوتا تو اُس کی اولاد کو خلافت سے کیوں محروم کرتا۔ کئی سال کے بعد مامون
 نے علی رضا کو مرداؤد الاوجہ اُسکی یہ ہوئی کہ یہ ہمیشہ مامون کو نصیحت کرتے رہتے تھے
 جو اُسکو ناگوار ہوتی تھی آخر کار اُس کا دل ان سے مکر ہو گیا اور یہ کہ ورت
 یہاں تک بڑھی کہ سہ شنبہ یا جمعہ ۱۳ ذیقعدہ یا ۱۷ یا ۲۱ رمضان یا سترہ صفر سُنّہ
 میں اور بقولے سُنّہ میں اور بروایتہ میں موضع سناباد علاقہ طوس ملک خراسان
 میں مامون نے اُنکو زہر دلوادیا وہیں انتقال فرمایا صحیح یہ ہے کہ پچاس سال کی عمر پائی
 بیس سال امامت کی موضع سناباد میں قبر مارون الرشید کے پاس دفن ہوئے۔

امام نہم۔ محمد بن علی رضا ہیں جن کا نقب تقی (تا سہ فوقانی سے) وجواد و قاض
 و مرتضیٰ ہے اور کنیت ابو جعفر ہے اور اُن کو ابو جعفر ثانی بھی کہتے ہیں اکثر فضلاء کی
 روایت کے موافق مدینہ میں جمعہ کے دن ۱۷ رمضان کو ۱۹۵ھ میں سکینہ مرصیہ سے
 جو ام ولد تھیں پیدا ہوئے اور بعض نے تاریخ ولادت ۱۵۔ رمضان اور بعض نے
 ۱۹۔ رمضان اور بعض نے ۱۰۔ رجب سنہ مذکور لکھی ہے بعض نے اُن کی ماں کا نام خیران
 اور بعض نے ریحانہ اور بعض نے سبیکہ بھی لکھا ہے اپنے والد کی وفات کے وقت سات برس
 اور چند ماہ کی عمر رکھتے تھے نعم القادر اللہ اور بروایتہ اَلْمُہِمِّیْنَ عَصْدِی اُن کی
 مُہر پر کندہ تھا مامون و معتصم اُن کے معاصر تھے بغداد میں دس رجب اور بقولے

الجبہ معتزہ باشند اُس وقت در سر حکومت تھا جو ۲۰ محرم ۲۵۲ھ کو مسند نشین ہو کر ۲۷ رجب ۲۵۲ھ کو معزول کیا گیا تھا جیسا کہ تاریخ ابوالفدا - حبيب السیر - جنات الفردوس اور مفتاح التواریخ وغیرہ میں مذکور ہے پس اگر زہر دلوایا ہے تو اُسی نے دلوایا ہے۔

امام یازدہم حسن بن علی بن جنک لقب خالص وزکی و سراج و کنیت ابو محمد اور عرف عسکری ہے مدینہ میں جمعہ یاد و شبہ یا شنبہ ۴ یا ۸ یا ۱۰ ربیع الثانی ۲۳۲ھ یا ۲۳۳ھ میں پیدا ہوئے تھے ماں اُن کی ام ولد تمیم عدیث یا سوسن یا عفان یا حرسنہ نام تھا باپ کی وفات کے وقت ۲۳ یا ۲۲ سال کے تھے اور معتزہ خلیفہ بغداد کے عہد میں مقام سامرہ میں جمعہ اور بقولے دو شبہ اور بروایتے شنبہ ۸ ربیع الاول ۲۳۳ھ کو انتقال فرمایا اور بعض علما کے نزدیک ماہ ربیع الثانی سنہ مذکور میں اور بعض کے نزدیک ۲۳ رمضان سنہ مذکور میں انتقال فرمایا باپ کی قبر کے پاس مدفون ہوئے ۲۹ یا ۲۸ برس کی عمر پائی ۶ یا ۷ سال امامت کی سبحان من له مقالید السموات والارض اور بروایتے افاک الله شهید الکی خاتم پر کندہ تھا معتز اور متدی اور معتد اُن کے معاصر تھے طبری نے کہا ہے کہ ہمارے اکثر اصحاب کہتے ہیں کہ اُن کو زہر دیا گیا تھا رسالہ اعتقاد یہ ہیں ہی کہ اُن کو معتز نے زہر دلوایا تھا۔

امام دوازدہم محمد بن حسن خالص بن جنکی کنیت ابو القاسم ہے اور القاب ہمدی و منتظر و خلف الصدق و صاحب الزمان و حجت و قائم ہیں اور مشہور زیادہ ہمدی ہے اور یہی امام منتظر ہیں اُن کو کچھلی اور اگلی یا تو مکا علم بخوبی حاصل ہے اُنکو زندہ غیر مردہ بتاتے ہیں کہتے ہیں کہ خوف اعدا سے غائب ہو گئے ہیں ظاہر ہو کر زمین کو عدل سے بھر دینگے جس طرح کہ جو رسے بھر گئی ہے مگر اُن کی غیبت کے وقت اور سنہ و سال ہیں بہت اختلاف کر کے چند فرقے بن گئے ہیں بلکہ بعض کہتے ہیں کہ وہ مر گئے ہیں پھر لوٹ کر دنیا میں آئیں گے کہتے ہیں اُن کی مُر پر یہ کندہ تھا انا حجة الله و خا صتيہ۔

باب

حضرت محمد ہمدی کی غیبت صغریٰ کے بعد دعا کا سلسلہ بند ہو گیا ہاں بعض یہودی

کرتے ہیں کہ ہوا امام غائب اور امامیہ کے درمیان میں سفارت کرتے ہیں اور پھر یہ سفیر اپنی وفات کے وقت جانشین کر دیتے اور یہ سلسلہ ۲۶۹ ہجری سے شروع ہوا وکیل اول عثمان بن سعید عمری اسدی تھے اُن کے بعد اُن کے بیٹے ابو جعفر محمد وکیل ہوئے یہ قریب پچاس سال کے وکیل رہے اُن کے بعد ابو القاسم حسین بن روح وکیل ہوئے اُنھوں نے اپنے بعد علی بن محمد شمری کے لئے وصیت کی یہ علی بن محمد ۳۱۰ ہجری میں سفیر ہوئے اور ۳۱۰ ہجری میں فوت ہوئے اُن کے بعد سے سفارت کا سلسلہ بند ہو گیا اور وہ خاتم السفرا سمجھے جاتے ہیں اور اُن کے بعد امام کی جانب سے کوئی سفیر نہیں آیا اور امام نے غیبت کبریٰ اختیار کر لی۔ شریف مرتضیٰ کہتے ہیں کہ ابتداء سے زمانہ غیبت میں صاحب الزمان اپنے دوستوں پر ظاہر ہوتے اور دشمنوں سے مخفی رہتے تھے جب اُنھوں نے دیکھا کہ میری تلاش میں مخالفین و معاندین نہایت مصروف ہیں تو دوستوں کی نظروں سے بھی غائب ہو گئے اس لئے کہ نادان دوست اُن کی خبر کو مشہور کر دیتے اور دشمن اس شہرت سے ورغلا کر زیادہ درپے ہو جاتے تھے۔ صاحب الزمان حضرت عیسیٰؑ کے نزول تک زندہ رہیں گے اور تمام عالم کے مالک بنیں گے اور غار میں حضرت عیسیٰؑ کی امامت کریں گے اور آدمیوں کو خدا کی عبادت پر طوعاً و کرہاً لائیں گے اور انتقام و اجماع اپنے اور اپنے اسلاف کے دشمنوں سے لینگے بعد اُسکے خود بخود مرجائیں گے۔ اثناعشر یہ کہتے ہیں کہ ائمہ کا لوگوں سے مخفی ہونا اپنی جانوں کے خوف سے تھا کہ لوگوں نے انکو اتنا ڈرا یا دھمکا یا کہ وہ چھپ رہے اور انھارا امامت سے جان چرائی رفتہ رفتہ امام وقت محمد ابو القاسم ہمدانی منتظر نے ۳۱۰ ہجری سے بالکل غیبت اختیار کر لی پس غیبت کبریٰ کی ابتدا ۳۱۰ ہجری سے ہے جب تک اُن کے پاس سے سفیر آتے رہے وہ غیبت صغریٰ کہلاتی ہے جس کی مدت ۷۰ سال ہے جیسا کہ صاحب کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ نے تصریح کی ہے حبیب السیر میں لکھا ہے کہ غیبت قصریٰ یعنی صغریٰ محمد بن حسن کی ولادت کے زمانے سے اُنکی سفارت کے انقطاع تک ہو اور غیبت طولی یعنی کبریٰ سفارت کے انقطاع کے زمانے سے اسوقت تک ہو جب تک اللہ نے اُنکے ظاہر ہونے کو مقدر کیا ہی امامیہ صغیر کو امام مخفی کا

باب کہتے ہیں۔ بہت سے لوگوں نے کذب و افترا کے طور پر بھی بابت اور سفارت کا دعویٰ کیا تھا جنکی تکذیب کے باب میں امام غنی کی طرف سے فرمان کتب مایہ میں سند برج ہیں استرآبادی نے رجال کبیر میں ایسے سفیرون کی ایک مفصل فہرست لکھی ہے اُن میں سے یہ ہیں ابو محمد حسن شریعی اور محمد بن نصیر نیمیری اور ابن ابی العزاقر اور احمد بن ہلال اور ابو طاہر محمد بن ہلال وغیرہ۔ محاسن المؤمنین میں لکھا ہے کہ اگلے زمانے میں ایک ویدار شیعہ جزیرہ اخضر میں کہ دریا سے اندلس میں واقع ہے اور صاحب الزمان مع اولاد و اصحاب کے وہاں رہتے ہیں پوچھا اُن سے ملا تھا۔

فرقہ اثنا عشریہ کے ترقی کرنیکی کیفیت

ابتدا میں شیعہ اثنا عشری متفرق طور پر ملک عراق میں رہتے تھے اور اپنے آپ کو اہل سنت میں ملائے ہوئے تھے اور ترقیہ کی حالت میں دور دور جاتے تھے جب خلفائے عباسیہ کے زوال اقبال کے آغاز سے قریب قریب تمام سند ایک ہزار ہجری میں عراق میں اور خراسان میں سلاطین اثنا عشریہ کا زور ہو گیا تھا تو اثنا عشریہ نے ترقیہ چھوڑ دیا اور ظاہر ہو گئے۔

چنانچہ ایک شخص بویہ نامی جس کی کنیت ابو شجاع ہے اور نسب اُسکا یزد و جد آخری بابا شاہ ملک فارس تک اور وہاں سے پشت بہ پشت بہرام گور تک پہنچتا ہے دیلمان گیلان بن بجا لیت افلاس رہا کرتا تھا کہ ملک فارس کے انقلاب کے بعد اُسکا خاندان گیلان میں چلا آیا تھا بویہ کے تین بیٹے تھے علی احمد حسن کہ پہلے کا خطاب عماد الدولہ دوسرے کارکن الدولہ تیسرے کا معز الدولہ ہوا یہ بڑے پکے شیعہ اثنا عشری تھے انھوں نے آل زیار کے پاس رہ کر جو ازندران میں خلفائے عباسی کی طرف سے حکمران تھے امدت حاصل کی اور قاہرہ راشد بن معتضد عباسی کے عہد سے جو شیعہ ہیں بعد قتل مقتدر کے خلیفہ ہوا اُنکی دولت کا ظور شروع ہوا اور انھوں نے مذہب اثنا عشری کا اظہار کیا

شاہان بویہ تھیں دینا سنی کہتے ہیں

تو شیعہ اثنا عشری کو بڑی قوت ہاتھ آئی اور علاء الدولہ نے ماہ ذی الحجہ ۷۳۵ھ میں
 ار جان اور اصفہان پہنچ پائی پھر برابر سلسلہ فتوحات کا امن کے ہاتھ میں جاری رہا
 یہاں تک کہ راضی بائد کے عہد میں ۷۴۲ھ ہجری تک سارا فارس علاء الدولہ بن بویہ کے
 ہاتھ میں آگیا اور اسے وغیرہ میں رکن الدولہ نے اپنا قدم جمایا اور یہ تینوں یکے بعد
 دیگرے صاحب سلطنت ہوئے اور یہاں تک زور باندھا کہ خلفائے بغداد پر غالب آگئے اور
 خلفا کا عزل و نصب ان کے اختیار میں ہو گیا اور تمام آذربائیجان و خراسان و جرجان
 وازندران و جیلان و دیلم و اصفہان و رے و شیراز وغیرہ پر انھیں کا قبضہ ہوا اور ۷۴۸ھ تک
 ان کی سلطنت قائم رہی اس لئے کہ آخری بادشاہ انکا ملک الرحیم خسرو فیروز ہو کر کن الدولہ
 بن بویہ کی اولاد میں سے جسکو سلطان طغرل بیگ نے ۷۴۴ھ ہجری میں گرفتار کیا تھا یہ لوگ
 علاؤ اثنا عشری سے تھے غلو کا ان کے یہ حال تھا کہ ۷۵۵ھ ہجری میں جب رکن الدولہ
 بن بویہ نے بلخستان و جرجان فتح کیا تو حکم دیا کہ تمام شیعہ اثنا عشری مساجد پر یہ لکھ دیں
 لعن اللہ معاویہ بن ابی سفیان و لعن من غصب فاطمة فدا کا ومن منعان یفدن
 الحسن عند قبر جدہ ومن نقی ابا ذر الغفاری ومن اخو جہ العباس عن الشوری
 یعنی ائمہ لعنت کرے معاویہ پر اور اس شخص پر لعنت کرے جس نے حضرت فاطمہ سے ظلم کے
 ساتھ فدا کو چھین لیا اور اس پر جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کے پاس امام حسن کو
 مدفون ہونے سے روکا اور اس پر جس نے ابوذر غفاری کو شہر بدر کرایا اور اس پر جس نے حضرت
 عباس کو شہرے میں شریک کرنے سے چھوڑ دیا اور جلد اول نزہت اثنا عشریہ میں من غصب
 فاطمة فدا کا کی جگہ من غضب فاطمة رضی اللہ عنہا واقع ہے اس تقدیر پر بیضیہ ہونگے
 اللہ اس شخص پر لعنت کرے جس نے بی بی فاطمہ کو غصہ دلایا سو اس کلام میں لعن حضرت
 ابو بکرؓ اور حضرت عثمانؓ اور ام المؤمنین عائشہؓ اور حضرت عمرؓ پر بھی آگیا اس واسطے کہ آنحضرت
 کے انتقال کے بعد حضرت ابو بکر صدیقؓ نے فاطمہ علیہا السلام کو باغ فدا میراث میں نہ دیا
 اور یہ کہ آنحضرتؐ کا مال میراث میں نہیں ہو سکتا اس لئے کہ وہ فرما چکے تھے لا نورث
 ما ترکنا کما صدقة متفق علیہ یعنی نہیں چھوڑتے ہم یعنی گروہ انبیاء میراث جو کچھ

ہم چھوڑتے ہیں صدقہ ہے اور جبکہ بی بی صاحبہ نے یہ دعویٰ کیا کہ یہ بلغ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھیرہ کر چکے ہیں تو ان سے گواہ طلب کئے اُن کی طرف سے حضرت علیؓ اور ام ایمن یہ دو شاہد پیش ہوئے تو ان کی شہادت کو اس لئے قبول نہ کیا کہ ایک مرد اور ایک عورت کی شہادت کافی نہیں بلکہ ایک اور عورت کی ضرورت تھی اس کارروائی کے بعد فاطمہ علیہا السلام حضرت ابو بکرؓ سے ناخوش ہو گئیں اور اُسے بولنا چاہنا ترک کر دیا حالانکہ منور بن مخمرؓ سے بخاری و مسلم نے روایت کی ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے فَاَطِئِي رِضْعَةَ سُبَّتِي فَمَنْ اَعْضَبَهَا اَعْضَبْنِي یعنی فاطمہ میرا جز ہے جس نے اُنکو غصہ دلایا اُسے مجھکو غصہ دلایا اور امام حسنؓ نے وفات کے قریب وصیت کی تھی کہ مجھکو میرے نانا کی قبر کے پاس دفن کرنا جب انتقال ہوا تو بنی ہاشم نے جانا کہ بنی علیہ السلام کی قبر کے پاس دفن کریں معاویہ کی طرف سے مروان بن حکم مدینے کا فرمان روا تھا اُسے منع کیا قریب تھا کہ بنی اُمیہ و بنی ہاشم میں تلوار چلے بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ یہ مکان میرا ہے میں اجازت نہیں دیتی اسلئے بقیع میں مدفون ہوئے اور شیعہ کا قول یہ ہے کہ حضرت عثمانؓ نے ابو ذرؓ کو مدینے سے رذہ کو نکلا دیا تھا اور جبکہ حضرت عمرؓ کی موت کا وقت قریب ہوا تو اُنھوں نے ان چھ شخصوں کو مشورہ خلافت اور کار خلافت کے لئے منتخب کیا تھا حضرت عثمانؓ - علیؓ - زبیرؓ - طلحہؓ - سعدؓ اور عبد الرحمنؓ رضی اللہ عنہم اور حضرت عباسؓ کو چھوڑ دیا تھا من اخرج العباس عن الشوری سے اسی بات کی طرف اشارہ ہے رات کو بعض لوگوں نے اس تحریر کو مٹا دیا تب وزیر ملبی کے اشارے اور معز الدولہ کے اذن سے یوں لکھا گیا لعن اللہ الظالمین لال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حکم دیا کہ لعن میں سوائے معاویہ کے دوسرے کا ذکر نہ کیا جائے چنانچہ ایسا ہی ہوا اس معز الدولہ کو تشیع سے اتنی دل چسپی تھی کہ ۳۵۳ میں ملبی نے ایک قوم تاسخیہ کی گرفتار کی جس میں ایک نوجوان تھا کہ اُسکو اس بات کا زعم تھا کہ حضرت علیؓ کی روح نے مجھ میں حلول کیا ہے اور اس قوم میں ایک عورت تھی کہ وہ کہتی تھی کہ مجھ میں بی بی فاطمہؓ کی روح سے انتقال کیا ہے

اور ایک شخص یہ کہتا تھا کہ مجھ میں جبریلؑ نے انتقال کیا ہے جب ان لوگوں کے یہ کلمات
 سنکر بھڑایا تو کہنے لگے کہ ہم مہمان اہل بیت ہیں معز الدولہ نے بوجہ اس کے کہ خود بھی
 خلیفہ تھا ان کو رہا کر دیا۔ اثناعشر کو آل بویہ کے عہد میں جنہیں دیا لمہ بھی کہا کرتے ہیں
 بڑی قوت ہاتھ آئی بڑے بڑے علما جمع ہوئے تصانیف سے مذہب کی تائید کی اور بغداد
 میں ۳۷۱ھ میں شیعہ سنی کے فتنے برپا ہوئے شیعہ نے اذان میں الصلوٰۃ خیر من النوم
 کی جگہ کلمہ کھلا حی علی خیر العمل شروع کیا کرخ میں اس کا رواج ہو گیا۔

چھ چنگیز خان تاتاری کی اولاد میں سے سلطان غازان بن ارغون بن القابن ہلاکون
تولی بن چنگیز خان شیخ صدر الدین ابراہیم خلیفہ شیخ سعد الدین حموی کے ہاتھ پر مسلمان
ہو کر سلطان محمود کے نام سے مشہور ہوا اور اُس بادشاہ کے ساتھ ایک لاکھ فوج بھی
مسلمان ہو گئی اور اُس نے ایک اثنا عشری عالم مسمیٰ تاج الدین کے سمجھانے سے یہ مذہب
قبول کیا پھر تمام ملک میں یہ مذہب پھیل گیا بڑے بڑے علما جمع ہوئے چنانچہ ابن مطہر علی
بھی اُن میں تھے اور اِس سلطان کی حیات تک اِس فرقے کا غلبہ ہی بڑھا رہا ابن
مطہر نے بڑی بڑی کتابیں تصنیف کیں یہ بادشاہ ۶۷۰ھ ہجری میں پیدا ہوا تھا اور
۶۹۴ھ میں مسند نشین سلطنت ہوا اور اُسی سال میں مسلمان ہوا تھا ۱۰

پھر سلطنت ترکمانوں کی جنگی اصل فرقہ اثنا عشری سے تھی دیار بکر اور اسکے گردنواح میں جو ولایت ایران میں داخل ہے اور فی الحال سلطان روم کے ماتحت ہے سترہ مین قائم ہوئی اور اس فرقے کو ازہر نور و نفع ہو گئی اور پچاس برس تک اس ریاست میں بہر اور غلو کا غلبہ رہا اور علمائے اثنا عشری آکر جمع ہو گئے۔ ترکمانوں کی سلطنت کے زوال کے بعد سلاطین حیدریہ نے جنھوں نے اپنا لقب صفویہ رکھا سلطنت ایران پر قبضہ کر لیا۔ ان کی سلطنت کا بانی شاہ اسماعیل صفوی ہے جس کی شہرت اور ظہور ۹۰۵ھ میں ہوا۔

اہل سلوک میں سے جو سنی المذہب اور مشائخ کی وجہ سے صفویہ کہتے ہیں
 اردو پی کی اولاد میں ہوسن
 کہا ہے کہ انکو شیخ صفی الدین
 نے توحات الاسلام میں
 دیکھو کتاب و صفات جلد سوم ۱۲
 جلد دوم صفحہ ۳۲۳
 دیکھو غلام الدار
 ۱۲

اور سلطان محمد بن عراق عجم اور کرمان اور مازندران اور آذربجان و خراسان و تبریز
 مفتوح ہو گیا یہ شخص محض پیری اور مریدی کی برکت سے اس شوکت و دولت کو پہنچا
 تھا سلاطین صفویہ کو یہاں تک غلو تھا کہ شاہ اسماعیل صفوی مروج طریقہ اثنا عشری
 نے ایک ٹوپی سرخ رنگ ایجاد کی جس کے بارہ گوشے ہوتے تھے اور ہر ایک گوشے میں
 ایک امام کا ایک اثنا عشریہ میں سے نام لکھا جاتا تھا اور یہ ٹوپی خاص شیعہ اثنا عشری کے
 اوڑھنے کے واسطے بنوائی گئی تھی تاکہ شیعہ اور غیر شیعہ میں فرق و تمیز رہے اور چونکہ سرخ رنگ
 کو ترکی زبان میں قزل کہا کرتے تھے اس لئے اُسکے اوڑھنے والے قزلباش مشہور ہو گئے
 پھر فرقہ اثنا عشریہ کا زور و شور ایران میں یہاں تک بڑھ گیا کہ اُن میں سے ایک بادشاہ
 کو علماء اثنا عشری نے صاحبِ لزمان کا نائب قرار دیکر اُسکے لئے رسمِ سجدہ جاری کرائی
 اور اُس بادشاہ نے زبردستی مخلوق کو اُس مذہب میں ڈالا جس نے انکار کیا قتل کرایا
 اہل سنت کے جمعہ و جماعات روک دئے اور خطبوں میں ممبرانِ پیر بی بی عائشہ اور بی بی
 حفصہ اور بڑے بڑے صحابہ کی علانیہ مذمت بیان کرنا شروع کی بلکہ کوچہ و بازار میں
 انہیں لعنت کرائی ہزار باعلیائے اہل سنت کو قتل کرایا اُن کی مساجد خراب کر دیں اور انہیں
 بڑے بڑے علماء کی قبریں اکٹھا کر لے کر بیابانِ جلوادین جیسے عین القضاۃ ہمدانی اور قاضی
 ناصر الدین بضاوی وغیرہ اور ہزاروں اہل سنت خانہ بدوش و تباہ و برباد ہو کر توران
 میں بادشاہانِ ماوراء النہر کے پاس پناہ گزین ہوئے زوالِ دولت صفویہ کے بعد سلاطینِ زیدیہ
 بھی اسی مذہب پر ہوئے اور زندیہ سے سلاطینِ قاجاریہ نے یہ سلطنت چھین لی کہ فتح علیخان
 قاجار طہماسپ ثانی کا سپہ سالار تھا نا در شاہ نے اُسے قتل کر دیا اُسکے دو بیٹے تھے محمد حسین خان
 محمد حسن خان محمد حسن خان کے بیٹے قاسم خان نے لطف علی خان زندیہ پر کہ سلاطینِ زندیہ کا آخری بادشاہ
 ہے غلبہ پا کر سلطنتِ ایران حاصل کی اور اُسکے بیٹے مستقل طور پر سلطنتِ مذکورہ کا تخت نشین
 ہو کر آقا محمد شاہ کے نام سے مشہور ہوا اور ۱۲۰۶ھ میں اُسکے مقتول ہونے کے بعد
 اُسکا بھائی فتح علی شاہ حکمران ہوا اور ۱۹ جمادی الاولیٰ ۱۲۰۵ھ کو اُس نے انتقال کیا
 تو محمد شاہ والی سلطنت ہوا اور اُس نے جب ۹ شوال ۱۲۰۶ھ کو دفاست پائی تو اُس کا بیٹا

ناصر الدین شاہ فرمان روا ہوا اب اُسکی اولاد میں سے احمد شاہ مالک سلطنت ایران ہے اور اُن تمام سلاطین قاچار یہ کا مذہب اثناعشری ہے اُن کے غلو کا یہ حال ہے کہ ناسخ الطواریح میں جہان جہان خلفائے ثلاثہ اور بی بی عائشہ صاحبہ کے تاریخی حالات تمام کئے ہیں وہاں اُن پر مطاعن بھی ضرور لکھ دیے ہیں اور جو ابون کو چھوڑ دیا ہے بلکہ کسی جلیل القدر صحابی کو جو اُن کے چند واجب التعظیم صحابہ سے باہر ہے طعن و تشنیع سے معاف نہیں رکھا ہے کہیں رمز و کنائے کے طور پر اور کہیں صاف لفظوں میں ہر ایک کو بُرا کہا ہے اور عیب نکالا ہے۔ سر جان مالک کی تاریخ میں لکھا ہے کہ مذہب شیعہ کا رواج ایران میں وہاں کے رہنے والوں میں اتفاق پیدا ہو جانے کا سبب واقع ہوا ہے اور بقدر حب وطن کے دلوں میں راسخ ہو گیا ہے اُس زمانے میں ایرانیوں کو وہ تعصب مذہبی باقی نہیں رہا جو پہلے تھا اور اُسکا سبب یہ نہیں ہے کہ اُن میں ترقی و تربیت آگئی ہے بلکہ جوش و جہا ہو گیا ہے اہل سنت جماعت کو کافر نہیں قرار دیتے کہتے ہیں یہ لوگ مسلمان ہیں مگر مومن نہیں اسلئے کہ اُنھوں نے اُن لوگوں کی خلافت کو قبول کر لیا ہے جنھوں نے آل رسول کا حق مار لیا اور جو ر کے ساتھ خلافت چلائی پس یہ لوگ اسوجہ سے خطا میں ڈوبے ہوئے ہیں۔

سنہ ایک ہزار ہجری میں دکن ملک ہندوستان میں سلطین ہمنیہ اور عادل شاہیہ سلطنت کرتے تھے اور ان سب لوگوں کا مذہب اشنا عشری تھا اور تشیع میں بہت غلو رکھتے تھے۔
خاندان ہمنیہ کا بانی اول شاہ علاء الدین حسن گنگو بہمنی ہے کہ جو تھی بیج الاول سنہ ۷۷۰
میں ملک دکن کا فرمان روا ہوا اور اُس خاندان کا آخری شاہ کلیم شاہ ہمنی بن محمد شاہ
ہمنی ہے جو اپنے ملک سے بیدخل ہو کر ۸۵۷ میں برہان نظام شاہ کے پاس جا کر وہیں
راہی ملک بقا ہوا اُس خاندان نے ملک دکن میں ایک سویا سی برس تک سلطنت کی
انکا دارالسلطنت احمد آباد بیدرتھا۔

۱۹۵۷ء میں ہجرت کر کے پاکستان آئے۔
 ۱۹۵۸ء میں پاکستان میں مقیم ہوئے۔
 ۱۹۶۰ء میں پاکستان میں مقیم ہوئے۔
 ۱۹۶۲ء میں پاکستان میں مقیم ہوئے۔
 ۱۹۶۴ء میں پاکستان میں مقیم ہوئے۔
 ۱۹۶۶ء میں پاکستان میں مقیم ہوئے۔
 ۱۹۶۸ء میں پاکستان میں مقیم ہوئے۔
 ۱۹۷۰ء میں پاکستان میں مقیم ہوئے۔
 ۱۹۷۲ء میں پاکستان میں مقیم ہوئے۔
 ۱۹۷۴ء میں پاکستان میں مقیم ہوئے۔
 ۱۹۷۶ء میں پاکستان میں مقیم ہوئے۔
 ۱۹۷۸ء میں پاکستان میں مقیم ہوئے۔
 ۱۹۸۰ء میں پاکستان میں مقیم ہوئے۔
 ۱۹۸۲ء میں پاکستان میں مقیم ہوئے۔
 ۱۹۸۴ء میں پاکستان میں مقیم ہوئے۔
 ۱۹۸۶ء میں پاکستان میں مقیم ہوئے۔
 ۱۹۸۸ء میں پاکستان میں مقیم ہوئے۔
 ۱۹۹۰ء میں پاکستان میں مقیم ہوئے۔
 ۱۹۹۲ء میں پاکستان میں مقیم ہوئے۔
 ۱۹۹۴ء میں پاکستان میں مقیم ہوئے۔
 ۱۹۹۶ء میں پاکستان میں مقیم ہوئے۔
 ۱۹۹۸ء میں پاکستان میں مقیم ہوئے۔
 ۲۰۰۰ء میں پاکستان میں مقیم ہوئے۔
 ۲۰۰۲ء میں پاکستان میں مقیم ہوئے۔
 ۲۰۰۴ء میں پاکستان میں مقیم ہوئے۔
 ۲۰۰۶ء میں پاکستان میں مقیم ہوئے۔
 ۲۰۰۸ء میں پاکستان میں مقیم ہوئے۔
 ۲۰۱۰ء میں پاکستان میں مقیم ہوئے۔
 ۲۰۱۲ء میں پاکستان میں مقیم ہوئے۔
 ۲۰۱۴ء میں پاکستان میں مقیم ہوئے۔
 ۲۰۱۶ء میں پاکستان میں مقیم ہوئے۔
 ۲۰۱۸ء میں پاکستان میں مقیم ہوئے۔
 ۲۰۲۰ء میں پاکستان میں مقیم ہوئے۔

سید محمد علی

三

خاص خاص متقدموں کے لئے چلنے سے تشیع کی گرجو شی بیٹھ گئی تھی اسے اس مذہب کو اپنی
سلطنت کا طریقہ ٹھہرایا یعنی اسی مذہب کی تائید و حمایت کرتا تھا ان عادل شاہیوں سے
جو خطا ہوا شاہ ابراہیم عادل شاہ ۹۲۲ھ میں تخت نشین ہوا تو اس نے اپنے اسلاف کے مذہب
کو ترک کر دیا اور خطبے میں سے ائمہ اثنا عشر کے نام نکلوادئے اور مذہب حنفیہ کو رواج دیا اور
اُس شیخ ٹوپی کا اور حنا موقوف کر دیا جو کلاہ دوازده ترک کہلاتی تھی اور سپاہ شیعہ کی
علامت سمجھی جاتی تھی ۹۲۵ھ میں ابراہیم عادل شاہ کے انتقال کے بعد اُسکا بیٹا علی عادل شاہ
مذہب اثنا عشری پر ہوا اُسکا مذہب باپ کے سامنے ہی سے یہ تھا اُس نے اپنے اجداد کا مذہب
اُجالا لیا اور غالی شیعہ بن کا طریقہ اختیار کیا اور خطبے میں ائمہ اثنا عشر کا نام داخل کر دیا اور لفظ
علی ولی اللہ کلمات اذان میں داخل کر دیا اور ابراہیم عادل شاہ کے عہد میں جو شیعہ
تقیہ کرنے لگے تھے اُن کو حکم دیا کہ علی الاعلان کوچہ و بازار میں اپنے کام میں مشغول ہوں
یہی حال ان فرمانرواؤں کی حکومت میں رہا یہاں تک کہ سکندر شاہ کے ہاتھ سے ۹۴۰ھ
میں قلعہ بیجا پور نکل گیا اور اُسکو قلعہ دولت آباد میں عالمگیر شہنشاہ ہندوستان نے
قید کر دیا پس عادل شاہیوں کا سلسلہ منقطع ہو گیا اُس خاندان میں دس آدمی
دوسو برس تک فرمان روا رہے۔

نظام شاہیہ خاندان میں جسکی بنیاد احمد شاہ نومسلم نے ڈالی تھی اُسکا بیٹا برہان نظام شاہ
تخت احمد نگر پر بیٹھا تو اس نے ۹۲۲ھ میں شاہ طاہر کی ہدایت سے مذہب اثنا عشری کو
رواج دیا ائمہ اثنا عشر کے نام سکے اور خطبے میں ڈلوائے اور باقی صحابہ کے نام خارج کر دیے
۹۴۰ھ میں میران حسین ہانچوین بادشاہ کے مارے جانے سے مذہب کا تبدیل واقع
ہوا اور شعی غالب آئے۔

ملک تلنگ واقع دکن میں قطب شاہی بھی اثنا عشری تھے پہلا شخص جس نے یہ خود مختار
حکومت قائم کی سلطان قلی ہے جو سلطان محمود بہمنی کے عہد میں مرتبہ امارت کو پہنچا
اور قطب الملک خطاب پایا اور ۱۱۳۱ھ میں امارت و سپہ سالاری سے نکل گیا بادشاہت قائم
کی اور اپنا نام قطب شاہ رکھا اس نے اپنی سپہ سالاری اور امارت کے زمانے ہی سے

۱۲
دیکھو تاریخ مرہٹہ

نظام شاہیہ

قطب شاہیہ

الحمد اشاعر کے نام خطبوں میں ڈلوادے تھے اور جب بادشاہ بنا اور اُسکو یہ خبر ہو گئی کہ شاہ اسماعیل صفوی ایران کے تخت پر بیٹھا تو اُسکی تقلید سے کیونکہ اُسکو اپنا مرشد زادہ جانتا تھا اصحابِ ثلثہ کے نام خطبوں میں سے نکلو اڑاے جبکہ برہان نظام شاہ نے شاہ ظاہر کی ہدایت سے احمد نگر میں بطور شیعوں کے خطبہ پڑھا تو قطب شاہ نے بھی اُس کی حمایت کے بھروسے پر مذہبِ تشیع کے مراسم و احکام بر ملا جاری کرائے اور اب شیعہ اصحابِ ثلثہ کو علانیہ بے ادبی کے ساتھ یاد کرنے لگے اور قطب شاہ کی اولاد کے عہد میں یہ بات جاری رہی۔

ریاست حیدر آباد میں جو نعل صاحب کی درگاہ مشہور ہے اور عرشہ محرم میں وہاں مجمع کثیر رہا کرتا ہے اور ہر قسم کی نذرو نیاز اور چڑھاوے لوگ کیا کرتے ہیں وہ ایک گھوڑے کا نعل ہے جسکی نسبت مشہور ہے کہ حضرت امام حسینؑ کے گھوڑے کا نعل ہے یہ نعل قطب شاہیوں کے زمانے میں اُس وقت کے بادشاہ نے ایک سوداگر سے تبرک سمجھ کر خرید لیا تھا اُس نعل کو ایک لکڑی پر علم کی صورت نصب کر کے ایک خاص مکان میں رکھا گیا ہے جسے نعل صاحب کی درگاہ کہتے ہیں نعل صاحب پر اس قدر اعتقاد ہے کہ شاید اتنا کسی دوسرے پر نہ ہوگا۔ نعل صاحب کے گروہ معتقدان میں سب سے بڑا نمبر تمام شہر کے سائیسوں کا ہے حیدر آباد کے سُنی شیعہ شریف و ذلیل امیر و غریب ہر جماعت اور ہر طبقے کے لوگ اور خاندان کے ممبر اُس پر اعتقاد رکھتے ہیں اُسکے نام سے فقیر بنتے ہیں اور اس قسم کے معتقدوں اور عموماً نذرو نیاز چڑھانے والوں میں مسلمانوں سے ہندو اور مردوں سے زیادہ عورتوں کی تعداد ہوتی ہے عشرہ محرم میں نوین تاریخ کی رات کو نعل صاحب کی سواری نکلتی ہے جب سب تعزینے نکل جاتے ہیں تو نعل صاحب کی سواری کا شور و غل ہوتا ہے اور بڑی دھوم سے نکلتی ہے شہر کے تمام سائیس سواری کی جلو میں ہوتے ہیں اور ہر سائیس ایک بڑی سی مشعل ہاتھ میں لئے ہوتا ہے اور گھماتا جاتا ہے اور اُن سب کے ہاتھ میں لکڑیاں اور ڈنڈے اور لاٹھیاں رتی ہیں یہ جماعت کی جماعت مختلف فقرے چلاتی جاتی ہے جن کا نمونہ یہ ہے (۱) دولہ دولہ

(۳۴) ذوالیاعلیٰ (۳) نعل صاحب چمچ گھٹی (۱) اس لحاظ سے کہ نعل صاحب کی درگاہ
محلہ چمچ گھٹی میں واقع ہے (۴) کیا خوب چلی دستی (۵) جم جم کے لگاتار۔ اس طور پر
اور بھی نعل فقرے ہیں جنکا نہ معلوم ہوتا ہے نہ پیر۔ نعل صاحب کی سواری کے ساتھ
سایسوں کی مشعلوں کے علاوہ خاص ریاست کے صرف سے ہزار کے قریب مشعلیں
بروزیں رہتی ہیں سرکاری شعلیں معمولی نہیں ہوتیں بلکہ بڑے صرف سے تیار ہوتی ہیں
انکا ہینڈل بہت بڑا ہوتا ہے اور اسپر ایرک کے پھول پتے لگے رہتے ہیں نعل صاحب کے
مخالف جنکون پر ڈھٹی بندھتی ہے دوسرے الفاظ میں ایک نہایت بیش قیمت کپڑا
انکی نذر ہوتا ہے وہ جگہ میں یہ (۱) نظام حیدر آباد (۲) وزیر اعظم (۳) ڈیوڑھی
سر سالار جنگ۔ نعل صاحب کا چکر صبح آٹھ بجے کے قریب ختم ہوتا ہے۔ نعل صاحب کا
حال بطور جملہ معترضہ کے آگیا تھا اب میں پھر مطلب اصلی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔
ہمایون بن بابر شہنشاہ ہندوستان شیعہ ترکمانوں کی بہت خاطر اور دلجوئی
کرتا تھا اور ہمایون کے بیٹے اکبر کے عہد میں عبدالرحیم خان خاٹھانان وغیرہ امرا کا مذہب
تشیع تھا بلکہ اکبر خود بھی بر ملا تشیع کا اظہار کرنے لگا تھا اور اسکے بیٹے جہانگیر کے عہد میں
اسکی بیگم نور جہان اور بیگم کے رشتہ دار جنکا یہی مذہب تھا سلطنت پر حاوی ہو گئے تھے
اور انکے پاس عراق اور ایران کے تمام شیعہ اثناعشری بھرے پڑے تھے۔

تمام ملک اودھ میں شیعوں کی حکومت رہی ابتدا و الیان اودھ کی برہان الملک
عرف میر محمد امین نیشاپوری سے ہوئی جو امام موسیٰ کاظم کی اولاد سے تھا اور محمد شاہ
شہنشاہ ہندوستان نے اسے صوبہ دار اودھ کا کیا تھا اور جب اس کے جانشین
مرزا مقیم الخاٹھان بہ نواب ابوالمصور خان صفدر جنگ نے احمد شاہ بن محمد شاہ سے
۱۷۶۴ء ہجری میں بمقام دہلی بغاوت کی توفریقین کے فیضیہ اختلاف مذہب کے بغض
و غضب سے جو گئے ہو گئے چنانچہ سنی شیعوں کے لڑنے والوں کا لقب اور بابہ الامتیاز
ان کی ایک آواز تھی یعنی سنی دم چار یا اور شیعہ دم پنجتن کہتے تھے اور صفدر جنگ
کے جانشین نواب شجاع الدولہ نے شیعہ میں قصبہ جلالی ضلع علی گڑھ میں جو کہ

بعض اوقات

والیان اودھ

شیعوں کی بستی ہے نواب مظفر جنگ ابن نواب احمد خان بگلش والی فرخ آباد کو شہر
 کیا اور شجاع الدولہ کے جانشین آصف الدولہ کی ہدایت سے سہ ماہہ ہجری میں نواب
 سید محمد علی خان ابن نواب سید فیض اللہ خان والی رام پور نے ملت اشاعری اختیار
 کر لی تھی۔ فقیر بیگ نام ایک شخص نواب آصف الدولہ کے عہد میں لکھنؤ میں تھا اُس نے
 ایک علم دریا کے گومتی کے کنارے پوشیدہ دفن کر دیا اور شہر کے لوگوں سے یہ بات کہی
 کہ مجھ کو اب میں یہ الہام ہوا ہے کہ حضرت عباس کے ہاتھ میں جو علم معرکہ کربلا میں تھا
 وہ فلاں مقام پر دفن ہے تو اُسکو نکال لے اور اپنے طریق کے چند رفیق جمع کر کے اُس
 مقام پر گیا اور جگہ کو کھود کر وہ علم نکالا اور اپنے گھر میں کہ محلہ رستم نگر میں واقع تھا نہایت
 تعظیم کے ساتھ رکھا اس حکایت نے شہرت پائی نواب آصف الدولہ کہ ہزار جان و دل
 سے شہدائے کربلا کے جان نثار تھے اُس علم کی زیارت کے لئے فقیر بیگ کے گھر پر گئے
 اور علم کی زیارت کی اب اہل شہر بھی جو اس طریق کے تھے جوق جوق آنے لگے
 شیرینیاں اور نیازین حاجتمندوں نے حاضر کرنی شروع کیں جب فقیر بیگ نے قضا کی
 تو اُسکے بیٹے نے بھی جمعرات کے دن وہ طریقہ بدستور جاری رکھا اور اُسکی آمدنی سے
 اوقات بسر کرتا تھا عشرہ محرم میں زیادہ رونق ہوتی تھی پہلے وہ مکان خام تھا چھت
 کی عوض کچھ ریل تھی عمارت عالی نواب سعادت علی خان کے عہد میں تعمیر ہوئی جیسا کہ
 مفتاح التواریخ میں لکھا ہے اس مکان کا نام درگاہ حضرت عباس ہے اُس کی آمدنی
 کچھ خادموں کے حصے میں آتی تھی اور کچھ سرکار میں داخل ہوتی تھی۔ رفتہ رفتہ وہاں کی
 آمدنی لاکھوں روپیہ سالانہ کو پہنچی ہر جمعرات کو خصوصاً نوچندی جمعرات کے دن اُس
 درگاہ میں بڑا جلسہ منعقد ہوتا تھا زیارت کرنے والوں کے سوا ہزاروں تماشا کی اور
 شہر کی پری پیکر طوائف بن ٹھن کر جمع ہوتی تھیں سلطنت کے قیام تک یہ جلسہ بڑی
 دھوم دھام سے رہا اب شہر اتنا لکیر بیٹھے ہیں اب نہ وہ آمدنی ہے نہ وہ آرائش
 و زینت۔ ریاست او دھو جب تک قائم رہی علانیہ تشیع میں بڑا غلور رہا اُسکا ادنیٰ نمونہ
 یہ ہے کہ میر حیدر بخش نائب آفرین علی خان نے صحابہ کے نام لکھ فرشتے کے تلے کچھ لائے تھے

تاکہ پائمال ہوں لکھنؤ کی کر بلا سے نال کٹورہ بین ایتک یہ بات موجود ہے معتد الدولہ
 وزیر اعظم غازی الدین حیدر کے ہاتھ سے میر حیدر بخش بہت خراب ہوا۔ وقائع دہلی پر
 میں مذکور ہے کہ بادشاہ بیگم زہرا غازی الدین حیدر والی اودھ نے اپنی طبیعت سے ایک
 چھٹی صاحب الزمان کے واسطے ایجاد کی چھٹی یہ ہے کہ عورت زچہ جینے سے چھ دن کے بعد
 مع پچھل کرتی ہے اور عمدہ لباس پہنکر جلسہ کرتی ہے بادشاہ بیگم اس رسم کو اُس امام
 عالی مقام کی طرف منسوب کر کے ہر سال ماہ شعبان میں ادا کرتیں اور بہت سارے یہ خرچ
 کرتی تھیں اور اشرفیہ کی دوشیزہ اور خوبصورت لڑکیاں روپیہ خرچ کر کے یا کسی دوسری
 تدبیر سے ہم پہنچا کر ائمہ اثنا عشر کی انکو ازواج بناتیں اور اُن ائمہ کی ازواج کا نام
 شکر وہی نام اُن لڑکیوں کے رکھتیں اور ان لڑکیوں کا لقب اچھوتی مقرر کیا تھا
 اچھوتی اُس چیز کو کہتے ہیں جو چھونے کے قابل نہ ہو تاکہ آلودہ و نجس نہ ہو جائے مگر حضرت
 فاطمہ زہرا کی پاسداری کی وجہ سے حضرت علیؑ کے لئے کوئی عورت تجویز نہیں کرتی تھیں
 اگر اُن میں سے کوئی جوان ہو جاتی اور دل اُسکا مناکحت کو چاہتا تو مانع آتین اور کہتیں
 کہ بعد زوجیت ائمہ اطہار کے دوسرے کے ساتھ تزویج اور عقد کرنا اور اُس سے ہم بستر ہونا
 ملت پاس و ادب اور رعایت قانون اسلام میں حرام ہے غازی الدین حیدر کے بعد
 جب نصیر الدین حیدر مسند نشین ہوئے تو انھوں نے بھی گیارہ ازواج ائمہ احدى عشر
 کے لئے جمع کیں اور دوسرے ائمہ کے واسطے بھی اچھوتیاں جمع کیں جیسے حضرت قاسم اور
 حضرت عباس وغیرہ کے لئے اور جب کسی امام کی ولادت کا دن آتا تو بادشاہ اپنے آپ کو
 حاملہ عورتوں کی طرح بہ نضیع دروزہ اور نفاس وغیرہ میں مبتلا کرتے اور بچے کی جگہ ایک
 مرصع گڑیا بادشاہ کے سامنے رکھ دی جاتی اور بادشاہ خود ہی زچہ خانے میں رہتے اور
 ویسے ہی کھانے کھاتے جیسے زچہ کھاتی ہے اور چھٹا روز ہوتا تو بادشاہ زچہ کی طرح
 غسل کرتے اور اُس مصنوعی بچے کو گود میں لیکر لنگڑاتے ہوئے صحن مکان میں نکلتے تاکہ
 آسمان کے تاروں کو دیکھیں اس طرح چھٹی ہوتی ائمہ احدى عشر میں سے ہر ایک امام کی
 زوجہ کو طوائی مورت بچے کی دی گئی تھی اور دوسرے ائمہ کی زوجات کو نفرتی مورت دی گئی تھی

اور جبکہ سوائے ائمہ احدى عشر کے دوسرے کسی امام کی ولادت کا دن آقا و اہل بی بی زوجہ خود بطرز معمولی زچہ خانے میں جاتی اور وہی مراسم ادا کئے جاتے جو بادشاہ کے ساتھ رکھے جاتے تھے اور اصطلاح میں اس رسم کو اچھوتہ کہتے تھے۔ امجد علی شاہ ثریا چاہ کو مذہب اثنا عشریہ میں نہایت غلو تھا ان کے عہد میں مذہب شیعہ نے خوب رونق پائی تھی سنت و جماعت کا حساب دشمنوں میں تھا۔ اودھ کے پچھلے بادشاہ واجد علی شاہ سے فروری ۱۱۵۵ھ مطابق جمادی الاخری ۱۲۰۷ھ ہجری میں انگریزوں نے ملک نکال لیا شاہ معزول ہوئے اپنی ایک تالیف کے صفحہ ۲۰۷ میں جس کا نام مجموعہ واجد یہ ہے لکھا ہے اسامی ملعونان و ملعونات کہ تاقیامت برآئنا لعنت باید کرد اور اُس کے بعد میں صفحہ ۱۰۷ صاحب کبار و غیرہ کے ناموں سے بھردے ہیں جن میں حضرت ابو بکر حضرت عمر حضرت عثمان بی بی عائشہ وغیرہ داخل ہیں۔

عقائد اثنا عشریہ

زبانِ مسموعہ

آرام پور کے جو بعض بعض رئیس اثنا عشری ہوئے یہ بھی اہل لکھنؤ ہی کی ہدایت و تربیت کا اثر تھا چنانچہ نواب سید فیض اللہ خان کے پوتے نواب سید محمد سعید خان ابن نواب سید غلام محمد خان اور اُن کے جانشین نواب سید یوسف علی خان یہی مذہب رکھتے تھے مگر اُن کے وقت میں بالکل غلو کو دخل نہ تھا اور کسی کی مجال نہ تھی کہ اہل سنت کے سامنے صحابہ کو بُرا کہہ سکے۔ نواب سید حامد علی خان صاحب بہادر رئیس حال بھی یہی مذہب رکھتے ہیں۔

عقائد اثنا عشریہ کی تفصیل

اصول دین پانچ ہیں (۱) توحید۔ اسی میں صفات ثبوتیہ و سلبیہ داخل ہیں (۲) عدل (۳) نبوت (۴) امامت (۵) معاد بیان توحید معرفت اللہ تعالیٰ کی واجب ہے ہر ملک پر کیونکہ وہ منعم ہے تاکہ ہم اُس کا شکر کریں۔ اللہ تعالیٰ موجود ہے اور واجب الوجود لہذا ہے یعنی اپنے وجود میں غیر کا محتاج نہیں اور اُس پر عدم جائز نہیں۔

بیان صفات ثبوتیہ اللہ تعالیٰ قدیم ازلی ہے یعنی اُس کے وجود پر عدم سابق نہیں باقی ہے ہمیشہ رہیگا یعنی اُس کے وجود کو عدم لاحق نہیں ہوتا مختار ہے یعنی اگر چاہے کرے اور اگر چاہے نہ کرے اور عالم ہے یعنی تمام چیزیں اُس کے نزدیک ظاہر اور حاضر ہیں زندہ ہے

یعنی صحیح ہے اس سے کہ قادر ہو و سے اور جانے اور ہر مقدور پر قادر ہے اور ہر معلوم کا عالم ہے اور متکلم ہے بغیر زبان کے اور اللہ کے متکلم ہونے سے یہ مطلب ہے کہ کسی جرم سمادی یا جسم ارضی میں کلام ایجاد کیا تاکہ اپنی غرض کو خلق کی طرف پہونچائے پس اس قسم کے کلام کو اسکا اپنی ذات کی طرف نسبت دینا بھی اللہ تعالیٰ کا کلام کرنا ہے اور اللہ تعالیٰ سمیع اور بصیر ہے بغیر کان اور آنکھ کے مطلب یہ ہے کہ مبصرات اور سموعات کو جانتا ہے اور اللہ تعالیٰ بغیر اعضا کے مدرك ہے یعنی اس چیز کو جانتا ہے جسکا اور اک حواس سے ہوتا ہے اور صاحب ارادہ ہے یعنی ترجیح دیتا ہے فعل کی حیثیت جانتا ہے اسکی مصلحت کو اور اللہ تعالیٰ صادق ہے حق بات کہتا ہے کذب سے منزہ ہو اور کارہ ہو یعنی ترجیح دیتا ہے ترک فعل کی جس وقت مفسدہ فعل کے ہونے میں جانتا ہے اور واحد ہے اسکا کوئی شریک الٰہیت میں نہیں۔

بیان صفات سلیمیہ اللہ تعالیٰ نہ جسم ہے نہ عرض ہے اور نہ جوہر ہے اور نہ کسی جہت میں ہے اور نہ کسی مکان میں ہے اور وہ نظر کے ساتھ نہیں دکھ سکتا دنیا میں نہ آخرت میں کیونکہ وہ مجہول ہے اور رویت کے لئے جسم و جہت شرط ہے اور وہ خود بھی کہتا ہے لن توانی یعنی ہرگز نہیں دیکھے گا تو مجھے اور لا تدركہ الابصار نہیں پاسکتیں اسکو آنکھیں اور اللہ کے لئے نہ ولد ہے نہ زوجہ اور متحد اپنے غیر سے نہیں ہو سکتا اور مرکب کسی شے سے نہیں ہے اور نہ حلول کے ساتھ متصف ہے اور نہ کسی ایسی صفت کے ساتھ جو اسکی ذات مقدس بزرگوار ہو متصف ہے کیونکہ اگر ایسا ہو گا تو ذات الہی کا حدوث لازم آئے گا اسلئے کہ محل حوادث ہوگی اور اگر وہ صفت قدیم نہ ہو تو قدما کا تعدد لازم آئے گا اور یہ باطل ہے پس صفات ثبوتیہ اس کے عین ذات ہوئے اور اللہ تعالیٰ عالم بالعلم اور قادر بالقدرۃ نہیں ہے بلکہ علم اور قدرت عین ذات اسکی ہیں اور تعدد صفات سے تعدد معنی کا نہیں ہوتا اگر عالم بالعلم اور قادر بالقدرۃ ہو تو محتاجی اسکی صفات کی جانب لازم آئے اور یہ محال ہے پس ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ قادر و عالم بالذات واحدی المعنی ہے اس میں مجال تعدد نہیں ہے۔

بیان عدل اللہ تعالیٰ عادل اور حکیم ہے نہ بُرائی کرتا ہے نہ واجب میں خلل ڈالتا ہے

کیونکہ قبیح کا فعل قبیح ہے اور واجب میں خلل ڈالنا اللہ تعالیٰ کا نقصان ہے اور اللہ تعالیٰ اُس سے منزہ ہے اور غیر سے غنی ہے رضا بہ قضا و قدر واجب ہے اور ہر چیز کہ ہے اور ہو وہ قضا و قدر سے ہے اور ان دونوں سے جبر و ظلم لازم نہیں آتا اس لئے کہ قضا و قدر علم اور بیان کے معنی میں ہے یعنی ہر شے کو جانتا ہے جس حالت پر کہ وہ ہے اور اسکو ملائکہ سے بیان کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے مکلفین کو جن چیزوں کے ساتھ تکلیف دی ہے انکا بدلہ ثواب ابدی کے ساتھ تکلیف کے مقابلے میں دیتا ہے اور ان آلام کا بھی عوض دیتا ہے جو مکلفین کی ذاتوں پر زائد ہیں اگر ایسا نہ کرے تو ظلم لازم آئے اور اللہ تعالیٰ عادل ہے پس عوض پہونچانا واجب ہے اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے کیا ہے وہ اصلح ہے ورنہ عبث لازم آئے گا اور اللہ تعالیٰ عبث سے بری ہے اور اللہ تعالیٰ کے لئے لطف ضروری ہے کیونکہ خلق کو پیدا کیا اور اُس میں خواہش رکھی پھر اگر لطف نہ فرماتا تو قبیح کام پر آمادہ کرنا لازم آتا جو قبیح ہے اور لطف سے مراد یہ ہے - اولہ کا نصب کرنا - اور عقل کامل کا دینا - اور رسولوں کا بھیجنا اُن کے زمانے میں - اور انقطاع رسل کے بعد امام کا باقی رکھنا تاکہ غرض فوت نہ ہو جائے۔

بیان نبوت نبی ہمارے محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف ہیں
وہ رسول از روئے حق و صدق کے ہیں انکا سب سے بڑا معجزہ قرآن ہے کہ حق و باطل میں فارق ہے اور باقی ہے قیامت تک اور حجت ہے خلق پر اور وہ اعجاز بوجہ زیادتی فصاحت و بلاغت کے ہے اس طرح پر کہ جب سے اپنے تحدی فرمائی اس امر پر کہ اگر میں پیغمبر نہیں ہوں اور یہ کلام الہی نہیں تو اُسکی ادنیٰ سی سورت کے مثل لاؤ کسی سے اُس کا جواب آج تک ممکن نہ ہوا اور آپ بعثت کے قبل اپنے نفس پر نبی تھے اور بعد اُسکے آپ کا فہ خلق کی طرف رسول ہوئے اور تمام انبیاء اپنے افعال و اقوال میں معصوم ہیں تمام عیوب اور گناہ اور سہو و نسیان سے اول عمر سے آخر عمر تک پس جان کلام مجید میں معصیت اور سہو کا ذکر ہے وہ واجب التاویل ہے اور انبیاء کا اپنے اہل زمانہ سے افضل ہونا واجب ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد قیامت تک کوئی نبی نہوگا اور وہ تمام

انہما و سرسلین سے افضل و اشرف ہیں انکی معراج جسم غصری کے ساتھ علانیہ بیداری ہیں حق ہے اخبار صریح متواتر سے ثابت ہے منکر اسکا و اسکا اسلام سے خارج ہے آپ نور و ازہار سے آسمان سے تشریف لے گئے اسین حاجت خرق و التیام افلاک کی باقی نہ رہی انکا دین ادیان سابقہ کا ناخ ہے۔

بیان امامت امام کا ہونا لطف الہی ہے جس طرح نبی کا ہونا لطف ہے پس نبی کے بعد امام کا وجود اللہ کی جانب سے اس کے حکم سے واجب ہے ورنہ قبیح لازم آئے گا جو محال ہے اور امام بعد جناب رسالت آپ کے بلا فضل علی بن ابی طالب ہیں اور ان کے بعد گیارہ امام ان کی اولاد ہیں سے ہیں یعنی حسن پھر حسین پھر علی بن العادین بن حسین پھر محمد باقر بن علی پھر جعفر صادق بن محمد باقر پھر موسیٰ کاظم بن جعفر پھر علی رضا بن موسیٰ کاظم پھر محمد تقی بن علی رضا پھر علی نقی بن محمد تقی پھر حسن عسکری بن علی نقی پھر محمد صاحب الزمان بن حسن عسکری یہ سب از روئے حق کے ائمہ آدمین کے ہیں ایک بعد دوسرے کے۔ ہر امام انہین سے ایک بعد ایک کے از روئے نصوص متواترہ خلافت کے منصوب ہے اور انکا اپنے افعال و اقوال میں معصوم و مطہر ہونا واجب ہے تمام گناہ اور سہو سے خواہ صغیرہ ہوں خواہ کبیرہ عمدہ اور سہوہ اور ائمہ کا علم اور افضل ہونا بھی واجب ہے اور ہمدی منتظر امام محمد بن حسن عسکری ہیں کہ اپنے والد کے زمانے میں پیدا ہوئے اور غائب ہیں اور زندہ ہیں اور باقی ہیں جب تک دنیا باقی ہے اور غیبت انکی اپنی خواہش طبعی سے نہیں کیونکہ وہ معصوم ہیں پھر کیسے واجب ہیں کمی اور خلل کرتے اور نہ پروردگار کی جانب سے ہے کیونکہ وہ عادل اور حکیم ہے پھر قبیح کام کیسے کرنا اور نظرون اور افادات سے اخفا قبیح ہے بلکہ انکی غیبت کافرون کی کثرت اور رستون کی قلت کی وجہ سے ہے اور انکا ظاہر ہونا ضرور ہے اور امام کی غیبت میں خلق کو اس طرح فائدہ پہونچتا ہو جس طرح آفتاب سے فائدہ پہونچتا ہے جبکہ وہ بادل کی آڑ میں ہوتا ہے۔

بیان معاد اللہ تعالیٰ اجسام فانی کا اعادہ کریگا جیسے کہ دنیا میں تھے تاکہ تحقیق کو

جی پہونچے انبیاء نے اسکی خبر دی ہے پس عقاد معاد جسمانی پر واجب ہے اور انکو معصومین
 زمانہ قہدی علیہ السلام میں جماعت ائم سابقہ اور لاحقہ کے ساتھ رجوع کر گئے تھانہ پہونچے
 اور جن کا اظہار کرین اللہ نے جو قرآن میں فرمایا ہے و یوم نحشر ہم من کل امۃ فوجاً
 یعنی وہ روز جس میں ہم ہر امت میں سے ایک گروہ اٹھائیں گے اسی امر کی طرف
 اشارہ ہے۔ امامت حضرت علی اور انکی اولاد میں سے نہیں نکلتی ہے اگر نکلی بھی
 تو غیر و نکلے ظلم سے اور یا جناب میر کے یا ان کی اولاد کے تقیہ کرنے سے۔ اور جن جن باتوں کی
 نبی علیہ السلام نے خبر دی ہے اور بتواتر اہم تک پہونچی ہیں جیسے انبیاء سے سابقہ کی
 نبوت اور ارسال رسل اور کتب منزلہ اور وجود ملائکہ اور اہوال قبر اور ثواب قبر اور
 عذاب قبر اور سوال منکر و نکیر اور زندہ ہونا قبر میں اور اہوال قیامت اور حساب
 اور سوال اور میزان اور صراط اور بولنا اعضا کا اور اڑنا نامہ اعمال کا اور جنت کا ساتھ
 نعیم اور حور و قصور اور غلمان کے اور دوزخ کا ساتھ عذاب سخت کے فی الحال موجود
 ہونا اور مظلوم کا ظالم سے انصاف کرنا اور قہر ہائے جہنم اور حوض کوثر جس کے ساقی
 حضرت علیؑ ہیں کہ اُس سے پیاسوں کو قیامت میں سیراب کرینگے اور نبی اور ائمہ معصومین
 کی شفاعت اُن لوگوں کے حق میں جو گناہان کبیرہ سے متکاب ہوئے ہیں۔ اور قہر شیعوں
 میں سے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا اہل قبور کو اٹھانا اور قیامت کے موافقت اُن کی عقاد
 واجب ہے اُن میں سے کسی بات میں شک نہیں کیونکہ معصومین نے انکی خبر دی ہے
 اور کتاب اللہ میں بھی انکا ذکر آیا ہے۔ منکر انکا ملحد یا منافق ہے ۱۵

اثنا عشریہ قرآن میں کمی بیشی کے قابل نہیں اور یہ جو مشہور ہے کہ شیعہ اثنا عشریہ
 کہتے ہیں کہ صحابہ نے دس پارے قرآن مجید کے کم کر دیے اور بعض شیعہ سورہ حسنین
 اور سورہ فاطمہ اور سورہ علیؑ پڑھا کرتے ہیں یہ جھٹلا کی گپ ہے آج تک سلف سے
 لیکر خلف تک کوئی محقق اثنا عشری یہ عقیدہ نہیں رکھتا چنانچہ علمائے اثنا عشری اس
 خیال کی براہت اپنی کتابوں میں بڑے شد و مد سے کرتے ہیں شیخ صدوق ابو جعفر
 محمد بن علی بن بابویہ اپنے رسالہ عقائد میں کہتے ہیں کہ جو قرآن اللہ نے حضرت کو دیا تھا

۱۲
 نقل از رسالہ ابو جعفر طوسی

وہی ہے کہ جواب لوگوں کے پاس موجود ہے نہ اس میں کچھ کم ہوا ہے نہ زیادہ تفسیر مجمع البیان میں کہ جو اثناعشریوں کے نزدیک معتبر تفسیر ہے سید مرتضیٰ کہتے ہیں کہ جو قرآن عمدہ تفسیر علیہ السلام میں تھا وہی اب بھی ہے بلا تفاوت قاضی نور اللہ شوسترانی اپنی کتاب مصائب النواصب میں کہتے ہیں کہ یہ بات جو شیعہ کی طرف منسوب کی جاتی ہے کہ وہ قرآن میں تغیر و تبدل کے قائل ہیں سو یہ غلطی ہے محققین شیعہ میں سے کوئی بھی اسکا قائل نہیں اور جو کوئی کہے تو اس کا کیا اعتبار ہے ملا صدق شرح کافی کلینی میں لکھتے ہیں کہ یہ قرآن اسی طرح امام ہمدانی تک سالم رہیگا محمد بن الحسن آملی کہتے ہیں کہ جو روایات پر ذرا بھی نظر کریگا یقینی طور پر جان جائیگا کہ قرآن میں بچند وجوہات کمی زیادتی نامکن ہے اور اثناعشریہ کا عقیدہ یہ ہے کہ آنحضرت کے آبا سے کرام آدم سے تاہر عبد اللہ پدر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صاحب ایمان تھے اور یہ مسئلہ مذہب امامیہ میں انفاقہ ہے کہ کسی کو اس میں بحث و کلام نہیں پس جس نبی یا وصی کا ان باپ مومن نہوگا وہ نبی اور وصی نہوگا جیسا کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے باپ تارخ تھے آزر بت تراش نہ تھے اور حضرت علی کے باپ ابوطالب بھی مسلمان تھے مگر ہاں وہ جناب تقیہ کرتے تھے جیسا کہ کلینی نے کافی میں لکھا ہے کہ جناب صادق نے فرمایا ہے کہ ابوطالب اصحاب کف کی طرح تھے کہ اپنے ایمان کو چھپایا اور شرک ظاہر کیا پس اللہ نے انکو دو چند اجر عطا کیا اور انکے ایمان کے چھپانے کا سبب یہ تھا کہ اس پر دے میں امداد اور کفالت آنحضرت کی خوب ترین وجہ پر ممکن ہو جائے جیسا کہ فاضل کاشانی نے صاف ہی میں لکھا ہے۔ اثناعشریہ کہتے ہیں کہ جناب رسول خدا اور علی ایک نور تھے جب حضرت آدم پیدا ہوئے تو اس نور کو ان کی پشت میں جگہ دی پھر ہمیشہ خداوند تعالیٰ اس نور کو ایک صلب پاک سے دوسرے صلب پاک کی طرف منتقل کرتا رہا پھر اس نور کے دو حصے کئے ایک حصے کو عبد اللہ کی صلب سے باہر لایا اور دوسرے کو صلب ابوطالب سے اسی وجہ سے آنحضرت نے فرمایا تھا کہ علی مجھ سے ہے اور میں علی سے ہوں اسکا گوشت میرا گوشت ہے اور اسکا خون میرا خون ہے۔ اور ان کے نزدیک ائمہ کی موت ان کے قبضہ و اختیار میں ہوتی ہے چنانچہ اس قاعدے کو کہ ائمہ اپنے اختیار سے مرتے ہیں کلینی نے

اصول کافی میں بہت سی روایتوں سے ثابت کیا ہے اور اسکے واسطے علیہ السلام باہم ہوا ہے اور اگلے نزدیک متعہ کی حلیت کا اعتقاد لازم ہے۔ اور تراویح رمضان اور مولود پر سنہ کرنے کے منکر ہیں۔ اور کہتے ہیں نماز چھ ہر مسلمان کے جائز نہیں۔ یہ فروع میں اثنا عشریہ کی دو قسمیں ہیں اصولیہ اور اخباریہ۔

ضمیمہ

بحر المذہب۔ تذکرۃ المذہب۔ مؤید الافاضل۔ خطہ مقربہ نری اور مل و نخل شہرستانی میں شیعہ کے فرقوں کے یہ نام اور لکھے ہیں۔ شریکیہ انکا اعتقاد یہ ہے کہ حضرت علیؑ شریک ہیں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نبوت میں۔

اثنا سخیہ یا متنا سخیہ انکا عقیدہ یہ ہے کہ ارواح کو تناسخ ہوا کرتا ہے اور بعض متنا سخیہ یہ کہتے ہیں کہ جب روح دنیا میں آتی ہے بداسکے کہ وہ موت اول کے ساتھ دنیا سے جا چکی تھی تو بکری کے بچے میں داخل ہوتی ہے پھر اُس سے بھی کسی حقیر چیز میں انتقال کرتی ہے اسی طرح نقل کرتے کرتے گندگی اور غلاطت کے کیڑوں میں نقل کرتی ہے اور یہ آخری جسم ہوتا ہے کہ اُسکو ملتا ہے بلکہ یہاں تک ہوتا ہے کہ روح لوہے مٹی اور کچے برتنوں میں نقل کر جاتی ہے اور آگ میں پکنے اور پامال ہونے اور گللائے جانے اور کٹنے پٹنے اور خوار و خراب رکھے جانے سے عذاب پاتی ہے جس قدر گناہ روح کے ہوتے ہیں اُسی قدر اُس کو عذاب ہوتا ہے۔

مخلفیہ ان کا اعتقاد ہے کہ جبریل علیہ السلام جو ک گئے۔

خلفیہ۔ اس کا قول یہ ہے کہ نماز غیر امام کے پیچھے جائز نہیں۔

رجیہ یا راجیہ ان کا قول ہے کہ حضرت علی بن ابی طالب عنقریب رجوع کرنے والے ہیں اپنے اعدا سے انتقام لینے (دیکھو خط) اور بعض کہتے ہیں کہ راجیہ کی یہ رائے ہے کہ حضرت علیؑ ابرہہ میں اور دنیا میں قیامت سے قبل رجوع کر چکے اور ردائے گھوڑے کی

مذہب الاسلام
تذکرۃ المذہب
مؤید الافاضل
خطہ مقربہ نری
اور مل و نخل
شہرستانی
میں شیعہ کے
فرقوں کے یہ
نام اور لکھے
ہیں۔ شریکیہ
انکا اعتقاد
یہ ہے کہ
حضرت علیؑ
شریک ہیں
حضرت محمد
صلی اللہ علیہ
وسلم کے
نبوت میں۔
اثنا سخیہ
یا متنا سخیہ
انکا عقیدہ
یہ ہے کہ
ارواح کو
تناسخ ہوا
کرتا ہے اور
بعض متنا
سخیہ یہ کہتے
ہیں کہ جب
روح دنیا
میں آتی ہے
بداسکے کہ
وہ موت اول
کے ساتھ
دنیا سے
جا چکی
تھی تو
بکری کے
بچے میں
داخل ہوتی
ہے پھر اُس
سے بھی
کسی حقیر
چیز میں
انتقال
کرتی ہے
اسی طرح
نقل کرتے
کرتے گندگی
اور غلاطت
کے کیڑوں
میں نقل
کرتی ہے
اور یہ
آخری جسم
ہوتا ہے
کہ اُسکو
ملتا ہے
بلکہ
یہاں تک
ہوتا ہے
کہ روح
لوہے مٹی
اور کچے
برتنوں
میں
نقل
کر جاتی
ہے اور
آگ میں
پکنے
اور
پامال
ہونے
اور
گللائے
جانے
اور
کٹنے
پٹنے
اور
خوار
و خراب
رکھے
جانے
سے
عذاب
پاتی
ہے
جس
قدر
گناہ
روح
کے
ہوتے
ہیں
اُسی
قدر
اُس
کو
عذاب
ہوتا
ہے۔
مخلفیہ
ان کا
قول
یہ
ہے
کہ
جبریل
علیہ
السلام
جو
ک گئے۔
خلفیہ۔
اس کا
قول
یہ
ہے
کہ
نماز
غیر
امام
کے
پیچھے
جائز
نہیں۔
رجیہ
یا
راجیہ
ان کا
قول
ہے
کہ
حضرت
علی بن
ابی
طالب
عنقریب
رجوع
کرنے
والے
ہیں
اپنے
اعدا
سے
انتقام
لینے
(دیکھو
خط)
اور
بعض
کہتے
ہیں
کہ
راجیہ
کی
یہ
رائے
ہے
کہ
حضرت
علیؑ
ابرہہ
میں
اور
دنیا
میں
قیامت
سے
قبل
رجوع
کر چکے
اور
ردائے
گھوڑے
کی

گڑبٹ کی آواز ہے اور برقی اُس گھوڑے کی فعل کی آگ ہے (دیکھو بحر)
مستمر ہے۔ تریس یعنی انتظار خروج امام کا کرتے ہیں۔

اہد یہ کہتے ہیں کہ حضرت علیؑ نبوت میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے شریک ہیں۔
لا عینہ۔ یہ طلحہ اور زبیر اور معاویہ اور بنی بنی عائشہ پر لعنت کرتے ہیں۔
مستراضیہ۔ ان کا قواج ہے کہ سلطان مسلم پر خروج جائز ہے۔

حزبِ نبیہ۔ جہد اللہ بن عمر و حزنی کے متبع ہیں اور آھر یہ اور حبیبیہ اور جلالیہ اور کشفات
اصطلاحات الفنون میں کہا ہے کہ امامیہ میں سے ایک گروہ کا نام سلفیہ ہے اور قاضی عیاض
نے شفا کے تیسرے باب میں کہا ہے کہ شیعہ کے ایک فرقہ کا نام غنبر یہ ہے یہ لوگ عبید اللہ
بن حسن غنبری کی طرف منسوب ہیں یہ بصرے کا قاضی تھا اسنے عقائد اور عقلیات میں تقلید
کو جائز کیا تھا کہتا تھا کہ انبیا کا جھوٹ بولنا اُن باتوں میں جو خدا کی طرف سے لائے ہیں
کسی مصلحت کی وجہ سے جائز ہے۔ بعض شیخون میں عبید اللہ کی جگہ جہد اللہ ہے اور غنبری
قبیلہ بنی غنبرہ کی طرف منسوب ہے۔

کیٹالیہ۔ مل و خل میں شہرستانی نے لکھا ہے کہ یہ فرقہ احمد بن کیٹال کی طرف منسوب ہے
یہ ایک شخص کا اہل بیت میں سے داعی تھا جو بعد جعفر صادقؑ کے مخفی رہتا تھا اُسنے
اپنے آپ کو ظاہر کیا احمد نے مسائل علمیہ پر واقفیت حاصل کر کے اپنی رائے کے ساتھ ملا دیا
اور ہر ایک علمی مسئلے میں ایک نئی تحقیق پیدا کر لی جو نہ سمعیات کے مطابق تھی نہ عقلیات
کے بلکہ بعض قول اُسکے جس کے بھی مخالف تھے جبکہ اُسکی بدعت پر ائمہ کو اطلاع ہوئی تو
اُس سے نفرت کرنے لگے اور اُسکو مبرا کہنے لگے جب کیاں کو یہ حال معلوم ہوا تو اُسنے دعویٰ
کیا کہ میں امام ہوں اور دوبارہ یہ دعویٰ کیا کہ میں قائم ہوں اور منظر ہوں اُسکے معتقدوں
نے اُسکے ان دعویوں کو تسلیم کیا۔ احمد کے مذہب کی بنیاد اس بات پر تھی کہ جو کوئی آفاق
کو نفوس کے ساتھ موافق کر سکے اور ان عالم علوی اور غلی کے راستے بتا سکے اور سبکی ذات
میں تمام علوم جمع ہوں اور اُس بات پر قدرت رکھتا ہو کہ ہر کئی کو اُسکے شخص معین خبری میں
بیان کر سکے وہی قائم ہے اور کہتا تھا کہ دنیا میں کوئی شخص اس صفت کے ساتھ سوا میرے

پیدا نہیں ہوا اذ بان عربی گجبی میں بہت سی کتابیں ان مطالب کے بیان میں احمد نے لکھ ڈالیں اُسے عالم آفاق کو عالم علوی اور عالم نفوس کو عالم سفلی قرار دیا تھا۔ کتاخات میں عالم چرن۔ عالم اعلیٰ عالم ادنیٰ عالم انسانی عالم اعلیٰ میں پانچ مکان تجویز کئے تھے ایک مکان الاماکن جس میں کوئی چیز موجود نہیں اور وہ سب کو محیط ہے اور شرع میں جو عرش وارد ہو اُس سے یہی مکان الاماکن مراد ہے اسکے تلے مکان نفس اعلیٰ کا ہے اُسکے تلے مکان نفس ناطقہ کا اسکے تلے مکان نفس حیوانی کا اُسکے تلے مکان نفس انسانی کا نفس انسانی عالم نفس اعلیٰ پر چڑھ گیا تھا اور مکان نفس ناطقہ اور نفس حیوانی کے پھٹ گئے تھے نفس انسانی وہاں جا کر گونگا میجر تترزدہ مجوس ہو کر گر گیا اور اُسکے اجڑا تھیل ہو گئے اسلئے عالم سفلی میں گر گیا اور اسی غنوت کی حالت میں مدتوں تک رہا پھر نفس اعلیٰ نے اپنے انوار اُسپر ڈالے پس اُس عالم میں ترکیب پیدا ہوئیں اور زمین و آسمان اور مرکبات یعنی معدنیات و نباتات و حیوانات اور انسان پیدا ہوئے اس ترکیب سے انسان بلاؤن بین پھنس گیا کبھی سرور کبھی غم کبھی آرام کبھی اندوہ و محنت اُسکو پہونچنے لگی یہاں تک کہ قائم ظاہر ہو کر اُسکو حالت کمال کو پہونچائے اور ترکیب دفع ہو جائے اور متضادات باطل ہو جائیں اور روحانی جسمانی پر ظاہر ہو جائے اور وہ قائم احمد ہے پھر احمد نے اپنے قائم ہونے پر اس طرح استدلال کیا تھا کہ کتا اس نام میں چار حرف جمع ہیں جو چاروں عالم کے مقابل ہیں الف نفس اعلیٰ کے مقابل ہے اور عالم نفس ناطقہ کے اور میم نفس حیوانیہ کے اور وال نفس انسانیہ کے اور عوالم علوی کے مقابلے میں عوالم سفلی جسمانی ثابت کرتا تھا کتا تھا کہ آسمان خالی ہے اور وہ مقابل میں مکان الاماکن کے ہے اور آسمان کے تلے آگ ہے اور آگ کے تلے ہوا اور ہوا کے تلے زمین اور زمین کے تلے پانی یہ چاروں اُن عوالم علوی کے مقابل ہیں پھر کتا تھا کہ انسان آگ کے مقابلے میں ہے اور پرند ہوا کے مقابلے میں اور حیوان زمین کے مقابلے میں اور پھلی پانی کے مقابلے میں اور پانی کے مرکز کو اسفل المرکز قرار دیا تھا اور پھلی کو اخس المرکبات بتایا تھا اور انسان کا مقابلہ عالم روحانی و جسمانی سے اس طرح کیا تھا کہ کتا تھا انسان میں جو پانچ حواس ہیں ان میں سمع مکان الاماکن اور آسمان کے مقابل ہے اور بصر نفس اعلیٰ اور آگ کے مقابل ہے

اور موت شامہ نفس نا ملکہ اور ہوا کے مقابل ہے اور قوت ذائقہ نفس حیوانی اور زمین کے مقابل ہے اور قوت لامسہ نفس انسانی اور پانی کے مقابل ہے اور کتنا تھا کہ میرے نام کے حروف میں سے الف انسان پر دلالت کرتا ہے اور حا حیوان پر اور یم طائر پر اور وال بھلی پر اور کتنا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کی شکل اسم احمد کے حروف کے مطابق بنائی ہے مثلاً ح وال کے کیا ہے دو نون ہاتھ حا کی طرح اور شکم مانند یم کے اور دو نون پاؤں مثل وال کے اور کتنا تھا کہ انبیاء اہل تقلید کے رہبر ہیں اور اہل تقلید اللہ سے ہیں اور قائم اہل بصیرت کا رہبر ہے اور اہل بصیرت اولوالالباب ہیں اور بصیرت عالم علوی و سفلی کے مقابلہ کرنے سے حاصل ہوتی ہے میزان اہل علم سے مراد بتاتا تھا اور صراط اپنے نفس کو جانتا تھا اور کتنا تھا جنت بصیرت حاصل کر لینے کا نام ہے اور دوزخ اُسکے خلاف پر پہنچ جانے سے مراد ہے۔

صحیفہ جعفر جامعہ مصحف فاطمہ

ناسخ التواریخ کی دوسری کتاب کی چوتھی جلد میں بصائر الدرجات اور کتاب کافی سے نقل کیا ہے کہ ایک شخص نے امام جعفر صادق سے علم جعفر کا حال دریافت کیا تو آپ نے فرمایا ہو جلد ثور مملوعہ یعنی وہ بیل کی کھال ہے علم سے بھری ہوئی پھر سائل نے عرض کیا جامعہ کیا ہے آپ نے جواب دیا تلك صحیفۃ طولھا سبعون ذراعاً فی عرضھا الا دیمر مثل فخذ الفالج فیہا کل ما یحتاج الیہ والناس الیہ ولیس من فضیلتہ ولا فیہا حتی ارش الخدش وہ ایک صحیفہ ہے جس کا طول ستر گز ہے اور عرض موافق اندازہ پوست ران شتر جمیم دو کوہانہ کے ہے اس میں تمام وہ چیزیں مندرج ہیں جنکی آدمیوں کو احتیاج پڑتی ہے کوئی حکم اور کوئی بات اُس سے نہیں چھوٹی ہے حتیٰ کہ کسی چیز کے چھلنے کا بھی حال ہے ناسخ التواریخ کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ جعفر جامعہ ایک چیز ہے چنانچہ اُسکے صفحہ ۱۰۳ میں عبارت کافی کا ترجمہ یوں کیا ہے فرمود کہ جعفر جامعہ صحیفہ ایست کہ ہذا ذراع ویلازی آنست در عرض چہرے مانند ران شتر دو کوہانہ۔ مگر صناعۃ الطرب میں بیان کیا ہے کہ سید السند نے لکھا ہے کہ جعفر اور جامعہ دو کتابیں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی لکھی ہوئی ہیں

ان دونوں کتابوں میں علم الحروف کے قاعدے پر تمام حوادث جو قیامت تک ہوتے رہیں گے بیان کیے ہیں اور جتنے ائمہ ان کی اولاد میں ہوئے ہیں ان کو یہ علوم حاصل تھے۔

امام رضا نے قبول ولی عہدی کا خط امامون عباسی کو لکھا اسکا مضمون یہ ہے۔ اے امامون! تم نے ہمارے حقوق کو بہ نسبت اگلوں کے زیادہ پہچانا ہیں تمہاری ولی عہدی قبول کرتا ہوں اگر جعفر اور جامعہ اس بات کو صاف بتا رہی ہیں کہ یہ ولی عہدی امام کو نہیں پہونچے گی اور ابن خلکان وغیرہ نے کہا ہے کہ کتاب جعفر کی اصل یون ہے کہ ہارون بن سعید علی فرقہ زید کے پاس ایک کتاب تھی اسکے مطالب جعفر صادق سے مروی تھے اس کتاب میں تمام اہل بیت کے حالات عموماً اور بعض اشخاص کے حالات بالخصوص مذکور تھے یہ نسخہ جعفر صادق کے پاس بیل کی کھال پر لکھا ہوا تھا اسی سے ہارون علی نے نقل لی تھی اور اسکا نام جعفر رکھا تھا کیونکہ بکری کی کھال کو جعفر کہتے ہیں آخر یہی نام اس کتاب کا پڑ گیا اس کتاب میں قرآن مجید کے حل اور اسرار و رموز اور عجیب معنی حضرت جعفر صادق سے مروی ہیں اور ابن خلکان لکھتا ہے کہ شیعہ لوگ جس قدر قرآن کی تفسیر کرتے ہیں اور اسکے غوامض و مشکلات کو حل کرتے ہیں وہ سب اسی جعفر سے ہے جس کو سعید بن ہارون علی نے اپنے اشعار ذیل میں ذکر کیا ہے۔

الم تروا الرافضین تغر قلوبہ
فکلهم فی جعفر قال منکون انما تم نہیں جانتے کہ رافضیوں میں کیا اختلاف ہو ہر ایک نے جعفر صادق کے حق میں بُرے بُرے قول کہے ہیں۔

فطائفة قالوا امام ومنہم
طوائف سمتہ النبی المطہل کسی نے تو انکو امام کہا اور کسی نے انکو نبی معصوم سمجھ لیا۔

ومن عجب امر اقص۔ جلد جعفر ہم پہ۔ بوئت الی الرحمن ممن تجضرب
اور مجھے تو ان کے جعفر کے چمڑے سے نہایت تعجب ہوتا ہے میں جعفر جاننے سے براہ
چاہتا ہوں اور خدا کی طرف پناہ لیتا ہوں۔ ابن قتیبہ لکھتے ہیں کہ شیعوں کا خیال ہے کہ ان کے امام نے علم جعفر میں تمام ضروریات دین و مذہب کو لکھ دیا ہے اور جو کچھ بھی قیامت تک ہونے والا ہے سب تحریر کر دیا ہے۔ شیعہ جب امام بولتے ہیں تو مراد اس جعفر صادق ہوتے ہیں۔ اسی مضمون کو ابو العلاء مغزی نے اپنی ان شعروں میں باندھا ہے

سے لے کر عجم و اہل بیت لما، انا محمد و علیہم فی مسکن جعفر: لوگوں کو بڑا تعجب ہوا جب
 اہل بیت رسول کو پست جعفر کے ذریعہ سے علم حاصل ہوا۔ و دعا النجوم وھی صغریٰ دارقہ کل
 عامرة و قفرا۔ اور مرآة النجوم نے انکو تمام دنیا کی آبادیاں درویر لے دکھائے حالانکہ وہ چھوٹا سا
 کتابچہ تھا۔ تاریخ کی جلد مذکورہ میں یہ بھی مسطور ہے کہ امام جعفر نے فرمایا کہ مصحف فاطمہ کی حقیقت یہ ہے کہ حضرت
 فاطمہ جناب رسول خدا کی وفات کے بعد پچھتر دن تک زندہ رہیں اس مہینہ نہایت غلین رہتی تھیں جب
 انکے پاس آئے اور تسلی اور تعزیت کر کے انکے دل کو بہلائے اور انکو سوئد کے راتب و مقامات سے آگاہ
 کرتے اور انکو خبر دیتے کہ انکے بعد انکی اولاد پر یہ یہ واقعات گذریں گے حضرت علیؑ ان سب باتوں کو لکھ لیتے تھے
 انھیں تحریرات کا نام مصحف فاطمہ ہی بصر الدراجات میں مروی ہے کہ حماد بن عثمان کہتا ہے کہ جعفر صادقؑ نے
 فرمایا کہ ناؤں کے مشابہت میں ظہور کر گئے کیونکہ میں نے مصحف فاطمہ میں یہ بات لکھی ہوئی دیکھی ہے اور حضرت جعفر نے
 فرمایا کہ یہ مصحف حلال و حرام کا ظاہر کر نیوالا نہیں بلکہ اس چیز کا علم بتا نیوالا ہے جو آگے کو مونیوالی ہے۔
 فواتح سبعہ کے حاشیہ پر مذکور ہے الجحف والجماعة کتابان لعلی رضی اللہ عنہما دون کتابوں
 میں علم حروف کے طریق پر ختم عالم تک جو کچھ حالات دنیا میں پیدا ہونگے مذکور ہیں تین فواتح سبعہ میں
 بیان کیا ہے کہ حضرت علیؑ جعفر سے واقف تھے اور وہ اٹھائیس جز ہیں اور ہر جز میں اٹھائیس صفحے ہیں اور
 ہر صفحے میں اٹھائیس سطریں اور ہر سطر میں اٹھائیس خانے ہیں اور ہر خانہ میں چار حروف و ستر قوم ہیں
 پہلا حرف تو جز و ثانی کے عدد کے مطابق ہے اور دوسرا حرف صفحے کے عدد کے موافق ہے اور تیسرا حرف سطر کے
 عدد کے مطابق ہے اور چوتھا حرف عدد خانہ کے موافق ہے مثلاً جعفر بیسویں خانے میں تیسرے جز کے
 سوٹھویں صفحے کی سترھویں سطر میں ہے چنانچہ جعفر کا جیم حرف ابجد کا تیسرا حرف ہے تیسرے جز کے عدد کے مطابق
 اور عین سوٹھواں حرف ہے حروف ابجد کے عدد صفحے کے موافق کہ سوٹھواں ہے اور فاسٹھواں حرف ہے حرف
 ابجد کے عدد سطر کے مناسب کہ سترھواں ہے اور راء حرف ابجد سے بیسواں ہے عدد خانہ کے مطابق کہ وہ بھی بیسواں ہے
 حضرت علیؑ کے وارث جعفر سے عالم کا حال استخراج کرتے تھے مامون نے حضرت امام علیؑ سے فرمایا ہے کہ تیرے چچا میں
 بیعت کی اور عہد نامہ لکھا اور امام سے بھی عہد نامہ طلب کیا امام نے مامون کے عہد نامے کی پشت پر یہ لکھا الجماعة
 والجعفر یدلان علی ضد ذلك وما دیری ما یفعل لی ولا بکم ان الحکمہ لا للہ یقص الحق وهو
 خیر الفاضلین و لکنی امتثلت امیر المؤمنین و اثر دلاء و اللہ یصنہ وایاہ جب تھوڑا زمانہ گذرا

تو بعض ارکان دولت نے مامون کو شبانہ کیا اور حضرت امام زہرے شہید کردئے گئے صاحب کشف الغمہ
کتاب کہیں نے مسئلہ جہری بن ان دونوں عہد ناموں کو حضرت امام کے اور مامون کے خط سے دیکھا ہے۔

فرقہ خوارج

سب سے پہلے جو علی کرم اللہ وجہہ پر فوج کر کے اُٹھے اہل بیت کے اور تیرا کیا ہی فرقہ ہو جب کہ جہری بن معاویہ
حضرت علیؑ کے لشکر دین بن بمقام صفین باہ صفر سے جنگ شروع ہوئی اور معاویہ کی فوج کے دل حضرت علیؑ کی
تلاوار سے چھوٹ گئے اس وقت معاویہ نے کلام مجید نزو نہ رکھو اگر باہر بلند کہلایا کہ یہ کلام اللہ ہمارا تھا اور میں
اس وقت شہر بن تمیم فدکی تمیمی درزید بن حصین طائی بنس ہزار شمشیر زنوں کے ساتھ حضرت امیر کی خدمت میں آئے
انہی پیشانیوں پر سجدے کی نمایاں نشانیاں تھیں ورا یک جماعت قاریان قرآن کی بھی کہ جب اُس کے فوج کے
ان کے ساتھ تھی اور عرض کیا کہ آپ کو معلوم ہو کہ میں نے حضرت عثمانؓ کو اسلئے قتل کیا تھا کہ وہ کلام اللہ کے مطابق
نہیں کرتے تھے جب اہل شام آپ سے یہ استدعا کرتے ہیں کہ مطابق کتاب اللہ کے تصفیہ کر لیا جائے تو انہی راے کو ماننا
چاہئے ورنہ ہم آپ کو مثل اُنھیں کے قتل کر ڈالینگے یا ہم آپ کو مخالفین کے سپرد کر دینگے حضرت علیؑ نے جواب دیا
کہ تم اپنے حق و صدق پر دشمنوں سے لڑے جاؤ یہ کام اُنھوں نے تمھارے فریب دینے کے لئے کیا ہے میں
اُسے زیادہ مستحق ہوں اس بات کا کہ کتاب اللہ کے موافق احکام جاری کروں معاویہ در عہد بن معاویہ
اور ابن ابی معیط اور حبیب بن مسلم اور ابن ابی سرح اور حجاج بن قیس ایسے دیندار اور فرمانبردار قرآن کے
نہیں۔ میں اُنکو خوب جانتا ہوں یہ شعبہ اُنھوں نے اسلئے کھڑا کیا جو کہ ہمارے ہاتھ سے غلصہ حاصل
کر لیں مگر اُن لوگوں نے حضرت امیرؑ کے ارشاد کو نہ مانا شعث بن قیس نے حضرت امیرؑ سے کہا کہ تمام لشکر آپ کا
قرآن پر غلبہ رکھتا ہو اور جو امر معاویہ نے تجویز کیا ہو اُس سے بدل راضی ہو مجھے حکم ہو کہ معاویہ کے پاس
جا کر اُنکا مافی الضمیر دریافت کروں آپ نے اُسکو کہدیا کہ تیری خوشی وہ معاویہ کے پاس گیا کہ تم نے کس لئے
قرآن اُٹھائے ہیں کہا میں یہ چاہتا ہوں کہ ایک میری طرف سے اور ایک حضرت علیؑ کی طرف سے حکم
(خالد) مقرر ہو اور وہ جو کچھ کتاب اللہ کی رو سے فیصلہ کر دین اُس پر فریقین عمل کریں پھر شامیوں نے کہا کہ ہم
اپنی طرف سے عمرو بن عاص کو ثالث کرتے ہیں اور شعث بن قیس اور قاریان قرآن نے کہا کہ حضرت علیؑ کی طرف سے
ابو موسیٰ شعیؓ ثالث مقرر ہوں حضرت علیؑ نے کہا کہ میں ابو موسیٰ سے راضی نہیں اُنھیں اس کام کے لائق نہیں
جانتا اسلئے کہ وہ کئی مہینے تک مجھے مغفوت رہے تھے اور لوگوں کو میری متابعت سے روکے تھے یہاں تک کہ میں اُنکو

مذہب الاسلام
فرقہ خوارج
حضرت علیؑ کے لشکر
تلاوار سے چھوٹ گئے
اس وقت معاویہ نے
کلام مجید نزو نہ رکھو
اگر باہر بلند کہلایا
کہ یہ کلام اللہ ہمارا
تھا اور میں اس وقت
شہر بن تمیم فدکی
تمیمی درزید بن حصین
طائی بنس ہزار
شمشیر زنوں کے ساتھ
حضرت امیر کی خدمت
میں آئے انہی پیشانیوں
پر سجدے کی نمایاں
شانیاں تھیں ورا یک
جماعت قاریان قرآن
کی بھی کہ جب اُس کے
فوج کے ان کے ساتھ
تھی اور عرض کیا کہ
آپ کو معلوم ہو کہ میں
نے حضرت عثمانؓ کو
اسلئے قتل کیا تھا کہ
وہ کلام اللہ کے مطابق
نہیں کرتے تھے جب
اہل شام آپ سے یہ
استدعا کرتے ہیں کہ
مطابق کتاب اللہ کے
تصفیہ کر لیا جائے
تو انہی راے کو ماننا
چاہئے ورنہ ہم آپ کو
مثل اُنھیں کے قتل کر
ڈالینگے یا ہم آپ کو
مخالفین کے سپرد کر
دینگے حضرت علیؑ نے
جواب دیا کہ تم اپنے
حق و صدق پر دشمنوں
سے لڑے جاؤ یہ کام
اُنھوں نے تمھارے فریب
دینے کے لئے کیا ہے
میں اُسے زیادہ
مستحق ہوں اس بات
کا کہ کتاب اللہ کے
موافق احکام جاری
کروں معاویہ در عہد
بن معاویہ اور ابن
ابی معیط اور حبیب
بن مسلم اور ابن ابی
سرح اور حجاج بن
قیس ایسے دیندار
اور فرمانبردار قرآن
کے نہیں۔ میں اُنکو
خوب جانتا ہوں یہ
شعبہ اُنھوں نے اسلئے
کھڑا کیا جو کہ ہمارے
ہاتھ سے غلصہ حاصل
کر لیں مگر اُن لوگوں
نے حضرت امیرؑ کے
ارشاد کو نہ مانا
شعث بن قیس نے
حضرت امیرؑ سے
کہا کہ تمام لشکر
آپ کا قرآن پر غلبہ
رکھتا ہو اور جو امر
معاویہ نے تجویز کیا
ہو اُس سے بدل راضی
ہو مجھے حکم ہو کہ
معاویہ کے پاس جا کر
اُنکا مافی الضمیر
دریافت کروں آپ نے
اُسکو کہدیا کہ تیری
خوشی وہ معاویہ کے
پاس گیا کہ تم نے
کس لئے قرآن اُٹھائے
ہیں کہا میں یہ
چاہتا ہوں کہ ایک
میری طرف سے اور
ایک حضرت علیؑ کی
طرف سے حکم (خالد)
مقرر ہو اور وہ جو
کچھ کتاب اللہ کی رو
سے فیصلہ کر دین
اُس پر فریقین عمل
کریں پھر شامیوں نے
کہا کہ ہم اپنی طرف
سے عمرو بن عاص کو
ثالث کرتے ہیں اور
شعث بن قیس اور
قاریان قرآن نے
کہا کہ حضرت علیؑ کی
طرف سے ابو موسیٰ
شعیؓ ثالث مقرر
ہوں حضرت علیؑ نے
کہا کہ میں ابو موسیٰ
سے راضی نہیں
انہیں اس کام کے
لائق نہیں جانتا
اسلئے کہ وہ کئی
مہینے تک مجھے
مغفوت رہے تھے
اور لوگوں کو میری
متابعت سے روکے
تھے یہاں تک کہ
میں اُنکو

ابن دیا اور اپنے پاس بلایا اگر ثالث کا ہونا ضروری ہے تو عبد اللہ بن عباس کو میری طرف سے ثالث مقرر کرنا چاہئے عراقیوں نے کہا کہ وہ آپ کے عزیز و مقرب ہیں کوئی غیر شخص ہو حضرت علیؑ نے کہا کہ اچھا مالک اشتر کو مقرر کرو اشعث نے کہا کہ یہ سارا فتنہ انہیں کا تو پیدا کیا ہوا ہے وہ گھوڑا دوڑانا جنگ کرنا جانتے ہیں قرآن کے موافق حکم کرنا کیا جانیں اور حضرت علیؑ کو اس بات پر مجبور کیا کہ انھوں نے ابو موسیٰ اشعری کے لئے ثالث مقرر ہونے کی اجازت دیدی اور عمرو بن عاص معاویہ کی طرف سے بیچ قرار پائے اور اقرار نامہ جانبین سے ۱۳ صفر ۳۰ ہجری کو قلمبند ہوا اشعث نے اس خیال سے کہ تمام لشکر عراق و شام کو اس صلح کی خبر ہو جائے بعد اُسکے کوئی شرائط صلح کے خلاف کام نہ کرے اول اقرار نامے کو لیجا کر لشکر شام کی صفوں میں سُنا یا انھوں نے اُسے تسلیم کیا اور خوش ہو گئے پھر لشکر عراق کی صفوں میں سُنا نے کو آیا لشکر حضرت علیؑ میں جہان چار ہزار آدمی عت بنی غزوہ کے کھڑے تھے اُنکے پاس جا کر سُنا یا تو سعدان اور جعدان دو بھائی اُس کا غذا کا مضمون سُکر نہایت غضبناک ہو گئے اور کہنے لگے لا حکم الا للہ یعنی حکم و حکومت خاص اللہ کے لئے ہے یہ کہہ کر تلواریں میان سے نکال کر لشکر شام میں گھس گئے اور کشت و خون کے بعد مارے گئے یہ کلمہ اول انہیں دونوں بھائیوں کے منہ سے نکلا پھر اشعث قبیلہ راءو کے پاس آیا اور وہ کاغذ سُنا یا تو اُس قبیلے کے سردار کو بہت ناپسند ہوا اور کہنے لگا لا حکم الا للہ ولو کرہ المشرکون پھر اشعث قبیلہ بنی راسب میں آیا تو انھوں نے اقرار نامہ سُکر کہا لا حکم الا للہ لا نرضی ولا نَحْکُمُ الرِّجال فی دین اللہ یعنی حکم سوا خدا کے نہیں اور ہم کسی کو اجازت نہیں دیتے کہ دین الہی میں حکومت کرے پھر قبیلہ بنی ربیعہ یا قبیلہ بنی بشکر بن وائل میں سے ایک جوان نے اشعث سے مضمون کاغذ کا سُکر انکار کیا اور اول لشکر شام میں گھس پڑا وہاں لڑ بھر کر لشکر عراق میں آیا اور یہاں لڑا اور پکار پکار کر کہتا جاتا تھا کہ اے لوگو جس طرح میں معاویہ سے ہزار ہوں اُسی طرح حضرت علیؑ سے ہزار ہوں اور مارا گیا اور بعض کہتے ہیں کہ اول جس نے لا حکم الا للہ کہا اور خارجی ہوا وہ حجاج بن عبد اللہ معروف بہ برگ ہے جو قبیلہ بنی سعد بن زید بن مناة بن مرہ بن ہریم سے تھا

سلاح التوارخ بین سلب لاکر بتایا ہے کہ ستر سالہ کا خون کی غلطی سے مشہور ہو گئے ہیں یہ اقرار نامہ ۳۰ ہجری میں لکھا گیا تھا ۱۲ صفر

پھر اشعث قبیلہ بنی تمیم میں آیا انھوں نے بھی مضمون کا غرض نہ کیا لا حکم لا للہ
 بقضی بالمحق وہو خیر الفاضلین یعنی حکم خاص خدا کے لئے ہے جو حق کے ساتھ حکم دیتا ہے
 اور حق کو باطل سے جدا کرتا ہے عروہ بن ادیہ برا در مرد اس تمیمی نے کہا انھوں الرجال
 فی امور اللہ لا حکم لا للہ یعنی کیا آدمی خدا کے حکم میں مداخلت کرتے ہیں حالانکہ حکم سوا
 اللہ کے کسی کے لئے نہیں بعد اسکے اشعث حضرت علی کی خدمت میں آیا اور عرض کیا کہ عہد
 شکر سارے لشکر عراق نے سر تسلیم خم کیا مگر تھوڑے سے نبی راسب کے آدمی اور کچھ اور قبیلوں
 کے آدمی اسکو ناپسند کر کے کہنے لگے لا حکم لا للہ داہم شام و عراق دونوں کے آدمیوں سے
 ہزار ہین اور سب سے جنگ کرینگے حضرت علیؑ نے کہا انکو انکے حال پر چھوڑ دینا چاہئے یہ تہین
 ابھی بھڑی رہی تھیں کہ چاروں طرف سے لوگ جمع ہو گئے اور یہ وہ ہیں کہ خوارج کہلائے
 حضرت علیؑ سے چلا چلا کتے تھے لا حکم لا للہ الحکم اللہ یا علی۔ اے علی حکم اللہ کے
 لئے ہے نہ تمھارے لئے ہم نہیں چاہتے کہ آدمی اپنے اجتہاد سے دین الہی میں حکومت
 کریں ہم اللہ کے حکم کے موافق معاویہ سے جنگ کر رہے تھے تاکہ وہ اس بات کو تسلیم کر لیں
 جسے ہم نے اختیار کیا ہے اور ہم نے جو پہلے پہنچ مقرر کرنے کے لئے رائے دی تھی یہ ہم سے
 گناہ ہوا اب ہم اس گناہ سے توبہ کرتے ہیں تم بھی اے علی توبہ کرو اور پھر بدستور
 معاویہ سے جنگ شروع کرو و حضرت علیؑ نے انکو سمجھایا مگر خوارج نے آپ کا ارشاد نہ مانا
 اور یہی کہتے رہے کہ آپ اپنی اس رائے کو بدل دیں اور توبہ کر لیں اور معاویہ سے جو معاہدہ
 کیا ہے اسے توڑ ڈالیں اور مہلت جنگ کو موقوف کر دیں حضرت علیؑ نے فرمایا کہ جیکہ پہنے
 معاہدہ اپنی مرضی سے کیا اور عہد نامہ لکھا گیا تو اب نقص عہد نہیں کر سکتے خوارج نے جو دیکھا
 کہ حضرت علیؑ نے ان کی بات کی وقعت نہ کی تو ان سے منحرف ہو گئے اور انکے ہمراہ
 کوئے کوئے گئے۔ موضع حروراء (بفتح حاء) حطی و ضم رائے حملہ و سکون داو و رائے حملہ
 و الف مدودہ) میں کہ کوئے سے دو میل کے فاصلے پر واقع ہے جا کر ٹھہر گئے اس لئے انکو
 حروراء یہ بھی کہتے ہیں یہ چھ ہزار آدمی تھے انھوں نے اپنا شعار و ند الا حکم لا للہ
 مقرر کر کے اپنا امیر القاتل شہید بن ربیع کو اور امیر الصلوۃ عبداللہ بن لکوا و شکر بن کوہنا

۴۵۹
مذہب الاسلام
مذہب الاسلام

اور حضرت علیؓ کا نام غلطی رکھ دیا اور کہتے تھے کہ حضرت علیؓ اگر خلیفہ برحق تھے تو حکیم پر کیوں راضی ہوئے اور اگر خلیفہ برحق نہ تھے تو خلافت کیوں قبول کی اور مسلمانوں اور معاویہ سے کیوں جنگ کی اور کس لئے اتنے مسلمانوں کا کشت و خون کیا حضرت علیؓ ان کے پاس گئے اور گمان کو ٹپک کر نہایت فصاحت و بلاغت کے ساتھ ایک خطبہ کیا اور ان کو سمجھایا کہ تم کو معلوم ہے کہ میں ثالثی کو سب سے زیادہ مکروہ جانتا ہوں میں نے کراہتہ اُسے قبول کیا ہے خوارج نے کہا کہ مقرر ایسا ہی ہوا ہے حضرت علیؓ نے فرمایا کہ تم نے پھر کیوں میرا ساتھ چھوڑا بولے ہم سے گناہ ہو گیا تھا کافر ہو گئے تھے پھر پشیمان ہوئے تو بہ کر لی آپ بھی پشیمان ہو کر تو بہ کر لین تاکہ ہم آپ کے ساتھ شریک ہو کر آپ کے دشمنوں سے جنگ کریں حضرت علیؓ نے کہا استغفر اللہ من کل ذنب خوارج نے سمجھ لیا کہ حضرت علیؓ نے قبولِ حکیم سے توبہ کر لی اور وہ سب اُنکے ہمراہ کوفے کو چلے گئے اشعث بن قیس نے کہ منافق اور فتنہ انگیز تھا ایک روز حضرت علیؓ سے کہا کہ لوگ یہ بات مشہور کر رہے ہیں کہ آپ حکیم کو ضلالت جانتے ہیں اور اُس سے پشیمان ہیں اور جو اُس سے اچھا جانتا ہے اُسے کافر سمجھتے ہیں آپ نے لوگوں کے اس گمان کے دفعیہ کی غرض سے مسجد میں خطبے میں یہ کہا کہ کوئی یہ نہ جائے کہ میں حکیم سے پشیمان ہوں جس نے یہ خیال کیا اُسے غلطی کی اور جو حکومت کو ضلالت جانتا ہے وہ گمراہ ہے جب خوارج نے آپ کی زبان سے یہ بات سنی تو دوبارہ یہ کہہ کر لا حکم الا للہ لشکر میں سے نکل کر موضع حروراء میں چلے گئے اور کہنے لگے ان علیا و معاویہ قد اشرفا فی حکم اللہ یعنی تحقیق حضرت علیؓ اور معاویہ نے دینِ خدا میں شرک کیا ہے اور انھوں نے خوارج بصرہ کو بھی لکھا کہ مسلمانوں نے برخلاف کتاب اللہ کے دو آدمیوں کو ثالث مقرر کیا ہے اور سب کافر ہو گئے ہیں انھوں نے جواب بھیجا کہ تمہاری رائے صحیح ہے ہم بھی بہت جلد تم سے آکر ملتے ہیں جب خوارج حروراء میں جمع ہو گئے تو عبد اللہ بن وہب راہی کے ہاتھ پر کہ ان میں بہت متقی تھا ان سے بیعت کی اور یہ عہد باندھ لیا کہ جن لوگوں نے حکم الہی کے برخلاف ثالث مقرر کئے ہیں اُن سے جنگ کرینگے حروراء میں اول چار ہزار آدمی جمع ہوئے تھے پھر ایک جماعت ان میں

اور مل گئی جس سے ساڑھے بارہ ہزار آدمی ہو گئے عبداللہ بن عباس نے حضرت علیؑ کے حکم سے حرو راہا کر ان سے مناظرہ کیا مگر وہ راجع طرف حق کے نہوئے اور نہروان کو چلے گئے جو بغداد اور واسطہ کے درمیان میں دجلہ کی شرعی جانب واقع ہے انکو رستے میں جو مسلمان ملتا اُسے مار ڈالتے اور مال و اسباب لوٹ لیتے نہروان میں حضرت علیؑ کی طرف سے عبداللہ بن خباب صحابی حکمران تھے انفاقا خوارج اہل بصرہ اور ابن خباب کے نہروان کے قریب ملاقات ہو گئی خوارج نے اُسے ابو بکرؓ و عمرؓ کی بابت دریافت کیا کہ کیسے تھے عبداللہ بن خباب نے کہا وہ دونوں بہت اچھے تھے پھر اول و آخر زمانہ خلافت عثمان بن عفان کی بابت دریافت کیا جواب دیا ازا دل تا آخر حق جو حق پسند تھے پھر علیؑ کی بابت تبیل و بعد مقرر کرنے حکم کے دریافت کیا جواب دیا وہ تم لوگوں سے دیا وہ اللہ کے حکم سمجھنے اور جاننے والے اور دین حق پر چلنے والے ہیں خوارج نے یہ جواب سکر کہا تم لوگوں کو ان کے ناموں کی وجہ سے اچھا کہتے ہو اور انکو ذبح کر ڈالا اور ان کی بیوی کا پیٹ پھاڑ کر مار ڈالا حضرت علیؑ معاویہ سے جنگ کے لئے ملک شام پر چڑھائی کی تیاری کر رہے تھے کہ آپکو یہ خبر پہونچی کہ خوارج ملک بین فساو کرتے ہیں اور مسلمانوں کو جہان پاتے ہیں مار ڈالتے ہیں اور انکا ارادہ یہ ہے کہ حضرت علیؑ شام کو چلے جائینگے تو ہم کو فے کو لوٹ لین گے اور رعایا سے کوفہ کو مار ڈالیں گے آپ نے شام کا ارادہ ملتوی کر کے خوارج کا تعاقب کیا اور نہروان پہونچ کر خوارج کو بہت کچھ سمجھایا تو آٹھ ہزار مان گئے اور توبہ کر کے حضرت علیؑ کی اطاعت قبول کر لی مگر چار ہزار نے نہ مانا ان کے سردار عبداللہ بن وہب راسبی اور حرقوص بن زبیر معروف بہ ذواللہ یہ تھے امیر المؤمنین علیؑ کرم اللہ وجہہ نے اُسے مقابلہ کیا اور دو ہزار چھ سو کو تہ تیغ کر ڈالا وہ دونوں سوار بھی کام آئے باقی بچ کر نکل گئے اور حضرت علیؑ کی طرف سے کل شتر آدمی مقتول ہوئے۔ بعد ازاں خوارج کے بقیۃ السیف میں سے ایک گروہ انہار کی طرف چلا گیا امیر المؤمنین علیؑ نے اُنکی پامالی کے لئے ایک لشکر بھیج دیا جس نے اُنکو بھی صفہ بہستی سے مٹا دیا اُنکے علاوہ ایک چھوٹا سا گروہ ہلال بن علیہ کے ساتھ میدان

سے کچھ لوگ بچے
تاریخ الخوارج

جنگ سے جان بچا کے بھاگ گیا تھا اُنے استیصال پر آپ نے معقل بن قیس کو مامور فرمایا چنانچہ اُس نے ہلال کے کل ہمارے یوں کو قتل کر ڈالا تیسرے گروہ کے ساتھ بھی یہی برتاؤ برتا گیا جو تھے کے ساتھ مدائن میں جنگ ہوئی پانچویں کے ساتھ شہر زور میں غرض یکے بعد دیگرے جہان جہان یہ گئے اٹکا وہیں سر بکڑ کے رگڑ دیا گیا معدودے چند جن میں ذرا دم غم باقی تھا اککا شریح بن ہانی نے خاتمہ کر دیا باقی رہے ضفاجن کا شمار انگلیوں پر ہو سکتا تھا اور جو پچاس نفر سے زائد نہ تھے اُنھوں نے اسن حاصل کر لی تھ اور مروج الذہب میں لکھا ہے کہ حضرت علی کے لشکر میں سے نو آدمی مارے گئے اور خوارج تمام کام آگئے صرف دس زندہ بچے اور دوضتہ الاحباب میں مذکور ہے کہ عبداللہ بن وہب راسبی کے ساتھ ایک نرہ آٹھ سو خوارج رہ گئے تھے جو سب مارے گئے اور تاریخ طبری میں بیان کیا ہے کہ جنگ نہروان میں حضرت علی کی طرف سے نو آدمی مقتول ہوئے تھے اور تاریخ عثم کوئی بن آیا ہی کہ خوارج کے چار ہزار آدمیوں میں سے صرف نو زندہ بچے کل مارے گئے اُن نو میں سے دو خراسان میں جا کر بھستان میں آباد ہوئے اور دو یمن کو چلے گئے اور دو عمان میں جا بیسے اور دو دریائے فرات کے کنارے پر مقام شن میں آباد ہوئے اور ایک تل فافان میں آباد ہوا اب سارے خوارج انھیں نو آدمیوں کی نسل سے ہیں خوارج گناہ پر تکفیر کرتے تھے امام پر خروج و قتال روار کھتے تھے یہ سب کے سب حضرت ابو بکر اور حضرت عمر کی محبت اور حضرت علی بن ابی طالب کے بغض میں غالی ہیں یہاں تک کہ بعض خوارج نے ابن ملجم قاتل جناب امیر کی مدح میں قصائد اور ابیات لکھی ہیں اور اہل سنت و جماعت نے اُنکا دندان شکن جواب دیا ہے یہ سب کلام استیجاب میں موجود ہے جلد دوم دینِ خالص کے صفحہ ۳۶ میں نواب صدیق حسن خان نے لکھا ہے لا حکم الا للہ سے مراد خوارج کی یہ تھی کہ ہم کوئی چیز قبول نہیں کرتے مگر جو قرآن میں ہے اور اس سے غرض اُنکی یہ تھی کہ ہم حدیث کا بھی اتباع نہیں کرتے حالانکہ ایمان کامل نہیں ہوتا جب تک سنت رسول کی اتباع نہ کی جائے جس طرح قرآن کی اتباع کی جاتی ہے کیونکہ جس ذات نے ہکو قرآن پہنچایا ہے اُس کا کلام حدیث ہے قرآن تو ہمیں رسول ہی سے

جانا ہے پس جب رسول کے ایک بیان کو نہ مانا تو قرآن سے بھی انکار ٹھہرا فتح البلاط
میں مرقوم ہے کہ حضرت امیر المؤمنین علی جب ابن عباس کو خاریجوں کے مناظرے
کے لئے بھیجے تھے تو فرماتے لَا تُخَاجِمُهُمْ بِالْقُرْآنِ فَإِنَّ الْقُرْآنَ حَقٌّ لَا دُودَ جَوْ
تَقُولُ وَيَقُولُونَ وَلَكِنْ حَاجَّجْهُمْ بِالسُّنَّةِ فَإِنَّهُمْ لَمْ يَجِدُوا عَنْهَا شَيْئًا يَصْطَلِحُونَ
قرآن کے ساتھ اُن سے بحث نہ کرنا اس لئے کہ قرآن میں بہت سی وجہیں ہیں ہم بھی
اُس سے استدلال کرو گے اور وہ بھی اُس کے ساتھ اپنی دلیل لائیں گے لیکن
اُن کے ساتھ سنت سے گفتگو کرنا کہ اُن کو اُس سے چھٹکارا نہ ہو سکیگا اور الزام پا جائیگا
بہر صورت خواجہ اہل تحکیم کے شرک پر اس آیت کے ساتھ استدلال کرتے ہیں
لَا يَشْرِكُ فِي حُكْمِهِ أَحَدٌ اِنِّیْنَہُ خدائے پاک اپنے حکم میں کسی کو شرک نہیں کرتا ۱۰

بعض کی رائے یہ ہے کہ حروریہ اور خوارج میں قدرے فرق ہے حروریہ کے نزدیک کبیرہ کا مرتکب مشرک ہوتا ہے ورنہ عامۃً خوارج کا یہ مذہب ہے کہ وہ کافر ہے نہ مشرک اور بعض خوارج کے نزدیک وہ منافق ہے دونوں کے تعلق کے طبقے میں جس کا نام ہاویہ ہے رہیگا اور موید الافاضل میں لکھا ہے کہ خوارج کے نزدیک مرتکب صغیرہ و کبیرہ دونوں کافر ہیں اور کہتے ہیں کہ ایمان جملہ طاعات کا نام ہے فرض ہوں یا نقل حروریہ کے نزدیک یہ بات ہے کہ ایک کبیرہ کرنے سے نام مرتکب کا بدل جاتا ہے نہ مومن کہلائے نہ کافر نہ مشرک اور حکم اُس کا یہ ہے کہ وہ ہمیشہ دونوں میں رہیگا۔ ان کو مرتکب کبیرہ کے واسطے وعید و خوف کے ثابت کر لئے ہیں اور یہ ماننے میں کہ وہ ہمیشہ دونوں میں رہے گا بڑا غلو ہے اسلئے ان کو وعید یہ بھی کہتے ہیں ان کا اتفاق ہے اس بات پر کہ ایمان اقرباب کرنا ہے ہر نصیحت سے پس یہ قوم ضد ہے مرجیہ کی نفی و اثبات وعدہ و وعید میں اس سے معلوم ہوا کہ حروریہ ایک قوم ہے خوارج کی جس طرح خوارج کے ساتھ فرقے اور ہیں

۴ اشتترکتنا بآلله حیث حکمتا غیرہ استدل لال بقولہ تعالی ولا یشرک فی حکمہ احد۱۲۱ منہ

الامام بن العاصي ومعاوية عمرو
 علي بن ابي طالب واكابر
 الطائفة خراجها على سيدنا
 الامام بن العاصي ومعاوية عمرو
 علي بن ابي طالب واكابر
 الطائفة خراجها على سيدنا

مذہب کے بین لکھا ہے کہ خوارج کو محکمہ بھی کہتے ہیں اس وجہ سے کہ انھوں نے دونوں حکم (یعنی ابو موسیٰ اشعری و عمر بن العاص) سے انکار کیا تھا اور مشہور یہ ہے کہ محکمہ ایک قسم ہے خوارج کی زائد ان سات فرقوں پر اور محکمہ اُن کو اسلئے کہتے ہیں کہ انھوں نے جناب امیر سے یہ بات کہی کہ حکم (ثالث) اُسکو مقرر کرنا چاہئے جو حکم کتاب اللہ کے موافق کرے اور جب بوجہ فریب عمر بن عاص کے ابو موسیٰ اشعری کے ساتھ جناب رضی نے حکیم (ثالثی) کو نامنظہر کیا تو اس وجہ سے وہ لوگ خفا ہو گئے اور جناب امیر کو چھوڑ دیا۔

خوارج کو نو اصحاب بھی کہتے ہیں مگر فتادی غریزی میں مذکور ہے کہ نو اصحاب فرقہ جدا ہے اور خوارج جدا نو اصحاب مغرب اور شام میں بہت تھے متوکل عباسی اور اُسکا وزیر علی بن جہم دونوں ناصبی تھے ۳۶۲ھ میں متوکل نے امام حسین کی قبر کے گرد اگر د کی تمام عمارت توڑوا ڈالیں اور حکم دیا کہ کوئی زیارت کے واسطے نہ جائے اور ابو یوسف یعقوب بن اسحاق معروف بہ ابن سکیت کو جسکی تالیفات سے اصطلاح المنطق لغت میں مشہور کتاب ہے اپنے بیٹوں کے مقابلے میں امام حسن و حسین کی تعریف کرنے پر مروا ڈالا اور اُسکے مصاحبوں میں سے ایک ہجرہ عبادہ نامی تھا وہ مختث اپنے چہنئے کے کپڑوں کے نیچے ایک گل تکیہ باندھ کر توندیلا کر لیتا تھا اور اپنا سر کھول دیتا تھا کیونکہ اُسکی چندیا پر بال تھے اور ناچتا تھا اور کہتا تھا آیا تو ندیلا جس کے سر پر بال نہیں مسلمانوں کا خلیفہ علی اور متوکل بیٹھا ہوا شراب پیتا اور ہنستا کچھ اوپر دس برس حکومت کر کے ۳۲۰ھ میں مارا گیا تعجب یہ ہے کہ شیخ محی الدین عربی نے فتوحات مکہ میں اُسکو اُن اقطاب میں شمار کیا ہے جنہیں ظاہر میں بھی حکومت اور سلطنت حاصل ہوئی۔ سیر المتاخرین میں لکھا ہے کہ محمد امین خان وزیر محمد شاہ شہنشاہ ہندوستان بھی اہل بیت رسالت کے ساتھ نہایت عداوت رکھتا تھا یہاں تک کہ ایک مینا کی زبان صرف اس وجہ سے کاٹی کہ وہ علی ولی اللہ کہا کرتی تھی جب میر جملہ عظیم آباد کی صوبہ داری پر مقرر ہوا تو امر اُس سے ملاقات اور رخصت کے لئے آنے لگے نعمت اللہ خان خلعت روح اللہ خان ایام عاشورہ اور مراسم تعزیر داری کی وجہ سے ملنے نہ جاسکا جب تعزیر ختم ہو چکے تو ایک دن یہ میر جملہ کے

پاس گیا اتفاقاً محمد امین خان بھی وہاں بیٹھا ہوا تھا نعمت اللہ خان نے دیر سے آئے گا
عذر بیان کیا اور کہا ماتم کی وجہ سے اس عرصے تک حاضر نہ ہو سکا دیر سے آنے کی معافی
چاہتا ہوں محمد امین خان نے کنائے کے طور پر کہا کیا آپ کے دولت خانے پر کوئی
صاحب مر گئے ہیں نعمت اللہ خان نے جواب دیا کہ موت تو کوئی واقع نہیں ہوئی سید الشہدا
کا ماتم تھا محمد امین خان نے کہا کہ اے صاحب اسکے کیا معنی یزید اور حسین دو صاحبزادے تھے
پس ہم کو یہ مناسب کب ہے کہ ایک کا ماتم کریں اور دوسرے کو بُرا جانیں اور اسکا اور اسکے
رفیقوں کا ماتم نہ کریں غرض کہ فرق ان دونوں فرقوں میں یہ ہے کہ خوارج اُن صحابہ کی خصوصیت ہے
باہم لڑائیاں کیں (جیسے طلحہ - زبیر - عثمان - علی - معاویہ - اور عمرو بن عاص) تکفیر کرتے ہیں
اور نواصب صرف حضرت علی اور اُن کی اولاد سے بغض و عداوت رکھتے ہیں۔ متاخرین
میں سے عبد الحمید مغربی بھی ثصبی ہے جس نے ایک کتاب تالیف کر کے اُس میں جناب
امیر کی نسبت دو قسم کے مطاعن لکھے ہیں ایک وہ کہ فقط نواصب ہی نے اُنکو بیان کیا، دوسری
شیعہ اور اہل سنت اُنکا انکار کرتے ہیں اور اس قسم کا اعتبار نہیں اسلئے کہ وہ محض اقرا
اور بہتان ہے ایسے مطاعن سے اُن جناب پر ذرا الزام عائد نہیں ہو سکتا اور وہ مطاعن
یہ ہیں مثلاً شرکت حضرت عثمان کے قتل میں اور شرکت بی بی عائشہ کی زنا کی تحت میں
وغیرہ وغیرہ۔ اور دوسری قسم کے مطاعن وہ ہیں جن کی اصلیت کتب شیعہ اور کتب
اہل سنت دونوں میں موجود ہے اور دونوں فرقوں کے ہاں سے اُنکی صحت ہو سکتی ہے
اس قسم کے مطاعن کا جواب اہل حق نے البتہ دیا ہے اور اہل حق کو اُن مطاعن کا کوئی
افسوس نہ کرنا چاہئے اسلئے کہ کوئی آدمی دنیا میں ایسا نہیں ہوا جس کے حق میں بدگو
اور عیب جو یوں نے طعن اور قلعج لکھا ہو خود جناب کبریاے الہی حرف گیران کجباتی ہیں
مصرعہ قبل ان لا اللہ ذو ولد بہ حضرت آدم سے لیکر تا حضرت خاتم النبیین فرقہ
حشویہ نے بہ تقریب انکار عصمت انبیاء علیہم السلام کے کیسے کیسے صنائر و کبار کو جناب
انبیاء کی طرف منسوب کیا ہے اور آیات و احادیث سے بزرگم خود ثابت کیا ہے۔ یہوونے
انکار عصمت ملائکہ میں یہی چال چلی ہے شیعہ نے خلفائے ثلاثہ اور ام المؤمنین عائشہ پر

کھنچے طعن کئے ہیں لیکن دانشمند جانتے ہیں کہ یہ باتیں اُن کی شان میں کوئی نقصان نہیں پہنچا کر سکتیں۔ واذا انتاث نقیصتی من ناقص بہ فہی الشہادۃ لی بانی کامل^۱ یعنی جب پہونچے تیرے پاس کوئی بُرائی میری کسی ناقص بدگوئی ٹارفت سے تو یہی گواہی ہو میرے لئے اس بات کی کہ میں کامل ہوں۔

خوارج کا نام شراۃ بھی ہے خوارج کہتے ہیں کہ اپنے اپنی جانوں کو دین کے واسطے خرید کر لیا جو اسلئے کہ پہنے ائمہ ظالم کی رفاقت سے کنارہ کشی کی اس وجہ سے ہم شراۃ ہیں کسی نے کہا یہ نام اُنکا اسلئے ہوا کہ وہ مسلمانوں پر نہایت محضناک تھے۔ اور خوارج کو مار قہ بھی کہتے ہیں اور وجہ تسمیہ احادیث ذیل سے معلوم ہوگی ابو سعید خدری سے بخاری و مسلم وغیرہ نے روایت کی ہے کہ رسول علیہ السلام مال غنیمت کہ حنین سے آیا تھا ہر آدمی کو بقدر حیات ہانٹ رہے تھے کہ آپ کے پاس قبیلہ بنی تمیم میں سے ایک آدمی آیا جسے ذوالنحو بصرہ کہتے تھے آپ سے کہنے لگا کہ تقسیم میں مدد کرو اور سب کو برابر دو آپ نے فرمایا افسوس تیرے حال پر جب میں نے نا انصافی کی تو اور کون انصاف کریگا حضرت فاروق نے آپ سے عرض کیا کہ حضور حکم دین تو میں اسکی گردن مار دوں حضرت نے فرمایا کہ ایسا مت کرو اسلئے کہ اُسکے ایسے یار ہونگے جن کے نماز اور روزوں کے مقابلے میں تم لوگوں کو اپنے نماز اور روزے حقیر معلوم ہونگے اور قرآن پڑھیں گے مگر قرآن اُن میں تاثیر نہ کرے گا دین سے ایسے نکلیں گے جیسے تیر شکار میں سے پیکان سے پر نک نکل جاتا ہے اور تیر میں کچھ اثر نہیں پایا جانا حالانکہ تیر نجاست اور خون میں ہو کر نکلا ہے اُسکے بعض اصحاب کی علامت یہ ہے کہ ایک مرد ہو گا سیاہ رنگ کہ اُسکے ایک بازو میں افزونی ہوگی پستان عورت یا گوشت کے ٹکڑے کی طرح کہ وہ ہلتی ہوگی بناوت کرینگے یہ لوگ اُن سے جو ب آدمیوں سے بہتر ہونگے ابو سعید کہتے ہیں کہ جب حضرت علیؑ نے خوارج سے جنگ کی تو میں اُن کے ہمراہ تھا جب فتحیاب ہوئے تو حکم دیا کہ اُس شخص کو مقتولین میں سے تلاش کرو جسکی نسبت حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ خبر دی تھی تلاش کیا تو اسکی تلاش ملی اور دیکھا تو وہی علامت موجود تھی جو آنحضرتؐ نے بیان کی تھی اُس

شخص کو زوالِ شدت یہ بھی کہتے تھے ثنائے مثلثہ کے صفہ اور دالِ حملہ کے فتح اور تشدید
 یا بے تحاشی سے یہی اُن خارِ جیون کا سردار تھا اور جھون نے کہا ہے کہ ذوالخویرہ
 سردارِ خوارج تھا یہ سوہبہ کیونکہ خوارج کا طور حضرت علیؑ کے زمانے میں ہوا، ہو حضرت
 صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد یہ تھی کہ ذوالخویرہ کی اصل سے خوارج نکلے اور حضرت علیؑ
 اور اُن کے یاروں سے جو اپنے زمانے کے لوگوں سے بہتر ہیں جنگ کریں گے اور
 شریک بن شہاب سے نسائی نے روایت کی ہے کہ ابو ہریرہ کہتے تھے کہ آنحضرتؐ نے
 ذوالخویرہ کے اُن گستاخانہ الفاظ کے بعد فرمایا یخرج فی آخر الزمان قوم کان هذا
 منهم یقرؤن القرآن لا یجاءوز تراقیمہم یمرقون من الاسلام کما یمرق السم
 من الرمیۃ سیماهم التخلیق لا یزالون یخرجون حتی یخرج آخرهم مع السیاحل
 آخر زمانے میں ایک قوم نکلے گی گویا کہ شخص اُنھیں میں سے ہے قرآن پڑھینگے کہ اُن کے
 گلے کی ہنسیوں سے نہیں بڑھیکا اسلام سے نکل جائینگے جیسے تیر شکار سے نکل جاتا ہے
 اُن کی علامت یہ ہے کہ اُنکے سرمندے ہونگے وہ ہمیشہ خروج کرتے رہینگے یہاں تک کہ
 اُن میں سے پچھلا شخص مسیح و جال کے ساتھ نکلیگا اور حدیث شفق علیہ میں حضرت علیؑ
 سے مروی ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خوارج کے حق میں بطورِ پیشین گوئی کے
 فرمایا تھا یقولون من خیر قول البریۃ لا یجاءوزایما فہم حناجرہم یمرقون
 من الدین کما یمرق السم من الرمیۃ فاینما لقیتموہم فاقتلوہم فان
 فی قتلہم اجر لمن قتلہم یوم القیامت یعنی بہترین قول خلق کہینگے (مطلب یہ ہے
 کہ قرآن بیان کریں گے ایمان اُن کا اُنکے گلوں سے تجاوز نہ کریگا دین سے اس طرح
 نکل جائینگے جیسے تیر شکار سے نکل جاتا ہے تم اُنکو جان پاؤ مار ڈالو قیامت کے دن
 اُنکے قاتل کو ثواب ملیگا اور اُنھیں کے حق میں ابوسعید خدریؓ سے مسلم نے روایت
 کی ہے یكون امتی فرقتین فیخرج من بینہما مارقتہلی قتلہم اولی ہما بالحق
 میری امت دو فرقے ہو جائے گی اُن میں سے ایک اور جماعت نکلنے والی خروج کریگی
 ان مارقتہ کو وہ شخص قتل کریگا جس کو حق سے بہت قربت حاصل ہوگی امت کے دو

فریق ہو جانے سے مراد یہ ہے کہ ایک جماعت امیر المؤمنین علی کی طرفدار ہو گئی اور دوسری نے معاویہ کی جاننداری کی اور اُن میں سے جس تیسری جماعت نے خروج کیا وہ مارقہ یعنی خوارج ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جن کو اُس وقت حق کے ساتھ بہ نسبت تمام امت کے زیادہ قربت حاصل تھی اُن مارقہ کے ساتھ قتال کیا تھا۔

خوارج کے بعض عقائد

ایک بار عاصم حبشی (بنو بسطام کے آزاد غلام) سے جو خارجی تھا اور عمر بن عبدالعزیز کے گفتگو ہوئی تھی وہ یہاں لکھی جاتی ہے کہ سینے کے قابل ہے عاصم کے ہمراہ ایک دوسرا خارجی بھی تھا۔ عمر بن عبدالعزیز تم لوگوں کو کس امر نے خروج اور انتقام پر مجبور کیا ہے۔

عاصم۔ ہلکو تمہاری سیرت سے کسی قسم کا اشتعال یا خیال انتقام نہیں پیدا ہوا تم بے شک عدل و احسان سے کام لینے ہو لیکن تم یہ بتاؤ کہ کرسی خلافت پر کس طرح متکین ہوئے لوگوں کے مشورے اور رضامندی سے یا بزور و غلبہ۔

عمر بن عبدالعزیز۔ نہ تو میں نے اسکی خواہش کی اور نہ میں نے بزور و غلبہ اُسکو حاصل کیا مجھ سے پیشتر ایک شخص نے میری ولیعہدی کی لوگوں سے بیعت لی تھی اس بنا پر میں نے زمام خلافت اپنے ہاتھ میں لی اور کسی نے اُس سے اختلاف و انکار نہ کیا اور تمہارا مذہب بھی یہی ہے کہ امیر المؤمنین وہی ہے جو لوگوں کی رضامندی سے امیر بنایا جائے اور عادل ہو اور اگر میں حق کا مخالفت ہوں تو میری اطاعت تم پر فرض نہیں ہے۔ عاصم اور اُسکا ہمراہی لیکن ایک بات باقی رہ گئی اور وہ یہ ہے کہ تم نے اپنے خاندان انوں کے افعال و حرکات سے مخالفت کی ہے اور اُسکو مظالم کے نام سے موسوم کرتے ہو پس اگر تم ہدایت پر اور وہ ضلالت و بیدینی پر رہے ہوں تو اُن سے جیزار می ظاہر کرو اور اُن پر لعنت بھیجو۔

عمر بن عبدالعزیز نے ہم کہہ سکتے ہیں کہ تم لوگوں نے بہ قصد آخرت خروج کیا ہے مگر افسوس ہے کہ اُسکا راستہ بھول گئے ہرگز اللہ جل شانہ نے کسی پر لعن کرنا مشروع نہیں کیا ہے

اور نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو لقان مبعوث کیا ہے۔ ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے کہا ہے ومن عصانی فانک غفور الرحیم (یعنی جو شخص میرا کتنا نہ مانے تو بے شک تو غفور و رحیم ہے) اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اولئک الذین ہدی اللہ فہداهم اقتدا (یعنی یہی لوگ ایسے ہیں جنکو اللہ تعالیٰ نے ہدایت کی ہے پس انہی کی راہوں کی پیروی کرو) میں نے اُنکے اعمال کو جو منظم سے تعبیر کیا ہے پس اس قدر اُسکی مذمت کافی ہے اور اگر گندگاریوں پر لعن کرنا واجب ہو تو بیشک تمپر یہ واجب ہے کہ فرعون پر لعن کیا کرو حالانکہ تم اُسپر لعن نہیں کرتے حالانکہ وہ بدترین ظالم تھا پس بن کیسے اپنے خاندان پر لعن کروں جبکہ وہ نمازین پڑھتے اور روزے رکھتے تھے بے شک ظلم کرنے سے وہ کافر نہیں ہو سکتے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو ایمان و شریعت کی طرف بلایا ہے جو اُس پر عمل کرے گا اُس سے یہ فعل قبول کیا جائے گا اور جو شخص کوئی نیا امر نکالے گا اُسپر حد جاری کی جائے گی۔

عاصم اور اُسکا ہمراہی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو توحید اور اُس چیز کے اقرار کی بھی تو دعوت دی ہے جو اُنپر نازل ہوئی ہے۔

عمر بن عبد العزیز۔ اُن لوگوں میں سے کوئی شخص ایسا نہیں ہے کہ جو اُسکا انکار کرتا ہو اور یہ کہتا ہو کہ میں سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل نہ کروں گا اصل یہ ہے کہ اُن لوگوں نے جان بوجھ کر اپنے کو ورطہ گمراہی میں ڈال دیا ہے۔

عاصم۔ تو تم اُن سے بیزار می ظاہر کرو اور اُنکے احکام کو رد کرو۔

عمر بن عبد العزیز۔ تم لوگ جانتے ہو کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے اہل رِدّت سے جسوقت جنگ کی تھی اُن کی خونریزی بھی کی تھی اور اُن کی عورتوں بچوں کو لونڈی اور غلام بنا لیا تھا اور حضرت عمر فاروقؓ نے اُن کو فدیہ کے ساتھ واپس کر دیا تھا اور ابو بکرؓ سے بیزار می نہیں ظاہر کی تھی اور تم لوگ بھی اُن دونوں میں سے کسی ایک سے بھی بیزار می نہیں ظاہر کرتے ہو اچھا اہل نہروان کی بابت کیا جواب دو گے تم جانتے ہو کہ اہل کوفہ اُن لوگوں کے گروہ سے نکل آئے تھے اور پھر وہ نہ لڑے اور نہ اُن سے

ملا علی قادری شیعہ فقہ اکبرین کہتے ہیں کہ خوارج نے نصب امام کو واجب نہیں بتایا ہے مگر ان میں سے ایک گروہ کہتا ہے کہ حالت فتنہ میں امام کا مقرر کرنا واجب ہے اور نہ ایک گروہ کہتا ہے کہ امن کی حالت میں واجب ہے انتہی شرح مقاصد اور نہایت العقول میں یہ دونوں مذہب ہشام بن عمرو غوطی اور ابوبکر اصم کی طرف منسوب کئے ہیں جو معتزلی ہیں بعض کتب میں لکھا ہے کہ خوارج کہتے ہیں کہ معاویہ نے حضرت علیؑ سے خلافت کیا تو اس میں معاویہ حق پر تھے۔ خوارج قیاس کے منکر ہیں وہ کہتے ہیں کہ عقل کے لئے ایک نظیر کو دوسری نظیر پر حل کر سکنے کی سبیل حاصل نہیں نہ احکام شرعیہ میں اور نہ غیر احکام شرعیہ میں از قبیل عقلیات و اصول دینیہ کے لئے اور بعض خوارج فرضیت زکوٰۃ کے منکر ہیں اور نماز کو سوا اپنے امام کے دوسرے کے پیچھے روا نہیں رکھتے اور ان کے نزدیک نماز کا وقت سے تاخیر کر کے پڑھنا اور روزہ رمضان کا ماہ رمضان کا چاند دیکھنے سے قبل رکھنا جائز ہے اور نکاح کرنا ولی کی موجودگی کے بغیر صحیح ہے اور ایک درم کا دو درم کو دست بدست بیع کرنا جائز قرار دیتے ہیں اور موزہ پسنکر نماز پڑھنا جائز سمجھتے ہیں اور ان کے نزدیک موزے پر مسح کرنا درست ہے اور سلطان کی فرمانبرداری ان کے ہاں ضروری نہیں ان کے اعتقاد میں امام کا قرشی اور معصوم ہونا لازم نہیں عادل ہونا کافی ہے اور عادل ہونے سے یہ مراد ہے کہ متقی اور پرہیزگار اور بامروت ہو گناہ کبیرہ کا مرتکب نہ ہو کہتے ہیں کہ اگر امام ظلم و جور کرے تو اسکا معزول کرنا واجب ہے یا اسکو مار ڈالنا چاہئے اور کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کی امامت کے لئے اپنے بعد نص نہیں کی تھی اور ان کے نزدیک کسی شے کا وجوب عقل کے ذریعہ سے ثابت نہیں ہوتا پس نہ ایمان باللہ کو عقل واجب کرتی ہے اور نہ عقل سے ایمان کی خوبی اور کفر کا قبیح درپٹا ہو سکتا ہے بلکہ یہ سب باتیں شرع سے جانی جاتی ہیں یہی راے مشہور کی ہے۔

خوارج کے مصنفین میں سے عبداللہ بن زید اور محمد بن حرب اور یحییٰ بن کامل اور سعید بن ہارون بن خوارج کا زیادہ مجمع عراق اور شام میں تھا۔ خوارج نے اجلع کا انکار کیا ہے۔

منتخب تاریخ طبری میں لکھا ہے کہ خوارج کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) خوارج کوفہ۔

مذہب خوارج
مذہب خوارج

مذہب خوارج
مذہب خوارج

(۲) خوارج بصرہ۔ خوارج بصرہ کی تعداد خوارج کوفہ سے زیادہ ہے خوارج کوفہ میں ہزار کے قریب تھے خوارج کوفہ کا رئیس نافع بن ازیق تھا اسلئے انکو ازارقہ کہا کرتے تھے علی العموم خوارج کا مذہب یہ کہ امام عادل ہونی علیہ السلام اور حضرت صدیق اور حضرت عمر کے مذہب پر پھر خوارج بصرہ کوفہ نے فروع میں اختلاف کیا ہے خوارج بصرہ کہتے ہیں کہ امام قریش میں سے چاہئے اُن میں سے کسی خاندان اور قبیلے کا ہو اور خوارج کوفہ کہتے ہیں کہ ہاشمی ہو خصوصاً حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد اور اہل بیت میں سے اور وہ حضرت علی کی اولاد پر نہ عباس اور حمزہ اور زبیر رضی اللہ عنہم کی اولاد (انتہی ترجمہ کلامہ) مجھے اس کلام میں نظر ہے اسلئے کہ ابوبکر صدیق اور عمر فاروق کی امامت کو عموماً خوارج مانتے ہیں اور انکی سیرت اور ان کے زمانہ خلافت کو سب سے اچھا جانتے ہیں اور جب کہ امامت کے ساتھ ہاشمی اور علوی کی قید لگائی جائے گی تو ان خلفاء کی امامت باطل ٹھہرے گی کیونکہ یہ نہ ہاشمی ہیں نہ علوی یہ قید تو شیعہ مانتے ہیں۔

خوارج کے مختلف ممالک میں وقتاً فوقتاً خروج کرنے پر ایک سرسری نظر

اسلئے میں جماعت مسلمین نے متفق ہو کے معاویہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی انھیں دنوں فروہ بن نوفل اشجعی نے حضرت علی وحسن رضی اللہ عنہما سے علیحدگی اختیار کر لی تھی اور پانچ سو کی جمعیت سے شہر زور میں آٹھرا تھا جب معاویہ کی حکومت کی بیعت ہو گئی تو فروہ نے اپنے خروج کیا معاویہ نے یہ خبر پا کے اہل کوفہ کو اُس سے جنگ کرنیکا حکم دیدیا اُس کے بعد خوارج نے طے سے عبداللہ بن ابوالحریشی کو امیر بنایا اہل کوفہ سے ایک گھمسان لڑائی ہوئی بعد ازاں خوارج نے حوثرہ بن وداع اسدی کے پاس اجتماع کیا اور ڈیڑھ سو کی جمعیت سے غنیمہ کی طرف بڑھے اس گروہ میں ابن ابوالحریشی کے باقی ماندہ ہمراہی بھی شریک تھے معاویہ کے حکم سے عبداللہ بن عوف نے اسے جنگ کی اور اُسکے کل ہمراہیوں کو باستثنا سے پچاس کے مار ڈالا جو جان بچا کے کوفہ پہنچے اور متفرق و منتشر ہو گئے یہ واقعہ جمادی الاخریٰ اسلئے کا ہے معاویہ کوفہ سے شام کو چلے گئے تو فروہ بن نوفل اشجعی نے

پھر خروج کر دیا شہر زورہ میں ابن ربیع کے ہاتھ سے مارا گیا بعد اسکے کونے کے حاکم مغیرہ بن شعبہ نے خبیب بن ابجر کی طرف ایک شخص کو روانہ کیا جس نے اُسکو قتل کر ڈالا یہ خبیب ابن ثعلبہ کے دوستوں سے تھا یہی معاویہ کے پاس حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خوشخبری لے کے آیا تھا معاویہ نے اس خیال سے کہ یہ مبادا مجھ پر بھی اپنا ہاتھ صاف نہ کرے خبیب کے قتل کا حکم دیدیا یہ خبر پا کے کونے کے اطراف و جوانب میں چھپا اور لوگوں کو معاویہ کے برخلاف اُبھارنے لگا بعد ازاں مغیرہ کو یہ خبر لگی کہ خوارج میں سے چند لوگ حملے کا قصد کر رہے ہیں اور اُنکا سردار معن بن عبد اللہ محارب بن ہے مغیرہ نے معن کو گرفتار کرا کے مار ڈالا بعدہ مغیرہ پر ابو مریم نے جو بنی حرث بن کعب کا آزاد غلام تھا خروج کیا اُسکے ساتھ عورتیں بھی لڑنے کو نکلی تھیں مغیرہ کے حکم سے چند آدمیوں نے اُنکو قتل کر ڈالا پھر ابو لیلیٰ نے چند خدام کے ساتھ خروج کر دیا ستر آدمیوں کے قتل بن قیس رباح کے ہاتھ سے مارا گیا ان واقعات کے بعد ابن عامر والی بصرہ پر بصرہ میں سہم بن غانم جنی نے ستر آدمیوں کی جمعیت کے ساتھ خروج کیا جس میں حطیم یعنی یزید بن مالک البابی بھی تھا ابن عامر اور بعض صحابہ نے انہیں سے اکثر آدمیوں کو قتل کر ڈالا جو باقی رہ گئے انھوں نے اسن حاصل کر لی۔ جب ستر آدمیوں زیاد دارہ بصرہ ہوا تو حطیم ایک گروہ مجتمع کر کے بصرہ پر بڑھا بصرہ کے قریب پہونچ کے اُسکے ہمراہی بخوف جان اُس سے علیحدہ ہو گئے زیاد نے حطیم کو گرفتار کرا کے قتل کیا پھر خوارج کا اجتماع کوفہ میں ہوا یہ لوگ جنگ نہروان کے بقیۃ السیف تھے جو کسیدہ زخمی ہو کے مقتولین میں دب و با کے رہ گئے تھے ستور بن قتیبہ انکا امیر تھا مقام ساہل میں قتل بن قیس کے ہاتھ سے شکست پائی ستور و موصل دونوں لڑکے لائے گئے بقیہ خوارج کا قتل کشتیاں میں بنی مخرز بن شہاب تمیمی نے کام تمام کر دیا با ستفنا پانچ چھ آدمیوں کے ایک شخص بھی جانبر نہوا اب زیاد و خوارج کے ساتھ سختی کا برتاؤ کرنے لگا اور اُن میں سے ایک گروہ کثیر مار ڈالا۔ بعد اُسکے ستر آدمیوں ابن خراش عجمی نے تین سو آدمیوں کی جمعیت سے زیادہ پر خروج کیا اور مارا گیا۔ پھر مقام بصرہ میں ستر آدمیوں کے ساتھ خوارج کے ستر آدمیوں نے عبد القیس کے قبیلے سے خروج کیا اور طواف کے ہاتھ پر عہد امتد بن زیاد کے قتل کرنے کی بیعت کی

ابن زیاد کو اُسکی اطلاع ہوئی اُسنے فوج بھیجی سب کے سب لڑکے مارے گئے اس واقعہ کے بعد ابن زیاد نے خوارج پر سختی شروع کی اُن میں سے ایک گروہ کو قتل کر ڈالا اور خوارج کی جستجو و گرفتاری و قتل میں بڑی کوشش کی زمان حکومت عبدالملک بن مروان میں کوفے سے اُن لوگوں نے خروج کیا اُنکا سردار نافع بن ازرق تھا اور اُنکی بغاوت کا سیلاب بصرے تک پہنچ گیا پھر نجدہ بن عامر نے جونا بن نافع بن ازرق کے ہمراہیوں سے تھا زور باندھا پھر خوارج نے سلسلہ میں حجاج بن یوسف ثقفی گورنر بصرہ و کوفہ یعنی عراق پر چڑھائی کی اور سلسلہ تک اُسکو اپنی لڑائیوں میں مصروف رکھا سلسلہ میں صالح بن مسیح تمیمی نے بنو امراء القیس بن زید مناة سے خروج کیا یہ مارا گیا تو خوارج نے شیبہ کو اپنا سردار بنایا بعد شیبہ نے بگیا اور خوارج میں نفاق پیدا ہو گیا ایک گروہ کثیر مارا گیا عہد حکومت عمر بن عبدالعزیز میں سرحدی پر شوذب خارجی نے دوسوا آدمیوں کی جمعیت سے سرزمین خون میں خروج کیا تھا یہ قبیلہ بنی لشکر سے تھا اور اسکا نام بسطام تھا اور آخر کار لشکر شام کے ہاتھ سے مع اپنے کل ہمراہیوں کے قتل ہوا اس واقعہ کے بعد خوارج نے ایک مدت دید تک دم نہیں مارا یہاں تک کہ عہد حکومت ہشام بن عبدالملک سلسلہ میں بہلول بن بشر بن شیبان الملقب بہ کشار نے خروج کیا اُسکے ساتھ شتر آدمیوں سے زیادہ نہ تھے زیادہ عرصہ نہ گزرنے پایا تھا کہ بہلول اور اُسکے جانشین اور سب خوارج مار ڈالے گئے اس واقعہ کے دو برس بعد بختری صاحب اشب نے خالد قسری پر خروج کیا اور آخر کار اُسکے گروہ میں سے ایک بھی جانبر نہوا اہل کوفہ کے ہاتھ سے سب مارے گئے بعدہ وزیر سختیانی نے چند نفر کی جمعیت سے خالد پر حیرہ میں خروج کیا لشکر خالد نے سب کو قتل کر ڈالا اُسکے بعد صحاری بن ضعیب بن یزید نے اطراف جبل میں خروج کیا بالآخر صحاری اور اُسکے کل آدمی مارے گئے ان واقعات کے بعد خوارج میں پھر ایک تازہ جوش اُن دنوں پیدا ہوا جبکہ عراق و شام میں فتنہ و فساد برپا ہو رہا تھا اور مروان حمار اُس بغاوت کے فرو کرنے میں مصروف تھا سرزمین کفر تو تا میں سعید بن بہدل شیبانی نے اہل جزیرہ کے دوسوا آدمیوں کی جمعیت سے علم بغاوت بلند کیا یہ حروریون

کے خیالات کا پابند تھا انھیں دنوں بسطام مہیسی نے ربیعہ کے اسی قدر آدمیوں کے ساتھ خروج کر دیا اور یہ سعید کے خیالات کا مخالف تھا اسکو سعید نے تباہ کر دیا اور خود سعید عراق میں جا کے مر گیا ضحاک بن قیس اُسکا جانشین ہوا یہ مروان کے مقابلے میں کام آیا اسکے بعد خیبر کی خوارج کا سردار ہوا اور مارا گیا پھر شیبان بن عبدالعزیز لشکر کی کوجسکی کینت ابوالدلف تھی خوارج نے اپنا سردار بنایا اُسکو ابو مسلم کے ایک افسر نے مار ڈالا۔ پھر ابو حمزہ خارجی و طالب اُمتی نے خروج کیا اور مروان بن محمد کے لشکر سے شکست پاکر مارے گئے ان حوادث کے بعد خوارج کی ایسی ہوا بگڑی کہ تازمان ظہور دوات عباسیہ کسی نے نہ اٹھایا پھر سلسلہ میں ملید شیبانی خارجی نے جزیرہ میں علم بغاوت بلند کیا منصور عباسی کے حکم سے خازم بن خزیمہ اُس سے لڑا اور ملید کو مع اُسکے ساتھیوں کے مل ڈالا پھر سلسلہ عہد حکومت منصور ہی میں حسان ہمدانی نے اطراف موصل میں خروج کیا اور آخر کار میدان جنگ میں اسیر ہو گیا حسان نے خوارج کے عقائد اپنے مامون حفص بن اشیم سے سیکھے تھے حفص بن اشیم فقہائے خوارج سے تھا منصور کو اُسکے خروج کی خبر پہنچی تو اُس نے تعجب سے کہا ہمدان سے خارجی حاضرین نے عرض کیا یہ حفص بن اشیم کا بھانجا ہے منصور بولا تب ہی منصور کو تعجب اس وجہ سے ہوا تھا کہ ہمدانی عام طور سے شیعیان علی میں داخل تھے سلسلہ میں ہمدی عباسی کے عہد میں یوسف بن ابراہیم نے خراسان میں خروج کیا ایک گروہ کثیر اُسکے پاس مجتمع ہو گیا ہمدی نے یزید بن مزید شیبانی برادر زادہ معن بن زائدہ کو اُسکی سرکوبی کے لئے روانہ کیا ایک بہت بڑی خونریز جنگ کے بعد یزید نے یوسف کو مع اُسکے چند ہمراہیوں کے قید کر لیا پھر سلسلہ میں خلیفہ ہمدی ہی کے دور حکومت میں حمزہ بن مالک خراسانی نے جزیرہ میں علم بغاوت بلند کیا مگر اُسکے بعض ہمراہیوں نے سازش کر کے اُسکی پر جو حملہ زندگانی کا خاتمہ کر دیا بعد اُسکے آخری زمانہ ہمدی میں نہوتیم کے ایک خارجی نسیم نامی نے سرزمین موصل میں خروج کیا جس کے خیالات صالح بن مسرج سے بہت زیادہ ملتے جلتے تھے خلیفہ ہمدی کے سپہ سالار کے مقابلے میں مع اپنے چند ہمراہیوں کے مارا گیا اور باقی بھاگ کھڑے ہوئے خلیفہ رشید کے دور حکومت سلسلہ میں بنو تغلب سے ولید بن ظریف خارجی نے جزیرہ میں

سر اٹھایا خلیفہ نے یزید بن مرزہ بن زائدہ شیبانی کی ماتحتی میں ایک عظیم الشان لشکر
مقابلے پر روانہ کیا رمضان ۹۷ھ میں جنگ ہوئی خوارج نے نہایت مردانگی سے
مقابلہ کیا آخر کار ولید مارا گیا ان واقعات کے بعد خوارج کا دور دورہ عراقی و شام سے
جاتا رہا اگر کسی نے کہیں پر متفرق طور سے شاذ و نادر مراٹھا یا تو مقامی حکام نے
فوراً سرکچل دیا یا شتتہاے خوارج بربر کے جو فریقہ میں تھے کیونکہ دعوت خارجیہ ان میں
اُس زمانے سے شیعہ پذیر ہوئی تھی جب سے کہ ظفری سلسلہ میں افریقہ گیا تھا بعد اسکے
ایا ضیہ و صفریہ کی دعوت بربر میں سے ہوا زہ اور لمایہ اور نفزہ اور مغیلہ میں اور زناتہ
میں سے بنو مغراوہ و بنو یفرین میں پھیل گئی خوارج میں سے بنو ستم کی ایک دولت
مغرب اوسط میں تھی بعد انہی لوگوں میں سے عہد حکومت عبیدہ میں بنو یزید بن غلہ
مغربی افریقہ چلا گیا تھا اس سے اور خلفائے عبیدہ میں سے اکثر لڑائیاں ہوئیں پھر
بعد اسکے یوما فیوما خوارج گرنے ہی گئے یہاں تک کہ انکے قوائے حکومت مضحل ہو گئے انکی
جماعت منتشر و متفرق ہو گئی اب انکے آثار اُن بربر کے اعقاب میں باقی ہیں جنکا زمانہ
دور اول میں گذرا ہے ابن خلدون کہتا ہے کہ اس وقت تک (یعنی آٹھویں صدی ہجری
تک) صحراے بلاد زناتہ میں انکا اثر تصور رہے و داویہ اور شعوب زناتہ سے مغراوہ
میں باقی ہے جو راہبہ کے نام سے موسوم اور عبد اللہ بن وہب راہبی کی طرف
منسوب کئے جاتے ہیں یہ پہلا شخص ہے جسکی عہد خلافت علی بن ابی طالب میں بیعت
کی گئی تھی اس زمانے تک بوجہ دوری عقائد اہل سنت و جماعت کے وہ لوگ اپنے
انھیں خیالات فاسد میں گرفتار ہیں اور اسی طرح جبال طرابلس و زناتہ میں اس
مذہب کا بوجہ مجاورت بربر کے ایک اثر باقی ہے اور لوگ اس مذہب کے پابند ہیں
ان بلاد سے اس وقت تک ہمارے پاس رسائل اور بڑی بڑی کتابیں ان کی فقہ
و عقائد و فروع کی آتی ہیں جنکا منشأ سنت و طریق سنت کے مٹانے کا ہے مگر اوجہ
اصول فاسد ہونے کے انکا طریقہ تالیف و ترتیب نہایت نفیس ہوتا ہے۔ اطراف
بحرین و عمان میں بلاد حضرموت و شریقیہ میں اور اطراف موصل میں بھی ان کے

آثار ہر دولت کے دور میں پائے جاتے تھے یہاں تک کہ علی بن ہدی نے خولان سے
 یمن میں خروج کیا اور اس مذہب کی علانیہ دعوت دی اتفاق سے اُس وقت جو لوگ ملوک
 یمن تھے وہ اُنہر غالب آئے اور نبو صلیحی نے اُن کو پامال کر ڈالا جو دعوت عبید میں کے
 بانی تھے اور یمن کے اُن مالک کو جو اُن کے قبضے میں تھے چھین لیا زبید اور اطراف
 زبید پر بھی بنو نخل و ابن زیاد کے آزاد غلاموں سے قبضہ لے لیا بیان کیا جاتا ہے کہ
 اُس وقت تک بلاد حضرموت (ملک یمن) میں اُس گروہ کے کچھ لوگ باقی ہیں۔ زنجبار
 (ملک افریقہ) کا سلطان فرقہ اباضیہ میں سے ہے۔

خوارج کے فرقوں کی تفصیل یہ ہے

ایک یہیہ یہ لوگ بیس بن ہبسم بن جابر کی طرف منسوب ہیں جو قبیلہ بنی سعد بن
 ضبع سے تھا شرح مواقف میں اسی طرح ہے اور غنیۃ الطالبین اور ملل و نحل شہرستانی
 میں ابو بیس لکھا ہے اور صحیح بھی ہے اسلئے کہ تعریفات سید شریف میں لکھا ہے یہیہ
 اصحاب ابی بیس بن ہبسم بن جابر اور فائس الفنون میں بھی ابی بیس ہے اور شیخ
 ابو نصر لمی کی تعریفات میں ابو بیس الہبسم بن جابر مرقوم ہے اور ابن خلدون کی
 تاریخ میں بھی ابی بیس ہبسم بیان کیا ہے اُسے زمانہ ولید بن ہشام میں شہرہ حاصل
 کی تھی حجاج نے اُسکے گرفتار کرنے کی بہت کوشش کی مگر ہاتھ نہ لگا اور مدینے کو
 بھاگ گیا وہاں عثمان بن جبان مزی نے گرفتار کر لیا ولید کو جب اسکی گرفتاری کی
 خبر پہونچی تو عثمان کو لکھا کہ اس کے دونوں ہاتھ اور دونوں پاؤں کٹ کر قتل کر دو عثمان نے
 حکم کی تعمیل کی ابو بیس نے ابراہیم اور میمون کی تکفیر کی ہے اسلئے کہ بیعت امامت میں
 اُنکو اختلاف تھا اسی طرح واقفہ کی بھی تکفیر کی ہے اسکا اعتقاد ہے کہ ایمان عبارت ہے
 اقرار اور معرفت خدا اور اُس چیز کے علم سے جسکی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تبلیغ کی ہو
 جو کوئی ایسی چیز کا ارتکاب کرے جسکی حلت و حرمت سے واقف نہ ہو وہ کافر اور بعض
 بیسیہ کی پیرا سے ہے کہ وہ شخص کافر نہیں ہوتا جب تک امام مطلع ہو کر اُسپر حد جاری

مگر سے اور جس چیز پر جدجاری نہیں ہوتی وہ معاف ہے اور جس وقت امام سے کفر صادر ہوگا تو ساری رعیت بھی کافر ہو جائے گی اور اطفال کا حال کفر و ایمان میں ان کے مان باپ کا سا ہے اگر وہ کافر ہیں تو یہ بھی کافر ہونگے اور جو مان باپ یا نذر بہن تو یہ بھی ایماندار ہونگے اور بعض یہ کہتے ہیں کہ شراب کا نشہ حلال ہے اور نشے کی حالت میں آدمی کے قول پر مواخذہ نہیں اور بعضوں کی یہ رائے ہے کہ جب نشے کی حالت میں ارتکاب گناہ کبیرہ کا ہو تو وہ نشہ حرام ہو جاتا ہے اور افعال عباد کو عباد کی طرف منسوب کرتے ہیں اس فرقہ کو مہمضمیمہ بھی کہتے ہیں ابن خلدون کہتا ہے کہ فرقہ بیسیہ فرقہ اباضیہ سے ہے۔

دوسرے مرد اسمیہ یہ فرقہ ابو بلال مرد اس حنظلی کی طرف منسوب ہے اسکی مان کا نام ادیہ اور باپ کا نام حدیر تھا اور قبیلہ بنی تمیم سے تھا اور نہایت عابد اور زاہد اور پرہیزگار تھا جنگ نہروان میں حاضر تھا اسکی بیوی بنی یربوع کی عورت تھی اور اپنے زمانے کی عابدہ عورتوں میں سے تھی ابن زیاد نے اس عورت کو گرفتار کر کے قتل کروا دیا اور تمام خوارج کے ساتھ مرد اس کو بھی قید کر دیا مگر جیلر نے اسکو عابد و زاہد پا کر اجازت دیدی کہ شب کو اپنے مکان کو چلا جایا کرے ایک دن ابن زیاد نے تجویز کی کہ کل ان تمام مجوس خوارج کو قتل کر ڈالنا چاہئے ابو بلال کے ایک دوست نے جو ابن زیاد کا مقرب تھا اسکو امیر کے اسل راوے سے اطلاع دیدی مگر یہ اپنے معمول کے موافق مکان سے مجس کو چلا گیا داروغہ نے ابو بلال سے کہا کہ امیر کا یہ ارادہ ہے کیا تم کو بھی اسکی خبر ہو چکی ہے ابن مرد اس نے کہا ہاں مجھکو یہ حال معلوم ہے داروغہ نے کہا کہ پھر تم موت کے منہ میں کیوں چلے آئے ابو بلال نے جواب دیا کہ آپ نے مجھے احسان کیا تھا پھر میں کیسے روپوش ہو کر آپکو کشاکش میں ڈالتا جب خوارج کو ابن زیاد نے قتل کرنا شروع کیا تو جیلر نے یہ سارا قصہ اُس سے بیان کر کے سفارش کی اور رہائی دلا دی ابو بلال مرد اس خوف جان سے اہواز کی طرف چلا گیا اور ابن زیاد سے متوحش ہو کر سب سے چالیس آدمیوں کے ساتھ اہواز میں خروج کیا جس طرف اسکا گذر ہوتا تھا مسلمانوں کا مال و اسباب چھین کے اپنے ہمراہیوں کو

دیدیتا تھا جو کچھ باقی رہ جاتا وہ صاحب مال کو واپس کر دیتا ابن زیاد نے اسکی روک تھام کرنے کو اسلم بن زرعہ کلابی کو دو ہزار پیادوں کی جمیعت سے روانہ کیا لڑائی ہوئی مرزاس نے اتنی دلیری سے اسلم کی فوج کا مقابلہ کیا کہ اسکو شکست فاش ہوئی تب ابن زیاد نے عباد بن علقمہ مازنی کو روانہ کیا جس نے ایک مقام میں ان کل خارجیوں کو بحالت ناز کسی کو رکوع میں کسی کو سجدے میں قتل کر ڈالا کسی نے اپنی حالت تک نہ تبدیلی کی یہ واقعہ السیہ ہجری کا ہے عباد بن علقمہ مرد اس کا سر کاٹ کر بصرے کو لیکیا یہ تمام خوارج جو اُسکے ساتھ شریک تھے مرداسیہ بن خوارج میں اُسکو درع کی وجہ سے بہت عظمت تھی یہ شخص جنگ صفین میں سیدنا علیؑ کے ہمراہ تھا اور بوجہ تحکیم کے اُن سے علیحدہ ہو گیا تھا نہروان کی لڑائی میں خوارج کے ساتھ شریک ہو کر جناب امیر سے جنگ کی تھی اسکا مذہب یہ تھا کہ عورتوں کا جہاد میں شریک ہونا حرام ہے اور کہتا تھا جو ہم سے جنگ کر گیا ہم اُس سے جنگ کرینگے اور جو ہماری طرف داری کر گیا ہم اُس کے دوست ہیں اور کہتا تھا جب تک لڑائی میں دشمن کی طرف سے ابتدا نہ ہو اُس سے نہ لڑنا چاہئے ایک بار ابن عامر والی بصرہ کو اسنے قبا پنے دیکھا تو بڑا مانا اور کہنے لگا یہ فساق کا لباس ہے ابو بکرؓ نے اُسکو جواب دیا کہ سلطان کے حق میں ایسے الفاظ نہ کہنا چاہئے اس لئے کہ جو سلطان سے بغض رکھتا ہے اشد اُس سے بغض رکھتا ہے۔

تیسرے ازرقہ یہ ابی راشد نافع بن ازرق بن قیس بن نہار بن انسان بن اسد بن صبرہ بن ذہل بن دول بن حنیفہ کی طرف منسوب ہیں جب ابو بلال مرداس مارا گیا اور ابن زیاد نے اُسکے اصحاب کو بہت تنگ کیا تو نافع نے خوارج سے کہا کہ اشد نے تمہیں جہاد فرض کیا ہے حکام ظالم تمہیں ظلم کرتے ہیں اسلئے مناسب ہے کہ تم کو چلو اگر عبد اشد بن زبیر تمہارے مذہب کے موافق نکلیں تو اُنکے ساتھ شریک ہو کر حکام ظالم پر جہاد کرو اور اگر وہ تمہاری راے سے مخالف ہوں تو اُن کو حرم میں سے نکال دینا چاہئے چنانچہ یہ اُنکے پاس گئے اور اُنکے شریک ہو کر فوج شام سے لڑے فوج شام بوجہ انتقال زبیر کے مکے سے شام کو لوٹ گئی تو انھوں نے عبد اشد بن زبیر کے سامنے حضرت عثمانؓ کے

بہت سے مطاعن بیان کیے کہا کہ جو لوگ اُن کے قتل میں شریک تھے ہم اُنکو اچھا جانتے ہیں اور جو لوگ اُن کے دوست ہیں ہم اُن سے بیزار ہیں آپ کی رائے اُن کے حق میں کیا ہے جبکہ اللہ نے کہا کہ جو حضرت عثمانؓ کو بُرا جانتا ہے میں اُس سے بیزار ہوں اور اُن کے دوست کا دوست ہوں اُنکی خوبی میں کوئی کلام نہیں تو نافع بن ازرق اور عبد اللہ بن صفار سعدی اور عبد اللہ بن اباض اور حنظلہ بن میس اور بنو ماخور اور بنو سلیط بن یربوع سے عبد اللہ و عبید اللہ و زبیر و داران خوارج کہ سب نبی تمہم سے تھے اُنکو چھوڑ کر بے کچلے آئے اور بکر بن وائل کے قبیلے سے ابو طلحہ اور ابو ذکیر عبد اللہ بن ثور بن قیس بن ثعلبہ اور عطیہ بن اسدیشکری یمامہ کو چلے گئے جب ابن زیاد پر رعیانے چاروں طرف سے بغاوت کر رکھی تھی تو نافع بن ازرق نے تین سو خوارج کی جمیعت کے ساتھ بصرے میں خروج کیا اور جلیخانے کو توڑ ڈال کر اہل بصرہ آمادگی کے ساتھ ان خوارج کے مقابلے کو کھڑے ہو گئے اسلئے نافع وہاں نہ ٹھہر سکا اور شوال ۳۷ھ میں امواز پہونچا نجدہ بن عامر بھی اُسکے ہمراہ تھا بہت سے خوارج نے اُسکا ساتھ دیا اُن میں سے عبد اللہ بن صفار سعدی اور عبد اللہ بن اباض بن نافع اور اُسکے اصحاب ابو بلال کی رائے پر تھے اور مولانا علی کو بوجہ ثانی کے کافر کہتے تھے اور حضرت عثمانؓ اور طلحہ اور زبیر اور بی بی عائشہؓ اور عبد اللہ بن عباسؓ اور اُن مسلمانوں سے جو اُنکے ہمراہ تھے بیزار تھے اُنکو بُرا کہتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ سارے ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے اور کہتے تھے کہ ہمارے مخالفین کے شہدار الکفر ہیں اور جو اُن میں سکونت اختیار کرے وہ بھی کافر ہے اور اطفال ہمارے مخالفین کے دوزخ میں جائینگے اور مخالفین کی اولاد اور عورت کو قتل کرنا حلال جانتے تھے اور کہتے تھے کہ مشرکین کے اطفال اپنے مان باپ کے ساتھ دوزخ میں جائینگے اور وہاں ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے اور مسلمانوں کی امانتوں کو جائز سمجھ کے صرف کرڈالنا اُنکے نزدیک روا تھا کیونکہ یہ اُنکو کفار میں شمار کرتے تھے اور نقیہ کو قول و فعل دونوں میں حرام بتاتے تھے اور رجم زانی محسن کے منکر تھے اسلئے کہ قرآن میں مذکور نہیں کہتے تھے کہ جو کوئی محسنہ عورت پر زانی تہمت کرے

۱۲
 ص و بعد یلدا والا فاجرا کفار علی ان تنزل الا لخطا و رضی النساء عن لا جنبینہ حلال غلاما انظر ذلک فارقہ طاغیة من اصحابہ ثم قتل بنی قنقارۃ

اسکو حد مارنا چاہئے اور جو کوئی محسن مرد پر تہمت کرے اُس پر حد جاری نہیں ہوگی اور چور کا ہاتھ
 قلیل و کثیر میں کاٹنا چاہئے اور اُنکے زعم میں مرکب کبیرہ کا فر ہے اور وہ ہمیشہ کفار کی طرح
 دوزخ میں رہیگا اور استدلال اس پر اس سے کرتے تھے کہ شیطان نے جو گناہ کبیرہ کیا تو وہ
 کافر ہو گیا کیونکہ اُس کو اللہ نے حکم دیا کہ آدم کو سجدہ کر اُس نے نافرمانی کی اور سجدہ نہ کرنا کبیرہ
 گناہ ہے ورنہ ابلیس اللہ کی وحدانیت کا عارف تھا یہی حال مسلمان کا ہے کہ گو وہ اللہ کی
 وحدانیت کا عارف ہوتا ہے مگر کبیرہ کرنے سے کافر ہو جاتا ہے۔ اور کہتے تھے کہ بنی سے
 صد در گناہ جائز ہے اور ہر گناہ اُنکے نزدیک کفر ہے۔ اور ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کوئی نبی
 مبعوث کرے اور اُسکے علم میں یہ بات ہو کہ یہ نبوت کے بعد کافر ہو جائیگا اور ابن مہم قتل
 حضرت علیؑ سے خطا وار نہیں ہوا بلکہ حق پر تھا۔ کتاب الاول میں ابو ہلال عسکری نے
 کہا ہے کہ نافع بن ازرق جس کی طرف ازرقہ منسوب ہیں اس آیت میں سرایت لا تَدْخُلْ
 عَلَی الْاَرْضِ مِنَ الْکَافِرِیْنَ دَیَّارًا اِنَّکَ اِنْ تَذَرَهُمْ یُضِلُّوْا عِبَادَکَ
 وَ لَا یَلِدُوْا اِلَّا فَا جِرًا اَکْثَارًا یعنی اسے رب زمین پر کافروں کا ایک گھربے والا بھوڑا
 تحقیق اگر تو اُنکو چھوڑ گیا تو وہ تیرے بندوں کو بہکا دیں گے اور بدکار کفر کرنے والا جنینگے
 یوں تاویل کرتا تھا کہ جو لوگ ہم سے مخالفت ہیں اُنکے بچوں کو قتل کرنا اور اُنکی عورتوں کو
 ہلاک کرنا حلال ہے جب اُس سے یہ قول ظاہر ہوا تو اُسکے اصحاب میں سے ایک گروہ
 اُس سے پھر گیا پھر سنقا باز میں نافع مار گیا انتہی کلامہ ازرقہ کے نزدیک مومنین
 کے لئے روایے صحیح نہیں بلکہ انکی خواہش بھی ایک قسم کی وحی ہیں جو حضرت رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد سے منقطع ہو گئی۔ تاریخ کامل میں مذکور ہے کہ نافع نے
 ازرقہ سے کہا کہ جو ہمارے ہم مذہب جماد میں شریک نہوئے اُنکے ساتھ دوستی رکھنا حلال نہیں
 نہ اُنکے ساتھ مناکحت حلال ہے نہ اُنکا ذبیحہ کھانا حلال ہے اور نہ اُنکی شہادت قبول کرنا چاہئے

منقول از تاریخ
 ابی ناسعہ الامم موجودہ
 کتب خانہ ریاست رام پور
 رقم خوردہ اور ناقص ہوئے کی
 اس تاریخ کا مفضل حال
 وہ سے اس کتاب میں نادر اور
 معلوم ہو اس کتاب میں
 معتبر کتب ابی کا حوالہ ہے اور
 روایت شدہ اس کی اصل عبارت
 علی کتاب الارشاد کی اصل عبارت
 یہ رقم تاول نافع بن قرق
 وهو الذی نسبت الیہ لا ازرقہ
 قول اللہ تعالیٰ ابی کافرین
 لا ادفع من الکافرین
 و یار اللہ قولہ

انسان سے علم دین کیلئے چاہئے نہ اُنکو وراثت پہنچ سکتی ہے اُنکے اطفال کا قتل کرنا درست ہے
 لیکن سے نفرت رکھنا چاہئے اور تمام مسلمان کفار ہیں مثل کفار عرب کے پس اُنکے واسطے
 دوا نہیں ہونا چاہئیں یا قتل کئے جائیں یا اسلام قبول کریں نافع کے کچھ اصحاب نے اُسکی
 اس رائے سے اتفاق کیا اور کچھ نے مخالفت کی اُن مخالفین میں سے ایک نجدہ بن عامر
 اور شخص یاسہ کو چلا گیا نافع نے ابن اباض اور ابن صفار کو یہ سب اپنی رائے لکھ بھیجی
 ابن صفار نے نافع کا خط پڑھ کر رکھ دیا اور اپنے اصحاب سے اُسکا حال نہ بیان کیا اس خیال سے
 کہ مبادا اُن میں تفرقہ اور اختلاف پڑ جائے مگر ابن اباض نے وہ خط لیکر پڑھا اور کہا
 اشد نافع کو موت دے یہ رائے اُسکی صحیح نہیں اگر قوم مشرک ہوتی اُسوقت یہ معاملات اُسکے
 ساتھ کرنے کے قابل تھے مگر وہ شرک سے بری ہیں لیکن وہ کفار نعمت و احکام ہیں بلکہ صرف
 یہ چاہئے اُنکو قتل کریں جب تک ہماری رائے وہ نہ تسلیم کر لیں اور سوا قتل کے کوئی اور معاملہ
 اُنکے ساتھ نہ برتنا چاہئے ابن صفار بولا اشد تم دونوں سے بیزار ہوا اسلئے کہ تو نے نہایت
 قصور کیا اور ابن ازرق نے غلو کیا اور اسی طرح اور خوارج کہنے لگے اور ان میں بڑا اختلاف
 پڑ گیا۔ سترہ ہجری تک نافع کو بڑی شوکت حاصل ہو گئی اسلئے کہ اُسوقت ملک میں سازش
 و فساد کے جال پھیلے ہوئے تھے اور عبید اللہ بن زیاد سے نافع کا ابھی تدارک نہ ہو سکا تھا کہ بصرہ
 سے شام کو بھاگ گیا اور عبید اللہ بن زبیر کی طرف سے عبید اللہ بن حرث بن نوفل بن حرث
 بن عبد المطلب بصرہ کے حاکم مقرر ہوا تو اُس نے پانچزار آدمی مسلم بن عبید بن کوثر بن بکر
 کی ماتحتی میں مقرر کر کے ازرقہ سے جنگ کے لئے روانہ کئے اہواز کے علاقہ میں ۸ جمادی الاول
 ۳۰ھ میں دونوں لشکروں میں لڑائی ہوئی اثنائے جنگ میں پہلے تو مسلم مارا گیا بعد ازاں
 تلف بن ازرق اہل بصرہ نے حجاج بن باب حمیری کو اپنا امیر بنایا اور ازرقہ نے اپنا سردار
 عبید اللہ بن ماز کو مقرر کیا تھوڑی دیر کی جنگ کے بعد حجاج اور عبید اللہ بھی راہی عالم
 آخرت ہوئے تب اہل بصرہ نے ربیعہ بن اخطم کو اور ازرقہ نے عبید اللہ بن ماز کو امارت
 کی کرسی پر بٹھایا لڑائی جاری رکھی یہاں تک کہ شام ہو گئی اتفاق وقت سے ازرقہ کی
 کمک پر کچھ لوگ آگئے جس سے اُنھوں نے تازہ دم ہو کر اہل بصرہ پر حملہ کر دیا اہل بصرہ اس ناگہانی حملے سے

گھبرا کر بھاگ کھڑے ہوئے ربیعہ بن اذہم مارا گیا اہل بصرہ نے بجائے اسکے حارثہ بن بدر کو
 امیر بنایا حارثہ نہایت تیزی سے منہزین کو لوٹا کے پھر میدان جنگ میں لایا اور کمال
 چستی سے لڑا کے ازارقہ کو پسپا کر دیا اور اس خیال سے کہ مبادا ازارقہ پھر یورش نکرے
 اہواز میں ڈیرے ڈال دئے بعد اسکے عبداللہ بن زبیر نے حکومت بصرہ سے عبداللہ بن حارث
 کو معزول کر کے قبل یعنی حارث بن ربیعہ کو مامور کیا ازارقہ نے فوراً بصرہ سے ہلکے کر دیا خف
 بن قیس نے اسے دئی کہ ازارقہ کی جنگ برائے بن ابی صفہ کو متعین کرنا چاہئے وہی
 کچھ انکے دانت کھٹے کر لیکا اہل بصرہ نے بھی اسکی بابت عبداللہ بن زبیر سے خط و کتابت
 کی عبداللہ بن زبیر نے اسکو منظور فرمایا چنانچہ مہلب لشکر اسلام سے بارہ ہزار فوج
 منتخب کر کے ازارقہ کی طرف براہ پل روانہ ہوا اس اثنا میں حارثہ بن بدر مع ان لوگوں
 کے جو جنگ ازارقہ میں اس کے ہمراہ تھے آپہنچا حارثہ بن ربیعہ نے انکو بھی مہلب کی طرف
 واپس کر دیا اور حارثہ کشتی پر سوار ہو کر یہ قصد بصرہ چلا اتفاق سے کشتی نہر میں ڈوب گئی
 مہلب کے مقدمہ انجمن پر اسکا پناہ مقرر تھا اس سے اور ازارقہ کے مقدمے سے لڑائی
 ہوئی مگر وہ نے ازارقہ کے مقدمے کو سوق اہواز سے پسپا کر کے مادر تک پہنچے ہٹا دیا
 اسوقت مہلب سواف میں ٹھہرا ہوا تھا ازارقہ نے مگر وہ سے شکست کھا کے مہلب کے لشکر
 پر ایک پُر زور حملہ کر دیا جس سے مہلب کی رکاب کی فوج تتر بتر ہو گئی لیکن شام ہو جانے
 کی وجہ سے لڑائی خود بخود رک گئی اور اگلے دن تک یہ لڑائی نہ ہوئی موقوف رہی
 اس اثنا میں مہلب فرصت پا کے وحیل کو قطع کر کے عقیل میں آاترا بعد وہاں سے کوچ
 کر کے ازارقہ کے قریب پہونچ کے مورچہ قائم کر دیا اور اپنے لشکر کے ارد گرد خندق کھدوائی
 پیروں و جاسوس مقرر کرنے ایک روز شب کے وقت ازارقہ کے لشکر سے عبیدہ بن ہلال
 وزیر بن مامور لشکر مہلب پر شب خون مارنے کو آئے ہشیار پانے کے واپس چلے گئے۔
 مہلب نے یہ قصد جنگ خروج کیا از دو تمیم اس کے میمنہ میں تھے قبیلہ بکر و عبدالقیس میسرہ
 میں اور اہل عالیہ قلب میں ازارقہ کے میمنہ میں عبیدہ بن ہلال و سکری اور میسرہ بن زبیر
 بن مامور تھا فریقین نے نہایت اطمینان و استقلال سے لڑائی شروع کی ہوازن کچھ جھلے

اسکی سختی بڑھتی گئی آخر الامر مہلب کے لشکر کے قدم استقامت میدان جنگ سے ڈل گئے
 کمال بنری سے کھبر کے بھاگ کھڑے ہوئے منہزمین نے بھاگ کر یوہ دین دم لیا مہلب نے
 ایک بلند مقام پر کھڑے ہو کر اپنے بھاگے ہوئے لشکر کو آواز دی جس سے تقریباً تین ہزار
 آدمی ٹھہر گئے جو اکثر قبیلہ ازوہ کے تھے مہلب انکو تسلی اور جوش مردانگی کی داد دیتا ہوا
 لشکر ازرقہ پر لوٹ پڑا اور شدت سے لڑائی کا آغاز کر دیا ازرقہ جواب تک نہ دے سکے
 عید اللہ بن مانور اور بہت سے سردار مارے گئے باقی جو بہت اُنھوں نے اطراف اصفہان
 و کرمان میں جا کے دم لیا اور زبیر بن ماحور کو اپنا امیر بنائے اصطخر کی طرف چلے آئے
 مصعب ابن زبیر نے جو اپنے بھائی عبداللہ بن زبیر کی طرف سے والی عراق ہو کے وارد
 بصرہ ہوئے تھے مہلب کو بلا دے موصل و جزیرہ اور اربینہ کی حکومت پر بھیج کر حکومت
 فارس و جنگ ازرقہ پر عمر بن عبداللہ بن معمر کو مامور کر دیا عمر نے حکومت فارس کے
 زبیر پر قدم رکھتے ہی اپنے بیٹے عید اللہ کو ازرقہ کی جنگ پر بھیج دیا ازرقہ سے اُسکو
 مار ڈالا بعد ازاں زبیر امیر ازرقہ اور عمر بن عبداللہ والی فارس سے چھڑ گئی عمر بن
 عبداللہ نے ازرقہ کو نہایت دیکھے اُن کے ستر آدمیوں کو مار ڈالا قطری بن فجارہ و صلح
 بن خرقی محاصرہ توڑ کے مع ازرقہ نیشاپور کی جانب چلے گئے عمر بن عبداللہ نے نیشاپور
 میں پہنچنے کے لڑائی چھیڑ دی ازرقہ نے نیشاپور سے نہایت اٹھا کے اصفہان
 کا قصد کیا۔ اصفہان میں اپنی طرح دم بھی نہ لینے پائے تھے کہ تب لرزہ نے
 مزاج پر سی کر ڈی کھبر اس کے عمر بن عبداللہ کے لشکر کی گذرگاہوں سے بچتے ہوئے
 فارس کی طرف بڑھے ساجور اور ارہان ہوتے ہوئے بقصد عراق وارد ہوا وہاں سے
 چونکہ عمر بن عبداللہ بھی اُنکے پیچھے پیچھے نہایت تیزی سے قطع منازل کر رہا تھا اور مصعب
 کا لشکر بل پر پڑاؤ ڈالے ہوئے پڑا تھا وجہ سے زبیر نے مع ازرقہ کے ابواز سے
 نکل کے سرزمین صرصر کو طے کیا اور مدائن پر متواتر تیغ و خنجر مارنے لگا اہل مدائن
 کے لڑکوں اور مردوں کو قتل کر ڈالتا اور حاملہ عورتوں کے پیٹ پھاڑ پھاڑ
 کے بچے نکال کے مار ڈالتا تھا والی مدائن مقاومت سے عاجز ہو کے

بھاگ کھڑا ہوا انھیں ازرقہ کا ایک گروہ قتل و غارت کرتا ہوا کرخ تک پہنچ گیا ابو بکر بن
 مخنف مقابلے پر آیا لڑائی ہوئی میدان جنگ ازرقہ کے ہاتھ رہا ابو بکر بن مخنف عین ہمرکہ
 میں کام آیا تب الی کوفہ حرث بن ربیعہ قبیلہ نے ازرقہ کی سرکوبی کی غرض سے کوچ کیا ازرقہ
 خبر پا کے بھاگ کر رہے پہونچے یزید بن حرث بن دوم شیبانی والی رے میدان جنگ میں
 ہزیمت پا کے مارا گیا بعد اُسکے ازرقہ نے اصفہان کا رخ کیا اصفہان کا امیر عتاب بن درقار
 تھا چند مہینے اصفہان کا محاصرہ کئے ہوئے شہر پناہ کے دروازہ پر و زانہ جنگ کرتے رہے
 عتاب بن درقار طول محاصرہ سے گھبرا کے شہر پناہ کا دروازہ کھول کے باہر نکل آیا اور کھلے
 میدان لڑا کہ ازرقہ کو ہزیمت دیدی زبیر امیر ازرقہ مارا گیا عتاب نے ازرقہ کو چاروں طرف
 سے گھیر لیا ازرقہ نے قطری بن فجاءہ مازنی کے ہاتھ ہزیمت کر لی جس کی کینت ابو نعاس
 تھی اور اسکے ہمراہ کرمان کی طرف چلے گئے اور پھر وہاں سے مجتمع ہو کے اصفہان کی جانب
 لوٹے اصفہان میں تو داخل نہ ہو سکے ابواز جا پہونچے اور وہیں قیام کر دیا اسی اثنا میں صوبے
 مہلب کو موصل و جزیرہ وغیرہ کی حکومت سے واپس بلا کے جنگ ازرقہ پر مامور کیا مہلب نے
 ایک باقاعدہ لشکر مرتب کر کے خوارج کا قصد کیا مقام سولات میں مقابلے کی نوبت آئی آٹھ
 ماہ تک مسلسل لڑائی ہوتی رہی مصعب کے مارے جانے کے بعد عبد الملک کے حکم سے حجاج
 امیر عراقین ہو کے آیا تو مہلب نے اُسکے حکم سے ازرقہ سے لڑائی چھیڑ دی اور اُنکو ایک خفیف
 جنگ کے بعد گازرون کی طرف پسپا کر دیا اور مہلب نے بہ قصد جنگ ازرقہ نیشاپور میں قیام
 کیا اور تقریباً ایک سال وہیں ٹھہرا ہوا لڑتا رہا کرمان ازرقہ کے قبضے میں تھا اور فارس مہلب کے
 تصرف میں جبکہ ازرقہ کی رسد فارس سے بند ہو گئی تو مجبور ہو کے میدان جنگ سے کرمان
 کی طرف لوٹے اور مقام جیرفت میں پہونچ کے مورچہ قائم کیا مہلب نے لڑکر اُن کو پسپا کر دیا
 مہلب کا کل فارس پر قبضہ ہو گیا اور وہ برابر اٹھارہ مہینے تک ازرقہ سے جنگ کرتا رہا لیکن
 کبھی کسی قسم کی کامیابی اُسکو حاصل نہ ہوئی بعد اسکے اتفاق وقت سے خود ان لوگوں میں
 اختلاف پیدا ہو گیا بعض نے اس اختلاف کا سبب یہ بیان کیا ہے کہ مقطر نامی ایک
 شخص قطری کی جانب سے کرمان کے کسی شہر کا عامل تھا اُس نے ازرقہ میں سے ایک

شخص کو قتل کر ڈالا ازارقہ نے قطری سے مقطر کے قصاص لینے کو کہا قطری نے
 جواب دیا کہ مقطر سے غلطی ہو گئی اس غلطی کی تاویل کر دینا چاہئے اور یہ سابقین میں سے
 بھی ہے میں اس کو قتل نہ کروں گا ازارقہ میں اس جواب سے اختلاف پیدا ہو گیا۔ اور
 بعض نے یہ سبب بیان کیا ہے کہ ازارقہ کے لشکر میں ایک شخص تھا جو زہر آلود تیرنا تھا
 جس سے مہلب کے لشکر کو بچہ نقصان پہنچنا تھا مہلب نے ایک خط لکھ کے ایک شخص کے
 حوالے کیا اور یہ سمجھا دیا کہ اس خط کو ازارقہ کے لشکر میں اس طرح پر چھوڑاؤ کہ کوئی شخص
 ٹکونہ دیکھنے پائے اتفاق سے یہ خط سردار لشکر ازارقہ کے ہاتھ پڑ گیا کھولا تو لکھا ہوا تھا تمہارے
 زہر آلود تیر بھیجے ہوئے ہمارے پاس پہنچے اس لئے میں تم کو ایک ہزار درہم بھیجتے ہیں سردار
 لشکر نے تیر ساز کو بلا کے دریافت کیا تیر ساز نے انکاری جواب دیا سردار لشکر نے اُس کے
 قتل کا حکم دیا عبد ربہ الکبیر نے اُس تیر ساز کے قتل سے ناراضگی ظاہر کی اور یہی امر ازارقہ
 میں اختلاف کا باعث ہوا اور بعض کہتے ہیں کہ مہلب نے ایک نصرانی کو قطری کے پاس بھیجا
 تھا اور یہ ہدایت کر دی تھی کہ قطری کے روبرو جاتے ہی سجدہ کرنا جو ان ہی اُس نصرانی نے
 قطری کو سجدہ کیا ازارقہ نے اُس کو قتل کر ڈالا اور اُس لڑام کی باداش میں قطری کو مغرب
 کر کے عبد ربہ الکبیر کو امارت کی کرسی پر بٹھا دیا ازارقہ کے گروہ کا جو تھا یا پانچواں حصہ
 قطری کے ہمراہ ہو گیا مہنبون قطری اور عبد ربہ الکبیر کے ہواخواہوں میں لڑائی ہوتی رہی
 بعد ازاں قطری تو طبرستان چلا گیا اور عبد ربہ الکبیر کرمان میں ٹھہرا ہوا مہلب نے قطری کے
 چلے جانے کے بعد لڑائی چھیڑ دی اور جیرفت میں اس پر محاصرہ ڈال دیا بالآخر عبد ربہ الکبیر
 طول محاصرہ سے گھبرا کے مع اپنے مال و حریم و اسباب کے نکل کھڑا ہوا مہلب نے نہایت سختی
 سے حملہ کیا نامی نامی جنگ آور ازارقہ کے مارے گئے لڑتے لڑتے آلات حرب ٹوٹ گئے
 ازارقہ کمال بے سروسامانی سے بھاگے مہلب مظفر و منصور جیرفت میں داخل ہوا اور چند
 ساعت آرام کر کے تعاقب کی غرض سے سوار ہو گیا جیرفت سے چار فرسنگ کے فاصلے پر
 عبد ربہ الکبیر کو جا گھیرا صبح سے دو پہر تک کمال شدت سے لڑائی ہوتی رہی یہاں تک کہ لڑنے والے
 لڑتے لڑتے تھک گئے مہلب نے لڑائی موقوف کر دی محاصرہ ڈالے رہا بعد ازاں ازارقہ نے

مرنے اور مارنے کا باہم عہد و پیمان کر کے دوبارہ لڑائی شروع کر دی اور اس مردانگی سے لڑے کہ ملب اور اُسکے ہمراہیوں کے چھلکے چھوٹ گئے مگر آخر کار ملب کو فتحیابی ہوئی اور وہ میدان جنگ چھوڑ کے بھاگ کھڑے ہوئے تقریباً چار ہزار ازارقہ مارے گئے ازان جملہ خود عبداللہ الکبیر بھی تھا اس میں ہرگز نو زیر سے ازارقہ مارے گئے گروہ کا کوئی متنفس جان نہیں ہوا مگر معدورے چند جنگناکار انگلیوں پر ہر سہتا تھا۔

جن دونوں ازارقہ بین نزاع پیدا ہو گیا تھا حاج نے سفیان بن ابر کلبی کو ایک عظیم الشان لشکر کے ساتھ قطری کی سرکوں کو طبرستان کی جانب روانہ کر دیا تھا اتفاق سے اسحاق بن محمد بن اشعث بھی لشکر کوفہ کو لئے ہوئے اسی دن طبرستان کے قریب پہونچا دونوں نے متفق ہو کے قطری سے طبرستان کے ایک کھائے میں مقابلہ کیا اشنا سے جنگ میں قطری کے ہمراہی قطری سے علیحدہ ہو گئے اور قطری دور موڑے سے ٹکرایا غار میں جا پڑا اس عرصے میں ایک عجیب نس عورت سے ہوئے گذر اقطری نے پانی کی خواہش ظاہر کی عجیب نے خدمت کا معاوضہ طلب کیا قطری نے اسے اس سے زیادہ سے زیادہ دیا اور اس عورت سے رخصت ہو کے اُس غار کے اندر چلا گیا اور وہاں سے کبھی باہر نہ آیا اور وہاں ہی دبا قطری کا سر زخمی ہو گیا عجیب فرط خوشی سے چلا آٹھا چند لوگ اہل کوفہ کے دوڑ پڑے اور قطری کو مار کر سر کاٹ لیا قطری کے مارے جانے کے بعد سفیان نے بلا جہال و قتال ازارقہ مارا اور اس سے اس کے کی آبدیشہ کر دیا شہر سے گڑ سنگی اس دور میں بھی نہ گھوڑوں اور اونچے کر کے لٹا لئے جب لھوڑوں اور چو یا یون نے بھی کفایت نہ کی تو مارے اور جا۔ نے کی قسمیں کھائے کا صرہ توڑ کے لڑتے ہوئے نکلے سفیان نے سجون کو یا مال کر ڈالا بعض علماء سے تاریخ کا یہ بیان ہے کہ قطری اور عبداللہ الکبیر کے مارے جانے سے جو ازارقہ کے پکھلے رئیس تھے ازارقہ کی حکومت منقرض ہو گئی پہلا نہیں بلکہ تابع بن ازارق تھا تقریباً بیس برس تک اُن کا دور رہا۔

چوتھے خدات یہ لوگ نجدہ بن نامر بن عبداللہ بن سامر بن مفرج کے متبع ہیں

خطوط مقرری وغیرہ بین نجدہ کے باپ کا نام عامر بنی لکھا ہے اور امام رازی نے نہایت قبول
 میں کہا ہے کہ نجدات نجدہ بن عکیر کے منیع ہیں اور شرح مقاصد میں نجدہ بن عویر کے اصحاب
 بتایا ہے ابن خلدون نے نجدہ کے پیر داد کا نام سیر بیان کیا ہے اور تاریخ یافعی میں لکھا ہے
 کہ نجدہ لون اور جیم اور ال مہملہ کے ساتھ ہے شخص نے حذاف سے تھا کہ ملک یا مدین ایک قوم ہے
 قبیلہ نسیم سے نافع بن ازرق کے ہمراہ رہتا تھا اس نے مذہب میں بعض باتیں اپنی طرف سے
 پیدا کیں تو یہ اس سے علاوہ ہو گیا اور یہ امام کرچا لیا۔ ویا ان ابو طالت سے بیعت کر لی
 اور بنو حنیفہ کے شہر حصارم میں بنی چارہ رہنے کو سب نیک رحمت نام لکھے لوٹ لیا اور ان
 سبھوں کو اپنے ہمراہیوں میں نفعیہم کروایا واقعہ سلسلہ کا یہ بعد اس کے ایک قافلے سے
 تعرض کیا، جو بحرین یا بصرے سے آئے ہوئے تھے، بعد ازاں بن زبیر کے پاس جاتا تھا نجدہ
 نے اس کو لوٹ لیا اور ابو طالت کے پاس بیٹھ گیا اور کہا کہ مال تو تقسیم کر لو اور ان آدمیوں سے
 زمین میں محنت و مزدوری پیش کرنا ہی راوی کہ یہ بات یہ ہے جو بنی نے اس کے قول کے
 موافق تعمیل کی اور کہا ابو طالت سے نجدہ ہمارے لئے بہتر ہے اور ابو طالت کو چھوڑ کر نجدہ
 سے بیعت کر لی ابو طالت بھی اس بیعت میں شریک ہو گیا یہ واقعہ سلسلہ کا ہے اور نجدہ
 کی عمر اس وقت میں تیس سال کی تھی اس کو لوگ امیر المؤمنین کہتے تھے اسکے اصحاب
 کو نجدہ ہارے نہیں کہتے کہ وہ یہاں ان کے اور جد کے بیٹے وانوں کے فرق رہے بیعت
 لینے کے بعد نجدہ نے بنو سبہ بن سبیحہ جزاعی کی اور تاجستانی کے ساتھ انکو پسپا کیا
 بعد وہاں سے لوٹ کر یاسہ کی طرف آیا اور زمین بن زبیر آدمیوں کی بھیڑ بھاڑ کے ساتھ
 سلسلہ میں بحرین کی طرف کوچ کیا اور نجدہ الشاہ کے قبیلے کو براہ کرد یا ان کے جہ قدر عورت
 و مرد ہاتھ لگے انکو توڑی و غلام بنایا نجدہ بہت عظیم الشان اور اپنے بیٹے مطرح
 کو قوم عبد القیس کے مقرر و نر سے لڑائی کے لئے نویر کی طرف روانہ کیا مطرح اور
 بہت سے آدمی یہاں مارے گئے نجدہ کے قدم بحرین میں جم گئے معجب بن زبیر حاکم بصرہ
 نے سلسلہ میں عبد اللہ بن عمریشی اور کی مانع بنی چارہ زبیر آدمیوں کا لشکر نجدہ کی
 سرکوبی کو روانہ کیا نجدہ نے اس فوج کو شکست دی پھر نجدہ نے علی بن اسود کے ہمراہ

ایک جماعت عثمان کو بھی عطیہ نے اُس طرف کے شہر فتح کر لئے اور اپنی طرف سے اس مقام کا ابوالقاسم کو افسر کر کے عطیہ چلا گیا اہل عمان نے ابوالقاسم کو مار ڈالا اور عمان سے خوارج کو نکال دیا اُس کے بعد عطیہ و نجدہ بین مخالفت پیدا ہو گئی عطیہ نجدہ سے علیحدہ ہو کے عمان چلا آیا اہل عمان نے شہر بین داخل نہونے دیا اور عطیہ اُسے تسخیر نہ کر سکا مجبور ہو کے براہ دریا کرمان کی طرف چلا گیا اور یہاں اپنا مقام کر دیا اور ایک ٹکسال درہمون کی جاری کی اور ان درہم کا نام عطویہ رکھا اور کرمان میں عطیہ اتنا جا کہ جب مہلب نے اس پر لشکر بھیجا تو یہاں سے سیستان کو بھاگ گیا اور پھر یہاں سے سندھ کی طرف چلا گیا اور پھر مقام فندابیل میں سواران مہلب کے ہاتھ سے مارا گیا اور بعض کہتے ہیں کہ خوارج کے ہاتھ سے قتل ہوا جیسا کہ علامہ ابن اثیر نے تاریخ کامل میں تصریح کی ہے۔ اور الخطط والآثار میں مذکور ہے کہ نجدہ نے عطیہ بن اسود کو سیستان کی طرف بھیجا تھا اُس نے اپنا مذہب مرو میں ظاہر کیا پس اُس کے متبع عطویہ مشہور ہو گئے۔

نجدہ نے ابن عمیر کی شکست کے بعدادیہ نشینوں سے صدقہ وصول کرنا شروع کیا اور کاظمہ میں بہت سے بنی تمیم اُس کے آدمیوں کے ہاتھ سے مارے گئے اور پھر اہل صنعا بیعت لی پھر نجدہ نے اہل حضرموت پر ابو ندیک کو فوج دیکر بھیجا اُس نے ان سے صدقہ وصول کیا اور نجدہ ۶۹ یا ۷۰ میں آٹھ سو یا دو ہزار چھ سو آدمیوں کی جمعیت کے ساتھ مکہ کو گیا اور عبداللہ بن زبیر سے ایک معاہدہ قرار پا کر حج کیا پھر نجدہ مدینہ کی طرف آیا اہل مدینہ اس سے آمادہ بہ جنگ ہوئے مجبور ہو کے طائف کی طرف چلا گیا اثنائے راہ میں عبداللہ بن عمر بن عثمان کی ایک لڑکی سے ملاقات ہو گئی خوارج نے اُس غریب لڑکی کو پکڑ کے نجدہ کے پاس پہونچا دیا اور پھر بنظر امتحان نجدہ سے اُس لڑکی کے فروخت کرنے کا سوال کیا نجدہ نے کہا میں نے اسکو آزاد کر دیا اس پر خوارج نے جواب دیا کہ اس سے نکاح کر لو نجدہ بولایا اپنے نفس کی مختار ہے اور میں تو اس سے نکاح کرنا پسند نہیں کرتا نجدہ نے ابن عمر بن خطاب کو ایک خط لکھا اُس میں کئی چیزوں کے مسئلے دریافت کئے ابن عمر نے جواب دیا کہ ابن عباس سے دریافت کرنا چاہئے چنانچہ

اُسے اُسے دریافت کیا جب نجدہ طائف کے پاس آیا تو عاصم بن عروہ بن مسعود ثقفی
اُسکے پاس آئے اور اپنی قوم کی طرف سے اُس سے بیعت کی اور اس طرح اہل طائف
اُسکے شر سے محفوظ رہے یہاں سے نجدہ ہجرین کو جلا آیا اور یہ حکم دیا کہ کوئی تاجر یہاں سے
اور یہاں سے غلہ حرمین کی طرف نہ لیجائے ابن عباس نے نجدہ کو ایک خط لکھا کہ جب
ثامہ بن اشاک اسلام لایا تو اُس نے غلے کی روانگی اپنے ہاں سے اہل مکہ کی طرف بند
کر دی حالانکہ اہل مکہ اُس وقت میں مشرک تھے حضرت سرور عالم نے اُسکو لکھا کہ اہل کلمہ اللہ
ہیں ان سے غلے کی رسد نہ بند کرنا چاہئے اُس نے ارشاد کی تعمیل کی باوجودیکہ ہم مسلمان ہیں
تو نے ہم سے غلہ روک دیا نجدہ نے یہ تحریر دیکھ کر اپنے اُس امتناعی حکم کو منسوخ کر دیا
بعد اسکے نجدہ کے اصحاب اُسکی طرف سے بظن ہوئے لگے اور اُسکی مخالفت پر آمادہ
ہوئے تو اُسکے نائبوں کو جا بجا رعایائے اپنے ہاں سے نکالنا شروع کیا اور وہ اختلاف
کی یہ ہوئی کہ ابوسنان حمی بن دائل نے نجدہ سے کہا کہ جو شخص تم سے بیعت نقیہ کی وہ سے
کرے اُسے قتل کر ڈالنا چاہئے نجدہ نے ابوسنان کو بہت سخت و سخت کہا اور کہا کسی کو
اللہ نے علم غیب نہیں دیا ہے اُسے ہلکو چاہئے کہ ظاہر پر حکم کرین اور عطیہ بن اسود
بھی نجدہ کی مخالفت پر آمادہ ہو گیا تھا اور سبب اسکا یہ تھا کہ نجدہ نے ایک چھوٹا سا
لشکر بھری مقامات کو بھیجا اور ایک لشکر بری مقامات کو روانہ کیا اور لشکر بھری کو
لشکر بری سے زیادہ دیا تو اس بات پر عطیہ نے نجدہ سے نزاع کیا اور ناراض ہوا
نجدہ نے عطیہ کو ڈانٹا اور لوگوں کو اشارہ کر دیا کہ اُسے قتل کر ڈالیں عطیہ نے اپنے
غصے کو ضبط کر کے نجدہ کے سرداروں میں سے ایک شخص پر شراب نوشی کی حد جاری
کرتے کی درخواست کی کہ وہ شراب پیا کرتا تھا نجدہ اُسکی نسبت کہنے لگا کہ اگرچہ وہ شراب
پیتا ہے مگر دشمنوں کے حق میں ہلا سے بے درمان ہے اور تحقیق سرور عالم نے مشرکین سے
مدد چاہی تھی نجدہ کے اصحاب اُسکی اس بات سے ناخوش ہوئے اور اُنکی ناخوشی کا
ایک اور سبب بھی پیدا ہو گیا اور وہ یہ ہے کہ عبدالملک نے نجدہ کو تحریر کیا کہ جو کچھ تم نے
آج تک مخلوق کی خونریزی کی ہے اور مال چھینے ہیں وہ تمکو معاف کئے جاتے ہیں

اور تنکو پیامہ کا مالک کیا جاتا ہے بشرطیکہ تم ہماری اطاعت کرو خوارج کو اس خط کا کسی
 ذریعہ سے پتہ لگ گیا عطیہ نے کہا کہ یہ تحریر عبد الملک کی ضرور اس بات پر دلالت کرتی ہو
 کہ اُس نے نجدہ کے دین میں کوئی خرابی اور کمزوری پائی ہوگی اور عطیہ اُسے چھوڑ کر عمان کو
 چلا گیا اسی طرح بہت سی باتیں جمع ہو گئیں کہ نجدات نے ابو فدیک عبد اللہ بن
 ثور کو اپنا رئیس مقرر کر لیا جو بنی قیس بن ثعلبہ کے قبیلے سے تھا اور اب نجدات
 فدیک کی یہ کہلانے لگے نجدہ علاقہ ہجر کے ایک گاؤں میں چھپ گیا ابو فدیک نے اُسکی
 تلاش کے لئے آدمی متعین کئے فدیک نے اُس سے کہدیا تھا کہ اگر تم نجدہ کو تلاش
 کر کے قتل نہ کرو گے تو ہم سب تم کو چھوڑ دیں گے۔ فدیک نے سترہ مہینہ نجدہ کو تلاش کر کے
 قتل کر ڈالا۔ نجدہ نہایت بہادر اور سختی تھا نجدہ کے مارے جانے سے کچھ فدیک کیہ قاتلون سے
 ناراض بھی ہوئے اور ابو فدیک کو چھوڑ دیا بلکہ مسلم بن جبیر نے ابو فدیک پر چھری سے
 حملہ کیا اور بارہ زخم پہونچائے مسلم کو فدیک نے قتل کر ڈالا اور ابو فدیک کو اُس کے مکان
 میں اٹھا کر لے گئے اور علاج کے بعد اُسے آرام ہو گیا ابو فدیک نے بحرین پر قبضہ کر لیا
 اور خالد بن عبد اللہ کو جو عبد الملک کی طرف سے بھرے کا حاکم تھا اور بہ تعمیل حکم عبد الملک کے
 خوارج کی لڑائی پر مامور تھا نہایت دیدی عبد الملک نے عمر بن عبید اللہ بن معمر کے نام
 ایک فرمان باہن مضمون بھیجا کہ اہل کوفہ و بصرہ کو جنگ ابو فدیک پر آمادہ کر کے ایک لشکر
 مرتب کرو چنانچہ عمر بن عبید اللہ کی تحریک سے دس ہزار آدمی مجتمع ہو گئے عمر بن عبید اللہ
 نے اُنکو آلات حرب سے مسلح کر کے سترہ مہینہ ابو فدیک کی طرف کوچ کر دیا اہل کوفہ و بصرہ میں
 تھے اور اہل بصرہ و بصرہ میں رفتہ رفتہ یہ لشکر بحرین پہونچا اور صف آرائی کر کے ابو فدیک
 اور اُس کے ہمراہیوں پر حملہ کر دیا پہلے ہی حملے میں ابو فدیک کا میسرہ پیچھے ہٹا اور یہ لوگ
 جوش کامیابی میں بڑھتے چلے گئے مگر مغیرہ بن مہلب اور مجاعہ اور عبد الرحمن اور لشکر
 سوانان اہل کوفہ کی طرف آئے اسلٹنا میں اہل میسرہ واپس ہوئے اور اہل مہینہ نے
 خم ٹھونک کے خوارج پر حملہ کر دیا خوارج کے قدم استقامت میدان جنگ سے اٹھ گئے
 اہل مہینہ اُنکے لشکر کا ہین گھسٹ پڑے جو کچھ پایا لوٹ لیا ابو فدیک کو قتل کر ڈالا اور

اسکے ہزار ہوں کو ایک خندق میں گھیر لیا یہاں تک کہ مجبور ہو کے مکے پس اُن لوگوں نے اُن میں سے چھ ہزار آدمیوں کو قتل کیا اور آٹھ سو کو گرفتار کر لیا یہ سید شریعت نے شرح مؤمنان میں لکھا ہے کہ نجدات میں سے ایک فرقے کا نام عافوریہ ہے اور اُن کو عاذریہ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ نجدہ نے ایک بار اپنے بیٹے کو قوم طقیف کی مہم پر بھیجا اُس نے وہاں کے لوگوں کو قتل کیا اور اُنکی عورتوں کو پکڑ لیا اور قبل تقسیم کے اُسے نکاح کر لیا اور تقسیم سے قبل مال غنیمت میں سے خرچ کر ڈالا جب نجدہ کے پاس آئے اور اُسے ان معاملات کی خبر ہوئی تو اُسے کہا تم کو یہ مناسب نہ تھا اُنھوں نے جواب دیا کہ ہم کو یہ معلوم نہ تھا کہ ایسا کرنا ہم کو مناسب نہیں نجدہ نے بوجہ جہل کے اُن کے عذر کو مان لیا نجدہ کے اصحاب میں بعد اس کے اختلاف پڑ گیا جن لوگوں نے اُسکے اس حکم کو تسلیم کیا اُنکا یہ مذہب ٹھہر گیا کہ دین دو باتوں کا نام ہے ایک اللہ اور رسول کی معرفت اور حرام جاننا اُن مسلمانوں کے قتل کرنے کو جو اپنے موافق ہیں دوسرے اقرار کرنا ساتھ اُس چیز کے جو اللہ کے پاس سے آئی ہے بالا جمال کہ ان باتوں کی عدم واقفیت سے معذور نہیں اس کے سوا جو تحریم و تحلیل اور تمام شرائع و فروع ہیں اُن میں بسبب جہل کے لوگ معذور رکھے جاتے ہیں اسلئے کہ ان کو عاذریہ بھی کہتے ہیں باقی تمام باتوں میں سارے نجدات سے متفق ہیں اور نجدات کا عقیدہ یہ ہے کہ مجتہد خطا کرنے سے گناہگار نہیں ہوتا ہے اور جو کوئی برخلاف اس کے مجتہد کو معذب جانتا ہے وہ کافر ہے اور جلع نقیہ میں خون اہل ذمہ کے حلال ہیں اور جس نے نظر حرام کی یا جھوٹ بولا یا کسی صغیرہ پر اصرار کیا اور اُس سے توبہ نہ لی تو وہ کافر ہے اور جس نے زنا کیا چوری کی شراب پی بغیر اصرار کے ان افعال پر وہ مومن ہے کافر نہیں اور انکا زعم یہ ہے کہ آدمیوں کو امام کی حاجت نہیں مگر جبکہ وہ دیکھیں کہ انصاف و عدل کی آپس میں رعایت نہ ہو سکے گی تو وقت امام کا مقرر کرنا جائز ہے اور واجب العمل صرف کتاب اللہ ہے اور نجدات سارے احکام میں انارحمہ سے خلافت رکھتے ہیں ایک تکفیر صحابہ میں اُسکے موافق ہیں لیکن غیثۃ الطالبین میں مذکور ہے کہ تمام خوارج جناب امیر کو بوجہ تحکیم کے اور اُن لوگوں کو جو گناہ کبیرہ کرتے ہیں کافر قرار دیتے ہیں لیکن

جمہدات کا یہ مذہب نہیں ہو۔

پانچویں اصغر یہ دیاد بن اصغر کی طرف منسوب ہیں بعضوں نے لکھا ہے صفیر بن یثیع
 صادمہ نعمان بن صفر کے اصحاب ہیں کسی نے کہا کہ یہ منسوب ہیں طرف عبداللہ بن صفار کے
 وہ ایک شخص نبی مقاعس میں سے تھا نام اُسکا حارث بن عمر بن کعب بن سعد بن زید
 بن مناة بن تمیم بن اذ بن طابخہ بن الیاس بن مضر بن نزار ہے کسی نے کہا یہ نام اُنکا
 بسبب صفرت (زردی) مرض کے ہوا ہے اور بعض نے کہا ہے کہ چونکہ کثرت عبادت کی
 وجہ سے وہ زرد رنگ ہو گئے تھے اسوجہ سے اُنکو صفیر کہنے لگے بعض نے کہا صفر بکسر صاد
 بہر حال یہ سارے اقوال میں ازارقہ کے موافق ہیں مگر زانی سے رجم ساقط نہیں بتاتے اور
 نہ اطفال مشرکین کو کافر و دوزخی جلتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جو شخص ہمارے عقیدے میں
 موافق ہے اور وہ قتال میں شریک نہ ہو تو کافر ہے اور کہتے ہیں تقیہ قول میں جائز ہے
 نہ عمل میں اور اُنکا اعتقاد یہ ہے کہ جس گناہ پر حد جاری ہو سکتی ہے مثلاً چوری اور
 زنا کاری اُسکے مرتکب کو کافر نہ کہنا چاہئے اور جس گناہ میں بوجہ اُسکی عظمت کے حد نہیں
 جیسے ترک نماز اور ترک روزہ اُسکا مرتکب کافر ہے اور کہتے ہیں کہ جو عورت ہمارے
 دین میں موافق ہے اُس کا نکاح کر دینا اُس شخص سے جو اُسکے دین میں نہیں
 اُسی جگہ جائز ہے جہاں تقیہ کے سوا چارہ نہ ہو اور جہاں علانیہ رہتے ہوں وہاں ناجائز ہے
 صفیر کو زیا دیدہ بھی کہتے ہیں ایک نام اُنکا نکار یہ بھی ہے اسلئے کہ نصف حضرت علی
 وثلث حضرت عثمان و سدس بی بی عائشہ کو ناقص کرتے ہیں۔ خلافت عبدالملک بن مروان
 کے عہد میں فرقہ صفیر میں سے صالح بن مسرج تمیمی نے (بنو امر القیس بن زید مناة سے)
 خروج کیا یہ شخص عقائد کا پابند اور عابد و زاہد تھا سرزمین موصل و جزیرہ میں اکثر قیام پذیر
 رہتا تھا اسکے تلامذہ بھی تھے جن کو یہ قرآن و فقہ کی تعلیم دیتا تھا کبھی کوفہ میں اپنے
 اجاب اور شاگردوں سے ملنے کو آجاتا تھا وہ لوگ اسکی ضروریات مہیا کر دیتے تھے حجاج
 کو اسکی خبر لگی گرفتاری پر لوگوں کو مامور کیا صالح کو فہ چھوڑ کے اپنے شاگردوں کے پاس چل
 چلا آیا اور اُن لوگوں کو خروج پر ابھارنے لگا اس اشناہ بن شیبہ بن یزید بن نیشیانی کا

ایک خط آپہونچا جس میں اس نے جنگ کرنے کی ترغیب دی تھی صلح نے جواب میں تمہارے ہیکہ انتظار میں ہوں جس قدر جلد ممکن ہو آ جاؤ میں ہمہ تن خروج پر آمادہ ہوں شیب سے اپنے چند دوستوں کے جس میں اسکا بھائی مضاد اور محل بن وائل لشکری تھا آپہونچا اور صلح کے اتفاق رائے سے ماہ صفر ۱۷۷ھ میں خروج کر دیا لشکر دین کو قبل جنگ دعا کرنے کی ہدایت کی اور خونریزی اور مال و اسباب کے لوٹنے کا اُنکو اختیار دیدیا اتفاق سے جزیرے میں محمد بن مروان کی سواری کے جانور مل گئے جن کو ان لوگوں نے گرفتار کر کے اپنے ہمراہیوں کو سوار کر دیا محمد بن مروان والی جزیرہ کو خوارج کے خروج اور انکی اس بجا حرکت کی اطلاع ہوئی تو اس نے سرکوبی کو ایک ہزار کی جمعیت سے عدی بن عدی کندی کو مامور کیا پس اس نے حران سے نکل کے خوارج کا رخ کیا چونکہ صلح پسندی مزاج میں زیادہ تھی اسوجہ سے جنگ خوارج کو پسند نہ کرتا تھا قبل آغاز جنگ ایک قاصد خوارج کے پاس روانہ کیا اُن لوگوں نے قاصد کو قید کر دیا اور خود مسلح و مرتب ہو کے عدی کے سریر آپہنچے عدی اسوقت نماز چاشت پڑھ رہا تھا جیون تیون نماز پوری کر کے بہ قصد جنگ اپنے گھوڑے پر سوار ہو گیا اور اسکی رکاب کی فوج بھی بے ترتیبی کے ساتھ میدان میں آگئی خوارج کے میمنہ پر شیب تھا اور میسرہ پر سوید بن سلیم خوارج نے حملہ کیا عدی کو شکست ہوئی خوارج نے عدی کے لشکر گاہ کو لوٹ لیا اور آمد تک تعاقب کرتے چلے آئے محمد بن مروان نے یہ خبر پا کے خالد بن حنظلہ اور حرث بن جعونہ عامری کو ڈیڑھ ڈیڑھ ہزار فوج کے ساتھ دو مختلف راہوں سے روانہ کیا اور یہ ہدایت کر دی کہ تم میں سے جو شخص میدان جنگ میں کامیاب ہو گا وہی اپنے دوسرے ہمراہی کا امیر اور سردار لشکر سمجھا جائے صلح کو اسکی اطلاع ہوئی تو اس نے شیب کو حرث کی طرف روانہ کیا اور خود خالد پر حملہ آور ہوا بازار کارزار نہایت سختی سے گرم ہو گیا محمد بن مروان کے لشکر نے پہلے سے خندق کھود لی تھی اور مورچہ قائم کر رکھا تھا خواہ مخواہ خوارج کو پسپا ہونا پڑا سرزمین جزیرہ و موصل کو دسکرہ تک طے کر گئے حجاج نے اس ہزیمت سے آگاہ ہو کے حرث بن عمیرہ بن ذی الشعار کو تین ہزار فوج کوفہ کی جمعیت سے روانہ کر دیا مابین موصل و صحرہ کے ملاقات ہو گئی خوارج کے ہمراہ اس وقت صرف نوے آدمی تھے سوید بن سلیم کو

جہیزت ہوئی صالح بن سرح مارا گیا شیب زمین پر گر پڑا پھر منہ بصل کر اٹھا اور صلح کی
 لاش پر کھڑے ہو کے اپنے ہمراہیوں کو پکارنے لگا شتر آدمی کے قریب مجتمع ہو گئے شیب فص
 آن لوگوں کے ایک قلعہ میں جو اُس مقام پر تھا جا کے پناہ گزین ہو گیا حرث نے قلعہ کا
 محاصرہ کر کے دروازے کو جلادیا اور اس قصد سے کہ صبح ہوتے ہی جنگ چھیڑی جائے گی
 اپنے لشکر گاہ میں لوٹ آیا شیب نے اپنے ہمراہیوں سے کہا تم اپنے دوستوں میں سے
 جس کے ہاتھ پر جا ہو بیعت کر لو اور ہمارے ہمراہ خروج کرو خوارج نے اُسی کی بیعت کی
 اور آگ کو مشتعل ہونے کے خیال سے بجھا کے رات ہی کے وقت خروج کر دیا حرث اس
 اچانک حملے سے گھبرا کے اٹھا اور اپنے ہمراہیوں کو تیاری کا حکم دیا ہنوز وہ تیار نہوئے
 پائے تھے کہ لشکر کا ایک حصہ پسپا ہو کے مدائن کی جانب بھاگا اور شیب اُن کے مال
 و اسباب کو لوٹتا ہوا سرزمین موصل کی جانب چلا گیا اسکا باقی حال فرقہ بنیہ میں آئیگا۔
 صالح کی قبر وہیں ہے جو خارجی اُسکے پاس سے گذرنا وہ ضرور سرمنڈاتا ہے

ابو یزید پسر کند او ساکن شہر نوذر علاقہ قسطلیہ نے کہ نہایت بد صورت تھا مذہب نکاریہ
 اختیار کر کے لوگوں کو اس مذہب کی طرف وعظ و نصیحت کرنا شروع کی جب اُسکی جماعت
 بھاری ہو گئی تو ۳۳۳ھ میں قسطلیہ سفر کیا پھر تبسہ اور سبتہ اور ضلیہ دراریں کو فتح کر لیا
 قائم بامر اللہ علوی اسماعیلی دالی افریقہ جو ائمہ مدویہ میں سے ہیں فوج تیار کر کے قیروان
 اور رقادہ کی حفاظت کو بڑے ابو یزید نے اُنھیں شکست دی اور ٹونس اور قیروان اور
 رقادہ بھی فتح کر لیا یہاں تک کہ قائم بھی شکست پا کر مدویہ میں محصور ہو گئے روفہ الصفاء
 نامری میں ڈگڑا کہ ابو یزید نے جب قیروان میں قتل و غارت کا حکم دیا تو مشائخ اور سادات
 اور اعیان و اشراف شفاعت کے لئے نکلے اور اُس سے کہا کہ باشندوں کو قتل و غارت
 سے معاف رکھا جائے ابو یزید نے جواب دیا کہ قیروان بیت المقدس سے زیادہ بزرگ نہیں ہے
 وہ شہر قتل و غارت سے خراب ہوا اگر قیروان کو خرابی پہونچے تو کیا مضائقہ ہے قائم کے
 انتقال کے بعد اُن کے بیٹے اسماعیل منصور نے ابو یزید پر چڑھائی کی اور ۳۳۵ھ میں
 ابو یزید کو پوری شکست دی اور اُسکا ہر بر تک پیچھا کیا اور کئی برس تک یونہی ابو یزید

سودان کے شہر دن کی طرف بھاگا پھر منصور نے بھی پیچھا نہ چھوڑا یہاں تک کہ اُسکا
 لٹخ و قح کر دیا اور ۳۲۳ھ میں وہ گرفتار ہوا اور اُسکی کھال نکلوا کر جس بھرا دیا گیا۔
 پچھٹے ابا ضیہ یہ عبداللہ بن اباض کے اصحاب میں اسکا نام عارش بن عمر بھی لکھا ہے
 بعض نے عبداللہ بن یحییٰ اباضی لکھا ہے بعض نے کہا ہے کہ یہ فرقہ منسوب ہے طرف اباض
 (بضم الف) کے اباض ایک گائون ہے یمامہ کے علاقہ میں مراد اللطالع علی اسماء الامتہ
 والبقاع میں لکھا ہے اباض الف کے ضیہ اور بامے موحده کی تحنیف اور اُسکے بعد الف اور
 ضا وجمہ سے ایک گائون ہے یمامہ کے علاقہ میں اُس مقام پر خالد بن ولید اور سیلمہ سے
 جنگ ہوئی تھی اور اتحاد ذوی الباب بشوار دلب الالباب میں رضی الدین نے اباضی الف
 کے کسرے سے لکھا ہے اور کہا ہے کہ اباضی فرقہ اباضیہ میں کا ایک شخص اور اباضیہ کا پیشوا عارش
 اباضی ہے یہ منسوب ہے طرف عبداللہ اباض کے اور معارف ابن قتیبہ میں مذکور ہے کہ عبداللہ
 بن اباض قبیلہ بنو مرہ سے ہے جو عبید سے ہے اور وہ تمیم سے کہ اصیفت بن قیس کا ایک
 گروہ ہے اُس شخص نے مروان بن محمد کے عہد میں خروج کیا تھا مروان کے حکم سے عبداللہ بن
 محمد بن عطیہ نے اُس سے جنگ کر کے قتل کیا اور بعض کہتے ہیں کہ عبداللہ تمام معاملات میں
 اُسکا رفیق تھا تاریخ کامل میں لکھا ہے کہ جب خوارج نے عبداللہ بن زبیر سے مفارقت
 کی تو یہ بھی اُس گروہ کے ہمراہ تھا اور بصرے میں چلا آیا اور نافع بن اذرق کے ساتھ
 خروج نہ کیا اور جب نافع نے اس مضمون کا خط اُسکو لکھا کہ جو شخص اہل قبلہ میں سے
 ہمارا مخالف ہے وہ کافر ہے اُسکے ساتھ مناکحت ناجائز ہے اُسکے ہاتھ کا ذبیحہ کھانا نادرست ہے
 اُسکو وراثت نہیں پہنچ سکتی اُسکے بچوں کو قتل کرنا چاہئے اُس سے نفرت کرنا چاہئے تو
 عبداللہ بن اباض نے اس رائے سے نافع کی اختلاف کر کے کہا کہ جو اہل قبلہ میں سے ہمارا
 مخالف ہے وہ کافر نعمت والا حکام ہے مشرک نہیں اور اُسکا حکم منافق کا ہے اور اُسکے
 ساتھ مناکحت اور اُسکی وراثت جائز ہے۔ اور تمہیں رار اور گھوڑا مخالفوں کا جنگ میں لینا
 جائز ہے اور اُسکے علاوہ ناجائز ہے اور کہا ہے ہمارے مخالفین کے شہر دار الاسلام میں
 مگر جو پایہ تخت سلطان کا ہے وہ دار الکفر ہے اور مخالفوں کی گواہی ہمپر مقبول ہے اور

اسلام اور بنی مروان بن عبد بن محمد بن عمار الاصفی بن یحییٰ ۱۲۳ھ

اُس کے نزدیک ایمان تمام نہیں بغیر عمل صالح کے اور اُس کے زعم میں مرتکب کبیرہ و حدیثی مومن نہیں اس لئے کہ اعمال ایمان میں داخل ہیں اور یہ مرتکب کبیرہ کو کافر نہیں جانتا ہی نہ کافر تھا اور اس کے اعتقاد میں استطاعت قبل فعل کے ہے اور بندوں کے افعال کا خالق خدا ہے اور تمام عالم اصل تکلیف کے فنا ہونے کے ساتھ فنا ہو جائیگا اور اولاد کفار کی تکفیر و تعدیہ میں متوقف ہے اور متوقف ہے اس میں بھی کہ نفاق شرک ہے یا نہیں اور اس بات میں متردد ہے کہ کوئی ایسا رسول ہونا جائز ہے یا نہیں جس کے ساتھ صدق دعویٰ نبوت پر کوئی معجزہ نہ ہو اور جن احکام کی اُس پر وحی آتی ہو انکی تعمیل کا اُس کے امتیوں پر حکم نہ ہو اور امیر المؤمنین علی اور اکثر صحابہ کو کافر کہتا ہے۔ اور یہ اباضی چار فرقے ہو گئے ہیں۔

(۱) حفصیہ یہ ابو حفص بن ابی مقدم کے متبع ہیں خراج موافقت اور تعریفات سید شریف ہیں اسی طرح لکھا ہے اور شہرستانی کی ملل و نحل میں صرف حفص واقع ہے یہ شخص عبداللہ بن اباض کا ایک پیرو تھا اور متفرد تھا ساتھ اس قول کے کہ معرفت الہی ایمان و شرک میں متوسط ہے پس جسے اللہ کو پہچانا اور رسول اور بہشت و دوزخ وغیرہ کا انکار کیا یا گناہ کبیرہ کا مرتکب ہوا وہ کافر ہے مشرک نہیں باقی اباضیہ نے اسکا انکار کیا اور کہا کہ وہ مشرک ہے حفصیہ کہتے ہیں کہ اس آیت میں کالذی اشتہوۃ الشیطان فی الارض حیوان یعنی مانند اُس شخص کے کہ ڈال دیا ہے اُسکو شیطان نے زمین میں حیران لفظ حیران سے مراد حضرت علیؑ ہیں۔

(۲) یزیدیہ یزید بن ابیہ کے اصحاب ہیں یہ اباضی کہتا تھا کہ قریب ہی اللہ ایک رسول محمد سے مبعوث کرے گا اور اُس پر ایک دفعہ ہی پوری کتاب اُترے گی جس سے شریعت محمدی منسوخ ہو جائے گی اور اُس پیغمبر کا دین صابیائی ہو گا جسکا قرآن میں ذکر ہے اور اُس کے زعم میں ہر گناہ صغیرہ و کبیرہ شرک ہے اور جن لوگوں نے اپنے اوپر حد جاری ہونے کے کام کئے وہ مشرک ہیں۔

فائز ابو القاسم نے طبقات الامم میں کہا ہے کہ صاحبین ہندوستان کے بڑے گوہر ہیں

فائز الحاکم السعفی علی اختیار رخصتہ بدیعاً و العصور بڈیا ۱۲

بذلک و احادیث علیہ السلام فی
و تعظم انکوار النصوص
لہا کلام متشکک ما یترقب
السیابا فاعلم انہ لیس
عظیم ما علم منہ
کل کو کہ منہ استعجل
بذلک و احادیث علیہ السلام فی

میں سے ہیں مگر وہ قول غلط ہے قرآن شریعت میں دو جگہ انکا ذکر آیا ہے حالانکہ اہل ہند میں نہ کسی قوم کا اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام میں ذکر نہیں کیا لفظ صائبین صبیغ سے مشتق ہے جن میں دوسرا حرف باے مودہ ہے اور تیسرا حرف ہمزہ صبیغ کہتے ہیں ایک دین سے نکل کر دوسرے دین میں داخل ہونے کو صابی وہ شخص ہے جو ایک دین سے نکل کر دوسرے دین میں داخل ہوا آنحضرت کو بھی کفار عرب صابی کہا کرتے تھے اس لئے کہ آپؐ وہ دین ظاہر کیا تھا جو ان کے دین کے خلاف تھا اور مفسرین کے صائبین کے مذہب کے بیان میں کئی قول ہیں۔

(۱) مجاہد اور حسن کہتے ہیں کہ وہ مجوس میں سے ایک گروہ ہے اور یہود نہ ان کا ذبیحہ کھاتے ہیں نہ ان کے ساتھ نکاح بیاہ کرتے ہیں۔

(۲) قتادہ کہتے ہیں کہ یہ لوگ فرشتوں کی عبادت کرتے ہیں اور سورج کی طرف دن میں پانچ بار نماز پڑھتے ہیں۔

(۳) صحیح یہ ہے کہ وہ کو اکب پرست ہیں اور دو قسم کے اعتقاد رکھتے ہیں ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ نے عالم کو پیدا کیا اور یہ حکم دیا کہ کو اکب کی تعظیم کرنا اور ان کو اپنی نماز اور دعا کا قبلہ بنانا چاہئے دوسرا یہ کہ اللہ افلاک و کو اکب کا خالق ہے پھر عالم کے تمام معاملات بُرائی بھلائی صحت مرض کو کو اکب نے پیدا کیا ہے اور سب چیزوں کے مدبر بھی ہیں اس لئے بشر کو ان کی تعظیم کرنا چاہئے اور یہ کو اکب اللہ کی عبادت کرتے ہیں۔ کذا فی مفتاح الغیب۔

(۴) حارثیہ (برائے مملہ) ابو حارث الباضی کے پیرو ہیں شرح مواقف۔ تعریفنا ستہ سید شریف اور کشف اصطلاحات الفنون میں اسی طرح لکھا ہے اور مل و نخل شہرستانی اور احتاف ذوی الباب میں ابو حارث کی جگہ حارث ذکر کیا ہے۔

یہ کہتا تھا کہ بندوں کے افعال مخلوق انہی نہیں ہیں جس سے خود ان کے خالق ہیں اور استطاعت قبل فعل کے ہوتی ہے جیسا کہ مذہب معتزلہ کا ہے۔

(۵) عبادیہ یہ فرقہ ایک بدعت قبیحہ کے ساتھ متغیر ہوا ان کا مذہب یہ ہے کہ جو عبادت برائے کے ساتھ کی جائے اور خدا کے تعالیٰ کی رضا مندی اس سے مقصود نہ ہو وہ بھی طاعت ہے۔

ابو حنیفہ بن علی سے ایک شخص جس کا نام مختار بن عوف ازدی تھا اور ابو حمزہ کہلاتا تھا ہر سال موسم حج میں آتا اور بر خلاف مروان بن محمد کے لوگوں کو ابھارتا تھا مسلمانین عبد اللہ بن علی معروف بہ طالب الحق حضرت موت سے آیا ابو حمزہ کے کلام سن کے بولا تم میرے ساتھ چلو میں اپنی قوم کا سردار ہوں چنانچہ ابو حمزہ طالب الحق کے ساتھ حضرت موت گیا اور اسکی بیعت کر لی اگلے سال ۱۲۹ھ میں طالب الحق نے ابو حمزہ کو مع بلخ بن عقبہ ازدی کے سات سو کی جمیعت سے موسم حج میں مکہ کی جانب روا نہ کیسا موقوف میں پہونچ کے اُن لوگوں نے اپنے قصد کو ظاہر کیا ان دنوں مکہ و مدینہ کا عامل عید الواحد بن سلیمان بن عبد الملک تھا اُس نے ابو حمزہ سے تا انقضاے ایام حج و واپسی حجاج مصاحت رکھنے کی درخواست کی ابو حمزہ و بلخ بن عقبہ اس امر پر رضی ہو گئے عبد الواحد نے مقام مثنیٰ میں قیام کیا اور ابو حمزہ قرن الثعالب میں خیمہ زن ہوا عبید اللہ بن حسن مثنیٰ بن حسن بن علی بن ابی طالب - محمد بن عبد اللہ بن عمر بن عثمان بن عفان - عبد الرحمن بن قاسم بن محمد بن ابی بکر صدیق - عبید اللہ بن عمر بن حفص بن عاصم بن عمر خطاب اور ربیعہ بن ابی عبد الرحمن کو مع چند ایسے ہی بزرگوں کے ابو حمزہ کے پاس مصاحت کی مضبوطی کی غرض سے بھیجا ابو حمزہ کا علوی و عثمانی کا نام سُنتے ہی چہرہ بگڑ گیا مگر مکبر می (صدیقی) عمری (فاروقی) کا نام سُنتے ہی بشاش ہو کے بولا بہنے تمہارے ہی دونوں کے ہاپون کی سیرت کے پھیلانے اور انہی کی اقتدا کے خیال سے خروج کیا ہے عبید اللہ بن حسن نے کہا ہم اس غرض سے تمہارے پاس نہیں آئے کہ تم ہمارے آباء و اجداد کی باہمی تفصیل بیان کرو بلکہ ہم امیر کی طرف سے سفیر ہو کے آئے ہیں اور ربیعہ بن ابی عبد الرحمن اس سفارت کو ادا کرینگے غرض ربیعہ اور ابو حمزہ میں مصاحت تا انقضاے میعاد مقررہ قائم رکھنے کا باہم عہد و پیمان ہو گیا مگر عبد الرحمن پہلے ہی قافلے کے ساتھ مکہ معظمہ سے مدینہ چلا گیا اور اہل مدینہ کو ابو حمزہ کے آنے سے خبردار کر کے اسکی جنگ پر ابھارے یا روزینہ میں بھی دس سنی دس لہو کا اضافہ کر دیا پس لشکر کو ابو حمزہ کی جنگ کے لئے مرتب کیا انسیر عبد العزیز بن عبد اللہ بن عمر

بن عثمان کو مقرر کر کے کوچ کا حکم دیدیا مقام قدید میں جس وقت یہ لشکر پہونچا ابو حمزہ کے
 سفیر من حاصل کر کے اہل مدینہ کے لشکر میں آئے اور یہ درخواست پیش کی کہ تمہیں سے
 جنگ نکرو ہم کو اور ہمارے دشمن کو چھوڑ دو ہم اور وہ بندھ لیٹے اہل مدینہ نے اُس کو
 منظور کیا اس اثنا میں ابو حمزہ بھی مع اپنے ہمراہیوں کے مدینہ میں آئے
 یہ لوگ بظاہر آلات حرب سے آراستہ نہ تھے اور نہ اُن کی شکل و صورت سے یہ سمجھا
 جاتا تھا کہ یہ لوگ لڑیگے مگر جس وقت اہل مدینہ کے انکار کا حال معلوم ہوا ابو حمزہ کے
 ہمراہی جھڑپ باندھ کے نکل پڑے اور نہایت بیرحمی سے قتل کرنا شروع کر دیا
 تقریباً سات سو آدمی قبیلہ قریش کے مارے گئے اسکی خبر عبدالواحد تک پہونچی تو وہ
 مدینہ منورہ چھوڑ کر شام چلا گیا اور ابو حمزہ نصف ماہ صفر ۳۱ھ میں داخل مدینہ ہوا
 لوگوں کو جمع کر کے ممبر پر گیا خطبہ دیا اور علی الاعلان اپنی دعوت کا اظہار کیا وعظ کیا
 اور اُن لوگوں کے اقوال کو رد کیا اور انکی راے کی بُرائی بیان کی جو اُسکے معائب
 بیان کرتے تھے اور ایسے حُسن سلوک اور اخلاق سے پیش آیا کہ اہل مدینہ نے
 بطیب خاطر اُسکی تقریر سنی کہتا تھا مَنْ نَفِيْهُوَ كَافِرٌ وَمَنْ سَمِعَهُ فَهُوَ كَافِرٌ
 (جس شخص نے زنا کیا وہ کافر ہے اور جس نے چوری کی وہ کافر ہے) تین ماہ تک
 مدینہ میں ٹھہرا ہا بعد ازاں اُن لوگوں سے رخصت ہو کے شام کی طرف روانہ ہوا
 اُسکی روانگی سے پیشتر مروان نے خوارج سے جنگ کرنے کو عبد الملک بن محمد
 بن عطیہ بن ہوازن کو چار ہزار کی جمعیت سے روانہ کر دیا تھا جو رفتہ رفتہ میں پہونچ گیا
 وادی القریٰ میں خوارج سے مُد بھیڑ ہوئی خوارج شکست کھا کے بھاگے ابو حمزہ
 مارا گیا بقیۃ السیف نے بھاگ کے مدینہ میں جان بچائی ابن عطیہ بھی اُن کے
 تعاقب میں مدینہ تک پہونچ گیا ایک ماہ قیام کر کے یمن کی طرف روانہ ہوا عبداللہ
 طالب الحق کو اُسکی روانگی کی خبر لگی اُسوقت وہ صنعاء میں تھا اُسنے اپنے ہمراہیوں کو
 جمع کر کے بارادہ جنگ خروج کر دیا طالب الحق اور ابن عطیہ سے لڑائی ہوئی
 طالب الحق مارا گیا اور ابن عطیہ نے صنعاء پر پہونچ کے کامیابی کے ساتھ قبضہ کر لیا۔

ساتوین عجاردہ یہ عبد الرحمن بن عجرد کی طرف منسوب ہیں شرح مواقف وکشاف اصطلاحات الفنون وارشاد المسلمین وخطط مقریزی میں اسی طرح لکھا ہے اور مل و نخل شہرستانی میں عبد الرحمن کی جگہ عبد الکریم ہے اور تعریفات سید شریف بن عبد اللہ بن عجرد مرقوم ہے اور نفاہل لغتوں میں عبد الکریم تحریر کیا ہے۔ ان کو عجر ولیہ بھی کہتے ہیں یہ گروہ نجدات کے موافق ہے مگر دوٹے میں منفرد ہے ایک یہ کہ اطفال مشرکین دوزخ میں جائیں گے دوسرے اطفال سے بری رہنا تا بلوغ و صفائی اسلام واجب ہے اور جب وہ بالغ ہو جائیں تو ان کو اسلام کی دعوت کی جائے اُنکے نزدیک مرد کو اپنی بیٹی تو اسی پوتی اور بھائی بہن کی بیٹی تو اسی پوتی سے نکاح کرنا جائز ہے اور یہ دس گروہ ہیں۔

(۱) میمونہ میمون بن عمران کے اصحاب ہیں شرح مواقف وکشاف اصطلاحات الفنون وارشاد المسلمین اور تعریفات سید شریف میں اسی طرح ہے اور مل و نخل میں میمون بن خالد ہے انکا قول یہ ہے کہ خداے تعالیٰ خیر کا ارادہ کرتا ہے گناہ و شر کا ارادہ نہیں کرتا جیسا کہ معتزلہ کا مذہب ہے اور مشرکوں کے اطفال جنت میں داخل ہونگے اور کہتے ہیں کہ استطاعت قبل فعل کے ہوتی ہے اور افعال عباد کا اللہ خالق نہیں ہے اور یہ اپنے مخالفین کے اموال کو حلال نہیں کہتے جب تک کہ مالک مقتول نہ ہو جب مارا جائے گا تو اُسکا مال غنیمت ہو جائے گا۔ اور اُن کے اعتقاد میں سورہ یوسف قرآن میں سے نہیں ہے کیونکہ یہ ایک فحش اور عشقیہ قصہ ہے اُن کے نزدیک ایمان بالغیب باطل ہے اُنکے نزدیک مرد کا اپنی حقیقی پوتیوں اور نواسیوں اور حقیقی بھتیجیوں اور بھانجیوں کو نکاح میں لانا جائز ہے۔

(۲) حمزہ بن ادرک شامی کے متبع ہیں اُسنے خراسان میں عبد ظرافت ہارون الرشید میں خروخ کیا تھا خراسان میں ہارون کی طرف سے علی بن عیینہ بن ماہان گورنر تھا حمزہ بوشنج کی طرف بڑھا عمرویہ بن یزید ازدی حاکم ہرات نے چھ ہزار فوج کے ساتھ اُس سے جنگ کی اور شکست پائی پھر علی نے دس ہزار

لسان العرب میں لکھا ہے عجر اسم رجل من الحواریة والعجودیة من الحواریة بضم الجیم ۱۲ منہ ۱۲ دیکھو فیہ الطالین ۱۲

فوج اپنے بیٹے حسین کی ماتحتی میں حمزہ سے جنگ کے لئے بھیجی مگر اسپر حمزہ کا ایسا رعب چھا یا کہ مقابل نہ ہو سکا علی نے اپنے دوسرے بیٹے علی کو اس فوج کا افسر کر کے جنگ کے لئے متعین کیا مگر اس فوج کو بھی شکست ہوئی علی نے حمزہ کے مقابلے کے لئے دوبارہ عیسیٰ کو بھیجا باخرز میں حمزہ کے اصحاب سے لڑائی ہوئی حمزہ نیشاپور میں مقیم تھا تمام حمزیہ مارے گئے صرف چالیس آدمی زندہ بچے حمزہ قستان کی طرف چلا گیا عیسیٰ نے فوجوں کو اوق اور جون کی طرف بھیجا اور یہاں جو حمزیہ دستیاب ہوئے قتل کئے گئے اور ان دیہات کو تباہ و برباد کیا اور جلا دیا جو حمزہ کو مدد دیتے تھے حاکم زریج عبد اللہ بن عباس شسفی مال لے دوا کر علی کے پاس لئے جاتا تھا حمزہ نے اسفرازمین سے گھیر لیا۔ عبد اللہ نے ایسا جم کر مقابلہ کیا کہ حمزہ پسپا ہوا اور حمزہ کے منہ پر زخم آیا حمزہ مع اپنے اصحاب کے کرمین چھپ گیا اور تھوڑے عرصے کے بعد طاہر بن حسین حاکم بوشنج پر یورش کی ایک مکتب میں تیس لڑکے پڑھ رہے تھے انکو مع معلم کے مار ڈالا طاہر نے یہ خبر سنکر حمزیہ کی تادیب کے لئے خود چڑھائی کی اور ایک مقام پر ان کو گھر کر بڑی سختی سے مروا ڈالا اور قتل و اسباب انکا ضبط کر لیا۔ الخطط والآثار میں لکھا ہے کہ حمزہ کرمان کے ایک جنگل میں غرق ہو گیا حمزیہ تمام باتون میں میمونہ کے ساتھ موافق تھے مگر اطفال مشرکین کو دوزخ میں بتاتے تھے اس لئے قدریہ نے انکی تکفیر کی اور مسئلہ قدریہ قدریہ کے ساتھ موافق تھے اس لئے ازارقہ انکو کافر کہتے تھے اپنے مخالفین کے غنائم کو حلال نہ جانتے تھے بلکہ حکم کل مال غنیمت کے جلا دینے کا دیتے تھے۔

(۳۳) شعیبیہ شعیب بن محمد کے پیروہین یہ گروہ میمونہ کے ساتھ انکی ساری باتون میں موافق ہے مگر یہ کہتے ہیں کہ بندوں کے افعال کا خالق اللہ ہے کیونکہ میمونہ اس بارے میں قدریہ کی طرف مائل ہیں۔ نفائس الفنون میں لکھا ہے کہ شعیب میمون کے ساتھ رہتا تھا جب وہ قدر کا قائل ہوا تو اس نے اس سے تبرکی۔

(۳۴) حازمہ۔ اصحاب حازم بن عاصم۔ شہرستانی کی ملل و نحل میں حازم کے باپ کا نام علی لکھا ہے اور شرح مواقف۔ کشف اصطلاحات الفنون اور ارشاد المسلمین میں

حازم بن عاصم ہے حازمیہ شیعہ کے ساتھ موافق ہیں مگر علی کرم اللہ وجہہ کے حق میں متوقف ہیں اور تصریح اُنکی بریت کی نہیں کرتے جس طرح کہ دوسروں کی بریت کی تصریح کرتے ہیں اور اُنکا قول مسئلہ قدر و مشیت میں مثل قول اہل سنت کے ہے ولایت و عداوت میں مخالف خوارج کے ہیں کہ اللہ ہمیشہ محب اپنے اولیاء کا اور دشمن اپنے اعدا کا ہے اُن کے نزدیک ایمان فرض مجہول ہیں اُس کے لئے کوئی دلیل قاطع نہیں ہے۔

(۵) خلیفہ خلف خارجی کی طرف منسوب ہیں یہ لوگ کرمان و کمران کی طرف رہتے تھے اُن کا اعتقاد یہ ہے کہ خیر و شر دونوں اللہ کی طرف سے ہیں اور کہتے ہیں کہ اطفال مشرکین و زنج میں رہیں گے بلا اسکے کہ اُنھوں نے کوئی عمل و شرک کیا ہے اُنکے نزدیک تارک غزا کا کافر ہے۔

(۶) اطرافیہ غالب بن شادل سجستانی کے متبع ہیں یہ گروہ حمزیہ کے موافق ہے مگر اس بات میں منفرد ہے کہ اطراف ملک کے رہنے والے جن احکام شریعی سے واقف نہ ہوں گے وہ اُس میں معذور ہیں ایسے احکام کی عدم تعمیل سے اُن پر مواخذہ نہیں ہوتا اور اُن لوگوں کے بہت سے عقائد اہل سنت و جماعت کے بھی موافق ہیں اور مسئلہ قدر میں قدریہ کے مخالف ہیں اور اہل سنت و جماعت کے موافق اور واجبات عقلی ثابت کرتے ہیں۔

(۷) معلومیہ یہ اپنے مقالات میں حازمیہ کے موافق ہیں مگر دوسلوں میں باہم متباہن ہیں ایک یہ کہ جسے اللہ کو مع جمیع اسماء و صفات کے نہ پہچانا وہ کافر ہے مومن نہیں دوسرے قدر و مشیت میں موافق اہل سنت کے ہیں۔

(۸) مجہولیہ۔ یہ بھی تمام عقائد میں حازمیہ کے موافق ہیں مگر یہ کہتے ہیں کہ اللہ کو بعض اسماء و صفات کے ساتھ جاننا بھی مومن ہونے کے لئے کافی ہے اور مسئلہ قدر و مشیت میں موافق قدریہ کے ہیں۔

(۹) صلتیہ۔ یہ عثمان بن ابی الصلت کے متبع ہیں اور بقولے عثمان بن حنیف

۵۱۲ھ دیکھو تو بیانات و اشارات مسکین و فاقس الفقہاء اور شرح مواقف کی عبارت یہ ہے الصلیۃ عو غنای بن ابی الصلت وقیل الصلت بن الصامت ۱۲ھ

بن صامت کے اور بقولے صلیت بن صامت کے اور بروایت صلیت بن ابی صامت کے اصحاب ہین یہ گروہ عقائد ہین عماردہ کے موافق ہے اور اس قول میں منفرد ہے کہ جو اسلام لائے گا ہم اُسکے دوستار ہین لیکن اُسکے اطفال سے ہم بری ہین اس لئے کہ اطفال کے لئے اسلام نہیں ہے جب تک کہ بالغ نہون بلوغ کے بعد انکو اسلام کی طرف دعوت کرنا چاہئے اور بعض صلیتہ سے یہ منقول ہے کہ اطفال خواہ مسلمانوں کے ہون یا مشرکوں کے اُن کے ساتھ عموماً نہ دوستی ہے نہ دشمنی جب تک کہ بالغ نہون بلوغ کے بعد اُن کو دعوت اسلام کرنا چاہئے۔

(۱۰) ثعالیہ یا تعلیمیہ یہ ثعالیہ بن عامر کی طرف منسوب ہین یہ عبد الرحمن بن عجر د کے موافق تھے مگر اس بات میں مختلف ہو گئے کہ اطفال کے متولی و دوستار ہونا چاہئے جب تک کہ وہ بلوغ کو پہنچیں پس اگر بعد بلوغ کے وہ انکار حق کرین تو اُن سے عداوت رکھنا چاہئے اور اُن سے یہ بھی منقول ہے کہ اطفال سے نہ دوستی رکھنے کا حکم ہے نہ دشمنی جب تک کہ بالغ نہون اور انکا ایک قول یہ ہے کہ غلام سے مال کی زکوٰۃ لینا چاہئے اور جب اُسکے پاس مال نہو تو اُسکو زکوٰۃ دینا بھی چاہیے۔ انکا قول ہے کہ ہر کام اللہ کی مشیت سے ہے نہ اُسکی قضا و قدر سے اور بوجہ اختلاف باہمی کے ثعالیہ کے پانچ فرقے ہو گئے ہین اور اُن میں ہر ایک فرقے نے دوسرے کی تکفیر کی ہے۔

(الف) اخفسیہ (خافے بنجمہ سے) یہ اخفس بن قیس کے متبع ہین اور عقائد میں ثعالیہ کے موافق مگر کئی ایک باتوں میں اُنسے خلاف کیا ہے چنانچہ کہتے ہین کہ اگر کوئی ایسے شہر میں رہے جہاں بوجہ خوف کفار کے اپنے دین اسلام کو ظاہر نہ کر سکے تو وہ وہیں نہیں بلکہ کفر و ایمان میں متوقف سمجھا جائے گا اور انکا قول یہ ہے کہ ہم متوقف ہین اُن سب لوگوں میں جو دار تقیہ میں رہتے ہین مگر جس کو ہم مومن پہچانیں گے اُسکو دوست رکھیں گے اور جس سے کفر کو دیکھیں گے اُس سے بیزار ہونگے ہلکو جائز نہیں کہ ہم کسی اپنے مخالف سے ابتدا بہ قتال کرین اور اُسکا مال چورائیں اور مومن عورت کا نکاح اُنکے ہم قوم مشرک کے ساتھ اُنکی رائے میں جائز ہے۔

لہ دیکھو کشاف اصطلاحات الفنون و الاشیاء و شرح زاد المعاد و اشعار و رسائل و غیرہ

(ب) معبد یہ یہ معبد بن عبد الرحمن کے اصحاب ہیں اُن کے نزدیک مومن عورت کا نکاح ہم قوم مشرک مرد کے ساتھ ناجائز ہے اور کہتے ہیں کہ نہ غلام سے زکوٰۃ لینا چاہیے اور نہ اُس کو دینا چاہئے۔

(ج) رشیدیہ رشید طوسی کے یار ہیں انکو عشریہ بھی کہتے ہیں اسلئے کہ ثعالیہ نے کہا کہ جس زراعت کو نہر اور گول وغیرہ سے پانی لگے اُسکا حاصل نصف عشر یعنی بیسواں حصہ لینا چاہئے مگر زیاد بن عبد الرحمن نے اُنسے کہا نہیں بلکہ اُسین عشر یعنی دسواں حصہ واجب ہے مگر جو شخص یہ کہے کہ بیسواں حصہ لو تو اُس سے بھی بیزاری ضرور نہیں اُسپر رشید نے کہا کہ جب یہ ٹھہرا کہ ایسے شخص سے بیزاری ضرور نہیں تو ہم اُسی کے مطابق عمل کریں گے جیسا کہ اُنھوں نے کہا پس اس کام میں دو فرقے بن گئے۔

(د) شیبانیہ شرح مواقف میں میرسید شریف نے اور تعریفات میں شیخ انصاری نے کہا ہے کہ یہ لوگ شیبان بن سلمہ کے متبع ہیں۔ خبیثہ الاکوان اور المخطط والآثار میں لکھا ہے کہ اُسے ایام ابو مسلم خراسانی میں خروج کیا تھا ابو مسلم لوگوں کو حلقہ اطاعت خلفائے عباسیہ میں لاتا تھا یہ اُسکی اور علی بن کرمانی کی مدد اور معاونت بمقابلہ نصر بن سيار کے کرتا اسلئے ثعالیہ اس سے بیزار ہو گئے تھے جب شیبان مارا گیا تو بعض لوگ کہنے لگے کہ اُسے توبہ کر لی تھی ثعالیہ نے جواب دیا کہ اُسکی توبہ نامقبول ہے کہ اُس نے ہمارے موافقین فی المذہب کو قتل کیا اور اُنکا مال و اسباب چھین لیا اور توبہ قتل مسلمان کے بعد مقبول نہیں جب تک قصاص جاری نہ ہو اور مال نہ پھیرا جائے یا اُسکو بخشد یا جائے سب سے پہلے اُسی نے تشبیہ کا قول ظاہر کیا اور اُس کا اعتقاد یہ ہے کہ بندے کو کچھ اختیار نہیں اُسکے سارے افعال اللہ تعالیٰ کے مخلوق ہیں۔

یاد رکھو کہ جب فحاک خارجی کا جانشین ابن خیبری جس کا بیان آگے آتا ہے مارا گیا تو خوارج نے شیبان حروری کے ہاتھ پر بیعت کر لی ابن خلدون نے لکھا ہے کہ اس کے باپ کا نام عبد الغریز لشکری تھا ابو الدلف اُسکی کنیت تھی مروان کی فوجوں سے اُسکی ایک مدت تک لڑائی جاری رہی اکثر خوارج شیبان کی ہمراہی سے علیحدہ

ہو کے اپنے اپنے شہروں کو واپس چل گئے شیبان بقیہ خوارج کو باپا سے سلیمان بن ہشام
 منجھل کو لے گیا وہ ان سے شکستیں کھا کے خراسان کو چلا گیا یہ وقت تھا کہ ابو مسلم نے
 علانیہ خراسان میں خلافت عباسیہ کا اظہار کر دیا تھا نصر بن سيار اور علی بن جدیع
 کرمانی بن علی اور حرث بن شریح میں باہم نزاع ہو رہی تھی شیبان نے بھی
 ابن کرمانی سے جنگ نصر پر ساز کر لیا نصر نے شیبان کے پاس کہلا بھیجا کہ آؤ ہم اور تم صلح
 کر کے ابو مسلم سے جنگ کریں اور اگر یہ منظور نہ ہو تو سر دست ہم سے جنگ موقوف کر دو
 یہاں تک کہ ہم اُس سے پیٹ لین بعد ازاں جو جھگڑا ہمارے اور تمہارے درمیان پڑا ہے
 اُسکو طے کر لینے شیبان خارجی ان امور کو منظور کرنے میں پس و پیش کر رہی رہا تھا کہ ابو مسلم
 کو اس پیام کی اطلاع ہو گئی فوراً ایک خفیہ پیام علی بن کرمانی کے پاس بھیج دیا کہ دیکھو
 شیبان خارجی کو نصر سے صلح کرنے دینا ہم کو معلوم ہے کہ تم اُسکے ساتھ اسکی ہمدردی کی وجہ
 سے نہیں ہو تم اپنے باپ کا بدلہ لے رہے ہو اگر صلح ہو جائیگی تو یہ مقصود فوت ہو جائیگا
 ابن کرمانی اُس دم پٹی بین آ کے شیبان خارجی کے پاس گیا اور اُسکی شناسا و صفت
 کر کے نصر سے صلح نہ کرنے پر آمادہ کر دیا جب ابو مسلم نے ہرات پر قبضہ کر لیا یحییٰ بن نسیم
 بن ہبیرہ شیبانی یہ سُنکے ابن کرمانی اور شیبان کے پاس گیا اور اُنکو نصر سے مصالحت
 کرنے کی ہدایت کی اور یہ فقرہ دیا کہ اگر تم نے نصر سے مصالحت کر لی تو یہ یاد رکھو کہ ابو مسلم
 اُس سے بھڑھائے گا اور تم سے متعرض نہ ہوگا کیونکہ خراسان نصر کے قبضہ میں ہے اور اگر
 تم نے نصر سے مصالحت نہ کی تو ابو مسلم اُس سے مصالحت کر کے تم سے صف آرائی کرے گا
 میرے نزدیک بہتر یہ ہے کہ نصر ہی کو آگے بڑھا دو شیبان خارجی کے ذہن میں یہ باتیں
 مرتسم ہو گئیں نصر کے پاس صلح کا پیام بھیج دیا نصر تو اسکا منتظر ہی تھا منظور کر لیا ابو مسلم
 کو اس سے آگاہی ہو گئی تو اُس نے نصر و شیبان میں نفاق پیدا کرنے کی غرض سے
 کہلا بھیجا کہ تین ماہ کی میعاد بہت ہوتی ہے تم نے نصر سے اتنی بڑی مدت کیوں ہجر کی
 ابن کرمانی بولا میں نے نصر سے مصالحت نہیں کی مصالحت کی ہو تو شیبان نے کی ہے میں تو
 اپنے باپ کا عوض لینا چاہتا ہوں شیبان سے اُسکا کچھ جواب نہ دیا اور ابن کرمانی نے

دوبارہ لڑائی کا دروازہ کھول دیا شیبان خارجی نے یہ کہنے کہ میں بد عہد می نکر ونگا اسکا ساتھ ندیا بالآخر نصر کو ہریت ہوئی اور وہ بھاگ کر نیشاپور کو چلا گیا اور ابو مسلم کی حکومت کو خراسان میں ایک گونہ استقلال حاصل ہو گیا اُس وقت اُسے شیبان سے کہلا بھیجا کہ تم خلیفہ سفاح کی خلافت کی بیعت کر لو اگر بیعت کرنا نہیں چاہتے تو بیانیے کوچ کر جاؤ شیبان نے یہ سُنکے ابن کرمانی سے امداد طلب کی اُس نے انکار کر دیا تب شیبان سرخس چلا گیا ایک گروہ بکر بن وائل کا مجتمع ہو گیا ابو مسلم کو اُنکی اطلاع ہوئی تو اُسے شیبان کے پاس کہلا بھیجا کہ تم اس فعل سے باز آؤ شیبان نے قاصد ونگو عید کر لیا ابو مسلم نے بسام بن ابراہیم بنی لیث کے آزاد غلام کو جسکی کنیت ابو ردھقی شیبان خارجی پر حملہ کرنے کو لکھ بھیجا غرض بسام اور شیبان میں لڑائی ہوئی شیبان شہر میں بھاگ آیا بسام نے اُس کا تعاقب کیا بکر بن وائل نے ان قاصدین کو قتل کر دیا جنگو ابو مسلم نے شیبان کے پاس پیام لے کے بھیجا تھا اور بسام نے شیبان کی زندگی کا خاتمہ کر دیا اور بعض کہتے ہیں کہ ابو مسلم نے اپنے پاس سے ایک لشکر جنگ شیبان پر بھیجا تھا۔

(۲) مکرمیہ۔ یہ مکرم بن عبد اللہ علی کی طرف منسوب ہیں اُسکا قول یہ تھا کہ تارک نماز کا فرہے اُسکا کفر کچھ ترک نماز کے سبب سے نہیں ہے بلکہ اس لئے کہ وہ اللہ سے جاہل ہے اگر وہ جانتا کہ اللہ میرے پوشیدہ اور علانیہ حالات سے مطلع ہے اور طاعت اُسکی بہتر ہے اور نافرمانی بُری ہے تو وہ کبھی نماز کو ترک نہ کرتا یہی قول اُسکا تمام کہا کر میں تھا یعنی مرتکب اُنکا اللہ سے جاہل ہونے کی وجہ سے کافر ہے اور اللہ تعالیٰ کی دشمنی اور دوستی اُسکے بندوں کے ساتھ وقت موت کے معبر ہے پس جو شخص مرتے وقت مومن مراہ اللہ کا دوست ہے اور جو کافر مراہ دشمن ہے اور اُن اعمال کا اعتبار نہیں جو موت سے قبل کئے جائیں اسلئے کہ دوائی طور پر اُنکا وثوق نہیں کیونکہ کبھی آدمی سے ادا ہوتے ہیں اور کبھی فوت بھی ہو جاتے ہیں کتنا تھا یہی حال ہماری دوستی اور دشمنی کا ہے پس جو شخص مرتے وقت مومن دُنیا سے گذرا وہ دوست ہے اور جو کافر اٹھا وہ دشمن ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک اخطا یا تار میں مقررہ فرقی نے اس فرقے کو سب فرقوں سے علیحدہ رکھا ہے مگر اُسے اُن عقائد کا حال نہیں لکھا جن کی وجہ سے اُن کو علیحدہ مانا ہے بہر صورت یہ فرقہ ضحاک بن قیس خارجی کا پیرو ہے اُسے مروان بن محمد کے زمانے میں کوفے میں خروج کیا تھا اور اپنا لقب میر المؤمنین رکھا تھا اور کوفے پر قابض ہو گیا تھا۔ مجالس المؤمنین میں مذکور ہے کہ جب اس ضحاک نے لوگوں کو اپنے مذہب کی طرف دعوت دینا شروع کی تو مومن الطاق ایک دن اُسے پاس گئے اور کہا میں ایک شخص ہوں اپنے دین سے بخوبی واقفیت رکھتا ہوں میں نے تمہارے عدل انصاف کی بہت شہرت سنی ہے اُسے میں چاہتا ہوں کہ تمہاری صحبت میں رہا کروں ضحاک اس بات سے خوش ہوا پھر مومن الطاق نے اُس سے کہا کہ تمکو حضرت علیؑ سے کیوں بغض ہے اُسے جواب دیا کہ اُنھوں نے دین میں ثالث کا اقرار قبول کیا اور جو شخص دین الہی میں ثالثی جائز رکھے اُس سے دشمنی رکھنا اور جنگ کرنا حلال ہے مومن الطاق نے کہا کہ تم مجھے اپنے دین کے اصول سے آگاہ کرو تاکہ میں تمہارے ساتھ مناظرہ کر دوں اور جب تمہاری حجت مجھ پر غالب آجائے تو میں تمہاری اتباع اختیار کروں اور مناسب یہ ہو کہ صواب و خطا کے امتیاز کے لئے دونوں طرف سے ایک آدمی ثالث مقرر ہونا چاہئے جو یہ بات بتائے کہ فیخص صیب ہے یہ غلطی ہے ضحاک نے اپنے یاروں میں سے ایک شخص کی طرف اشارہ کیا اور کہا کہ یہ شخص علم و فضل میں پایہ رکھتا ہے یہ دونوں کے درمیان میں ثالث ہے مومن الطاق نے کہا کہ تم اُس شخص کو اُس دین میں جس میں تم سے مناظرہ کرنا چاہتا ہوں ثالث مقرر کرتے ہو ضحاک نے کہا ہاں مومن الطاق نے اُس کے متبعوں سے کہا کہ تمہارے سردار نے دین الہی میں ثالث مقرر کیا تم جاؤ اصحاب ضحاک نے یہ بات سنتے ہی اتنا مارا کہ وہ مر گیا انتہی یہ بیان قاضی نور اللہ صاحب کا صحیح نہیں تحقیق یہ ہے کہ ضحاک خارجی امام ابو حنیفہ کے پاس آیا اور تلواریں دکھا کر کہا کہ توبہ کرو اُنھوں نے پوچھا کس بات سے ضحاک نے کہا تمہارا عقیدہ ہے کہ حضرت علیؑ نے معاویہ کے معاملے میں ثالثی مان لی تھی حالانکہ جب وہ حق پر تھے تو ثالثی ماننے

ضحاک کے مارے جانے کے بعد اُسکے اصحاب نے ابن خیبری سے جو ضحاک کے لشکر کا ایک سپہ سالار تھا بیعت کر لی اور مروان کے ساتھ میدان جنگ میں مصروف جہاں قتال ہو گئے قریب دوپہر کے مروان شکست کھا کے بھاگ کھڑا ہوا خوارج نے اُس کے خیمے تک پہنچ کے خیمے کی طنائیں کاٹ دیں خیبری اُسکے فرش پر بیٹھ گیا اُسکے دونوں بازو و نیزہ لشکر بدستور لڑ رہے تھے لشکر مروان نے خیبری کے ساتھ جمعیت کم دیکھ کر مروان کے خیمہ گاہ میں اُنکا محاصرہ کر لیا لشکریوں کے غلام اور اہل خدمت خیموں کی چوبیس لیکے جُٹ گئے اُن سبھوں کو بات کی بات میں فرش کر دیا انھیں لوگوں میں ابن خیبری بھی تھا باقی جو رہے وہ بھاگ کھڑے ہوئے مروان اُس خوشخبری کو سُن کے تقریباً چھ میل سے اپنے خرگاہ میں واپس آ یا خوارج نے جی دٹ کے شیبان حروری کے ہاتھ پر بیعت کر لی جسکے فرقہ شیبانیہ کا حال ثعالیہ کے ضمن میں مذکور ہو چکا۔

نور بن شیبانیہ۔ یہ فرقہ منسوب ہے طرف شیب خارجی بن یزید بن نعیم شیبانی کے یہ شخص صالح بن مسرج کے ہمراہ رہتا تھا جو فرقہ صفریہ کا ایک سرغنہ تھا جب مقام موصل و مصر کے درمیان صالح مارا گیا تو خوارج نے شیب کے ہاتھ پر بیعت کر لی اور بعض کہتے ہیں کہ خود صالح نے وفات کے وقت شیب کے لئے وصیت کر دی تھی یہ شخص نہایت شجاع تھا عراق میں اُسوقت حجاج بن یوسف ثقفی حکمران تھا اُس نے حرث بن عمر بن ذی الشعار کو اُس سے جنگ کے لئے مقرر کر رکھا تھا جسکے مقابلے میں صالح مارا گیا تھا مگر شیب حرث کو شکست دیکر اُسکا مال و اسباب لوٹتا ہوا موصل کی جانب چلا گیا اور ملک موصل میں پہنچ کے سلامہ بن سنان تمیمی سے ملاقات کی اور اُسکو خروج کرنے پر ابھارا اُس نے یہ شرط لگائی کہ تیس سواروں کو منتخب کر کے میرے ہمراہ بنوغزہ پر حملہ آور ہو اور اُن سے میرے بھائی کے خون کا بدلہ لو شیب نے یہ شرط منظور کر لی بنوغزہ پر چڑھ گیا اور نہایت سختی و بیرحمی سے یکے بعد دیگرے اکثر بنوغزہ کو قتل کیا بعد ازاں ستر آدمیوں کے ساتھ داران پہنچا بنو شیبان کا ایک گروہ جو تعداد آئین ہزار کا تھا بھاگ کھڑا ہوا اور اُنکو مطیع کر کے اُنہی میں سے ایک منتخب گروہ کے ساتھ آذربایجان

تصدد کیا حجاج کے حکم سے سفیان بن ابی العالیہ شیب کی جنگ کے لئے آیا مقام خافقین
 میں مدبھیڑ ہو گئی اور سفیان شکست پا کر بھاگ گیا شیب مدین ہوتا ہوا نہروان
 پہونچا اور اپنے ہمراہیوں کے حق میں دعائے غیر کر کے قیام کر دیا سورہ بن الحمر نے
 اس مقام پر شیب پر شیخون مارا لیکن شیب کے ہمراہیوں کے ہوشیار رہنے کی
 وجہ سے اپنے ارادے میں کامیاب نہوا اور خود نہ ہمت اٹھا کے مدین کی جانب بھاگا
 شیب نے تعاقب کیا مگر شیب مدائن کو فتح نہ کر سکا تکریت کو چلا گیا اس ناکامی
 کے بعد حجاج نے عثمان بن سعید بن شرحبیل کنذی لمقبہ بجزل کو چار ہزار فوج
 کے ساتھ جنگ شیب پر روانہ کیا شیب کے دل میں جزل کی جو ہندی جنگ آدمی
 اور مردانگی سے خوف پیدا ہوا ایک مقام سے دوسرے مقام پر بلا ترتیب شکر بھاگتا
 پھرتا تھا اسکے ہمراہیوں کی تعداد ایک سو ساٹھ سے زیادہ نہ تھی پھر حجاج نے
 سعید بن مالک کو لشکر جزل کا امیر مقرر کر کے روانہ کر دیا سعید نے قطیف یا میں شیب سے
 لڑائی کی سعید مارا گیا اور اسکی سپاہ بھاگ نکلی مگر جزل نے اپنے پرزور حملوں سے
 شیب کو پسپا کر دیا شیب اس نہریمت کے بعد کرخ چلا گیا اور بقصد بازار بغداد و جلہ
 عبور کیا اور امن حاصل کر کے بازار بغداد میں گیا اور جن جن چیزوں کی ضرورت
 تھی ان کو خرید کے کوفے کے جانب روانہ ہو گیا حجاج نے یمن کے سدید بن عبد الرحمن
 سعدی کو دو ہزار کی جمعیت سے شیب کے مقابلے پر مامور کیا شیب نے کوفے کو چھوڑ کے
 حیرہ کا راستہ اختیار کر لیا شیب دوسرے مقامات کو ہو کے پھر کوفے کو لوٹا حجاج بھی
 دو منزلیاں کرتا ہوا کوفہ پہونچ گیا اور شیب بھی بازار کوفہ میں داخل ہو گیا اور اسی وقت
 خوارج نے مسجد اعظم پر حملہ کر دیا چند صاحبین کو بحالت نماز قتل کیا اور پھر شور و غل
 مچاتے ہوئے مسجد نبی ذہل میں پہونچے اور ذہل بن حرث کو نماز پڑھنے کی حالت
 میں قتل کر کے کوفے سے نکل کھڑے ہوئے اتفاق سے نصر بن قعقل دہلی آ گیا جب
 ۱۔ نے شیب کو دیکھا تو بے ساختہ بول اٹھا السلام علیک یا ایہا الامیر شیب نے
 کہا تجھ پر قتل ہوا امیر المؤمنین کیون نہیں کہتا نصر نے کہا بہتر یہی کہو نگا پھر شیب سے کہے

کہ نصر کی مان ناجیہ ہانی بن قبیصہ شبیبانی کی بیٹی تھی اپنے مذہب کی تعلیم دینے کے قصد سے مخاطب ہو کے بولا اے نصر لا حکم الا للہ نصر یہ سمجھ کے کہ یہ خارجی سپہ سالار تھا انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھتا ہوا اٹھا شبیب کے ہمراہی یہ سنتے ہی اسپرٹوٹ پڑے اور بات کی بات میں قتل کر ڈالا شبیب نے قادیسیہ کی راہ اختیار کی حجاج نے یہ خبر پا کر اپنے سربراہ اور وہ اور چنے ہوئے سواروں کے ایک ہزار آٹھ سو آدمیوں کو منتخب کر کے وخر بن قیس کی ماتحتی میں شبیب کے تعاقب پر روانہ کیا شبیب نے ایک مقام پر ان کو شکست دی وخر زخمی ہو کر کوفہ کو چلا گیا وخر کی ہزیمت کے بعد شبیب نے کوفہ کا قصد کیا حجاج نے یہ سُنکے لشکر کوفہ کو ب قصد جنگ روانہ کیا شبیب کے ہاتھ سے تمام افسران لشکر کوفہ نے ہزیمت پائی اور موسیٰ بن محمد بن طلحہ مارا گیا شبیب کے ہمراہیوں نے کوفہ پر قبضہ کرنے کی رائے دی لیکن شبیب نے کسی مصلحت سے کوفہ کا رخ نہ کیا اور وہاں سے روانہ ہو کر خانہ جوار میں جا اتر حجاج نے چھ ہزار سپاہ کوفہ کے ساتھ عثمان بن قطن کو شبیب کی لڑائی پر روانہ کیا عثمان کو ایک طرف سے شبیب نے اور دوسری جانب سے اُس کے سردار سوید بن سلیم نے گھیر کر قتل کر ڈالا لشکر بھاگ کھڑا ہوا شبیب نے قتل و غارت سے ہاتھ اٹھا کے بیعت کی دعوت دی لشکریوں نے بیعت کر لی اور آٹھ سو آدمیوں کی جمیعت سے مابین کا قصد کیا اہل کوفہ اُس کے مقابلے سے جی چڑاتے تھے اسوجہ سے کہ اُس نے ان کے لشکر کو یہم ہزیمت دی تھی اور ان کے اکثر امرا کو قتل کر ڈالا تھا اب حجاج نے عبدالملک سے بھی مدد مانگی جس نے دو ہزار فوج روانہ کی اور حجاج نے عتاب کو لشکر کی سرداری پر مقرر کر کے شبیب سے جنگ کے لئے روانہ کیا اس وقت عتاب کے ساتھ پچاس ہزار سپاہ تھی شبیب اس کی آمد کی خبر سنکے ایک ہزار کی جمیعت سے ساباط میں آگیا نماز ظہر ادا کی بعد ازاں اپنے لشکر کو مرتب کر کے مغرب کے وقت عتاب کے لشکر گاہ کے قریب آ پہنچا چار سو آدمی اُس کے ہمراہیوں میں سے اس سفر میں اُس سے علیحدہ ہو کے بیٹھ رہے تھے بقیہ چھ سو کے ساتھ نماز مغرب پڑھ کے لشکر مرتب کیا دو سو آدمیوں کی جمیعت سے سوید بن سلیم کو میسرہ میں رکھا اور اسی قدر فوج کو مہینہ بن غفل بن وائل کی

مانتی میں تعین کیا اور خود دوسری جمعیت سے قلعہ میں رہا لڑائی چھوٹی عتاب مارا گیا
 اسکے مارے جانے کے بعد اسکے لشکر ہی بھاگنے لگے فتح مند گروہ اپنی تلواروں سے اُگلی
 جان و تن کا فیصلہ کر رہا تھا شیب نے یہ حالت دیکھ کر قتل و غارت کی ممانعت کر دی
 لوگوں سے بیعت کرنے کو کہا سمجھوں نے بیعت کر لی شب آئی تو موقع پا کے بھاگ گئے
 خاتمہ جنگ کے بعد شیب کا بھائی مضاد دین سے آگیا دور و زنگ میدان معرکہ میں
 ٹھہرا رہا تیسرے روز کوفہ کی طرف کوچ کر دیا اس اثنا میں سفیان بن ابیروکلبی مع لشکر
 شام کے حجاج سے آلا شیب نے قریب کوفہ پہنچنے کے حمام ابن بن پڑاؤ کیا حجاج
 نے حرث بن معاویہ ثقفی کو ایک ہزار جنگی پولس کے ساتھ مقابلے کی غرض سے بھیجا شیب نے
 یہ خبر پا کے نہایت تیزی سے حملہ کر کے حرث کو مار ڈالا پھر حجاج کے دو آزاد غلام یکے
 بعد دیگرے مقابلے کو آئے اور مارے گئے حجاج بھلا کر اہل شام کو ساتھ لیکر خود بقصد
 جنگ اُٹھ کھڑا ہوا اور اہل شام کے استقلال و ثابت قدمی سے شیب کو نہایت ہولی
 مضاد برادر شیب اور اُگلی بیوی غزالہ ماری گئی حجاج نے جیب بن عبد الرحمن حکمی کو
 تین ہزار سواروں کی جمعیت سے شیب کے تعاقب پر روانہ کیا جیب حجاج نے نصرت
 ہو کے انبار پہنچا تو معلوم ہوا کہ شیب اسی گرد و نوح میں ہوا سقت اُسکے اکثر ہمراہی اُس سے
 جدا ہو گئے تھے اسوجہ سے کہ حجاج نے عام طور سے امان دینے کا اعلان کر دیا تھا اتفاق سے
 بوقت غروب آفتاب جیب کے لشکر کے پاس پہنچا اور پہنچنے کے ساتھ ہی لڑائی کا بازار
 گرم کر دیا یکے بعد دیگرے گروہ سے لڑنے لگاتار کا وقت اور لڑائی کا یہ عالم تھا کہ جو
 جہان تھا وہیں پر کوہ کی طرح استقلال کے ساتھ کھڑا لڑ رہا تھا لڑنے لڑتے ہاتھ
 شل ہو گئے تھے مجبور ہو کے فریقین نے لڑائی سے ہاتھ کھینچ لیا خود بخود لڑنے والوں
 کے ہاتھ لڑنے سے رک گئے تین آدمی شیب کے اور ایک سو آدمی لشکر شام کے معرکہ
 کا زار میں کام آئے شیب مع اپنے بقیہ ہمراہیوں کے دجلے کو عبور کر کے سرزمین
 خوخی کی طرف چلا پھر دوبارہ دجلے کو واسط کے قریب عبور کر کے اہواز و فارس کا
 راستہ اختیار کیا تاکہ کرمان میں پہنچ کے چند سے جنگ و گردش زمانہ سے آرام حاصل

کرے شیب نے کرمان میں چندے آرام کرنے کے بعد بقیہ جنگ مراجعت کی اور زمین
 سفیان بن ابیہ کلبی سے جو عبد الملک کے حکم سے لشکر شام کے ساتھ حجاج کی مدد کو آیا تھا
 پڑھ بیٹھ ہو گئی شیب نے پل کے ذریعہ سے دجلے کو عبور کیا اور اپنے ہمراہیوں کو تین گروہ پر
 منقسم کر کے سوم میں چلے کیے لیکن سفیان اور لشکر شام نے اپنی جگہ سے جنبش تک نہ کی
 نہایت استقلال اور ثابت قدمی سے مقابلہ کرتے رہے اور موقع پا کے خود بھی حملہ کر دیتے
 تھے بالآخر خوارج نے گھبرا کے بہت حد عبور پل کا رخ کیا شیب ایک سو کی جمعیت سے
 میدان جنگ میں ٹھہرا ہوا لڑتا رہا جب شام ہو گئی اور رات نے اپنے سیاہ دامان سے
 آفتاب عالم تاب کو چھپا لیا تو شیب اور اُس کے حریف خود بہ خود جنگ سے دستکش ہو گئے تھیں
 نے اس موقع کو مقتنات سے شمار کر کے مراجعت کی پل کی طرف آیا اُس کے ہمراہی آگے آگے
 تھے اور یہ سب کے پیچھے آہستہ آہستہ چلا آ رہا تھا گھوڑے پر سوار تھا پل کو عبور کرنے لگا
 ایک گھوڑی آگے آگے جا رہی تھی گھوڑا اُسکا اُس گھوڑی کی وجہ سے بگڑا یہ اُسکی پشت سے
 علحدہ ہو کر دریا میں گر پڑا اسوقت اُس کے منہ سے یہ کلام نکلا ليقضه الله امرًا كان مفقودا
 اور غوطہ کھا یا جب پانی کی سطح پر بھرا یا تو کہا ذلک فقد برأ العزیز العلیہ اور غرق ہو گیا
 لاش اُسکی پانی سے نکال کر سفیان کے پاس لے گئے چاک کر کر دل نکالا تو مثل سنگ کے
 سخت نکلا جب اُسکی مان سے بیان کیا گیا کہ شیب مارا گیا تو اُس نے یقین نہ کیا جب کہا
 کہ وہ ڈوب گیا ہے تو اس بات کا یقین کر لیا کہنے لگی کہ جب وہ پیدا ہوا تھا تو میں نے
 دیکھا تھا کہ میرے شکم سے آگ کا شعلہ نکل رہا ہے سمجھ گئی کہ اُسے کوئی چیز نہیں بجھا سکتی
 سوائے پانی کے یہ واقعہ شہ کا ہے۔

خطبہ مقریزی اور خبیثہ الاکوان اور کشف الغمہ عن افتراق الامہ بن لکھا ہے کہ شیب کا
 فرقہ اُنھیں فرقہ خوارج کے ساتھ عقائد میں موافق ہے لیکن اُن سے اس بات میں
 متفق ہے کہ عورت کی امامت و خلافت کو جائز بتاتا تھا اس شیب نے اپنی مان غزالہ
 نام کو اپنا خلیفہ کیا تھا اُس نے کوفہ میں داخل ہو کر خطبہ پڑھا اور نماز صبح مسجد جامعہ میں
 جا کر ادا کی پہلی رکعت میں سورہ بقرہ دوسری رکعت میں سورہ آل عمران پڑھی مگر گھٹے

اس کلام میں نظر ہے اسلئے کہ یہ قول کتب تواریخ کے خلاف ہے صحیح یہ ہے کہ غزالہ شیب کی منکوحہ تھی اور اُسے جامع مسجد کوفہ میں دو رکعت نماز پڑھنے کی نذر کی تھی جس میں سورہ بقرہ وآل عمران پڑھی جب شیب نے کوفہ کے قریب پہونچ کے حام امین بن پڑا دیا اور یہاں حرث بن معاویہ نقضی کو شکست دیکر حام امین سے بھی کوچ کر کے کوفہ کے قریب مقام سنجہ میں چلا آیا تو شیب شب کے وقت کوفہ میں داخل ہوا اور اُسکی زوجہ نے ایفاے نذر کی۔ بعد ازاں شیب کا اہل کوفہ سے مجادلہ ہوا۔

فائل مسماری بن شیب بن یزید نے بھی اطراف جبل میں خروج کیا تھا اور خروج سے قبل یہ شخص خالد قسری کے پاس آیا تھا فریضہ کا سوال کیا خالد نے جواب دیا تمکو اس سے کیا حاصل ہے مسماری یہ جواب پا کے جبل کی طرف چلا گیا خالد کو اپنے اس جانب دینے سے ندامت ہوئی تلاش کرا یا دستیاب نہوا مسماری نے جبل میں پہونچ کے جہان پر چند لوگ تیم اللات بن ثعلبہ کے خاندان کے تھے اُنکو اس واقعہ سے مطلع کیا اور یہ ظاہر کیا کہ میں نے خالد کے پاس جانے کا یہ حیلہ نکالا تھا تا کہ فلان شخص جو قعدہ صفریہ سے تھا اُسکے بدلے میں اُسکو مار ڈالوں خالد نے اُس شخص کو ظلم مار ڈالا تھا تیم اللات کے تیس آدمیوں نے اُسکے ساتھ خروج کیا اطراف منادر میں مقابلہ ہوا فریقین نے سختی سے ایک دوسرے پر حملہ کیا بالآخر مسماری اور اُسکے کل ہمراہی مار ڈالے گئے۔

دسویں کوزیہ۔ اس فرقہ کے خوارج طہارت میں مبالغہ کرتے ہیں کہتے ہیں کہ بدن کی مالش غسل کے وقت فرض ہے (مستغافا و از بجر المذاہب و تذکرۃ المذاہب و مؤید الا فاضل وغیرہ)۔

گیارہویں کنز یہ۔ یہ لوگ مال جمع کرتے ہیں زکوٰۃ کی فرضیت کے منکر ہیں (منقول از تذکرۃ المذاہب و مؤید الا فاضل و بجر المذاہب وغیرہ)۔

بارہویں شمر آخینہ۔ یہ فرقہ عبد اللہ بن شمر اخ کی طرف منسوب ہے اُس کے نزدیک مان باپ کا مار ڈالنا حلال ہے جب اُس نے یہ حکم دیا دارالتقیہ میں رہتا تھا اسکے اس حکم سے خوارج بیزار ہو گئے اور اس فرقے کے نزدیک وطی بلا نکاح حلال ہے

درمنقول از غنیۃ الطالبین و بحر المذاهب و تذکرۃ المذاهب مؤیداً لافاضل، توضیح المذہب
 میں لکھا ہے کہ شمر اخیر صوفیان بطل میں سے بھی ایک گروہ کا نام ہے۔
 تیسرے صوفیوں بدعتیہ۔ یہ فرقہ تمام مقالات میں ازرقہ کے موافق ہے مگر اس بات میں
 متفقہ ہے کہ نماز میں صرف دو رکعت فجر کو پڑھنا چاہئے اور دو رکعت رات کو اور اس قول پر
 استدلال اس آیت سے کرتے ہیں اقم الصلوۃ طر فی النہار و زلفی من اللیل
 ان الحسنات یذہبن السیئات یعنی دن کے دونوں طرف اور رات کی ساعتوں میں
 نماز پڑھا کر کیونکہ نیکیاں بُرائیوں کو دور کرتی ہیں یہ لوگ کہتے ہیں کہ کم سے کم نماز کی
 دو رکعت ہیں اور وقت اُسکا دن کے ان ہی دونوں طرفوں میں مذکور ہے جو شب کے
 نزدیک ہیں اور یہ فرقہ ازرقہ کے ساتھ اس بات میں متفق ہے کہ جب کفار پر فتح حاصل ہو
 تو ان کی عورتوں کو قید کر لینا اور انکے اطفال کو مار ڈالنا چاہئے اور اپنے اس قول
 پر استدلال اس آیت سے کرتے ہیں رب لا تذری الارض من الکافرین دیارا
 اے رب زمین پر کافروں کا ایک گھر بننے والا بچھوڑنا۔

تتمہ

الخطوط والآثار میں خوارج کے فرقوں کے یہ نام اور لکھے ہیں اصومیہ یہ بھی بن
 اصوم کے متبع ہیں یعقوبیہ یہ یعقوب بن علی کوفی کے اصحاب ہیں فضلیہ فضل
 بن عبد اللہ کے پیرو ہیں۔

فرقہ مرجیہ

مرجیہ لفظ ارجا سے نکلا ہے جو مشتق ہے رجا بمعنی امید سے اسلئے کہ مرجیہ کو یہ امید ہے
 کہ اہل معاصی کو اللہ ثواب دیگا اسیوجہ سے یوں کہتے ہیں کہ ایمان کے ہوتے ہوئے
 کوئی تعصیت ضرر نہیں کرتی ہے جس طرح کہ ہمراہ کفر کے کوئی طاعت نفع نہیں
 دیتی ہے یا یہ لفظ مشتق ہے ارجا بمعنی تاخیر سے اسلئے کہ انھوں نے حکم اصحاب کبار
 کو آخرت تک مؤخر رکھا ہے پس دنیا میں صاحب کبیرہ پر کوئی حکم نہیں ہو سکتا کہ وہ فحشی ہو

ملہ دیکھو ترجمہ فارسی غنیۃ الطالبین از مولوی عبدالحکیم من شیخ شمس الدین ۱۲

پابندی ہے اس صورت میں مرجعہ عیدہ کی ضد ٹھہرتے ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ ارجاء
 (بمخفی تاخیر) سے مرجعہ اسلئے بنا ہے کہ وہ حضرت علیؑ کی تاخیر درجہ اول سے درجہ چہلم
 پر کوئے ہیں اس صورت میں مرجعہ شیعہ کے مقابل ٹھہریکے اور اہل سنت و جماعت
 بھی اس میں داخل ہو جائیں گے پہلی صورت میں مرجعہ یا بے تختانی سے ہو گا
 اور دوسری صورت میں ہمزہ کے ساتھ مُرجِئہ اور اُس شخص کو جو اس مذہب پر ہو
 مُرجِئہ بغیر ہمزہ اور کبھی مُرجِئہ ہمزہ کے ساتھ بروزن مُرجِئہ کہتے ہیں مستفاداً از منتہی الاربع
 فی لغات العرب اور لسان العرب کی فصل راء حرف ہمزہ میں لکھا ہے کہ ارجاء تاخیر کے
 معنی میں ہے اور اسکے آخرین ہمزہ ہے اسی سے مرجعہ فرمے کا نام بنا ہے جو اس مذہب
 پر ہو عرب میں وہ شخص راجلٌ عوجیؑ بروزن موجعٌ کہلاتا ہے جب یا بے نسبت اسکے
 آخرین لگاتے ہیں تو کہتے ہیں موجِئہؑ بروزن عوجِئہؑ اور یہ اس صورت میں ہے کہ
 اسکے آخرین ہمزہ رکھی جائے اور جب ہمزہ نہ قرار دیا جائے تو کہتے ہیں راجل موج بروزن
 مَعْجُط اور اس صورت میں مرجعہ یا بے تختانی کی تشدید کے ساتھ ہے چنانچہ بعض عرب
 کہتے ہیں اَرَجِیْتُ وَاَخْطِیْتُ وَاَتَوَضَّعْتُ بس ہمزہ نہیں دیتے اور ہمزہ نہ دینے کی صورت
 میں عرب یا بے نسبت عوجی کے آخرین لگا کر عوجِئہ تشدید آخر کے ساتھ کہتے ہیں اور
 مرجعہ ایک فرقہ ہے مسلمانوں کا اُنکا قول ہے ایمان قول ہے بلا عمل کے یعنی ایمان
 صرف کلمہ شہادت کے اقرار کا نام ہے گویا اُنھوں نے کلمہ شہادت کے اقرار کو عمل پر
 مقدم کیا ہے کیونکہ الکا عقیدہ یہ ہے کہ اگر بندے نہ نماز پڑھیں نہ روزہ رکھیں تب بھی
 ایمان اُنکو نجات دیدیگا ابن اثیر نے کہا ہے کہ حدیث میں مرجعہ کا ذکر آیا ہے اور وہ ایک
 فرقہ ہے جسکا یہ اعتقاد ہے کہ ایمان کے ہوتے ہوئے کوئی معصیت ضرر نہیں پہونچا سکتی ہی
 جیسا کہ کفر کے ساتھ کوئی طاعت نفع نہیں دے سکتی ہے اور وہ مرجعہ اسلئے کہلاتے ہیں کہ
 اللہ نے اُنسے تعذیب معاصی کو مؤخر کر دیا ہے انتہی حقیقت مرجعہ کی یہ ہے کہ اُنکو اثبات
 وعدہ اور نفی وعید و خوف میں مومنین سے غلو ہے اور سارے مرجعہ یہ کہتے ہیں کہ اگر اللہ
 کسی گنہگار کو کوئی گناہ معاف کرے تو پھر اُس پر یہ لازم ہو گا کہ اُس قسم کے گناہ سارے

ہ ابن حنفیہ بن حضرت علی بن ابی طالب ہیں انھوں نے اس مسئلے میں گفتگو کی لیکن یہ عل کو ایمان سے خارج نہیں کرتے ہیں جس طرح کہ اور مرجیہ نے کیا ہے بلکہ یوں کہتے تھے کہ صاحب کبیرہ کافر نہیں ہوتا اس لئے کہ اور سے طاعات اور ترک معاصی اصل ایمان سے نہیں ہیں ان کے زوال سے ایمان زائل نہیں ہوتا ہے پھر مرجیہ کئی طرح پر ہو گئے۔

قسم اول۔ مرجیہ خالص یہ قائل صرف ارجاء کے ہیں اور یہ یونسیہ اور عبیدیہ و سانیہ و ثونینہ و سہبہ ہیں۔
قسم دوم۔ مرجیہ قدریہ یہ قسم جامع ہے درمیان مذہب مرجیہ و قدریہ کے ان لوگوں کے سرگرم محمد بن شبلیہ و رصالحی اور خالدی اور ابو ثمر ہیں۔

قسم سوم۔ مرجیہ جبریہ یہ قسم جامع ہے درمیان مذہب مرجیہ و جبریہ کے جیسے جہم بن صفوان۔
قسم چہارم۔ مرجیہ خوارج یہ خوارج بھی ہیں اور مرجیہ بھی ہیں جیسے ثوبانہ شہرستانی نے مل و نخل میں لکھا ہے کہ مرجیہ نے بعض اُن مسائل میں خوارج کے ساتھ اتفاق کر لیا جو امامت سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور ابن قتیبہ نے کہا ہے کہ اول موجد ارجاء کا بصرے میں حسان بن بلال بن حارث مزیہ اور بعض نے یوں ذکر کیا ہے کہ موجد اول ارجاء کا ابوسلت سمان ہے اُسے ۲۷ ہجری میں وفات پائی ہے۔

تفصیل مرجیہ خالص کے فرقوں کی

پہلا فرقہ یونسیہ ہے یونس بن عمر نمیری کے متبع ہیں بعض نسخوں میں یونس کے باپ کا نام عمران لکھا ہے اُسکا یہ اعتقاد ہے کہ ایمان اللہ کا پہچانا اور اُسکے سامنے عاجزی اور ترک گردن کشی اور اُسکی دوستی دل میں رکھنا ہے اور اُن میں سے علیحدہ ہر خصلت نہ ایمان ہے نہ ایمان کا حصہ پس جس شخص میں یہ تمام خصلتیں جمع ہوں وہ مومن ہے اور اُسکو ایمان کے ہوتے ہوئے کوئی معصیت ضرر نہیں کرتی نہ کسی گناہ پر اُسکو عذاب ہوگا اور نہ کسی طاعت کے ترک کرنے سے سزا پائیگا کیونکہ سوائے معرفت اُسی کے اور طاعات ایمان کے قبیل سے نہیں ابلیس اللہ کی وعدانیت کو پہچانتا تھا

مگر جو تکبر اور سرکشی کے کافر ہو گیا چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اَبٰی وَاَسْتَكْبَرُوْا کَانَ مِنَ الْکَافِرِیْنَ یعنی شیطان نے نہ مانا اور تکبر کیا اور وہ تھا کافرون سے جس کے دل میں اللہ کی محبت اور خوف بیٹھ گیا اور اُس کے ساتھ دل سے دوستی رکھی اور عاجزی کی پھر اُسے خدا کے حکم کی تعمیل مکی تو وہ اُس سے گناہگار نہیں ہوتا اور اگر اُس سے کوئی گناہ سرزد ہو تو اُس کے اخلاص و یقین میں فرق نہیں آتا اور محبت و اخلاص کی وجہ سے جنت میں جائیگا نہ طاعت و اعمال کے سبب سے۔

دوسرا فرقہ عبیدیہ۔ یہ عبید المکذب کے اصحاب ہیں شرح موافقہ اشاد المسلمین اور میر سید شریف محمد اکبر کے الہامیین مکذب ہی ہے مگر مل و نخل میں اُسکی جگہ مکتب لکھا ہے انکا اعتقاد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ساری صفات اُسکی ذات کی غیر ہیں اور وہ ذات مقدس آدمی کی صورت پر ہے اور باقی عقائد میں یونسیہ کے ہم مشرب ہیں۔

تیسرا فرقہ غسانینہ ہے یہ غسان بن ابان کوئی کے متبع ہیں یہ شخص محمد بن حسن شیبانی کا شاگرد تھا اور نبوت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا منکر تھا اسکا مذہب ایمان میں یہ تھا کہ ایمان زیادہ ہوتا ہے لیکن کم نہیں ہوتا اور یہ کہتا تھا کہ ہر خصلت کا خصال ایمان میں سے بعض ایمان (یعنی حصہ ایمان و جزو ایمان) نام ہے اور اُس کا یہ اعتقاد بھی تھا کہ ایمان نام ہے خدا اور رسول کی معرفت کا اور اجمالاً اُن چیزوں کی معرفت کا جو شائع سے پہونچی ہیں اور تفصیل کی ضرورت نہیں اور معرفت اجمالی سے مراد یہ ہے کہ اعتقاد رکھے کہ اللہ نے حج فرض کیا ہے مگر یہ معلوم نہیں کہ کعبہ کہاں ہے اور ہو سکتا ہے کہ وہ مکے میں نہ ہو اور کسی جگہ ہو اور اللہ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول بنا کر بھیجا مگر یہ یقین نہیں کہ جو محمد مدینے میں تھے وہی محمد ہیں یا اُنکے سوا کوئی اور ہیں اور سور کا گوشت اللہ نے حرام کیا ہے مگر یہ تحقیق نہیں کہ جس جانور کو عرف میں سور قرار دیکر حرام جانتے ہیں یہ وہی ہے یا غیر واضح رہے کہ اس قول سے مراد غسان کی یہ ہے کہ یہ احکام حقیقت ایمان میں داخل نہیں ہیں اور کچھ یہ نہیں ہے کہ اُسکو ان چیزوں کے باب میں شک تھا بلکہ وہ جانتا ہے کہ اگر مؤمن یہ سمجھ لے

کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں یا کوئی اور ہیں اور کعبہ یہی ہے یا کوئی اور ہے تو
 اُن کے ایمان میں فرق نہیں آسکتا کیونکہ ایمان کی حقیقت میں
 اُن کو دخل نہیں ہے ان میں شک کرنے سے اور اُپر اعتماد نہ رکھنے سے ایمان
 باطل نہیں ہوتا شرح مواقف میں لکھا ہے کہ غسان اپنے مذہب کے رواج دینے
 کے لئے لوگوں سے یہ کہا کرتا تھا کہ یہی راے امام ابو حنیفہ کی ہے حالانکہ یہ حض
 افترا تھا بلکہ معتزلہ نے بھی امام ابو حنیفہ اور اُن کے تابعین کو مرجعہ کہا ہے اور وہ شاید
 اسکی یہ ہوگی کہ جو لوگ مسئلہ قدر میں معتزلہ سے مخالفت کرتے تھے وہ اُنکو مرجعہ مشہور
 کہتے تھے یا امام صاحب نے جو فرمایا ہے کہ ایمان تصدیق کا نام ہے اور تصدیق زیادہ
 ہوتی ہے نہ کم تو معتزلہ کو اس سے یہ خیال پیدا ہو گیا ہوگا کہ امام صاحب نے
 جو عمل کو حقیقت ایمان سے خارج کر دیا ہے تو اُن کے نزدیک مغفرت کے لئے ایمان
 کافی ہے اُسکے ہوتے ہوئے کسی عمل مفروضہ کا ترک اور گناہ ضرر نہیں کرتا کیونکہ اعمال
 ایمان میں داخل نہیں بلکہ زنجشری نے بوجہ تعصب مذہب اعتزال و قدر کے سارے
 اہل سنت کو کشف میں مرجعہ و جبر یہ کہ دیا ہے اسلئے کہ وہ عمل کو حقیقت ایمان میں
 داخل نہیں کرتے اور نہ یہ کہتے ہیں کہ بندہ افعال کا خالق ہے اور یہ صاحب کشف کی
 غلطی ہے اسلئے کہ اہل سنت و جماعت کہتے ہیں کہ ایمان عبارت ہے تصدیق و اقرار
 سے اور عمل سبب ہے کمال ایمان کا نہ یہ کہ ایمان قول ہے بلا عمل پس اُنکا مذہب
 توسط ہے جبر و قدر میں دین خالص میں سید صدیق حسن کہتے ہیں کہ یہ قول بھی صحیح
 نہیں کہ سارے اہل سنت حقیقت ایمان میں عمل کو داخل نہیں کرتے اسلئے کہ حنا بلہ
 و شافعیہ کل اس بات کے قائل ہیں کہ ایمان کی حقیقت میں اعمال داخل ہیں
 اور یہی راے بعض حنفیہ کی بھی ہے اور یہی قول مالکیہ کا ہے اور اسی کو معتبر جانا ہی
 جیسا کہ مالابدمنہ میں مذکور ہے ہاں مشہور یہ ہے کہ امام ابو حنیفہ کا مذہب یہ ہے کہ عمل
 ذات ایمان میں داخل نہیں مگر یہ ضعیف ہے اور شاہ ولی اللہ صاحب نے تفہیمات
 میں اسکی تاویل یوں کی ہے کہ امام صاحب مجتہد ہیں اور مجتہد خطا بھی کرتا ہے اور

صواب پر بھی ہوتا ہے اور خطا پر اس کے لئے ایک اجر ہے جیسا کہ صواب پر دو اجر ملتے ہیں فقیر مولف اس رسالے کا کہتا ہے کہ جمہور معتزلہ و خوارج کا یہ مذہب ہے کہ عمل بخیر ایمان کا جزا اور رکن ہے اور مشہور یہ ہے کہ تمام محدثین شافعیہ و مالکیہ و حنبلیہ کا بھی یہی مذہب ہے حالانکہ اُن کے اور معتزلہ و خوارج کے مذہب میں بڑا فرق ہے معتزلہ کے نزدیک تارک طاعات مؤمن نہیں رہتا اس لئے کہ اُن کے نزدیک اعمال ماہیت ایمان کا جز ہیں گو معتزلہ تارک طاعات کو کافر نہیں بتاتے مگر مؤمن بھی نہیں جانتے اور خوارج تارک طاعات کو کافر سمجھتے ہیں اور محدثین ان کے تارک کو دائرہ ایمان سے خارج نہیں جانتے کیونکہ ان کے نزدیک عمل ایمان کا مل کی شرط ہے مگر بعض آدمی نے جو دیکھا کہ بظاہر محدثین ایمان تصدیق اور اقرار اور عمل کو بتاتے ہیں اور احادیث سے اس کا ثبوت دیتے ہیں تو یہ خیال کیا کہ ان کا مذہب جمہور اہل سنت کے خلاف ہے اور فرقہ معتزلہ و خوارج کے موافق ہے حالانکہ یہ خیال ~~سب غلط ہے~~ کسی طرح محدثین کے نزدیک عمل اصل ایمان کی حقیقت میں داخل نہیں بلکہ ایمان کا مل کی شرط ہے اور صاحب تصدیق و اقرار بوجہ ایمان کا مل کے اگرچہ مؤمن ہے لیکن ناقص الایمان ہے اور ایسے شخص کو مؤمن فاسق کہتے ہیں جمہور اہل سنت یعنی اشاعرہ و ماتریدیہ کے نزدیک اعمال حقیقت ایمان کا نہ جز ہیں نہ رکن ہیں اور نہ شرط ہیں ایمان دوسری چیز ہے عمل دوسری چیز اور بڑی دلیل اعمال کے ایمان میں داخل نہ ہونے پر یہ ہے کہ اللہ نے ایمان کو عمل صالح کے ساتھ ذکر کیا ہے چنانچہ سورہ کہف میں ہے

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ كَانَتْ لَهُمْ جَنَّاتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا

یعنی جو لوگ ایمان لائے ہیں اور اچھے کام کئے ہیں اُن کے لئے جنات فردوس ہیں اور معاصی کے ساتھ بھی چنانچہ اس آیت میں وَإِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتَتَلُوا اگر دو فرقے مسلمانوں کے آپس میں لڑ پڑیں اور دوسری جگہ ہے الَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَلْبِسُوا إِيمَانَهُمْ بِظُلْمٍ یعنی جو لوگ ایمان لائے اور اپنے ایمان میں کچھ ظلم نہیں بلائے اور سورہ انفال میں ہے وَالَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَلْبِسُوا إِيمَانَهُمْ بِظُلْمٍ

ایمان لائے اور ہجرت نکی پہلی آیت میں ایمان کو قتال کے ساتھ اور دوسری میں ظلم کے ساتھ جمع کیا ہے اور تیسری میں عدم ہجرت کے ساتھ حالانکہ شے اپنی ضد یا اپنے جز کی ضد کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتی اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ایمان فعل اعضا کا نام نہیں ہے اور نہ اعمال نیک اس میں داخل ہیں اور نہ اعمال بد ایمان کے برباد کرنے والے ہیں کیونکہ ایمان ضد اور مقابل کفر کے ہے اور عمل نیک مقابل ہے گناہ کے پس اگر عمل ایمان میں داخل ہوتا چاہیے گناہ کفر ہو جائے حالانکہ یہ بات سب کے نزدیک ہے کہ عبادت اور طاعت نہ کرنے سے بندہ گناہگار ہوتا ہے کافر نہیں ہوتا پس اس سے صاف ظاہر ہے کہ عمل ایمان میں داخل نہیں ہے۔

طرفہ یہ ہے کہ غیثۃ الطالبین میں جہان متہم فرقوں کا ذکر کیا ہے وہاں مرجیہ کے بارہ فرقے شمار کئے ہیں ان میں حنفیہ کو بھی مرجیہ کہا ہے ان الفاظ کے ساتھ اما المرجیۃ فضر قہا اثنی عشر فرقة الجہمیۃ وفلانۃ وفلانۃ والحنفیۃ واما الحنفیۃ فہم اصحاب ابی حنیفۃ النعمان ابن ثابت زعموا ان الایمان هو المعرفة والاقرار باللہ ورسولہ وبما جاء من عندہ جملۃ الخ مگر اس میں علماء محققین کو کلام ہے یہاں تک کہ شیخ القطب عبد الوہاب شعرائی قدس سرہ اس بات کے قائل ہیں کہ اس عبارت کو معاذین نے غیثہ میں اپنی طرف سے داخل کر دیا ہے بلکہ محققین کو تو اس میں بھی کلام ہو کہ غیثۃ الطالبین حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ہے شیخ عبدالرحمن دہلوی لکھتے ہیں ہرگز ثابت نہ شدہ کہ ابن از تصنیف آن جناب ست اگرچہ انتساب آن بآن حضرت شہرت دار و نظر برین کہ شاید در ان حرف ازان جناب بود ترجمہ کر دم اور غنیہ میں یہ بھی غلط کہا ہے کہ حنفیہ کے نزدیک ایمان معرفت ہے اسلئے کہ امام صاحب اور تمام حنفیہ تصریح کر دی ہے کہ ایمان کی حقیقت تصدیق ہے اور معرفت کا قول کسی سے منقول نہیں اور معرفت کے البطلان پر دلیل یہ ہو کہ یہ ایمان کے لغوی معنی کے معارضہ ہے جب یہ معنی لئے جائیں گے تو نقل لازم آئیگی جو اصطلاح میں اسے کہتے ہیں کہ لفظ کے اصل معنی موضوع لہ بالکل متروک الاستعمال ہو کر دوسرے معنوں کے لئے لفظ کا استعمال

کیا جائے ایسے استعمال کو نقل اور لفظ کو منقول کہتے ہیں مثلاً کوفتہ کے معنے کوٹے ہوئے کے ہیں اب کوفتہ خاص اُن کباہون کو کہتے ہیں جو گوشت کو کوٹ پیسکر بنالیتے ہیں اور تصدیق اور معرفت میں بڑا فرق ہے اس لئے کہ تصدیق کے لئے دل کا قصد اور کسب اور تحصیل شرط ہے اور معرفت کبھی بلا کسب بھی حاصل ہو جاتی ہے مثلاً کشتی شخص کی نگاہ بلا ارادہ کسی جسم پر جا پڑے تو اسے اس بات کا یقین ہو جائے گا کہ یہ جسم دیوار ہے یا دیوار نہیں تھہرے یا تھہر بھی نہیں درخت ہے وغیرہ وغیرہ پس اگر کوئی مُصَدِّق صدق کو اپنے اختیار سے مجز کی طرف منسوب کر دے تو اسکا نام تصدیق ہوگا اور اگر یہ بات خود بہ خود اُسکے دل میں آجائے کہ یہ مجز صادق ہے اور ارا دے اور اختیار کو کام میں نہ لایا ہو تو یہ معرفت ہوگی نہ تصدیق۔

بہر صورت امام ابو حنیفہ اور اُن کے اصحاب کو مرجیہ کا ہم اعتقاد خیال کرنا درست نہیں اسلئے کہ ارجاء تو یہ ہے کہ یہ سمجھیں کہ عذاب و عقاب اور مواخذہ کسی طرح ہوگا اور ایمان کے ہونے کوئی گناہ نقصان نہ پہونچا سکے گا سو یہ عقیدہ حنفیہ کا کب ہے بلکہ وہ تو یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی مشیت دارادے میں ہے جسے چاہے معاف کرے جسے چاہے عذاب دے اور گناہگار کے واسطے عذاب بھی ثابت کرتے ہیں اور اُس کے ضرر سے خائف رہتے ہیں ہاں لطف پر اُنکی نظر بھی ہے اسلئے جانب معرفت و ایذاری کی رعایت رکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر اللہ چاہے تو بغیر توبہ کے تمام گناہ بخش دے اور فاسق کو دوزخ میں نہ ڈالے امام ابو حنیفہ کو اس سے کچھ بحث نہ تھی کہ میسلکہ فلان شخص یا فلان فرے گا ہے وہ اصل حقیقت کو دیکھتے تھے اور مغز سخن کو پہونچتے تھے جب یہ بحث اُنکے سامنے پیش کی گئی تو اُنھوں نے علانیہ کہا کہ ایمان اور عمل دو جداگانہ چیزیں ہیں اور دونوں کا حکم مختلف ہے اسپر بہت لوگوں نے اُنکو بھی مرجیہ کہا لیکن وہ ایسا مرجیہ ہونا خود پسند کرتے تھے محدثین اور فقہا میں سے جو لوگ امام صاحب کے ہزاران تھے اُنکو بھی یہی خطاب عنایت ہوا محدث ابن قتیبہ نے اپنی مشہور اور مستند کتاب المحکم میں مرجیہ کے عنوان سے بہت سے فقہا اور محدثین کے نام گنائے ہیں جنہیں سے چند یہ ہیں

ابو ہریرہؓ بھی اہل عمر بن مرہ اور طلحہ بن عبید بن جریج اور حماد بن سلمان اور عبد العزیز بن ابوداؤد اور خازن بن مصعب اور عمر بن قیس الماصر اور ابو معاویہ الضمری اور یحییٰ بن زکریا اور سمر بن کدام حالانکہ ان میں سے اکثر حدیث و روایت کے امام ہیں اور صحیح بخاری و مسلم میں ان لوگوں کی سیکڑوں روایتیں موجود ہیں نواب صدیق حسن خان وغیرہ جو اسپر بخش ہیں کہ امام صاحب کو حضرت پیران پیر نے یا بعض محدثین نے مرجعہ کہا ہے ابن قتیبہ کی فرست دیکھتے تو شاید انکو ندامت ہوتی اس بحث کے متعلق امام ابو حنیفہ کی ایک تحریر موجود ہے جس کے طرز استدلال و استنباط تلخ سے امام صاحب کی وقت نظر کا اندازہ ہو سکتا ہے اور اصل مسئلے کی حقیقت کھلتی ہے اسلئے اس موقع پر ہم اسکا حوالہ دینا مناسب سمجھتے ہیں یہ تحریر عثمان بنی کے ایک خط کا جواب ہے جو انھوں نے امام صاحب کو لکھا تھا عثمان اُس زمانے کے ایک مشہور محدث تھے عام لوگوں میں جب امام ابو حنیفہ کے ان خیالات کے چرچے ہوئے تو انھوں نے امام صاحب کو ایک دوستانہ خط لکھا جس کا مضمون یہ تھا کہ لوگ آپ کو مرجعہ کہتے ہیں اور بیان کرتے ہیں کہ آپ مؤمن کا گمراہ ہونا جائز قرار دیتے ہیں مجھ کو ان باتوں کے سننے سے نہایت رنج ہوا ہے کیا یہ باتیں صحیح ہیں اس خط کے جواب میں امام صاحب نے ایک طولانی خط لکھا ہے جسکو قلائد العقیان میں چھٹے باب کے اندر ایک علیحدہ فصل میں پورا نقل کیا ہے اس کے فقرے کہیں کہیں سے ہم انتخاب کرتے ہیں حمد و نعت کے بعد عثمان بنی کی دوستانہ نصیحت اور خیر خواہی کا شکریہ ادا کر کے اصل مضمون اس طرح شروع کیا ہے میں آپکو بتاتا ہوں کہ رسول اللہ کے مبعوث ہونے سے پہلے تمام لوگ مشرک تھے رسول اللہ جب مبعوث ہوئے تو لوگوں کو اس بات کی طرف دعوت کی کہ خدا کو ایک مانیں اور رسول اللہ کو کچھ لائے اسکو تسلیم کریں پس جو شخص اسلام میں داخل ہوتا تھا اور شرک چھوڑ دیتا تھا اُس کی جان و مال حرام ہو جاتا تھا پھر خاص اُن لوگوں کے لئے جو ایمان لائے تھے فرشتوں کے احکام آئے پس اُسکا پابند ہونا عمل ٹھہرا اور خدا نے اسی طرف اشارہ کیا ہے الذین امنوا و عملوا الصالحات ومن یومن باللہ و یعمل صالحا اس قسم کی اور

آئین ہن جن سے ثابت ہوتا ہے کہ عمل کے نہونے سے ایمان جاتا نہیں رہتا البتہ اگر تصدیق و اعتقاد نہو تو مومن کا اطلاقی نہیں ہو سکتا اعلیٰ و تصدیق کا دو جدا گانہ چیز ہونا اُس سے بھی ظاہر ہے کہ تصدیق کے لحاظ سے سب مسلمان برابر ہیں لیکن اعمال کے لحاظ سے مراتب میں فرق ہوتا ہے کیونکہ دین و مذہب سب کا ایک ہی ہے کیونکہ خدا نے خود کہا ہے شرع لکم من الدین ما وضحیٰ بہ نوحًا والذی اوحدنا الیک وما وضحیٰ بہ ابراہیم و موسیٰ و عیسیٰ ان اقموا الدین ولا تفرقوا فیہ یعنی تمہارے لئے اُسی دین کو مشروع کیا جسکی وصیت نوح کر گئے تھے اور جو تجھ پر وحی بھیجی اور جسکی وصیت ابراہیم و موسیٰ و عیسیٰ کو کی وہ یہ ہے کہ دین قائم رکھو اور اُس میں متفرق نہو آپ کو جانتا چاہئے تصدیق میں ہدایت اور اعمال میں ہدایت یہ دونوں دو چیزیں ہیں آپ ایک شخص کو جو فرائض سے ناواقف ہو مومن کہہ سکتے ہیں پس ایسا شخص فرائض کے لحاظ سے جاہل اور تصدیق کے لحاظ سے مومن ہے خود خدا نے قرآن میں یہ اطلاقات کئے ہیں کیا آپ اُس شخص کو جو خدا کے اور رسول خدا کے پیچانے میں گمراہ ہو اُس شخص کی برابر قرار دینگے جو مومن ہو لیکن اعمال سے ناواقف ہو خدا نے جہاں فرائض بتائے ہیں اُس موقع پر ارشاد فرمایا ہے بین الله لکم ان تضلوا یعنی خدا نے اسلئے بیان کیا کہ تم گمراہ نہو دوسری آیت میں ہے ان تضل احداً فخذوا کراحدہا الاخری یعنی ایک گمراہ ہو تو دوسرا یاد دلاوے حضرت موسیٰ کی زبان سے فرمایا فعلتہا اذا وانا من الضالین یعنی جب میں نے وہ کام کیا تب میں گمراہ تھا ان آیتوں کے علاوہ اور بھی آیتیں ہیں جو اس دعوے کے ثبوت کے لئے دلائل قاطعہ ہیں اور حدیثیں تو اور بھی واضح اور صاف ہیں حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ امیر المؤمنین کے لقب سے پکارے جاتے تھے تو کیا اس کے یہ معنی تھے کہ وہ صرف اُن لوگوں کے امیر تھے جو فرائض اور اعمال کے پابند تھے حضرت علیؓ نے شام والوں کو جو اُن سے لڑتے تھے مومن کہا کیا قتل سے بڑھکر کوئی گناہ ہے پھر جو لوگ قتل کے مرتکب ہوئے کیا آپ قاتلین اور مقتولین دونوں کو برسرِ حق قرار دیتے ہیں اگر آپ صرف ایک کو یعنی حضرت علیؓ اور طرفداران حضرت علیؓ کو برسرِ حق تسلیم کرینگے

تو وہ بے فرقہ کو کیا کہیں گے اس سے خوب سمجھ لیجئے اور غور کیجئے میرا یہ قول ہے کہ اہل قبلہ سب مؤمن ہیں اور فرائض کے ترک سے کافر نہیں ہو سکتے جو شخص ایمان کے ساتھ تمام فرائض بجالاتا ہے وہ مؤمن اور جنتی ہے جو ایمان اور اعمال دونوں کا ہمارک ہے وہ کافر اور دوزخی ہے جو شخص ایمان رکھتا ہے اور فرائض اُس سے ترک ہو جاتے ہیں وہ مسلمان ضرور ہے لیکن گناہگار مسلمان ہے خدا کو اختیار ہے اُس پر عذاب کرے یا معاف کر دے امام صاحب نے جس خوبی سے اس دعوے کو ثابت کیا ہے انصاف یہ ہے کہ اس سے بڑھ کر نہیں ہو سکتا۔

پچو تھا فرقہ ثومنیہ ہے یلوگ ابو معاذ ثومنی فیلسوف کے متبع ہیں اسکا اعتقاد تھا کہ ایمان عبارت ہے تصدیق اور محبت اور اخلاص اور اُس چیز کے اقرار سے جسکی پیغمبر نے تبلیغ کی ہے اور اُن سب کے یا بعض کے ترک کرنے سے کافر ہوتا ہے اور کہتا تھا کہ جس معصیت کے کفر ہونے پر اتفاق نہ ہو تو اُسکے کرنے والے کو کافر نہ کہنا چاہئے بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ وہ گناہگار ہو گیا اور فسق کیا اور ترک کرنا نماز کا حلال جانکر کفر ہے اور رضا کی نیت سے ترک کرنا کفر نہیں فسق ہے اور یہ سارے خصائل جنکو ایمان کہتے ہیں اُن میں سے بعض خصلت نہ ایمان ہے نہ ایمان کا حصہ ہے۔ کہتا تھا کہ کوئی نبی کو مار ڈالے یا اُسکے چنانچہ مار دے تو وہ کافر ہوتا ہے لیکن نہ اس لئے کہ اُس نے پیغمبر کو قتل کیا یا طپا پچھا مارا بلکہ اس لئے کہ اُس نے پیغمبر کی تکذیب کی اور ہتک کیا ہے اور اُس کو دشمن رکھا ہے۔

پانچواں فرقہ مرسیہ ہے شذورات الذہب میں ابن اہل سے نقل کیا ہے کہ مرسیہ مرجیہ کا فرقہ بشر بن غیاث بن عبدالرحمن مرسی کی طرف منسوب ہے اور علامہ کفوی نے طبقات حنیفہ میں بشر بن غیاث بن عبدالرحمن مرسی معتزلی لکھا ہے بعض مؤلفین نے اُسکے فرقے کو معتزلہ میں شمار کیا ہے اُسکا باپ یہودی تھا اور قوم کارنگریز تھا کوفہ میں رہتا تھا بشر مرسی نے امام اعظم کی صحبت حاصل کی اور اُن سے تھوڑا سا اخذ بھی کیا ہے پھر ابو یوسف قاضی نے امام اعظم کی صحبت اختیار کر کے ان سے فقہ

مسئلہ خلق قرآن و نفی صفات الہی بین مناظرہ کیا تو اُس سے یہ بات کہی کہ تو آدمی کا قرآن کہہ سکتے کہ قائل خلق قرآن کا ہے اور صفات الہی کی نفی کرتا ہے اور آدمی کا حق ہے اس لئے کہ قائل قضا و قدر و خلق اکتساب عباد کا ہے بشر میں سے کچھ اوپر تہو رس کی عمر پائی اور اس میں اُس کا انتقال ہوا ہے لہ اور بعض کہتے ہیں کہ مسئلہ میں فوت ہوا مرس جس کی طرف یہ منسوب ہی فتح راے مملہ اور یاے تحتانی اور سین مملہ کے ساتھ ایک قصبہ ہو ہو ملک مصر میں واقع ہے لہ

لے کر
شہادت الہیہ
عہ کیجیو
مذاہب مختلفہ

مرجیہ غیہ خالص

ایک غیلانیہ یہ لوگ منسوب ہیں طرف مروان بن غیلان یا ابو مروان غیلان دمشق کے اس گروہ میں تین خصلتیں جمع تھیں ارجا۔ قدر۔ خروج۔ قدر یہ ہونے کی وجہ سے کہتے تھے کہ فاعل خیر و شر کا بندہ ہے اور خارجی ہونے کی وجہ سے کہتے تھے کہ امام کا غیر قرشی ہونا بھی جائز ہے جو کوئی کتاب و سنت کے مطابق عمل کرے وہ قابل امامت ہے اور امامت اجلاء امت سے ثابت ہوتی ہے ان کے نزدیک ایمان نام ہی معرفت ثانی کا اور وہ اللہ تعالیٰ کا پہچاننا اور اُس کے ساتھ محبت رکھنا اور اللہ تعالیٰ کے جہد میں عاجزی اور لا چاری کرنا اور اس بات کا اقرار ہے کہ رسول اللہ کی جانب سے ہی اور جو کچھ اللہ کی جانب سے وہ لایا ہے حق ہے غیلانیہ کی اصطلاح میں اس تفصیل کا نام معرفت ثانی ہے اور وہ کہتے ہیں کہ معرفت اول فطری ضروری ہے اور وہ جانتا اس بات کا ہے کہ کوئی عالم کا بنانے والا اور میری ذات کا پیدا کر نیوالا ہی سو معرفت اول کو ایمان میں دخل نہیں معرفت ثانی کا نام ایمان ہے اور غیلانیہ کے نزدیک سارے اعمال ایمان سے خارج ہیں اور ان کا قول ہے کہ حدوث اشیا کا علم ضروری ہے یعنی بالبداہت ثابت ہے غور و تامل کا محتاج نہیں۔

دوسرے شیبیہ۔ یہ محمد بن شیبہ مدنی قدری کے متبع ہیں اسکے نزدیک ایمان نام ہے معرفت و اقرار اللہ اور اُس کے رسولوں کا اور ان چیزوں کا جن کا کرنا عقل ناجائز ہی

اور جن چیزوں کا کرنا عقل کے نزدیک جائز ہے اُنکا اعتقاد ایمان نہیں اور کتنا تھا ایمان
ایمان میں داخل نہیں اور سارے افعال اختیار یہ کا خالق بندے کو جانتا تھا۔
یہ قسم سے ثوبانیہ یہ تو بان کے متبع ہیں یہ پہلے مرجی تھا پھر خارجی معتزلی ہو گیا
اُسکا قول یہ تھا کہ ایمان عبارتِ ہوا شدہ اور اُسکے رسولوں کے پہچاننے سے اور اُنکا اقرار
کرنے سے اور اُن کاموں کے اعتقاد سے جنکا کرنا عقل کے نزدیک ناجائز ہے۔ لہ
اور جن کا کرنا عقل کے نزدیک جائز ہے اُنکا اعتقاد کرنا ایمان نہیں گویا اُس نے ایمان کو
واجب بالعقل قبل درودِ شرع کے ٹھہرایا تھا اس قول میں غسانہ اور یونسہ سے
علحدہ تھا اور مومنین کے عذاب و دوزخ سے نجات پانے پر اُسکو یقین نہ تھا اور اعمال کو
ایمان میں داخل نہیں کرتا تھا۔

چوتھے شکر یہ۔ یہ فرقہ ابو شمر مرجی قدری کی طرف منسوب ہو وہ کہتا تھا کہ ایمان عبارت ہو خدا سے تعالیٰ کو پہچاننے اور اُس سے محبت رکھنے اور اُس کے سامنے عاجزی کرنے اور اس بات کا اقرار کرنے سے کہ وہ یکتا ہے کوئی اُس کے مثل نہیں اور ان چیزوں کو ایمان جب کہتے ہیں کہ انبیاءِ انبرِ محبت اور دلیلِ لائین اور جب وہ حجتِ لائین کو انبیاء کا اقرار اور اُن کی تصدیق بھی ایمان اور معرفت سے ہے اور اقرار اُن احکام کا جو انبیاء اللہ کے پاس سے لائے ہیں ایمان میں داخل نہیں اور خصالِ ایمان میں سے ہر خصلت نہ پورا ایمان ہے نہ ایمان کا حصہ بلکہ جب ساری خصلتیں جمع ہو جاتی ہیں تو وہ مجموعہ ایمان ہوتا ہے اور خصلتِ ایمان کے لئے عدل کی شناخت ضرور ہے اور شناختِ عدل سے مراد قدرتی یعنی اس بات کا اقرار کرنا کہ تمام غیر و شرکاء بندہ آپ خالق ہے نہ خدا سے تعالیٰ اور یہ شخص اعمال کو ایمان میں داخل نہیں کرتا تھا اور اُس کا قول ہے کہ جو شخص گناہِ کبیرہ کرے تو اُس کو

ॐ नमो भगवते वासुदेवाय

[illegible]

علی الاطلاق فاسق نہ کہنا چاہئے بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ یہ فلان بات میں فاسق ہے۔

مکمل

غلیۃ الطالبین میں مرجیہ کے ذیل کے تین فرقوں کو بھی لکھا ہے۔

معاذیہ۔ یہ لوگ منسوب ہیں طرف معاوہ کے اُسکا قول ہے جس نے طاعت الہی کو ترک کیا اُسکے حق میں کہنا چاہئے کہ اُس نے فسق کیا یوں نہ کہنا چاہئے کہ وہ فاسق ہے کیونکہ ہم فاعل کا صیغہ دوام پر دلالت کرتا ہے اور فاسق اللہ کا نہ دوست ہے نہ دشمن ہے اسلئے کہ دوست مؤمن ہی اور دشمن کافر اور وہ ان دونوں سے علیحدہ ہے۔

یونانیہ۔ یہ فرقہ منسوب ہے یونان کی طرف ان کا اعتقاد یہ ہے کہ ایمان صرف اس بات کا نام ہے کہ خدا اور اُسکے رسول کو پہچان لے اور زبان سے اقرار کرے اور جس کام کا کرنا روا نہیں اُسے نہ کرے۔

صالحیہ۔ اُس فرقے کا نام صالحیہ اسلئے مقرر ہوا کہ اُنھوں نے ابو احسین صالحی کے مذہب کو اختیار کیا، صالحی کہتا ہے کہ ایمان نام ہے معرفت خدا کا علی الاطلاق یعنی یہ جان لے کہ عالم کا کوئی صانع ہے اور کفر جمل ہے اس معرفت سے اور تثلیث کا قائل ہونا کفر نہیں مگر یہ کافر ہی سے ظاہر ہوتا ہے سوائے ایمان کے اور کوئی چیز عبادت نہیں اور خُطط مقریزی میں مرجیہ کے ضمن میں لکھا ہے کہ صالحیہ صالح بن عمرو بن صالح کی طرف منسوب ہیں اور شہرستانی نے ملل و نخل میں فرقہ مرجیہ کے بیان میں کہا ہے کہ صالحیہ صالح بن عمرو صالحی کے متبع ہیں اور جو عقیدہ ان کا غنیہ میں ذکر ہوا ہے اُس کے ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے کہ صالح کے نزدیک اللہ کی معرفت عبارت ہی اُسکی دوستی رکھنے اور اُسکے سامنے خضوع کرنے سے اور خدا کی معرفت تو ہوا اور رسول کا منکر ہو تو یہ بات جائز ہے اور عقل کے نزدیک روا ہے کہ خدا پر ایمان لائیں اور رسول پر ایمان نہ لائیں اسلئے کہ رسول نے اپنی زبان سے یہ بات کہی ہے کہ جو مجھ پر ایمان نہ لایا وہ کافر ہے اور کہتا تھا کہ نماز اللہ کی عبادت نہیں اُسکی عبادت ہی ایمان ہے اور ایمان معرفت الہی کا نام ہے اور ایک خصلت ہے نہ بڑھتی ہے نہ گھٹتی ہے اسی طرح کفر بھی

ایک مصلحت ہے نہ بڑے نہ گھٹے اور شخص اس بات کا معتقد ہے کہ فاعل خیر و شر کا بندو بہ اور کرتا ہے کہ امام قریش کے سوا اور شخص بھی ہو سکتا ہے جو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے موافق عمل کرے وہ امامت کے قابل ہے اور امامت اجماع امت سے ثابت ہوتی ہے شرح موافقت میں لکھا ہے کہ بعض وہ مرجی ہیں جنہوں نے قدر کو ارجا کے ساتھ جمع کیا ہے جیسے صاحبی اور ابو شمر اور محمد بن شیبہ اور غیلان مگر فرقہ صاحبیہ کہ جو صاحبی کے اصحاب ہیں معتزلہ کے ضمن میں ذکر کیا ہے اور غنیہ اور ملل و نخل وغیرہ میں کوئی فرقہ صاحبیہ معتزلہ میں نہیں بیان کیا۔

تذکرۃ المذہب و مؤید الافاضل وغیرہ میں مرجیہ کے اتنے نام اور فرقے اور لکھے ہیں تارکیہ۔ شالیہ۔ راجیہ۔ شاکیہ۔ تمیمیہ۔ عملیہ۔ منقوصیہ۔ مستثنیہ۔ اشعریہ۔ بدعیہ۔ مشبہ۔ جشویہ۔

تارکیہ کہتے ہیں ایمان صرف فرائض ہیں اور سوا فرائض کے کوئی عبادت فرض نہیں راجیہ کہتے ہیں جسے لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ کہا تو اسے طاعت نفع پہونچاتی ہے اور مصیبت ضرر نہیں دیتی۔

شالیہ کہتے ہیں کہ بندہ جب طاعت بجالاتا ہے تو اسکا نام مطیع ہو جاتا ہے اور جب عصیان کرتا ہے تو اسکا نام عاصی ہوتا ہے اور جائز ہے کہ اسکے خلاف بھی ہو یا درکھو کہ شالیہ تذکرۃ المذہب کے مطابق ہے اور مؤید الافاضل میں اسکی جگہ سانیہ ہے۔

شاکیہ انکو ایمان پر یقین نہیں ہوتا شک میں ہیں۔

تمیمیہ کہتے ہیں کہ ایمان کا سببی عمل پر ہے پس جو امر و نہی کی تعمیل نہیں کرتا وہ کافر ہے۔

عملیہ کہتے ہیں کہ ایمان عمل اعضا کا نام ہے۔

منقوصیہ کہتے ہیں کہ ایمان بڑھتا ہے اور گھٹتا نہیں۔

مستثنیہ اسلئے کہلاتے ہیں کہ انکے نزدیک ایمان میں استثنائے کرنا یعنی یہ کہنا کہ میں مومن ہوں انشاء اللہ جائز ہے۔

اشعریہ کہتے ہیں کہ قیاس باطل ہے دلیل ہونا اسکا صحیح نہیں۔

بدعیہ کہتے ہیں کہ سلطان کی اطاعت واجب ہے اگرچہ گناہ پر ہو۔

مشبہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو اپنی صورت پر بنایا ہے۔

حشویہ کہتے ہیں کہ واجب اور سنت اور نفل کے درمیان کوئی فرق نہیں۔

خطہ مقریزی بن مرچہ کے اتنے فرقوں کے صرف نام اور لکھے ہیں متحدہ یہ اصحاب احمد بن حنبل بن حنیفہ زیاد و یہ اتباع محمد بن زیاد کوئی اور ناقصیہ اور بہشیہ۔

فرقہ نجاریہ

یہ فرقہ حسین بن محمد بن عبد اللہ نجار کی طرف منسوب ہے عبد اللہ کا باپ جولاہہ تھا اور بعضوں نے کہا ہے کہ تراز و بنا تا تھا تم کارہنے والا تھا اسکے مناظرات نظام کے ساتھ رہتے تھے ایک بار مناظرے میں جب کچھ حجت نہ لاسکا تو نظام نے اُسکو دھتکار کر کہا اٹھ جا رسوا کرے تجھکو اللہ تجھکو کون عالم اور ذی فہم جانتا ہے وہاں سے تپ میں مبتلا ہو کر اٹھا بیجا رہا پڑ کر مر گیا۔ اس کے متبع اس اعتقاد میں کہ خالق افعال اللہ ہے اور بندہ کا سب ہے اور استطاعت فعل کے ہمراہ ہوتی ہے اور مسئلہ قضا و قدر اور وعدہ وعید اور امامت حضرت ابوبکرؓ میں موافق اہل سنت کے ہیں اور نفی صفات الہی یعنی علم و قدرت و ارادہ و سمع و بصر و حیات و خلق قرآن یعنی حدوث کلام الہی اور انکار رویت حق تعالیٰ میں ساتھ نظر کے موافق معتزلہ کے ہیں نجار کہتا تھا کہ اللہ آخرت میں بندوں کے دونوں میں ایک قوت پیدا کر دیگا جس سے اُسکو پہچان لینے کے بعد وہ قوت دونوں آنکھوں کی طرف منتقل ہو جائیگی جسکی وجہ سے آنکھوں کو بھی شناسائی اللہ کی حاصل ہو جائیگی اسی شناسائی کا نام رویت ہے اور اللہ ارادہ کرنے والا خاص اپنے نفس کے ساتھ ہے اور جاننے والا بھی خاص اپنے نفس کے ساتھ ہے ارادہ و علم صفت علیحدہ اُسکی ذات سے نہیں اور اللہ نفع و ضرر و خیر و شر کا

صلی اللہ علیہ وسلم
اصحاب محمد بن حسین بن علی
بکر اللہ مذہب اور قریبات
سکین اور علی بن ابی طالب
میں بن ہے النجاریہ اصحاب
اصحاب حسین بن محمد بن نجار
اور فہمہ الا کو ان میں بن
بکر النجاریہ اتباع الحسن
بن محمد بن عبد اللہ بن علی
اور فہمہ الطالین بن علی
کہ نجاریہ حسین بن علی بن علی
طون منسوب ہیں

ارادہ کرتا ہے اور اُسکے صاحب ارادہ ہونے کے یہ معنی ہیں کہ وہ کسی مغلوب و مطیع نہیں ہو سکتا۔ اُسکو مجبور کر کے اپنی خواہش پوری نہیں کر سکتے اور قدرت حادثہ کے لئے بھی ناممکن ثابت کرتا ہے اور اُسکا نام کسب رکھا ہے جیسا کہ اہل سنت کا مذہب ہے اور اُسکا عقیدہ یہ تھا کہ اللہ کی ذات ہر مکان میں موجود ہے اور اُس سے یہ مراد نہیں کہ اُسکا علم یا قدرت ہر مکان میں موجود ہے اور کہتا تھا کہ اللہ کا پہچانا عقلاً واجب ہے کچھ شرع پر موقوف نہیں اور کہتا تھا کہ مرتکب کبیرہ بقدر اپنے گناہ کے دوزخ میں عذاب پا کر اُس سے نکلے گا ہمیشہ دوزخ میں کفار کی طرح رہنا عدل کے خلاف ہے اور سارے بخاریہ اللہ کے لئے ایک راہہ ثابت کرتے ہیں جو کچھ پیدا ہوتا ہے اُن کے خیر و شر اور ایمان و کفر اور طاعت و عصیان کا اسی کے ذریعہ سے ارادہ کرتا ہے اور عامۃ معتزلہ کی رائے اسکے خلاف ہے اور قبر کے عذاب و ثواب اور سوال منکر و نکیر کا منکر تھا اور کہتا تھا ایمان زائد ہوتا ہو کم نہیں ہوتا یہ اور کہتا تھا اعراض مجتمع ہو کر جسم بنا ہے۔ بخاریہ تین فرقے بن گئے ہیں۔

ایک پر غوثیہ یا ران محمد بن عیسیٰ الملقب بہ برغوث ان کا اعتقاد یہ ہے کہ کلام الہی جسوقت پڑھا جائے تو عرض ہی اور حیوت کسی شے کے ساتھ لکھا جائے تو وہ جوہر ہے۔
دوسرے زعفرانیہ (یعین مہملہ وفا کے ساتھ) انکا اعتقاد یہ ہے کہ کلام الہی غیر ہے ذات الہی سے اور جو چیز ذات الہی سے غیر ہے وہ مخلوق ہے پس کلام الہی بھی مخلوق ہے اور جو یہ کہے کہ مخلوق نہیں وہ کافر ہے۔

تیسرے مستدر کہ انکا قول ہے کہ کلام الہی مخلوق ہے مطلقاً لیکن ہم متابعت سنت و اجماع کی وجہ سے کہتے ہیں کہ وہ مخلوق نہیں ہے یعنی اسوجہ سے کہ سنت سے ثابت ہوا ہے اور اجماع اسپر ہو چکا ہے کہ کلام الہی مخلوق نہیں ہے بلکہ بھی اسکا قائل ہونا پڑا ہے کہ وہ مخلوق نہیں ہے مگر اسے انکی یہ ہے کہ کلام الہی کے غیر مخلوق ہونے سے مراد یہ ہے کہ اُسکی جو ترتیب اور عبارت ہے حروف اور اصوات مخصوص کے ساتھ یہ مخلوق نہیں ہو جو مخلوق ہے اُسکی ترتیب اور عبارت اسکے خلاف ہے جیسے یہ ترتیب خاص دلالت کرتی ہو اور اُس محلی عنہ کی یہ حکایت ہے اور اس تاویل کے ساتھ انھوں نے کلام الہی کی نسبت

لے دیا
نسبت

مخلوق

مخلوق اور غیر مخلوق ہونے کے تقاضا اقوال کو دفع کیا ہے اور انکارِ نعم یہ ہے کہ جو کوئی
 عین بین ہمارا مخالف ہے اُس کی ساری باتیں غلط ہیں یہاں تک کہ اُس کا لا الہ الا اللہ
 کتابھی کذب ہے۔

فرقہ جبریہ

لفظ جبر کو بامعنی موجدہ کے فتح کے ساتھ قدریہ کی مناسبت سے استعمال کر لیتے ہیں
 ورنہ دراصل بامعنی موجدہ کے سکون سے ہے کیونکہ جبر کی طرف منسوب ہوا تو مجبرہ بھی
 کہتے ہیں رسالہ جبر و اختیار میں ملا صاحب نے لکھا ہے کہ بندہ بعض افعال اختیار یہ کا محارز ہے
 اور معنی اس قول کے یہ ہیں کہ افعال اختیار یہ کو اُسکی طرف نسبت کرنا ایسا ہے جیسے
 سر قش کی طرف حرکت ارتعاشی کا منسوب کرنا کہ جب مرضِ رعشہ پایا جاتا ہے جو بندہ کے
 اختیار میں نہیں ہے تو بطریق وجوب کے اُس سے حرکت ارتعاشی صادر ہوتی ہے۔
 اسی طرح جب وہ امور پائے جاتے ہیں جو بندے کے اختیار میں نہیں ہوتے تو بطریق وجوب
 کے اُس سے حرکت اختیاری سرزد ہوتی ہے جیسے کاغذ میں حروف لکھے ہوتے ہیں تو اُسکو
 ان حروف کے حاصل کر لینے کا اختیار نہیں ہوتا بجز اسکے کہ وہ کاغذ ان حروف کا محل ہوتا
 ہے غرض کہ معنی اس قول کے کہ بندے کو بعض فعلوں کا اختیار بھی ہے یہ ہیں کہ جب تین
 یا چار باتیں پائی جاتی ہیں تو فعل ضرور پایا جاتا ہے۔

(۱) قدرت جسکی وجہ سے فعل کے اقدام پر جرات ہوتی ہے۔

(۲) اس بات کا تصور یا اعتقاد کہ یہ فعل اچھا ہے ہو بھی جائیگا کوئی حاج موجود نہیں ہو۔

(۳) شوق جو اس تصور یا اعتقاد کے بعد پورے طور پر پیدا ہوتا ہے۔

(۴) ارادہ بعض کہتے ہیں کہ شوق مراد کا نام ارادہ ہو اور بعض کے نزدیک دونوں میں

فرق ہو پس ایسا اختیار ثابت کرنا ضروری ہے اسی کے اشاعرہ معتقد ہیں بلکہ ماتریدیہ

جو اختیار ثابت کرتے ہیں اُسکو بھی اس معنی پر حل کیا جائے جیسا کہ بعض مواضع سے

سمجھا جاتا ہے تو اس صورت میں اشاعرہ و ماتریدیہ کے مطلب میں خلاف نہ ہوگا مگر جبریہ

ایسے اختیار کے بھی منکر ہیں انکے غلاۃ کا قول ہے کہ بندے میں قدرت قبل اور بعد اور

اس کا معنی
 عین و بعبودت
 پاسکانا کیا ہے
 خلاف اعتقاد
 وفی عت
 اہل اسلام
 بیسویں الجبوی
 درامنہ

ہمارے فعل کے نہیں اور نہ اُسے اپنے کاموں میں کسی طرح اختیار حاصل ہے اور نہ کاموں میں اُسکے کسب کو دخل ہے وہ مجبور محض ہے اُسکے کاموں کو اُسکی ذات کی طرف نسبت کرنا ایسا ہے جیسے جادات کی طرف کسی کام کی نسبت کی جاتی ہے مثلاً کہتے ہیں چکی چلتی ہو ہر نالہ بتاتا ہے نہر جاری ہے اس بیان سے جبریہ اور اہل سنت کا فرق ظاہر ہو گیا اہل سنت کا مذہب جبر و تفویض میں متوسط ہے کیونکہ انکے نزدیک بندوں کے افعال اختیار یہ کا خالق اللہ تعالیٰ ہے اور بندے کا سب بہن مگر ان کے کسب و عمل کو فعل کے پیدا کرنے میں کوئی اثر نہیں مجمع البحرین میں لکھا ہے کہ ائمہ کے کلام سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جبریہ سے مراد اشاعرہ ہیں اور قدریہ سے مراد معتزلہ ہیں اور علی بن ابراہیم نے کہا ہے کہ مجبر وہ ہیں جنہوں نے کہا ہے کہ ہمارے لئے کچھ کرنے کی قدرت نہیں ہم مجبور ہیں جب ہم کوئی کام کرتے ہیں تو اللہ اُسوقت اُس کام کو ہمارے لئے پیدا کر دیتا ہے اور بندوں کی طرف کام بطور مجاز کے منسوب کر دئے جاتے ہیں نہ حقیقتہً جیسے کہتے ہیں نہر جاری ہے چکی چلتی ہے اور اپنی اس راے کے اوپر قرآن کے ساتھ استدلال کرتے ہیں حالانکہ اُسکے معنی بالکل نہیں سمجھتے ہیں اس کتاب میں یہ بھی لکھا ہے کہ مجبر وہ کو مر جبر بھی کہتے ہیں اسلئے کہ وہ امر الہی کو مؤخر کرتے ہیں اور کبار کا راز کاہ کرتے ہیں جبریہ کی دو قسمیں ہیں ایک جبریہ خالص کہ بندے کے لئے فعل کی قدرت بالکل ثابت نہیں کرتے۔

دوسرے جبریہ متوسط کہ بندے کے لئے قدرت غیر مؤثرہ ثابت کرتے ہیں مگر جو لوگ قدرت حادث کے لئے فعل پیدا کرنے میں اثر ثابت کرتے ہیں اور اُس اثر کو کسب و عمل کہتے ہیں وہ جبری نہیں معتزلہ و شیعہ کی یہ زیادتی ہے کہ انہیں بھی جبری قرار دیتے ہیں یوں تو ان معتزلہ پر بھی جو افعال مؤلہ کے قائل ہیں جبریہ کا اطلاق صادق آتا ہے شرح مواقف میں لکھا ہے کہ بخاریہ و ضرائیہ بھی جبریہ متوسط ہیں سے ہیں اور شہرستانی نے انکو جبریہ خالص کے ذیل میں لکھا ہے خلاصہ کلام یہ ہے کہ مجبر کا خالص کے کہی گروہ ہیں۔

اول جمعیۃ یہ لوگ جہم بن صفوان ترمذی کے متبع ہیں جو اسب کا آزاد غلام تھا

ابن ابی حاتم کی کتاب میں مذکور ہے کہ جہم کو نے کارہنہ والا اور فصیح تھا مگر کم علم تھا اور ابن خزیمہ بھی کہتے ہیں کہ جہم کو فی الاصل تھا اور ترمذ میں گھاٹ پر رہتا تھا مرد فصیح تھا مگر اعلیٰ درجے کا عالم نہ تھا امام احمد حنبل نے جہمیہ کے رد میں ایک رسالہ لکھا ہے اس میں کہتے ہیں ہکو معلوم ہوا ہے کہ جہم کی ابتدا اس طرح ہوئی کہ وہ اکثر اللہ تعالیٰ کی نسبت بات چیت کرتا تھا ایک جماعت کفار کی اُسکو ملی جو سمفنیہ کہلاتے تھے یہ لوگ سوہنا کی طرف منسوب ہیں کہ میں میں ایک بت تھا سمفنیہ نے جہم سے کہا کہ ہم تم سے گفتگو کرتے ہیں اگر تمہاری حجت غالب آئے تو ہم تمہارا دین اختیار کر لیں گے اور اگر ہماری حجت تم پر غالب آئے تو تم ہمارے دین میں آ جانا پھر ان میں اس طرح گفتگو ہونے لگی۔

سمفنیہ۔ تمکو اس بات کا یقین ہو کہ ہمارا اللہ ہے۔	جہم۔ ہاں مجھکو اسکا یقین ہے۔
سمفنیہ۔ تمنے اللہ کو کبھی اپنی آنکھ سے دیکھا ہے۔	جہم۔ میں نے کبھی نہیں دیکھا۔
سمفنیہ۔ تمنے کبھی اللہ کی زبان سے کلام سنا ہے۔	جہم۔ میں نے کبھی اللہ کی زبان سے کلام نہیں سنا۔
سمفنیہ۔ کبھی تمنے اُسکی بوسہ کھی ہے۔	جہم۔ جی نہیں۔
سمفنیہ۔ کبھی تمنے اُسکو چھوا ہے۔	جہم۔ کبھی نہیں۔
سمفنیہ۔ کبھی تمکو اللہ نے چھوا ہے۔	جہم۔ مجھکو بھی نہیں چھوا۔
سمفنیہ۔ پھر تمنے کیسے جانا کہ وہ ہمارا اللہ ہے۔	

جہم یہ بات سنکر متحیر ہو کر رہ گیا اور چالیس دن تک اس فکر میں مبتلا رہا کہ کس کی عبادت کروں اور چالیس دن بوجہ شک کے غازیہ پڑھی پھر اُسے ایک لیلِ شل نصاریٰ کے پیدا کی نصاریٰ کا زعم یہ ہے کہ جو روح حضرت عیسیٰ میں ہو یہی اللہ کی روح ہو اور اللہ میں سے ہے پس جب اللہ یہ ارادہ کرتا ہے کہ کوئی چیز پیدا کرے تو وہ اپنی بعض مخلوق میں داخل ہوتا ہے اور اُسکی زبان سے کلام کرتا ہے اور جس بات کو چاہتا ہے اُسکا حکم دیتا ہے جسکو نہیں چاہتا اُسکی ممانعت کرتا ہے اور وہ نظرون سے غائب ہو جہم نے بھی اسی طرح ایک حجت پیدا کی اور سمفنی سے یوں ہم کلام ہوا۔

یامہ وغیرہ ہونے کی اسکے نزدیک نہایت نہ تھی اسماےٰ جنسی کی حقیقتوں کا منکر تھا کتنا تھا کہ
 اللہ کا نام اُنکے ساتھ مجاز رکھا گیا ہے یا مقصود اسے کچھ اور ہے مغائران کے یا ان کے
 معنی نہیں معلوم ہو سکتے اور استوی علی العرش کا منکر تھا کتنا تھا اللہ ہر مکان میں ہے۔
 اور شکور سامی نے تمہید میں لکھا ہے کہ اُسے ایک بار امام مالک سے سوال کیا کہ یہ جو قرآن
 میں ہو الرحمن علی العرش استوی تو اللہ تعالیٰ عرش پر کیونکر قائم ہے اُنھوں نے جواب
 دیا لا استواء غیر عیول والکیف غیر معقول والايمان به واجب والسؤال عنه بدعت
 اور اُسکے بعد یہ کہا کہ تو مجھے گمراہ معلوم ہوتا ہے دیدار الہی کا بھی قائل نہ تھا اور قبر کے عذاب
 و ثواب اور سوال منکر و نکیر اور پل صراط اور حوض کوثر اور ملک الموت کا انکار کرتا تھا
 اور یہ بھی مثل شیعہ اور معتزلہ کے کرامات اولیا کو باطل کرتا تھا اور معجزات انبیاء کو ثابت و صحیح
 مانتا تھا کتنا تھا اگر کرامات کی تصدیق کی جائیگی تو معجزات کا ابطال لازم آئے گا اور انبیاء
 اور اولیاء میں ما بہ الامتیاز کچھ نہ ہوگا اور قرآن کو مخلوق بتاتا تھا اور کتنا تھا جنت و دوزخ
 جنتی اور دوزخیوں کے اُن میں داخل ہونے اور اُن کے جنت و دوزخ سے متلفذ
 و متالم ہو جانے کے بعد فنا ہو جائیگی اور سوائے ذات باری کے کچھ باقی نہ ہوگا قرآن میں
 جہان مخلوق کا وعدہ کیا گیا ہے وہ حقیقت پر محمول نہیں ہے بلکہ مبالغہ و تاکید پر محمول ہے
 اسکا مذہب یہ ہے کہ ایمان قلب کے ساتھ ہے نہ زبان کے ساتھ اور جس نے اللہ کو پہچان لیا
 اور زبان سے ایمان کا اقرار کیا تو وہ کافر نہیں ہوتا ہے اسلئے کہ علم خاموشی سے زوال نہیں
 پاتا ہے اور کتنا تھا کہ جہان ایمان ہوتا ہے وہاں کوئی گناہ نقصان نہیں پہنچا سکتا
 مرد مؤمن گناہوں کی سزا سے ایمن ہے اور جو شخص دل سے ایمان لایا وہ کافر نہ ہوگا بلکہ مؤمن ہی
 اسلئے کہ علم و معرفت انکار سے زائل نہیں ہوتے معتزلہ نے استطاعت کی نفی کرنے کی وجہ سے
 اسکی تکفیر کی ہے اور اہل سنت نے صفات الہی کی نفی کرنے اور قرآن کو مخلوق ماننے اور
 دیدار الہی کا انکار کرنے کی وجہ سے اُسکی تکفیر کی ہے جمہ اس بات میں متفق تھا کہ سلطان
 ظالم پر خروج کرنا جائز ہے اور اس کے نزدیک سب علوم خواہ قصوری ہوں یا تصدیقی
 نظری ہیں یعنی عقل سے غور اور فکر کے ساتھ حاصل ہوتے ہیں اور اسکا قول ہو کہ ایمان نام ہو

اللہ کی معرفت فالوایض جمیعہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی اور جو کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
 پاس سے لائے ہیں ان دونوں باتوں کی معرفت کا نام ایمان ہے جم کہتا تھا کہ اللہ تعالیٰ
 کا علم حادث ہے لیکن نہ ایسی صفت سے جس کے ساتھ غیر اللہ موصوف ہوتا ہے اسی طرح
 کہتا تھا کہ کلام الہی بھی حادث ہے اور اللہ کو اس کا متکلم نہ سمجھنا چاہیے اور کہتا تھا کہ یہ بات
 جائز نہیں کہ اللہ تعالیٰ کسی شے کو قبل اس کے پیدا ہونے کے جانے اس لئے کہ اگر اسکو
 پہلے سے علم تھا پھر اس نے پیدا کیا تو اس کا علم بدستور باقی رہا یا نہ باقی رہا اگر باقی رہا تو وہ
 جاہل ٹھہرا سکتے کہ علم اس امر کا کہ یہ چیز عنقریب پیدا ہوگی مغائر ہے اس علم کے کہ یہ
 چیز پیدا ہو چکی اور اگر باقی نہ رہا تو یہ متغیر ہو گیا اور متغیر مخلوق ہے قدیم نہیں ہے اور جب
 حادث علم کا ثابت ہوا تو پھر اس بات سے خالی نہیں کہ اسکی ذات میں حادث ہو گا
 جس سے ذات محل حوادث ہو جائیگی یا ذات باری میں تو نہیں بلکہ کسی محل میں حادث
 ہو گا اس صورت میں محل اس کے ساتھ موصوف ہوا نہ باری تعالیٰ اس سے یہ بات ثابت
 ہوئی کہ علم کے لئے محل نہیں ہے کتاب الاول بن ابولہلال عسکری نے لکھا ہے کہ جس نے
 اول یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ نے کبھی کلام نہیں کیا وہ جم ہے اور یہ قول اس کے خصوصیات
 میں سے ہے انتہی مگر تحقیق یہ ہے کہ جس نے دین اسلام میں اول یہ کہا کہ اللہ نے کلام نہیں کیا وہ
 جحد بن درہم ہے اور اسی نے اول یہ بھی کہا تھا کہ قرآن مخلوق ہے جحد کا قول تھا
 کہ اللہ نے موسیٰ علیہ السلام سے خود کلام نہیں کیا تھا بلکہ کلام اور آواز کو درخت میں پیدا
 کر دیا تھا موسیٰ علیہ السلام نے اسی درخت سے وہ کلام سنا تھا اسی طرح جحد یہ بھی کہتا
 تھا کہ جبریلؑ نے خدا سے پاک سے قرآن نہیں سنا تھا بلکہ جبریلؑ نے لوح محفوظ میں سے
 پڑھ لیا تھا جب خالد بن عبد اللہ قسمی گورنر عراق نے اسکی یہ بات چیت سنی تو
 پکڑ لیا اور عید اضحیٰ کے دن خاص اسی بات کی سزا میں فوج کرڈالا اول خالد نے ممبر ہر
 جڑ مہکر مسلمانوں سے خطبے میں بیان کیا کہ تم قربانی کرو اللہ اسے قبول کرے گا اور میں آج
 جحد بن درہم کو قربان کرتا ہوں اسلئے کہ وہ کہتا ہے کہ اللہ نے حضرت ابراہیمؑ کو خلیل نہیں
 بنایا اور نہ حضرت موسیٰؑ کے ساتھ کلام کیا خالد یہ لکھ ممبر ہر سے اترے اور جحد کو فوج کرڈالا

یہ واقعہ تابعین کے زمانے کا ہے ابن تیمیہ نے کتاب العقل والنقل میں لکھا ہے کہ جمیہ وقر معزله یہ کہتے ہیں کہ قرآن اللہ تعالیٰ سے مبائن ہے یہی حال اس کے سارے کلاموں کا ہے اور اللہ تعالیٰ نے درخت میں کلام پیدا کر دیا تھا اُسی کو حضرت موسیٰؑ نے سنا تھا اور وہاں کلام پیدا کیا تھا تو اُسے جبریلؑ نے سنا تھا اور اللہ کا کوئی ایسا کلام نہیں جو اس کی ذات کے ساتھ قائم ہو۔

تفسیر جامع البیان مطبوعہ مطبع فاروقی دہلی کے آخرین ایک عربی کا رسالہ لگا ہوا ہے اُس میں بیان کیا ہے کہ جمیہ اور معزله کے مذاہب میں فرق یہ ہے کہ معزله کہتے ہیں اللہ نے حضرت موسیٰؑ سے حقیقت میں کلام کیا اور بولا تھا مگر یہ کلام اس طرح کا تھا کہ اللہ نے کسی غیر چیز میں پیدا کر دیا تھا اُس سے حضرت موسیٰؑ نے سن لیا اور وہ غیر چیز یا تو کوئی درخت تھا یا سہویا اور دوسری چیز۔ اللہ کی ذات کے ساتھ کلام قائم نہیں ہو سکتا اس طرح نہ کوئی دوسری صفت جیسے قدرت مشیت رحمت حیات وغیرہ اس کی ذات کے ساتھ قائم ہو سکتی ہے اور جمیہ کبھی تو یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ سے کسی طرح کلام نہیں کیا اور کبھی یہ بات صاف طور پر تو مسخ سے نہیں نکالنے کیونکہ اس میں صریح دین اسلام اور دین نصاریٰ اور یہود سے خلاف لازم آتا ہے بلکہ بظاہر اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ سے کلام کیا مگر ساتھ ہی اتنی تاویل کر دیتے ہیں کہ اللہ نے اپنے کلام کو غیر چیز میں پیدا کر دیا تھا اور دلیل اپنے مطلب پر یہ بیان کرتے ہیں کہ کلام کی حقیقت حروف و آواز ہیں اور یہ دونوں محدث ہیں اور حروف و آواز اُسی چیز کے ساتھ قائم ہوتے ہیں جو معین ہو اور اللہ تعالیٰ متعین نہیں پس اللہ کے ساتھ کلام قائم نہیں ہو سکتا۔

اُسی رسالہ عربی میں ذکر کیا ہے کہ جمیہ کو اس بات کا جو جواب دیا ہے اس کی بنیاد میں یہ جواب تین گروہوں نے دئے ہیں۔

(۱) کلام بیہ اور اشاعرہ اور ماتریدیہ یہ کہتے ہیں کہ اللہ کے کلام کی حقیقت حروف

موسیٰ و خلق کلاماً فی الهواء
و زعموا ان اللہ خلق
وکن لاک ساکن کلامہ
القوان بائنی من اللہ
من المعزلة قالوا ان
الجمیة و اشاعرة
کی عبارت یہ ہے ان
کتاب العقل والنقل

مفسر محمد علی دکنی صاحب سندھان بوجہ من اللہ کلام بقوم بہ فی الحقیقۃ ۱۱۰۱ھ

و آواز نہیں بلکہ وہ تو ایک معنی اور مفہوم ہے جو متکلم کی ذات کے ساتھ قائم ہوتا ہے
حروف اور آواز تو اس معنی کے بیان کرنے کے لئے ہیں اور وہ معنی مامور کے اعتبار سے
مقرر ہے اور نسبت منہی عنہ کے معنی ہے اور مجربہ کے اعتبار سے خبر ہے جبکہ اس معنی کو
عربی الفاظ میں ادا کیا تو قرآن کہلایا اور جرانی میں ادا کیا تو توریت نام پایا اور سریانی
میں ادا کیا تو انجیل نام ہوا پس کلام ایک ایسی چیز ہے جو اپنی دونوں قسموں میں حقیقت
مشترک ہے یا ایسا ہو کہ کلام خالق پر کلام کا اطلاق مجازی طور پر ہے اور کلام مخلوق پر
اس کا اطلاق حقیقت ہے یہ راے متاخرین اصحاب مالک اور شافعی اور احمد اور
ابو حنیفہ رحمہم اللہ کی ہے۔

(۲) اگرچہ کلام کی حقیقت حروف اور آواز ہی ہیں لیکن یہ دونوں چیزیں محدث
نہیں یہ مذہب ستالمیہ کا ہے جو ابوالحسن بن سالم کے اصحاب ہیں اگلی راے یہ ہے کہ
قرآن مع حروف و آواز کے قدیم ہے اور اللہ اسی کے ساتھ متکلم ہے پہلا گروہ جس طرح کلام
نفسی کو قدیم مانتا ہے یہ دوسرا گروہ برخلاف اُسکے کلام لفظی کو قدیم کہتا ہے انکی دلیل
یہ ہے کہ بغیر حروف و آواز کے کلام کا ہونا عقلاً ممنوع ہے کوئی معنی امر و نہی اور خیر نہیں ہو سکتا
جس لئے یہ دعویٰ کیا ہے کہ توریت اور انجیل اور قرآن ایک ہی معنی ہے اختلاف صرف
عبارات میں ہے جو اُس معنی پر دلالت کرتی ہیں یہ اُسکی غلطی ہے اس تقدیر پر آیت
کرسی اور قل هو اللہ احد اور تبت ید ابی لہب اور توریت اور انجیل ایک ہی چیز
قرار پا جائینگے اس گروہ نے ابن کلاب کے قول کو تسلیم نہیں کیا ہے یہ گروہ قرآن لفظی کو
قدیم بتلاتا ہے اور اس صورت میں حروف اور آواز کی ذاتوں کا قدیم ہونا لازم آتا ہے
کہ یہ دونوں اللہ کی ذات کو لازم ہیں اور باوشین و میم وغیرہ ہمیشہ سے موجود ہیں
اور موجود رہیں گے کوئی شے اُن سے سابق نہیں یہ سب اللہ کی ذات کے ساتھ ازل سے
قائم ہیں یہ دوسرا مذہب بعض اصحاب امام مالک اور امام شافعی اور امام احمد اور
امام ابو حنیفہ کا بتا یا ہے۔

(۳) تیسرا گروہ کہتا ہے کہ جتنے مانا کہ کلام کی حقیقت حروف اور آواز ہیں اور حروف

وآواز محدث بھی ہیں مگر اُن کے محدث ہونے سے اگر یہ مراد ہے کہ انکا مخلوق ہونا اور اللہ سے منفصل ہونا واجب ہی تو یہ بات ممنوع ہے اور اگر یہ مراد ہے کہ وہ قدیم نہیں ہیں تو یہ ہم بھی تسلیم کرتے ہیں مگر ہم ایسے کلام کو جو قدیم نہو محدث بھی نہیں قرار دیتے یہ گمراہ اس بات کا قائل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ سے جو کلام کیا نہ وہ قدیم تھا نہ محدث اس فرقے کی یہ رائے ہے کہ اللہ کی شان یہ ہے کہ جب چاہتا ہے کلام کرتا ہے اور جب چاہتا ہے نہیں کرتا یہ بات بھی اُسی قبیل سے ہے جس طرح اسنے اپنے کلام میں فرمایا ہے خلق السموات والارض فی ستة ايام ثم استوی علی العرش یعنی اللہ نے آسمان وزمین چھ دن میں بنائے پھر عرش پر قرار پکڑا اور ثم استوی علی السماء دھی دخان پھر چڑھا آسمان کی طرف اور وہ دھواں تھا اور ان یا ایتھم اللہ فی ظلل من الغمام والملائکۃ بیٹھے انکے پاس اللہ اور فرشتے ابر کے سائبانوں میں آدین ایسی باتیں قرآن میں بہت ہیں اور حدیث میں اکثر مقامات پر آیا ہے کہ اللہ جب چاہتا ہے اپنے افعال اور کلام کو جو اُسکی ذات کے ساتھ قائم ہیں واقع کرتا ہے پس جو اُس کی ذات کے ساتھ قائم ہے وہ اُسی کا کلام ہے نہ کسی غیر کا اور مخلوق خالق کے ساتھ قائم ہو نہیں سکتا اور نہ رب مخلوق کا محل سکتا ہے اللہ کی ذات پاک کے ساتھ وہی کلمات اور افعال قائم ہوتے ہیں جن کو وہ چاہتا ہے اور یہ چیزیں مخلوق نہیں ہوتیں مخلوق وہ ہی جو مبائن ہو اور اللہ کا کلام اُس سے مبائن نہیں وہ اُسی سے موجود ہے اُسی کے ساتھ قائم ہے یہ مذہب محدثین اور صوفیہ اور فقہا کا ہے۔

حافظ نے فتح میں کہا ہے کہ جہیہ کی جو مذمت اہل سنت نے کی ہے تو وہ صرف مذہب جہوی کی وجہ سے نہیں بلکہ سلف نے اُنکی مذمت پر اسوجہ سے بھی اتفاق کیا کہ مفاہم الہی کے منکر ہیں یہاں تک کہ کتے ہیں قرآن اللہ کا کلام نہیں اور وہ مخلوق ہے۔

استاد ابوالمنصور ابوالقاسم طاہر نیمی نے کتاب الفرق بین الفرق میں کہا ہے کہ مبتدعہ کے رئیس چار ہیں اُن میں سے ایک جہم ہے جو اللہ کے اوصاف کا منکر تھا اور جبکہ کو مجبور محض بتاتا تھا اور کہتا تھا کہ اللہ کا علم حادث ہے اور اللہ کو متکلم نہ کہنا چاہیے

اور وہ اپنے بندوں سے کلام نہیں کرتا امام ابو حنیفہ سے منقول ہے کہ ہم نے نفی تشبیہ
 میں یہاں تک مبالغہ کیا کہ کہنے لگا اللہ تعالیٰ کچھ چیز نہیں بخاری نے عبد العزیز بن ابی سلمہ
 کے طریق سے روایت کی ہے کہ ہم کا کلام ایک صفت بے معنی ہے اور ایسا مکان ہو
 جسکی بنیاد نہیں ابن ابی حاتم نے معتمر بن سلمان کے ذریعہ سے علا و طاووسی سے روایت
 کی ہے کہ سلم بن آخر مازنی کو جو خراسان میں تھا خبر پہنچی کہ ہم اس بات کا منکر ہے
 کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ سے کلام کیا تو اسے قتل کر ڈالا اور یہ واقعہ ۳۱۰ھ کا ہے
 اور ابو القاسم لاکھی کا قول کتاب السنۃ میں یہ ہے کہ ہم ۳۲۰ھ میں ارا گیا اور ابن
 طلحہ و ن نے اپنی تاریخ میں کہا ہے کہ جس وقت مروان بن محمد کے قبضے میں زمام حکومت
 آگئی اور اس نے اپنی جانب سے عراق کی گورنری پر یزید بن عمر بن ہبیرہ کو مامور کیا
 تو ابن ہبیرہ نے خراسان کی نیابت پر نصر بن سیار کو بحال رکھا نصر نے مروان کی بیعت کی
 حرث بن شیرج کو اس سے خطرہ پیدا ہوا کہ مجھے یزید بن ولید نے امان دی تھی نہ مروان
 نے ذہن میں یہ آنا تھا کہ مکمل کھڑا ہوا اور اپنے ہوا خواہوں کو مجتمع کر کے ایک لشکر مرتب
 کر لیا نصر سے تحریک کی کہ شریک جماعت رہو جو کام کیا جائے شورے سے کیا جائے نصر نے
 منظور کیا تب حرث کے کہنے سے ہم بن صفوان نے کھڑے ہو کر نصر کے عادات و خصائل
 بیان کر کے لوگوں پر اس امر کو جسکی اُسکو دعوت دی گئی ظاہر کر دیا (اور وہ یہ ہے کہ
 قرآن و حدیث پر عمل کرو) اس سے عوام الناس پر بہت بڑا اثر پڑا یونانیوں نے جماعت
 بڑھتی گئی نصر نے حرث کو کھلا بھیجا میں تمکو مارا اور انہر کی حکومت دیے دیتا ہوں ساتھ ہی اسکے
 تین لاکھ درم بھی دوں گا حرث نے اس سے انکار کیا ان واقعات کے بعد نصر و حرث
 نے متفق ہو کر ہم بن صفوان و مقاتل بن حیان کو حکم مقرر کیا ان دونوں نے
 با اتفاق راے یہ فیصلہ کیا کہ نصر معزول کر دیا جائے اور حکومت خراسان کی بابت شورے
 ہونا چاہئے اور اہل خراسان جس سے راضی ہوں وہی اُنکا امیر مقرر ہو کہ اُن میں حکم
 عدل کے ساتھ کرے مگر نصر نے اس تجویز کو نا منظور کیا حرث نے اس انکار سے
 مخالفت کی اور اعلان جنگ کر کے لڑائی کی تیاری کر دی مگر شہر مرو پر سالم بن بخاری

کے ہاتھ سے شکست پا کر بھاگا یہ سالم نصر کا ایک سردار تھا بعد ازاں نصر نے جد بن علی
 کرمانی کو بلا بھیجا یہ اُس وقت اُردو ربيعہ میں موجود اور حرث کا بھی خواہ تھا کرمانی بن علی
 اسن حاصل کر کے نصر کے پاس آیا باتوں باتوں میں نصر کے مصاحبین نے کرمانی سے
 سخت کلامی کی جس سے اُسکو نصر کی طرف سے بدظنی پیدا ہوئی اُٹھ کر جلد یا لیکن اُسکے
 ہمراہیوں میں سے جہم بن صفوان کو گرفتار کر کے ان لوگوں نے مار ڈالا اور طبری نے
 واقعات ۱۲ میں ذکر کیا ہے کہ ہشام بن عبد الملک کی طرف سے نصر بن سيار خراسان کا
 گورنر تھا حرث بن شریح نے اُسپر خروج کیا اور جہم اُس وقت حرث کا میر منشی تھا اور جب
 نصر نے جہم اور مقاتل کے فیصلے کو نا منظور کیا تو حرث اور نصر میں مدت تک لڑائی رہی یہاں تک
 کہ حرث ۱۲ ہجری میں مارا گیا جہم کی نسبت بعض کا قول یہ ہے کہ وہ بھی میدان جنگ
 میں کام آیا اور بعض کہتے ہیں کہ وہ پکڑا گیا اور نصر نے سالم بن اُخوذ کو حکم دیا کہ اس کی
 گردن مار دے جہم نے معافی چاہی مگر سالم نے قتل کئے بغیر نہ چھوڑا اور وہ مقام مرد میں
 قتل کیا گیا اور ابن ابی حاتم نے سعید بن رحمہ کے طریق سے روایت کی ہے کہ جہم ۱۳
 میں مارا گیا اور ممکن ہے کہ حرث سے دو برس کے بعد جہم کا قتل واقع ہوا ہو پس کرمانی نے
 جو یہ کہا ہے کہ ہشام بن عبد الملک کے ایام خلافت میں جہم مارا گیا یہ صحیح نہیں شاید اُسکو
 سو ہو گیا ہے کہ اُسکا ذہن جعد بن ورم سے جہم کی طرف منتقل ہو گیا جو ہشام کے
 عہد میں خالد قسری امیر عراق کے حکم سے مارا گیا جو یہ کہتا تھا کہ اللہ نے حضرت ابراہیم کو
 خلیل نہیں بنایا اور نہ حضرت موسیٰ سے کلام کیا یہ مقالہ خاص جعد ہی نے اول منہ سے
 نکالا ہے جہم نے اُسکی تقلید کی ہے اسلئے اسکا نام مقالہ جہمیہ مقرر ہو گیا۔

اور بخاری نے کتاب طلاق الافعال میں لکھا ہے کہ مجھے یہ خبر پہونچی ہے کہ جہم جعد بن ورم کا
 شاگرد تھا اور جہم کا واقعہ قتل جعد کے واقعہ سے بہت بعد ظہور میں آیا ہے کہ وہ عہد ہشام
 بن عبد الملک کا نہ تھا شاید کرمانی کو یہ دھوکا اس روایت سے ہوا ہے جو ابن ابی حاتم
 نے صالح بن احمد بن حنبل کے طریق سے روایت کی ہے اُنھوں نے کہا ہے میں نے
 ہشام بن عبد الملک کے دفتر میں نصر بن سيار حاکم خراسان کے نام اس مضمون کا

حکم دیکھا ہے کہ ایک آدمی نے جس کا نام جہم ہے تجھ پر شورش کر رکھی ہے اگر تو اُس پر
 قہیاب ہو تو اُس کو قتل کر ڈالو کرمانی نے اس سے یہ خیال کر لیا ہو گا کہ ہشام کے عہد میں
 جہم مارا گیا ہے حالانکہ اس حکم سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ ہشام کے وقت میں مارا گیا ہو
 اس لئے کہ جہم نصر سے لڑتا رہا ہو اور ہشام کے عہد میں نصر اُسپر کامیاب نہوا ہو بعد انتقال
 ہشام کے جہم کو شکست دیکر اُس کو قتل کیا ہو۔

تذکرۃ المذہب وغیرہ میں جمیہ کے اتنے نام اور فرقے لکھے ہیں۔ معطلیہ۔ مرا بضیہ۔
 مترافیہ۔ وارویہ حرقیہ۔ مخلوقیہ۔ نمیریہ۔ فانیہ۔ زنادقیہ۔ قبریہ۔ واقفیہ۔ لفظیہ۔
 معطلیہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی صفات مخلوق ہیں۔

مرا بضیہ کہتے ہیں کہ اللہ کے علم و قدرت اور مشیت مخلوق ہیں۔
 وارویہ کہتے ہیں کہ جو دوزخ میں داخل ہو گا پھر وہ اُس سے باہر نہ نکلے گا اور اُن
 دوزخ میں داخل نہ ہونگے۔

حرقیہ کہتے ہیں کہ دوزخی جلیں گے مگر نہ اس طرح کہ اُنکا اثر باقی نہ رہے۔

مخلوقیہ کہتے ہیں کہ قرآن مخلوق ہے۔

نمیریہ کہتے ہیں کہ حضرت سرور عالم حکیم ہیں نہ رسول۔

فانیہ کہتے ہیں کہ جنت و دوزخ فنا ہو جائیگی۔

زنادقیہ کہتے ہیں کہ معراج سوال اللہ علیہ وسلم کی روح کو ہوا تھا نہ جسم کو اور اللہ نہ قیامت میں

دکھ سکتا ہے نہ خواب میں اور یہ قیامت کے منکر ہیں اور عالم کو قدیم جانتے ہیں۔

قبریہ عذاب قبر کے منکر ہیں۔

واقفیہ کہتے ہیں کہ یہ معلوم نہیں کہ قرآن مخلوق ہے یا غیر مخلوق۔

لفظیہ کہتے ہیں کہ قرآن فارسی کا کلام ہے نہ اللہ کا مہر انور مصنفہ مولوی وکیل احمد

سکندر پوری سے معلوم ہوتا ہے کہ جو لوگ یہ کہتے تھے کہ ہم جو قرآن کا لفظ کرتے ہیں

تو یہ لفظ جو ہمارے منہ سے نکلتے ہیں مخلوق ہیں اُنکو وہ لوگ جو الفاظ قرآن کو بھی قدیم

سمجھتے تھے مبتدع کہتے تھے اور اُنکا نام لفظیہ رکھا تھا چونکہ محمد بن اسماعیل بخاری کا بھی

یہی مذہب تھا اسلئے انکو محمد بن یحییٰ بن عبداللہ خالد بن فارس ذہلی لفظیہ کہتے تھے اور ذہلی ایک ایسے جلیل الشان محدث ہیں جنہیں ابن داؤد امیر المؤمنین فی الحدیث اور ابو حاتم امام اہل زبان کہتے تھے اور جسے بخاری ایسی احادیث کی روایت کرتے ہیں جنکو بخاری نے اپنے مشائخ سے نہیں پایا اور سوائے انکے کسی سے وہ روایت نہیں ملی ذہلی محمد بن اسماعیل بخاری کو مبتدع کہتے تھے اور قابل مجالست نہیں سمجھتے تھے بلکہ ذہلی نے یہ حکم دیا کہ جو شخص بخاری کے پاس جائے اُسکو متہم سمجھنا چاہئے اسلئے کہ بخاری کی مجلس میں ایسا ہی شخص حاضر ہوگا جو انکے مذہب پر ہوگا جب بخاری نیشاپور میں رہنے لگے تو مسلم بن الحجاج بخاری کے پاس زیادہ آتے جاتے تھے جب ذہلی و بخاری بین مسئلہ لفظ بین اختلاف ہوا تو لوگوں کو منع کیا کہ وہ بخاری کے پاس نہ جائیں چنانچہ لوگوں نے بخاری کے پاس چل جانا چھوڑ دیا مگر مسلم نے نہ مانا اور برابر بخاری کے پاس جاتے تھے ذہلی نے ایک دن کہا کہ جو شخص لفظ کا قائل ہوا ہے یہ حلال نہیں کہ ہماری مجلس میں حاضر ہو چونکہ مسلم قائل یہ لفظ تھے وہ اٹھ کھڑے ہوئے اور چار عمامے پر ڈال لی اور چلے گئے اور حماد بن سلمہ بھی اٹھ کھڑے ہوئے تب ذہلی نے یہ کہا کہ یہ شخص میرے شہر میں نہ رہے تو بخاری ڈرے اور انھوں نے سفر اختیار کیا چنانچہ اس وقتے کو ذہبی نے سیر اعلام النبلاء میں لکھا ہے ذہبی اُس میں کہتے ہیں قال الحاكم ابنا ابو عبد اللہ محمد بن یعقوب الاحزم سمعت ابن علی المخلدی سمعت محمد بن یحییٰ يقول قد اظهر هذا البخاری قول اللفظیۃ واللفظیۃ عند شرمہن الجھمیۃ یعنی محمد بن یحییٰ کہتے تھے کہ اس بخاری نے لفظیہ کا قول ظاہر کیا اور میرے نزدیک لفظیہ جہمیہ سے بُرے ہیں۔

ابن تیمیہ نے اپنے رسالے میں جو فاضل اللہ کے کلام کرنے کی بحث میں لکھا ہے یہ چار نام بھی ذکر کئے ہیں خلقیہ اور حدوثیہ اور اتحادیہ اور اقترانیہ۔
بعض رسائل میں لکھا ہے کہ جہمیہ اتحادیہ جنکو اپنے مذہب میں نہایت غلو ہے اس بات کے مدعی ہیں کہ جو کچھ ہم کو الہام حاصل ہوتا ہے وہ اُس چیز سے افضل ہے جو حضرت موسیٰؑ کی حاصل ہوئی تھی (مرا و اس سے ائمہ کا حدیث موسیٰؑ سے کلام کرنا ہے)

دوم بکریہ یہ بکر بن اخص عبد الواحد کے اصحاب ہیں یہ شخص اس عقیدے میں نظام کے موافق تھا کہ انسان صرف روح ہے اور یہ بھی زعم کرتا تھا کہ اللہ قیامت کے دن ایک ایسی صورت میں دکھائی دے گا جسکو وہ پیدا کرے گا لوگ اُسی صورت سے بات چیت کریں گے صاحب کبیرہ منافق ہر دوزخ کے سب سے تلے کے طبقے میں ہوگا اسکا حال کافر کے حال سے بھی بدتر ہے پیاز اور لسن کے کھانے کو حرام بتاتا تھا وضو کو قراقرش مکہ سے واجب کہتا تھا اور حضرت ابو بکر کی خلافت پر نص ہونے کا قائل تھا۔

سوم ضراریہ یہ ضرار بن عمرو کے اصحاب ہیں یہ متفرد تھا ساتھ کئی مقالات کے کہتا تھا اللہ کی رویت قیامت کے دن ایک اور حاسہ سے ہوگی جو ان حواس خمسہ سے زائد ہوگا اور ابن مسعود اور ابی بن کعب کی قرأت کا منکر تھا اور کہتا تھا انکی قرأت کے مصحف وہ قرآن نہیں جسکو اللہ نے نازل کیا ہے اور عامۃ مسلمین کے دین میں شک کرنا تھا اور کہتا تھا شاید یہ لوگ کفار ہیں۔ جسم کو اعراض مجتمعه بتاتا تھا۔ شہرستانی ملل و نخل میں کہتا ہے کہ حفص فرد بھی مسئلہ تعطیل میں ضرار کے موافق ہے کیونکہ دونوں کا قول یہ ہے کہ باری تعالیٰ کو جو عالم اور قادر کہتے ہیں اس سے یہ مراد ہوتی ہے کہ وہ جاہل اور عاجز نہیں اور اُسکے واسطے ایسی ماہیت ثابت کرتے ہیں جسکو سوائے کوئی نہیں جانتا اور کہتے ہیں کہ یہ قول امام ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب کی رائے کے مطابق ہے اُسکے تابعین نے اُسکے قول کی یون تاویل کی ہے کہ مراد ضرار کی اس قول سے کہ اللہ کے لئے ایک ماہیت ہے اُسکی ذات سے علحدہ یہ ہے کہ اللہ پر اسکا نفس ظاہر ہے وہ اُسے بخوبی جانتا ہے کسی قسم کی دلیل اور خبر کی اُسکو ضرورت نہیں ہے اور ہم اُسکو دلیل اور خبر سے جانتے ہیں اور بندے کے کام اللہ کے پیدا کئے ہوئے ہیں بندہ اُن کا کاسب ہی اور جائز ہے کہ ایک فعل دو فاعلون میں مشترک ہو اور اہل سنت کا یہ قول ہے کہ ایک چیز دو قدرت مؤثرہ کا مقدور نہیں بن سکتی بلکہ دو قدرت کا سبب بھی ایک مقدور سے متعلق نہیں ہو سکتیں پس زید کو خالد کے کام پر قدرت حاصل نہوگی۔ اور ضرار کہتا تھا کہ جائز ہے کہ اللہ اعراض کو اجسام سے بدل دے اور کہتا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد

صرف اجماع صحابہ کا حجت ہو پس احکام دین میں خبر احاد نامقبول ہے کتنا تھا کہ اللہ کا پہچاننا عقلاً واجب نہیں جب تک رسول نہ آئیں اور حرام و حلال کو نہ بتائیں اُسکی معرفت واجب نہیں اس کے نزدیک امامت غیر قرشی کی بھی جائز ہے بلکہ جب قرشی اور گنوا مسلمان جمع ہوں تو گنوار کو اس منصب کے لئے منتخب کرنا چاہئے کیونکہ اُس کے طرفدار کم ہونگے پس کوئی کام شرع کے خلاف کر گیا تو اُس کا معزول کرنا آسان ہوگا اگرچہ معتزلہ بھی امامت غیر قرشی کی جائز رکھتے ہیں مگر قرشی پر اُس کو تفوق نہیں دیتے۔

مؤید الا فاضل اور تذکرۃ المذہب وغیرہ میں جبریہ کے اتنے نام اور فرقے لکھے ہیں مضطربہ - افعالیہ - معیہ - مفروغیہ - بحاریہ - مثنویہ - کسلیہ - سابقہ - حبیبیہ - خوفیہ - فکریہ - حبیبیہ۔

مضطربہ اس لئے کہتے ہیں کہ ان کے نزدیک خیر و شر اللہ کی طرف سے ہے بندے کو ان کے صدور میں اختیار نہیں۔

افعالیہ اس لئے کہتے ہیں کہ ان کے نزدیک بندے سے افعال صادر ہوتے ہیں مگر ان پر بندے کو قدرت نہیں۔

معیہ یہ نام انکا اسلئے ہوا کہ انکا قول ہے کہ فعل و قدرت دونوں بندے کو حاصل ہیں۔ مفروغیہ اسلئے کہلاتے ہیں کہ جو کچھ واقع ہوتا ہے وہ بغیر اختیار کے ہوتا ہے۔

بحاریہ یہ کہتے ہیں کہ بندوں کو جو اللہ پاک سزا دیتا ہے وہ اپنے افعال کی وجہ سے دیتا ہے نہ بندوں کے افعال پر۔

مثنویہ اسلئے کہتے ہیں کہ ان کے نزدیک یہ بات مقرر ہے کہ جس چیز پر نفس ٹھہر جائے اور اُسے اختیار کر لے وہ خیر ہے اور جس کو نفس چھوڑ دے اور مکر وہ جانے وہ شر ہے۔

کسلیہ یوں کہلاتے ہیں کہ ان کے نزدیک ثواب و عذاب نیک و بد کام کے سبب نہیں حاصل ہوتے اس بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ لفظ کسبیہ ہے اور بحر المذہب میں یوں ہی ہے۔

سابقہ یہ نام انکا اسلئے مقرر ہوا کہ انکا زعم یہ ہے کہ سعادت و شقاوت بندوں کی تقدیر میں نازل ہے مقرر ہو چکی ہیں نہ انھیں طاعت سے نفع پہونچے گا نہ گناہ سے ضرر ہو۔

جیبیہ ان کو اس لئے کہتے ہیں کہ ان کا قول ہے کہ جیب اپنے جیب کو عذاب نہیں دیتا اور اللہ ہمارا جیب ہو۔

فکر یہ اس لئے مشہور ہوئے کہ ان کے نزدیک فکر عبادت سے افضل ہے جس کے جتنے عمل زیادہ ہوتے ہیں انکی اتنی ہی تکالیف ساقط ہو جاتی ہیں اور خلق پر اس کی احتیاج کا پورا کرنا واجب ہے اور وہ مسلمانوں کے مال میں شریک ہے سو جو اسے منع کرے وہ ظالم ہے۔

خوفیہ اس لئے کہتے ہیں کہ ان کا عقیدہ یہ ہے کہ جیب سے جیب کو خوف ٹکرنا چاہئے اور اللہ ہمارا جیب ہو۔

جیبیہ یہ توریث اور وراثت کے منکر ہیں۔

انہی جبریہ میں سے ایک فرقہ کا نام بطیحیہ ہے یہ اسماعیل بطیحی کے متبع ہیں اور دوسرے کا صباحیہ کہ ابو صباح بن عمر کی طرف منسوب ہیں۔

فرقہ قدریہ

قدریہ بفتح وال اور کبھی سکون وال سے بھی استعمال کرتے ہیں کذا فی المرقاة اور یہ قدریہ منسوب ہیں قدر کی طرف کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ بندوں کے تمام افعال میں بندوں کی قدرت جو اللہ کی پیدا کی ہوئی ہوتی ہے مؤثر ہوتی ہے پس بندہ اپنے افعال کا آپ خالق ہے قضا و قدر آئی کو اس میں دخل نہیں اور اپنے کاموں میں بندہ محتاج خدا کا نہیں ہی قدریہ اور جبریہ فرقے دونوں ایک دوسرے کی ضد ہیں کیونکہ یہ عبد کو قادر و مختار کہتے ہیں اور جبریہ بالکل عاجز و مجبور بتاتے ہیں ابو المنتہی نے شرح فقہ اکبر میں لکھا ہے کہ قدریہ عام ہے اور معتزلہ خاص ہے اسلئے کہ تمام معتزلہ قدریہ ہیں اور بعض دوسرے فرقے بھی قدریہ ہیں پس کل معتزلہ قدریہ ہوئے اور کل قدریہ معتزلہ نہیں ہوئے پہلی جو بدعت زمانہ صحابہ میں نکلی وہ یہی مذہب قدریہ کا ہے سب سے پہلے جس نے اس مسئلے کو چھیڑا معبد بن خالد جہنی ہے جب بصرے میں اُس نے اس مسئلے میں

مقتلو شروع کی تو بہت سے اہل بصرہ اُسکی راے پر چلنے لگے معبد نے اس راے پر غلط انگیز
کو ایک شخص سے لیا تھا اُسکا نام ابو یونس منسوب تھا اُسکو اسواری کہتے تھے
جب یہ فتنہ بڑھا تو حجاج نے حکم عبد الملک بن مروان شیعہ ہجری میں اُسکو عذابے مکر
سولی پر چڑھایا یہ خبر جب عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو پہونچی اور اُنھوں نے ہات چیت
معبد جنہی کی سنی تو قدریہ سے بیزاری ظاہر کی ایک جماعت اس بدعت میں معتقد معبد
کی ہو گئی تھی اور ابن سیار نظام اور ہشام بن غمر و فوطی اور اصم کو قدر میں بڑا مبالغہ تھا۔
قاضی عطاء بن یسار بھی معتقد قدر کے تھے وہ اور معبد دونوں حسن بصری کے پاس
آتے جاتے اور کہتے کہ یہ لوگ خونریزی کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارے اعمال اللہ کی
تقدیر پر جاری ہیں حسن نے کہا یہ اعداء اللہ جھوٹے ہیں تنبیہ قدریہ کی منشا اس
قول سے کہ بندہ خالق افعال ہے یہ نہیں ہے کہ وہ صفت خالقیت میں اللہ تعالیٰ کی
مثل ہے اور جو قوت و استقلال اللہ تعالیٰ کو اس صفت میں حاصل ہے ویسے ہی
بندے کو بھی حاصل ہے بلکہ وہ بندے کی خالقیت کو غیر مستقل جانتے ہیں اس لئے کہ
یہ اپنے افعال کے پیدا کرنے میں اُن اسباب اور آلات کا محتاج ہے جو باری تعالیٰ نے
پیدا کئے ہیں پس بندے کی اور خدا کی خالقیت میں زمین و آسمان کا فرق ہے پس
جن لوگوں نے یہ کہا ہے کہ قدریہ جو بندے کو خالق اُسکے افعال کا جانتے ہیں اُن کے
مذہب پر بے گنتی خدا لازم آتے ہیں اسی طرح جنھوں نے یہ کہا کہ مجوسیوں اور قدریوں
میں یہ فرق ہے کہ مجوس خالق شرور و قبائح کو سوائے ذات یزدان کے جانتے ہیں اور
اُسے شریک الوہیت بتاتے ہیں مگر ایک ہی شریک مانتے ہیں زیادہ کی شراکت کے
قائل نہیں اور قدریہ ہر موزعیف اور سگ و گربہ کو خدا کا شریک خلق و ایجاد میں جانتے
ہیں یہ سراسر تعصب ہی چونکہ ہمارے علمائے ماتریدی کو اُنکی راے کے ابطال میں بہت کچھ
اصرار تھا اسواسطے بیانات میں بڑا مبالغہ کیا ہے اور اُنکی گمراہی کے اثبات میں دفتر کے دفتر
سیاہ کر ڈلے ہیں اور یہاں تک کہ دیا ہے کہ قدریہ مجوس سے بھی بدتر ہیں کہ ہر بشر کو خالق
اپنے افعال کا جانتے ہیں مجوس تو خدا کا ایک ہی شریک بتاتے ہیں اور یہ بے تعداد شرک

ثابت کرتے ہیں لیکن قدریہ کو مشرک کہنا جائز نہیں اسلئے کہ شرکت یا الوہیت میں ہوتی ہو یا عبادت میں الوہیت میں خدا کا شریک محسوس ثابت کرتے ہیں اور عبادت میں بت پرست قدریہ بیچارے تو بندے کو خالق یا مختار غیر مستقل بتاتے ہیں مگر حدیث میں جو وارد ہے القدریۃ جھوس ہذا لامۃ قدری اس امت کے محسوس ہیں اس لئے بعض علما کہتے ہیں کہ قدریہ کافر ہیں بعد اسکے اختلاف ہو کہ کفر انکارتاویلی ہے یا ارتدادی مگر قول مختاریہ ہے کہ کافر نہیں بلکہ فاسق ہیں کیونکہ یہ بھی قرآن و حدیث سے استدلال کرتے ہیں پس جو علما انکو کافر کہتے ہیں وہ تو انکے حق میں رعایت حقوق اسلام سے منع کرتے ہیں اور جو فاسق کہتے ہیں وہ جائز رکھتے ہیں اور اس حدیث کو زجر و تعلیظ اور ان کے اعتقاد کی بُرائی بیان کرنے پر حمل کرتے ہیں اور حق یہ ہے کہ قدریہ کو محسوس جو کہا ہے سو مراد اس سے صرف تشبیہ ہی جس میں یہ ضرور نہیں کہ مشبہ سب طرح کی مماثلت اور مشابہت میں مشبہ بہ کا مساوی ہو اور تمام احکام میں دونوں شریک ہوں بلکہ سالمی کہتا ہے کہ اس حدیث کا مصداق قدریہ میں سے صرف وہ فرقہ ہے جسے شیطان یہ کہتے ہیں اور محمد بن نعمان شیطان الطاق کی طرف منسوب ہو۔

فرقہ مشبہ

بیان کرتے ہیں کہ جنسے سب سے پہلے تشبیہ کا قول ظاہر کیا وہ شبیان خارجی چوبیسے متبعون کو شبیانہ کہتے ہیں اُسے مروان بن محمد کے عہد میں خرمج کیا تھا اور ۳۱۰ھ میں مرگیا اور بعض کہتے ہیں کہ خلیفہ سفاح کے سپہ سالار کے ہاتھ سے شکست پا کر ۳۳۰ھ میں والی عمان کے ہاتھ سے مارا گیا اور ایک روایت یہ بھی ہے کہ ابو مسلم خراسانی کے ایک افسر کے مقابلے میں کام آیا۔ مشبہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ مخلوق کے ساتھ مشابہ ہو اسی لئے جناب باری کی تمثیل محدثات کے ساتھ دیتے ہیں اللہ کی صفات کے ثابت کرنے میں انکو بڑا غلو ہے یہ معتزلہ کی ضد ہیں جو اللہ کے لئے صفات ثابت نہیں کرتے کیونکہ اثبات صفات میں اللہ تعالیٰ کی تشبیہ لازم آتی ہے اور جنسے اللہ کو اُسکی مخلوق کے

ساتھ تشبیہ دی وہ مشرک ہو اسی طرح یہ لوگ اور جو انکی طرح ابتداء کے لئے صفات ثابت نکرین وہ معطلہ کہلاتے ہیں اور اہل سنت یہ کہتے ہیں کہ تعطیل اور تشبیہ دونوں کی نفی کی جائے تعطیل یہ ہے کہ اُس ذات مقدس کے لئے صفات کمال ثابت نکرنا اور تشبیہ اسے کہتے ہیں کہ اُسکے واسطے صفات کمال اس پنج سے ثابت نکرین کہ مخلوق کے ساتھ مشابہت پیدا ہو جائے اور مثال دونوں قسموں کی اس طرح ہے کہ جب کہیں کہ خدا عالم نہیں ہے یا عالم کا اطلاق خدا پر نکرنا چاہئے یہ تعطیل ہوگی اس لئے کہ صفت علم سے کہ جو صفت کمال ہو اُسکو معطل اور معرک کر دیا اور اگر یوں کہیں کہ جس طرح ہم عالم ہیں خدا بھی عالم ہے یہ تشبیہ ہو اس لئے کہ خدا کو صفت علم میں مخلوق سے مشابہ کر دیا ہے اور اگر کہیں کہ خدا کو علم حاصل ہے اس طرح کہ ہمارے علم سے اُسکے علم کو کسی طرح مشابہت نہیں یہ صورت علم کے اثبات اور تشبیہ کی نفی ہے اسی طرح سمع اور بصر اور تمام صفات کو خیال کر لینا چاہئے اور توضیح اسکی یہ ہے کہ ہم اشیا کو اپنی آنکھ سے دیکھتے ہیں اور اس دیکھنے میں ہلکوکمال حاصل ہوتا ہو مگر یہ کمال نقصان سے خالی نہیں اسلئے کہ ہلکویہ کمال قوت باصرہ اور عضو مخصوص کی اعانت کے بدون حاصل نہیں ہوتا یہی بہت بڑا نقصان ہو کہ ہمارے عجز کی وجہ سے پیدا ہوا ہے اور خدا پاک ہے اس سے کہ کوئی عضو یا جز رکھتا ہو یا کسی چیز کے ادراک میں کسی عضو کی طرف احتیاج پڑے اور ہمارا علم عدم کے بعد حاصل ہوا ہے اور خدا اس سے منزہ ہے کہ اُسکو علم جبل کے بعد حاصل ہوا ہو اور ہلکوکسی شے پر علم جب آتا ہے کہ اُس کا مفہوم خاطر نشین ہو جائے اور یہ بھی ہمارے نقصان کی وجہ سے ہے اور خدا محل حوادث ہونے سے منزہ ہے اور جب چیز غائب ہو جاتی ہے تو ہمارا علم بھی زائل ہو جاتا ہے اور خدا میں علم کا زوال محال ہے اور ہمارا علم علتوں کا معلول ہے اور خدا کے علم کے واسطے علت کی ضرورت نہیں حاصل یہ ہے کہ خدا کے لئے اشیا کا علم اسطرح ثابت کرنا چاہئے جس میں کمال پیدا ہو اور نقصان کے وجوہات جو ہمارے علم میں لازم ہیں اُن کی نفی کرنا چاہئے۔ شہرستانی ملل و نحل میں کہتا ہے کہ امام مالک بن انس

اور امام احمد بن حنبل اور داؤد بن علی بن محمد اصفہانی المعروفہ داؤد ظاہری نے باوجودیکہ متشابہات کو انکے معانی ظاہری پر حل کیا اور تاویل کی طرف متوجہ نہ ہوئے لیکن کہا کہ ہکویقین ہے کہ اللہ کسی چیز کے مشابہ نہیں ہے اور نہ کوئی چیز مخلوق میں ہے اُسکے مشابہ ہو سکتی ہے اور تشبیہ سے احتراز کیا۔ اور داؤد جو ابی اور نعیم بن حمدان مصری وغیرہ اصحاب حدیث کہتے ہیں کہ اللہ ذی صورت ہے اُس کے لگے اعضا ہیں اور بعض نے کہا ہے کہ ابن تیمیہ اور ابن قیم اور داؤد ظاہری اور ابن حزم اور شوکانی یہ پانچوں بڑے بھاری مجسمہ ہیں اور اس ملت کے خلفاء ہیں۔ کتاب میرین حنا بلکہ کو بھی مجسمہ میں شمار کیا ہے اور مجسمہ کو اہل بدعت قرار دیا ہے۔ یہ یاد رہے کہ بعض آیات واحادیث میں ایسے الفاظ ہیں جنکے ظاہری معانی اللہ تعالیٰ کی جسمیت پر دلالت کرتے ہیں مثلاً الرحمن علی العرش استوی یعنی وہ بڑے مرتبے والا عرش پر قائم ہوا و جاء بک الملائک صفا صفا یعنی جیکہ آویگا تیرا پروردگار اور آویگے فرشتے صفوں کی صفیں ثم دئی فتدئی مکان قاب قوسین اودئی پھر نزدیک ہوا پس آیا یا پھر رگیا فرق دو کمان کی برابر یا اس سے بھی نزدیک ید اللہ فوق ایدینہ معنی اللہ کا ہاتھ اُنکے ہاتھ کے اوپر ہے و یبقی وجہ دیک یعنی باقی رہیگا منہ تیرے رب کا و یوم یکشف عن ساق جس دن کھولی جائیگی پنڈلی اور ابو ہریرہؓ سے صحیح بخاری و مسلم میں مروی ہو واما النار فلا تنملی حتی یضع اللہ رجلہ یعنی دوزخ نہیں بھرنے کی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اُس میں اپنا پاؤں رکھیگا اور ابو ہریرہؓ سے بخاری و مسلم نے روایت کی ہو کہ آنحضرتؐ نے فرمایا ہے لما قضی اللہ الخلق کتب کتابا فھو عندہ فوق عرشہ جیکہ مقدر کیا اللہ تعالیٰ نے پیدا کرنا مخلوق کا تو ایک کتاب لکھی پس وہ کتاب اللہ تعالیٰ کے پاس اُسکے عرش پر ہے اور ابو ہریرہؓ سے بخاری و مسلم نے روایت کی ہو ینزل ربنا تبارک و تعالیٰ کل لیلۃ الی السماء الدنیا نزول فرماتا ہو رب ہمارا ہر رات میں طرف آسمان دنیا کے اور احمد اور ترمذی اور ابن ماجہ نے ابوامامہ سے روایت کی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا

لہ دیکھو نظم السیرۃ المعاصیہ شرح اللغات لمرید شرح ولا تجری علیہ مان ۱۲

وعد فی سمری ان یدخل الجنة من امتی سبعین الفا بلا حساب علیہم ولا
عذاب مع کل الف سبعون الفا وثلث حشیات من حشیات ربی وعدہ کیا ہی
مجھ سے پروردگار میرے نے کہ داخل کریگا بہشت میں میری امت سے ستر ہزار
بلا حساب و عذاب کہ ہر ہزار کے ساتھ ستر اور تین پسین میرے رب کے پونے ہو گئے
اور عبد اللہ بن مسعود سے بخاری و مسلم نے روایت کی ہے ان اللہ یسک السموات
یوم القیامۃ علی اصبع والارض علی اصبع الخ یعنی اللہ تعالیٰ کا قیامت کے دن
آسمانوں کو ایک انگلی پر اور زمین کو دوسری انگلی پر اور عبد اللہ بن عمر سے مسلم نے
روایت کی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا ہے ان قلوب بنی آدم بین اصبعین من اصابع
الرحمن تمام بنی آدم کے دل اللہ تعالیٰ کی دو انگلیوں کے درمیان ہیں اور مسلم نے
روایت کی ہے یمین اللہ مکتی یعنی اللہ کا داہنا ہاتھ پھرا ہوا ہے جو اب اسکا یہ ہا
کہ یہ کلام ظاہری اور ظہنی ہیں اور اللہ تعالیٰ کا جسمیت سے منزه ہونا یقینی ہے اور
یقینیات کے مقابلے میں ظنیات کا اعتبار نہیں اور یہ بھی مسلمات سے ہے کہ جبکہ دو
ولیلین آپس میں مخالف ہوں تو آپس میں اس طرح عمل کرنا چاہئے کہ ظواہر کی تاویل
کر دینا چاہئے اور اس تاویل کی دو صورتیں ہیں ایک تاویل جمالی وہ یہ ہے
کہ اعتقاد کرے کہ جو کچھ اسنے مراد ہے وہ حق ہے اور انکی کیفیت کو معلوم کرنے کے
درپے نہواور تفصیل انکی اللہ تعالیٰ کے تفویض کر دے پس استوی حق تعالیٰ عرش پر
اور اسی طرح بدو وجہ و ساق و قدم و اصبع و حشیات وغیرہ کہ قرآن و حدیث
اسپر ناطق ہیں خبر متواتر اور اجماع سلف سے ہمکو پہونچا ہے کہ یہ الفاظ اپنے معانی
ظاہری پر محمول ہیں مذہب سلم ہی ہے اور سلف نے یہی اختیار کیا ہی اور صحابہ کا
سارا عصر اسی حالت پر گذرا تھا یہاں تک کہ اکثر متکلمین متاخرین نے دوسری راہ
تاویل تفصیلی کی اختیار کی مثلاً مراد استوا سے استیلا اور ید سے قدرت اور وجہ
سے ذات ہے اور مراد قدم سے حدیث نار میں قدم بعض مخلوقات الہی کا ہے اور
رب کے نزول فرمانے سے مراد یہ ہے کہ حکم اسکا اور رحمت اسکی یا ملائکہ اس کے

اُترتے ہیں اور خُشیات یعنی پسین یا مٹھیمان کنایہ ہے کثرت اور مبالغہ سے اور اصبح کنایہ ہے
 تصرف اور غلبہ قدرت اور عظمت الہی سے اور اصلی معنی مراد نہیں ذہبی نے سیر النبلاء میں
 قبلہ در علی بن مدینی اور اسحاق بن راہویہ اور مزنی اور ابو حاتم رازی وغیرہ سے نقل
 کیا ہے کہ اس قسم کے الفاظ کی تاویل نہیں کرتے تھے ظاہری معنی پر عمل کرتے تھے
 اور بھی ذہبی نے کتاب العرش میں اسی قسم کے اقوال کہ جنسے یہ ثابت ہوتا ہے کہ
 حق جل شانہ عرش پر ہے بلا کیف صد ہا صحابہ اور تابعین اور فقہاء اور محدثین سے نقل
 کئے ہیں اور احادیث نبویہ بھی جو اللہ تعالیٰ کے عرش پر ہونے پر دلالت کرتی ہیں
 ذکر کی ہیں اور کتاب فقہ مالکی میں لکھا ہے کہ اللہ کی ذات عرش پر ہے اور اس کا
 علم ہر مکان میں ہے۔ اور ملا علی قاری کی شرح قصیدہ بدو الامالی اور ابن ہمام حنفی
 مؤلف فتح القدیر کی مسائرہ اور ابن عبد العزیز بخاری حنفی کی کتاب کشف الاسرار
 شرح اصول بزدوی اور ابو شکور حنفی کی عبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ مذہب صحابہ
 وغیر صحابہ وائمہ وغیر ائمہ حنفیہ وغیر حنفیہ سب کا یہ ہے کہ حق جل شانہ کی فوقیت عرش پر
 وید و وجہ وغیر صفات بلا کیف ہیں اور تاویل کرنا ان سب کی صحیح نہیں تاویل کا منشا
 صرف اس بقدر ہے کہ جب مجسمہ نے اس قسم کی آیات و احادیث سے تجسم کا خیال کیا
 تو علمائے اُنکے الزام و اسکات کے واسطے تاویل کرنا شروع کیا نہ اس غرض سے
 کہ یہ معانی ماول مراد ہیں بلکہ اس غرض سے کہ تجسم کا شبہ دفع ہو جائے ورنہ یہ الفاظ
 سب معانی ظاہرہ پر محمول ہیں اور کیفیات ان سب کی محمول ہیں اور اسمین تجسم بھی لازم
 نہیں آتا ہے کیونکہ جب کیفیت محمول کی گئی اور اس بات کا بھی خیال رہا کہ اللہ
 کے مثل کوئی شے نہیں ہے اور تنزیہ پورے طور پر کی گئی تو تجسم کسی طرح لازم نہ آئے گا
 پس مراد اسی پر ایمان لانا چاہئے اور ان کی تاویلات سے سکوت اولیٰ ہے۔
 اور یہ جو اس قول کے رد میں کہا ہے کہ اگر اسی طرح ہو تو قرآن معلوم المعنی نہ رہے
 اسکا جواب یہ ہے کہ قرآن کے نزول کا فائدہ صرف فہم معانی میں منحصر نہیں کہیں
 مجر و ایمان ہی مطلوب ہوتا ہے چنانچہ متشابہات میں یہی منظور ہے۔

یہ کہ اگر
 یہ کہ اگر

ہا وکیل الاحادیث میں شاہ ولی اللہ صاحب نے لکھا ہے کہ صفات تشبیہی باری تعالیٰ
مطلّٰی ہاتھ پاؤں وغیرہ میں صراط مستقیم ہی ہے کہ اُنکے ظواہر پر چھوڑا جائے اور
اُن کی کیفیت وجود سے بحث و لغتیش نہ کی جائے اور محلاً یہ اعتقاد رکھے کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ
نے اِن الفاظ سے ارادہ کیا ہے وہی حق ہے اور باوجود ظاہر پر چھوڑنے کے یہ نہ کہے
کہ یہ ارادہ کیا ہے اور وہ ارادہ نہیں کیا کیونکہ نہ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے مسائل
کی تحقیق کیفیت میں بحث کی اور نہ اُنکے اصحاب نے اور نہ تابعین نے ایسی تدقیقات
میں اول معترضہ مشغول ہوئے کہ انھوں نے فلاسفہ سے جو اسلام کے مخالف تھے
ایسی باتیں چوراہن پھر بعض اہل سنت نے بھی ایسی تدقیقات میں غزلہ کی ہونفت کی
شرح عمدہ نسفی میں لکھا ہے کہ مشبہ کے نزدیک کسی شے کا وجوب عقل کے ذریعہ سے ثابت
نہیں ہوتا پس نہ ایمان باللہ کو عقل واجب کرتی ہے اور نہ عقل سے ایمان کی خوبی اور
کفر کا قبیح دریافت ہو سکتا ہے بلکہ یہ سب باتیں شرح سے جانی جاتی ہیں۔

مشبہ کے مختلف فرقے ہیں بعض تو اتنا ہی کرتے ہیں کہ اللہ کو مخلوق کے ساتھ مشابہہ کرتے
ہیں اور حادثات کے ساتھ اُسکی تمثیل بیان کرتے ہیں مثلاً کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ مانند
اجسام کے ہے اور گوشت اور خون کی مثل ہے اور بعض یہاں تک غلو کرتے ہیں کہ اُسکو
مخلوق اور حادث بنا دیتے ہیں اسلئے کہ کہتے ہیں وہ جسم ہے اور خون ہو اور گوشت ہو
ایسے فرقے مجسمہ کہلاتے ہیں اور ان میں سے سب ایک ہی طریقہ پر نہیں ہیں کوئی
شیعہ غلاۃ ہیں داخل ہے کوئی امامیہ ہے کوئی کرامی ہے وغیرہ وغیرہ مگر سب
خاص اس بدعت میں شریک ہیں چنانچہ تھوڑا سا بیان اُنکا غلاۃ شیعہ و امامیہ کے
فرقہ سے ہشامیہ و جویقیہ و بنائینہ و مغیریہ و میثمیہ و یونسیمہ میں ہو چکا اور جو صرف
مشبہ ہیں اُنکا ذکر یہاں ہوتا ہو۔

ایک مشبہ مقاتلیہ ہیں یہ ابو الحسن مقاتل بن سلیمان بن بشیر ازدی کی
طرف منسوب ہیں شہرستانی نے مل و نخل میں لکھا ہے کہ سرخیل مثبتین صفات الہی
میں سے مقاتل بن سلیمان ہیں اور شیعہ و کرامیہ نے انہی کی اتباع کی ہے ان

لوگوں نے یہاں تک مباغض کیا کہ اللہ تعالیٰ کو خلق کے مشابہ کر دیا غیبتہ الطالبین میں لکھا ہو کہ ان کا مذہب یہ ہو کہ اللہ تعالیٰ جسم ہے اور جثہ ہے انسان کی صورت پر وہ گوشت اور غون اور اعضا سر زبان گردن رکھتا ہے مگر یہ چیزیں اُسکی مخلوق ہیں سے کسی کے مشابہ نہیں نہ مخلوق میں سے کوئی اُسکے مشابہ ہے یعنی اگرچہ اللہ اسم اعظم کے اطلاق میں اشیا کے ساتھ مشابہت رکھتا ہے مگر حقیقت میں دونوں باہم مخالف ہیں۔ تاج المکمل میں لکھا ہے کہ مقاتل مشابہ میں بصرے میں فوت ہوئے تھے اصل انکی بلخ سے ہے علامہ عمر تھے علما ان کے باب میں مختلف خیالات رکھتے ہیں بعض انکی روایات کو قابل وثوق سمجھتے ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ کذب ہیں ابو حاتم محمد بن جان بستی نے کہا ہے کہ مقاتل علم قرآن کو یہود و نصاریٰ سے سیکھا کرتے تھے جو کچھ انکی کتب توریت و انجیل کے مطابق ہوتا اخذ کرتے اور یہ مشبہ تھے رب العالمین کو مخلوقات کے مشابہ کرتے تھے میزان الاعتدال کی جلد ثانی میں ذہبی لکھتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ نے فرمایا کہ کہ ہم نے نفی تشبیہ میں یہاں تک مباغض کیا ہے کہ کہا اللہ تعالیٰ کوئی چیز نہیں اور مقاتل نے اثبات صفات انکی میں اتنی افراط کی کہ اللہ کو مثل مخلوق کے بنا دیا۔ تاریخ ابن خلکان میں مذکور ہے کہ مقاتل نے بغداد میں علم حدیث حاصل کیا تفسیر قرآن میں یکتا عصر تھے ایک تفسیر انکی مشہور ہے شافعی سے حکایت کی گئی ہے کہ تمام آدمی تین چیزوں میں میں شخصوں کی عیال ہیں مقاتل بن سلیمان کے تفسیر ہیں اور ذہیر بن ابی سلمیٰ کے شعر ہیں اور امام ابو حنیفہ کے کلام میں - ابراہیم حربی نے کہا ہے کہ مقاتل دعویٰ کرتے تھے کہ عرش کے تلے جو کچھ ہے اُسکا حال مجھے دریافت کرو ایک آدمی نے یہ بات سنکر اسے سوال کیا کہ جب آدم علیہ السلام نے حج کیا تھا تو کس نے اُسکا سر مونڈا تھا مقاتل نے کہا کہ یہ بات تمھارے علم سے نہیں اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے اُس دعوے میں نیچا دکھانا چاہا اور سفیان بن عیینہ کہتے ہیں کہ جب انھوں نے وہ دعوے کیا تو ایک شخص نے اُن سے دریافت کیا کہ چینیوٹی کو آپ جانتے ہیں بھلا فرمائیے تو اُسکی آئینہ حقہ مقدم میں ہوتی ہیں یا مؤخر میں مقاتل اس سوال سے متحیر ہو کر گئے

سفیان کہتے ہیں کہ میں نے سچ لیا کہ یہ اُنکو اُس تعلیٰ کی اشد نے سزا دی ہے اور
مقاتل کا میلان ارجا کی طرف بھی تھا اُنکا قول ہے کہ قیامت کے دن اشد دوزخ کے
اوپر ایک راستہ بچھائے گا اور مومن گناہگاروں کو اُسپہر سے گزرنے کا حکم ہوگا پس
اُنکو دوزخ کی آج اور حرارت بمقدار گناہ کے پہنچے گی اور اس الم میں اُنکا عذاب
پورا کر لیا جائے گا پھر بہشت میں داخل کئے جائیں گے۔

دوسرے مشبہ حشویہ ہیں یہ اس بات کے قائل ہیں کہ اللہ جسم ہے کہ طول و عرض و عمق اور گوشت و خون رکھتا ہے اُس کے اعضا بھی ہیں مگر یہ سب چیزیں اُسکی مخلوق سے متاثر ہیں اور کبھی نے بعض حشویہ سے حکایت کی ہے کہ اُنکا زعم یہ ہے کہ اللہ کا دیدار دنیا میں ہو جانا بھی جائز ہے۔ کہتے ہیں کہ عرش اللہ کے چاروں طرف سے چار چار انگلی زیادہ اور بڑھا ہوا ہے۔ انکے نزدیک سوا بنی امیہ کے کوئی اور امام نہیں اولاد رسول خدا میں سے کسی کو امام نہیں مانتے۔ اسماء الہی کے ان کے نزدیک تین مراتب ہیں اسماء ذات اسماء صفات اسماء افعال۔

شہرستانی نے طل و نخل میں جوشویہ کے ذکر میں بیان کیا ہے کہ اشعری نے محمد بن عیسیٰ سے حکایت کی ہے کہ وہ کہتا ہے کہ مضر اور کہمش اور محمد بن عیسیٰ کا یہ عقیدہ تھا کہ اللہ کے دو ستون کو اُسکے ساتھ مصافحہ اور معانقہ کرنا اور اللہ کو چھونا جائز ہے اور اللہ کے دوستان صادق دنیا و آخرت میں اُس سے گلے ملتے ہیں اور اُنکو یہ مرتبہ اُسوقت حاصل ہوتا ہے جبکہ انسان بہت سی ریاضات کر کے حد اخلاص و اتحاد تک پہنچ جاتا ہے۔ اور داؤد و جواربی سے حکایت کی ہے کہ وہ کہا کرتا تھا کہ مجھے اللہ کی داڑھی اور سرگاہ کے سوال سے تو معاف رکھو کیونکہ خبر میں یہ دو چیزیں ثابت نہیں ہوئیں باقی اور سب چیزیں سے سوال کرو اور کہا اللہ تعالیٰ جسم اور گوشت اور خون ہے اُسکے لئے اعضا ہیں ہاتھ پاؤں سر زبان و آنکھیں دو کان رکھتا ہے مگر اُسکی یہ چیزیں ایسی نہیں جیسی

انہ جود زودیت
 فی الدیناوانہ
 یفضل العرش
 ظن من کل جانب
 اربع اصابع
 وحک الکیم عن بعض
 عروض وطول بعض
 اللہ تعالیٰ جسور
 الجماعۃ الخفیوہ
 عبارت بہ وقال
 منہاج السنۃ
 جلد اول مختصر

مخلوقات کی ہوتی ہیں اللہ کی اور مخلوق کی یہ چیزیں باہم مشابہ نہیں اور او و د کی بھی عقیدہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سر سے سینے تک کھوکھل ہے باقی ٹھوس ہے۔ ان کے پال سیاہ اور سیدھے ہیں اور اُسکے بال گھونگر والے بھی ہیں اور جو کچھ قرآن و حدیث سے قیوت کو پہونچتا ہے مثلاً ہاتھ منہ پہلو آنا جانا فوقیت وغیرہ یہ سب الفاظ اپنے معانی ظاہری پر جاری ہیں یعنی جب انکو اجسام پر اطلاق کرتے ہیں اور جو کچھ اپنے مفہوم ہوتا ہے وہی اللہ تعالیٰ کے حق میں بھی مراد ہے اور اس قسم کی باتیں اُسے اللہ تعالیٰ کے لئے بہت کچھ ثابت کی تھیں اور احادیث میں بہت سی باتیں انہی طرف سے لگا کر انکو پیغمبر علیہ السلام کی طرف منسوب کیا تھا اور یہ تمام باتیں یہود کے ہاں سے لی تھیں اسلئے کہ اللہ کے لئے تشبیہ اُنہی میں ہے۔

حشویہ کے نزدیک انبیاء معصوم نہیں اُنسے عمد آگناہ کبیرہ کا صدور ممکن ہے اور بہت سے دلائل اس بات پر ظاہر کرتے ہیں چنانچہ بعض دلائل اُن کے یہ ہیں۔

اول حضرت آدمؑ کی نسبت قرآن میں وارد ہے وعصى آدم ربه فغضب یعنی آدم نے اپنے رب کی نافرمانی کی۔ (۲) فتلقى آدم من ربه كلمات فتاب عليه فمهر آدمؑ نے اپنے رب سے کسی باتیں سیکھ لین پس اللہ نے اُسکی توبہ قبول کی اور ظاہر ہے کہ توبہ گناہ کی وجہ سے ہوتی ہے۔ (۳) آدمؑ کی زبانی قرآن میں آیا ہے دبنا ظلمنا انفسنا وان لم تغفر لنا وترحمنا لنكونن من الخاسرين یعنی اے پروردگار ہم نے اپنے نفسوں پر ظلم کیا اگر تو ہمارے گناہ نہ بخشے گا تو ہم زیاںکاروں میں سے ہو جائینگے۔ ظلم سے مراد گناہ ہے اور یہ جو آدمؑ نے کہا کہ اگر تو نہ بخشے گا تو ہم زیاںکاروں میں سے ہونگے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ گناہ کبیرہ تھا۔ (۴) قرآن میں ہوا لهما الشيطان عنها فخرجهما مما كانا فيه یعنی آدمؑ وحواء کو شیطان نے لغزش دی اور انکو وہاں کے آرام سے نکال دیا لغزش دینے سے جنت سے نکالا جانا صاف دلالت کرتا ہے کہ آدم علیہ السلام سے گناہ کبیرہ صادر ہوا۔ (۵) آدمؑ وحواء کے حق میں اللہ فرماتا ہے فلما اتھما صالحا جعل لھ شراً فیماء اتھما یعنی جب اُن کو صحیح و سالم لڑکا دیا تو اللہ کے لئے شریک اُس چیز میں مقرر

کہنے لگے کیا گوریا تھا اور شرک الکر الکبار ہے۔

دوسرے۔ حضرت ابراہیمؑ کے حق میں قرآن میں وارد ہے فلما جن علیہ اللیل را
تو کیا قال هذا بی جب ڈھک لیا اُسکورات نے ایک تارے کو دیکھا کہا یہ میرا
پروردگار ہے پس اگر حضرت ابراہیمؑ نے اپنے سچے اعتقاد سے تارے کو پروردگار کہا تو
شک کیا اور اگر سچے اعتقاد سے نہیں کہا تو جھوٹ بولے۔ (۲) قرآن میں ہے اذ قال
ابراہیم رب ارنی کیف تعبد الموقی یعنی جس وقت حضرت ابراہیمؑ نے کہا اے رب میرے
تو جھکو دکھا کہ کیونکر تو مردوں کو زندہ کرتا ہے پس معلوم ہوا کہ حضرت ابراہیمؑ کو شک تھا کہ
اللہ تعالیٰ کو مردے کے زندہ کرنے کی قدرت ہے یا نہیں اور یہ شک ہی کفر ہے۔

سوم۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک بنی اسرائیل کی حمایت میں ایک قبیلے کے
مٹکا مارا جس کے صدمے سے وہ مر گیا اور قبیلے کا مار ڈانا محض ناحق تھا اور اُسکو امر اتفاقی
نہیں کہہ سکتے اسلئے کہ حضرت موسیٰؑ نے اُسکے مرجانے کے بعد خود کہا ہذا من عمل الشیطان
انہ عدو مضل مبین یہ حرکت شیطان کی ہوئی تحقیق دشمن گمراہ کرینوالا ہی پس قتل عدو تھا
کہ محض خصومت کی راہ سے وقوع میں آیا چنانچہ ایسا واسطے حضرت موسیٰؑ نے پروردگار کے
آگے استغفار کیا۔ (۲) سورہ اعراف میں ہے لما رجع موسیٰ الی قومہ عضبان
اسفا قال بئسما خلفتمونی من بعدی اَحْبَلْتُمَا مَرَدَّ بکم والقی لالواسر واخذ
براسا خیه بَعْرَۃ الیہ یعنی جب موسیٰؑ اپنی قوم کی طرف لوٹ کر آیا غصے سے فسوس
کرتا ہوا بھائی کو کہا کیا بُری نیابت کی تھنے میری بعد میرے۔ تھنے کیون جلدی کی
اپنے رب کے حکم سے اور یقیناً والدین اور بھائی کا سر پکڑ کر اپنی طرف کھینچنے لگا
ظاہر ہے کہ حضرت ہارونؑ اور موسیٰؑ پیغمبر تھے اب یہاں دو صورتیں ہیں کہ یا موسیٰؑ نے کسی
گناہ کی پاداش میں اُنکو یہ نصیحت کی یا ناحق اُنکو ستایا اگر پہلی صورت صحیح ہو تو ہارونؑ کا
گناہ لازم آتا ہو اور دوسری صورت کی صحت میں موسیٰؑ گناہ گار ٹھہرتے ہیں اور ہر صورت
نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ انبیاء سے صدو مصیبت جائز ہے۔

چہارم۔ حضرت داؤدؑ اپنے کو ٹھٹھے پر کھڑے تھے کہ ایک عورت پر نظر پڑی جو

نہار ہی تھی وہ نہایت خوبصورت تھی پسند آگئی حضرت داؤدؑ نے اُسکا حال دیکھا تو معلوم ہوا کہ وہ عورت اُوریا کی سنکوہہ یا سنگیتہ ہے اور اُوریا اُن دنوں حضرت داؤدؑ کے بھانجے ثواب نامی کے ہمراہ بلقا کی طرف قلعہ کے محاصرے میں مشغول تھا حضرت داؤدؑ نے اپنے بھانجے کو کہنا بھیجا کہ اُوریا کو تابوت سکیںہ دیکر اعدائے دین سے بچنے کو بھیجے اور اُس زمانے میں حال یہ تھا کہ جو کوئی تابوت سکیںہ لیکر لڑائی میں جاتا تھا اتنا لڑتا تھا کہ نتیجہ ہوتا تھا یا مارا جاتا تھا چنانچہ اُوریا بھی ایک لڑائی میں مارا گیا حضرت داؤدؑ نے اُس عورت سے نکاح کر لیا اور حضرت داؤدؑ کے نکاح بن ۹۹ عورتیں پہلے سے تعین اللہ تعالیٰ نے دو فرشتے اُنکے پاس بھیجے اُن میں سے ایک نے دوسرے کی طرف اشارہ کر کے کہا ان هذا اخي له تسع وتسعون نجة ولي نجة واحدة فقال اكفليهما وعزني في الخطاب یعنی یہ شخص میرا بھائی ہے اُسکے پاس ننانوین بھیڑیں موجود ہیں اور میرے پاس ایک بھیڑ ہے مجھ سے کہتا ہے کہ وہ ایک بھیڑ بھی مجھ کو دیدے تاکہ سو پوری ہو جائیں اور مجھ سے سختی کے ساتھ کلام کرتا ہے سو یہ فتویٰ اس روز کا تھا کہ جب انبیا سے ایسا فعل وقوع میں آئے کہ کسی عورت شوہر دار کے خاوند کو قتل کر کر اُسکی بی بی نکاح میں لائے تو اور دن سے کیا بعید ہوگا۔

پہنچے حضرت سلیمانؑ کی نسبت اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اذ عرض عليه بالعلمي الصانعا الجيا د جس وقت کہ پیش کئے گئے سلیمانؑ کے سامنے تیسرے پہر کو عمدہ عمدہ گھوڑے۔ حضرت سلیمانؑ کے سامنے یہ گھوڑے پچھلے دن میں پیش ہوئے تھے بعد نماز عصر وہ اُنکے دیکھنے میں مصروف ہوئے اخیر دن میں ورد بڑھا کرتے تھے وہ فوت ہو گیا اور بعض کہتے ہیں کہ اُس تماشے کی وجہ سے عصر کی نماز قضا ہو گئی اور آفتاب غروب ہو گیا اور وہ نماز اُن پر فرض تھی فقال اني اجبت حب الخيد عن ذكر ربى حتى توارث بالحباج حضرت سلیمانؑ نے کہا تحقیق میں نے مال کی محبت کو اپنے رب کی یاد سے دوست رکھا یہاں تک کہ سورج اوٹ میں چھپ گیا خلاصہ کلام یہ ہے کہ گھوڑوں کی دل لگی میں نماز کا فوت کر دینا اور یاد الہی سے غافل ہو جانا گناہ ہے۔

۲۴) اَمَّا فِرْعٰۤنُ ثُمَّ جَعَلْنَا مَدِيْنَتَهُ قَرْصًا وَلَوْ عَلِمْنَا اَنْهٗ اَفْتٰنًا عَلٰى كُرْسِيِّهٖ جَدًّا اَمَّا اَبُو نُوَاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْہُ یَعْنِیْ ہُنْفَیْہِ فَہُوَ حَضْرَتُ سُلَیْمٰنَ عَلَیْہِ السَّلَامُ کُوْجَا بَنَیَا اُوْر ہُنْفَیْہِ اُسکے تخت پر ایک بدن ڈال دیا پھر اُسے رجوع کیا حق کی طرف بولا اے میرے رب معاف کر مجھ کو کیفیت اِس واقعہ کی یہ ہے کہ حضرت سلیمانؑ نے ایک بت پرست کافر کی بیٹی سے نکاح کیا تھا اُسکا باپ اُنکے لشکر کے ہاتھ سے مارا گیا تھا وہ لڑکی رات دن اپنے باپ کے غم میں روتی رہتی تھی حضرت سلیمانؑ نے اُسکے کہنے سے ایک سنگی تصویر اُسکے باپ کی تیار کرادی تاکہ اُسکو دیکھ کر اپنے دل کو تسلی کرتی رہے لڑکی اپنی موروثی عادت کے موافق اُسکی پرستش کرنے لگی چالیس دن کے بعد حضرت سلیمانؑ کو صورت واقعہ کی اطلاع ہوئی تو اُس بُت کو توڑا اور اُس لڑکی پر خفا ہوئے اور خلوت خانے میں بیٹھ کر استغفار میں مشغول ہوئے جب استغفار کو جانے تو انگشتی ایک خادمہ کو سپرد کرتے اُس میں اسم اعظم لکھا تھا ایک جن اُس خادمہ کو ہکا کر انگشتی لیگیا اپنی صورت حضرت سلیمانؑ کی سی بنائی جب اُنکو یہ حال معلوم ہوا تو اُسکے خوف سے نکل گئے جب اُنکا قصور خدا نے معاف کیا تو چہرہ چمکنے کے بعد ضرب کے نشے میں وہ انگشتی اُس جن کے ہاتھ سے دریا میں گر پڑی پھلی نکل گئی وہ شکار ہوئی اُسکے پیٹ میں سے وہ انگشتی نکلی اور حضرت سلیمانؑ کو ملی وہ لیکر اپنے تخت سلطنت پر پھر آئے پس جسد ملقی عبارت اِس جن سے ہے۔

ششم۔ حضرت یونسؑ نے بادشاہ ملک ینوادموصل کو نصیحت کی جب اُس نے نہ مانا تو اُس کے کہا کہ اگر میری بات پر ایمان نہ لائے گا تو تجھے چالیس دن میں عذاب آگنی نازل ہوگا اور جناب الہی میں عرض کی کہ میرے اس وعدے کو پورا کرو ورنہ میں خفیعت ہو لگا حق تعالیٰ نے فرمایا کہ تم نے عذاب کا وعدہ دینے میں جلدی کیوں کی اب صبر کرنا چاہئے ایمان اُنکا مقدر ہے راہ راست پر آجائینگے حضرت یونسؑ اس بات سے بہت غمگین ہوئے اور ایک مہینے کے بعد مع قبائل اُس شہر سے نکلے راستے میں دریا میں گرائے گئے پھلی اُنکو نکل گئی وہ ایمان استغفار کیا سو باہر آئے اسی طرف اشارہ ہوا اِس آیت میں وَذُو النُّوْنِ اِذْ ذٰھَبَ مَغْضٰبًا فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَیْہِ الْخَبْرَ یَعْنِیْ یُوْنُسَ

جب خفا ہو کر چلا گیا اور سمجھا ہم اسکو نہ پکڑ سکیں گے حاصل کلام یہ ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام ایک قوبے حکم الہی اُن لوگوں سے عذاب آنے کا دن مقرر کر دیا اور وہ غصہ کی حالت میں وہاں سے کہیں چلے گئے اور غصہ گناہ بے تیسرے گمان کیا کہ امتہ قادر نہیں ہے اور قدرت الہی میں شک کرنا کفر ہے۔

ہم مفتاح یوسف علیہ السلام کو جب زلیخا نے غلو تنہا نے بین لیا کر اصرار کیا کہ مجھ سے
صحبت کرو تو آپ نے بھی زلیخا پر قصد بد کر لیا تھا کہ اُس سے اُن کی عصمت زنی
کما قال اللہ تعالیٰ لقد همت به وهم بها لولا ان رای برہا ان سر جہا
یعنی زلیخا نے حضرت یوسفؑ کا قصد کیا اور حضرت یوسفؑ نے زلیخا کا قصد کیا اگر وہ
اپنے رب کی قدرت نہ دیکھ لیتا۔

ہشتم۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے مکے میں جب دیکھا کہ میری قوم دین اسلام کی طرف متوجہ نہیں ہوتی تو اللہ سے یہ خواہش کی کہ کوئی ایسی چیز نازل کرے جس سے انکا دل میری بات کے سننے کی طرف مائل ہو تو اللہ تعالیٰ نے سورہ والنجم نازل کی پس جب مسجد الحرام میں حضرت اُسکو پڑھنے لگے اور اس مقام پر آئے اخرا یتیم اللات والعزیزا ومنات الثالثة الاخوی بھلا تم دیکھو تولات اور غری کو اور منات تیسرا بچہ لا ان الفاظ کے بعد اپنے کہا تلتک الغرائق العلی وان شفاعتہن لتربی یہ بت بہت معزز ہیں اور انکی شفاعت کی امید کی جاسکتی ہے جب مشرکوں نے یہ الفاظ سنے تو بہت مسرور ہوئے اور جب حضرت آیت سجدہ پر پہنچے اور سجدہ کیا تو انھوں نے بھی کیا یہاں تک کہ ولید بن مغیرہ و ابی اجمہ سعید بن العاصی بسبب کبر سن کے سجدہ نہ کر سکے تو وہ دونوں نے مٹھی میں مٹی لیکر اور پیشانی کے پاس لاکر اُسی پر سجدہ کر لیا اور آپس میں بولے کہ محمد نے ہمارے معبودوں کا ذکر خوبی کے ساتھ کیا اور انکے واسطے شفاعت ثابت کی اور ہم کو بھی اُنکے حق میں اسی قدر اعتقاد ہے نہ یہ کہ ہم اُنکو پیدا کرنے والا اور روزی دینے والا اور نذر کرنے والا یا مارنے والا جانتے ہیں اور جیکہ محمد نے بھی ہمارے ساتھ اس امر میں اتفاق کر لیا تو اب ہم بھی اُسے صلح کرتے ہیں اور آئندہ اُنکو اور اُنکے بارونکو اپنا وکیل بنائیں گے

حضرت عیسیٰ کے پاس آئے کہ آپ نے کیا کیا جو چیزیں نے آپ کو نہ بتائی تھیں وہ آپ نے
 کون سے بیان کی حضرت نکمیں ہوئے اور اللہ کے فضل سے ڈرے تو آپ کی تسلی کے
 لئے یہ آیت نازل ہوئی ما ارسلا من قبلك من رسول ولا نبی الا اذا تصدی
 القى الشیطان فی امینته فینسخہ اللہ ما یلقى الشیطان ثم یحکم اللہ ایااتہ
 واللہ علیم حکیم بنے ترجمہ سے پہلے جو رسول یا نبی بھیجا جب اُس نے تلادرت کی شیطان نے
 اُسکی تلادرت میں کچھ اپنی طرف سے ملادیا پھر اللہ شیطان کا ملایا مٹاتا ہے پھر اللہ اپنی
 باتیں پکی کرتا ہے اور اللہ سب خبر رکھتا ہے حکمتوں والا جب آیت شرکون نے سنی
 تو آپس میں کہنے لگے کہ محمدؐ نے جو ہمارے معبودوں کی وہ منزلت خدا کے نزدیک ہونا بیان
 کی تھی اب اُس قول سے پشیمان ہو گئے ہم بھی اُس صلح کو قائم نہیں رکھتے ۔
 (۳۴) قرآن میں ہے واستغفر لذنبا معافی مانگ اپنے گناہ کی اس سے بالبدہت ظاہر ہو کہ حضرت
 سے گناہ سرزد ہوئے تھے جنکی معافی چاہنے کے لئے اللہ نے ارشاد کیا اور عیصی کے خلاف ہو
 (۳۵) محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے مرضی الہی کے خلاف اسیران بدر کو فدیہ لیکر رہا کر دیا اس پر
 اللہ تعالیٰ نے یہ آیات کتاب نازل کیں ما کان للنبی ان یکون لہ اسری حتی یثخن
 فی الارض فیدون عرض الدنیا واللہ یرید الاخرة واللہ عزیز حکیم لولا
 کتاب من اللہ سبق لمسلم فیما اخذ تم عذاب علیہ نبی کے لئے یہ لائق نہ تھا
 کہ اُس کے ہاں قیدی آئین یہاں تک کہ خونریزی کریں ملک بین تم دنیا کا اسباب چاہتے ہو
 اور اللہ آخرت چاہتا ہے اور اللہ زور اور حکمت والا ہے اگر اللہ کی طرف سے لکھا ہوا ہوتا
 کہ پہلے گذر تو تم پر اُس لینے میں بڑا عذاب آپڑتا ۔ (۳۶) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک بار
 فرید کے مکان میں آئے وہ تو نہ تھے مگر اُنکی منکوحہ زینب سانسے بیٹھی تھی اُسے دیکھا تو
 پسند آگئی اور کہنے لگے سبحان اللہ مقلب القلوب زینب نے اپنے خاوند سے آپ کا
 کلام بیان کیا زید اپنے دل میں سمجھ گئے کہ زینب رسول اللہ کو اچھی معلوم ہوئی اور اُس سے
 مواصلت چاہتے ہیں زید نے زینب سے کہا کہ شاید رسول اللہ کی تجھ پر طبیعت آگئی ہے
 اگر تو بھی راضی ہے تو میں تجھے طلاق دیدوں مگر وہ تجھ سے نکاح کر لین زینب بولی

مجھے اس بات کا اندیشہ ہے کہ تنہا طلاق دی اور انھوں نے نکاح کیا تو پھر میں کیسے نکاح
 فرمائی دید آپ کے پاس آئے اور کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ اپنی زوجہ طلاق دینا
 حضرت کے دل میں اگرچہ زینب کا عشق تھا مگر کچھ شوج کر منع کرو یا لیکن زینب سے
 طلاق دے ہی دی جب عدت کے دن پورے ہو چکے تو حضرت نے اسکو زوجہ نہ لیا
 پس محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عصمت کیسی تھی کہ پرانی عورت کو دیکھ کر عاشق ہو گئے عشق
 عصمت کے خلاف ہے اور زینب کو زینب کے طلاق دینے سے منع کرنا حضرت کے دلی
 منشا کے خلاف تھا اسلئے اللہ تعالیٰ نے بطور عقاب کے فرمایا تخفی فی نفسك واللہ
 مبدیہ و تخشی الناس واللہ احق ان تخشاه یعنی تو اپنے جی میں وہ بات
 چھپاتا تھا جسکو اللہ ظاہر کرنے والا ہے اور تو لوگوں سے ڈرتا تھا حالانکہ اللہ سے
 جھکنا زیادہ ڈرنا چاہئے تھا اس سے معلوم ہوا کہ جو بات چھپاتے تھے یعنی قلق قلب
 وہ دراصل بُری بات تھی کیونکہ وہی بات چھپائی جاتی ہے جو عقل و عادت و دونوں کے
 نزدیک قبیح ہوتی ہے اور جائز بات کے چھپانے میں نبی علیہ السلام نے کبھی کسی سے جیانیہ کیا
 (۵) خدا نے تعالیٰ فرماتا ہے لئن اشرکت لیبطن عملک ولتکونن من الخاسرین
 اگر تم شرک کرو گے تو تمھارے عمل اکارت جائینگے اور تم خاسر ہو جاؤ گے اس سے معلوم ہوا کہ حضرت
 سے شرک بھی ظہور میں آیا تھا جس سے بچنے کے لئے جناب ہاری نے اُن کو تنبیہ کی۔
 (۶) حق تعالیٰ حضرت سے فرماتا ہو و وجدک ضالاً فہدیٰ یعنی تجھکو راہ بھولا ہوا پایا پھر
 راہ سوچوائی یہ آیت صاف دلالت کرتی ہے اس بات پر کہ حضرت ابتدا سے حال
 میں گمراہی میں مبتلا تھے جس کو حق تعالیٰ نے اپنی ہدایت سے دور کیا۔
 (۷) اللہ فرماتا ہے یا ایہا النبی اتق اللہ ولا تطع الکافرین و المناقضین
 اے نبی پرہیز کر اور ڈر خدا سے اور اطاعت و فرمانبرداری کفار و منافقین کی
 مت کر اس آیت سے عدم تقویٰ اور اطاعت کفار و منافقین کی اپنی نسبت ظاہر
 تنبیہ چشمیہ کے ان دلائل کا جواب اہل سنت نے نہایت کافی طور پر دیا ہے
 اور یہ تمام جواب مجھے اپنی کتب کلامیہ میں بالتفصیل ذکر کئے ہیں چونکہ مجھے اس

سائنس میں صرف ہر فرقے کے عقائد کو ذکر کیا ہے ان کے جوابات کے بیان کرنے کا التزام نہیں کیا ہے اسلئے وہ جواب یہاں نہیں لکھے۔

تیسرے مشابہ گرا میہ یہ فرقہ ابو عبد اللہ محمد بن کرام بن حراق بن خراجستانی کی طرف منسوب ہو لفظ کرام میں کاف مفتوح اور راء حملہ مشدہ ہے اور بعض کہتے ہیں کہ کان کے کسے اور راء حملہ کی تخفیف سے ہے۔ یہ شخص بعد سندھ سوہجی کے گذرا ہو کہ علم تھا ہر ایک مذہب سے اسنے تھوڑے بہت مسائل رطب و یابس لے لئے تھے اور انکو اپنی کتاب میں لکھ کر وراج اسکا مالک اغنام و غرہ و غورہ علاقہ خراسان میں دیا تھا اسی لئے اسکا نام ہو گیا اور ایک مذہب ٹھہر گیا سلطان محمود بن سبکتگین اسکے مذہب کے ناصر و مددگار تھے انکی طرف سے اہل حدیث و شیعہ پر آفت رہی محمد بن کرام نے اثبات صفات میں یہاں تک غلو کیا کہ نوبت تجسیم و تشبیہ کی پہونچی حج سے پھر کر شام میں کی باز غرہ میں باہر سے موم صفر ۵۵۵ ہجری مکر بیت المقدس میں مدفون ہوا وہاں اسکے متبع بیس ہزار سے زیادہ تھے ان خمر و ن میں انکے سوا اور بہت لوگ تھے جنکا شمار زمین ہو سکتا ہو اور گرا میہ کہی گروہ میں ایک عابدیہ دوسرے اسحاقیہ تیسرے ثونیہ جو تھے زریعیہ پانچویں واحد یہ چھٹے ہیصیمیہ وغیرہ لیکن یہ سب ایک ہی فرقہ گنا جاتا ہے اسلئے کہ بعض انکے تکفیر بعض کی نہیں کرتے یہ سب کے سب مجسمہ میں اتنی بات ہے کہ انہیں بعض کا قول یہ ہو کہ اللہ قائم بنفسہ ہے اور بعض اسکو اجزائے متلفہ کہتے ہیں اور اسکے لئے جہات و نہایات بتاتے ہیں انکے اعتقاد میں اللہ جسم ہے اور اسکی حد و نہایت ہو اسفل کی طرف اور اسکا ملاقات کرنا اجسام ماتحت سے جائز ہے اور وہ عرش پر ہے اور عرش جانب بالاسے اسکا تماس ہے اور جائز ہے یہ بات کہ اللہ تعالیٰ حرکت اور نزول کرے اور ان میں باہم اس امر میں اختلاف ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام عرش پر ہے یا عرش کے بعض حصے پر متاخرین گرا میہ یہ بھی کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ عرش پر نہیں بلکہ عرش کے محاذی ہے اوپر کی جانب سے پھر ان میں بھی اختلاف ہو بعض کہتے ہیں کہ انہیں اور عرش میں تنہائی دوری ہے اور محمد بن ہشیم کہتا ہے کہ نامتناہی دوری ہے اور وہ عالم کے مبائن ہے

ان جوابات کے واسطے امام کے رسائل کے مطالعہ سے متنبہ رہنا چاہئے

مخصوص چیز و کمالات کی نفی کرتا ہے تو قیامت و مہابیت کو ثابت کرتا ہے جو کرامتیں باری تعالیٰ
 کو فوق کی جہت میں کہتے ہیں نہایت کی بابت اُن میں اختلاف ہے بعض نہایت کہ
 جماعت سے ہیں نہایت کہتے ہیں بعض جہت تحت میں اور جو نہایت کے منکر ہیں وہ
 کہتے ہیں کہ باری تعالیٰ عظیم ہے ان میں سے بعض عظمت کے یہ معنی کہتے ہیں کہ وہ
 باوجود وحدت کے جمیع اجزائے عرش پر ہے عرش اُس کے نیچے ہے بعض کہتے ہیں کہ
 عظمت کے یہ معنی ہیں کہ وہ جمیع اجزائے عرش سے ملا ہوا ہے اور کرامت کا اعتقاد یہی
 کہ اللہ محل حوادث ہے یعنی قول و ارادہ و ادراکات و مریات و سمو و جلال کا محل ہے
 اور یہ سب حادث ہیں اور جو حوادث اُسکی ذات میں حلول کئے ہوئے ہوتے ہیں انہیں
 پر قدرت رکھتا ہے اور جو اُس میں حلول کئے ہوئے نہیں بلکہ اُسکی ذات سے الگ ہیں
 انہیں اُسکو قدرت نہیں اور کرامت کہتے ہیں کہ اللہ کی ذات کے ساتھ حادث اس وقت قائم
 ہوتا ہے جبکہ خدا کو مخلوق کے ایجاد کرنے میں اُسکی احتیاج پڑے پھر کرامت کے فرق
 میں باہم اختلاف ہے بعض کی یہ رائے ہے کہ جس حادث کی اللہ تعالیٰ کو احتیاج ہوتی ہو
 وہ ارادہ ہے اور بعض کہتے ہیں کہ وہ قول کن ہے (کہ امر ہے بمعنی ہو) پس جب ضرورت
 ہوتی ہے تو قدرت الہی اس قول کو یا ارادے کو ذات الہی میں پیدا کر دیتی ہے اور وہ قدرت
 قدیم ہے پھر باقی مخلوقات اس مادے یا قول کن کے ذریعہ سے ظہور میں آتی ہے کرامت
 یہ بھی کہتے ہیں کہ جو حادث خدا کی ذات سے قائم ہوتا ہے اُسکا نام حادث ہی اور جو الہی
 ذات سے قائم نہیں ہو سکتا اُسے محدث کہا کرتے ہیں حادث نہیں کہتے کرامت کا مذہب یہ ہے
 کہ اللہ تعالیٰ کے اسمائے صفات و افعال توقیفی ہیں اور اُنکا قول ہے کہ حسن و قبح اللہ کی
 طرف سے حکم کا موجب ہوتا ہے کیونکہ اللہ ہی حاکم ہے پس اگر فرض کر لیا جائے کہ یہ رسول
 نہ آتے اور شرع نہ ہوتی اور اللہ تعالیٰ افعال ایجاد کرتا تو افعال اُسی طرح واجب ہوتے
 جس طرح شریعت حقہ میں اب واجب ہوئے ہیں اور انکا اعتقاد یہ ہے کہ اگر اللہ کسی کو
 اپنے بندوں میں ایسا جانتا کہ وہ ایمان نہ لائے گا تو اُسکا پیدا کرنا ہی عبث ہوتا اور
 نبوت اور رسالت دو حقیقتیں ہیں جو نبی کی ذات کے ساتھ قائم ہوتی ہیں اور اُسکی

ذات سے مخصوص ہوتی ہیں مگر وحی اور کار تبلیغ اور معجزہ اور عصمت اسکی ذات کے ساتھ
 حقیقی نہیں دوسرے لوگ بھی ان سے منصف ہو سکتے ہیں اور جس کسی میں یہ اوصاف موجود
 ہوں وہ رسول ہے خواہ اُسکو رسول بنا کر بھیجا ہو یا نہ بھیجا ہو اور اللہ تعالیٰ پر ایسے ہی
 آدمی کا رسول بنانا واجب ہو اور جس میں ایسے اوصاف نہ ہوں اس کا رسول بنانا جائز نہیں
 خلاصہ یہ ہے کہ کرامیہ کے نزدیک بہت سے آدمی رسول ہیں اسوجہ سے کہ ان میں
 رسالت کی صفات موجود ہیں مگر ان کو اللہ تعالیٰ نے مخلوق کی طرف واسطے ہدایت
 اور دعوت کے بھیجا نہیں ہے اسلئے وہ نبی نہیں۔ نبی وہی رسول ہیں جنکو خاص اس
 کام کے واسطے مبعوث کیا ہے جس رسول کو اللہ تعالیٰ بنا کر بھیجتا ہو اسے ان کی اصطلاح میں
مرسل کہتے ہیں اور جسے نہیں بھیجتا وہ رسول تو ہو مگر مرسل نہیں اور اللہ کو کسی مرسل
 یعنی کسی نبی کا انبیاء میں سے معزول کرنا جائز ہے مگر رسول معزول نہیں ہو سکتا اور
 اُسکے نزدیک انبیاء سے ہر ایسے گناہ کا سرزد ہونا جائز ہے جو حد واجب کرتا ہو اور اُس سے
 عدالت جاتی رہے اور اللہ پر واجب ہے کہ لگاتار رسول بھیجتا رہے اور نبی جتنک معجزہ
 نہ دکھائے حجت نہیں ہو سکتا اور انبیاء سے کفر کا صادر ہونا جائز ہے اور دو امام کا ایک وقت
 میں ہونا جائز ہے حضرت علیؑ و معاویہؓ دونوں کو وقت واحد میں امام بتاتے ہیں مگر اتنی
 بات کہتے ہیں کہ جناب اسیر سنت پر تھے اور معاویہ خلاف سنت پر مگر فرمانبرداری انکی بھی
 رعیت پر واجب تھی ہدایہ فی اصول الدین میں لکھا ہے کہ کرامیہ کے نزدیک دو اماموں کا
 ایک جگہ میں ہونا بھی جائز ہے بعض کرامیہ کا یہ زعم تھا کہ اللہ کے دو علم ہیں ایک علم سے
 وہ سارے معلومات کو جانتا ہے اور دوسرے علم سے علم اول کو پہچانتا ہے اور کرامیہ کے نزدیک
 ایمان وہ اقرار ہے جو اللہ تعالیٰ نے ازل میں انہی مخلوق سے لیا تھا جبکہ فرمایا تھا اَلَسْتُ
 بِرَبِّکُمْ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں تو سب نے کہا جی ہاں تو ہمارا رب ہے
 سو یہ قول یعنی جی ہاں کا کسنا ایمان ہو اور یہ ایمان یعنی اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا اقرار ہے
 آدمیوں میں مساویانہ موجود ہے مگر مرتدین میں نہیں۔ ان کے نزدیک منافق کا ایمان
 باوجود اسکے کہ اُسکے ساتھ کفر بھی موجود ہے نبی کے ایمان کے برابر ہے اسوجہ سے کہ اس

ایمان یعنی اقرار ازلی بین صوب برابر ہیں اور کلمہ شہادت پر وٹ کے وقت مرتد کے واسطے ایمان ہے اور دن کے واسطے ایمان نہیں غیر مرتد کے واسطے وہ اقرار ازلی ایمان ہے حاصل کلام یہ ہے کہ ان کے نزدیک ایمان کی حقیقت منہ اقرار زبانی ہے اور اقرار کی دو صورتیں ہیں غیر مرتدین کا خواہ وہ مؤمن ہوں یا کافر وہی اقرار ازلی ایمان ہے اور مرتدین کا ایمان قول مفرد ہے یعنی کلمہ شہادت کا زبان سے کہنا تعریف است شیخ ابو نصر مکی وغیرہ ہیں لکھا ہے کہ بعض علمائے کرامیہ کی رائے یہ ہو کہ تعذیب و تنعیم بلا زندہ کرنے نیست کے واقع ہوگی۔ ابن کرام نقد بین کئی مسائل کے ساتھ متفرد ہے کہنا تھا مسافر کو عوض نماز خوف کے دو تکبیریں کہنا کفایت کرتا ہے اور ایسے کپڑے ہیں جو بالکل نجاست میں ڈوبا ہوا ہو نماز کو جائز بنا تھا اور یہ اعتقاد رکھتا تھا کہ نماز روزہ زکوٰۃ حج اور ساری عبادات بغیر نیت کے صحیح ہوتی ہیں فقط نیت اسلام کی کفایت کرتی ہے یا نیت نوافل میں واجب ہوتی ہے اور نماز سے باہر آنا کھانے یا پینے یا جماع کے ساتھ عمدًا جائز ہے پھر اُسی پر باقی نماز کو بنا کر سکتا ہے تاریخ ابوالفداء میں حالات ۵۹۵ھ ہجری میں مذکور ہے کہ امام فخر الدین رازی غیاث الدین سلطان غور کے پاس گئے تو اُس نے بہت تغلیم و تکریم کی اور ایک مدرسہ ہرات میں اُن کے لئے تیار کر دیا کرامیہ ہرات میں کثرت سے تھے اُن پر یہ بات شاق گذری اور غور پر عموماً اسی مذہب پر تھے امام فخر الدین شافعی تھے اور کرامیہ کے مذہب پر منا قضہ بھی کرتے رہتے تھے علمائے کرامیہ و حنفیہ و شافعیہ نے جمع ہو کر سلطان سے عرض کیا کہ امام سے ہمارا مناظرہ کرا دینا چاہئے سلطان کے حکم سے مجلس مناظرہ منعقد ہوئی سلطان اُس مجلس میں تشریف لایا قاضی عبدالحمید بن عمر المعروف بابن القدرہ نے جو کرامیہ مصیبیہ کے طریقے پر تھا امام سے بحث کی جب سلطان اُٹھ گیا تو امام نے قاضی کو بہت کچھ ملامت کی کرامیہ کو قاضی نے اشتعال طبع دلا کے غدر کی صورت پیدا کر دی سلطان نے اُنکو سمجھا کر شورش دفع کی اور امام کو وہاں سے رخصت کر دیا۔

چوتھا فرقہ مشبہ منہالیہ یہ منہال بن سیمون کے متبع ہیں۔

اختلاف تاریخ و سال میں معذوری

اگر کسی مقام پر کسی تاریخ یا مہینے یا سال میں اختلاف اس رسالے کا اور کتب کے ساتھ پایا جائے تو اس پر گرفت نہ کرنا چاہئے معذوری کے قابل ہے اس لئے کہ اس فن کی کتب میں نہایت اختلاف سالہائے ولادت و وفات و مدت عمر وغیرہ کی باعث پایا جاتا ہے کہ بعضوں نے ایک واقعہ میں بعض سنوں کی اور بعضوں نے اسی واقعہ میں دوسرے سنوں کی تصحیح کی ہے اور اس وجہ سے دل کو اطمینان کسی پر بخوبی نہیں ہو سکتا اور بعضوں نے سنوں کو عبارت عربی میں لکھا ہے اور بعضوں نے عبارت فارسی میں اور بعضوں نے ہندو سنوں میں درج کیا ہے اور ایسے مقامات تصحیف کا موجب ہیں اسلئے بہت سے مصنفوں نے اُن کے بیان کرنے میں مسامحت کی ہے اور جیسا اتفاق واقع ہوا ایک دور دایتوں کی نقل پر اختلاف کے ساتھ یا بدون اختلاف کے تسامع کر لی ہے اسلئے کہ مقصود اہل علم و مذاہب اور ائمہ وغیرہ کے ترجموں سے یہ ہے کہ اُنکا حال معلوم ہو جائے اور یہ کھل جائے کہ فلان شخص کو کئی صدی کے قرن میں تھا اور یہ غرض نہیں کہ مہینے اور دن اور سال بھی معلوم ہوں اسی لئے اکثر مقامات پر لکھ دیتے ہیں کہ فلان شخص فلان سال کے حدود میں تھا اگر کسی کو طبقات وغیرہ کے چند نسخے جمع کرنے سے اور ایک کی تطبیق دوسرے کے ساتھ دینے سے کسی سال کا رجحان معلوم ہو جائے تو یہ نہایت خوبی کی بات ہے۔

دوسرا حصہ متفرق فرقوں کے بیان میں

یہ جتنے فرقے جتنے بیان کئے سوائے اور بہت ایسے فرقے ہیں جو دین اسلام میں پیدا ہوئے اُنکا ذکر متفرق کتابوں میں پایا جاتا ہے میں بھی اُنکو یہاں ذکر کرتا ہوں۔

فرقہ اول سالیہ

یہ ابو الحسن بن سالم کی طرف منسوب ہیں یہ کہتے ہیں کہ اللہ کے کلام کی حقیقت حروف

اور آواز میں لیکن یہ چیزیں محدث نہیں ہیں ان کے نزدیک قرآن مع حروف اور آواز کے قدیم ہے اور اللہ اسی کے ساتھ متکلم ہے پس یہ کلام لفظی کو قدیم مانتے ہیں کیونکہ بغیر حروف اور آواز کے کلام کا ہونا عقلاً ممنوع ہے کوئی معنی امر و نہی اور خبر نہیں ہو سکتا غیثۃ الطالبین میں لکھا ہے کہ ابن سالم کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت میں امت محمد علیہ السلام کے ایک آدمی کا صورت میں نظر آئیگا اور وہ قیامت میں انسان جن اور ملائکہ اور حیوانات سب خلق پر ظاہر ہو گا اور اللہ تعالیٰ کا ایک بھید ہے کہ اگر اسے ظاہر کر دے تو تدبیر عالم میں خلل آجائے اور انبیاء کے لئے ایک راز ہے اگر وہ اسے ظاہر کر دیں تو انکی نبوت باطل ہو جائے اسی طرح علما کے لئے ایک بھید ہے کہ وہ اگر اسے ظاہر کر دیں تو انکا علم جاتا رہے اور اللہ کو قیامت میں کفار دیکھیں گے اور وہ اسے حساب لے گا اور ابلیس نے حضرت آدم کو دوسری مرتبہ سجدہ کر لیا تھا اور شیطان جنت میں کبھی داخل ہونے نہیں پایا اور جبریل حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتے تھے حالانکہ اپنی جگہ سے دور نہیں ہوتے تھے اور جبریل اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ سے کلام کیا تو ان کے نفس کو اس سے تعجب پیدا ہوا اللہ تعالیٰ نے وحی کی کہ اے موسیٰ تجھ کو تیرے نفس نے تعجب میں ڈالنا نظر اٹھا کر آگے کو دیکھ موسیٰ نے دیکھا تو انکو سو کوہ طور نظر آئے کہ ہر ایک پر ایک موسیٰ تھا اور اللہ تعالیٰ بندوں سے طاعات چاہتا ہے گناہ نہیں چاہتا اور اللہ نے انکے گناہوں کو انکے ساتھ چاہا ہے اسے نہیں چاہا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم قبل حصول نبوت و نزول جبریل علیہ السلام سے قرآن حفظ کیا کرتے تھے اور جب کوئی قاری قرآن کو پڑھتا ہے تو اللہ قرآن کو اسکی زبان سے ادا کرتا ہے جو لوگ قرآن کسی کی زبان سے سنتے ہیں تو وہ درحقیقت اللہ سے سنتے ہیں اور اللہ ہر مکان میں ہے عرش اور ماسوا سے عرش میں کوئی امتیاز نہیں۔

فرقہ دوم و احدیہ

انکو محبوبان بھی کہتے ہیں اس فرقے کا پیشوا محمود ہے محمود اپنی ذات کو

شخص واحد کتا تھا اور ہمدی موعود جانتا تھا اور اسکا یہ دعویٰ تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا دین منسوخ ہو گیا اب یہ محمود کا دین ہے۔

رسید نوبت رندان عاقبت محمود | گذشت آنکہ عرب طعنہ بر عجم زد

گیلان کے علاقے میں ایک گاؤں ہے مسجون محمود وہاں کارہنے والا تھا سنہ چھ سو پچہتر میں
 آئے ظہور کیا تھا کتا تھا کہ جب جسد محمد صلی اللہ علیہ وسلم کامل ہوا تھا تو میں پیدا ہوا
 قرآن میں ہے عَسَىٰ اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّخْفًوٰۤا۟ يَعْنِي جلدی بھیجے گا تجھ کو
 پروردگار تیرا مقام محمود میں اس سے یہی مراد ہے توضیح اس بیان کی یہ ہے
 کہ عناصر میں قوت پیدا ہوتی ہے تو اسکو صورت معدنی حاصل ہوتی ہے پھر استعداد
 اسکی اور ترقی کرتی ہے تو صورت بنائی اُس پر فائز ہوتی ہے پھر قوت میں اور ترقی
 آتی ہے تو صورت حیوانی اُسکو ملتی ہے پھر ان عناصر کی قوت اُس سے بھی زیادہ
 ترقی کرتی ہے تو صورت انسانی پاتی ہے ان عناصر نے جنگو صورت انسانی حاصل
 ہو چکی تھی ایسی ترقی کی کہ اُس سے انسان کامل ظہور میں آیا اسی طرح جسد انسانی
 کے اجزا حضرت آدم کے وقت سے ترقی میں تھے یہاں تک کہ رتبہ محمدی اُسکو عطا ہوا
 اور جب یہ اجزا بالکل کمال کو پہنچ گئے تو محمود ظہور میں آیا اور یہ کہ حضرت سرور عالم
 نے حضرت علیؑ سے فرمایا تھا انا و علی من نور واحد یعنی علی اور میں دونوں ایک
 نور سے ہیں و لحمک لحمی و جسمک جسمی یعنی علی کا گوشت میرا گوشت ہے اور
 علی کا جسم میرا جسم ہے یہ اشارہ ہی اس بات کی طرف کہ تمام انبیاء اولیا کے اجزائے
 اجساد کی صفات و قوت مل گئی تو اُس سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم و علی کرم اللہ وجہہ کا جسم
 تیار ہوا پھر ان دونوں بزرگوں کے جسد کے اجزا جمع ہوئے تو اُن سے جسد محمود بنا خاک
 کو نقطہ کتا تھا اور تمام عناصر اُسکے نزدیک خاک سے پیدا ہوئے ہیں اور نقطہ خاک ہی
 واجب اور مہدء اول ہر محمود کتا ہے کہ سورج آگ ہے اور چاند پانی ہے اور آسمان
 ہوا ہے اور تناخ کا قائل ہے اس طور پر کہ جب ذی روح مرتا ہے اور مٹی میں مل جاتا ہے
 تو اُسکے بدن کے اجزا جمادات یا نباتات کی صورت میں ظہور کرتے ہیں اور وہ نباتات

انسان یا جانور کی غذا ہو کر پھر وہی انسان یا حیوان پیدا ہوتا ہے اور نفس مطلقہ محمد کے وجود کا قائل نہیں اور بسم اللہ الرحمن الرحیم کی جگہ اسنے استعین بفضل الذی لا الہ الا هو مقرر کیا تھا محمود کی بہت سی تصنیفیں ہیں اسکا اعتقاد تھا کہ آدم اور عالم کے دورے ۶۴ ہزار سال میں تمام ہونگے اور اپنے معتقدوں پر اس بات کی تاکید رکھتا تھا کہ ہمیشہ پارسائی اور درویشی کے ساتھ رہنا چاہئے یہ کہتا تھا کہ جب کوئی شخص بالکل تعلقات کو چھوڑ دے اور کسی چیز کی طرف رغبت نہ رکھے صرف اس قدر غذا کی ضرورت رکھے جو انفاس کے باقی رکھنے کے لئے کافی ہو تو ایسا شخص ہمیشہ ترقی کرتا رہتا ہے اور یہ واحد ہو جاتا ہے اور اللہ کے مرتبے کو پہنچ جاتا ہے اگر کسی امین کو عورت کی خواہش ہو تو چاہئے کہ عمر میں ایک بار اُس سے صحبت کر لے اور اگر زیادہ خواہش ہو تو سال میں دو بار ایسا کر لے اور اگر اتنا صبر کر سکے تو چالیس دن کے بعد صحبت کیا کرے اور انتہا یہ ہے کہ ہفتے میں ایک بار ایسا کر لیا کرے اور کہتا تھا کہ جب کوئی جسم انسانی سے حیوانی میں اور جسم حیوانی سے نباتی میں اور نباتی سے جاوی میں یا برعکس اسکے متاسخ کرتا ہے تو اُسکے اگلے جنم کی باتیں دوسرے جنم میں پہچان لی جاتی ہیں اور قاعدہ اس شناخت کا یہ ہے کہ اس پچھلے جسم میں جو اسکے عادات ہوتے ہیں اُسے اگلے جسم کے عادات معلوم ہو جاتے ہیں اور واحدیہ کی اصطلاح میں ایسی شناخت رکھنے والے آدمی کو محضی کہتے ہیں اور اسی بنیاد پر انھوں نے یہ قاعدہ مقرر کیا ہے کہ جب کوئی آدمی کسی مجلس میں آئے اور اُس شخص کے منہ سے اول جس چیز کا موالید ثلثہ میں سے نام نکلے تو سمجھ لینا چاہئے کہ اس پیدائش سے پہلے وہ وہی چیز تھا جسکا نام اُسکے منہ سے نکلا واحدیہ کہتے ہیں کہ جو فریب پیشہ حاجی عباسی کہلاتی ہے کہ ایک قسم کا دھاری دار کپڑا ہے پٹنے پھرتے ہیں اور مکرو فریب سے کام لیتے ہیں جب یہ مرینگے تو آئندہ جنم میں اگر جسم حیوانی میں انتقال کیا تو گلہری بنائے جائینگے اور اگر جسم نباتی میں انتقال کیا تو دھاریوں دار تر بوڑھوں بنائے جائینگے اور اگر پتھر کے جسم میں انتقال کیا تو سنگ سلیمانی بنائے جائینگے محضی ان باتوں سے خوب

واقفیت رکھتا ہوا اور کرم شب تاب یعنی جگمگوں پہلی ہے کہ بتدریج نزول کر کے اس حسین
ایا ہوا اور کتا اگلی پیدائش میں ترک قزلباش تھا اور اسکی ٹیڑھی دم تلوار ہے جس کی
یہ صورت ہو گئی ہے اور لوہے کا کمال کو پہنچ جانا یہ ہے کہ اس سے کوئی بنی یا ولی
مارا جائے اور اٹکا قول یہ ہے کہ پیدائش اول میں امام حسین حضرت موسیٰ تھے اور
یزید فرعون تھا اس پیدائش میں حضرت موسیٰ نے فرعون کو دریا سے نیل میں ڈبو دیا تھا
اس پیدائش میں حضرت موسیٰ امام حسین ہوئے اور فرعون یزید بنا اور یزید نے امام حسین کو
فراٹ کا پانی ندیا اور انھیں ہلاک کیا اور کہتے ہیں جو کوئی حیوانات و نباتات و جمادات
میں سے جواب سیاہ ہیں وہ پہلے سیاہ و آدمی تھے اور جواب سفید ہیں وہ گورے آدمی
تھے اور یہ تمام فرقہ آفتاب کی تعظیم کرتا تھا اور اسے قبلہ جانتا تھا اور اُنکے یہاں ایک
دعراج تھی کہ آفتاب کی طرف منھ کر کے پڑھتے تھے اس فرقے کے خواص اور ممتاز آدمی
امین کے لقب سے پکارے جاتے ہیں درویش صفا اور درویش بقاے واحد اور درویش
اسماعیل اور مرزا نقی اور شیخ لطف اللہ اور شیخ شہاب اور تراب اور کمال اس فرقے کے
امین تھے بلکہ جتنے علما اور اولیا محمود کے عہد میں تھے یا جنھوں نے اُسکے بعد ظہور کیا ہے
سب کو واحد یہ محمود کا متبع قرار دیتے ہیں ایک واحدی کا قول ہے کہ خواجہ
حافظ شیرازی کا بھی یہی مذہب تھا اور چونکہ محمود زیادہ تر ساحل رُودار میں رہتا
رہتا تھا اس لئے خواجہ نے اپنے اس شعر میں فرمایا ہے

اے صبا گر گذری بر ساحل رودار
بوسہ زن بر فلک آن وادی و مشکین کفن

واحد یہ فرقے کے آدمی تمام ایران میں پھیل گئے تھے مگر اپنے مذہب کو کسی پر ظاہر نہیں ہونے
دیتے تھے اسلئے کہ شاہ عباس بن شاہ خدابندہ صفوی نے ان میں سے ہزار ہا آدمیوں کو
مروا ڈالا تھا واحد یہ کہتے ہیں کہ شاہ عباس نے بھی تراب اور کمال سے یہ مذہب حاصل
کر لیا تھا مگر پھر دنیا داری اور شہرت کی غرض سے اُنکو مروا ڈالا اور بعض واحد یہ یہ
کہتے ہیں کہ شاہ عباس ان میں کامل تھا پس جسکو اس مذہب میں کامل نہ پاتا اُسے

مذہب کا کہتے ہیں
نام ہے اور بھی
شہر تریز کا
اور آذربائیجان
اور آذربائیجان
مشہور مذہبی ہے
اور آذربائیجان
مذہب کا کہتے ہیں
دارالامارہ

مروا ڈالتا اور انکی اصطلاح میں دینہ اُن لوگوں کو کہتے ہیں جنہوں نے اپنی دنات سے دین محمود میں ترقی نہیں کی ہے واحد یہ کہتے ہیں کہ یہ بھی دینہ نے عداوت کی وجہ سے مشہور کر دیا ہے کہ محمود نے اپنے آپ کو تیزاب میں ڈال دیا تھا یہ بات بالکل غلط ہے محمود نے تمام قرآن کی اپنی رائے کے موافق تاویل کر کے اپنے مذہب پر آیات سے استدلال کیا تھا شاہ حمزہ صاحب نے فصل الکلام میں لکھا ہے کہ محمود یونکا کلمہ ہے لا الہ الا المرکب المبین مراد ان کی مرکب المبین سے آدمی ہے۔

لے دیکھ
سبحان الخیر

فرقہ سوم روشنیان

یہ فرقہ بایزید بن عبداللہ کی طرف منسوب ہویشخص غالباً سلسلہ میں ابراہیم خان افغان لودھی کے عہد میں شہر جالندھر صوبہ پنجاب میں پیدا ہوا تھا بایزید سلج الدین انصاری کی ساتویں پشت میں ہے۔ حیات افغانی میں لکھا ہے کہ اوڑھ ایک قوم ہے پٹھانوں کی بایزید اسیں سے تھا اسکی مان کا نام نہیں بنت محمد امین تھا بایزید کو طفلی سے تحقیق کا شوق تھا اور ہمدردی اسکے غیر میں پڑی ہوئی تھی اگر اپنی زراعت کو رکھانے جاتا تو دوسرے کاشتکاروں کی زراعت کو بھی رکھاتا اور اکثر دریافت کیا کرتا کہ زمین و آسمان تو موجود ہیں مگر خدا کہاں ہے بلوغ کے پہونچنے پر اپنا مردوبوم چھوڑ کر اپنی مان کے ساتھ اپنے باپ عبداللہ کے پاس کالی گرم واقع کو ہما سے روہ کو چلا گیا حیات افغانی میں اخون درویش کی کتاب سے نقل کیا ہے کہ جب بایزید کو کچھ زر نقد ہاتھ لگا تو گھوڑوں کی تجارت کے لئے سمرقند کو گیا اور وہاں سے دو گھوڑے خرید کر کے ہندوستان میں آیا اور کالنجری میں پہونچکر ملاسلیمان کالنجری کی صحبت میں رہا ملائے مذکور سے مسئلہ تناسخ ساتو بایزید کا عقیدہ تناسخی ہو گیا اور جبکہ کالنجری سے پلٹ کر کالی گرم میں آیا تو اپنے عقیدہ تناسخی سے مذہبی فساد شروع کیا عبداللہ کو بیٹے کی یہ بات ناگوار گزری یہاں تک کہ فرزند کو چھری سے مجروح کیا بعد اسکے بایزید کالی گرم سے ننگر پار کو چلا گیا اور ہندوستان کے ملک سلطان احمد کے گھر بنے لگا ننگر پار کے علمائے سب کو اسکی بات قبول کرنے سے

نکھر

ہو کہ بلا جملے کسی نے اُسکی متابعت نکی اسوجہ سے بایزید بیان بھی نہ ٹھہرا پشاور ہو چکر
 طور پانچلوں میں مقیم ہوا ان لوگوں میں علم کم تھا اکثر اُسکی پیروی کرنے لگے بایزید نے
 اپنی شہرت پیری و پیشوائی کے طریق میں کر کے عوام الناس سے کہدیا کہ درگاہ خدا کی طرف
 سب سے کمال کے رسائی نہیں میں تکو رہنمائی اور ہدایت کرونگا اس طرح اُس نے بہت سے
 لوگ اپنے گرد جمع کر لئے اور شہوت پرستوں کے مطیع و منقاد اور خوش کرنے کے لئے عورت
 و مرد و غیر محرم کو یکجا رہنے دکھانے پینے کی اجازت دیدی بایزید جو کچھ کہتا مرید وہی کرتے
 قوم خلیل کا بہت ساحصہ اُسکا مرید ہو گیا پھر محمد زئی ہشت نگر میں گیا اور وہاں بھی
 اسی طرح کہا افغانوں میں جو زیادہ جاہل تھے وہ اُسکے زیادہ معتقد تھے ہشت نگر میں
 اُسکی پیری کو بہت رونق ہو گئی عالموں سے مباحثہ کرنے کا قصد کیا اخوند درویش نے
 اُس سے مباحثہ کیا اور اُس میں بایزید مغلوب ہو گیا مگر اُسکے مرید ایسے طاقتور تھے
 کہ اخوند درویش کی کوئی نصیحت اُس پر نہ چل سکی بایزید نے اپنا لقب پیر روشن رکھا
 اُسے مریدوں پر ظاہر کیا کہ غیب سے مجھ کو ندا ہوئی ہے کہ تمکو سب آدمی میان روشن
 کہا کریں اور تمکو حیات جاودانی عطا کی گئی مگر یہ لقب اُسکے مریدوں ہی میں رہا دوسرے
 لوگوں نے پیر تاریک مشہور کر دیا محسن خان صوبہ دار کابل جو اکبر بادشاہ کی طرف سے
 حکماں تھا وہ اسکا حال سنکر ہشت نگر آیا اور گرفتار کر کے کابل کو لے گیا مدت تک وہاں قید
 رہا پھر پیر ہشت نگر واپس آیا اور اپنے تمام اصحاب کو جمع کر کے طوطی کے پہاڑوں میں گھس گیا
 پھر وہاں سے تیراہ کو آیا افسر بدی اور ورکزی فرقہ بھی اسکا مرید ہو گیا اس طرح اتوری
 کے بعد اُس نے بر ملا اکبر بادشاہ سے بغاوت کر کے لوگوں کو عام بلوے کی اس طرح
 ترغیب دی کہ وعظ میں بیان کرنا شروع کیا کہ مغل ظلم پیشہ ہیں انھوں نے افغانوں پر
 حد سے زیادہ ظلم ڈھائے ہیں انکی اطاعت ترک کرنا چاہئے اس شہر کے اکثر سرحدی قوہیں
 بادشاہ سے باغی ہو گئیں اور اُسکے وعظ سے بڑا فساد پھیل گیا بادشاہی فوج جو اُسکی
 سرکوبی کو آئی تھی خود ہی سرکوب ہو کر پیچھے کو ہٹ گئی اس آسان فتح سے اُس کے
 ہمراہیوں کو زیادہ تقویت ہو گئی تیراہ کے لوگوں کا یہ حال تھا کہ ظاہر میں بایزید کے

مطیع تھے مگر باطن میں سلطنتِ علیہ کے خیر خواہ تھے بایزید بھی یہ بات خوب جانتے ہوئے
 تھا اسلئے اُسے ایسے لوگوں سے اس ملک کو اس طرح پاک کیا کہ بعضوں کو قتل کر دیا اور
 بعضوں کو ملک سے خارج کیا اور اُسکے اصحاب و مریدین نے تیراہ پر بخوبی قبضہ کر لیا اور
 ورکائیوں کی مضبوط جماعت کے ساتھ شکر بار پر بھی قبضہ کر لیا اور بہت سے گاؤں بھی
 لوٹ لٹ کر برباد کر دیئے محسن خان صوبہ دار کابل جلال آباد سے تیار سی کر کے بایزید پر
 چڑھ گیا اور بخون مارا بھاری لڑائی کے بعد بایزید کے ساتھیوں نے پوری شکست پائی
 بعض مارے گئے بعض دشوار گزار پہاڑوں پر چڑھ گئے اور بایزید بہشت نگر کو چلا گیا۔
 یہ تو بایزید کے دنیوی کارنامے تھے اب اُسکے عقائد اور اعمال کی باتیں سنو بایزید ابتداً
 ریاضت شاقہ کرنے لگا تھا اہل علم و ادب کی بہت خاطر کرتا تھا ایک عامی آدمی تھا مگر قرآن کا
 مطلب خوب بیان کرتا تھا اور حقائق و معارف ذکر کرتا مرزا محمد حکیم خلعت بہان بادشاہ
 صوبہ دار کابل کے دربار میں خروج سے قبل اسکا مناظرہ علما کے ساتھ کرایا گیا اسکی تقریر
 علما کے بیانات پر غالب آئی۔ پھر اُسے نبوت کا دعویٰ کیا اور کہتا تھا کہ مجھ کو الہام ہوتا ہے
 جبریل میرے پاس رب العالمین کی طرف سے پیغام لاتے ہیں بلکہ اُسکا یہ دعویٰ تھا کہ
 میں علانیہ خدا کو دیکھتا ہوں اور بغیر توسل جبریل کے بالمشافہ اُس سے بات چیت کرتا ہوں
 اور کہتا تھا کہ مجھ سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تو انبیاء کی نماز پڑھا کر یہ نماز چھوڑ دے اور انبیاء کی نماز
 معبود کی صفت ہے اور زیادہ تر ذکر خفی کیا کرتا تھا بایزید کہتا تھا کہ مسلمانوں کا اشد
 ان لا الہ الا اللہ کہنا صحیح نہیں اسلئے کہ یہ خدا سے واقف نہیں اور جسے اللہ کو نہیں دیکھا
 وہ اُسے کیا جانتے پس ایسے آدمی کی گواہی کذب ہو مولانا زکریا نے ایک بار اُس سے یہ کہا کہ
 تمہارا یہ دعویٰ ہے کہ میں دلون کی خبر رکھتا ہوں بھلا بتاؤ تو میرے دل میں کیا ہے اگر تم
 یہ بتا دو گے تو میں تمہارا معتقد ہو جاؤ نگا میان روشن بایزید نے کہا کہ تم میں دل کب ہو
 اگر تم میں دل ہوتا تو بے شک میں اُسکی خبر دیتا مولانا زکریا نے کہا کہ اول مجھ کو قتل کرنا
 چاہئے اگر میرے بدن میں سے دل نکلا تو بایزید کو مار ڈالنا چاہئے اور اگر دل نہ نکلے
 تو بایزید سے کوئی قرض نہیں بایزید نے کہا کہ یہ دل جسکو تم دل سمجھ رہے ہو یہ تو گٹے

بکری اور گائے میں بھی ہوتا ہے اس گوشت کے ٹکڑے سے دل مراد نہیں دل وہی چیز ہے
 اسے نہیں عرض و کرسی دونوں کی سمائی ہے پھر مولانا کر یا کہنے لگے کہ تم دعویٰ کرتے ہو
 کہ مجھے قبروں کے حالات معلوم ہیں مگر مجھ سے کلام کرتے ہیں ہم تمہارے ساتھ
 قبرستان کو جلتے ہیں دیکھیں تو مروجہ تم سے کس طرح باتیں کرتے ہیں بایزید نے کہا کہ اگر
 تم ہیں اُن کی آواز سننے کی قابلیت ہوتی تو میں تم کو گبر کیوں کہتا۔ بایزید سے جو عقیدت
 رکھتا اسے کافر و گمراہ جانتا اور جو اُسکو نہ پہچانتا اور وحدت وجود کے طریقے پر نہوتا
 اُسکے ہاتھ کا ذبیحہ نہ کھاتا بایزید بہت سے قول عربی زبان میں بیان کرتا اور انھیں
 حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرتا۔ بایزید کا قول ہے کہ زبان سے کلمہ شہادت
 کہنا اور اُسکی تصدیق کرنا شریعت کا فعل ہے اور تسبیح و تہلیل اور دامن زبان کے ساتھ ذکر
 کرنا اور دل کو دوسو سے سے بری رکھنا طریقت کا فعل ہے اور رمضان کے روزے رکھنا اور
 کھانا پینا چھوڑنا عورات کے ساتھ مجامعت کو ترک کرنا شریعت کا فعل ہے اور روزہ انفل
 رکھنا رزق کم کھانا اور بدی سے باطن کو پاک رکھنا طریقت کا فعل ہے مال کی ذکوۃ
 اور عشر وینا شریعت کا فعل ہے اور فقیر و محتاج اور روزہ دار کو کھانا دینا عاجز کی دستگیری
 کرنا طریقت کا فعل ہے کعبہ کا طواف کرنا لڑائی اور گناہ سے حرم میں بچنا شریعت کا فعل ہے
 اور دل کا طواف کرنا اور نفس کے ساتھ لڑائی کرنا اور فرشتوں کی سی طاعت کرنا
 طریقت کا فعل ہے۔ ہمیشہ حق تعالیٰ کی یاد میں رہنا اور ماسوی اللہ کا پردہ دل سے
 مٹانا اور دوست کے جمال کا نظارہ کرنا حقیقت کا فعل ہے ذات حق کو چشم دل کے
 ساتھ دیکھنا اور نور عقل کے ذریعہ سے اُسکو ہر جگہ معلوم کرنا اور کسی مخلوق کو ایذا نہ پہنچانا
 معرفت کا فعل ہے اور حق کو پہچاننا اور تسبیح کی آواز کو سننا اور اُسکو مجھنا قربت کا فعل ہے
 اور اپنے وجود کو ترک کرنا اور تمام کام اللہ کے وجود سے سمجھنا اور فضولیات سے بچنا
 اور وصال کو سمجھنا و صلت کا فعل ہے اور اپنی ذات کو حق مطلق میں فانی کرنا اور باقی
 مطلق ہو جانا اور احد کے ساتھ موجد ہونا اور شر سے پرہیز کرنا توحید کا فعل ہے اور مسکن اور
 ساکن ہونا اور حق مطلق کی صفت اختیار کرنا اور اپنے وصف کو چھوڑ دینا سکونت کا

فعل ہے اور سکونت سے بالاتر کوئی مقام نہیں قربت اور وصلت اور وحدت اور سکونت
یہ اصطلاحیں خاص اُسکی تراشی ہوئی ہیں وہ ان مراتب کو شریعت اور طریقت اور حقیقت سے
اعلیٰ جانتا تھا اور آدمیوں پر ریاضت کرنے کی تاکید کرتا تھا۔ نماز بھی پڑھتا تھا مگر تجلے کے
قویوں کا مقید نہ تھا حد مرچا ہوتا پڑھ لیتا اور اس بات پر اس آیت کے ساتھ استدلال
کرتا تھا اَیْمًا تَوَلَّوْا فَخَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ یعنی جدھر کو تم منہ کرو وہاں ہی اللہ متوجہ ہے کہتا تھا
کہ پانی کے ساتھ غسل کرنے کی ضرورت نہیں ہے ہوا لگنے سے بدن پاک ہو جاتا ہے کیونکہ
چاروں عنصر پاک کرنے والے ہیں اُسکا قول تھا کہ جو کوئی خدا کو اور اپنی ذات کو نہ پہچانتا ہو
تو وہ آدمی نہیں پس اگر ایسا آدمی شریر ہے تو وہ بھیڑیے اور شیر اور سانپ بچھو کے حکم
میں ہے اُسکا مار ڈالنا واجب ہے اور اگر نیک اور نماز گزار ہے تو وہ گاسے بکری کے حکم میں ہے
اُسکا مار ڈالنا جائز ہے اسی لئے اسنے اپنے متبعین کو حکم دیدیا تھا ایسے آدمیوں پر جہان
قابو پاؤ مار ڈالو اور دلیل اس پر یہ آیت لانا تھا اِنَّكَ كَالْاِنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ سَبِيلًا یعنی وہ
چوبایو کی طرح ہیں بلکہ انسے زیادہ گمراہ ہیں۔ اور کہتا تھا کہ جو کوئی خود شناس نہیں زندگی
جاوید سے بے خبر ہے وہ مردہ ہے ایسے شخص کے مال کے وارث بھی ایسے شخص نہیں ہو سکتے
جو خود بھی مردہ ہیں بلکہ اُسکی میراث زندہ کو پہنچتی ہے اسلئے نادان کے مار ڈالنے کا بھی حکم
دیدیا تھا اگر ہندو کو خود شناس پاتا تو مسلمان خود شناس پر اُسکو ترجیح دیتا برسوں تک
اُسے اور اُسکے بیٹوں نے راستوں میں لوگوں کو لوٹا ڈاکہ زنی کی اور مسلمانوں وغیرہ سے
مال چھینا ایسے مال میں سے خمس نکال کر بیت المال میں جمع کرتا جب حاجت ہوتی تو اہل
استحقاق کو اُس میں سے دیتا وہ اور اُسکے تمام بیٹے زنا اور فسق و فجور سے محترز رہتے تھے
موجودوں اور خود شناسوں کے مال سے بچتے اور اُن پر ظلم نہ کرتے تھے بایزید کہتا تھا کہ
خدا شناسوں کے قتل کے لئے میں منجانب اللہ مامور ہوں تین بار حق تعالیٰ نے مجھے یہ فرمایا
کہ ان لوگوں کو قتل کر مگر میں نے ہتھیار نہ اٹھائے جب کر رہی حکم ہوا تو مجبور ہو کر جاؤ تو خود
اُسکی تصنیف سے بہت سی کتابیں ہیں عربی فارسی ہندی اور پشتو میں۔

مقصود المؤمنین ایک کتاب اسکی عربی میں ہے اور اسکی ایک کتاب کا نام خیر البیان ہے

جسکو چار زبانوں میں لکھا ہر عربی فارسی ہندی اور پشتو۔ اسکا دعویٰ یہ ہے کہ خیر الدین
کی مدد سے باغین وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ نے مجھے مخاطب کر کے کہی ہیں اسی وجہ سے
روشنیان اسکو صحیفہ الہی اعتقاد کرتے ہیں اور حاتمہ اسکی ایک کتاب ہے جسین
اپنی سوانح عمری لکھی ہے۔ افغانستان کے پہاڑوں میں ایک مقام ہے بختہ پور
وہاں پہاڑی پر بایزید کی قبر ہے۔ اسکے پانچ بیٹے تھے۔ شیخ عمر کمال الدین خیر الدین
جلال الدین۔ اور نور الدین۔ اور ایک بیٹی تھی جسکا نام کمال خاتون تھا بایزید کے
بعد شیخ عمر باپ کا جانشین ہوا پیر روشن کے جتنے اصحاب تھے وہ اسکے پاس جمع ہو گئے
کچھ دنوں کے بعد شیخ عمر کا اور یوسف زیون کا بگاڑ ہو گیا یوسف زیون کے پیشوا
اخوند درویشہ تھے یوسف زیون نے جمع ہو کر دیاے سندھ کے کنارے اپنے
خافون پر حملہ کیا اس لڑائی میں شیخ عمر اور اسکے اکثر ساتھی کام آئے انہیں سے
دو شخصوں کو یوسف زیون نے آگ میں بھی جلا دیا اور اس معرکہ میں شیخ عمر کا
بھائی خیر الدین مارا گیا نور الدین میدان جنگ سے نکل کر بھاگ گیا مگر ہشت نگر
کے گوجرون نے اسکا بھی کام تمام کر دیا اور جلال الدین یوسف زیون کے ہاتھ
آکر قید ہوا اکبر بادشاہ نے اسکو مع تمام متعلقین کے یوسف زیون سے لیکر ہا کر دیا
اور تاریخ فرشتہ میں لکھا ہے کہ جلالہ چودہ برس کی عمر میں اکبر کے دربار میں آیا تھا
کچھ دنوں کے بعد بھاگ لڑا کے پہاڑوں میں گھس کر رہنے جاری کر دی خافون کو
لوٹنے لگا راجہ مان سنگھ اور اسکی مدد کو دوسرے افسران شاہی پہاڑ و زمین جلال الدین
سے لڑنے کو ۹۹۷ھ ہجری میں گئے مگر وہ مغلوب ہو سکا اسے اکبر بادشاہ جلالہ کہا کرتا
تھا کابل درپشاور کا راستہ اسوقت کبھی محفوظ نہ تھا کمال الدین اسکا بھائی پکڑا گیا
اور اکبر نے دم واپسین تک اسکو قید رکھا چند لڑائیوں کے بعد جب راجہ مان سنگھ
نے زیادہ تعاقب کیا تو جلالہ غری کی طرف بھاگ گیا اور وہاں قوم ہزارہ کے ہاتھ سے
قتل ہوا اسکا سر اکبر کے حضور میں بھیجا گیا اکبر نامے کی جلد سوم میں حالات ۳۲
وس ۳۲ جلوس اکبری کے ضمن میں اس سر کے کو ذکر کیا ہے جب جلالہ مارا گیا تو حدود

میں شیخ عمر بن ابیزید کو خلافت ملی یہ بھی اپنے اسلاف کے طریقے کا بڑا پابند تھا جو کچھ مال جامد میں ہاتھ لگتا اُسے ہانٹ دیتا اور خمس بیت المال میں جمع کرتا اور پھر ضرورت کے وقت اُسے غازیوں پر تقسیم کرتا جو مسلمان اسکے طریقے کے پابند نہ تھے انہیں جہاد کرنا جائز جانتا تھا۔ ۳۰ ہجری میں جہانگیر کے لشکر کے ہاتھ سے مارا گیا اسکے مقتدہ کہتے تھے کہ قتل ہوا اللہ احدا اسی احدا کی شان میں ہے ہزاروں افغان اسکے مرید تھے اور اُسکو احد کہتے تھے پھر اُسکا بیٹا عبد القادر اُسکا قائم مقام ہوا اور یہ شاہجہان کے دربار میں حاضر ہو کر امرا سے شاہجہانی میں داخل ہو گیا اور غلامی میں پشاور میں مر گیا جلال کا بیٹا اللہ داد نامی رشید خانی خطابہ و منصب چار ہزاری تک سرفراز ہو کر شہنشاہین کنین قوت ہوا اور مؤمن مدون ہوا یہ قصبہ اسی کا بسایا ہوا شمس آباد کے قریب ہے۔

الہ ورد

لہ و لکھو ترجمہ تاریخ فیض آباد مولانا ولیم آزاد

۱۲

چہارم دین الہی

موجد اسکا بلال الدین اکبر شہنشاہ ہندوستان ہے اس بادشاہ نے بچپن کی عمر کے پڑھنے کا وقت تھا کہ ترون میں اُڑائی۔ ذرا ہوش آیا تو کہتے دوڑنے لگا اور بڑے ہو کر گھوڑے دوڑانے اور بازوڑنے لگا۔ نوجوانی تاج شہانہ لیکر آئی۔
 آثار الامرا میں مذکور ہے کہ اکبر جو کچھ ایجا کرتا اُسکو دین الہی کہتے اور اُسے ہر مذہب اور ہر طریقے کا خلاصہ ملا کر اُسکا نام دین الہی رکھا تھا اور خوشامدی کہتے تھے کہ یہ جو کچھ اُس نے چھانسا ہے اللہ کے حکم سے تھا اور یہ لوگ اکبر کو خلیفہ اللہ کہتے تھے منتخب التواریخ میں مولوی عبد القادر دہلوی نے لکھا ہے کہ ماہ رجب ۹۷۰ ہجری میں ایک محضر علما سے بادشاہ مذکور نے تیار کروایا جسکا مضمون یہ تھا کہ امام عادل مطلقاً مجتہد پر فضیلت رکھتا ہے اور وہ مجاز ہے اس بات کا کہ کسی مسئلہ مختلف فیہ میں بدایت مروج کو ترجیح دیدے معاملات شرعی میں کسی کو اُسکی رائے سے انکار کرنے کی مجال نہیں کیونکہ امام عادل معاملات کو مجتہدین سے زیادہ سمجھتا ہے

پس جو اس سے مخالفت کرے وہ دنیا و عقبیٰ میں مستوجب عذاب ہے بلکہ امام عادل کو اختیار ہے کہ کوئی حکم ایسا بھی اپنی طرف سے جاری کر دے جو نص کے مخالفت ہو مگر زمین و آسمان کی رعایت مد نظر ہو اور امام عادل کے ایسے مسائل کی تعمیل سب پر واجب ہو اور مراد اس امام عادل سے اکبر کی ذات تھی اس محضر پر مخدوم الملک و شیخ عبدالبنی صیدالضد و راقاضی القضاۃ قاضی جمال لدین ملتانی اور صد جہان مفتی کل مالک ہندوستان اور شیخ مبارک ناگوری اور غازی خان بدخشی کی ہرین اور دستخط تھے ان میں سے بعض نے بطیب خاطر اور بعض نے طوعاً و کرہاً دستخط اور مہر کی تھی اس فتوے کے حاصل ہونے کے بعد اکبر نے اپنے اجتہادات جاری کئے اور تمام تحریم و تحلیل کی موتوفی پر نوبت پہنچی اور اپنی عقل سے دین بین باتین پیدا کرنے لگا اسلام کا نام تقلید رکھ دیا کہتا تھا کہ قرآن مخلوق ہے وحی محال ہے اور امامات و نبوات میں تشکیک کرنے لگا جنوں اور فرشتوں و تمام مغیبات اور معجزات و کرامات سے انکار صریح کر دیا اور قرآن کے تواتر اور اُسکے کلام الہی ہونے کے ثبوت کو محال قرار دیا کہتا تھا کہ بدن کے فنا ہو جانے کے بعد روح کا باقی رہنا اور ثواب و عذاب کا بغیر تینا سخ کے ہونا محال ہے اور پھر علانیہ حکم دیدیا کہ کلمہ لا الہ الا اللہ کے ساتھ اکبر خلیفۃ اللہ بھی کہا کریں طریب دیکھا کہ عوام کے مزاجوں میں اس سے ایک قسم کی برہمی آگئی ہے تو اس حکم کی تعمیل صرف اُن لوگوں کے ساتھ مخصوص کر دی گئی جو اُسکے درباری تھے اور علماء دینا طلب نے اُسکے راضی کرنے کے واسطے یہاں تک کیا کہ کتابوں کے دیباچے لکھے تو اُن میں حمد کے بعد نعمت پیغمبر کی جگہ اکبر کا ذکر کرتے اگرچہ ان باتوں سے اُسکی دور دور بدنامی ہو گئی مگر ہزاروں آدمی اُسکی تقلید بھی کرنے لگے اور یہ لوگ اپنی جانوں کو پادشاہ کا ٹرید کہتے تھے اور بیربر وغیرہ سے آفتاب کے فضائل سُنکر اُسکی تعظیم و تکریم کرنے لگا اور نوروز جلالی مقرر کر کے اُس دن بڑا جشن کیا جاتا اور دعا تسخیر آفتاب کی آدمی رات کو اور طلوع کے وقت پڑھا کرتا یہ دعا ہندوؤں سے اُسکو پہنچی تھی جہاں گلیاں تڑک میں لکھا ہے کہ اکبر یک شبہ کی اس وجہ سے بہت

تفہیم و کرم کرتا تھا کہ یہ دن آفتاب کی طرف منسوب ہے اور حکم دیدیا تھا کہ تمام ملک میں اس دن کوئی جانور ذبح نہ کیا جائے اگرچہ بعض دوسرے دنوں میں بھی فوج کی حاجت تھی مگر یک سشہ کو ملک محروسہ میں اس حکم کی سختی سے پابندی کرائی جاتی تھی اور آفتاب کو حضرت پیر اعظم کہتا تھا گاؤ کشی اور اسکا گوشت کھانا حرام کر دیا آتش پرستوں سے آتش کے فضائل معلوم کر کے آگ کی تفہیم کرنے لگا اور حکم دیا کہ بطور آتشکدوں کے محل میں آگ کی حفاظت کی جائے اور وہ ہمیشہ روشن ہے کیونکہ آگ اللہ کی ایک آیت اور اسکا نور ہے اور جلوں کے چپسیوں میں سال میں نوروز کے دن اُسے آگ اور سورج کو سجدہ کیا اور یہ مقرر کر دیا تھا کہ جب شام کو شمعیں اور چراغ روشن ہوں تو ہمارے مرید سر و قد تفہیم کو کھڑے ہو جائیں اور ایک زناں صبح بخیر تیار کر کے جبر کا برہمنوں کے ہاتھ سے پہنی اور راکھی بندھوائی اور قشقہ ماتھے پر کھوایا پھر علمائے بادشاہ سے عرض کیا کہ صاحب الزمان جو خلافت و اختلاف ہندو مسلمانوں میں سے دور کرنے والے ہیں وہ حضور ہیں اور انھوں نے بیان کیا کہ محمود مسجوانی نے اپنے رسائل میں صاف تصریح کر دی ہے کہ ۹۹۰ء میں باطل کا مٹانے والا شخص ظاہر ہوگا اور اُسے ہر جگہ صاحب دین کو شخص کے ساتھ تعبیر کیا ہے جسکے بحساب جل نوسو نوے عدد ہوتے ہیں اور خواجہ مولانا شیرازی مگر معظمہ سے بعض شرفا کا رسالہ لایا جس میں مرقوم تھا کہ بموجب احادیث صحیح کے سات ہزار سال کہ مدت دنیا کی ہے پوری ہو چکی اور اب وقت ہمدی موعود کے ظہور کا آپہونچا ہے اور اس قسم کی باتیں شیعہ نے بھی امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ سے پادشاہ کے سامنے نقل کیں اور یہ سب باتیں جمع ہو کر اکبر کو نبوت کا دعویٰ ہوا مگر صاف لفظ نبوت کا نام نہ لے سکا بلکہ دوسرے پہلو میں انکو ظاہر کیا اور سب مریدوں نے یہ مقرر کر لیا کہ پادشاہ کی محبت کے سامنے مال و جان اور ناموس و دین بیچ ہے جب ہزار سال ہجری پورے ہو گئے تو اکبر نے خیال کیا کہ ہزار سال محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے گزر گئے اسی قدر اس دین کے باقی رہنے کی مدت تھی اب اس دین کے احکام و ارکان کا باقی رکھنا بھی ضرور نہیں اسی لئے اپنی طرف سے

نئے قواعد و ضوابط ایجاد کرنے لگا حکم دیا کہ سکے میں تاریخ الفی رحلت سے لکھی جائے
 علمائے ہند و شاہ کے لئے رسم سجدہ جاری کی اور اُسکا نام زمین بوس رکھا اور یہ حکم دیا
 کہ جو کوئی شراب رفاہت اور معالجے کی غرض سے پئے تو یہ مباح ہے اور بادشاہ نے
 داڑھی منڈوانے کے لئے لوگوں کو حکم دیا اُسکے سارے اہل دربار نے وائسٹان منڈواؤں
 مصباحوں نے اکبر سے داڑھی منڈوانے کے باب میں دلائل بھی بیان کئے کہ اگلے مترادفوں
 نے جو داڑھیان رکھیں تو یہ ایک قسم کی ریاضت تھی اور وہ اس کام میں ملامتی تھے اطباء
 ملامت اور ریاضت داڑھی کے صفات رکھنے میں ہے اسلئے کہ اب داڑھی کے منڈوانے کو
 فقہائے نادان عیب قرار دیتے ہیں اور بعض مفتیوں نے ایک مجہول روایت بھی نکال دی
 اور وہ یہ ہے کہ ایفعلہ بعض القضاۃ اور لفظ عصاة کو تحریف بتاتے تھے اور کہتے تھے
 کہ قاضیان عراق کا عمل داڑھی کے منڈانے پر تھا حاجی ابراہیم سرہندی نے ایک پڑائی
 کرم خوردہ کتاب میں ایک عبارت لکھ کر پیش کی جسکو شیخ اکبر محی الدین بن عربی کی طرف
 منسوب کیا تھا مفاد اُس عبارت کا یہ تھا کہ صاحب الزمان بہت سی عورات رکھے گا
 اور داڑھی منڈاتا ہوگا اور اُسکی چند صفیں اور ایسی تباہی تھیں جو شہنشاہ میں موجود تھیں
 اور ایک حدیث موضوع علمائے اکبری نے اُسکے حضور میں پیش کی کہ ایک صحابی کے فرزند
 داڑھی منڈائے ہوئے تھے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُنکو دیکھ کر کہا کہ اہل بہشت کی
 یہ وضع ہوگی پھر یہاں تک نوبت پہنچی کہ مرزا جانی حاکم اٹھٹھ اور اکثر امراء اقرانائے اپنی
 طرف سے اس مضمون کے گزرا نے کہ دین اسلام مجازی تقلید ہی جسکو باب دادون سے
 سنتے آئے تھے ہمنے چھوڑا اور دین الہی اکبر شاہی میں داخل ہوئے اور ارب چار گانہ خلاص
 یعنی ترک مال ترک جان ترک ناموس ترک دین ہمنے قبول کیا اکبر ایسے لوگوں پر زیادہ اعتماد
 کر کے اُنکی تربیت کرتا فرضیت غسل جنابت کو موقوف کر دیا اور دلیل اس پر یہ بیان کی کہ
 انسان کا خلاصہ نطفہ منی ہے جو نیک و بد کی پیدائش کا تخم ہے پھر اسلئے کیا مئے کہ پیشاب
 و بیجانہ پر تو غسل واجب نہیں اور اس لطیف چیز کا خروج غسل کا موجب ہو بلکہ مناسب
 یہ ہے کہ اول غسل کیا جائے اور بعد اُسکے جلع کیا جائے اور کہا مردے کے لئے کھانا پکا کر

فاتحہ دینا بیکار ہے کیونکہ مردہ جماد ہے اُسے اس سے کیا حظ حاصل ہوگا بلکہ جسد نہ بچہ پیدا ہو اُس دن ایک جشن ترتیب دیا جائے اور اس جشن کا نام جشن حیات رکھا تھا۔ سور اور شیر کا گوشت مباح کر دیا تھا تاکہ جو اسکو کھائے اُس میں صفت شجاعت آجائے اور حکم دیا کہ چچا بھوپھی ممانی خالہ وغیرہ کی بیٹیوں سے جن سے قریب کا رشتہ ہو نکاح کیا جائے کہ اولاد کمزور ہوتی ہے اور بی بی عائشہ صدیقہ کے زفاف کا حضرت سور کا بیٹا سے جو بی بی صاحبہ کی ۹ سال کی عمر میں واقع ہوا تھا منکر تھا اور سونا اور ریشم پہننا مرد کے لئے جائز قرار دیا نماز اور حج اور زکوٰۃ کو ساقط کر دیا اور تاریخ عربی کو تغیر دیکر ابتدا اُسکی سال جلوہس سے مقرر کی اور عربی چھینے اڑا کر ملوک عجم کے طور پر چھینے مقرر کئے اور زردشتیوں کے آئین کے موافق سال میں چودہ عیدین مقرر کیں اسلام کی عیدوں کو بیرونق کر دیا اور اپنے جدید سنہ کا سال و ماہ الہی نام رکھا اور سکون اور بہر و نیر تاریخ الفی قائم کی تاکہ اس سے ظاہر ہو کہ دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ختم ہو چکا آگے کو نہ چلیگا اور حکم دیا کہ چونکہ ہزار سال ہجری ختم ہو چکے لہذا ایک تاریخ ایسی تصنیف ہو جس میں بجا سے ہجرت کے رحلت کا لفظ سنوآت میں لکھا جائے اور اسکا نام تاریخ الفی رکھا اس تاریخ کے کچھ حصے میں نے کتب خانہ ریاست رام پور میں دیکھے ہیں۔ عربی کا پڑھنا لکھنا اور اُسکی اصطلاحوں کا استعمال کرنا عیب میں داخل ہو گیا حکم دیدیا کہ فقہ و حدیث و تفسیر کا پڑھنا سو قوت کر کے نجوم حکمت طب حساب شعر اور تاریخ کے فن پڑھائے جائیں اور حدیث مخصوصہ عربی یعنی ثا۔ حا۔ صا۔ و۔ ضا۔ طا۔ ظا۔ عین۔ قاف کا تلفظ میں گرائنا شروع کیا جو کوئی اکبر کے سامنے عبد اللہ کو ابد اللہ اور احدی کو اہدی کہتا تو بہت مسرور ہوتا۔ نبوت اور کلام الہی اور رویت الہی اور محلیف اور تکوین اور شرو و نشر میں طرح طرح کے شبہات پیدا کئے اور تشبیح کا بر ملا اظہار کرتا اور غلطی تلشہ کے حق میں جس قدر مطاعن ہوتے اُسکے دربار میں بیان کئے جاتے جنگ صفین اور قضیہ فذک وغیرہ معاملات میں صحابہ کا ذکر نہایت برائی کے ساتھ کیا جاتا۔ بلکہ تمام انبیاء کی زلات کو اُنکی نبوات سے انکار کا ذریعہ قرار دیا خصوصاً حضرت داؤد اور زوہ اور یاکے قصے کو نہایت برائی کے ساتھ بیان کرتا اور حضرت داؤد کو اسوجہ سے اچھا نہ جانتا اکبر کے

نام کی رعایت کی وجہ سے تحریروں کے عنوان پر اللہ اکبر لکھا جانے لگا بلکہ عوام کی زبانوں پر سو اس کلمے کے کوئی چیز باقی نہ رہی ملا شیرازی نے اس طوفان بے تمیزی میں دس شعر کا ایک قطعہ کہا تھا جس کے یہ اشعار ہیں۔

تا ہزارید ہر زمان کشور بر انداز آفتے	فتنہ در کوئے حوادث کہ خدا خواہد شدن
با عقاب قرص خواہ تیغ اوار با عشق	بار سر اذمہ گرون ادا خواہد شدن
فیلسوف کذب را خواہد گریبان پارہ شد	خرقہ پوش زہد را تقویٰ ادا خواہد شدن
شورش مغرست اگر در خاطر آرد جاہلے	کز خلافت مرید پیغمبر خدا خواہد شدن
خندہ مے آید مرزین بیت پس کز طر فگی	نقل بزم منعم و درو گدا خواہد شدن
پادشہ امسال دعوای نبوت کردہ است	گر خدا خواہد پس از سالے خدا خواہد شدن

نوروز کے جلسوں میں اکثر علما اور صلحا کو شراب کے جام پلوادے نوروز کے پچھلے دن کی بڑی تنظیم کرتا محمد اور مصطفیٰ اور احمد الفاظ اسکو ایسے گران معلوم ہوتے کہ جن مقررین کے ناموں میں یہ الفاظ موجود تھے انکے نام بدل دئے محمد یار اور محمد خان کی جگہ رحمت لکھتے اور بولتے ایک دن راجہ بیربر اور فتح اللہ شیرازی وغیرہ اہل دربار کے سامنے کہنے لگا کہ عقل یہ بات کسی طرح گوارا نہیں کرتی کہ ایک شخص خواب گاہ سے آسمان پر چلا جائے اور خدا سے باتیں کر کے اپنے مکان پر لوٹے تو اسکا بستر بدستور گرم ہوا اور اس کے اس دعوے کی لوگ تصدیق کر لیں اور ایک پانوں کو اٹھا کر کہنے لگا کہ ممکن نہیں جب تک دوسرا پانوں زمین پر نہ رہے ہم کھڑے ہو سکیں اور معجزہ شق قمر کا بھی منکر تھا قمر کے شق ہونے کو محال جانتا تھا۔ آفتاب کی عبادت چار وقت کرتا سحر شام دوپہر آدھی رات کو پندرہ تون نے ایک ہزار ایک نام آفتاب کے سنسکرت میں اسکو سکھا دئے تھے انھیں روزانہ بطور روز کے پڑھتا ہندوؤں کے طور پر ریاضت کرتا جو گیون سے خلوت میں صحبت رکھتا ان سے اعتقادات اور مراقبہ اور خلع بدن وغیرہ کے طریق سکھتا سر پر چندیا کے بال منڈاتا اور باقی آس پاس رکھتا اسل عقائد سے کہ کامل مکمل کی روح اس راہ سے کہ قوت دہم کا منفذ ہے خروج کرتی ہے اور اسوقت رعد اور صاعقہ کی سی آواز کرتی ہو اور یہ دلیل ہے

زمانے میں بیربل اور ملا دو پیازہ ظرافت اور بذکبخی کے دو ہیولے قرار دئے گئے تھے۔ بیربل کا وجود تو ثابت ہوتا ہے ملا دو پیازے کی شخصیت کا پتا نہیں چلتا اگر ملا عبد القادر صاحب بدایونی کو اس شہرت عام کا مفہوم قرار دیا جائے تو کسی طرح درست نہوگا کیونکہ یہ ملا صاحب اس چھوڑی ظرافت سے قطعی پاک تھے جو ملا دو پیازہ کی طرف منسوب کی جاتی ہے بیربل کی ذات میں بھی جو حاضر جوابان بدست کی گئی ہیں انکی اہلیت بھی واقع کے خلاف ہے وہ بچارا برہمن اس شگفتہ طبعی سے کوسون دور تھا۔

مذکرہ ابر کے عہد میں کچھ لوگ بکڑے گئے تھے وہ الہی مشہور تھے کہتے تھے ہم دوزخی سان ہیں اور خدا کے سے اختیار اپنے لئے ثابت کرتے تھے جب اُسے کہا گیا کہ اس خرافات سے تو ہکرو تو جواب دیا تو بے دواہ ماست اسی طرح شریعت اور دین اسلام اور نماز و روزہ وغیرہ کے جدا جدا نام اُنھوں نے اپنی طرف سے اختراع کئے تھے۔

فرقہ پنجم فرہود

عالمگیر شہنشاہ ہندوستان کے آخر عہد میں میر محمد حسین نام ساکن مشہد مقدس رضوی جو علم عربیت و منطق میں دستگاہ رکھتا تھا عمدۃ الملک امیر خان صوبہ دار کابل کے زمانے میں کابل میں آیا اور امیر خان کے میر منشی کا بیٹا اُسکا شاگرد ہو گیا اس ذریعہ سے امیر خان کے حضور میں محمد حسین کی رسائی ہوئی امیر خان نے اُسے لائق فائق شریف پاکر اپنی لے پالک لڑکی کے ساتھ شادی کر دی پھر کچھ عرصے کے بعد شاہی خوشبو خانہ کا داروغہ کرادیا یہ شخص نہایت جاہ طلب تھا عمدۃ الملک کے بیٹوں کو کئی طرح کے شعبدے دکھلا کر اپنا معتقد کر لیا خاص کر بادی علی خان پسر عمدۃ الملک اُس سے بہت عقیدت رکھنے لگا جب عمدۃ الملک اور عالمگیر کا انتقال ہو گیا تو تمام عطر اور گلاب کو جو بادشاہ کے لئے خریدا تھا ساٹھ ستر ہزار روپے کو لاہور میں فروخت کر کے اور وہ روپے قبضے میں لا کر فقیری لے لی چونکہ طامع اور جاہ طلب تھا پُرانی تقلید پسند نہ آئی اسلئے ایک نئی راہ لکانے کی طرف متوجہ ہوا اور اپنے شاگرد قدیم یعنی اُس منشی زادے کو موافق کر کے صلاح کی کہ

ہم تم ایک نیا مذہب نئے قواعد اور نئی زبان میں ایجاد کر کے الہام اور نزول وحی کا دعویٰ کر میں تاکہ اولیاء انبیاء کی شان پائی جائے اول عوام کو پھانس کر کسی قدر هجوم غلامی کر میں بعدہ مرجع انام ہو جائیئے پس ایک کتاب عمدہ و پچسپ نئی زبان و قواعد کے ساتھ بنا کر آقوزہ مقدس اسکا نام رکھا تیز تو تھا ہی اکثر الفاظ غیر مانوس و پُرانی فارسی کے بھی کسی قدر بطور عربی کے ترخیم کر کے جو صاف طور پر صرف و نحو قواعد عربی کے مناسب نہ تھے درج کئے اور بیگوکیت کا دعویٰ کیا اور کہا یہ رتبہ مابین امامت و نبوت کے ہے کہا کہ ہر پیغمبر اولو العزم کے نو بیگوک ہوئے ہیں اسطرح حضرت خاتم الانبیاء کے نو بیگوک تھے اول بیگوک حضرت علی کرم اللہ وجہہ تھے دوسرے امام حسن تیسرے امام حسین جو تھے زین العابدین پانچویں محمد باقر چھٹے جعفر صادق ساتویں موسیٰ کاظم آٹھویں علی رضا اور امام علی رضا تک امامت اور بیگوکیت دونوں رتبے جمع تھے پھر محمد تقی بن علی رضا یہ دونوں منصب جدا جدا ہو گئے امام علی رضا کے بعد بیگوکیت مجھے ملی اور امامت محمد تقی کو اور میں خاتم بیگوکیت ہوں اور اتحاد بیگوکیت کی اس خاص ترتیب کے ساتھ امامیہ مذہب والوں کے سامنے بیان کرتا تھا اور جس وقت اہل سنت سے ملتا تو خلفائے اربعہ اور چار خلفائے نبوی امیہ و خاندان نبی عباس کو جنگی نیکی مشہور ہے بیگوک گن کر نوان بیگوک اپنی ذات کو بتاتا اور کہتا کہ مجھے کسی مذہب سے غرض نہیں میں ہر مذہب کا چرخ روشن کرنے والا ہوں اور وحی کے نزول کا بھی مدعی تھا اور کچھ قاعدے مقرر کر کے بعض دنوں کو مثل عید ہائے اسلام کے محترم سمجھتا تھا اور اپنے مریدوں کو جن کا لقب فرمود رکھا تھا یہ ہدایت کی تھی کہ ان دنوں کی عزت کیا کریں اور کہتا تھا مجھ وحی دو طور سے نازل ہوتی ہے ایک اس طرح کہ ایک قرص نورانی مثل آفتاب کے سامنے آتی ہے اور اُسپر کلمات نقش ہوتے ہیں میں انہیں سمجھ لیتا ہوں اور وہی قرص نورانی پھر مجھ محیط ہو کر بیہوش کر دیتی ہے دوسرے اس طرح کہ ایک آواز آتی ہے اور کلمات جنہیں مریدوں سے بیان کرتا ہوں اُس آواز سے سنتا ہوں اور السلام علیک کے آخر میں اپنی رائے سے کلمہ خفشان نمود بوال بڑھا دیتا تھا اور جس روز کہ

اولیٰ اول اُسکے اعتقاد کے بموجب وحی اُپس نازل ہوئی تھی اسکا نام روزِ جشن
 رکھا تھا اُن دن روزِ بھاری جشن ہوا کرتا تھا اُسکے مرید عبید وغیرہ خوشبویات آپس میں
 اُڑاتے اور خوشیاں مناتے اور دُؤ علم ہمراہ لیکر اور ایک اونچی سی ٹوپی اوڑھ کر
 اپنے مریدوں کے ساتھ اُن کو ہستان کی جانب جہان دیول رانی کی عمارت
 دھوبلی بھٹیاری کے محلوں کے نام سے مشہور ہیں جاتا اور یہ ظاہر کرتا کہ اول بار
 وحی خاص آئی تھی اور روزِ جشن سے چھ یوم پیشتر سے
 روزہ رکھتا ساتویں ذی الحجہ کو روزِ جشن مقرر تھا اور یکم ذی الحجہ سے روزہ رکھا کرتا تھا اور
 روزوں کے دنوں میں کسی سے کلام نہ کرتا اور ایک دن کا نام روزِ رسولان رکھا تھا
 اُس دن بھی بڑا اجتماع اور اُردو ہوتا تھا اور ہر روز سوائے نماز پنجگانہ کے مریدوں
 پر یہ بھی مقرر کیا تھا کہ تین بار میری زیارت کیا کریں پہلا وقت دیارت کا طلوع آفتاب
 بعد نماز صبح مقرر کیا تھا اور دوسرا وقت دوپہر کا اور تیسرا غروب آفتاب کا وقت کہ ہنوز غروب
 کی سرخی مغرب میں ہو اور آداب زیارت کے یہ تھے کہ خود مع خلفا کے درمیان میں کھڑا ہوتا
 اور مریدوں کو حکم تھا کہ اُسکے گرد بطور چار دیواری مربع کے صفین باندھ کر کھڑے ہوں
 پھر ہر صف اُسکی طرف منہ کر کے چند کلمے جو اُسکے اختراعی تھے پڑھتی اور اُس کے بعد
 سر جھکا کے اُسکے بائیں جانب پھر جاتی تاکہ صف شمال رو یہ مغرب رو یہ ہو جائے
 اور مغربی جنوبی اور جنوبی مشرقی اور مشرقی شمالی ہو جائے جب مقابلہ چاروں سمت کا
 چاروں صفوں کے آدمی تمام کر چلتے تو زمین کی طرف دیکھتے پھر آسمان کو پھر شش جہت
 اُسکے بعد زیارت تمام ہوتی اور سب آدمی چلے جاتے ایک دعویٰ اُسکا یہ بھی تھا کہ میں
 ہی محسن ہوں جو بچہ حضرت فاطمہ زہرا کے شکم سے ساقط ہوا تھا اور اپنے چار خلفا بنائے
 تھے ایک دہی شاگرد پسر نشی خلیفہ تھا اور اُسکا نام اپنی مختصر زبان میں دو جی بار
 رکھا تھا اور دوسرا خلیفہ اسکا سالامیر باقر تھا اور دو خلیفہ اور تھے اور اپنا نام نمود اللہ اور نمود
 اور نمود رکھا تھا اور اسی ڈھب کے نام اپنے مریدوں کے اپنی طرف سے مقرر کرتا
 اور اُسے نشان کہتا اُسکے تین بیٹے تھے اول نام نمود دوم فقار سوم وید

اور دو دختر تحسین خنامہ کلان اور خنامہ خرد اور اقربا سے زوجہ کے نام نمایاں اور نمودیاں اور خنامہ وغیرہ تجویز کئے تھے اور نثار کے بیٹے کا نام نمودید تھا چونکہ مالدار تھا اسلئے اپنی بیٹی پر والی ظاہر کرتا اور لوگوں کے ہدایا واپس کر دیتا یہ حالت دیکھ کر عوام اور زیادہ گرویدہ ہوتے پھر لاہور سے بہادر شاہ کے عہد میں دلی آیا ہادی علی خان بن امیر خان جو بادشاہ کا مقرب تھا اُس کا بہت مقصد تھا اسلئے اُسکے کام نے قوت پکڑی اور اسی طرح اور بھی کئی امیر اُسکے مرید ہو گئے اور اُسکے پیروں کی ترغیب سے آہستہ آہستہ دوسرے آدمی بھی اُس کے حلقہ اطاعت میں داخل ہونے لگے اور لوگ کثرت سے اُسکی طرف رجوع کرنے لگے اور عوام کو اُس کا استغنا نہایت پسند آیا جبکہ بہادر شاہ نے لاہور میں انتقال کیا اور شاہزادوں میں اختلاف پیدا ہوا تو اُس کو یہ اچھا موقع اور فرصت ملی اور اب تک جو کسی قدر اپنی باتوں کو دہرہ پر دہ بیان کرتا تھا اور اپنے مختصرات کو علانیہ ظاہر کرنے سے ڈرتا تھا اب بے خوفی کے ساتھ سب باتیں بیان کرنے لگا اور اپنی بنائی ہوئی کتابوں کو رواج دیا اور سر عام اپنے دعاوی کا اظہار کیا اگر عوام میں سے کوئی اُس سے بحث کر بیٹھتا تو بوجہ اُسکے کہ کچھ علم معقول و منقول جانتا تھا بیچارے کو مکارے اور مجادلے کے ساتھ ہرا دیتا تھا اور یہ حال دیکھ کر عوام کا اعتقاد اُسکی جانب اور بڑھتا جب فرخ سیر بادشاہ ہوا تو یہ مدبر اور تجربہ کار نہ تھا اُسکے حال سے متعزز نہوا اور امیر الامرا حسین علی خان زیادہ تر لڑائیوں اور سفروں میں مصروف رہتا تھا اور قطب الملک عیش و عشرت کا بندہ تھا یہ تمام اسباب ایسے جمع ہو گئے کہ نمود کے کام نے خوب ہی ترقی کی اور ہادی علی خان کو بھی بہت بڑی حمایت اُسکی تھی یہ شخص امیر کبیر اور نہایت نامور تھا ہادی علی خان کی عقیدت نے اُسکے کام کو دوبالا کر دیا تھا فرخ سیر بھی بعض امرا سے نادان کی ترغیب سے شب کے وقت چند خواجہ سرا ہمراہ لیکر اُسکی ملاقات کو گیا اُس نے دانائی یہ کی کہ بادشاہ سے بے اعتنائی کی حجرے کا دروازہ اندر سے بند کر لیا اور تھوڑی دیر نہیں کھولا فرخ سیر نے نہایت الحاح و خوشامد کی اور نمود کی اولاد اور بادشاہی خواجہ سرا بھی منت و ساجت کرنے لگے ہوتے دروازہ کھولا

بادشاہ نے نہایت ادب کے ساتھ سلام عرض کیا اُسے بادشاہ کے واسطے مرگ چھالا کچھو اگر کما سے
 پوسٹ تخت گدائی و شاہی ہمہ واریم انجہ مے خواہی
 فرخ سیرور اُسکے استغنا کا کہ اثر ہوا کئی ہزار روپے اور اشرافیان پیش کین اُس نے قبول
 کیا اور ایک قرآن اپنے ہاتھ کا لکھا ہوا بادشاہ کو دیکر کتابت کی اجرت کے شتر روپے
 اُس میں سے لے لئے بادشاہ قرآن کو سر پر رکھ کر نصرت ہوا اور حجرے سے نکل کر اُس کے
 مریدوں پر وہ زر نقد تقسیم کر دیا بادشاہ کی حاضری کی شہرت سے اُسکا اور اعتبار بڑھا دیا
 اور اب وہ تھل و شان کے ساتھ رہنے لگا اپنی عیدوں کے ایام میں نہایت تھل و احتشام
 کے ساتھ نکلتا بازاروں میں سے یہ اثر دہام لیکر گذرتا اُسکے مرید زور زور سے اُس کے
 اختراعی کلمات کہتے جاتے فرخ سیر کے بعد محمد شاہ کے محمد بن محمد امین خان وزیر کو جب اسکا
 مفصل حال معلوم ہوا تو اُسے اسکی گرفتاری کا حکم دیا اور یہ وہ وقت تھا کہ کچھ پیشتر سے
 وزیر کو مرض قویخ شروع ہو چکا تھا سپاہی دوپہر کے وقت اُسکے مکان پر پہونچے کھانا
 کھا رہا تھا اگرچہ اس خبر سے بہت پریشان ہوا مگر جو اس درست کر کے یہ تدبیر کی کہ اپنے
 چھوٹے بیٹے کے ہاتھ جسکا نام دید تھا اور بہت خوبصورت تھا گیہون اور جو کی چند
 روٹیاں اور تھوڑا سا فقیرانہ سالن جو تیار تھا سپاہیوں کے پاس بھیج کر کھلایا کہ چونکہ تم
 اس فقیر کے ہاں آئے ہو اور یہ وقت کھانے کا ہے اسلئے یہ ماحضر کھا لو اور اس عرصے میں
 فقیر بھی حاضر ہو جائے گا سپاہیوں نے اس لڑکے کی صورت جمیل پر رحم کھا کر قدرے
 توقف کیا اور محمد امین خان پر قویخ نے شدت کی جب یہ خبر ان سپاہیوں کو پہونچی
 تو سب متحیر ہو کر واپس چلے گئے محمد امین خان شدت مرض سے بیہوش تھا جب ذرافاقہ
 ہوا تو دریافت کیا کہ اُسکو پکڑ کر لائے لوگوں نے بیان کیا کہ آپکی بیماری کی وجہ سے اُسکی
 گرفتاری میں توقف ہوا محمد امین خان نے کہا کہ کل ضرور اُسکو لانا چاہئے مگر رات میں
 محمد امین کے مرض نے ایسی شدت کی کہ مرنے کے قریب ہو گیا ہادی علی خان وغیرہ نمود کو
 محمد امین خان کی خبر میں بار بار پہونچاتے تھے یا تو وہ بھاگنے والا تھا یا جب یہ سنا کہ
 محمد امین خان اب جان برہنہ ہو گیا تو صبح کو بہت سے اپنے متبع اور فقراے شہر جمع کر کے

باطمینان تمام مکان سے باہر نکلا اور دروازے کے پاس کی مسجد میں جا کر بیٹھ گیا لوگ
محمد امین خان کے واقعہ کو نمود کی بددعا کا اثر سمجھے محمد امین خان کے بیٹے قمر الدین خان
کو بھی تشویش پیدا ہوئی اور اپنے باپ کی حالت رومی دیکھ کر پانچزار روپے اپنے
دیوان کے ہاتھ اُسکے پاس بھیج کر معذرت کی اور تعویذ طلب کیا نمود نے جانکنی کی خبر
سُن لی تھی اسلئے اپنے معتقدین سے کہتا تھا کہ میں نے ایک تیر اُسکے جگر میں مارا ہے
ہرگز جان برن ہوگا اور میں بھی شہادت کے انتظار میں بیٹھا ہوں میرا دادا بھی مسجد
ہی میں شہید ہوا تھا مگر میں اس وجہ سے کہ ایک مرتبہ شہید ہو چکا ہوں اب شہید
نہیں ہونے کا اور مراد اُسکی اپنی اس شہادت سے وہی استقاط محل حضرت محسن ہے
قمر الدین خان کا بھی آدمی جا پہنچا اور نہایت سماجت کی کہ آپ محمد امین خان کا قصو
معاف کریں اور ایک تعویذ لکھ دیں نمود نے بڑے تکلف کے ساتھ اپنے ایک مرید سے
یہ آیت لکھوا دی و ننزل من القرآن ما هو شفاء ورحمة للعالمین ولا یزید
الظالمین الا خسار یعنی ہم اُنہار تے ہیں قرآن میں سے وہ چیز جس سے مرض دفع
ہوں اور مر ہے ایمان والوں کے لئے اور نہیں زیادہ کرتا ظالموں کو مگر نقصان اور
دیوان کو دیدیا اور یہ کہا کہ مجھے یقین ہے کہ تیرے پہنچنے تک وہ زندہ نہ ہوگا اور خود اُن
روپیوں کے لینے سے انکار کیا اور کہا میں تو اسکو نہیں لیتا مگر ان فقر کو جو حاضر ہیں
دید و چنانچہ وہ روپیہ مساکین حاضرین کو دیدیا گیا اور ایسا ہی ہوا کہ دیوان کو پہنچنے سے
پیشتر وزیر مر گیا جب یہ خبر مشہور ہوئی تو نمود کی کرامت کا زیادہ چرچا ہو گیا دو تین سال
کے بعد نمود مر گیا اُسکا بڑا بیٹا نمود و سجادہ نشین ہوا یہ زیادہ لالچی اور کوتاہ اندیش
تھا چنانچہ جو جاگدا نمود نے خلفا کو دی تھی اُسکا دانا چا ہا دو جی بار نے بہت سمجھایا کہ
مجھ سے تنازع اچھا نہیں غامود نے غانا دو جی بار نے لاچار ہو کر ایک دن سب مریدوں
کو جمع کر کے اُسے کہا کہ آپ لوگ نمود کا اور میرا خط پچاتے ہو جو پچاتے تھے اُنھوں نے
اقرار کیا دو جی بار نے وہ مسودات جو نمود نے اور اُسے باہم صلاح سے مرتب کئے تھے
اور دونوں نے کسی بیشی اپنے اپنے علم سے کی تھی نکال کر دکھائے اور کہا کہ اس طرح ہر کسی

بنیاد نمود اور بندے کی اعانت سے ہوئی ہے اگر خدا کی طرف سے ہوتا تو کمی بیشی کی ضرورت نہ ہوتی لوگوں نے یہ دیکھ کر سمجھ لیا کہ یہ سب باطل ہے اور منحرف ہو گئے اور تمام کام بگڑ گیا نما نمود کے بعد فقار سجادہ نشین ہوا شیخ فرید الدین گنج شکر خاں غلامی تھاکچھ تھوڑا سا علم بھی رکھتا تھا یہ شخص محمد شاہ کے عہد سے احمد شاہ بن محمد شاہ کے عہد تک زندہ رہا اور نادر شاہ کی معاودت کے بعد محمد شاہ کو فقر کی صحبت کا شوق پیدا ہوا تو یہ بھی بادشاہ کے پاس جانے لگا محمد شاہ کے بعد احمد شاہ کے عہد میں نواب بہادر جاوید خان خواجہ سراسر سے جو بادشاہ کا بڑا مقرب تھا رسوخ پیدا کر کے اسکی مصاحبت میں رہنے لگا چند آدمی جاوید خان کو خوش کر کے لائے ایک کتاب لہامات جاویدیہ کے نام سے بنا یہ تھے اسکی تالیف میں یہ بھی شریک ہو گیا دید فقار سے پہلے مرافقار بھی وسط حکومت احمد شاہ میں فوت ہوا فقار کے آخری عہد میں اسکے باپ کے اکثر مرید یا تو مر گئے یا تائب ہو کر فقار سے منحرف ہو گئے تھوڑے سے نادان اور جاہل اس مسلک پر باقی رہے تھے فقار کے انتقال اور دلی کی خرابی کے بعد نما نمود یا را اپنے چند اقربا کو جو باقی رہ گئے تھے ہمراہ لیکر بنگالے میں میرن ولد جعفر علی خان کے پاس چلا گیا اس نے اخراجات کے واسطے پانچ روپیہ یومیہ مقرر کر دیا اور قدم رسول کا ستوی بنا دیا یہ شخص مع چند عورات کے ۹۲ھ ہجری تک زندہ تھا۔

فرقہ ششم و بابیہ

لفظ و بابی کے لفظی معنی و باب والا یا بندہ خدا ہیں مگر دو معنی اسکے بڑے بھی ہیں جن میں وہ اب عموماً استعمال کیا جاتا ہے اُن میں سے ایک معنی کو تو مذہبی محاورے میں بُرا سمجھا جاتا ہے دوسرے معنی کو پولیٹیکل اصطلاح میں برا سمجھتے ہیں۔ مذہبی محاورے میں اسکے معنی محمد بن عبد الوہاب نجدی کے پیرو سمجھے جاتے ہیں جسکو اکثر مسلمانان ہند عرب روم مصر وائرہ اسلام سے خارج سمجھتے ہیں اور اسکے عقائد و اعمال یہ بیان کرتے ہیں کہ وہ معجزات انبیاء و کرامات، اولیاء کا منکر تھا اور تمام مسلمانوں کا (جو اسکے عقائد سے مخالفت تھے) قاتل و کفر تھا۔ پولیٹیکل محاورے میں اسکے معنی باغی و بدخواہ سلطنت کے

لئے جاتے ہیں جسکی مناسبت پہلے معنی مذہبی سے یہ بیان کی جاتی ہے کہ محمد بن عبد الوہاب ایسا ہی تھا سلطنت روم کا وہ باغی رہا اور بارہا اُس سے لڑا اور مکہ مکرمہ پر مغلوب ہو گیا جسکو آخر کار محمد علی پاشا نے مصر نے مغلوب کیا۔

یہ محمد بن عبد الوہاب قوم بنی تمیم سے ہے ۱۵۰ھ ہجری میں مقام عینہ میں جو ایک مقام ہے ملک نجد میں پیدا ہوا اس لئے اسکے مقلد نجد یہ بھی کہلائے اس کے باپ نے بڑی کوشش سے شریعت اسلام کی تعلیم دی بعد اُس نے مکہ معظمہ اور بصرہ میں علوم دین تحصیل کیا اور کتب احادیث صحاح ستہ کا عالم ہوا پھر اپنے والد کے ساتھ مکہ معظمہ کا حج کیا اور مدینہ طیبہ میں زیارت کر کے شیخ عبد اللہ بن ابراہیم کامریہ ہوا برسوں اس نے فقر میں تعلیم حاصل کی بعد یہ اپنے وطن کو گیا اس نے ظاہر شریعت اسلام کی پابندی اور اُس کے اصول میں فرق نہ کیا یعنی جو لوگ فال دیکھتے یا شگون مانتے یا منازعات کی تعظیم کرتے یا منازعات کو آراستہ کرتے یا مسکرات کو استعمال کرتے یا ریشمی کپڑے پہنتے انکو برا کہتا کہ یہ باتیں شریعت رسول کے خلاف ہیں قرآن شریف اور احادیث کو پڑھ کر اس نے خیال کیا کہ اصول شریعت اسلام میں حال کی آمیزشات کی وجہ سے بڑا تفاوت پیدا ہو گیا ہے تب یہ آمادہ ہوا کہ لوگوں کو حاصل حکام اور شریعت اسلام اُس قاعدے پر سکھاوے اور رواج دیوے جیسا کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اور عمل کیا ہے اور خیال کیا کہ دنیا کے مسلمان بھٹک گئے ہیں جو پیر اور اولیا کے قول کی پیروی کرتے ہیں اور یہ رواج انھوں نے اپنے فائدے کی غرض سے دئے ہیں اس نے صرف قرآن مجید اور احادیث نبوی کو اپنا ہادہ اور رہنما قرار دیا اور بہت سے رسالے اپنے عقائد میں تالیف کئے۔ اسکے کئی قلمی رسالے بحث توحید اور حرک بدعت و شرک میں کتب خائے ریاست رامپور میں میری نظر سے گذرے ہیں غرض کہ لوگوں نے اسکا کہنا مانا اور اسکے طریقہ کو تسلیم کیا۔ جلد دوم فتوحات اسلامیہ میں شیخ احمد و حلان نے لکھا ہے کہ اسکے متقدموں کو یہاں تک خیال تھا کہ محمد بن عبد الوہاب کہتا ہے جو شخص اُسے نہ مانے وہ کافر مشرک حلال الدم والمال ہے جو آیات قرآنی

مشرکین کے حق میں اُترتی ہیں انھیں مسلمانوں کے حق میں حل کیا جیسے ومن اضل
 صم عن يد عوام من دون الله من لا يستجيب له الى يوم القيامة وهم عن دعاءهم
 غافلون اُس شخص سے زیادہ گمراہ کون ہے جو اللہ کے سوا اُس شخص کو پکارتا ہے کہ جو
 اُسکو قیامت تک جواب نہ دے گا اور وہ پکارنے اُسکے سے غافل ہیں (ایضاً) ولا تدع
 من دون الله مالا ينفعلک ولا يضرك ولا یضرک یعنی اللہ کے سوا اُس چیز کو مت پکار جو
 نہ تجھکو نفع دے اور نہ تجھکو ضرر پہونچا سکے۔ محمد بن عبد الوہاب نے کہا کہ جو شخص محمد صلی اللہ
 علیہ وسلم یا کسی اور نبی یا ولی یا صالح کو پکارتے یا اُس سے شفاعت کا سوال کرے
 سو وہ انھیں مشرکین کی طرح ہے اور ان آیات کے عموم میں داخل ہے اور آنحضرت
 اور انبیاء و اولیاء و صلحا کی نیاریات کو جانا شرک قرار دیا اور کہا کہ کسی نبی یا ولی کو وسیلہ
 سمجھ کر پکارنا شرک ہے اور جو کسی کام کو سوا اللہ کے کسی دوسرے کی طرف منسوب کرے
 گو بطور عجز و عقلی کے ہو یہ بھی کفر ہے جیسے مجھے اس دوائے نفع پہونچایا یا اس ولی کی وجہ
 سے میرا یہ کام ہو گیا اور اللہ نے جو مشرکین کی زبان فرمایا ہے و نعبدہم ولا یقر بعبادنا
 الی الله خرافاً یعنی ہم انکی عبادت اسلئے کرتے ہیں کہ وہ ہم کو اللہ کے پاس پہونچا دیں
 سو جو کوئی وسیلہ کسی بزرگ سے ڈھونڈھتا ہے وہ مثل انھیں مشرکین کے ہے جو
 کہتے تھے کہ ہم بتوں کی پرستش صرف تقرب الی اللہ کے لئے کرتے ہیں کیونکہ مشرکین بھی
 خالق اُن بتوں کو نہیں جانتے تھے جیسا کہ مسلمان اِن اہل قبور کو خالق نہیں جانتے ہیں
 بلکہ کہتے تھے خالق وہی اللہ ہے چنانچہ اللہ خود فرماتا ہے ولئن سألتہم من خلق
 السموات والارض یقولون الله یعنی جو تو اُنسے پوچھے کہ کس نے پیدا کیا ہے آسمانوں اور
 زمین کو تو کہیں اللہ نے پس اللہ نے جو اُنکو کافر و مشرک کہا وہ صرف اِس وجہ سے کہ وہ
 کہتے تھے کہ ہم احسان کی عبادت تقرب الی اللہ کے لئے کرتے ہیں اعلیٰ ہذا یہ مسلمان بھی
 انھیں مشرکین کی طرح ہیں۔ اہل سنت نے بھی اُسکے رو میں بہت سے رسالے لکھے اور
 اُسکے شکوک کا جو بی جواب دیا یہاں تک کہ اُسکے بھائی شیخ سلیمان نے بھی اُس کے اقوال
 کا رد کیا اِس شخص کا بھی ایک رسالہ کتب خانہ ریاست راجپور میں میری نظر سے گذرا ہو۔

احادیث اور آیات سے اسی بات پر زور دیا ہے کہ مسلمان ایسی باتوں سے مشرک نہیں ہو سکتے اور جن باتوں کو محمد بن عبد الوہاب نے ناجائز اور ممنوع قرار دیا ہے ان کے جواز پر شیخ سلیمان نے دلائل لکھے ہیں۔ سر جان مالک نے اپنی تاریخ کے باب ۲۶ میں وہابیوں کے عقائد بیان کئے ہیں کہ وہ لوگ وحدانیت واجب الوجود اور رسالت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مقررین لیکن کہتے ہیں کہ خالق اور مخلوق کے درمیان کسی طرح نسبت نہیں انکا اعتقاد یہ ہے کہ کسی پیغمبر یا امام یا ولی کو کسی قسم کا تصرف بندوں کے معاملات میں حاصل نہیں اور نہ بدوفات کے آخرت میں انکو کوئی مدد دی یا قیام دہائی کا منصب حاصل ہو سکتا ہے اور جو مسلمان قرآن کی تاویل کرتے ہیں انھیں یہ کافر جانتے ہیں اور ایسے مسلمانوں کے ساتھ غزا اور جنگ کرنا لازم جانتے ہیں اور جو اقباب عزت و احترام پر دلالت کرتے ہیں وہ انکے نزدیک سوا اللہ کے اور پر اطلاق کرنا مکروہ ہے وہی اکیلا تقدیس اور تجید کے لائق ہے اور نص قرآن سے ثابت کرتے ہیں کہ ان فرقہ اسلام کے ساتھ جو ہمارے طریق پر نہیں مچارہ کرنا لازم ہے اور اُن سے یہاں تک جنگ کرنا چاہئے کہ یا اس طریق کو اختیار کر لیں یا مثل کفار کے جزیہ دیا کریں اور جب یہ لوگ ہمارے طریق کو اختیار نہ کریں بلکہ جزیہ اپنی جانوں پر لازم کر لیں تو لباس موٹا پھین گھوڑے پر سوار نہوا کریں رہنے کے لئے مکانات عالیشان نہ بنائیں اور انکا یہ بھی عقیدہ ہے کہ جو خراج اُس طرح نہیں لیا جاتا کہ جیسے پیغمبر علیہ السلام لیا کرتے تھے مثلاً خمس اور زکوٰۃ وغیرہ وہ غیر مشروع ہے اور محمد و علی وغیرہ کی قسم کھانا حرام ہے اسلئے کہ قسم عبارت ہے اس سے کہ جو کچھ دل میں مخفی ہے اُس پر شہادت طلب کرے اور امورات مخفی کا جاننے والا سوائے ذات پاک رب العالمین کے کوئی اور نہیں ہوا اور قبر و نہر گنبد وغیرہ عمارات بنانا ایک قسم کی بت پرستی جانتے ہیں اسی طرح مزارات اولیا اور انبیاء وغیرہ کو عین بت پرستی سمجھتے اسی لئے کہتے کہ مزارات اولیا کو توڑ ڈالنا چاہئے اور ان کے اسباب و سامان آرائش کا دنیا کے مشروع کاموں میں صرف کرنا اللہ پاک کی خوشنودی کا باعث جانتے اور مرد و نکی تعزیت کو حرام جانتے

اے مسلمان پاک کی روح جنت میں جاتی ہے اور یہ سرت کا موجب ہے نہ سوگ کا
 اخبار کو قابل عمل نہیں سمجھتے کتاب اللہ کو کافی جانتے اور انکایہ اعتقاد ہے کہ قرآن
 خدا کی کتاب ہے جو اپنے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کی ہے اور محمد صلی اللہ
 علیہ وسلم کو ایک نیک آدمی جانتے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ دوست رکھتا، جن اعمالات
 اور رسوم کا مثل ختنہ وغیرہ کے قرآن میں ذکر نہیں مگر اسلام میں وہ جاری ہیں
 انہیں قابل عمل و رآد قرار دیتے ہیں مگر کہتے ہیں کہ انکو رسوم و عادات مجھ کران کی
 متابعت کرنا چاہیے عبادات مذہب میں انکا شمار نہیں ہو سکتا بڑا اصول انکایہ ہے کہ
 جو لوگ انکے طریقے پر نہیں انکو قتل کرنا انکے مالونکو لوٹنا درست ہو اور اس معاملے میں
 مسلمانوں کو یہود و نصاریٰ سے بھی بتر خیال کرتے ہیں۔

ہم آگے چلکر دہا بیون کے ایک رسالے سے مضامین کا اقتباس کرینگے اُن سے اندازہ
 ہو جائیگا کہ یہ باتیں جو انکی نسبت بیان کی گئی ہیں کھانتک صحیح ہیں اور کھانتک غلط ہیں۔
 لکھتے ہیں اصل مذہب اُن نجدیوں کا حنبلی تھا اس مذہب کے لوگ حجاز میں غیرہ میں
 بہت ہیں اور نیا مذہب نکالنے کی نسبت اُن کی طرف بظاہر غلط ہے۔

اب ہم یہ بیان کرتے ہیں کہ جب محمد بن عبد الوہاب کے ہاں اور جماعت کا مجمع ہوا تو شہر کے
 حاکم سے مخالفت ہوئی بحالینہ اس کیفیت کے محمد بن سعود زبردست رئیس درعیہ کے پاس
 پہنچکر جو بنی حنیفہ سے تھا پناہ جا ہی اُسے حمایت کی بوجہ حمایت رئیس درعیہ کے دہابی
 سلسلہ قائم ہوا اور رئیس درعیہ نے اس جدید مذہب والے سے خاندانی رشتہ و قرابت
 قائم کر کے اُسکو تقویت دی محمد بن عبد الوہاب کے کاموں کے ظہور کی ابتدا ۱۱۸۰ھ ہجری
 سے ہوئی تھی اور انتشار کی ابتدا ۱۱۸۵ھ سے ہے اس رئیس درعیہ کا فرزند عبد العزیز مشہور
 دہابی ہو جب ۱۱۸۵ھ ہجری میں ابن عبد الوہاب اور محمد بن سعود رئیس درعیہ کا بھی انتقال
 ہوا تو عبد العزیز اُس کا قائم مقام ہوا اس نے فوج دہابی کو آگے بڑھایا
 اور ووردور گوشہاے ملک کو فتح کیا اس نے کربلائے معلیٰ پر بھی چڑھائی
 کی یہ فوج سعود بن عبد العزیز کی ماتحتی میں تھی، ذی الحجہ ۱۱۸۵ھ ہجری

پنجگانہ نماز مسجد میں ادا کرتے تھے۔

سعود اور اُس کے ساتھی اپنی جانوں کو نمازی اور موحد قرار دیتے ہیں چنانچہ فتح مکہ کے بعد
کے حالات میں انکا ایک رسالہ ہے جس کو حمد و ثناء کے بعد ان الفاظ کے ساتھ آغاز کیا ہے
و بعد فانما معاشرہ غن والموحدین اس رسالے میں لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ
نے ہم پر یہ احسان کیا کہ ہم مکہ میں ہفتے کو دو پہر کے وقت ماہ محرم ۱۱۰۰ ہجری میں
داخل ہوئے اہل مکہ نے اگرچہ ہم سے مخالفت کی مگر اللہ نے اُن کے دلوں میں ہمارا
وہ رعب پیدا کر دیا کہ آخر کار وہ گئے اور انھوں نے امیر سعود سے امان چاہی ہم نے
مکہ میں داخل ہو کر اُس شخص کو امن دی جو حرم میں تھا اور ہم حرم میں بیٹھ گئے
ہوئے داخل ہوئے تھے ہمارے لشکر نے حرم شریف کا بڑا پاس رکھا رکھنا کوئی درخت
کا ٹانہ کوئی جانور شکار کیا نہ کسی ذی روح کو مارا سوا اسے ہڈی کے یا اُن جانوروں کے
جو اللہ نے ہمارے لئے حلال کئے ہیں جب ہم عمرہ تمام کر چکے تو امیر سعود کے حکم سے
میدان احد میں باشندگان مکہ جمع کئے گئے اور اُس وقت علمائے مکہ سے وہ باتیں بیان
کی گئیں جن کی وجہ سے ہم اُن سے قتال کرتے ہیں اور اُنکو جتایا کہ تمہارے اور ہمارے
درمیان دو باتوں کی وجہ سے خلافت ہے۔

(۱) اخلاص توحید اور اقسام عبادات کی شناخت اور یہ کہ کسی سے دعا کرنا اُسے پکارنا
یہ بھی اقسام عبادات میں سے ہے اور معنی شرک کی تحقیق جسپر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
شرکین پر جہاد کیا تھا اور شرک کا ترک کرنا باقی چاروں ارکانِ اسلام پر
مقدم رکھا گیا تھا۔

(۲) امر معروف و نہی عن المنکر جسکا اب تم لوگوں میں نام کے سوا اثر باقی نہیں رہا
سب نے ان باتوں کو تسلیم کیا اور امیر سعود سے کتاب و سنت پر بیعت کی امیر نے اُن سب کے
تصور معاف کر دئے اور پھر کوئی شقت اُن پر باقی نہ رہی اور اُن کے ساتھ نرمی کا برتاؤ
ہونے لگا اور اُن سب کو جتایا گیا کہ ہم وہی بات دین میں قبول کرتے ہیں جو کتاب
و سنت سے ثابت ہے یا سلف صالح کے آثار سے ظاہر ہوئی ہے جیسے خلفاء اور ائمہ

اربعہ مجتہدین اور یا وہ لوگ جنہوں نے ائمہ اربعہ سے حاصل کیا ہے غرض کہ قرن ثالث تک
 کے آثار سے جو بات ہم ظاہر ہوئی ہے ہم اسی کو قبول کرتے ہیں کیونکہ حضرت صلی اللہ
 علیہ وسلم نے فرمایا ہے خید کہ قونی ثم الذین یلونہم ثم الذین یلوہم
 یعنی تمام امت سے بہترین قرن ہے پھر وہ لوگ بہترین جو ان کے متصل ہیں پھر وہ لوگ
 کہ ان کے متصل ہیں اور ہم ہر وقت حق بات کے شریک ہیں اور جو بات روشن ہے
 اسی کی متابعت کرتے ہیں اور اس باب میں ہمارے لوگوں سے مخالفت واقع ہوئی
 سے کوئی پروا نہیں جو آگے گدڑ چکے ہیں اور ہم نے سب کو یہ سمجھا دیا کہ اموات سے طلب
 حاجات کرنا شرک ہے اور ہمارے اس قول پر جس نے کوئی شبہ وار کیا ہے اسکو دلائل
 قاطعہ قرآن و حدیث سے بخوبی دفع کر دیا یہاں تک کہ سب کو ہمارے اقوال پر پورا پورا
 یقین حاصل ہو گیا اور ان کے خاطر نشین یہ امر ہو گیا کہ جو شخص سوائے اللہ کے کسی اور سے
 اسکی مخلوق میں سے دعا کرتا ہے اور اسے پکارتا ہے یہ لکھ یا رسول اللہ یا ابن عباس
 یا عبد القادر اور یہ سمجھتا ہے کہ ان کے پکارنے سے مجھے نفع پہونچے گا ہم سے شرف ہو گا مریض
 کو آرام ہو جائیگا دشمن پر نفع حاصل ہوگی وغیرہ وغیرہ یہ شرک اکبر ہے ایسا شخص شرک ہو
 اسکا قتل حلال ہے اور ہم نے سب کو یہ بتا دیا کہ قبروں پر جو گنبد بنائے جاتے ہیں یہ اس
 زمانے میں بننے لے بہت برستی کے ہو گیا ہے اس سے غرض یہ ہوتی ہے کہ صاحب مقبرہ سے
 حاجت طلب کرینگے اور اس کے سامنے گریہ و زاری کرینگے اور وہ ہماری مشکلات کو حل کرینگا
 جیسا کہ زمانہ جاہلیت میں دستور تھا۔ ان سب لوگوں میں مفتی حنفیہ شیخ عبدالملک قلعی
 اور حسین مغربی مفتی مالکیہ اور عقیل بن عمر علوی اور محمد اُستی بھی حاضر تھے بعد اس کے
 ہم نے تمام مقبرے اور گنبد توڑوا ڈالے جن میں لوگ جمع ہو کر دعائیں کیا کرتے تھے
 ان منہدمہ عمارات میں مکان بی بی خدیجہ اور قبہ المولد بھی شامل ہیں تاکہ مسلمانوں
 کو معلوم ہو جائے کہ کسی شخص کی شان کی تعلیم ضرور نہیں یہاں تک کہ اس بقعہ پاک میں
 ان طاغوت کا نام باقی نہ رہا اللہ تمام رسوم جاتے رہے تنہا کو بیٹے کے تمام آلات (حق) تلف
 کر دئے اور منادی کرا دی گئی کہ یہ حرام ہے اور جھنگڑوں کے مساکن اور ان لوگوں کے

مکانات جو فسق و فجور میں نامزد تھے جلو اوڑے اور حکم عام سنایا گیا کہ تمام مسلمان ایک جگہ جمع ہو کر جماعت کے ساتھ نماز ادا کیا کریں اور ایک ہی امام کے پیچھے نماز پڑھا کریں وہ امام ائمہ اربعہ کے مذہب میں سے کسی مذہب کا مقلد ہو پس اس کاروائی سے ایک عمدہ حالت توحید کی پیدا ہو گئی اور سب رعایا سے مکہ متفق ہو کر رہنے لگی اور ان پر شریف عبدالمعین کو حاکم کر دیا اور رعایا سے مکہ معظمہ کو رسائل شیخ محمد بدئے لکھے جن میں مطالب کو عمدہ تقریروں کے ساتھ قرآن و احادیث سے ثابت کیا ہے اور ایک رسالہ ان سب رسائل سے منتخب کر کے عوام کے لئے تیار کر دیا گیا کہ ان کی مجلسوں اور محفلوں میں پڑھا جایا کرے اور علما ان لوگوں کو معافی سمجھا دیا کریں مطالب اس رسالہ منتخب کے یہ ہیں۔ عبادت کا نام اس وقت تک عبادت نہیں ہو سکتا جب تک توحید کے ساتھ نہو جیسے کہ نماز جب تک طہارت کے ساتھ نہو نماز میں کھلائی پس جبکہ شرک عبادت میں داخل ہو تو عبادت فاسد ہو گئی جیسے کہ حدیث سے طہارت فاسد ہو جاتی ہے پس جو شخص یا رسول اللہ یا ابن عباس۔ یا عبد القادر کے وہ مشرک ہے جب تک تو بہ نہ کرے اسکا قتل حلال ہے اسی طرح جو اللہ کے سوا دوسرے کے نام پر فوج کرے یا اللہ کے سوا دوسرے کی نذر مانے ایسے لوگوں پر حضرت علی رضی اللہ عنہ وسلم نے جہاد کیا ہے پھر چار قاعدے لکھ کر رسالے کو ختم کر کے کہا کہ حسین بن محمد بن حسن بن یحییٰ حضرت امام الجبائی نے امیر سعود اور اسکے دوستوں سے بہت سے مسئلے دریافت کئے جس کے جواب میں بننے اس سے بیان کیا کہ ہمارا مذہب اصول دین میں وہی جو اہل سنت و جماعت کا ہے اور ہم طریقہ سلف پر چلتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ ہم اس بات کے مقررین کہ آیات و احادیث میں جو صفات الہی وارد ہوئی ہیں وہ اپنے ظاہری پر محمول ہیں اور معانی ان کے اللہ جانتا ہے اور خیر و شر حملہ اللہ کی مشیت سے ہیں جو وہ چاہتا ہے وہی ہوتا ہے بندے کو افعال کے پیدا کرنے پر قدرت نہیں بندہ کا سب ہے جسکی وجہ سے اللہ اسکو ثواب اور اہ فضل دیتا ہے اور عذاب اس پر جو عدل کے کرتا ہے اللہ تعالیٰ پر کوئی شے واجب نہیں اور اللہ کا دیدار قیامت میں بلا کیف اور بے احاطے ہو گا اور ہم فروع میں

امام احمد بن حنبل کے تبع ہیں اور ائمہ اربعہ کے مقلدوں کو ہم پر انہیں جانتے ہاں جو ان کے سوا اسلام میں مذاہب ہیں ان کے ہم منکر ہیں جیسے زید یہ اور امامیہ وغیرہ کیونکہ ان کا مذہب مضبوط نہیں سو ہم ایسے لوگوں کو ائمہ اربعہ کی تقلید پر مجبور کرتے ہیں اور ہم اجتہاد مطلق کو برا جانتے ہیں ہاں ہم بعض اُن مسائل اجتہادیہ کے مخالفت میں جن کے خلاف ایسی نص جلی قرآن و حدیث سے معلوم ہوتی ہے جو نہ نسخ ہے نہ مخصوص نہ اُن کے معارض نہ کوئی قوی نص موجود ہے پس ایسی صورت میں ہم مذہب کی تقلید نہیں کرتے جیسے ارث جد کا اور اخوت پس ہم ارث جد کو مقدم رکھتے ہیں یعنی میراث جد کو دلو اتے ہیں بھائی کو نہیں دلو اتے اگرچہ یہ بات مذہب حنابلہ کے خلاف ہے۔ ہم اُن باتوں کے کرنے کے لئے حکم دیتے ہیں جو ظاہر شرع سے مفہوم ہوتی ہیں اُن باریکیوں پر عمل نہیں کرتے جو علما نے پیدا کی ہیں اور ہم قرآن کے سمجھنے کے لئے تفاسیر متداولہ معتبرہ سے مدد لیتے ہیں اور ایسی تفاسیر ہمارے نزدیک یہ ہیں تفسیر ابن جریر اور اُس کا مختصر جو ابن کثیر شافعی نے کیا ہے بغوی بیضاوی تفسیر خازن تفسیر حاد و جلالین وغیرہ اور احادیث کے سمجھنے کے لئے اُنکی شرح ذیل ہمارے نزدیک معتبر ہیں عسقلانی و قسطلانی شرح بخاری اور نووی شرح مسلم اور مناوی شرح جامع صغیر اور ہم کتب حدیث رسول خصوصاً صحاح ستہ اور اُنکی شرح سے زیادہ رغبت رکھتے ہیں اور مذاہب میں جس قدر علوم و فنون کی کتب موجود ہیں مثلاً اصول و فروع اور قواعد و سیر و نحو و صرف وغیرہ ہم انھیں اچھا جانتے ہیں اُن میں سے کسی کے تلف ہونے پر ہماری مرضی نہیں ہاں جس سے شرک پیدا ہونے کا اندیشہ ہے وہ کتاب ہمارے نزدیک بری ہے جیسے روض لریاحین یا جس سے عقائد میں خلل آتا ہے جیسے علم منطق اس کو ہم حرام جانتے ہیں اور جو بعض بدوؤں نے رعایا سے طاقت کی بعض کتابیں تلف کر دی تھیں یہ اُنکی حماقت اور جہل کی وجہ سے واقع ہوا نہ ہمارے حکم سے اور ہم نے اس فعل پر اُن کو نہ ابھی دی اور ہم جنگ میں عورتوں اور بچوں کا قتل کرنا جائز نہیں سمجھتے اور ہم ہر لوگ یہ بتان کرتے ہیں کہ ہم حق بات کو مٹاتے ہیں اور لوگوں کو داؤن دیتے ہیں اس طرح کہ اپنی راے سے قرآن کی تفسیر کرتے ہیں اور جس قدر ہمارے حکم کے موافق ہوتا ہے

اسی قدر حتمہ حدیث کا لیتے ہیں اور ان کی شریعت کی طرف رجوع نہیں کرتے اور ہم
 آنحضرت کے رتبے کو گھٹاتے ہیں اس طرح کہ انکو کہتے ہیں کہ وہ قبر میں گل گئے ہیں
 اور انکو رتبہ شفاعت حاصل نہیں اور ان کی قبر کی زیارت کرنا مستحب نہیں اور وہ
 معنی لا الہ الا اللہ کے نہیں جانتے تھے یہاں تک کہ انہیں یہ آیت اتنی فاعلم انہ
 لا الہ الا ہو یعنی تو جان لے نہیں کوئی معبود سوا اُسکے اور ہم علما کے اقوال پر التفات
 نہیں کرتے اور مولفات اہل مذاہب کو تلف کرتے ہیں اور ہم مجسمہ ہیں اور ہم اپنے
 زمانے کے لوگوں کو اور چھٹی صدی کے بعد کے لوگوں کو عموماً کافر جانتے ہیں سوا اُس
 شخص کے جو ہمارے عقائد پر ہو اور جسے ہم بہت لیتے ہیں تو پہلے انکو یہ سنا دیتے ہیں
 کہ وہ مشرک ہیں اور انکے مان باپ بھی اگر مر گئے ہیں تو مشرک مرے ہیں اور ہم نبی
 علیہ السلام پر درود بھیجنے کی ممانعت کرتے ہیں اور قبور مشروعہ کی زیارات مطلق
 حرام جانتے ہیں اور یہ خیال کرتے ہیں کہ جو ہماری چال و حال پر ہے اُس سے سارے
 حکام کا یہ حق ہے کہ فرض بھی ساقط ہو جاتا ہے اور ہم اہل بیت نبوی کا حق نہیں سمجھتے
 اور ہم انہیں جبر کرتے ہیں اس بات کے لئے کہ اپنے غیر کفو سے بھی نکاح کر لیں اور ہم
 بعض بوڑھے مردوں پر جبر کرتے ہیں کہ اپنی جوان عورتوں کو طلاق دیدیں تاکہ وہ نوجوانوں
 سے نکاح کر لیں یہ سب باتیں دروغ ہیں جو ایسی باتیں ہماری طرف منسوب کرتا ہے
 وہ مفتری ہے جو ہم سے ملے اور ہماری مجلس میں آئے تو اُسے قطعاً یقین ہو جائے کہ
 ایسی باتوں کی کوئی اصل نہیں دشمنان دین نے ہم پر ان کو باندھ لیا ہے تاکہ
 لوگ ہم سے نفرت کرنے لگیں۔

ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ مرتکب کبیرہ دائرہ اسلام سے خارج نہیں ہو سکتا اور نہ ہمیشہ دوزخ
 میں رہے گا جبکہ وہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت میں شریک نہ کرتا ہو اور ہمارے پیغمبر علیہ السلام کا
 رتبہ تمام مخلوق اکی سے افضل و اعلیٰ ہے اور اپنی قبر میں حیات ہیں اور انکی حیات شہدا
 کی حیات سے مانع ہے اسلئے کہ وہ سب سے افضل ہیں اور وہ سب سے افضل ہیں سلام اُسکا جو انہیں
 سلام بھیجے اور انکی زیارت سنوں ہے مگر حاصل سی قصد سے سفر کرنا نہ چاہئے بلکہ مسجد نبوی

کی زیارت اور اُس میں نماز پڑھنے کا قصد کرنا چاہئے اور جب مسجد کے قصد کے ساتھ اُنکی زیارت کا بھی قصد کیا جائے تو مضائقہ نہیں اور جو کوئی اُنپر وہ بھیجنے میں مشغول ہوتا ہے یہ اُسکے لئے عین سحوت ہے اور ہم کرامات اولیا کے منکر نہیں ہمارے نزدیک وہ حق ہے اور اولیا پر اللہ کی ہدایت اور مہربانی ہوتی ہے جبکہ وہ طریقہ شریعہ کی بھی پابندی رکھتے ہیں مگر اور دن کو اُنکی حیات و ممات میں اُنکی عبادت کرنا جائز نہیں اور اُنکی زندگی میں اُنسے دعا لینا چاہئے اور ہم اس بات کو ثابت رکھتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام انبیاء اور ملائکہ اور اولیا اور اطفال قیامت میں شفاعت کریں گے اور مخلوق میں سے کسی کی عظمت مثل اللہ تعالیٰ کے سمجھ کر اُسکے نام کے ساتھ قسم کھانا اور اُس قسم کو خدا کی قسم کا قائم مقام سمجھنا شرک اکبر ہے اور جو کوئی قسم کسی کی تعظیم کی راہ سے نکھائے بلکہ یوں ہی اُنکی زبان سے سرزد ہو جا تو یہ شرک اکبر نہیں مگر گناہ ہے اس کام سے اُسکو روکنا چاہئے اور درگاہ الہی میں کسی کو اپنا وسیلہ بنانا اس طرح کہنا اللھم انی اتوسل لیک بجا ہذا نبیک محمد یا بحق نبیک یا بجا عبادک الصالحین یا بحق عبدک فلان یہ بدعت مذمومہ اور ہمارے نزدیک اہل بیت کے ساتھ محبت رکھنا ضرور ہے کیونکہ یہ حکم قرآن و حدیث میں آیا ہے ہاں اسلام نے سب مسلمانوں میں مساوات قائم کر دی ہے اور اُنسے تو یہ بتایا ہے کہ جو زیادہ متقی ہے وہی زیادہ محترم ہے جب اہل بیت میں یہ وصف موجود ہو تو وہ بدرجہ اولیٰ تعظیم و تکریم کے مستحق ہیں اسی طرح اور علما بھی اسکے مستحق ہیں اور کسی کے ہاتھ پر بوسہ دینا اگر اس لحاظ سے ہے کہ یہ شخص سفر سے آیا ہے یا استاد ہے یا مدت کے بعد ملا ہے تو مضائقہ نہیں اور تعظیم کی راہ سے جیسا کہ جاہلیت میں دستور تھا ممنوع ہے اور اعتقاد کی راہ سے ایسا کرنا شرک میں داخل ہے اور نکاح فاطمیہ عورت کا غیر فاطمی مرد کے ساتھ اجماعاً جائز ہے حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ اپنی بیٹی کا نکاح کیا تھا اور سکینہ بنت امام حسین کا نکاح چار شخصوں سے ہوا تھا کہ ان میں سے بعض ہاشمی بھی نہ تھے بلکہ نکاح غیر کفو کے ساتھ بھی جائز ہے دیکھو زید کے ساتھ کہ وہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام تھے زینب ام المؤمنین کا

نکاح ہوا تھا جو قشری عورت تھیں حالانکہ اہل مذاہب جانتے ہیں کہ غلام حرہ کا کفو نہیں
 اخذ ہوا ہے اور ان کے ہمراہی جناب امیر کے ساتھ لڑائی جھگڑا کرنے سے خطا وار ہوئے
 اس پر اجماع ہے اور ہمیشہ اسی خطا پر رہے اور اسی پر مرے مگر سلف نے کسی کو کافر نہیں
 مانا اور نہ انکو فاسق کہا بلکہ اجتہاد کا اجر ان کے لئے ثابت کیا ہے یہی حال ہے ان
 لوگوں کا جنکی دیانت صحیح ہے اور ان کی نیکی و برہنہ نگاری مشہور ہے اور عادت اچھی ہے
 اور مسلمانوں کو نصیحت کرتے ہیں اور علوم نافع سکھاتے ہیں اور ایسے علوم میں کتابین
 بناتے ہیں اور پھر کسی مسئلے میں خطا کرتے ہیں اور ہمارے نزدیک جو کچھ قرون ثلثہ کے
 بعد نئی بات نکلی ہے وہ مطلقاً مذموم ہے بدعت حسنہ و قبیحہ کی تقسیم درست نہیں ہاں
 اگر یوں جمع کرنا ممکن ہو کہ حسن سے مراد وہ ہے جس پر سلف صالح تھے اور وہ شامل ہے
 واجب اور مندوب اور مباح کو اور اُسکو بدعت مجاز آتے ہیں اور قبیح سے مراد وہ ہے
 جو ان کے خلاف ہے اور شامل ہے محرمات اور مکروہات کو تو اس جمع کرنے میں مضائقہ نہیں
 ہم جن کاموں کو بدعت مذموم جانتے ہیں اور ان سے منع کرتے ہیں یہ ہیں کہ مقامات اذان
 میں اذان کے بعد زور سے اور کوئی چیز نہ پڑھنا چاہئے خواہ وہ قرآن کی آیات ہوں
 یا نبی علیہ السلام پر درود وغیرہ وغیرہ اسی طرح جمعہ کی رات کو بارِ رمضان میں یا
 عیدین میں کیونکہ یہ سب بدعات مذموم ہیں ہم نے ایسی باتیں سارے کے سے مٹا دی
 ہیں اور علمائے مذاہب نے بھی انکے بدعت ہونے کا اعتراف کر لیا ہے اور وقت محفل میلاد
 کے لئے مقرر کرنا یا یہ اعتقاد کرنا کہ ذکر مولد رسول عبادت ہے یہ بھی بدعت مذموم ہے ہاں
 اگر سیرت رسول پر اطلاع حاصل ہونے کی نیت سے ذکر مولد رسول کیا جائے تو مضائقہ
 نہیں اور تسبیح رکھنا بھی بدعت ہے اور مشائخ و اولیاء کے عرس کرنا اور زور سے دہان کچھ
 پڑھنا یا فاتحہ خوانی آواز بلند کے ساتھ کرنا ایسی باتیں شرک اکبر ہیں ایسے لوگوں کے ساتھ
 ہم قتال کرتے ہیں اور جس قدر علمائے درود و وظائف میں رسائل قرآن و احادیث سے
 استنباط کر کے لکھے ہیں انکا پڑھنا مضائقہ نہیں کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کا ذکر و شغل اور پیغمبر
 علیہ السلام پر درود بھیجنا ہے اور چلا چلا کر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت میں اشعار

پڑھنا بھی ہم جائز نہیں رکھتے اور نماز تراویح سنت ہے اور اسکو جماعت سے ادا کرنے میں مضائقہ نہیں اور ماہ رمضان میں آخری جمعہ کے دن نماز جمعہ کے بعد پانچون وقت کی نماز نہایت قضاے عمری پڑھنا ممنوع ہے اور جنازے کے ساتھ زور سے ذکر کرنا بھی ممنوع ہے اور طبل جنگ کے سوا سارے باجے لہو و لب میں داخل ہیں اور یہاں دین دف بجانا مضائقہ نہیں اور بیچگانہ نماز کے بعد مشائخ کے لئے فاتحہ پڑھنا بدعت ہے اور ہمارے نزدیک ابن قیم اور انکے اُستاد ابن تیمیہ اہل سنت کے امام ہیں مگر ہم ہر مسئلے میں ان کے مقلد نہیں کہی مساکل میں ہم ان کے مخالف ہیں مثلاً ہمارا یہ مذہب ہے کہ تین طلاق ایک لفظ سے ایک ہی مجلس میں واقع ہو جاتی ہیں اور ذوق صحیح ہو اور نذر ماننا جائز ہے اور جو نذر گناہ نہوا سکا پورا کرنا واجب ہے اور ان دونوں کا یہ مذہب نہیں یہاں تک اس رسالے کا بیان تھا۔

اب سننا چاہئے کہ جب سعود کے میں اپنی کارروائی کامل کر چکا اور پورا پورا تسلیط ہو گیا تو اسنے سلطان روم کو اپنی کامیابی کا خط اس عبارت سے لکھا از جانب سلطان مسطظفہ کو ظاہر ہو کہ بین تاریخ ۱۲ محرم ۱۱۸۰ ہجری کو مکہ معظمہ میں داخل ہوا باشندون میں امن رکھی ہیں نے تمام وہ چیزیں اس مقام متبرک سے دور کیں جنکی پرستش بتونکی مانند یہاں کے لوگ کرتے تھے میں نے تمام محصولات جو خلاف شرع تھے دور کئے ہیں اس قاعدے کو حسب حکام نبوی کل مقرر کیا جس کو تمنے مقرر کیا تھا میں چاہتا ہوں کہ تم حکام دمشق و قاہرہ کو حکم دو کہ شہر میں وہاں کے لوگ ڈھول و قرنا بجاتے نہ آئیں کہ ان چیزوں سے مذہب کو کچھ فائدہ نہیں ہے خدا تمہارا پنا فضل و کرم رکھے۔

بعد اسکے سعود نے جدے کا محاصرہ کیا شریف غالب بن مساعد بن سعید بن سعد بن زید کہ وہاں موجود تھا جواب دیتا رہا ۱۱۸۰ ہجری میں عبدالعزیز حالت نماز میں ایک جیلان کے باشندے کے ہاتھ سے جسکا نام عبدالقادر اور مذہب شیعہ تھا مقتول ہوا سعود و جدے کا محاصرہ اٹھا کر درعیہ کو چلا گیا اور باپ کا قائم مقام ہوا شریف غالب نے میدان خالی پاکر مع فوج سلطانی جو شریف پاشا کے ماتحت تھی مکے کو کوچ کیا

اور وہاں پر از سر نو قبضہ کر کے جو وہابی موجود تھے انکو نکال دیا مگر وہابیوں کے قبضے میں طائفہ بدستور رہا جان پر عثمان مصطفیٰ انکی طرف سے منتظم تھا سعود درعیہ سے اپنی فوج لیکر حرمین کی طرف روانہ ہوا اور بتدریج تمام حکومت شریف پر قبضہ کر کے شہرہ ہجری میں پھر کے کاٹخ کیا اور اسکا ایسا سخت محاصرہ کیا کہ باشندگان مکہ بھوکون مرنے لگے اور کتے حلال کر کے کھانے لگے آخر کار شریف غالب نے مجبور ہو کر ذیقعدہ ۱۲۸۸ ہجری میں سعود کی اطاعت کر لی پھر وہابیوں نے فتوحات مدینہ منورہ میں حاصل کیں اور ایسی کامل کارروائی کی کہ کسی چیز کو اپنا تسلط کئے بغیر باقی نہ چھوڑا اور اولیاء کی قبور کے گنبد توڑا ڈالے اور حجرہ مبارک کا تمام مال و اسباب لوٹ لیا سعود نے چاہا کہ مرقد منور رسول مقبول سے چادر اٹھالے مگر خواب میں بشارت ہوئی اور حضور رحمت گنجور نے فرمایا کہ خبردار اس حرکت سے باز رہتا تب یہ باز رہا اور اپنی طرف سے مدینہ منورہ کے باشندوں میں سے ایک شخص کو جسکا نام مبارک بن منشیان ہے مدینے کا حاکم مقرر کر دیا۔ غرضکہ ۱۲۸۸ تک اچھی طرح ان وہابیوں کا حجاز پر تسلط ہو گیا ان مقامات میں نو بریں کامل اس سعود وہابی کی حکومت رہی۔

جلد دوم فتوحات اسلامیہ مولفہ شیخ احمد دحلان واقعات سلطان سلیم ثالث بن مصطفیٰ ثالث میں لکھا ہے کہ عثمانیہ سلطنت سے وہابیوں کا انتظام اسلئے نہوسکا کہ وہ نصاریٰ کی جنگ میں مصروف تھے اور نہایت کمزور ہو رہے تھے فوج وہابی اسقدر کثیر و زبردست ہو گئی کہ سلطان ترکی کو اپنی سلطنت جاتی رہنے کا خوف پیدا ہوا تب محمد علی پاشاہ والی مصر کو حکم دیا کہ وہ وہابیوں کے تسلط کو مقامات متبرک سے دور کرنے کے واسطے زبردست فوج سے چڑھائی کی جائے بموجب حکم سلطانی پاشا سے مذکور نے فوج جمع کی اور اسے اپنے بیٹے طوسون پاشا کی ماتحتی میں بھیجا مگر صفر اور حدیدہ کے مقام پر اس لشکر نے عربوں سے جو وہابیوں کی مدد کو جمع ہوئے تھے ذی الحجہ ۱۲۸۸ میں ایسی شکست فاش پائی کہ بہت کم لوگ بچکر گرتے پڑتے مصر کو واپس ہو سکے اور تمام مال و اسباب وہابیوں کے ہاتھ لگا پھر محمد علی پاشا نے دوسرا لشکر تیار کر کے بذات خود ۱۲۸۸ میں وہابیوں پر

جڑھائی کی اور یہ فوج تمام مقبوضات و ہابیہ کو فتح کرتی ہوئی صفر اور حدیدہ تک پہنچ گئی اور اُسے بھی ماہ رمضان میں نہایت حسن تدبیر کے ساتھ عربوں کو ملا کر بلا مقابلہ فتح کر لیا سپہ سالار لشکر و ہابیہ کو ایک لاکھ ریاں شوت میں دئے اور دوسرے افسروں کو اٹھارہ اٹھارہ ہزار ریاں دیے اور اُن کے واسطے وظیفہ مقرر کئے یہ سارا کام شریف غالب کی پیروی اور کوشش سے ہوا شریف مذکور بہ ظاہر و ہابیوں کے ہمراہ تھا مگر درپردہ یہ کارروائیاں کر کے اُنکی بیخ کنی کرتا تھا پھر عسکر سلطانی ماہ ذیقعدہ میں مدینہ میں داخل ہوا اور اوائل محرم ۱۲۲۸ء میں دریا کے رستے سے جدے پہونچ کر اسپر قبضہ کر لیا یہ سارے کام خفیہ طور پر شریف غالب کی رائے سے ہوئے پھر وہ چھپ کر فوج و ہابیم سے لشکر سلطانی لشکر میں چلا گیا مکہ اور جدہ میں سلطانی فوج کے داخل ہوتے ہی عثمان مضائقہ طاقت سے فرار ہو گیا مگر آخر کار گرفتار ہو کر قسطنطنیہ بھیجا گیا اور وہاں قتل ہوا پھر محمد علی پاشا نے تمام و ہابیوں کو حجاز میں سے چن چن کر قتل کرایا۔

۸۔ جمادی الاولیٰ ۱۲۲۹ء ہجری کو ۶۸ برس کی عمر میں سعود بن عبدالعزیز بن محمد بن سعود مرا تو درعیہ میں اُس کا بیٹا عبد اللہ جانشین ہوا یہ اگرچہ جبری تھا مگر جنگی داؤن گھات سے محض بے خبر تھا محمد علی پاشا نے اپنے بیٹے ابراہیم کو اُس کے تباہ کرنے کے لئے فوج دیکر روانہ کیا اس نے ۱۲۳۰ء میں درعیہ پہونچ کر متواتر لڑائیوں کے بعد ذی قعدہ ۱۲۳۳ء میں عبداللہ بن سعود کو مع امرا کے قید کر لیا جو قسطنطنیہ میں حکم سلطانی قتل ہوا اُس کے بیٹے ترکی عبداللہ کو خیال حکومت ہوا مگر دبدبہ سیاست سلطان محمد خان والی قسطنطنیہ سے زبا و کو بھاگا اور مارا گیا بعدہ اُس کے بیٹے فیصل نے زبا و میں اپنی حکومت قائم کی ۱۲۳۶ء میں پالگر لوسیا و ۱۲۳۷ء میں سروس بلی اس سے ملاقی ہوئے ۱۲۳۸ء میں فیصل نے انتقال کیا تو اُس کا بیٹا عبداللہ قائم مقام ہوا ہر چند کہ و ہابیوں کی فوجی قوت نابود ہو گئی تھی تاہم محمد بن عبدالوہاب نے جو صول قائم کئے تھے بعض مذہبی رہنما اُسکی تقلید کرتے تھے آج کل وہابی انوائن کہلاتے ہیں۔

ہندوستان میں وہابیت کا شیوع

اگر کوئی شخص ملک ہندوستان سے حج بیت اللہ کو جاتا اسکو وہابی خیالات کے مولوی ملتے پٹاتے سید احمد صاحب ساکن راہے بریلی سنیہ میں بعد انقراض حج ہندوستان کو آئے تو ارادہ کیا کہ شمالی ہندوستان کا اسلام درست کریں لوگوں نے سادات جانیگرہ عظیم کی اور اپنا مقتدا تسلیم کیا یہ تمام شمالی ہند میں اپنے مقلدین بنانے کے لئے پھرتے تھے پٹنہ میں اپنا نائب مقرر کیا اور دہلی پورے مولوی محمد اسماعیل ابن کے بہت بڑے مقلد ہوئے سید احمد صاحب واعظ نہ تھے واعظ مولوی محمد اسماعیل صاحب تھے جنکی نصیحتوں سے مسلمانوں کے دلوں میں ایک ایسا ولولہ اثر خیز پیدا ہو جاتا تھا جیسا کہ کسی بزرگ کی کرامت کا اثر ہو جاتا ہے ایک مرتبہ وہ کلکتہ میں سکھو نہر جہاد کا وعظ فرما رہے تھے اشنائے وعظ میں کسی شخص نے اُن سے دریافت کیا کہ تم انگریزوں پر جہاد کرنے کا وعظ کیوں نہیں کہتے وہ بھی تو کافر ہیں اسکے جواب میں مولوی اسماعیل صاحب نے فرمایا کہ انگریزوں کے عہد میں مسلمانوں کو کچھ اذیت نہیں ہوتی اور چونکہ ہم انگریزوں کی رعایا ہیں اپنے مذہب کی رو سے یہ بات فرض ہے کہ انگریزوں پر جہاد کرنے میں ہم کبھی شریک نہ ہوں۔

سید احمد صاحب نے ۱۲۳۳ھ اور ۱۲۳۴ھ کے درمیان سکھو نہر جہاد اس خیال سے کیا کہ وہ مسلمانوں کو حد سے زیادہ حیران اور دق کرتے تھے ۱۲۳۵ھ میں وہ پشاور کی سرحد پر یوسف زئی فرقوں میں گئے اور اُنھوں نے سکھو نہر جہاد کا اشتہار دیدیا کوہستانی قومیں سب حنفی مذہب بکھتی تھیں اور بہ نسبت ہندوستان کے سارے مسلمانوں کے اُنکو اپنے مذہب کا عقیدہ زیادہ تر مستحکم اور استوار ہے اور وہ اُن مسلمانوں سے کہ اُنکا ساقیدہ نہیں رکھتے ہیں دوستانہ نہیں پیش آتے ان قوموں کو مذہب ان وہابیوں کا پسند نہ تھا نہ اُن کے مسائل کو اچھا جانتے تھے مگر اس سبب سے کہ وہ سکھوں کے جو رستم سے نہایت تنگ و حیران تھے وہابیوں کے اس منصوبے میں شریک ہو گئے کہ سکھوں پر

حملہ کیا جائے اور انھوں نے ان قوموں کی مدد سے پشاور فتح کر لیا اور بعد فتح کے
 دوست محمد خان والی کابل کے بھائی سلطان محمد خان کے حوالے کر دیا مگر سلطان محمد خان
 نے فریب سے تھوڑے عرصے کے بعد پشاور کو گورنمنٹ سکھ کو دیدیا جب اس طرح ۱۸۲۹ء
 میں سکھوں کے ہاتھ پشاور لگ گیا اور پٹھانوں میں آپس میں فساد عظیم برپا ہوا اور
 ان وہابیوں کے بہت سے ہمراہیوں کو انھوں نے قتل کر ڈالا تو وہ مجبور ہو کر ہزارہ کو
 چلے آئے اس وقت سید احمد صاحب اور مولوی اسماعیل دونوں کے دل جھوٹ گئے
 اور ان کے پیروں کی ہمتیں ٹوٹ گئیں انکو معلوم ہو گیا کہ سرحد کے پٹھان
 ہمارے مذہب کے باعث ہم سے دلی عداوت رکھتے ہیں اب ہم کو ان سے کسی قسم کی
 امداد کی توقع نہیں رکھنی چاہئے اور ہماری یہ قلیل جماعت کسی طرح سکھوں پر کامیاب
 نہیں ہو سکتی اور ان سے مقابلہ نہیں کر سکتی اس وجہ سے انھوں نے کہا کہ اب ہمارے
 مذہب کے موافق جہاد جائز نہیں رہا پھر ہندوستانیوں میں خود اختلاف آ رہا ہو گیا کہ آیا
 سید احمد صاحب ہمارے امام ہونے کی قابلیت رکھتے ہیں یا نہیں چنانچہ ان میں سے اکثر کی
 توہین ہوئی تھی کہ وہ اس کام کے لائق نہیں ہیں اور بعض نے اس کے خلاف بیان کیا مگر
 مولوی اسماعیل صاحب نے اس حالت میں بھی ان جھگڑوں کے دفعیہ کیواسطے حتی الامکان
 کوشش کی اور ایک کتاب موسوم بہ منصب امامت لکھی جو ۱۲۶۵ ہجری مطابق ۱۸۴۹ء
 میں کلکتہ میں طبع ہوئی تھی لیکن انکی یہ تمام کوششیں بے فائدہ ہوئیں سید احمد صاحب کے
 پیرو بہت ہی کم ہو گئے اور آخر کار ۱۲۶۷ ہجری مطابق ۱۸۵۱ء میں خادی خانکی وغالبازی
 سے سکھوں کے مقابلے میں جسکا سپہ سالار شیر سنگھ تھا لڑ کر سید احمد صاحب میدان جنگ میں کام لے
 سید احمد صاحب نے شاہ عبدالقادر صاحب سے علم حاصل کیا تھا مگر علم صرف و نحو و قرأت
 پڑھ کر تصوف کی طرف متوجہ ہو گئے علم ظاہر میں سید صاحب کو پوری قدرت حاصل نہ تھی گو
 بعض کتب و راویہ حصین حصین وغیرہ پڑھی تھیں مگر علم باطن میں بہت محنت کی تھی
 مولوی اسماعیل صاحب بھی انکے ہمراہ شہید ہوئے تھے اور مولوی عبدالحی اس واقعہ
 سے قبل کابل کے راستے میں غار ضہ تپ و لوزہ سے فوت ہو چکے تھے سید صاحب کی

شہادت کے بعد اور بہت لوگوں نے جہاد یونکا ساتھ چھوڑ دیا مگر اور لوگوں نے انکا دل تھکا
کے لئے مصلحت یہ غیر مشہور کر دی کہ سید احمد اب تک زندہ ہیں صرف بطور کرامت غائب
ہو کر کسی پہاڑ کی کھوہ میں پوشیدہ ہو گئے ہیں مگر آخر کار جب اس دھوکے کا حال کھل گیا
تو سید احمد کے پیرو اپنے گھر وں کو ہندوستان واپس چلے آئے اور کچھ تھوڑے سے مسلمان
یہاں وں میں جا کر ستانہ میں آباد ہوئے یہ گناؤں سید اکبر شاہ کا تھا جو سید احمد صاحب کا
مشیر اور خزانچی تھا اور اخوند سوات نے وادی پشاور کا حاکم بھی مقرر کیا تھا ان میں سے
اکثر مسلمان پٹنہ اور دیگر اضلاع بنگالہ کے رہنے والے تھے مولوی عنایت علی
اور مولوی ولایت علی ان میں سرگروہ تھے یہ دونوں پٹنہ کے رہنے والے تھے
سٹیشن میں باغیوں کی وجہ سے انکی تعداد بڑھ گئی انگریزی سرکار نے جنگ نیلہ میں انکو
شکست دی آخرتاً یہ جبری تک بمقام بلوچی قریب ۳۰ کے آباد تھے اور وہی شیخ عبداللہ
بن فیصل حاکم زیادہ انکا حاکم تھا اس حاکم کی بیٹی کی شادی امام محمد صدر بازار پشاور
سے ہوئی تھی تاکہ وہابی لوگ نجد اور ہندوستان میں بڑھیں۔

مولوی سید احمد کے پیرو اب بھی پاکستان میں آباد ہیں اور وہ مجاہدین کے لقب سے
مشہور ہیں زبان انکی زیادہ تر اردو ہے پنجابی بھی بولتے ہیں سکھوں کے بعد یہ بھارت
و قسماً قسماً انگریزوں سے لڑتی رہی اور ہندوستان کی خفیہ تحریک کو برابر قائم رکھا
اب انکا صد مقام چمرند (بروزن سمرقند) ہے وزیرستان میں بھی انکی ایک شاخ تاحال موجود ہے۔
سعود نجدی اور سید احمد صاحب نے جو کام تلوار سے نہیں کیا تھا وہ بوجہ ارزانی چھاپ کے
لوگوں نے قلم سے کیا مولوی محمد اسماعیل صاحب نے جو صراط مستقیم اور تقویۃ الایمان
میں لکھا ہے اسکا اثر لوگوں پر پڑتا ہے مولوی صاحب روضہ شریک و بدلت کے جوش میں
بعض باتیں ایسے لہجے میں لکھ گئے ہیں جنکی وجہ سے وہ لوگ جو ان کے طریق پر نہیں
انکو مطعون کرتے ہیں مثلاً تقویۃ الایمان میں ان الشرائع لظلمہ عظیمہ کے فائدے میں
لکھتے ہیں کہ ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا اللہ کی شان کے آگے چار سے بھی ذلیل ہے اور
اسی کتاب میں حدیث ابدالہ واربکمہ واکرموا خاکمہ کے فائدے میں لکھتے ہیں

مولوی سید احمد صاحب
کا بیٹا مولوی
محمد شفیع شاہ
دکنی
موجود ہے

کہ اولیاء و انبیاء امام و امام زادے پر و شہید یعنی جتنے اللہ کے مقرب بندے ہیں وہ سب انسان ہی ہیں اور بندے عاجز اور ہمارے بھائی مگر ان کو اللہ نے بڑائی دی وہ بڑے بھائی ہوئے ہلکوانکی فرمانبرداری کا حکم ہے ہم انکے چھوٹے ہیں اور اکثر مقامات میں اولیاء و انبیاء جن اور شیطان اور بھوت اور پری کو شامل اس طرح ذکر کیا ہو کہ حفظ مراتب پیدا نہیں ہے احکام شرعیہ بیان کرنے میں نہایت آزادی سے کام لیا ہے اور لکھتے ہیں کہ کسی کو بکارنا اور منتیں ماننی اور نذر و نیاز کرنی اور اسکو اپنا وکیل و سفارشی سمجھنا کفر ہے گو اسکو اللہ کا بندہ اور مخلوق ہی سمجھئے اور گو وہ ولی و نبی ہو یا جن و شیطان یا بھوت و پری اور ایسا شخص شرک میں ابو جہل کی برابر ہے اور کسی پر پیغمبر کی قبر کو دور و دور سے قصد کر کے جائے یا وہاں روشنی کرے غلاف ڈالے چادر چڑھائے انکے نام کی چھڑی کھڑی کرے رخصت ہوتے وقت اٹے پاؤں چلے انکی قبر کو بوسہ دیوے مورچیل جھلے اسپر شامیانہ کھڑا کرے چونکھٹ کو بوسہ دیوے ہاتھ باندھ کر التجا کرے مراد مانگے مجاور بنکے بیٹھ رہے تو اسپر شرک ثابت ہوتا ہے اور وہ ختم حسین پڑھتے ہیں یا عبد القادر جیلانی شینا شدہ معنی اے شیخ عبد القادر دو تم اللہ کے واسطے نا جائز ہے۔

یا دگار غالب میں لکھا ہے کہ امتناع نظیر خاتم النبیین کے مسئلے میں مولانا اسماعیل شہید کی یہ رائے تھی کہ خاتم النبیین کا مثل ممکن بالذات اور ممکن بالغیر ہے یعنی آنحضرت کا مثل اسلئے پیدا نہیں ہو سکتا کہ اسکا پیدا ہونا آپکی خاتمیت کے منافی ہے نہ اس لئے کہ خدا اُسکے پیدا کرنے پر قادر نہیں ہے برخلاف اسکے مولانا افضل حق خیر آبادی کی جنسکو و بابیوں سے سخت مخالفت تھی یہ رائے تھی کہ خاتم النبیین کا مثل ممکن بالذات ہے اور جس طرح خدا اپنا مثل پیدا نہیں کر سکتا اسی طرح خاتم النبیین کا مثل بھی پیدا نہیں کر سکتا اعلام الناس کے حصہ چہارم میں جسکا لقب تحذیر المؤمنین من افکار المسلمین ہے لکھا ہے کہ مولوی محمد اسماعیل شہید فی سبیل شدہ کی تکفیر کے فتوے مکہ مبارک کے مفتینوں سے لکھوا کر لائے گئے اور اب تک نا انصاف مولوی اس بزرگ اعلیٰ کے کلام اللہ میں تصانیف کرنے والے اور آخر اسی راہ پر اپنی جان فدا کرنیوالے کے کفر پر اصرار کرتے ہیں

سالہا سال سے آمین آمین بالجہر کے باب میں حنفیہ اور وہابیوں کے جھگڑے چلے آئے ہیں جو مختلف شہروں ہندوستان و پنجاب (لاہور۔ امرتسر۔ لودھیانہ۔ میرٹھ۔ تاجپور ضلع در بھنگہ وغیرہ وغیرہ) میں مختلف صورتوں اور عدالتوں (دیوانی فوجدانی) میں پیش ہو چکے ہیں کسی عدالت سے ان مقدمات کی نسبت کبھی کوئی ایسا فیصلہ نہیں ہوا جو قطعی اور حکم اخیر سمجھا جاتا اور وہ ان مقدمات کا دروازہ بند کر دیتا و لی بین دونوں فریق کے طرفداروں نے مسائل فروعیہ اختلافیہ مثلاً نجاست آب اور نماز میں آمین بالجہر اور رفع یدین اور رفع سبابہ اور قنات خلعت امام اور قیام میں دونوں ہاتھوں کو سینے پر رکھنے اور بعد پیشاب کے پانی سے استنجا کرنے میں تنازعات برپا کئے بعض نے انکو حرام سمجھا اور بعض نے مثل موکدہ غرض کہ جادہ اعتدال سے گذر گئے ہر فریق اپنے مخالف فریق کو گمراہ اور ضالچ از اہل سنت و جماعت تقریر و تحریر میں کہنے لگا اور طح طرح کے اشتہار اور رسائل مشترکے یہاں کے فساد سے اور شہروں اور قصبوں کے مسلمانوں میں بھی نزاع و تکرار واقع ہوئی اور نوبت بہ فوجداری پہونچی اسلئے صاحب کمشنر دہلی نے ایک معاہدہ علمائے اہل حدیث (وہابیہ) اور علمائے فقہ (حنفیہ) سے لکھا کہ کمشنری قسمت دہلی میں داخل کرا یا جسکی نقلین تمام ہندوستان میں مشترک ہوئیں اسپر دہلی لکھنؤ عظیم آباد وغیرہ کے ۳۸ علمائے مہربن اور دستخط ہیں جن میں مولوی نذیر حسین صاحب دہلوی اور مولوی عبدالحلیم صاحب لکھنوی بھی ہیں یہ معاہدہ ۲۶ ذیقعدہ روز جمعہ ۱۲۹۱ ھ ہجری کا لکھا ہوا ہے خلاصہ مضمون اسکا یہ ہے کہ ایک فریق دوسرے فریق کے افعال نماز میں طعن و توہین سے پیش نہ آوے اور نماز ایک فریق کی دوسرے کے پیچھے بشرط رعایت عدم مفسدات جائز ہے پس جو شخص کرے اسکو منع نہ کیا جائے اور اس کے پیچھے بلاشبہ نماز پڑھنی چاہئے اور جو نکرے اسپر اعتراض نہو اور فاعل افعال مذکورہ اس کے پیچھے نماز پڑھے کوئی کسی کو برا اور بد مذہب نہ جائے مساجد میں کسی فریق کا کوئی فریقین میں سے مانع اور مزاحم نہو فاعل بالحدیث اپنے طور پر عمل کرے اور عامل بالفقہ اپنے طور پر ہر ایک مسجد میں

ہر ایک اپنے عمل بجالانے کا مجاز و مختار ہے پس ہم سب کو اس بات کا اشتہار دیتے ہیں کہ ہر دواعظ اپنے وعظ میں دلائل تکراری و مسائل جہتادی وغیرہ بیان نہ کرے البتہ وقت تدریس حدیث شریف کے اُسکے دلائل اور کتب فقہ کی تدریس کے وقت اُسکے دلائل بیان کئے جاویں اور طعن و تشنیع نکلیا جاوے علیٰ ہذا القیاس ہر موقع تحریر پر سوائے دلائل کتب کوئی بات خلاف تہذیب نہ لکھی جاوے اور اب جو شخص کوئی اشتہار یا کتاب ایسے مضمون کی شائع کرے جس میں مذاہب ائمہ اربعہ یا محدثین علیہم الرضوان کی توہین شرعی ہو اُسکے تدارک کی حکام سے استدعا کی جاوے الی آخرہ۔

اس فرقے کے سرگروہ مولوی سید محمد نذیر حسین صاحب دہلوی ^{۱۳۰۲} ہجری میں جب بعزم حج حرمین کو گئے تو وہاں اُن کو بعض ہندوستانیوں نے عقیدہ وہابیت کی وجہ سے گرفتار کرادیا اُنھوں نے سید عثمان پاشا گورنر حجاز و کمانڈر انچیف عربستان کے اجلاس میں عین مکہ مکرمہ میں وہابیت سے جسکو اعتراض سے تعبیر کیا گیا ہے انکار کیا گورنر حجاز نے ترکی زبان میں ان کے انکار کی تصدیق میں ایک دیباچہ انظہار مدینہ منورہ کے نام جاری کیا جسکا ترجمہ یہ ہے یہ جناب محافلین مدینہ منورہ معاہدات ہب حضرت صاحب من ہندوستانی مولویوں میں سے نذیر حسین اور ایک شخص انکے شاگردوں سے ان دونوں پر انکے ہوطنوں کی طرف سے جو معتزلہ ہونے کی تہمت لگائی گئی تھی اس لئے ان دونوں پر مواخذہ کر کے ضروری تحقیقات کی گئی مگر اس تہمت سے ان دونوں کا بری ذمہ ہونا ثابت ہوا وہاں بھی اگر انکے حق میں کوئی الزام لگایا جائے تو اس سے ان کی براءت ذمہ معلوم ہونے کے لئے یہ تحریر کی جاتی ہے ان مکہ تاریخ ۱۶ ذی الحجہ ^{۱۳۰۲} ہجری۔

نواب مولوی سید محمد صدیق حسن خان بن سید اولاد حسن بریلوی مولد قنوجی موطن بھی اس طریقے کے بہت معاون تھے یہ یک شنبہ ۱۹ جمادی الاولیٰ ^{۱۳۰۲} ہجری کو پیدا ہوئے اور چار شنبہ ۲۸ جمادی الاخریٰ ^{۱۳۰۲} ہجری کو بعارضہ استسقا مقام بھوپال میں انتقال کیا اور ^{۱۳۰۲} ہجری میں نواب شاہ جہان بیگم صاحبہ رئیسہ بھوپال کے ساتھ

عقد نکاح ہو جانے سے مرتبہ نوابی و امارت کو پہونچے۔ یسٹلہ ہجری میں بگم صاحبہ کی
استدعا کے بموجب اُن کا خطاب نواب دولہ مرحوم برٹش گورنمنٹ کے منظور کر کے حکم دیدیا
کہ تمام تحریرات ظہر و بھوپال و برٹش گورنمنٹ کے مراسلات میں یہی خطاب لکھا جاکر ہے
ایکما نسب امام زین العابدین تک منتهی ہوتا ہے مفتی محمد صدر الدین خان دہلوی اور مولانا
شیخ حسین بن محمد انصاری قاضی حدیدہ اور مولانا یعقوب دہلوی برادر مولانا محمد اسحاق دہلوی
عبدالحق بن فضل اللہ ساکن نیو مینی سے کتب علوم فنون کی تحصیل و تکمیل کی ورنہ جہل کی
اور احمد بن عبدالحکیم بن عبدالسلام حرائی اور محمد بن ابی بکر بن قسیم جوزی اور سید
محمد اسماعیل بن امیر سیانی اور محمد بن علی شوکانی کی مصنفات سے بہت استفادہ کیا اور انکی
راے کی اتباع کی اپنے کو محمدی مشرب سنی مذہب نقش بندی طریقہ پر لکھتے حالانکہ کسی سے
بیعت نہ کی تھی انھوں نے فہم حدیث و تفسیر و عربیت و غیرہ میں بزبان عربی و فارسی
دار و دو بہت سی تالیفات کیں اور لاکھوں روپے کے صرت سے چھوڑ کر انکو شائع کیا
اور علما نے اُن پر تقریظیں لکھیں ہندوستان بلکہ عرب و روم و مصر میں کوئی ایسی جگہ نہ ہوگی
یا کم ہوگی جہاں کوئی اہل علم یا عالم کا ذکر و اثر ہو اور انکی کوئی تالیف نہ ہو
اسی وجہ سے انکو بعض علما نے جو اس طریقے کے پابند ہیں اس صدی کا مجدد قرار
دیا ہے انکی عربی انشا پر دازی کی میرے سامنے جناب مولوی عبدالحق صاحب مرحوم
خیر آبادی کہ میرے استاد ہیں تعریف فرماتے تھے مگر باوجود اس کمال کے نواب صاحب
کی تالیفات میں بڑی خرابی یہ ہے کہ انکو اپنی تالیفات میں تحقیق و تدقیق کا التزام
نہیں صرف جمع و تالیف انکو پیش نظر رہتی تھی لہذا وہ ہر قسم کے مسائل کو محقق ہون
خواہ غیر محقق مناسب و ضروری ہوں خواہ غیر مناسب غیر ضروری اپنی تالیفات میں اگر بلفظ
نقل کر دیتے تھے یہی وجہ ہے کہ انکے ہم عصرون اور ہم چشمون (مولوی عبدالحق صاحب
وغیرہ علما) نے انکی تالیفات پر نکتہ چینی کی ہے اور انکے بعض مسائل میں غلطی و
تحقیق سے مخالفت ایسی ثابت کر دکھائی ہے کہ انکو نواب صاحب نے بھی مان
لیا ہے اور صاف لکھ دیا ہے کہ ہم صرف ناقل ہیں انکو اس سے بحث نہیں کہ وہ ان اہل

حق و تحقیق کون قول ہے نواب صاحب کی غرض مضامین کو اپنی کتاب میں درج کرنے سے غالباً اپنی جمعیت اور ہمہ دانی اور ہر مسئلے میں حاضر جوابی کا اظہار تھا۔ بطور نمونے کے عرض کرتا ہوں کہ کتاب البیضاء فی اصول اللغة میں جو قسطنطنیہ میں طبع کرائی ہے کتب علم لغت کے ذکر میں باب سیم میں کہا ہو مصد فیوض اللغة نذیر الدین شافعی فی زمانہ دولۃ الامیر نواب حمید یار خان جلد۱۰ بالنسب بریلی انتہی یہ رسالہ قلیل الحجز بان اردو میں قواعد فارسی میں ہے نہ علم لغت میں چنانچہ اسکا مؤلف دیباچہ میں کتاب بعد احمد اور صلوة کے یہ مالاتق نذیر الدین حسن الشافعی قرشی ہاشمی ابن شاہ غلام محی الدین اولیسی القاس رکھتا ہے کہ یہ رسالہ کہ نام اسکا مصد فیوض ہے اور تاریخ اسکی تصنیف کی اس نام سے حاصل ہوتی ہے واسطے فارسی سیکھنے والوں کے شہر بریلی میں بیچ رفاقت اور ملازمت امیر عالی مقام سردار والا احتشام سخن رخ معنی شناس کرم گستر فیضی ساس نواب عالی جناب احمد یار خان خلعت نواب ذوالفقار الدولہ ذوالفقار خان بہادر دلاور جنگ کے جمع کیا گیا انتہی اور نواب صاحب کی طرز تحریر سے پایا جاتا ہے کہ احمد یار خان کوئی والی ملک ہونگے حالانکہ ایسا نہیں یہ حافظ رحمت خان والی بریلی کے پوتے ہیں جنکی ریاست شمال ہجری میں شجاع الدولہ کے ہاتھ سے برباد ہو گئی تھی ملک الشعرا مددی علی زکی مراد آبادی کا شعر ہے ۵

دل مجھ سے ریا جُدا ہمیشہ	گویا وہ ضمیمہ منفصل ہے
--------------------------	------------------------

نواب صاحب نے اس کو اس طرح اپنا کر لیا ہے ۵

دل ماند زمن جُدا ہمیشہ	گوئے کہ ضمیمہ منفصل است
------------------------	-------------------------

جس زمانے سے نواب صاحب نے بیگم صاحبہ کے کاروبار میں شراکت یا مددگاری کی تھی گورنمنٹ کے افسر برابر خوش انتظامی کے مداح رہے اور گورنمنٹ نے بیگم صاحبہ کی تحریک سے انکے لئے خطاب نواب والا جاہ امیر الممالک اور اتواب سلامی وغیرہ مقرر کئے۔

نواب صاحب نے ایک بات بہت ہی فتوت اور اخلاق کے خلاف کی کہ بیگم صاحبہ کا دل انکی ولی عہد نواب سلطان جہان بیگم صاحبہ کی طرف سے ناخوش کروایا اور انکو بیخ بنوچلے ہیں

کوئی گسر نہ چھوڑی جسکا انتقام منتقم حقیقی کی طرف سے یہ ہوا کہ ۱۸۵۵ء میں سر پیل گریفن
 ایجنٹ گورنر جنرل سنٹرل انڈیا نے لارڈ ڈفرن ویسٹ ہند کے سامنے نواب صاحب کو
 گورنمنٹ کا مخالف اور مخالفین گورنمنٹ کا خیر خواہ ثابت کر کے نواب صاحب کا خطاب نوابی
 اور سارے اعزاز جو گورنمنٹ نے اُنکو دئے تھے سلب کر دئے مگر یکم صاحبہ والیہ بھوپال
 نے جنگ واپسی طرف سے عطائے خطاب نوابی کا اختیار حاصل ہے اسے یہ خطاب واپس نہیں لیا
 اور اس سلب ۱۸۶۱ء اور واپسی خطاب کا سبب یہ الزامات ہیں جو نواب صاحب پر لگائے گئے تھے۔

(۱) خرابی انتظام ریاست (۲) عام رعایا پر ظلم (۳) ملازمین مذہبی رعایت
 (۴) مذہب رعایا (ہنود و شیعہ و حنفیہ) سے بیجا تعرض (۵) بندوبست میں بیجا تشدد
 جسکی وجہ سے سات ہزار آدمی جلا وطن ہو گئے (۶) واپسی مذہب کی تائید
 (۷) مسیحی دین محمد کی معرفت احمدی سوڈانی گورو پیہ بھیجا (۸) مجموعہ خطبہ ہدایت لاساں
 ترجمان و ہابیہ اقرب الساعۃ وغیرہ کتابوں میں گورنمنٹ کی مخالفت میں مضمون لکھنا اور
 اُن میں گورنمنٹ سے جہاد و بغاوت کی ترغیب دینا وغیرہ وغیرہ گورنمنٹ کی اس کارروائی
 سے خوف زدہ ہو کر اگر بھوپال اور لاہور کے ہم مشربان نواب صاحب نے نواب صاحب
 کو خصوصاً اور تمام واپسیوں کو عموماً گورنمنٹ کے نزدیک اُسکی سلطنت کا خیر خواہ ثابت
 کرنے کے لئے گورنمنٹ انگلشیہ سے جہاد کی ممانعت میں رسائل و تحریرات شائع کرنا شروع
 کیں مگر اُنکے مخالفین نے فوراً تار لیا کہ یہ سب صرف آج کل کی مصلحت یا حکمت عملی کی نظر سے
 کیا جاتا ہے اور نواب صاحب کے مخالفین نے یہ بات اخبارات میں شائع کرادی کہ جب
 ۱۸۵۵ء میں جنرل ٹیلی وغیرہ کے فریب سے گورنمنٹ پر کھل گیا کہ نواب صاحب کی ایسی
 کتابیں جن میں انگریزوں سے جہاد کی ترغیب ہے شائع ہوئی ہیں اور گورنمنٹ کو یہ بات
 ناگوار گذری تب سے نواب صاحب نے اپنی سابق تصنیفات کے برخلاف گورنمنٹ سے
 جہاد کی ممانعت میں کتابیں تصنیف کیں نواب صاحب کا تحریرات مانع جہاد کا شائع کرانا
 اس موجدہ سطر کے خون سے تھا جسکے سامنے ہونے کا دشل برس پیشتر اُنکو یقین ہو گیا تھا
 مگر نواب کے دوستوں نے نواب صاحب کے ایما سے ان الزامات کے جوابات اکثر

ویسی اور بعض انگریزی اخبارات میں درج کرائے۔

ہمیں مولوی مسعود خان ابن جناب مولوی نظام الدین خان مرحوم رامپوری کی ذہانی جو نواب صاحب کے بڑے معتمد تھے یہ خبر پہونچی ہے کہ جب گورنمنٹ نے نواب صاحب پر یہ عتاب کیا تو انھوں نے اپنی بہت سی بنائی ہوئی کتابیں جو طبع ہو چکی تھیں اور گورنمنٹ کے کان تک ان کے الفاظ مخالفانہ نہ پہونچے تھے جلوادین۔

ہندوستان کے وہابی اپنی جانوں کو ابن عبدالوہاب کی طرف منسوب کرنا نہیں چاہتے

وہابی اپنے آپ کو اہل حدیث اور اہل سنت اور عامل بالحدیث اور موحد سمجھتے ہیں کیونکہ انکو یہ زعم ہے کہ ہمارا طریقہ سراسر علم قرآن و حدیث ہے اسے وقیاس سے بالکل دور ہو اور اولہ کتاب و سنت سے بہت نزدیک ہے اور اپنے مخالفوں و مقابلوں کو بدعتی کہتے ہیں اور ابن عبدالوہاب نجدی سے بیزاری ظاہر کرتے ہیں نواب صدیق حسن خان نے بھی ابن عبدالوہاب کو برا کہا ہے چنانچہ اپنے رسالہ حطہ فی احوال الصالح السیدین جو ۱۳۷۷ھ میں طبع ہو کر شائع ہو چکا ہے محمد بن عبدالوہاب نجدی کا حال بیان کر کے لکھا ہے انکی بہت مشہور خصلتیں جنکو برا سمجھا جاتا ہے دو خصلتیں ہیں اول لوگوں کو بلا دلیل کافر کہنا دوسرے بیگناہ خون بہانا۔

نواب صاحب حرجان وہابیہ میں جسکو انھوں نے ۱۳۷۷ھ میں چھپوایا ہے صفحہ ۲ پر کہتے ہیں یہ لوگ اس لقب سے کمال نفرت رکھتے ہیں اور انکار کرتے ہیں اور انکو وہابی کہنا ایسا برا لگتا ہے جیسے گالی دینا جب ہم اپنے تئیں کسی اگلے بڑے مامون کی طرف منسوب نہیں کرتے اور اپنے تئیں حنفی اور شافعی کہتے ہیں اور نہ حنبلی اور مالکی کہنے سے راضی ہوتے ہیں تو پھر محمد بن عبدالوہاب کے پیچھے چلنے اور اُن کے طریقے میں اپنے تئیں داخل کرنے پر کب راضی ہوں گے۔

اور سرسید احمد خان تہذیب الاخلاق میں ایک مقام پر لکھتے ہیں کہ وہابی اپنے آپ کو محمدی کہتے ہیں اور رسالہ جواب ڈاکٹر ہنٹر میں فرماتے ہیں کہ یہ لوگ لفظ غیر مقلد کو بھی

ویسا ہی بڑا سمجھتے ہیں جیسا کہ لفظ وہابی کو اس گروہ کا قدیمی خطاب اہل حدیث ہی
 جس نے وہ زمانہ تقرر مناہل ربیعہ میں مشہور تھے غرض انکی اس سے یہ ہے کہ لفظ وہابی
 وغیرہ مقلد کا اطلاق اس گروہ سے اڑ جائے اور یہ ثابت ہو جائے کہ جو لوگ آج کل وہابی
 سمجھے جاتے ہیں یہ انھیں اہل حدیث کی چال و حال پر ہیں حنا کتب اہل سنت میں
 حنفیہ و شافعیہ کے مقابلے میں ذکر کیا جاتا ہے وہ لوگ یہاں تک ہیں۔ یزید بن ہارون۔
 یحییٰ بن سعید۔ احمد بن حنبل۔ اسحاق بن راہویہ۔ عبد الرحمن بن مہدی۔ عبد الرزاق۔
 ابو بکر بن ابی شیبہ۔ مسدد۔ ہناد۔ فضل بن دکن۔ علی بن مدینی وغیرہ اور ان کے
 بعد کے طبقے کے جیسے امام بخاری۔ مسلم۔ ابوداؤد۔ عبد بن حمید۔ دارمی۔ ابن ماجہ۔
 ابویعلیٰ۔ ترمذی۔ نسائی۔ دارقطنی۔ حاکم۔ بیہقی۔ خطیب بغدادی۔ ویلیٰ ابن عبد البر
 وغیرہ۔ ۱۹۔ جنوری ۱۸۸۷ء کو گورنمنٹ ہند اور گورنمنٹ پنجاب سے حکم نافذ ہوا کہ
 سرکاری کاغذات میں لفظ وہابی کو مسدود کیا جائے مگر اس حکم کے ساتھ یہ بھی شمال تھا
 کہ اس فرمے کے بجائے لفظ وہابی کے لفظ غیر مقلد سے مخاطب کیا جائے لیکن اس گروہ
 کے مختلف صوبہ جات ہندوستان پنجاب مالک متحدہ اور ممبئی دارس بنگال مالک
 متوسط کے تین ہزار ایک سو چھتیس اعیان اشخاص کے یہ خواہ کرنے پر کہ جو لفظ غیر مقلد کو بھی
 ویسا ہی بڑا جانتے ہیں جیسا کہ لفظ وہابی کو۔

گورنمنٹ ہند کو اس لفظ کے ساتھ مخاطب کرنے سے بھی معاف رکھے اور ہم کو بجز اہل حدیث
 کے کسی لفظ سے مخاطب نہ کرے جسکا اثر و نتیجہ یہ ظاہر ہوا کہ گورنمنٹ کے نزدیک لفظ
 غیر مقلد بھی ویسا ہی دل آزار سمجھا گیا جیسا لفظ وہابی سمجھا گیا اور اس گروہ کو اس کے
 استعمال سے معاف رکھا گیا۔

ڈاکٹر ہنٹر صاحب ممبر کونسل واضع قانون نے ایک رسالہ لکھا "سین ان لوگون کو
 گورنمنٹ کا بدخواہ قرار دیا تھا اس رسالے سے بہت سے افسران گورنمنٹ نے دھوکا
 کھایا اور سمجھ لیا کہ وہابی گورنمنٹ کے باغی کا نام ہے یا گورنمنٹ سے بغاوت وہابیوں کا
 کام ہے جسکو سید احمد خان نے عمدہ تفصیل سے اٹھایا اور خوب ثابت کر دکھایا ہے

کہ یہ فرقہ جسکو وہابی کہا جاتا ہے گورنمنٹ کا مخالف نہیں ڈاکٹر ہنٹر صاحب نے ناواقفی کے سبب دھوکا کھایا ہے۔ لیکن تعجب یہ ہے کہ سید صاحب نے تہذیب الاخلاق میں ایک مقام پر وہابیوں کو فرقہ ضالہ بتاتا ہے۔

یہ بھی یاد رکھو کہ آج تک کوئی پہاڑی پٹھان ایسا نہیں گذرا جو سوائے حنفی مذہب کے اور کسی مذہب کا پیرو ہو یا وہابیت کی جانب ذرا بھی میلان خاطر رکھتا ہو۔

حیات افغانی میں یہ فرقہ لکھا ہوا دیکھا ہے کہ چند عرصے سے ملا سید میر کوٹہ کے پیرو وہابی سمجھے جاتے ہیں اور اخوند سوات کے پکے پیرو جو حنفی المذہب ہیں ملا سید میر کے معتقدین کو گمراہ سمجھتے ہیں اور اکثر عثمان زئی اور ناصر امجد کی اولاد جو گڑھی اسماعیل کا باشندہ تھا ملا سید میر کے طرفدار ہیں۔

فرقہ وہابیہ کے بعض عقائد

مولوی فضل احمد مفتی شہر لودھیانہ لکھتے ہیں کہ وہابیہ کی دو قسمیں ہیں اُن میں سے ایک تو وہ ہیں جنھوں نے علانیہ ہم سے جدائی اختیار کر لی اور اجماع امت سے علیحدہ ہو کر تقلید شخصی کا انکار کر دیا ان سے ہم کو کچھ سروکار نہیں مگر دوسری قسم کے وہابیہ انکا فتنہ نہایت عظیم و ضرر رسان ہے یہ وہ لوگ ہیں جو ظاہر میں برٹے زور سے دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم مقلد اور پکے حنفی ہیں اور تقلید امام کو تمام اصول و فروع میں واجب سمجھتے ہیں مگر عقائد میں اکثر غیر مقلدون سے بالکل متفق ہیں اسلئے امامت انکی ناجائز اور وہ قابل نفرت ہیں۔ فرست انکے عقائد کی حسب ذیل ہے (۱)۔ خدائے تعالیٰ کا جھوٹ بولنا ممکن ہے۔ لمخضا از سالہ یک روزی ولفہ مولوی محمد اسماعیل صاحب دہلوی صفحہ ۱۴ مطبوعہ مطبع فاروقی دہلی ۱۳۹۵ ہجری۔

(الف) اگر مراد از محال ممتنع لذاتہ است کہ تحت قدرت الہیہ داخل نیست پس لا نسلم بلفظہ الخ۔ یکروزی و تقویۃ الایمان مطبوعہ مطبع نوکلشور

بار دوم ۱۳۸۲ھ ۶۔

(رب) امکان کذب کا مسئلہ تو اب جدید کسی نے نہیں نکالا۔ قدما میں اختلاف ہوا ہے کہ خلف و عید آیا جائز ہے یا نہیں ان اللہ علی کل شیء قدید کے خلاف ہے بلفظہ براہین قاطعہ از مولوی خلیل احمد ساکن انبیٹھی صفحہ ۲ مطبوعہ مطبعہ الہامیہ پریس ساڈمورہ ضلع انبالہ ۱۹۰۷ء وصیانتہ الایمان از مولوی محمد اسماعیل دہلوی۔

(۲) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم بڑے بھائی کے برابر کرنی چاہیے۔
مختصاً - تقویۃ الایمان صفحہ ۶۰۔

(۳) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خدا کی شان کے سامنے چار سے بھی ذلیل ہیں۔ مختصاً ایضاً صفحہ ۱۴-۱۹۔

(۴) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے روبرو ایک ذرہ ناچیز سے بھی کتر ہیں۔ مختصاً ایضاً صفحہ ۵۵۔

(۵) اللہ تعالیٰ جسکو چاہے گا اپنے حکم سے اسکا شفیع بنا دے گا۔ بلفظہ مختصاً ایضاً صفحہ ۳۳۔

(۶) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم - حیات النبی نہیں مگر مٹی ہو گئے بلفظہ مختصاً ایضاً صفحہ ۶۰۔

(۷) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کچھ قدرت نہیں اور نہ وہ مٹتے ہیں۔ مختصاً ایضاً صفحہ ۸۶-۲۳-۲۹۔

(۸) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب خدا تعالیٰ کا دیا ہوا ماننا بھی شرک ہے ایضاً صفحہ ۱۰-۲۶-۲۷۔

(۹) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک بات کا بھی غیب دان جاننا شرک ہے۔ ایضاً صفحہ ۲۷-۵۸۔

(۱۰) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مطہرہ کی فقط زیارت کو سفر کرنا شرک ہے۔ ایضاً صفحہ ۱۰-۴۰۔

(۱۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مطہرہ کے سامنے تعظیم کے لئے

کھڑا ہونا شرک ہے۔ ایضاً صفحہ ۲۰-۲۱-۲۳۔

(۱۲)۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یا محمد رسول اللہ کہنا شرک ہے۔
ملخصاً ایضاً۔ صفحہ ۲۳۔

(۱۳)۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نظیر اور بھی پیدا ہونا ممکن ہے۔
ایضاً صفحہ ۳۱۔

(۱۴)۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جملہ بنی آدم کے برابر ہیں۔ بلفظہ۔
براہین قاطعہ صفحہ ۳۰۔

(۱۵)۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے شیطان کو علم زیادہ ہے۔ ملخصاً
بلفظہ براہین قاطعہ صفحہ ۵۱۔

(۱۶)۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کی کیا خصوصیت ہے ایسا
علم تو زید و عمرو۔ بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے
بھی حاصل ہے۔ بلفظہ حفظ الایمان مولفہ مولوی اشرف علی تھانوی
مطبوعہ مطبع نقبانی دہلی ۱۳۲۹ھ ہجری صفحہ ۷۔

(۱۷)۔ خدا سے ہلکوکام ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں۔ بسط البنان
مولفہ مولوی اشرف علی صفحہ ۷۔

مصرعہ با خدا داریم کار و با خلاق کار نیست بلفظہ

(۱۸)۔ حق سبحانہ تعالیٰ کو جہت و مکان سے منزہ سمجھنا بدعت و گمراہی ہے۔
ملخصاً۔ ایضاً الحق از مولوی محمد اسماعیل دہلوی۔ صفحہ ۲۴۔ مطبوعہ
مطبع فاروقی دہلی ۱۳۹۷ھ ہجری۔

(۱۹)۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مولود شریف کرنا اور قیام
تعلیمی کے لئے کھڑا ہونا بدعت و شرک ہے۔ اور بمثل کنھیا کے
جنم کے ہے ملخصاً فتویٰ مولوی رشید احمد صفحہ ۱۳۔ براہین قاطعہ
مولوی خلیل احمد صفحہ ۲۶۔

(۲۰)۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نماز میں خیال آنا بیل اور گدھے سے بدتر ہے بلفظ
صراط المستقیم از مولوی محمد اسماعیل صفحہ ۸۶۔ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی سنہ ۱۳۰۰ ہجری۔
(۲۱)۔ کعبۃ اللہ شریف میں جو چار مصلے بنائے گئے ہیں وہ مذموم ہیں۔ بلفظ
سبیل الرشاد۔ مولفہ مولوی رشید احمد۔

(۲۲)۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فاتحہ بارہویں شریف کی شیرینی
میتلا و شریف اور گیا رہویں شریف حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کا کھانا
حرام ہے مثل ہنود فتوایں مولوی رشید احمد صفحہ ۱۶-۱۷۔

(۲۳)۔ ختم فاتحہ بزرگان مثل سوم۔ دہم۔ چہلم وغیرہ کو ہنود کی رسم بیان کرتے ہیں
براہین قاطعہ مولوی خلیل احمد انیسٹھوی۔

تذکرہ

تعمیرات الشافعیہ میں لکھا ہے وفي ذلك القرن الاخير ظهر باليمن شيخ كبير
يقال له الشيخ المكرمي ف صنع مذهبا اليه ينتهي وكان ظهوره مقارنا بظهور
مذهب الوهابية ببلا دالنجد والدريعية يعني جس زمانے میں وہابیوں کا نجد میں
ظہور ہوا تھا تو قریب قریب اُسکے ملک یمن میں ایک بڑے شیخ نے جسے شیخ مکرمی
کہتے تھے ایک نیا مذہب اپنی طرف سے بنایا تھا مگر اس مذہب کی تفصیل کچھ نہیں لکھی
اور نہ کسی اور کتاب میں نظر سے گزری۔

فرقہ ہفتم بابی

یہ فرقہ باب کی طرف منسوب ہے جسکا اصلی نام علی محمد ہے اور ہمدویت کا دعویٰ
کیا تھا اسکا باپ جسکا نام محمد رضا ہے شیراز کا تاجر تھا دستور کے موافق باب نے پہلے
فارسی پڑھی اور اسکے بعد عربی کی چند ابتدائی کتابیں دیکھیں تب عین کہ پھر فوراً سخت
ریاضتیں کر کے زہد میں شہرت حاصل کر لی پھر کربلا میں سید کاظم مجتہد کے حلقہ درس
میں جا شریک ہوا اُسکے انتقال کے بعد اُس کے بہت سے شاگرد ساتھ لیکر

گو کہ کسی مسجد میں جا پہنچا اور بہت دیر یا خستین کر کے لوگوں کو انہی طرف مائل کر لیا پھر مسئلہ ہجری میں اپنے عقیدت کیشوں سے اس امر کا اظہار کیا کہ جس ہمدی صاحب لامل کا انتظار کیا جا رہا تھا وہ بین ہی ہوں اور اسکے ثبوت میں بعض احادیث جن میں ہمدی ہو غود کے آثار بتلائے گئے تھے پیش کیے اور کہا کہ جو آثار اس ہمدی میں بتلائے گئے ہیں وہ مجھ میں پورے طور سے موجود ہیں جب اسکے ثبوت میں معجزہ طلب کیا گیا تو باب نے جواب دیا کہ میری تقریر و تحریر ہی معجزہ ہے اس سے بڑھ کر کیا معجزہ ہو سکتا ہے کہ ایک ہی دن میں ہزار شعر مناجات میں تصنیف کرتا ہوں اور پھر اپنے قلم سے لکھتا بھی ہوں اور چند مناجاتیں پیش کیے جن میں اعراب تک درست نہ تھا جب اس پر اعتراض ہوا تو آپ کیا جواب دیتے ہیں کہ علم نحو ایک گناہ کا مرتکب ہونے کی وجہ سے اب تک غضب آلودی میں گرفتار تھا اب میں نے خدا کے حضور میں اسکی شفاعت کی جس سے اسکی خطا معاف ہوئی اور حکم ہو گیا کہ نحوی غلطیوں کا کوئی مضائقہ نہیں اور آئندہ سے اگر کوئی غلطی کرے تو کچھ حرج نہیں عوام کو مطیع کرنے کے لئے ایک اچھی تدبیر سوچھی اور حکم دیا کہ چونکہ میرے وجود سے غرض تمام ادیان کا متحد ہو جانا ہے جسکی وجہ سے میں آئندہ سال مکہ معظمہ سے شمشیر بکف خروج کروں گا اور جلد روئے زمین پر قبضہ کروں گا لہذا جب تک تمام ادیان متحد نہ ہو جائیں اور تمام دنیا میری مطیع نہ ہو جائے تمام تکالیف شرعیہ ملتوی ہیں اب اگر میرے مریدوں میں سے کوئی شخص منہیات شرعی کا مرتکب ہو یا احکامات شرعی ادا نہ کرے تو اس پر کوئی مواخذہ نہیں اس وجہ سے بہت سے عوام اس کے مطیع ہو گئے اسکے مذہب میں حقیقی بہن سے بھی مبتلا ہونا زمانہ میں شمار نہیں کیا جاتا تھا اور ایک عورت کا نوا آدمیوں کو نکاح میں لانا جائز تھا کسی مذہب کا وہ پابند نہ تھا اگرچہ اپنے آپ کو مسلمان کہتا تھا اسکے متبعین میں علانیہ فسق و فجور کا بازار گرم ہو گیا عورتیں بے پردہ مجلسوں میں شریک ہوتیں اور شرابیں پلاتیں اور باب نے سمجھدار لوگوں کو آئندہ کی بیہودی و ترقی کی امید دلائی اور وعدہ کیا کہ جب ساری روئے زمین پر میرا قبضہ ہو جائیگا تو تمہارے حقوق سب سے مقدم سمجھے جائیں گے غرض کہ ایک اچھی خاصی

جماعت باب کی مطیع ہو گئی باب نے اپنے مریدوں کو چند احکامات بھی دئے تھے جو بطور اشعار ادا کئے جاتے تھے اور وہ یہ تھے۔

(۱)۔ چونکہ تمام دنیا کا میرے زیر نگیں ہونا اس غرض سے کہ تمام دنیا ایک مذہب ہو جائے ضروری ہے لہذا دین آئندہ سال مکہ معظمہ سے شمشیر بکھن سارے جہان پر حملہ آور ہو گا تاکہ دنیا میرے تحت و تصرف میں آجائے اور وہ تمام اغراض جو میرے وجود سے مقصود ہیں پورے ہو جائیں اور اس سے ضرور ہے کہ اعدائے خدا کی جانیں جسم سے جدا ہو گئی اور ہزاروں خون کی ندیاں جاری ہو گئی پس جملہ مریدین با صفا کو حکم دیا جاتا ہے کہ بطور ایک علامت و شگون کے اپنے خطوط کو سرخ کیا کریں۔

(۲)۔ اللہ علیہ السلام کی عوض مرحبا بک سلام کے لیے مقرر کیا جاتا ہے۔

(۳)۔ اذان میں میرا نام بھی داخل ہو اور اسکا یہ قول بھی تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علیؑ نے مجھ سے بیعت کی اور یہ کہ اب تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علیؑ الگ الگ اور جدا جدا تھے میں اُن دونوں کا جامع ہوا اور اسی وجہ سے میں نام بھی علی محمد ہے۔ اسکے اقوال میں سے ایک یہ بھی تھا کہ جس طرح کوئی آدمی بغیر باب یعنی دروازے کے گھر کے اندر نہیں جاسکتا ہے اسی طرح بغیر اسکے کہ مجھے دیکھیں اور مجھے اجازت حاصل کریں خدا اور دین خدا تک نہیں پہنچ سکتے مریدین نے جب اس قول کو سنا تو اسکا لقب ہی باب کر دیا اور باب نے بوشہرین پہونچکر بعض مرید بطور منادی کے شیراز بھیجے تاکہ وہ لوگوں کو باب کے ہمدی موعود ہونے کا یقین دلائیں اور جو لوگ اسکے ہمدی موعود ہونے کی تصدیق کریں ان سے بیعت لین اپنا تصنیف کیا ہوا کلام بھی جس میں سے کسی کا نام قرآن کسی کا نام مناجات رکھا گیا تھا اُنکو دیا گیا تاکہ وہ اُسکو لوگوں کے روبرو پیش کریں اور وہ بجائے قرآن مجید اور صحیفہ سجادہ کے کہ امام سجاد کی تصنیف کردہ مناجاتیں ہیں پڑھا کریں۔

تاریخ گلزار شاہی اور کشکول محمد علی شیرازی میں لکھا ہے کہ باب کا خلیفہ ملا حسین شیرازی ہوا اور قرقۃ العین نام ایک خوبصورت عورت نائب نبی یہ عورت عربیت میں دستگاہ

رکھتی تھی کچھ عبارتیں لکھا کر کیا یہ جواب کلام اللہ ہے اور دعوت طریقہ باب کی جانب کہ تصوف میں چھپ رہا تھا شریع کی جوق جوق مخلوق شیعہ وغیرہ میں سے اُس عورت کے حسن و جمال و رکلام کی فریفتہ ہو کر گمراہ ہو گئی بلکہ جلال العینین میں لکھا ہے کہ میں کہ بعض یہود و نصاریٰ نے بھی مذہب باب کی اتباع کی۔

اس وقت فارس کا گورنر نظام الدولہ تھا جب اسکو یہ خبر معلوم ہوئی تو فوراً باب کی گرفتاری کا حکم دیا کسی قدر پولس بھی خفیہ طور سے بھیج دی پولس نے باب کو گرفتار کر لیا اور پابجولان اُسکے وطن اصلی شیراز میں لا کر اُسکے اصلی مکان میں محبوس کر دیا پھر مجمع عام میں لا جواب کروا کے قتل کرنے کی غرض سے باب کے حاضر ہونے کا حکم دیا باب حاضر ہوا تو نظام الدولہ نے اُسکی بڑی تعظیم و تکریم کی اور یوں اُسکے گرفتار کئے جانے پر افسوس کیا پھر یہ ظاہر کیا کہ میری رائے کا دفعۂ یوں بدل جانا ایک خواب کے دیکھنے کی وجہ سے ہے اور اخیر میں یہ بھی کہدیا کہ اب میری آرزو یہی ہے کہ میرا جان و مال آپ پر فدا ہوا ورنہ یہ تمام فوج و توپخانہ وغیرہ جو میرے ماتحت ہے آپ کی نائیدین کام آئے یہ تمام تقریر کچھ ایسی بے ساختگی سے کی گئی تھی کہ مکار باب نے بھی اسکو صحیح خیال کیا اور نظام الدولہ کی بڑی تعریف و توصیف کی اور اُس سے کہا کہ تم اسلیمان لانے کے صلے میں جب ساری دنیا میری مطیع و ماتحت ہو جائیگی ترکی سلطنت کے حاکم مقرر کئے جاؤ گے اس کا جواب نظام الدولہ نے دیا افسوس آپ نے میری نیت پہچاننے میں غلطی کی مجھے اس دنیا سے دن کی کوئی خواہش و طمع نہیں ہے جس سے میں ترکی سلطنت کا حاکم بنائے جانے سے خوش ہو سکوں میری تو تمام آرزو یہ ہے کہ آپ کے روبرو آپکی امداد و حمایت کرتے شہید ہوؤں اور جاودانی سلطنت کا مالک بنوں غرض اس قسم کی بہت سی باتیں کہیں جس سے باب بالکل مطمئن ہو گیا اب اُس وقت نظام الدولہ نے کہا بہتر یہی معلوم ہوتا ہے کہ پہلے علما پر حجت تمام کر دی جائے جس سے عوام کا مطیع ہونا آسان ہوگا باب نے جو نظام الدولہ کی باتوں کو صحیح سمجھتا تھا اس مرتبہ اپنی رضا مندی ظاہر کر دی نظام الدولہ نے مجلس مناظرہ قائم کی جس قدر علما شیعہ شیراز میں موجود تھے جمع ہوئے ہائے بڑے ہی

مستقل طور سے علما کو مخاطب کر کے یوں تقریر شروع کی کہ اے حضرت جب میرا قرآن اس قرآن سے جو بالفعل آپ کے پاس ہے کئی حصہ بہتر ہے اور وہ دین جس کو میں آپ لوگوں کے لئے پیش کرتا ہوں اس دین سے جیسے آپ عمل کرتے ہیں کئی درجہ اچھا ہے تو میری سمجھ میں نہیں آتا کہ کیوں آپ لوگ میری مخالفت کرتے ہیں میں صرف آپ لوگوں کی بہتری کے لئے قبل اسکے کہ بزورِ شمشیر آپ کو مانتا ضروری ہو اس دین کو قبول کرنے کے لئے کہتا ہوں اگر آپ کو اپنی جانوں پر رحم نہیں آتا تو کیوں اپنے ساتھ اپنے کنبے اولاد مال و متاع سب کی تباہی کے درپے ہو تہ آپر رحم کیجئے خدا کے لئے سوچئے اور اپنی جانوں کو ہلاکت میں نہ ڈالئے۔

باب یہیں تک تقریر کرنے پایا تھا کہ نظام الدولہ نے بات کا ٹکر کہا مگر جاسبحان اللہ خوب آپ نے تقریر فرمائی میں اپنے دخل دینے کا معافی خواہ ہوں مگر ساتھ ہی یہ بھی عرض کر دینا کہ قبل اسکے کہ آپ تقریر فرمائیں بہتر ہو گا کہ چند سطریں اپنے قرآن کی لکھ دیجئے تاکہ یہ حضرات اسکو دیکھ بھی لیں اور پورے طور سے اتمامِ حجت ہو جائے باب نے وہیں بیٹھ کر چند سطریں تحریر کیں اور انھیں پیش کیا لوگوں نے جب انکو دیکھا تو معلوم ہوا کہ ان بن اعراب تک درست نہیں اسوقت نظام الدولہ نے کہا کہ جب تو دو سطریں صحیح نہیں لکھ سکتا تو پھر یہ کیا ہرزہ سرائی کر رہا ہے کیا انھیں دو سطرون سے تیرا کلام خدا کے کلام سے بھی بڑھ گیا اب میں ایسی حالت میں بجز اسکے کہ تیرے قتل کا حکم دوں اور کیا کر سکتا ہوں مگر قبل اسکے کہ ایسا حکم دیا جائے مناسب ہے کہ تیری خوب تادیب کی جائے حکم کی دیر تھی کہ باب پر مار پڑنے لگی اور ایسی سخت مار پڑی کہ اوسانِ خطا ہو گئے باب چالاکى سے پکارنے لگا تو بکر دم تو بکر دم مگر نظام الدولہ نے اسکا منہ کالا کر دیا اور تمام شہر میں گشت کروانے کے بعد شیخ ابو تراب کی مسجد میں لپکا کر تو بکر دوائی اور بعد اسکے احتیاطاً باب کو قید بھی کر دیا۔

اصفہان کا گورنر معتمد الدولہ صوفیوں فقیروں وغیرہ کی صحبت کا زیادہ مائل رہا کرتا تھا اسنے باب کو درویش کامل سمجھ کر رہائی دے کر اپنے پاس بلا لیا معتمد الدولہ نے بھی ایک

مجلس مناظرہ قائم کی گئیں اس مقصد کے لئے جو نظام الدولہ نے کی تھی کہ باب کو لا جواب کرے بلکہ اسکے برعکس اسلئے کہ باب دوسروں کو لا جواب کرے مجلس مناظرہ مرتب ہوئی اور اس میں اہل شیعہ کی طرف سے مرزا سید محمد اور آغا محمد ہمدی اور میرزا محمد حسن باجہ کے لئے مقرر ہوئے مجلس جمع ہوئی چونکہ پہلے تجربہ ہو چکا تھا لہذا باب نے یہاں پہلے تقریر کرنا مناسب خیال کیا اور اجازت دی کہ فریق مخالفت تقریر کرے تو سب سے پہلے آغا محمد ہمدی نے باب سے سوال کیا۔

آغا محمدی۔ جتنے لوگ یہاں اسوقت موجود ہیں یا تو مجتہد ہیں جو خود مسائل کو احادیث سے استخراج و استنباط کرتے ہیں یا وہ لوگ ہیں جنہیں اتنی لیاقت نہیں ہے جس سے وہ احکام و مسائل کا استخراج کر سکیں یہ لوگ کسی مجتہد کی تقلید کرتے ہیں آپ ان دونوں میں سے کس میں شامل ہیں۔

باب۔ میں کسی کی تقلید نہیں کرتا اور نہ قیاس سے کام لیتا ہوں جیسے کہ مجتہد کرتے ہیں بلکہ ایسا کرنا میرے نزدیک حرام و ناجائز ہے۔

آغا محمدی۔ آپ کہتے ہیں کہ میں کسی کی تقلید نہیں کرتا جس سے معلوم ہوا کہ آپ مجتہد ہیں لیکن آپ کو مجتہد ہونے سے انکار ہے تو اسکا یہ مطلب ہوا کہ جن مسائل پر آپ کا عمل ہے اور جنکا آپ حکم دیتے ہیں وہ قیاسی نہیں بلکہ یقینی ہیں لیکن چونکہ ہمارے نزدیک باب علم مسدود ہے اور خدا کی حجت غائب ہے لہذا جب تک امام آخر الزمان کا ظہور نہ ہو جائے اور ان سے ملاقات نہ کر لے اور خود انکی زبان سے مسائل فقہ کو نہ سنے کوئی شخص اس امر کا دعویٰ نہیں کر سکتا کہ اس کے مستخرجہ مسائل یقینی ہیں پس آپ کو اسکے یقینی ہونے کا ثبوت دینا ضروری ہے۔

باب۔ تو بیچارہ جو ابھی متعلم ہے مجھ سے شخص کے ساتھ جسکا مقام قلبی ہے کس طور سے مباحثہ کر سکتا ہے یہ ایسی باتیں ہیں جنہیں تیری عقل کچھ بھی کارگر نہیں ہو سکتی پس بجائے اسکے کہ فضول بکواس کرے جا اپنی جاے پر خاموش بیٹھا رہ۔

مرزا محمد حسن۔ شاید آپ کو بھی اس امر سے انکار ہو گا کہ جو شخص اس مقام پر

پہنچ جاتا ہے تمام چیزیں اُسکے روبرو ہو جاتی اور کوئی چیز اُس سے پوشیدہ نہیں رہتی جو ہانتہ پوچھے اُسکا جواب ملتا ہے۔

باب - (نہایت ہی جرأت کے ساتھ) بیشک آپ کی رائے ٹھیک ہے چاہے ہوں پوچھے میں اُسکا جواب دے گا۔ محمد حسن - حضرت جو اذ علیہ السلام کی نسبت یہ منقول ہے کہ ایکس ہی قدم میں مدینے سے طوس پہنچ گئے تھے عقلاً یہ محال و ناممکن معلوم ہوتا ہے آپ کے نزدیک یہ واقعہ کس طور پر ہوا اور یہ بیان کیجئے کہ حضرت علیؑ کی نسبت جو یہ کہا گیا ہے کہ وہ ایک ہی رات ایکس ہی وقت میں چالیس آدمیوں کے ہمان ہوئے تھے صحیح ہے تو اُسکو دلائل عقلی سے ثابت کیجئے۔ ایسے ہی چند امور کی نسبت جو عقلاً محال ہیں سوال ہوا اور کہا گیا کہ اُنکو عقلی طور سے ثابت کیجئے۔

باب - یہ باتیں نہایت دقیق ہیں آپ اگر مناسب سمجھیں تو میں اُنکو مفصلاً لکھ دیتا ہوں محمد حسن - آپ کی مرضی لکھ دیجئے۔

اتنے میں کھانا تیار ہوا اور سب لوگ کھانا کھانے لگے اس عرصے میں باب نے چند سطرین لکھیں اور جس وقت کھانا کھا کر لوگ جانے لگے تو اُسوقت مرزا محمد حسن کو باب نے اپنی تحریر دی مرزا محمد حسن نے دیکھ کر کہا کہ یہ تو ایک خطبہ ہے جس میں کسی قدر حمد ہے اور نعت اور باقی مناجات ہے لیکن تم سے جن امور کی نسبت سوال کیا تھا اُن میں سے ایک کا جواب بھی جواب نہیں بہت سے لوگ تو پہلے جا چکے تھے اور جو رہ گئے تھے وہ بھی چلتے پھرتے نظر آئے اور مباحثہ یوں ہی ناتمام رہ گیا اس مباحثے سے باب کی وقعت جو معتدلہ کے دل میں تھی ذرا بھی کم نہ ہوئی بلکہ اور زیادہ ہو گئی مشکل یہ آ پڑی کہ باب کی علانیہ تائید کرنے میں مجتہدین کو جنھیں ایران میں بہت بڑی قوت حاصل ہے بدگمانی پیدا ہوتی جس سے معتدلہ کو خود اپنی جان بچانی مشکل ہو جاتی آخر کار مناسب سمجھا گیا کہ باب مخفی رکھا جائے اور لوگوں سے اس امر کا اظہار کر دیا کہ وہ خارج البلد کر دیا گیا چند عینے تک اسی طور سے باب اصفہان میں رہا اور اپنے مریدوں کو اطراف و جوانب میں دعوت کے لئے بھیجتا رہا اور یوں پوشیدہ ہی

پوشیدہ ملک بین باب کا اثر پھیل رہا تھا اتفاق سے چند ہی روز کے بعد معتمد الدولہ مرگیا اور اُس سے باب کا ایک بڑا حاجی دنیا سے جاتا رہا معتمد الدولہ کے مرنے کے بعد جب لوگوں کو معلوم ہو گیا کہ باب خارج البلد نہیں کیا گیا ہے بلکہ یہاں موجود ہے تو اسوقت لوگوں نے دربار ایران میں عرضی بھیجی کہ باب یہاں موجود ہے اب اُسکی نسبت جو حکم ہو اُسکی تعمیل کی جائے امپراطور حاجی مرزا آقاسی نے جو اسوقت وزیر اعظم تھا یہ حکم بھیج دیا کہ اصفہان سے لہجہ کر آذربائیجان کے قلعہ چہرہق میں مجبوس کر دیا جائے ادھر تو باب قلعہ چہرہق کی ہوا کھا رہے تھے ادھر اُنکے مریدوں نے فساد مچایا اور متواتر کامیابیاں حاصل کیں اور ایک بہت بڑا گروہ اُسکے مریدوں کا پیدا ہو گیا جسکی وجہ سے آخر ۱۲۶۳ء ہجری میں یعنی باب کے ادعا سے ہدایت سے تین سال بعد محمد شاہ والی ایران نے اپنے ولیعهد ناصر الدین کو جو اسوقت آذربائیجان کے وکیل تھے اسل مرکا حکم بھیج دیا کہ باب قلعہ چہرہق سے بلوایا جائے اور اُس سے پھر مباحثہ ہو حاجی مرزا آقاسی نے بھی ایک چٹھی ناصر الدین کو لکھی جس میں شاہ ایران کے حکم کی تعمیل کرنے پر بڑا زور دیا گیا تھا جب انکو فرمان پہنچا اور اُسکے ساتھ وزیر اعظم کی چٹھی بھی تو انھوں نے فوراً یکے تہرین حاضر ہو کر حکم دیا جب باب تہرہ میں آیا تو اُس سے اتنی رعایت کی گئی کہ بجائے جیل خانے کے کاظم خان داروغہ فرش کے مکان میں اُتار دیا گیا دوسرے روز ملا محمود جو تہرہ کا مجتہد اعظم تھا اور جسکا خطاب نظام العلماء تھا اور ملا محمد تقانی اور نیز بہت سے مجتہد جمع ہوئے اور باب بھی بلایا گیا اور مباحثہ شروع ہوا یہ باب کا اخیر مناظرہ تھا۔

نظام العلماء۔ (باب سے مخاطب ہو کر) قرآن شریف اور صحیفہ سجادہ کے نام سے جو کتابیں آپ کی طرف سے شائع کی گئی ہیں کیا وہ فی الواقع آپکی لکھی ہوئی ہیں۔ باب۔ یہ کلمات خاص خدا کے ہیں۔

نظام العلماء۔ اس مجلس میں یوں معنی کے طور پر گفتگو کرنی ذرا بھی مفید نہیں جو کہ کئے صاف صاف کئے باب نظام العلماء کی گفتگو سے غصے میں آکر باہان ہاں یہ میری لکھی ہوئی کتابیں ہیں۔

نظام العلما۔ آپ نے اپنا نام اسمین طہرے کے طور پر لکھا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جو کچھ آپ کی زبان سے نکلتا ہے وہ خدا کا قول ہوتا ہے۔

باب۔ رحمۃ اللہ۔ بے شک آپ کی رائے درست ہے۔

نظام العلما۔ آپ کے مریدوں نے جو آپ کو باب کا لقب دیا ہے کیا آپ نے اس پر اپنی رضا مندی ظاہر کی ہے۔

باب۔ مجھے میرے مریدوں نے یہ لقب نہیں دیا بلکہ خاص خدا نے یہ لقب مجھ کو عطا فرمایا ہے کیونکہ میں آج کے دن باب علم ہوں۔

نظام العلما۔ حضرت امیر جو باب علم تھے انھوں نے اجازت دیدی تھی کہ جس کسی کو جو کوئی بات کسی علم میں پوچھنی ہو وہ مجھ سے پوچھے میں دریغ نہ کروں گا چونکہ آپ بھی باب علم ہونے کے مدعی ہیں لہذا میں اپنے شکوک و شبہات آپ پر پیش کرتا ہوں تاکہ آپ اسکو حل کریں سب سے پہلے علم طب کے متعلق سوال کرتا ہوں۔

باب۔ میں نے طب نہیں پڑھی۔

نظام العلما۔ اچھا خیر علم دین ہی سہی لیکن چونکہ علم دین بغیر قرآن و حدیث سمجھنے کے نہیں آتا اور قرآن و حدیث کا سمجھنا صرف۔ نحو۔ منطق وغیرہ پر موقوف ہو لہذا میں سب سے پہلے علم صرف کے متعلق سوال کرتا ہوں۔

باب۔ میں نے علم صرف بچپن میں سیکھا تھا جو اس وقت میرے پاس حاضر نہیں۔

نظام العلما۔ خیر ذرا اس آیت کی تفسیر کر دیجئے ھُوَ الَّذِیْ یُورِیْکُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَطَمَعًا اور نیز اسکی ترکیب نحوی بیان کیجئے دوسرے سورہ کوثر کا شان نزول بیان ہو اور یہ بھی کہئے کہ اس سورت سے پیغمبر کی کیا تسلی ہوئی جسکا سورت میں ذکر ہے۔

باب۔ (متفکر ہو کر) ذرا اہمیت دیجئے۔

نظام العلما۔ یہ تو قرآن کے متعلق ہوا اب حدیث کو لیجئے اس حدیث کے معنی بیان ہوں جو مامون اور حضرت امام ثامن رضا علیہ السلام کے درمیان گذری تھی قال مامون ما الدلیل علی خلافة جدک علی ابن ابی طالب قال ایہ انقسنا

قال لو لا نسائنا قال لوالدا ابنا كنا فلك ما مومن۔

باب۔ یہ حدیث نہیں ہے۔

نظام العلما۔ ولو فرضنا اگر حدیث نہیں تو آخر ایک عرب کا مقولہ تو ہو پس اس کا مطلب فارسی میں بیان کیجئے۔

باب نے اسکے لئے بھی مہلت مانگی۔

نظام العلما۔ اب فقہ کو لیجئے علامہ حلی کے اس قول کا مطلب کیا ہے اذا دخل الرجل على الخنثى والخنثى على الانثى وجب له غسل على الخنثى دون الذكر والانثى۔

نظام العلما۔ اب بلاغت کے متعلق صرف اس قدر کہہ دیجئے کہ فصاحت و بلاغت کی کیا تعریفیں ہیں اور ان میں نسب اربعہ میں سے باہمی کیا نسبت ہے منطق کے متعلق بھی کہہ دینا کہ شکل اول کیون بدیہی الانتاج ہے آپ کی فضیلت کے لئے کافی ہے۔

باب نے ایک کا بھی جواب نہ دیا اور سب کے واسطے مہلت مانگی۔

نظام العلما۔ اب ایک اور بات باقی ہے وہ یہ کہ جو شخص باب علم ہونے کا مدعی ہو اسکے پاس ضرور ہے کہ کوئی کرامت بھی ہو کیا آپ کے پاس بھی کوئی کرامت ہے۔

باب۔ (بڑے دلیرانہ انداز سے) کئے کون کرامت آپ دیکھنا چاہتے ہیں۔

نظام العلما۔ اعلیٰ حضرت محمد شاہ کے پیر میں دروہے اُس کو دور کر دیجئے۔

باب۔ یہ تو نہیں ہو سکتا۔

ناصر الدین ولی عہد۔ نظام العلما بڑھا ہو گیا ہے جسکی وجہ سے وہ ہر وقت ہمارے پاس حاضر نہیں ہو سکتا اسکے بڑھاپے کو زائل کر دیجئے۔

نظام العلما۔ (ولی عہد سے) یہ شخص جملہ علوم سے عاری ہو کسی چیز سے اسکو مطلق من نہیں

باب۔ (غصے میں آکر) میں وہ ہوں جس کا ہزار سال سے انتظار کیا جا رہا تھا۔

نظام العلما۔ آہ آپ صاحب لامل ہیں۔

باب۔ بیشک۔

نظام العلما۔ صاحب الامر غرضی یا نوعی۔

باب - صاحب الامر شخصی -

نظام العلما - حیرا دتیرے باب کا نام کیا ہوا دتیرا مولد کون شہر ہوا دتیری عمر کیا ہو -

باب - میرا نام علی محمد ہے اور میرے باب کا نام میرزا رضا ہے اور میری جاسے پیدائش خیراز ہے اور میری عمر ۳۵ سال کی ہے -

نظام العلما - صاحب الامر کا نام محمد اور انکے والد کا حسن اور انکی جاسے پیدائش سرمن راسے اور انکی عمر ہزار سال ہے تو صاحب الامر نہیں ہو سکتا -

باب - میں اپنی ایک کرامت تم سے کہتا ہوں کیا تم لوگ میری بات کا یقین کرو گے -
سب لوگ - کیئے کیئے -

باب - میری کرامت یہ ہے کہ میں ایک ہی دن میں ایک ہزار بیت لکھتا ہوں -
سب لوگ - اگر یہ بات سچ بھی ہو تو بھی یہ تیری کرامت نہیں ہو سکتی کیونکہ روز نویس کاتب اس سے بھی زیادہ لکھتا ہے -

ملا محمد مقانی - تو نے اپنے قرآن میں لکھا ہے اول من امن ربی نو رحمہد و علی اس سے کیا تیرا یہ مطلب ہے کہ میں ان دونوں سے بہتر ہوں -
باب - سوچنے لگا اور کچھ جواب ندیا -

ایک مجتہد - خدا نے آیہ خمس میں قرآن میں فرمایا ہے فان للہ خمسہ تم نے اپنے قرآن کے بجائے خمس کے ثلث لکھا ہے اس سے معلوم ہوا کہ آیت بالانسوخ ہو گئی اگر یہی بات ہے تو اسکی منسوخی کا ثبوت آپ کے ذمے ہے -

باب - ثلث اس وجہ سے کہ وہ خمس کا نصف ہے -
(سب لوگ ہنسنے لگے) -

ملا محمد مقانی - فرض کیا کہ ثلث خمس کا نصف ہو لیکن اس سے سوال کا جواب نہیں نکلتا وجہ بتلائے کہ کیوں ثلث دینا چاہئے جبکہ خدا نے خمس فرمایا -

(وہی خاموشی - جواب ندارد) -

باب - (تھوڑی دیر کے بعد) میری دوسری کرامت یہ ہے کہ میں فی البدیہہ خطبہ پڑھتا ہوں

اور پڑھنے لگا الحمد للہ الذی رفع السموات ولا رضى رت کو فتح ارض کو کسر
دسب لوگ ہنسنے لگے۔

شاہزادہ ناصر الدین نے فرمایا کہ ہاں حالت دعویٰ صاحب لامری چونکہ تو ایک
دیوانہ سا معلوم ہوتا ہے لہذا میں تیرے قتل کا حکم نہیں دے سکتا ہاں صرف تنبیہ و تاویب
کا حکم دیتا ہوں تاکہ لوگوں کو ثابت ہو جائے کہ تو صاحب الامر نہیں ہو حکم کی دیر تھی
کہ مار پڑنے لگی جیسے نظام الدولہ کے پاس یہ شخص مار پڑنے کے وقت تو بہ کر دم پکارتے
لگا تھا ایسا ہی یہاں بھی تو بہ کر دم کے نعرے مارنے لگا غرض اس دفعہ کچھ مفید نہیں ہوا
جب اچھی طرح مار پڑ چکی تو پھر قلعہ چریق میں قید کر دیا۔

قرۃ العین۔ حاجی محمد علی رنجانی۔ ملا حسین شیرویہ معروف بہ سید علی اعظم۔
سید یحییٰ بن سید جعفر دارابی الملقب بہ کشاف۔ وغیرہ اُسکے بڑے بڑے
واعی تھے جنھوں نے سلطنت ایران میں ہل چل ڈال دی کیونکہ یہ لوگ علما و تعلیم یافتہ
ہونے کے امور حرب سے بھی واقفیت رکھتے تھے اس وجہ سے اعیان دارکان سلطنت
کی یہ رائے قرار پائی کہ باب کو قتل کر دینا چاہئے جب تک یہ زندہ ہے آئے دن فتنہ و فساد
پیدا ہوتے رہیں گے اور علمائے بھی اُسکے واجباً قتل ہونے کا فتویٰ دیدیا اس لئے
باب پھر قید خانے سے تہریز میں لایا گیا۔ ایک شب حشمتہ الدولہ نے اُس سے کہا کہ
نہا را یہ دعویٰ ہے کہ مجھ پر وحی اُترتی ہے اور میرا قرآن اس قرآن سے فصیح ہے اگر اس
دعوے میں سچے ہو تو اس چراغدان بلوری کے حق میں دعا کرو تاکہ کوئی آیت نازل ہو
باب نے فوراً آیت نور کا کچھ ٹکڑا کچھ آیت ملک سے ملا کر مہل کیا اور پڑھ دیا۔
حشمتہ الدولہ نے وہ کلمات لکھا لیے پھر باب سے کہا یہ آیت وحی آسمانی ہے اُسے کہا
جی ہاں حشمتہ الدولہ نے کہ وحی کبھی دل سے فراموش نہیں ہوتی اگر واقع میں یہی ہے
تو دوبارہ تو پڑھو جب باب نے دوبارہ پڑھا تو دوسرے طور پر تھا۔ آخر کار اُس کے
قتل کا حکم صادر ہوا مگر مجمع حوام سے پوشیدہ اس واسطے قتل کرانا مناسب نہ سمجھا گیا کہ
عوام دھوکے میں پڑ جائیں گے اور یہ سمجھیں گے کہ اسے غیبت اخوند کرلی چلیس مہر دینا

میر کے دن ۷ شعبان ۶۹۵ھ چوری کو ملا محمد علی زنجانی کے ساتھ حمزہ مرزا کے حکم سے نشان سے باز ہوا گیا اور ان فوجی آدمیوں کو جو عیسوی مذہب تھے حکم دیا کہ ہاڑھ ماریں یہ لوگ اسکے مریدوں کے قصوں اور فسادوں سے خوب واقف تھے گویا ان ہاڑھوں کی چلائے گئے مگر ملا محمد علی کے زخم کاری آیا اور اسے مرتے وقت باب سے کہا کہ آپ اب مجھ سے راضی ہوئے اور جان دیدی باب سپاہیوں سے پکار کر کہنے لگا کہ تم میری کرامت دیکھتے ہو کہ گولیوں کی اتنی بوچھاڑ ہے مگر پھر بھی میرے کوئی گولی نہیں لگتی اور خطا جاتی ہیں ایک گولی باب کی رسی میں لگی تو کٹ گئی اور وہ کھل کر بھاگا اور ایک سپاہی کی کوٹھڑی میں جا چھپا اور کہنے لگا کہ اے لوگو یہ میری کتنی بڑی کرامت ہے کہ ایک گولی نہیں لگی بلکہ میں رہا ہو گیا پھر تو یہ حال ہوا کہ کوئی اسکی طرف گولی نہیں چلاتا تھا بلکہ صد ہا عورت و مرد اس کے گرد اس میدان میں جمع ہو کر چلائے اور غل مچاتے تھے مگر حکام کی تاکید سپاہیوں نے پھر اسے پکڑ لیا اور لٹی گھونسے مارے اور گولی مار دی گئی اور لاش اسکی گلی کوچوں میں پھرا کر شہر کے باہر ڈلوادی۔

باب کے قتل کے بعد شیخ علی نامی ایک بابی نے امیر سلیمان کو اپنا ہم مذہب بنا کر اس بات پر آمادہ کیا کہ ناصر الدین شاہ والی ایران کو قتل کر دینا چاہئے اس نے دس ہزار آدمی اپنے ہم مشرب ساتھ لیکر ہنگام سواری میں شاہ پر حملہ کیا اگرچہ زخم سخت لگا مگر جان سے بچ گئے تحقیقات کے بعد سلیمان اور شیخ علی اور وہ ہمراہی مروائے گئے اور جب قدر بابی ہاتھ لگے وہ ایران سے نکلوا دئے گئے۔ قرۃ العین بھی مار دی گئی مرد احسن خلیفہ باب شدہ جسکا لقب باب نے صبح ازل مقرر کیا تھا اور مرزا حسین جسکا خطاب ہمسار الحق ہے بھاگ کر بغداد میں چلے گئے اور یہاں بابیوں کی جماعت دن بدن بڑھنے لگی ۱۲۶۷ھ میں فارس کی گورنمنٹ نے ترکی گورنمنٹ سے استدعا کی کہ بابیوں کے سرگروہ لیڈروں کو بغداد سے کسی دوسری جگہ میں منتقل کر دے کیونکہ بغداد فارس کے نزدیک ہونے کی وجہ سے اہل فارس کے لئے بابیوں کی طرف سے تکلیف کا باعث ہے۔ ترکی گورنمنٹ نے صبح ازل اور ہمسار الحق کو بغداد سے

قسط مظہر میں تبدیل کر دیا یہاں انھوں نے بہت سے آدمی اپنے طریقہ میں ملائے
 سفیر ایران نے سلطان عبدالعزیز خان سے سارا ماجرا بیان کیا۔ سلطان نے انکو
 قسط مظہر سے ایڈریا نوپل بھجوا دیا۔ ایڈریا نوپل میں ایک عجیب معرکہ ہوا۔
 صبح ازل نے جواب کے بعد اپنے آپ کو اُسکا جانشین ظاہر کرتا تھا اعلان کو دیا کہ
 جس باب کے آنے کی مرزا محمد علی نے پیشین گوئی کی تھی وہ میں ہی ہوں جبکہ نے
 یہاں اعلان کیا تو دوسری طرف بہار الحق نے اعلان کر دیا کہ جس باب کے آنے کی
 مرزا محمد علی نے پیشین گوئی کی تھی میں ہی ہوں اس طرح بابو نمین دو گروہ ہو گئے۔
 بعض نے صبح ازل کو اپنا لیڈر تسلیم کیا اور بعض نے بہار الحق کو۔

بہار الحق کے معتقدین کی تعداد ۹۹ فی صدی تھی اور صبح ازل کے معتقدین کی تعداد
 مشکل سے ۳ یا ۴ فی صدی تھی اُس وقت سے بہار الحق کے معتقدین اپنے آپ کو
 بہائی اور صبح ازل کے معتقد اپنے آپ کو ازلی کہنے لگے۔ دونوں فریقوں میں
 سخت نزاع پیدا ہوئی۔ یہاں تک کہ ترکی گورنمنٹ دخل دینے کے لئے مجبور ہو گئی اور
 اُسے اُن دونوں لیڈروں کو علیحدہ کر دیا صبح ازل کو تو جزیرہ قبرس میں اور بہار الحق
 کو شہر حکہ میں بھیج دیا۔ چونکہ بابی لوگوں کی ایک کثیر تعداد بہار الحق کی معتقد تھی
 اسلئے بابیوں کو بہائی یا بہار الحق کا معتقد بھی کہا جاتا ہے۔ اسی بنا پر سید علامہ
 خیر الدین نعمان آلوسی زادہ مفتی حنفیہ بغداد نے کتاب جلال العینین فی حاکمۃ الاحمدین
 میں بیان کیا ہے وکذا الفرقة المعروفة بالبابیة وهم اتباع محمد حسین واخيه
 الذین ادعوا انھما الباب یعنی فرقہ بابیہ محمد حسین اور اُسکے بھائی کا تتبع ہے جنھوں نے
 دعویٰ کیا ہے کہ ہم باب ہیں بعض تحریروں میں صبح ازل کا نام مرزا یحییٰ اور اُسکے
 بھائی کا خطاب بہار الحق ہے پایا گیا ہے صبح ازل کے معتقدین کی تعداد بالکل خفیف
 اور قطعی گننام ہے۔

فرقہ بابیہ کے عقائد

بہشت و دوزخ کے بارے میں بابیوں کا یہ عقیدہ ہے کہ بہشت اور دوزخ انسان کے

محض اندرونی حالات کا نام ہے۔ اور وہ کسی خاص جگہ سے تعلق نہیں رکھتے ایک انسان جیتے جی بہشت میں رہ سکتا ہے اگرچہ وہ خاک کا باشندہ ہو بشرطیکہ وہ ان باتوں پر یقین کرتا ہے جو کہ باب نے ظاہر کی ہیں اور وہ سرور الہی کو اپنے اندر محسوس کرتا ہے تو وہ بہشت میں رہتا ہے خواہ وہ ایک گھسیارہ ہی کیون نہ ہو لیکن اگر وہ غلط اعتقادات میں پھنسا ہوا ہے اور دنیا کے پیچھے بھاگ کر دکھی ہوتا ہے تو وہ دوزخ میں رہتا ہے خواہ وہ بادشاہ ہی کیون نہ ہو۔ الفرض بایوں کے نزدیک بہشت اور دوزخ انسانی اندرونی حالات سے تعلق رکھتے ہیں جگہ سے تعلق نہیں رکھتے۔

حشر و نشر کے باب میں بایوں کا اعتقاد یہ ہے کہ قیامت ہر ایک انسان کی زندگی سے تعلق رکھتی ہے اگر وہ گناہ آلودہ زندگی بسر کرتا ہے تو وہ مردہ ہے لیکن جو نہی اسکو خدا کے برگزیدہ انسانوں کے تعلق میں آنے کا موقع ملتا ہے اور وہ نئی زندگی پاتا ہے اس سے حشر ہوتا ہے گناہ کی زندگی کو چھوڑ کر نیکی کی زندگی حاصل کر کے نئی زندگی پاتا ہے حشر و نشر ہے اسکے سوا قیامت کچھ بھی نہیں ہے اور یوم الحساب کے بارے میں انکا اعتقاد ہے کہ ہر ایک انسان کے اپنے اعمال ہی اسکے فرشتے ہیں جو کہ اسکو نیکی یا بدی کی طرف لیجاتے ہیں۔ خدا کہیں غائب نہیں ہے بلکہ جب ہی ہم خدا کو اپنے اندر دیکھتے ہیں تب ہی ہمارے لئے خدا کی ملاقات کا دن ہوتا ہے۔ یہ دن قیامت سے وابستہ نہیں ہے بلکہ ہماری زندگی سے تعلق رکھتا ہے اور یہ نہان کی روحانی حالت کا نام ہے۔

دوسرے مذاہب کے مقتداؤں کے باب میں بایوں کا اعتقاد یہ ہے کہ وہ بکرم و بیش خدا کی قدرت کو ظاہر کرتے ہوئے آئے تھے اور وہ مذہب خدا کی ایک ہستی کا نشان بناتے ہیں۔ بانی لوگ روح کی ہدایت کے قائل نہیں وہ مرنے کے بعد روح کی زندگی کے قائل ہیں مگر وہ اس بات کے قائل نہیں کہ موت کے بعد روح اسی مردہ جسم کے ساتھ زندہ ہوگی۔

نواب صدیق حسن خان مرحوم خطیرۃ القدس میں لکھتے ہیں کہ سلسلہ ہجری میں

بہار الحق کا ایک مرید ہندوستان میں آیا اور علامہ الدین احمد خان رئیس لوہارو کو اپنا
معتقد کر لیا اور طریقہ بابیہ کے بیان میں ایک رسالہ لکھ کر ذکر الاسرار فی معارج الانوار
المسکین میں یریدان تیہاج الی اللہ المقتدر البجبار نام رکھا اور اپنا نام اُس رسالے میں
جمال الدین ہروی الاصل قسطنطینی المسکن ظاہر کیا اور رسالہ بہائیہ کے ساتھ اُس
رسالے کو ملقب کیا کیونکہ وہ بہار الحق کا مرید تھا مضامین اُس رسالے کے وہ قد اوجہ
وغیرہ کے قبیل سے ہیں اس شخص کو سمجھنے بھی دیکھا ہے رام پور میں آیا تھا اور یہاں
کئی آزاد منش جنٹل مین اور ایک دو پرانی فیشن کے امیر بھی اسکے معتقد ہو گئے
تھے امیرانہ ٹھکانہ کے ساتھ رہتا تھا بعضوں کا خیال یہ تھا کہ شخص گریز کا مخبر
تاریخ گلزار شاہی اور کشکول محمد علی شیرازی میں فرقہ بابیہ کا حال مجمل اور
ناسخ التواریخ میں فصل رقوم ہے۔

یکم مئی ۱۸۹۷ء کو ناصر الدین شاہ قاجار والی ایران محمد رضا بابی کے ہاتھ سے مارے گئے
اور اُنکے فرزند صلیبی شاہ مظفر الدین تخت نشین ایران ہوئے۔

فرقہ ہشتم نیچری

نیچر ایک انگریزی لفظ ہے اور وہ ٹھیک ٹھیک مراد ہے لفظ فطرۃ اللہ اور
قانون قدرت کے۔ نیچری وہ مسلمان کہلاتے ہیں جو سید احمد خان کی تصانیف کے
پیرو اور اُنکی ایجادی پالیسیون پر قدم بہ قدم چلنے والے ہیں اور پرانی وضع کے
ماسدئی تہذیب کے قائل جنٹل مین بننے کے شائق ہیں۔ یورپ میں سائنس اور
مذہب میں جو رزم آریاں ہوئیں وہ اس وقت نہایت حیرت انگیز معلوم ہوتی ہیں
جب وہ ان علم طبقات الارض نے یہ بات ثابت کی کہ یہ دنیا لاکھوں برس سے قائم ہے
اور انسان بھی بجائے پانچ چھ ہزار برس کے ہزاروں صدی سے دنیا میں آباد ہے
تو مذہب والوں کو مخالفت کرنے کی بڑی گنجائش ملی علیٰ ہذا القیاس جس وقت
ڈارون اور واسن نے یہ ثابت کیا کہ جو جاندار چیزیں ہم دنیا میں دیکھ رہے ہیں

وہ خود بخود ایک دوسرے کی تبدیلی سے پیدا ہوتی ہیں یہاں تک کہ انسان بھی ایک حیوانی
 سوچ سے پیدا ہوا ہے تو مذہب والوں کے پیر ملے کی معنی نکل گئی لیکن چونکہ ان مباحثوں
 میں عقل و ضمیر سائنس کی تائید کی لہذا مذہبی آخر کار سائنس والوں سے دوستی
 پیدا کرنے پر مجبور ہوئے اس وقت فرقہ سائنس زبردست ہو چکا تھا وہ مذہب کی تنگی
 کا خواہاں نہ تھا بلکہ مذہب کو حقارت کی نظر سے دیکھتا تھا اسلئے یورپ میں دو فرقے ہو گئے
 ایک کا نام مذہبی دوسرے کا نام نیچری ہوا یہی حال ہندوستان کے مسلمانوں کا
 ہو گیا ہے کہ جو مذہبی باتوں کو تاویلات کے ذریعے سائنس کا ہم آہنگ بتاتے ہیں
 وہ نیچری کہلاتے ہیں فرزندان اسلام میں سے جو لوگ سائنس کے پرکھائیدانوں کی
 ہوا کھا کر نکلے ہیں اصول اسلام کے زیر و زبر کرنے میں انکا غمیرنا واقعہ - ملاحظہ -
 فلاسفہ - اہل سائنس اور آریہ ساجیوان سے بڑھا ہوا ہے کیونکہ کھلا ہوا دشمن اس قدر
 مضرت رسان نہیں ہوتا جس قدر دوست نا دشمن

سید احمد خان ، اسکتو برٹش امین دہلی میں پیدا ہوئے ان کے دادا سید ہادی ہرات
 سے ہندوستان میں آئے تھے ان کے جد عالمگیر ثانی کے عہد میں پانسو سوار اور ایک ہزار
 پیدل پرافسر تھے اور سید احمد خان کے پرانا دادا بیرالدولہ امین الملک خواجہ
 فرید الدین خان مصلح جنگ دہلی میں عہدہ وزارت پر ممتاز تھے سید احمد خان کے باپ
 محمد تقی خان بہادر شاہ کے وقت میں دہلی کے وزیر ہوئے مگر اس وقت دہلی کا آفتاب
 اقبال غروب ہوئے کو تھا۔

سید احمد خان ابتدا میں مولوی مخصوص اللہ صاحب نبیرہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب
 محدث دہلوی کی خدمت میں حاضر ہو کر کسی قدر صرف و نحو سے آشنا ہوئے اور تعویذ
 گندے بھی سیکھے لیکن جب یہ نسخہ نہ چلا تو گورنمنٹ برٹش کی طرف رجوع کیا بیس سال
 کی عمر میں انگریزی ملازمت حاصل کی پہلی مرتبہ عدالت صدیامین کے سرشتہ دایہ ہوئے
 تین سال کے اندر نائب سرشتہ دار کشنری مقرر ہو کر اگرے بھیجے گئے اور سال بھر سے
 کچھ دیا وہ زبانہ گذرا تھا کہ قچپور سیکری کے صدر الصدور ہوئے پانچ برس کے بعد

اسی عہدے پر دہلی بھیجے گئے اور اس عرصہ میں سید صاحب کچے دیہاتی معیج مولوی اسماعیل صاحب مرحوم ہو گئے۔

۱۸۵۷ء میں ایک کتاب جس کا نام آثار الصنادید ہے لکھنؤ شہر دہلی کے اہل علم و فضل میں شہرت اور عزت حاصل کی بلکہ یہ کتاب عام طور پر ایسی مقبول ہوئی کہ فرنگ زبان میں بھی ترجمہ ہو گیا اور اسی کتاب کے صلے میں رائے ایشیاٹک سوسائٹی انگلستان کے فیلو بنائے گئے۔ ۱۸۵۷ء میں رہتک بھیجے گئے۔ پانچ برس کے بعد ۱۸۵۸ء میں غدر ہو گیا اور سید صاحب اپنی خیر خواہی اور حکام رسی کے ذریعہ سے بڑی ترقی کر گئے اور اس خیر خواہی میں دو سو روپیہ ماہوار کی خاص پنشن انکے اور انکے فرزند کلان کے لئے تاحین حیات منظور ہوئی۔

۱۸۵۸ء میں سید صاحب نے حالات غدر کا ایک رسالہ شائع کیا بعد اسکے ۱۸۵۹ء میں ایک کتاب لکھی جس کا نام ہندوستان کے وفادار مسلمان لکھا قصود سید صاحب کا ان کی تحریر سے مسلمانوں کی طرف سے انگریزوں کے خیالات کی کدورت کا نکالنا تھا اب سید صاحب کا کام زیادہ ترقی کرنے لگا اور خوش بیانی اور عالی درجی کی وجہ سے انگریزوں میں بڑے فاضل قلاس فرمانے لگے اور انھوں نے مسلمانوں کی طرف سے گورنمنٹ کو اطمینان دلانے اور اپنی ترقی اور خیر خواہی کے لئے ایک کتاب تبیین الکلام بائبل کی تفسیر میں لکھنؤ عیسائیوں اور مسلمانوں کو باہم ملانا اور ایک بنانا چاہا لیکن اس امر محال کے وقوع میں سید صاحب کا کام رہا۔

۱۸۶۹ء میں سید صاحب مع سید محمود و سید حامد کے ولایت انگلستان گئے اور جب تک ولایت میں رہے علاوہ فزلو کے ۲۵۵ پونڈ سالانہ متاع ہائے ۱۸۷۰ء کے آخر میں ہندوستان واپس آئے ۱۸۷۰ء میں کونسل و اضلاع قانون کے ممبر بنے اور ۱۸۷۱ء میں دوبارہ لارڈ رین نے وہی خدمت انکے سپرد کی ۱۸۷۲ء میں ایجوکیشنل کمیٹی کے ممبر مقرر ہوئے اور چند سال کے بعد کے سی ایس آئی کا خطاب گورنمنٹ نے اور ایڈمز ایونیورسٹی نے

اہل اہل ڈی کی ڈگری عطا کی۔ سید صاحب نے جو کلمتہ بین برہو سماج مذہب کو
 ہو بہو تار دیکھا اور اُس کے اصول کو یورپ کے فلاسفوں اور ایشیا کے معلوم کے مطابق
 خیال بنا کر اُسکو اذ حد پسند کیا اور جو دل میں مراد تھی اُسکو بلا محنت و مشقت پایا لیکن
 یہ بات نہ تھا اُن کے مقصد بلکہ اُنکی شان کے بھی خلاف تھی کہ وہ کلمہ کھلا اسلام کو
 ترک کر کے ایک بنگالی بابو کے مرید اور امت کہلاتے پس دل میں یہ سوچا کہ برائے نام
 ہو اسلام ہو مگر اُسکو برہو سماج مذہب کے مطابق کبھی لفظ نبی اور ملائکہ اور جبریل
 و جنت و دوزخ و وحی و الہام و شیطان بلکہ آسمان و جن کو تو بجا ل خود رہنے دیجئے
 اور ہر مسلمان سے کہئے کہ میں ان چیزوں پر ایمان رکھتا ہوں تاکہ مسلمانوں کو مجال
 تکفیر نہ ہو اور ان الفاظ کے معانی بالکل پلٹ دیجئے بیان نبوت سید صاحب
 کہتے ہیں کہ نبوت ایک فطری بلکہ تہذیب اخلاق کا ہوتا ہے اور جس شخص میں جس
 فن کا ملکہ بدرجہ کمال ہوتا ہے وہ اُس فن کا امام یا پیغمبر ہے لو ہمار بھی اپنے فن کا امام
 یا پیغمبر ہو سکتا ہے شاعر بھی اپنے فن کا امام یا پیغمبر ہو سکتا ہے ایک طبیب بھی فن

۹۷
 راجہ رام موہن رائے
 ایک بنگالی ہندو نے اہل اسلام
 اور پادریوں کی کتابوں سے واقف ہو کر
 ایک نیا مذہب اسلام سے افکار کیا اور یورپ کے
 مکتبوں کے خیالات اور کچھ عیسائیوں کی عبارات
 کو ملا کر ایک نیا مذہب بنایا اور اسے نام اسلام
 قیوم مذہب بنادیا اور کہہ کے براہم و مستقیم
 رکھا اس مذہب کے اصول میں آسانی تھی
 اور ان بادید یا اقوال کوئی نہیں بلکہ آسانی کو توجہ
 اصلی صراطِ تینیم
 اخلاق خالص

۹۸
 بابت بینا علم اسلام
 سے معجزہ ملن ہے نہ کبھی سرزد
 ہوا ہے اور نہ اُسے فتنے بظہور و فی الہام
 کلام کیا ہے نہ اس قسم کے ثبوت کی کچھ ضرورت
 ہے بلکہ عقل کافی ہے انبیاء اپنے اپنے وقت میں
 بزرگ اور ناصح اور امورات دینیان فائدہ بخش
 تھے مگر وہ معصوم نہ تھے نہ پندرونی ترقی کا
 خاتمہ ہو گیا بلکہ ہر زمانے میں ایسے لوگ پیدا
 ہوئے ہیں حضرت موسیٰ و عیسیٰ و محمد و انک
 جو سب شریک ہیں عینی نبوت سر
 اہل کتاب کے

۹۹
 اہل اہل ڈی کی ڈگری عطا کی۔ سید صاحب نے جو کلمتہ بین برہو سماج مذہب کو
 ہو بہو تار دیکھا اور اُس کے اصول کو یورپ کے فلاسفوں اور ایشیا کے معلوم کے مطابق
 خیال بنا کر اُسکو اذ حد پسند کیا اور جو دل میں مراد تھی اُسکو بلا محنت و مشقت پایا لیکن
 یہ بات نہ تھا اُن کے مقصد بلکہ اُنکی شان کے بھی خلاف تھی کہ وہ کلمہ کھلا اسلام کو
 ترک کر کے ایک بنگالی بابو کے مرید اور امت کہلاتے پس دل میں یہ سوچا کہ برائے نام
 ہو اسلام ہو مگر اُسکو برہو سماج مذہب کے مطابق کبھی لفظ نبی اور ملائکہ اور جبریل
 و جنت و دوزخ و وحی و الہام و شیطان بلکہ آسمان و جن کو تو بجا ل خود رہنے دیجئے
 اور ہر مسلمان سے کہئے کہ میں ان چیزوں پر ایمان رکھتا ہوں تاکہ مسلمانوں کو مجال
 تکفیر نہ ہو اور ان الفاظ کے معانی بالکل پلٹ دیجئے بیان نبوت سید صاحب
 کہتے ہیں کہ نبوت ایک فطری بلکہ تہذیب اخلاق کا ہوتا ہے اور جس شخص میں جس
 فن کا ملکہ بدرجہ کمال ہوتا ہے وہ اُس فن کا امام یا پیغمبر ہے لو ہمار بھی اپنے فن کا امام
 یا پیغمبر ہو سکتا ہے شاعر بھی اپنے فن کا امام یا پیغمبر ہو سکتا ہے ایک طبیب بھی فن

طب کا امام یا پیغمبر ہو سکتا ہے مگر جو شخص روحانی امراض کا طبیب ہوتا ہے اور جس میں اخلاق انسانی کی تعلیم و تربیت کا ملکہ بمقتضائے اُسکی فطرت کے خدا سے عطا ہوتا ہے وہ پیغمبر کہلاتا ہے خدا اور پیغمبر میں بجز اُس ملکہ نبوت کے جسکو ناموس کبر کہتے ہیں اور زبان شرع میں جبریل کہتے ہیں اور کوئی مجسم الہی پیغام پہنچانے والا نہیں ہوتا خود اُسی کے دل سے نوارے کے مانند وحی اُٹھتی ہے اور خود اُسی پر نازل ہوتی ہے وہ اپنا کلام نفسی ان ظاہری قانون سے اس طرح پرستتا ہے جیسے کوئی دوسرا شخص اُس سے کہہ رہا ہے وہ اپنے آپ کو ظاہری آنکھوں سے اس طرح پردیکھتا ہے جیسے دوسرا شخص اُس کے سامنے کھڑا ہوا ہے ان واقعات کے بتلانے کو اگرچہ یہ قول یاد آتا ہے - ع

قدر این بادہ ندانی بخدا تانہ چشمی

مگر ہم بطور تمثیل کے گو وہ کیسی ہی کم رتبہ ہوا سکا نبوت دیتے ہیں ہزاروں شخص ہیں جنھوں نے مجنونوں کے حالات دیکھے ہونگے وہ بغیر بولنے والے کے اپنے قانون سے آواز سنتے ہیں تنہا ہوتے ہیں مگر انہی آنکھوں سے اپنے پاس کسی کو کھڑا یا تین کتا ہوا دیکھتے ہیں وہ سب اُنھیں کے خیالات ہیں جو سب طرف سے بے خبر ہو کر ایک طرف مصروف اور اُس میں مستغرق ہیں اور باتیں سنتے ہیں اور باتیں کرتے ہیں پس ایسے دل کو جو فطرت کی رو سے تمام چیزوں سے بے تعلق اور روحانی تربیت پر مصروف اور اُس میں مستغرق ہوا ایسے ادراکات کا پیش آنا کچھ بھی خلاف فطرت انسانی نہیں ہے ہاں ان دونوں میں فرق ہے کہ پہلا مجنون ہے اور بچھلا پیغمبر گو کافر پہلے کو بھی مجنون بتاتے تھے یہ مثال سید صاحب نے فلاسفہ کے اقوال سے استنباط کی ہے چنانچہ شرح مواقف میں لکھا ہے مال ما ذکر وہ فی الخاصة الثالثة الی تخیل ما لا وجود له فی الحقيقة کما للمرضی والجانین یعنی اس تیسری شرط میں مال قول فلاسفہ کا معاملہ نبوت میں طرف تخیل ایسی چیزوں کے ہے جتنا حقیقت میں کچھ وجود نہیں جیسے کہ مریضوں اور مجنونوں کا حال ہوتا ہے - یہ تو سید صاحب نے اپنی تفسیر میں کہا ہے اور مذہب الاخلاق میں ایک جگہ فرماتے ہیں کہ خلقت انبیاء کی دیگر انسانوں سے

ایک نوع جداگانہ بشر صرف اُس کی جنس ہے اور صاحب الوحمی ہونا اسکی فصل ہے اور یہ ایک ملک ہے جو خلقت انبیاء میں پیدا کیا ہے پس جس طرح کہ حیوان اور انسان میں مناطق فصل ہے اسی طرح انسان اور انبیاء میں ذوالوحمی ہونا فصل ہے۔ اور تفسیر میں ایک مقام پر لکھا ہے کہ نبی اور امت کی مثال راعی اور غنم کی سی ہے گو نبی اور امت انسانیت میں شریک ہیں مگر نبی اور امت میں فطرت نبوت کی ایسی فصل ہے جیسے کہ راعی اور غنم میں نا طہیت کی بیضون سید صاحب نے سعدی کے اس شعر سے اخذ کیا ہے

درین راہ جز مرد داعی نرفت | گم آن شد کہ دنبال راعی نرفت

وژندہ علمائے اسلام نے انبیاء اور تمام انسانوں میں بجز اسکے کہ انکو ایک صفت نبوت کی ملگئی ہو اور کچھ فرق نہیں سمجھا اور اسی لئے اشاعرہ اور ماترید یہ نے نبی اور امت کی مثال سلطان اور رعیت کی سمجھی ہے پس ماہہ الاتیاز نبی اور غیر نبی میں وہی صفت نبوت ہی

بیان معجزہ

معجزہ اثبات نبوت یا خدا کی طرف سے ہونے پر دلالت نہیں کرتا کیونکہ اثبات نبوت کے لئے اول خدا کا وجود اور اسکا مستکمل ہونا ثابت کرنا چاہئے پھر یہ ثابت کرنا چاہئے کہ وہ اپنی طرف سے رسول و پیغمبر بھیجا کرتا ہے پھر یہ ثابت ہونا چاہئے کہ جو شخص دعویٰ نبوت کرتا ہے وہ درحقیقت اُسکا بھیجا ہوا ہے ہم پہلی دو باتوں سے قطع نظر کرتے ہیں کیونکہ کہا جاسکتا ہے کہ قرآن مجید میں ایسے مقامات پر اکثر اہل کتاب مخاطب ہیں جو ان دونوں پہلی باتوں کو مانتے تھے اور اسلئے معجزات سے صرف تیسری بات کا ثابت کرنا مقصود ہوتا ہے مگر وہ تیسری بات بھی معجزے سے ثابت نہیں ہو سکتی اور سید صاحب یہ بھی کہتے ہیں کہ کوئی معجزہ کسی نبی کا خلاف نیچر و خلاف فطرت اللہ نہیں ہے صرف نبوت اُسکے وقوع کا درکار ہے اور جب ثابت ہوا کہ فلان امر واقع ہوا تو بلاشبہ اُسپر یقین کیا جائیگا اور یہ بھی یقین کیا جائیگا کہ فطرۃ اللہ یعنی نیچر کے مطابق ہے گو کہ اسکی ماہیت ہماری سمجھ میں نہ آئے کیونکہ ہزاروں کام نیچر کے ایسے ہیں جنکی ماہیت ہماری سمجھ سے باہر ہے معجزات انبیاء قانون فطرت کے پورا کرنے والے ہیں اور کہتے ہیں

کہ حضرت سلیمان غبارے پر سوار ہوتے تھے جو وہاں ہوا کے زور سے چلتا تھا اور کوئی معجزے کی بات نہ تھی اور حضرت موسیٰ جو بنی اسرائیل کو لیکر شہر مصر سے نکلا اور فرعون نے مع اپنے لشکر کے تعاقب کیا تو راتوں رات حضرت موسیٰ بنی اسرائیل سمیت دریا سے پار اتر گئے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت بسبب جوار بھائے کے جو سمندر میں آتا رہتا تھا اس مقام پر کہیں خشک زمین نکل آتی تھی اور کہیں پایاب رہ جاتی تھی بنی اسرائیل خشک اور پایاب رستے سے راتوں رات میں اتر گئے اور یہ کوئی معجزے کی بات نہ تھی فرعون نے جب تعاقب کیا تو وہ وقت پانی کے بڑھنے کا تھا دریا میں پانی ٹر رہا تھا جیسے اپنی عادت کے موافق بڑھتا ہے اور ڈباؤ ہو گیا جس میں فرعون اور اس کا لشکر ڈوب گیا اور حضرت مسیح کے آسمان پر اٹھائے جانے کے بھی منکر ہیں۔

بیان ملائکہ و شیطان و جن

ملائکہ اشخاص متجزئہ بالذات نہیں قرآن میں جو لفظ ملک یا ملائکہ یا جبرئیل آتا ہے اس سے انسان کی قوت ملکیہ مراد ہے جس طرح شیطان سے قوت بہیمیہ حضرت آدم کے قصہ میں سجود ملائکہ سے قوائے ملکیہ کا انسان کے تابع ہو جانا مراد ہے اور شیطان سے قوت حیوانیہ یعنی قوائے بہیمی و سبعی مراد ہے جو مبداء شہوات اور غضب کا ہی جنکا منشا یعنی محل تولد نار یعنی حرارت ہے ابلیس کے نار سے پیدا ہونے کے یہی معنی ہیں سید صاحب کے نزدیک انسان ایک مجموعہ قوائے ملکیہ اور قوائے بہیمی کا ہے اور دونوں قوتوں کے بے انتہا ذریعات ہیں جو ہر ایک قسم کی نیکی اور بدی میں ظاہر ہوتے ہیں اور وہی انسان کے فرختے اور انکی ذریعات اور انسان کے شیطان اور انکی ذریعات ہیں غرض کہ سید صاحب کے نزدیک شیطان کا وجود خارج میں نہیں ہے بلکہ وہ انسان ہی میں موجود ہے خارج عن الانسان نہیں ہے۔ سید صاحب نے فرشتوں کے آسمان پر سے اترنے اور پردار ہونے کو بطور تسخیر کے چیلون کے منڈلانے سے تشبیہ دی ہے اور لکھا ہے کہ اس بات کے سمجھنے سے کہ خدا تعالیٰ جو اپنے جاہ و جلال اور اپنی قدرت اور اپنے افعال

فرشتوں سے نسبت کرتا ہے تو جن فرشتوں کا قرآن میں ذکر ہے ان کا کوئی اصلی وجود نہیں ہو سکتا بلکہ خدا کی بے انتہا قدرتوں کے ظہور کو اور ان قوے کو جو خدا نے اپنی تمام مخلوق میں مختلف قسم کے پیدا کئے ہیں ملک یا ملائکہ کہا ہے جن میں سے ایک شیطان یا ایس بھی ہے ہماروں کی صلابت پانی کی رقت درختوں کی قوت نمورق کی قوت جذب و دفع غرض کہ تمام قوے جنسے مخلوقات موجود ہوئی ہیں اور جو مخلوقات میں ہیں وہی ملک اور ملائکہ ہیں جن کا ذکر قرآن مجید میں آیا ہے اور تورات کی کتاب پیدائش کے باب ۳۲ میں جو حضرت یعقوب سے شب بھر ایک فرشتے کا کشتی لڑنا پھر فرشتے کا یعقوب کو انگڑا کرنا اور یعقوب سے فرشتے کا رخصت مانگنا اور یعقوب کا فرشتے سے برکت مانگنا اور یعقوب کا اُس جگہ کا نام فنی ایل رکھنا اور کہنا کہ میں نے خداوند (یعنی فرشتہ) کو رو برو دیکھا ہے بیان ہے سید صاحب اسکی نسبت فرماتے ہیں کہ یہ نقرس یا وجع الورك کا درد تھا اور ان کے نزدیک جن سے ایک جنگلی قوم کہ جو لوگوں سے پوشیدہ رہتی تھی مراد ہے اور قرآن میں ہے کہ جنات حضرت سلیمانؑ کے حکم کے موجب قلعہ اور تصویریں تیار کرتے تھے سید صاحب کہتے ہیں کہ صرف چند ہمارا یا کارگر یہ کام بناتے تھے۔

بیان اعجاز قرآن

تمام علماء و مفسرین نے یہ خیال کیا ہے کہ خدا نے قرآن کے من اللہ ثابت کرنے کو یہ معجزہ قرآن میں رکھا ہے کہ ویسا فصیح کلام کوئی بشر نہیں کہہ سکتا اور نہیں کہہ سکا پس انھوں نے اس قسم کی آیتوں میں فاتو اب سورۃ من مثله یعنی قرآن کے کسی ٹکڑے کی مانند تم بھی بنا لاؤ اور فاتو بعشر سور مثله قرآن کی مانند سے فصاحت و بلاغت میں مانند ہونا مراد لیا ہے لیکن سید صاحب کہتے ہیں کہ میری سمجھ میں ان آیتوں کا یہ مطلب نہیں کہ قرآن مجید اعلیٰ سے اعلیٰ فصاحت و بلاغت پر واقع ہے اور جو کہ وہ ایسی وحی ہے جو پیغمبر کے قلب نبوت پر نہ بطور معنی اور مضمون کے بلکہ بلفظ ڈالی گئی تھی اس لئے ضرور تھا کہ وہ ایسے اعلیٰ درجہ فصاحت پر ہو جو پہلے مثل

و بے نظیر ہو گریہ بات کہ اُسکی مثل کوئی نہیں کہہ سکا یا کہہ سکتا اُسکے من اللہ ہونے کی دلیل نہیں ہو سکتی بہت سے کلام انسانوں کے دنیا میں ایسے موجود ہیں کہ انکی مثل فصاحت و بلاغت میں آج تک دوسرا کلام نہیں ہوا مگر وہ من اللہ تسلیم نہیں ہوتے نہ ان آیتوں میں ایسا کوئی اشارہ ہے جس سے فصاحت و بلاغت میں معارضہ چاہا گیا ہو بلکہ صاف پایا جاتا ہے کہ جو ہدایت قرآن سے ہوتی ہے وہیں معارضہ چاہا گیا ہے۔

بیان رویت الہی

اُنکے نزدیک رویت الہی محال ہے وہ کہتے ہیں کہ انسان کے دل میں کسی چیز کے دیکھنے کی خواہش عین طرح پیدا ہوتی ہے یا اُسکا حال اور اوصاف سننے سے یا دل میں کسی خاص قسم کا ذوق و شوق پیدا ہو جانے سے یا اُسکا حال کہنے والے کی بات پر یقین کرنے سے موسیٰ کو بھی خدا کے دیکھنے کا شوق ہوا مگر وہ شوق دوسری قسم کا تھا جسکے بلبلے میں انسان کی عقل پر پردہ پڑ جاتا ہے اور ہونے نہ ہونے کی بات کہہ اُٹھتا ہے نبی اسرائیل نے بھی خدا کا دیکھنا چاہا مگر یہ سوال اُنکا تیسری قسم کا تھا موسیٰ کی اس بات پر کہ خدا سے پروردگار عالم موجود ہے اور اُسے موسیٰ کو اپنا پیغمبر کیا ہے یقین نہیں لاتے تھے اور اس بنا پر اُنھوں نے کہا تھا کہ ہمیں خدا کو دکھا دے جب تک ہم علانیہ خدا کو نہ دیکھ لیں گے تجھ پر ایمان نہ لائیں گے حضرت موسیٰ اپنے شوق کے سبب جس میں انسان کو ذہول ہو جاتا ہے بھول گئے کہ خدا ان آنکھوں سے دکھائی نہیں دے سکتا اور نبی اسرائیل نے اپنی حماقت سے یہ چاہا کہ علانیہ ہم خدا کو دیکھ لیں اور یہ نہ سمجھے کہ نہ خدا اپنے تئیں دکھا سکتا ہے اور نہ کوئی خدا کو دیکھ سکتا ہے یہ تمام واقعات موسیٰ و نبی اسرائیل پر سینا کے مقام پر گذرے تھے وہاں ایک سلسلہ پہاڑوں کا ہے جسکو طور سینا اور کبھی ہر طور بھی کہتے ہیں کچھ شبہ نہیں ہو سکتا کہ حضرت موسیٰ کے زمانے میں وہ کوہ آتش فشان تھا جب نبی اسرائیل نے حضرت موسیٰ سے کہا کہ ہم علانیہ خدا کو دیکھنا چاہتے ہیں تو وہ مجزاً اُسکی قدرت کا ملہ کے ایک عظیم انسان کرشمے کے اور کچھ اُنکو نہیں دکھا سکتے تھے پس وہ اُنکو اس چہارے کے

تربے کے جسکی آفتش فشانے اور گرد گردا گرد اس دور و شہ کی آواز اور چہروں کے
 اُن کے خوف سے وہ ہر ہوش ہو گئے یا مڑے کے مانند ہو گئے خدا سے تعالیٰ ان
 کام کا خون کو جو اُن کے قانون قدرت سے ہوتے ہیں خود اپنی طرف منسوب کرتا ہے
 جن کے منسوب کرنے کا بلاشبہ وہ مستحق ہے اس طرح ان واقعات عجیبہ کو بھی اُسے اپنی
 طرف منسوب کیا ہے۔

بیان نعمات و لذات جنت

یہ سمجھنا کہ جنت مثل ایک باغ کے پیدا کی ہوئی ہے اُس میں سنگ مرمر کے اور موتی کے
 جڑاؤ عمل ہیں باغ میں شاداب اور سرسبز درخت ہیں دو در اور شراب و شہد کی
 ندیاں بہ رہی ہیں ہر قسم کا میوہ کھانے کو موجود ہے ساقی سائین نہایت خوبصورت
 جانوسی کے کنگن پہنے ہوئے جو ہارے یہاں کی گھوٹین پہنتی ہیں شراب پلا رہی ہیں
 ایک جنتی ایک حور کے گلے میں ہاتھ ڈالے پڑا ہے ایک نے ران پر سر دھرا ہے ایک چھاتی
 سے لپٹا ہوا ہے ایک نے لب جان بخش کا بوسہ لیا ہے کوئی کسی کو نے بین کچھ کر رہا ہے کوئی
 کسی کو نے بین کچھ ایسا بیہودہ پن ہے جس پر تعجب ہوتا ہے اگر بہشت یہی ہے تو بے مبالغہ
 ہمارے خرابات اُس سے ہزار درجہ بہتر ہیں اس امر کے ثبوت کے لئے کہ بانی مذہب کا
 ان چیزوں کے بیان کرنے سے صرف اعلیٰ درجہ کی راحت کا بقدر فہم انسانی خیال پیدا کرنا
 مقصود تھا نہ واقعی ان چیزوں کا بہشت میں موجود ہونا ایک حدیث کا ذکر کرنا مناسب
 سمجھتا ہوں جو ترمذی نے بریدہ سے روایت کی ہے اُس میں بیان ہے کہ ایک شخص نے
 آنحضرتؐ سے پوچھا کہ بہشت میں گھوڑا بھی ہوگا آپ نے فرمایا کہ تو شیخ یا قوت کے گھوڑے پر
 سوار ہو کر جان چاہیگا اڑتا پھرے گا پھر ایک شخص نے پوچھا کہ حضرت وہاں اونٹ بھی ہوگا
 آپ نے فرمایا کہ وہاں جو کچھ چاہو گے سب کچھ ہوگا پس اس جواب سے مقصود یہ نہیں ہے
 کہ درحقیقت بہشت میں اونٹ اور گھوڑے موجود ہوں گے بلکہ مرث اُن لوگوں کے خیال ہیں
 اُس اعلیٰ درجے کی راحت کا خیال پیدا کرنا ہے جو اُن کے خیال اور انکی عقل و فہم و طبیعت کے
 مطابق اعلیٰ درجے کی ہو سکتی تھی غرض کہ اُن کے نزدیک جنت و دوزخ صرف خوشی و غمی کا

نام ہے باقی حدیث اور نہرین اور بیوجات جو قرآن اور نبی اسلام نے بیان فرمائے ہیں وہ محض نجات اور خوف دلانے کو اس خوشی و غم کی ان چیزوں کے ساتھ تفسیر و تشریح کر رہی ہے ورنہ کچھ نہیں دوسری جگہ سید صاحب فرماتے ہیں کہ بہشت کی ماہیت جو خدا تعالیٰ نے بیان فرمائی ہے وہ تو یہ ہو فلا تعلم نفس ما أخفى لهم من قرة أعین جزاء بما كانوا يعملون یعنی کوئی جانتا نہیں کہ کیا انکے لئے آنکھوں کی ٹھنڈک یعنی راحت چھپا رکھی گئی ہے انکے بدلے میں جو وہ کرتے تھے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے جو حقیقت بہشت کی فرمائی جیسے کہ بخاری و مسلم نے ابو ہریرہ کی سند پر بیان کی ہے وہ یہ ہے قال اللہ تعالیٰ اعدت لعبادہم الصالحین ما لا عین رأت ولا اذن سمعت ولا خطر علی قلب بشر یعنی اللہ تعالیٰ نے فرمایا تیار کی ہے میں نے اپنے نیک بندوں کے لئے وہ چیز جو نہ کسی آنکھ نے دیکھی ہے اور نہ کسی کان نے سنی ہے اور نہ کسی انسان کے دل میں اُسکا خیال گذرا ہو پس اگر حقیقت بہشت کی یہی باغ اور نہرین اور موتی کے اور چاندی سونے کی اینٹوں کے مکان اور دودھ و شراب اور شہد کے سمندر اور لذت میوے اور خوبصورت عورتیں اور لونڈے ہوں تو یہ تو قرآن کی آیت اور خدا کے فرمودے بالکل مخالف ہو کیونکہ ان چیز و نگو تو انسان جان سکتا ہے اور اگر فرض کیا جائے کہ ویسی عمدہ چیزیں نہ آنکھوں نے دیکھیں اور نہ کانوں نے سنین تو بھی ولا خطر علی قلب بشر سے خارج نہیں ہو سکتیں عمدہ ہونا ایک اضافی صفت ہے اور جبکہ اُن سب چیز و نکانو نہ دنیا میں موجود ہے تو اُسکی صفت اضافی کو جان تک کہ ترقی دیتے جاؤ انسان کے دل میں اُسکا خیال گذر سکتا ہے حالانکہ بہشت کی ایسی صفت بیان ہوئی ہے کہ لا خطر علی قلب بشر پس بہشت کی جو یہ تمام چیزیں بیان ہوئی ہیں درحقیقت جو بہشت میں قرآن اَعین ہو گا اسکے سمجھانے کو بقدر طاقت بشری تمثیلین ہیں نہ بہشت کی حقیقت۔

بیان جنت و دوزخ کے بالفعل موجود ہونے کا

قرآن میں خداے تعالیٰ نے جنت و دوزخ کا ذکر کیا ہے اور اُنکی نسبت لفظ اَعِدْتُ

جس کے لئے تیار یا آمادہ کے ہیں چار جگہ قرآن مجید میں آیا ہے اول تو سورہ بقرہ میں
 لَوْ لَمْ يَكُنِ فِي السَّمَوَاتِ هَذِهِ النُّجُومُ لَخُلِيتُ السَّمَاوَاتُ وَالْأَرْضُ وَكَانَ كُلُّ شَيْءٍ عَرَاةً
 ثُمَّ وَاسَّاسُكُمْ فِيهَا لَمُبِّنٌ فَلْيَنْظُرُوا فِي آيَاتِهِ لَعَلَّ هُمْ يَرْجِعُونَ
 پھر سورہ آل عمران میں هُوَ فَاتَقُوا النَّارَ الَّتِي أُعِدَّتْ لِلْكَافِرِينَ اور اسی سورت میں
 جَنَّتْ لِي نَبَاتٌ دُوسری جگہ ہے اَعْدَتْ لِلْمُتَّقِينَ اور پھر سورہ حدید میں ہے اَعْدَتْ
 لِلَّذِينَ آمَنُوا بِاللهِ وَرَسُولِهِ اور اس لفظ پر علماء اسلام نے استدلال کر کے یہ عقیدہ
 قائم کیا ہے الجنۃ والنار مخلوقتان یعنی بہشت اور دوزخ دونوں پیدا ہو چکی ہیں
 یعنی بالفعل موجود ہیں مگر غور کرنے سے پایا جاتا ہے کہ ان آیتوں سے یا اعدت
 کے لفظ سے یہ نتیجہ نہیں نکلتا تمام قرآن کی طرز بیان اس طرح پر ہے کہ آمندہ کی
 باتوں کا جو یقینی ہونے والی ہیں ماضی کے صیغوں سے بیان کیا جاتا ہے جو ان کے قطعی ہونے پر
 دلالت کرتی ہیں اسی طرح ان آیتوں میں جو باتیں ہونے والی ہیں انکو بطور ہو چکنے
 کے یعنی ماضی کے صیغے سے بیان کیا ہے مثلاً پہلی آیت میں فرمایا ہے چو اُس آگ سے
 جسکا آئندہ آدمی اور پھر بہن اور جو ہے کافروں کے لئے آدمیوں پر آئندہ صحن کا
 اطلاق اسوقت ہو سکتا ہے جب آگ بھڑکانے کے لئے آگ میں ڈالے جائینگے اور
 ان علماء اسلام کے نزدیک اگر یہ ہوگا تو قیامت میں حساب و کتاب کے بعد ہوگا
 پس اسوقت نہ کوئی آدمی جہنم کی آگ کا آئندہ صحن ہے اور نہ کوئی ایسی آگ موجود ہے
 جسکا آئندہ صحن آدمی ہوں ممکن ہے کہ کہا جائے کہ ایسا ہوگا پھر اگر ایسا ہوگا تو بالفعل
 ایسا ہونا قائم نہ رہا۔

بیان آسمان

سید صاحب آسمانوں کے وجود کے منکر ہیں اور اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ سماوات جمع ہے
 سماء کی جس کے معنی اونچے کے ہیں یونانی مسئلے مسلمانوں میں بہت رائج ہو گئے تھے
 اور سب (الاشاذ وناور) بطور سچے مسئلوں کے تسلیم کئے جاتے تھے یہاں تک کہ قرآن کے
 بیانات کو بھی انکے مطلق کیا جاتا تھا آسمانوں کا مسئلہ بھی ایسا ہی تھا جس میں علماء

اسلام نے کچھ معمولی ترسیم کی تھی اور اس کے جسم کے کروی محیط ارض ہونے اور ستاروں کے اسیں جیسے ہونے اور سورج کے گرد زمین چکر کھانے کو ویسا ہی تسلیم کیا تھا جیسا کہ یونانیوں نے بیان کیا تھا اسلئے تفسیر وین اور مذہبی کتابوں میں آسمان کے وہی معنی یا اس کے قریب قریب مروج ہو گئے جو یونانی حکیموں نے بیان کئے تھے اور بہت بڑی غلطی یہ پڑ گئی کہ لفظ تو لیا قرآن کا اور اس کے معنی لئے یونانی حکیموں کے اور رفتہ رفتہ وہ معنی ذہن میں ایسے راسخ ہو گئے کہ اسکا انکار کرنا گویا قرآن کا انکار کرنا ٹھہر گیا مگر ایسا سمجھنا بنائے فاسد علی الفاسد ہوا اس کے بعد سید صاحب اپنی طرف سے معنی لکھتے ہیں کہ قرآن مجید میں سما کا اطلاق اس وسعت پر بھی ہوا ہے جو ہر شخص اپنے سر کے اوپر دیکھتا ہے اور اس نیلی نیلی چیز پر بھی ہوا ہے جو گنبدی چھت کے موافق ہر شخص کو اس کے سر کے اوپر دکھائی دیتی ہے اور ان چلتے جسموں پر بھی ہوا ہے جنکو ہم ستارے یا کواکب کہتے ہیں بادلون پر بھی ہوا ہے جو مینہ برساتے ہیں مگر قرآن نے آسمان کے وہ معنی جو یونانی حکیموں نے بیان کئے ہیں کہیں نہیں بتلایے سید صاحب کے نزدیک آسمان سے مراد بلندی وجود ہے اور چونکہ یہ بعد غیر متناہی متصل یکے بعد دیگرے اسلئے اسکو سبع سموات کے ساتھ تعبیر کیا ہے۔

اب ہم سید صاحب کے بعض عقائد تہذیب الاخلاق وغیرہ سے انتخاب کرتے ہیں۔
 (۱) خدا علۃ العلۃ جمیع کائنات کا ہے اور وہ علۃ العلۃ اپنے معلومات کے تمام حالات کا علم واقعی رکھتی ہے جسکو وہ تقدیر کہتے ہیں یعنی انکی تحقیق میں علم باری کا نام تقدیر ہے۔
 (۲) صفات باری عین ذات ہیں۔ (۳) اگر تمام موجودات کے عوارض نوعیہ یا تخصیصی معدوم ہو جائیں تو جو کچھ باقی رہیگا وہ ناقابل عدم ہو گا۔ (۴) قانون فطرت کبھی نہیں ٹوٹتا کیونکہ جو کچھ خدا کرتا ہے وہی قانون فطرت ہے۔ (۵) عقل رہنا ہے اور اسلام و کفر میں جو تمیز کرنے والی ہے وہ بھی عقل ہے۔ (۶) حسن و قبح تمام اشیا کا عقلی ہے۔ (۷) مسئلہ بین الجبر والاختیار کوئی چیز نہیں بلکہ انسان اپنی جبلت اور فطرت میں مجبور ہے اور اپنی قدرت میں مختار ہے۔

۱۲
 یعنی خالی

سید صاحب نے اس مسئلے کو تفصیل سے دوسری عبارت میں بیان کیا ہے کہ وہ قوسے جو خدا نے تعالیٰ نے انسان میں پیدا کئے ہیں ان میں وہ قوس بھی جو انسان کو کسی فعل کے ارتکاب کے محرک ہوتے ہیں اور وہ قوت بھی جو اس فعل کے ارتکاب سے روکتی ہے ان تمام قوس کے استعمال پر انسان مختار ہے مگر ازل سے خدا کے علم میں ہے کہ فلان انسان کن کن قوسے کو اور کس کس طور پر کام میں لائے گا اُس کے علم کے برخلاف ہرگز ہوگا مگر اس سے انسان اس قوت کے استعمال یا ترک استعمال پر جب تک کہ وہ قوس قابل استعمال کے اس میں ہیں مجبور نہیں تصور ہو سکتا۔ (۸) اجماع امت یا اجماع جمہور مسلمین یا اجماع جس کی سند قرآن مجید اور حکم پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم ہو قابل حجت نہیں۔ بلکہ عموماً سید صاحب نے یہ ظہیر بغیر کسی قید کے قائم کیا ہے کہ لاجماع لیس بھجرت (۹) سوائے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی کی تقلید واجب نہیں ہے اور سوائے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی شخص ایسا نہیں ہے جس کا قول و فعل و نیات میں بلا دلیل حجت ہو۔

(۱۰) جو مسئلہ قرآن مجید اور احادیث میں پاؤا نہیں مل کر خواہ شافعی کے مطابق ہو یا حنفی کے۔

(۱۱) کوئی مسئلہ شرعی نہی یعنی فطرت اللہ کے برخلاف نہیں ہے۔ (۱۲) اصل ایمان تصدیق قلبی ہے اور جب تک وہ تصدیق انسان کے دل میں ہے کوئی فعل اس کو بینہ و بین اللہ کا فر نہیں کہلیے بات قطعیات سے ثابت ہے کہ جو شخص لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پر دل سے یقین رکھتا ہے اس کا کوئی فعل مع یقین مذکور کے اس کو کافر نہیں کر سکتا پس اگر اس قول پر چسپاں ہو جیل کی نجات منحصر تھی اس کو یقین ہے تو وہ کسی قوم کے ساتھ تشابہ کرے، ولو فی خصوصیات الدین و شعا ثا الکفر کالزنا و الصلیب و الاعیاد وہ کافر نہیں ہو سکتا (۱۳) معراج روحانی تھی نہ جسمانی۔ (۱۴) واقعہ شق صدر ایک جز ہے ان تمام واقعات کا جو شب معراج کو واقع ہوئے تھے (۱۵) مذہب اسلام کے تمام احکام نہی کے مطابق ہیں اور بدعات محدثات سے اور خیال اجماع سے اور خطا سے اجتنابات سے اور ڈنکا، سہ قیاسات سے اور شکنجہ اصول فقہ مختصر سے بے پروا پاک ہے (۱۶) غلام بنانا اسلام میں نہیں۔ (۱۷) طوفان نوح عام نہ تھا۔ (۱۸) کتب مقدمہ میں

حرفیت صرف معنوی ہو (۱۹) آدمی اُس سلسلے میں جو قرآن و سنت میں غلو میں
اپنے نفس کے لئے مجتہد ہے (۲۰) قرآن میں نسخ جاری نہیں ہوا (۲۱) کوئی آیت
منسوخ التلاوت نہیں۔ (۲۲) جس قدر کلام الہی جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر
نازل ہوا وہ سب دو دفعہ مصحف میں موجود ہے۔ (۲۳) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد
خلافت نبوت نہیں۔ (۲۴) دینیات میں سنت نبوی کی اطاعت میں ہم مجبور ہیں
اور دنیاوی امور میں مجاہد (۲۵) تمام افعال مامورہ خواہ وہ اعضا کے ہوں
یا دل وغیرہ کے فی نفسہ حسن ہیں اور افعال ممنوعہ فی نفسہ قبیح ہیں اور پیغمبر صرف اُن کے
خواص حسن یا قبیح کے بتانے والے ہیں جیسے کہ طبیب جو ادویہ کے ضرر اور نفع سے مطلع کرے
(۲۶) دین اسلام اُن مجموع احکام کا نام ہے جو یقینی سن اللہ ہیں۔ (۲۷) تمام افعال
اور اقوال رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے بالکل سچائی تھے مصلحت و نیت کی نسبت
رسول کی طرف کرنی سخت بے ادبی ہے جس میں خوف کفر ہے۔

غرض کہ سید صاحب نے ایک جدید اسلام کی بنیاد ڈالی چنانچہ پرچہ تہذیب الاخلاق مطبوعہ
سلسلہ ۱۲۹۱ ہجری صفحہ ۴۱ سے ۴۳ و ۱۰۰ میں یوں فرماتے ہیں کہ اسلام هو الفطرة والفقرة
ہی الا سلام یعنی اسلام جو ہے وہ فطرت ہو اور فطرت جو ہے وہ اسلام ہے اور فطرت
اسلام کا دوسرا نام ہے لاندہی بھی در حقیقت اسلام ہے کیونکہ لاندہی بھی در حقیقت
کوئی مذہب رکھتا ہے اور وہی اسلام ہے الخ اور وہی عین فطرت و نچر ہے جو آدمی نہ کسی
مذہب کو ماننا ہو اور نہ کسی اوتار کو اور نہ کسی کتاب الہامی کو اور نہ کسی حکم کو جو مذہب
میں فرض اور واجب سے تعبیر کئے گئے ہیں بلکہ صرف خدا سے واحد پر یقین رکھتا ہو وہ
آدمی کسی مذہب میں نہیں ہو اور جو لوگ خدا کے بھی قائل نہیں وہ بھی مسلمان ہیں کیونکہ الخ
اُن کے اہل جنت ہونے میں کیا شک باقی رہا اسکی تائید میں سید صاحب ابو ذر کی حدیث
کو پیش کرتے ہیں صحیح بخاری و صحیح مسلم میں اسے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا نہیں کوئی بندہ جسے لا الہ الا اللہ کہا پھر اُمی پیر مر لیکن داخل ہوگا جنت میں
ابو ذر کہتے ہیں میں نے عرض کیا گو اسے زنا کیا ہو چوری کی ہو فرمایا گو اسے زنا کیا ہو چوری

کی جو پھر میں نے یہی کہا اور آپ نے وہی جواب دیا جو تھی بار میں فرمایا وان زنی وان
سہری علی رغبانف ابی ذر یعنی اگرچہ زنا اور چوری کرے اوپر خاک آلودہ ہونے تاک
ایہ ذر کے یعنی اس بات کو اگرچہ وہ اچھا نہ جائے۔

لکچر اسلام میں سید صاحب فرماتے ہیں کہ جو شخص خدا کو ماننا ہے اور وحدہ لا شریک
ماننا ہے اور اُس پر یقین رکھتا ہے اور کسی نبی کی تصدیق نہیں کرتا اور آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کی نبی تصدیق نہیں کرتا اسکی نسبت یہ کہنا کہ محمدی نہیں یا مرادوت یعنی لیکر یہ کہنا کہ
وہ مسلمان نہیں ہے بالکل صحیح ہو مگر اُسکو کافر بمعنی مشرک کہنا یا موحد نہ کہنا اسلام کے
اصول کی رو سے درست نہیں۔

سید صاحب نے اکثر معنا میں اہل سنت کے عقائد کے خلاف اور فلاسفہ و مشرک کے موافق اپنی
تفسیر میں درج کئے ہیں بلکہ تفسیر لکھنا انکی ایک سینہ زوری تھی اُنکو قرآن و احادیث کے
ساتھ کوئی مہارت و مزا دست نہ تھی یہی وجہ ہے کہ قرآن کے الفاظ میں تصحیف و تحریف
بھی کہیں کہیں کر گئے ہیں ایک مقام پر اپنی تفسیر میں اُنھوں نے بیضاوی کی عبارت
نقل کی ہے اُس میں بجائے ذوقا ما کنتہ تعلون کے ذوقا ما کنتہ تعلون نقل کیا ہے
اور اسکا ترجمہ بھی یہی کیا کہ چکھو جو تم جانتے تھے حالانکہ صحیح ذوقا ما کنتہ تعلون تھا
اور اسکا ترجمہ یہ تھا کہ چکھو جو تم عمل کرتے تھے پس نہایت افسوس ہے کہ جس شخص کو قرآن
سے اتنی بھی مناسبت نہ ہو کہ غلط آیت لکھ دے اور غلط اُسکا ترجمہ کر دے وہ قرآن کی تفسیر کا
ارادہ کرے اور تحریف عمل میں لائے۔

خطبہ القدس میں لکھا ہے کہ فرقہ نیچریہ ابھی تک اسی پر قائم ہے کہ زبانی دعوت کرتا ہے
اور بیان کے ذریعہ سے لوگوں کو پھانس رہا ہے ابھی انکو یہ قدرت اور موقع نہیں ملا اور
انکی جمعیت اتنی فراہم نہیں ہوئی کہ ہتھیار اٹھا کر اہل صلاح کے ساتھ کشت و خون کریں
سید صاحب نے علی گڑھ میں ۲۷ مارچ ۱۸۵۷ء کو ایک شبہ کی رات کو انجے انتقال کیا۔
دہلی اور لکھنؤ اور رامپور اور بھوپال کے مولوی صاحبوں نے سید صاحب کے کفر کے
قتوے دئے اور وہ کلمات کفر جو ان کی نسبت منسوب کئے گئے ہیں یہ ہیں۔

(۱) احمد مساکلی ہیں انکو مسلمانوں سے اختلاف ہے۔ (۲) جو مذہب غیر نبوی اہل حلالہ
 حضرت انسانی کے برخلاف ہے وہ صحیح نہیں ہے اور جو غیر کے مطابق ہے وہ صرف ایک
 مذہب ہے جسکو وہ ٹیٹھ اسلام کہتے ہیں۔ (۳) بدعات محدثات ٹیٹھ اسلام نہیں ہیں۔
 (۴) غلط خیال اجماع کا ٹیٹھ اسلام نہیں ہے۔ (۵) قیاس ٹیٹھ اسلام نہیں ہے۔ (۶) اصول
 فقہ قواعد فقہ ہیں ٹیٹھ اسلام نہیں ہیں۔ (۷) خطائے اجتہادات ٹیٹھ اسلام نہیں
 (۸) اکثر عالموں نے قرآن مجید کی حالت کی نسبت غلطی کی ہے۔ (۹) تفسیر بن یودیون
 کے قصوں سے بھری ہوئی ہیں اور وہ من کیتھو لک فرے سے اخذ کی گئی ہیں۔
 (۱۰) احادیث کی کتابوں کی کوئی حدیث قابل یقین نہیں ہے۔ (۱۱) وجود شیطان
 نہیں ہے۔ (۱۲) وجود ملائکہ نہیں ہے۔ (۱۳) وجود آسمان نہیں ہے۔
 (۱۴) طوفان نوح عام نہ تھا۔ (۱۵) بعثت حضرت نوح عام نہ تھی۔ (۱۶) پرند منفقہ
 جسکو نصاریٰ نے گردن مڑو کر مار ڈالا حلال ہے۔ (۱۷) حراج ایک خواب ہے۔
 (۱۸) تصویر کھینچنا جائز ہے۔

سید صاحب کی نسبت علمائے حرمین شریفین نے بھی تکفیر کا فتویٰ دیا تھا جس کو
 مولوی علی بخش خان مرحوم صدر الصدور گورکھ پور جو اس زمانے میں حج کے لئے گئے تھے اپنے
 ہمراہ لائے تھے اسکی نسبت سر سید تمذیب الاخلاق میں لکھتے ہیں جو صاحب ہماری تکفیر کے
 فتوے لینے کو مکہ معظمہ تشریف لے گئے تھے اور ہمارے کفر کی بدولت انکو حج اکبر نصیب ہوا
 ان کے لائے ہوئے فتوے کے دیکھنے کے ہم بھی مشتاق ہیں۔

بہ بین کرامت بیخانہ مرا سے شیخ	کہ چون خراب شود خانه خدا اگر دو
سبحان اللہ ہمارا کفر بھی کیا کفر ہے کہ کسی کو حاجی اور کسی کو حاجی اور کسی کو کافر اور کسی کو مسلمان بنا دے	
باران کہ در لطافت طبعش خلقات نیست	در بارغ لالہ روید و در شور بوم خس
سر سید کی ان تضائیف میں جو انھوں نے اپنی درمیانی عمر میں کہیں اور انکی آخری عمر کے	
زمانے کی تضائیف میں زمین و آسمان کا فرق ہے آخری زمانے کی تضائیف میں پُرانی	
تعلیم کے اثرات صاف صاف ملتے ہیں اور نیز انکی آخری عمر میں نشست و برخاست	

اور بسند مذہبی کے طریقوں میں بہت سی وہ پُرانی رسمیں ملتی تھیں جن پر مذہبِ لاطلاق کے زمانے میں خاکے اڑائے گئے تھے وجہ اسکی صرف یہی ہے کہ کمزور ہو جانے کے بعد انسان اپنی سوسائٹی سے مقابلہ کرنے کی ہمت جب نہیں پاتا ہے تو انکو راضی کرنے کے واسطے وہی اعمال کرنے لگتا ہے جسکا رواج ہوتا ہے۔

فائل میں بیچری عقائد جو سید صاحب کی بدولت مسلمانان ہندوستان میں پھیلے ہیں پُرانے زمانے میں بھی بعض لوگوں کے ایسے ہی عقائد تھے موجودہ زمانے میں چونکہ سید صاحب نام برآوردہ تھے اور ایسی باتوں کی ابتدا انھیں نے کی اسلئے ایسے خیالات والے انہی کے متبع کہلاتے ہیں اور مذہبِ بیچری کے بانی بھی سمجھے جاتے ہیں اور ایسے عقائد کا بیچری نام انہی کی وجہ سے مقرر ہوا ہے اگلے لوگ دوسرے نام سے مشہور تھے جسکی تفصیل یہ ہے۔

کتاب الملل والنحل مولفہ محمد بن عبدالکبیر شہرستانی مطبوعہ مصر کی جلد اول کے صفحہ ۱۰۴ میں بعض اہل اہوا کا یہ عقیدہ لکھا ہے کہ ان کے نزدیک سولے عالم محسوس کے اور کوئی عالم نہیں انکا ہر بات میں اپنے ذہن صافی اور فطرت سلیمہ پر اعتماد کلی رہی اور اس گروہ کا نام طبعیہ و ہر یہ ہے اور ان میں جو لوگ کسی قدر ترقی یافتہ ہیں وہ یہ کہتے ہیں کہ شریعت اور اس کے احکام حرام و حلال مصلحت عباد اور رفاہِ بلاؤں کے لئے رفاہِ مر لوگوں نے اپنی طبیعت صافیہ سے مقرر کر دئے ہیں اور وہ جن روحانی چیزوں کی خبر دیتے ہیں جیسا کہ لوح و قلم عرش و کرسی ملائکہ وغیرہ سو وہ درحقیقت ان کے خیالات ہیں کہ جنکو وہ جسمانی صورتوں کے ساتھ تعبیر کرتے ہیں اور اسی طرح آخرت کے احوال جنت اور حور و قصور اور نرد و میوجات جو وہ بیان کرتے ہیں محض عوام کی طبیعتوں کو رجوع کرنے کی باتیں ہیں اور اسی طرح دوزخ اور اس کے عذاب طوق وغیرہ لوگوں کے ڈرانے کے لئے بیان کرتے ہیں کہ ان سے ڈر کر ان امورِ مصلحت پر کہ جنکو انھوں نے واجب و فرض بتایا ہے چلیں اور جن نامناسب چیزوں سے کہ مصلحت وقت جانکر منع کیا اور حرام و مکروہ کہا بچیں ورنہ عالم آخرت میں کہ عالم علوی ہے صور جسمانی اور اشکالِ جویانی کہاں منتقلی

فرقہ نحم احمدیہ جو قادیانی کے نام سے معروف ہے

یہ فرقہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی طرف منسوب ہے جنکے والد کا نام غلام مرتضیٰ اور دادا کا نام عطا محمد اور پردادا کا نام گل محمد تھا انکی قوم مغل برلاس، جو قادیان ملک پنجاب کے نامی رئیس ہیں انکے بزرگ سمرقند سے اس ملک میں آئے تھے اور بادشاہ وقت کی طرف سے بہت دیہات بطور جاگیر انکو ملے سکھوں کے ابتدائی زمانے میں مرزا گل محمد کے پاس ۸۵ گاؤں اس نواح کے تھے اور بہت سے گاؤں سکھوں کے متواتر حملوں کی وجہ سے انکے قبضے سے نکل گئے جب وہ فوت ہوئے تو بجائے انکے مرزا عطا محمد جانشین ہوئے انکے وقت میں روز بروز سکھ لوگ ان کی جاگیر دیہات پر قبضہ کرتے گئے اور آخر کار انکو قادیان سے بھی نکال دیا۔ تھوڑے عرصے کے بعد انکو زہر دیا گیا پھر رنجیت سنگھ کی سلطنت کے آخری زمانے میں غلام مرتضیٰ صاحب قادیان واپس آئے اور پانچ گاؤں دیہات جاگیر میں سے واپس ملے۔

مرزا غلام احمد صاحب کی پیدائش ۱۳۳۵ یا ۱۳۳۶ء میں ہوئی مولوی گل علی شاہ سے سخا اور منطق اور حکمت وغیرہ علوم مروجہ کو حاصل کیا اور اپنے والد کے ساتھ انگریزی عدالتوں میں اپنے اجداد کے بعض دیہات کو دوبارہ لینے کے لئے مقدمات میں مشغول رہے اور زمینداری امور کی نگرانی میں لگے اور چند سال انکے انگریزی ملازمت میں بھی بسر ہوئے انکے والد کے مرنے سے قبل انکو تھوڑی سی غنودگی ہو کر یہ الہام ہوا والسماء والطارق یعنی قسم ہے آسمان کی جو قضا و قدر کا مبدیہ ہے اور قسم ہے اس حادثے کی جو غروب کے بعد نازل ہوگا اور انکو سمجھایا گیا کہ یہ الہام بطور عزائیں خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے اور حادثہ یہ ہے کہ آج ہی تمہارے والد آفتاب کے غروب کے بعد فوت ہو جائیں گے جب انکو اپنے والد کی وفات کی نسبت الہام ہوا تو بشریت کی وجہ سے خیال آیا کہ بعض وجہ آمدنی والد کی زندگی سے وابستہ تھیں پھر نہ معلوم کیا کیا ابتلا پیش آئے اسوقت یہ دوسرا الہام ہوا الیسو اللہ بکاف

عبدہ اپنی کیا خدا اپنے بندے کو کافی نہیں ہے۔ انھوں نے کبھی ریاضت شاقہ نہیں کی
 اور عبادت شدیدہ میں اپنے نفس کو ڈالا اور زکوٰۃ نشینی کے اہتمام سے کوئی چلہ کشی کی
 بان میں کے والد کے زمانے میں ہی ایک مرتبہ ایسا اتفاق ہوا کہ ایک معمر جرگ
 انکو خواب میں دکھائی دیا اور یہ کہا کہ کسی قدر روزے انوار سماوی کی پیشوائی کے
 لئے رکھنا سنت خاندان نبوت ہے سو انھوں نے کچھ مدت التزام صوم کیا پھر دو تین
 ہفتے کے بعد انھیں معلوم ہوا کہ ایسے روزوں سے جو ایک وقت میں پیٹ بھر کر
 روٹی کھالی جاتی ہے بہتر ہے کہ کسی قدر کھائے کو کم کریں سو انھوں نے کھانے کو یہاں تک
 کم کیا کہ چند تولہ روٹی میں سے آٹھ پیر کے بعد اُنکی غذا ختمی اور آٹھ یا نو ماہ تک انھوں نے
 ایسا ہی کیا اس قسم کے روزے سے بہت لطیف مکاشفات انہیں اس زمانے میں کھلے
 چنانچہ بعض گذشتہ نبیوں اور اعلیٰ طبقے کے اولیائے امت سے ملاقاتیں ہوئیں ایک دفعہ
 عین بیداری کی حالت میں جناب رسول خدا کو مع حسنین و علی و فاطمہ رضی اللہ عنہم کے
 دیکھا غرض کہ کشف صریح کے ذریعہ سے خدا سے تعالیٰ سے اصلاح پاکر جسمانی سختی کشی کا
 حصہ آٹھ نو ماہ لیکر پھر اُس طریق کو علی الدوام بجالانا چھوڑ دیا اور کبھی کبھی اسکو اختیار
 بھی کیا جب تیرہ سوین صدی کا اخیر ہوا اور چودھویں صدی کا ظہور ہونے لگا تو خدا تعالیٰ
 نے انکو الہام کے ذریعہ سے خبر دی کہ تو اس صدی کا مجدد ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے
 یہ الہام ہوا الرحمن علم القرآن لتذرن رقومًا ما اذرا باءہم لتستبین سبیل
 المجہودین قل انی امرت وانا اول المؤمنین یعنی خدا نے مجھے قرآن سکھایا اور اُسکے
 صحیح معنی مجھ پر کھول دئے یہ اسلئے ہوا کہ تا تو ان لوگوں کو بد انجام سے ڈرائے جو بجا عث
 پشت و ریشت کی غفلت اور نہ متوجہ کئے جانے کی غلطیوں میں پڑ گئے اور تا ان مجرموں
 کی راہ کھل جائے کہ جو ہدایت پہنچنے کے بعد بھی راہ راست کو قبول کرنا نہیں چاہتے
 انکو کہہ دے کہ میں ہا مومنین ہوں اسکے بعد مرزا صاحب نے مسیحیت
 کا دعویٰ کیا اور اللہ نے الہام میں انکا نام علیہ السلام و مسیح موعود رکھا عبارت الہام یہ ہے
 جعلنا اے المسیح ابن مریہ بنے تجھے مسیح بن مریم بنایا اور پھر ایک اور الہام ہوا

الحمد لله الذي جعلك المسيح ابن مريم انت شفيع المسيح الذي لا يضاع
وقتہ کہ مثلاً دت لا يضاع یعنی خدا کی سب حمد ہے جسے تجھ کو مسیح بن مریم بنایا تو وہ
شیخ مسیح ہے جس کا وقت ضائع نہیں کیا جائے گا تیرے جیسا موتی ضائع نہیں کیا جاتا۔
مرزا صاحب کے مرید انکے نام کے ساتھ علیہ السلام کا لفظ لکھتے ہیں۔ مرزا صاحب
کہتے ہیں کہ میرے دل میں اس دعوے کی بنیاد حدیث نہیں بلکہ قرآن اور وحی ہے
جو بھیر نازل ہوئی ہاں تائیدی طور پر ہم وہ حدیثیں پیش کرتے ہیں جو قرآن شریف
کے مطابق ہیں اور میری وحی کی معارض نہیں اور دوسری حدیثوں کو ہم ردی کی
طرح پھینک دیتے ہیں اگر حدیثوں کا دنیا میں وجود بھی نہ ہوتا تب بھی میرے اس
دعوے کو حرج نہ پہونچتا تھا وہ کہتے ہیں کہ یہ بات صحیح نہیں کہ عیسیٰ بن مریم آسمان پر
اٹھائے گئے ہیں اور وہ زندہ ہیں وہ اپنے قول کی تائید میں لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنی
کتاب غور و قرآن کریم میں انکو متوفیوں کی جماعت میں داخل کر چکا ہے اور
سارے قرآن میں ایک دفعہ بھی انکی خارجی عادت زندگی اور انکے دوبارہ آنے کو
ذکر نہیں کیا بلکہ انکو صرف فوت شدہ کہہ کر چپ ہو گیا لہذا انکا زندہ جبہ العنصری ہونا
اور پھر دوبارہ کسی وقت دنیا میں آنا نہ صرف اپنے ہی الہام کی رو سے خلاف واقع
سمجھنا ہوں بلکہ اس خیال حیات مسیح کو نصوص بینہ قطعہ قرآن کریم کی رو سے لغو
اور باطل جانتا ہوں اور نہ کوئی حدیث صحیح مرفوع متصل موجود ہے جس نے متوفی
کے لفظ کی کوئی مخالفانہ تفسیر کر کے مسیح کی حیات جسمانی پر گواہی دی ہے بلکہ بخاری میں
بجائے ان باتوں کے اما کہ منکم لکھا ہے اور حضرت مسیح کی وفات کی شہادت
دی ہے اس زمانے میں خدا تعالیٰ نے جو دعویٰ صدی کے سر پر مجھے مبعوث فرما کر
اس پیش گوئی کی معقولیت کو بھی کھول دیا اور ظاہر فرمایا کہ مسیح کا دوبارہ دنیا میں آنا
اس رنگ اور طریق سے مقدر تھا جیسا کہ ایلیا نبی کا دوبارہ دنیا میں آنا ملاکی نبی
کی کتاب میں لکھا گیا تھا پس میں جو نزول مسیح کے معنی کرتا ہوں وہ نئے معنی نہیں ہیں
بلکہ وہی معنی ہیں جو حضرت مسیح علیہ السلام کی زبان سے پہلے نکل چکے ہیں کیونکہ نزول

سچ ابن مریم کا مقدمہ نزول الیسا نبی کے مقدمے سے بالکل ہم شکل ہے پس جس
 حال میں آج تک یہودیوں کی یہ تمنا پوری نہیں ہوئی کہ الیسا نبی آسمان سے
 اترے اور اسی وجہ سے وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے منکر رہے تو مولویان اسلام کی
 تمنا کیونکر پوری ہو سکتی ہے کہ کسی وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام خود آسمان سے
 نازل ہونگے ہمارے مخالف اپنی جہالت سے عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کو حقیقی طور پر
 انتظار کرتے ہیں اور ہم ہر روزی طور پر اور ہم مانتے ہیں کہ نزول مسیح کی پیش گوئی
 پوری ہو گئی مرزا صاحب بتے ہیں کہ جب تک مجھے خدا نے اس طرف توجہ نہ دی اور
 بار بار نہ سمجھایا کہ تو مسیح موعود ہے اور عیسیٰ فوت ہو گیا ہے تب تک میں اسی عقیدے
 پر قائم تھا جو اور مسلمانوں کا عقیدہ ہے اسی وجہ سے کمال سادگی سے میں نے حضرت مسیح
 کے دوبارہ آنے کی نسبت براہین احمدیہ میں لکھا ہے جب خدا نے مجھے اصل حقیقت کھول دی
 تو میں اس عقیدے سے باز آ گیا میں نے بجز کمال یقین کے جو میرے دل پر محیط ہو گیا
 اور مجھے نور سے بھر دیا اس رسمی عقیدے کو نہ چھوڑا حالانکہ اسی براہین میں میرا نام
 عیسیٰ رکھا گیا تھا اور مجھے خاتم الخلفاء ٹھہرایا گیا تھا اور میری نسبت کہا گیا تھا
 کہ تو ہی کسر صلیب کریگا اور مجھے بتلایا تھا کہ تیری خبر قرآن اور حدیث میں موجود ہے
 اور تو ہی اس آیت کا مصداق ہے هو الذی ارسل رسولہ بالہدی و دین الحق
 لیظہرہ علی الدین کلہ تا ہم یہ الہام جو براہین احمدیہ میں کھلے کھلے طور پر درج تھا
 خدا کی حکمت علی نے میری نظر سے پوشیدہ رکھا اور اسی کتاب میں عیسیٰ کی آمد ثانی کا عقیدہ
 لکھ دیا اور قربان بارہ برس تک اس رسمی عقیدے پر چار بار جب وقت وہ آ گیا کہ مجھ پر
 اصل حقیقت کھول دی جائے تب تو اترے اس بارے میں الہامات شروع ہوئے کہ
 تو ہی مسیح موعود ہے اور مجھے حکم ہوا فاصدع بما تو موعی فی جو تجھے حکم ہوتا ہے وہ کھول کر لوگوں کو
 سنا دے اور یہ بھی کہتے ہیں کہ مہدی آخر الزمان میں ہوں۔

مرزا صاحب نے اپنے مقابلے کے لئے وصال کی بھی ایجاد کی انکا بیان یہ ہے
 کہ حدیثوں میں دو قسم کی صفات دجال مہود کی بیان فرمائی گئی ہیں ایک یہ کہ

وہ نبوت کا دعویٰ کر چکا اور دوسرے یہ کہ وہ خدائی کا دعویٰ کر چکا ان دونوں باتوں کو اگر حقیقت پر حمل کیا جائے تو کسی طرح تطبیق ممکن نہیں کیونکہ نبوت کا دعویٰ اس بات کو مستلزم ہے کہ شخص مدعی خدا کا قائل ہو اور خدائی کا دعویٰ اس بات کو چاہتا ہے کہ شخص مدعی آپ ہی خدا بن بیٹھے اور کسی دوسرے خدا کا قائل نہ ہو پس یہ دونوں دعویٰ ایک شخص سے کیونکر ہو سکتے ہیں۔ مرزا صاحب کہتے ہیں کہ دجال ایک شخص کا نام نہیں ہے بلکہ وہ دجال کے معنی خود لفظ دجل سے اس طرح بنتے ہیں کہ لغت عرب کی رو سے دجال اُس گروہ کو کہتے ہیں جو اپنے قیمل میں اور متدین ظاہر کرتے اور عداصل نہ امین ہونہ متدین بلکہ اُسکی ہر ایک بات میں دھوکہ دہی اور فریب دہی ہو سو یہ صفت عیسائیوں کے اُس گروہ میں ہے جو پادری کہلاتے ہیں یہ گروہ چونکہ اصل آسمانی انجیل کو گم کر کے محرف اور مغشوش مضمون بنام نہاد ترجمہ انجیل کے دنیا میں پھیلاتا ہے یہ فعل اُنکا دوسرے لفظوں میں گویا نبوت کا دعویٰ ہے کیونکہ انھوں نے جیسا سازی سے نبوت کے منصب کو اپنے ہاتھ میں لے لیا ہے جو چاہتے ہیں ترجمے کے بہانے سے لکھ دیتے ہیں اور پھر اُسکو خدا کی طرف منسوب کرتے ہیں پس یہ طریق انکا نبوت کے دعوے سے مشابہ ہے اور اس دام میں گرفتار اکثر عوام عیسائی ہیں اور دجال کا دوسرا حزب جکے افعال خدائی کے دعوے سے مشابہ ہیں یورپ کے فلاسفوں اور کلون کے ایجاد کرنے والوں کا گروہ جو جنھوں نے اسباب اور علل کے پیدا کرنے کے لئے اپنی کوششوں کو انتہا تک پہنچا دیا ہے اور بہت سی کامیابیوں کی وجہ سے آخر اس ردی اعتقاد تک پہنچ گئے ہیں کہ خدا کی قدرت اور اُس پر ایمان رکھنا کچھ چیز نہیں ہے اور وہ رات دن ان تلاشوں میں لگے ہوئے ہیں کہ خود ہی کسی طرح اس راز کے مالک ہو جائیں کہ جب چاہیں بارش برسائیں اور جب چاہیں کسی کے گھر میں لڑکا یا لڑکی پیدا کر دیں اور جب چاہیں کسی کو عقیقہ بنا دیں پس کچھ شک نہیں کہ یہ طریق دوسرے لفظوں میں خدائی کا دعویٰ ہے اور اس گروہ کے تابع یورپ کے اکثر خواہیں عیسائی ہیں غرض کہ دراصل یہی لوگ

وہاں ہیں جنکو پادری یا رومیین فلاسفر کہا جاتا ہے یہ پادری اور یورپین فلاسفر وہاں
 مسجد کے دو چترے ہیں جن سے وہ ایک اثر دہا کی طرح لوگوں کے ایمانوں کو کھا جاتا ہے
 میں ایسے وقت میں آیا ہوں کہ جہل ندرونی اختلافات انتہا تک پہنچ گئے اور ایک
 فرقہ دوسرے کو کافر بتانے لگا اس نفرت کے وقت میں امت محمدیہ کو ایک حکم کی ضرورت
 تھی سو خدا نے مجھے حکم کر کے بھیجا ہے اور قرآن اور احادیث سے اس بات کا کافی
 ثبوت ملتا ہے کہ آئندہ الاسحٰب چودھویں صدی میں ظہور کرینگا علاوہ ان سب
 امور کے ایک عظیم الشان علامت مسیح موعود کی احادیث صحیحہ میں لکھی گئی ہو کہ وہ ایسے
 وقت میں آئینگا کہ جب صلیبی مذہب بڑے جوش سے پھیلا ہوا ہو گا جیسا کہ حدیث
 یکسر الصلیب جو صحیح بخاری میں ہے اس پر دلالت کرتی ہے سو ایسے وقت میں اور ایسے
 زمانے میں یہ عاجز آیا ہے اور دوسری علامت اشارات احادیث سے مسیح موعود
 کے لئے یہ معلوم ہوتی ہے کہ وہ ممالک مشرقیہ میں مبعوث ہو گا اور یہ ظاہر ہے کہ ہمارا
 ملک ہند فاصکری پنجاب کا حصہ مکہ معظمہ سے بجانب مشرق واقع ہے اور احادیث میں
 یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ وہ ہمدی موعود ایسے قصبے کا رہنے والا ہو گا جس کا نام کدعبا کہ یہ
 ہو گا اور ہر ایک دانا سمجھ سکتا ہے کہ یہ لفظ کدعبہ دراصل قادیان کے لفظ کا تخفیف
 جس میں مسیحیت اور محمدیت کا مدعی بھی موجود ہے جس کا نام یعنی غلام احمد
 قادیانی اپنے حروف کے اعداد سے اشارہ کر رہا ہے یعنی تیسرہ سو عدد جو اس
 نام سے نکلتا ہے وہ بتلا رہا ہے کہ تیسرے صدی میں ختم ہونے پر یہی مجدد آیا
 جس کا نام حیرہ سو کا عشر ہونا کرتا ہے ہماری جدید تحقیق سے جو کسر صلیب کے لئے خدا تعالیٰ
 کی طرف سے ہکو عطا ہوئی ہے یہ بات خوب صفائی سے ثابت ہو گئی کہ مسیح کا ہرگز
 رفیع جسمانی نہیں ہوا ہاں ایک سو بیس برس کے بعد رفع روحانی ہوا بلکہ صلیب کے دونوں
 رفیع روحانی بھی نہیں ہوا کیونکہ وہ صلیب کے زخموں سے شفا پا کر ۸۷ برس زندہ رہے وہ
 اسکی یہ ہے کہ جس پیلطون گورنر قیصر کے ہاتھ میں عیسیٰ کے مار ڈالنے کی کارروائی تھی
 اسکی بیوی کو خواب آئی کہ اگر شیعہ شخص مر گیا تو پھر اسمین تمھاری تباہی ہے اس لئے

آئے اندرونی طور پر کوشش کر کے مسیح کو صلیبی موت سے بچا لیا مگر یہودی اپنی حماقت سے
 سمجھتے رہے کہ مسیح صلیب پر مر گئے حالانکہ حضرت مسیح بخیر و عافیت اپنے حواریوں کے پاس آئے
 اور انکو مبارکباد دی کہ میں خدا کے فضل سے بدستور اب تک زندہ ہوں اور پھر ان کے
 ہاتھ سے لیکر روٹی اور مچھلی کھائی صلیب کی کیلون کے زخم اُنکو دکھلائے اور چالیسین
 دن تک اُنکے زخموں کا اُس مرہم کے ساتھ علاج ہوتا رہا جسکو قرابا دینیوں میں مرہم
 عیسیٰ یا مرہم مرسل یا مرہم حواریین کے نام سے موسوم کرتے ہیں اور قانون بوطی سینا
 میں بھی مندرج ہے اور جبکی دواؤں کو خدا تعالیٰ نے بطور الہام کے اُنپر ظاہر کیا تھا
 بعد اسکے مسیح خدا کا حکم پا کر پوشیدہ طور پر اپنے وطن سے سفر کو نکلے اور حواریوں کو
 تاکید سے منع کر دیا کہ میرے اس سفر کا حال کسی سے مت کہنا اور ملکوں کی سیر کرتے ہوئے
 نصیبین میں آئے اور وہاں سے افغانستان میں پہونچے اور ایک مدت تک اُس جگہ
 جو کوہ فغان کہلاتا ہے اُسکے قریب سکونت پذیر رہے چنانچہ اُس جگہ شہزادہ نبی کا
 جو حورہ اب تک گواہی دے رہا ہے اور اُسکے بعد پنجاب میں آئے اور ہندوستان کا
 بھی سفر کیا اور غالباً بنارس اور نیپال میں بھی پہونچے پھر پنجاب کی طرف لوٹے جو نکہ
 سر و ملک کے رہنے والے تھے اس لئے اُس ملک کی شدت گرمی کا تحمل نہ کر سکے
 اسلئے انکے تھکے کا قصد کیا اور کوہ سلیمان پر ایک مدت تک عبادت کرتے رہے اور سکھوں کے
 زمانے تک اُنکی یادگار کا کوہ سلیمان پر کتبہ موجود تھا اور بقیہ عمر سری نگر میں گزاری اور
 ایک سو پچیس برس کی عمر میں دھین فوت ہوئے اور محلہ خان یار کے قریب دفن کئے گئے
 اور اب تک وہ قبر روز آسمان نبی کی قبر اور شہزادہ نبی کی قبر اور عیسیٰ نبی کی قبر کہلاتی ہے
 اور اس مزار کا زمانہ تخمیناً دو ہزار برس بتلاتے ہیں اور عوام و خواص میں یہ روایت
 بکثرت مشہور ہے کہ یہ نبی شام کے ملک سے آیا تھا ہمارے علما کی یہ غلطی ہے کہ معاصلیب کے
 ساتھ حضرت عیسیٰ کا رفع جسمانی مانتے ہیں یسوع کا آسمان پر جس جسم جانا ایک جھوٹا مسئلہ ہے
 اور جو مسلمان ایک فرضی دجال اور فرضی مسیح کے منتظر تھے جبکہ ماننے سے لئے سر سے
 اُس شرک کی بنیاد پڑتی ہے جسکی قرآن شریف پنج کنی کر چکا ہے اور مسئلہ ختم ہوتا ہے

ہاتھ سے جاتا ہے سو خدا تعالیٰ نے مجھے بھیجا تاکہ میں اس خطرناک حالت کی اصلاح کر لوں اور لوگوں کو خالص توحید کی راہ بتاؤں اور وہ حوادث ارضی و سماوی جو مسیح موعود کے ظہور کی علامات ہیں وہ سب میرے وقت میں ظہور پذیر ہو گئے ہیں مدت مہجی کہ خسوف و کسوف رمضان کے مہینے میں ہو چکا ہے اور ستارہ ذوالسنین بھی نکل چکا ہے اور لڑے بھی آئے اور مری بھی پڑی اور عیسائی مذہب بڑے زور شور سے دنیا میں پھیل گیا اور جیسا کہ آثار میں پہلے لکھا گیا تھا بڑے تشدد سے میری تحقیر بھی ہوئی غرض تمام علامات ظاہر ہو چکی ہیں اور کسر صلیب میرے ہاتھ سے یہ ہوئی کہ نشان ظاہر ہونے اور پیش گوئی ان ظہور میں آئیں اور پادریوں کا منہ بند کیا گیا اور اگر وہ دیا سے کام لیں تو آئندہ اعتراض کرنے کی آنکھ جگمگ نہ رہے اور قرآن کی تعلیم نے جو میری طرف سے بیان کی گئی بڑے بڑے جلسوں میں لوگوں کا سر جھکا دیا اور عیسائی مذہب کے اصول کو ایسے طور سے توڑا گیا کہ کبھی کسی کو پہلے اس سے میسر نہ آیا ایسی ہی مسیح موعود کے وجود کی علت غائی احادیث نبویہ میں یہ بیان کی گئی ہو کہ وہ عیسائی قوم کے دجل کو دور کریں گے اور انکے صلیبی خیالات کو پاش پاش کر کے دکھائیں گے چنانچہ یہ امر میرے ہاتھ پر خدا تعالیٰ نے ایسا انجام دیا کہ عیسائی مذہب کے اصول کا خاتمہ کر دیا میں نے ثابت کر دیا کہ وہ معنی موت کہ جو نفوذ بامد حضرت مسیح کی طرف منسوب کی جاتی ہے جس پر تمام مدار صلیبی نجات کا ہے وہ کسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف منسوب نہیں ہو سکتی اور کسی طرح لعنت کا مفہوم کسی راست باز پر صادق نہیں آ سکتا بخاری کی یہ حدیث کہ مسیح آئینگا اور صلیب کو توڑے گا وہ معنی نہیں رکھتی جو ہمارے قابل رحم علمایان کرتے ہیں کیونکہ انھوں نے اپنی کوتاہ اندیشی سے یہ سمجھا ہوا ہے کہ مسیح دنیا میں آکر ایک بڑے جہاد کا دروازہ کھولے گا اور محمدی غلیف سے ملکر دین پھیلائے کے لئے رٹا بیان کریگا اور تلوار اٹھائے گا اور ایک بڑی خونریزی ہوگی جو دنیا کی ابتدا سے اس وقت تک کبھی نہیں ہوئی ہوگی اور یہاں تک خونریزی کریگا جو زمین کو خون سے بھر دے گا اور ایسا سخت دل ہوگا کہ جہیزہ بھی قبول نہیں کریگا

اسکی تعمیر اوقات یہ ہوگی کہ کچھ حصہ دن کا تو لوگوں کو قتل کرنے میں بسر کریگا اور کچھ حصہ دن کا جنگوں میں جا کر سورون کو مارنے میں گذرے گا۔ اسی نے فرما صاحب ایسے مسیح دہدی کو جو نہ نریج اور نہ نریز ہمدی کہتے ہیں) سو یاور ہے کہ یہ عقیدہ سراسر باطل ہے بلکہ کس صلیب سے اس بات کی طرف اشارہ ہو کہ مسیح موعود ایسے زمانے میں آئیگا جبکہ ہر طرف سے ایسے اسباب پیدا ہو جائینگے کہ جنگی پُر زو تا ثیرون سے صلیبی مذہب عقلمندوں کے دلوں سے گرتا جائیگا وہ حق محض جو خدا نے ہمیں سمجھایا ہے یہ ہو کہ مسیح جسکا دو سر نام ہمدی ہے دنیا کی بادشاہت سے ہرگز حصہ نہیں پائے گا بلکہ اس کے لئے آسمانی بادشاہت ہوگی اسلئے مجھے جو میں مسیح موعود ہوں زمین کی بادشاہت سے کچھ تعلق نہیں بلکہ ضرور تھا کہ میں غربت اور سکنی میں آتا اور یہ جو حدیثوں میں آیا کہ مسیح حکم ہو کر آئیگا اور وہ اسلام کے تمام فرقہ پر حاکم عادل ہوگا سو یہ حکومت اسکی زمین کی نہیں ہوگی بلکہ ضرور ہے کہ وہ حضرت عیسیٰ بن مریم کی طرح غربت اور خاکساری سے آئیگا سو ایسا ہی وہ ظاہر ہوتا کہ وہ سب باتیں پوری ہوں صحیح بخاری میں ہیں کہ یضیع الحوب یعنی وہ مذہبی جنگوں کو موقوف کر دیگا اور اسکا زمانہ امن اور صلح کاری کا ہوگا۔ لاطھی اور تلوار سے ہرگز ہرگز دین دلوں میں داخل نہیں ہو سکتا خدا کے بچے مسیح اور ہمدی کہنے لئے ضروری ہے کہ آسمانی نشانوں کے ساتھ دین کو پھیلانے تاکہ وہ لوگ شرمندہ ہوں جنہوں نے خدا کے دین اسلام پر ناحق جھوٹے الزام لگائے سو اس وجہ سے میں نشانوں کے ساتھ بھیجا گیا ہوں اور ایک بڑا بھاری معجزہ میرا یہ ہے کہ میں نے بدیہی نبوتوں کے ذریعہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کو ثابت کر دیا ہے اور انکی جاے وفات اور قبر کا پتہ دیدیا ہے میں اسلئے نہیں آیا کہ آپ لوگوں کو دنیا کے گندے مال میں مبتلا کروں اور آپ پر ہوا دھوس کے پورے دروازے کھول دوں بلکہ میں اسلئے آیا ہوں کہ موجودہ دنیا کے خطا سے بھی کچھ کم کر کے خدا تعالیٰ کی طرف کھینچوں پس حقیقت میں آپ لوگوں کا میرے آنے سے بہت ہی حرج ہوا یہ بات عقلمند اور نصیحت مزاج کی سمجھ میں آسکتی ہے کہ ہر ایک مجدد انی فاسد کے

اور مکر کے لئے مبعوث ہوتا ہے جو سب سے زیادہ خطرناک اور سب سے زیادہ
 مہربان ہلاک اور نیز سب سے زیادہ کثرت میں ہوتے ہیں اور انہیں خدمات کے
 مناسب حال اس مجدد کا نام آسمان پر ہوتا ہے اور جبکہ بات واقعی اور صحیح ہے
 تو صاف ظاہر ہے کہ اس پر آشوب زمانے میں جبکہ لوگ چاروں طرف سے عداوت
 کی بردہر تعلیم سے ہلاک ہوئے جاتے ہیں بڑا کام مجدد کا یہ ہونا چاہئے کہ اہل اسلام کی
 ذہنیت کو اس زہر سے بچائے اور صلیبی فتنوں پر اسلام کو فتح بخشنے اور جبکہ اس صدی
 کے مجدد کا یہ کام ہوا تو بلاشبہ آسمان پر اسکا نام کا سر الصلیب ہوا میں زور سے
 اور وعوسے سے کہتا ہوں کہ جس سر صلیب کا بخاری میں وعدہ تھا اسکا پورا سامان
 مجھے عطا کیا گیا ہے اور ہر ایک عقل سلیم کو اہی دیگی کہ بجز اس صورت کے اور کوئی موثر
 اور معقول صورت کسر صلیب کی نہیں۔ مسیح موعود کے اسی امت میں سے آنے پر
 بہت سی گفتگو کر کے یہ حدیث لکھی ہے لو کان الایمان معلقاً بالثریا لئلا رجُل
 من فارس اسکے بعد کہتے ہیں کہ چونکہ اس فارسی شخص کی طرف وہ صفت منسوب
 کی گئی ہے جو مسیح موعود اور ہمدی سے مخصوص ہے یعنی زمین جو ایمان اور توحید سے
 خالی ہو کر ظلم سے بھر گئی ہے پھر اسکو عدل سے پر کرنا لہذا یہی شخص ہمدی اور مسیح موعود ہو
 اور وہ میں ہوں اکثر لوگوں نے قلت تدبر سے ان تین ناموں کی وجہ سے تین علیحدہ
 علیحدہ شخص سمجھ لئے ہیں اور تین تو ہیں انکے لئے مقرر کی ہیں ایک فارسیوں کی قوم
 دوسرے بنی اسرائیل کی قوم تیسرے بنی فاطمہ کی قوم مگر یہ تمام غلطیان ہیں حقیقت
 میں یہ تینوں ایک ہی شخص ہے جو تھوڑے تھوڑے تعلق کی وجہ سے کسی قوم کی طرف
 منسوب کر دیا گیا ہے مثلاً ایک حدیث سے سمجھا جاتا ہے کہ اہل فارس یعنی بنی فارس
 بنی اسحاق میں سے ہیں پس اس طرح وہ آنے والا مسیح اسرائیلی ہوا اور بنی فاطمہ کے
 ساتھ اجماعی تعلق رکھنے کی وجہ سے جیسا کہ مجھے حاصل ہے فاطمی بھی ہوا پس گویا کہ وہ
 نصف اسرائیلی اور نصف فاطمی ہوا یا ان میرے پاس فارسی ہونے کے لئے بجز الہام الہی
 کے اور کچھ ثبوت نہیں اور وہ یہ ہے خذوا التوحید خذوا التوحید یا ابناء الفلاس

یعنی توحید کو پکڑو توحید کو پکڑو اے فارس کے بیٹو اور نبی فاطمہ ہونے میں اے امام
الحمد لله الذي جعل لكم الصهر والنسل شكروا نعمتي ونييتي خدا بھی اپنی تمام
حمداور تعریف اُس خدا کے لئے جس نے تمہیں فرز و دامادی سادات اور فرزند و نسب جو دونوں
ماثل اور مشابہ ہیں عطا فرمایا یعنی تمہیں سادات کا داماد ہونے کی نصیبت عطا کی اور
میری نعمت کا شکر ادا کر کہ تو نے میری خدمت کو پایا۔

مرزا صاحب اپنی کتابوں میں بہت جگہ بیان کر چکے ہیں کہ یہ عاجز جو حضرت عیسیٰ
کے رنگ میں بھیجا گیا ہے بہت سے امور میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے مشابہت دکھاتا
ہے تاکہ کہ جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش میں ایک ندرت تھی کہ بغیر باپ کے
پیدا ہوئے اس عاجز کی پیدائش میں بھی ایک ندرت ہی اور وہ یہ کہ میرے ساتھ ایک
لڑکی پیدا ہوئی تھی۔ وہ پیغمبر خدا کو مثیل موسیٰ کہتے ہیں اور اپنی ذات کو
مثیل عیسیٰ قرار دیتے ہیں اُنکا قول ہے کہ جیسا کہ ایک سلسلہ جو وہ سو برس کی
مدت تک موسیٰ سے لیکر عیسیٰ بن مریم تک ختم ہوا ایسا ہی دوسرا سلسلہ جو خدا کے
کلام میں اسکے مشابہ کھڑا کیا گیا ہے اسی جو وہ سو برس کی مدت تک مثیل موسیٰ
یعنی حضرت محمد سے لیکر مثیل عیسیٰ بن مریم یعنی مرزا صاحب تک ختم ہوا۔

ایک جگہ فرماتے ہیں کہ خدا کے فضل و عنایت سے امام الزمان میں ہوں
اللہ فرماتا ہوا طيعوا الله واطيعوا الرسول واولى الامر منكم۔ اولی الامر سے
مراد جسمانی طور پر بادشاہ اور روحانی طور پر امام الزمان ہو اور جسمانی طور پر جو شخص
ہمارے مقاصد کا مخالف نہ ہو اور اُس سے مذہبی فائدہ ہمیں حاصل ہو سکے وہ ہم میں
سے ہے خواہ عیسائی ہو یا مسلمان مرزا صاحب خدا کی قسم کھا کر کہتے ہیں کہ خدا کے
عظیم الشان نشان و نمونہ بارش کی طرح اتر رہے ہیں اور غیب کی باتیں بظہر کھل ہی ہیں
ہزار ہا دعائیں اب تک قبول ہو چکی ہیں اور تین ہزار نشان ظاہر ہو چکے ہیں اور
ہر ایک دانشمند سمجھ سکتا ہے کہ میرے الہامات اور پیش گوئیوں انسان کی طاقت سے
بالا تر ہیں مرد صاحب نے ایک رات کشفی حالت میں دیکھا کہ ایک شخص جو فرشتہ

معلوم ہوتا تھا مگر خواب میں محسوس ہوا کہ اُسکا نام غیر علی ہے اُسے مرزا صاحب کو ایک جگہ لٹا کر اُنکی آنکھیں نکالی ہیں اور صاف کی ہیں اور میل دکھ دیتے ہیں سے پھینک دی ہے اور ہر ایک بیماری اور کوتاہ بینی کا مادہ نکال دیا ہے اور مصفا نور جو آنکھوں میں سے پہلے سے موجود تھا مگر بعض مواد کے نیچے رہا ہوا تھا اُسکو ایک پتے ہوئے سارے کی طرح بنا دیا ہے اور یہ عمل کر کے پھر فرشتہ غائب ہو گیا اور مرزا صاحب اُس کشفی حالت سے بیداری کی طرف منتقل ہو گئے اور کہتے ہیں کہ ایک بار مجھکو کشفی طور پر دکھایا گیا کہ میں نے بہت سے احکام قضا و قدر کے اہل دنیا کی نیکی بدی کے متعلق اور نیلے پنے لئے اور اپنے دوستوں کے لئے لکھے ہیں اور پھر تمثیل کے طور پر میں نے خدا کو دیکھا اور وہ کاغذ جناب باری کے آگے رکھ دیا کہ وہ اُسپر دستخط کر دے سو خدا نے سرخی کی سیاہی سے دستخط کر دئے اور قلم کی نوک پر جو سرخی بنادہ تھی اُسکو جھاڑ دیا اُسکے قطرے میرے کپڑوں پر پڑے جنکو میں نے بچشم خود دیکھا۔

ایک بار عالم کشف میں دیکھا کہ میں نے بشیر داس کھتری کے فوضہ قضا و قدر کی نصف قید کو اپنے قلم سے کاٹ دیا مگر بری نہیں کیا ایک بار کشف میں دیکھا کہ وہ اور حضرت عیسیٰ ایک ہی ہر کے دو ٹکڑے ہیں۔

ایک بار حالت کشفی میں اللہ کی روح اُنپر غالب ہو گئی اور اُسے اپنے وجود میں مرزا صاحب کو پہنان کر لیا اور اُنھوں نے اس حال میں دیکھا کہ وہ نئے نظام اور نئے آسمان اور نئی زمین کے پیدا کرنے پر قادر ہیں پھر اُنھوں نے آسمان دنیا کو بید کیا الی آخرہ۔

لکھتے ہیں کہ ایک بار مجھے خدا نے مخاطب کر کے فرمایا یلا مش خدا کا نام ہے یہ ایک نیا الہامی لفظ ہے کہ اب تک میں نے اُسکو اس صورت پر قرآن اور حدیث میں نہیں پایا اور کسی لغت کی کتاب میں دیکھا اُسکے معنی مجھ پر کھولے گئے کہ یا کاشریاک۔ الہام میں بابا بر میر نام ابراہیم رکھا گیا ہے جیسا کہ براہین احمدیہ کے صفحہ ۵۶۱ میں الہام ہے سلام علیہ ابراہیم صافینا الخ۔

جس طرح خدا تعالیٰ نے مصائب سے نجات پانے کے لئے بعض اپنے نبیوں کو دعائیں

سکھلا میں تعین مرزا صاحب کو بھی خدا نے الہام کر کے ایک دعا سکھائی اور وہ یہ ہے سبحان اللہ و بحمدہ سبحان اللہ العظیم اللھم صل علی محمد و آل محمد وہ کہتے ہیں کہ ہم اپنی اجتہادی باتوں کو خطا سے معصوم نہیں سمجھتے اجتہادی غلطیوں اور سولوں سے بھی ہو جاتی ہے۔

مرزا صاحب پر کئی بار عدالتوں میں مقدمات بھی دائر ہوئے مگر نہایت کشاکش کے بعد وہ ہر ایک مقدمے میں آخر کار بری ہو گئے ان مقدمات کو وہ اجتہاد کے ساتھ تعبیر کرتے ہیں بعض مقدمات انہیں اپنے سخت لہجہ کی وجہ سے اور بعض کسی کی موت یا ذلت کی پیش گوئی کے سبب سے عائد ہوئے۔

ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک کے اقدام قتل کا مقدمہ انہیں دائر کیا گیا جو ڈپٹی کمشنر ضلع گورداس پور کی عدالت سے ۲۳۔ اگست ۱۸۹۷ء کو خارج کیا گیا بری کرنے کے حکم کے آخر میں مرزا صاحب کے حق میں نوٹس بطور تہدید کے لکھا گیا کہ ہم اس موقع پر مرزا غلام احمد کو بذریعہ تحریری نوٹس کے جسکو انھوں نے خود پڑھ لیا اور اسپر دستخط کر دیے ہیں باضابطہ طور سے متنبہ کرتے ہیں کہ ان مطبوعہ دستاویزات سے جو شہادت میں پیش ہوئی ہیں یہ ظاہر ہوتا ہے کہ انھوں نے اشتعال اور غصہ دلانے والے رسالے شائع کئے ہیں جن سے ان لوگوں کی ایذا متصور ہے جن کے مذہبی خیالات ان کے مذہبی خیالات سے مختلف ہیں جو ان کی باتوں سے ان کے بے علم مریدوں پر ہو گا اسکی ذمہ داری انہیں پر ہوگی اور ہم انہیں متنبہ کرتے ہیں کہ جب تک وہ زیادہ تر میانہ روی کو اختیار نہ کریں گے وہ قانون کی زد سے بچ نہیں سکتے بلکہ وہ اس کی زد کے اندر آ جاتے ہیں۔

مرزا صاحب نے ڈپٹی عبداللہ آتھم کی نسبت یہ پیش گوئی کی کہ وہ روز ختم مباحثہ سے ۱۵ مہینہ تک ہاویہ بین ڈالا جائیگا جبکہ آتھم ۱۵ مہینہ کے اندر فوت نہیں ہوا اور صاحب نے تاویل کی کہ الہام حق کی طرف رجوع کی شرط سے وابستہ تھا عیسائیوں نے مرزا صاحب کی تکذیب کی اور اس تاویل کو نہ مانا تو انھوں نے چار ہزار روپیہ اس بات کے لئے دینا کیا

کہ وہ مجلس میں قسم کھا جائے کہ اُس نے دل میں خدا کی طرف رجوع نہیں کیا مگر اُنھوں نے قسم کھانے سے صاف انکار کر دیا مرزا صاحب کہتے ہیں کہ امام بن پیش از وقت شائع کیا گیا تھا کہ اُنھوں رجوع سے فائدہ اٹھائے گا لیکن اگر گواہی کو پوشیدہ کر دیا تو پھر جلد پکڑا جائیگا اور فوت ہو جائیگا اُس نے شرط پر عمل کیا تو بہ قدر اُس عمل کے تاخیر ہو گئی اور جب گواہی کو چھپایا تو پکڑا گیا اور آخری اشتہار سے بعد ماہ بعد فوت ہو گیا اگر وہ اُس غیرت اور خاموشی اور خوف پر قائم رہتا جو اُس نے پیش گوئی کی سبب دین اختیار کی تھی تو اُسکو لمبی زندگی دیجاتی اور وہ بیسٹ برس تک اور زندہ رہتا۔

ایک آریہ لیکچرر کی موت کی نسبت پیش گوئی کی کہ وہ چھ برس کے اندر ہلاک کیا جائیگا ۶۰ سال پہلے ۱۸۹۶ء کو ایسے وقت میں مارا گیا کہ مرزا صاحب کی پیش گوئی بنی بھٹی اڑھائی سال باقی تھی مرزا صاحب کہتے ہیں کہ جس طرح گوسالہ سامری کے کٹنے کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بڑی عزت پائی تھی اسی کے مطابق اس بندے کی عزت کو بھی اللہ نے زیادہ کیا اور جس طرح گوسالہ بنانے کے بعد خدا تعالیٰ نے بنی اسرائیل پر طاعون بھیجی تھی اسی طرح لیکچرر کے مرنے کے بعد بھی اس ملک میں طاعون پھیلی عبد اللہ اُنھوں کی پیش گوئی جمالی تھی اور لیکچرر کی جلالی۔ یہ پیش گوئی مجھ میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں مشترک ہے اور لیکچرر کا حال کسرے یعنی محسوس پرویز سے مشابہ ہے اور جیسا کہ تمام مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہے کہ کسری کا مارا جانا ایک بڑا معجزہ تھا ایسا ہی اگر مسلمان چاہیں تو گواہی دے سکتے ہیں کہ لیکچرر کا مارا جانا بھی ایک بڑا معجزہ تھا۔

مولوی محمد حسین بیٹا لوی ایڈیٹر اشاعت السنۃ نے گورنمنٹ تک یہ شکایتیں پہنچائیں کہ مرزا صاحب گورنمنٹ انگریزی کے بدخواہ ہیں اور بغاوت کے خیالات رکھتے ہیں تو انھوں نے اعلان کیا کہ جس فرقے کا خدا نے مجھے امام اور پیشوا مقرر کیا ہے ایک بڑا امتیازی نشان اپنے ساتھ رکھتا ہے اور وہ یہ کہ اس فرقے میں تلوار کا جہاد باطل نہیں

اور نہ اسکا انتظار ہے بلکہ یہ مبارک فرقہ نہ ظاہر طور پر اور نہ پوشیدہ طور پر جہاد کی تعلیم کو جائز سمجھتا ہے اور قطعاً اس بات کو حرام جانتا ہے کہ دین کی اشاعت کے لئے لڑائی جہاد کی جائزین یہ نظم بھی انھوں نے بنائی ہے۔

اب چھوڑ دو جہاد کا سہ دوستو خیال	دین کے لئے حرام ہے اب جنگ و قتال
اب آگیا مسیح جو دین کا امام ہے	دین کی تمام جنگوں کا اب اختتام ہے

انھوں نے، ۱۹۹۹ء کو ایک درخواست شائع کی جس میں گورنمنٹ انگریزی پر ظاہر کیا ہے کہ اس ملک کے مسلمان مجھے اس وجہ سے بھی کافر کہتے ہیں کہ میں نے انگریزی سلطنت کو سلطنت روم پر ترجیح دی ہے اور یہ لوگ مجھے اس وجہ سے بھی کافر ٹھہراتے ہیں کہ میں نے خدا کے پیچھے الہام سے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا ہے اور اس خوبی حمدی کے آنے سے انکار کیا ہے جس کے یہ لوگ منتظر ہیں آخر درخواست میں تحریر کرتے ہیں کہ میں سلطنت انگریزی کے مقابل سلطنت روم کو بھی نہیں پاتا جو اسلامی سلطنت کہلاتی ہے۔

مرزا صاحب نے اپنے متبعین کا نام فرقہ احمدیہ اور احمدی مذہب کے مسلمان رکھا ہو وہ کہتے ہیں کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دو نام تھے ایک محمد و سلا احمد انہیں سے محمد جلالی نام تھا اور اس میں یہ غلطی پیش گوئی تھی کہ آنحضرت اُن دشمنوں کو تلوار کے ساتھ سزا دیں گے جنھوں نے تلوار کے ساتھ اسلام پر حملہ کیا اور صد مسلمانون کو قتل کیا لیکن اسم احمد جلالی نام تھا جس سے یہ مطلب تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں آشتی اور صلح پھیلانے کے اور خدا نے اُن دو ناموں کی اس طرح پر تقسیم کی کہ اول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں اسم احمد کا ظور تھا اور ہر طرح سے صبر و شکیبائی کی تعلیم تھی اور پھر دینے کی زندگی میں اسم محمد کا ظور ہوا اور مخالفوں کی سرکوبی خدا کی حکمت اور مصلحت نے ضروری سمجھی لیکن یہ پیش گوئی کی گئی کہ آخری زمانے میں پھر اسم احمد ظور کریگا اور ایسا شخص ظاہر ہوگا جسکے ذریعہ سے احمدی صفات ظور میں آئیں گی اور تمام لڑائیوں کا خاتمہ ہو جائیگا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو

دوسرے روز کی صبح بڑی ایک بروز محمدی موسوی دوسرا بروز احمدی
عین موسوی بروز محمدی موسوی کے لحاظ سے نظر حقیقت محمدیہ کا نام مہدی رکھا گیا
اسا ملک مل باطلہ کے لئے بجائے سیف کے قلم سے کام لیا گیا اور بروز احمدی موسوی
کے لحاظ سے نظر حقیقت احمدیہ کا نام مسیح اور عیسیٰ رکھا گیا۔

وہ کہتے ہیں کہ ہماری مجلس خدا نما ہے انکو خدا کی طرف سے عربی فارسی اردو
انگریزی ہین الہام ہوتا ہے کبھی ایک ہی سلسلہ الہام ہین ایک وقت ہین کئی
نبیوں کے الفاظ ہوتے ہین۔ بطور نمونہ ملاحظہ ہو۔

(۱) لا تخف انت انت الاعلیٰ یعنی کچھ خوف مت کر کہ تو غالب ہے۔

(۲) بکو و قیبت۔ مرزا صاحب اسلہام کے یہ معنی بیان کرتے ہین کہ خدا کا
ایسا وہ ہے کہ وہ دو عورتین میرے نکاح ہین لایگا جنہین سے ایک بکر ہوگی دوسری بیوہ
(۳) ایک زمانے ہین مرزا صاحب کا دل بے باء گوشہ گزینی اور ترک دنیا کے
اہتمامات تاہل سے سخت کارہ تھا اور عیال داری کے بوجھ سے طبیعت متنفر تھی تو اس
حالت کے تصور کے وقت یہ الہام ہوا ہرچہ باید نو عروسے ناہمہ سامان کتم
(یعنی اس شادی ہین تجھے کچھ فکریہن کرنا چاہئے ان تمام ضروریات کا رفع کرنا
میرے ذمے رہے گا)۔

(۴) یا احمد اسکن انت وزوجک الجنة۔

(۵) قادر ہے وہ ہار گہ ٹوٹا کام نیاوے بن بنایا توڑ دے کوئی اسکا بھید نہ پاوے
(۶) دس دن کے بعد موج دکھاتا ہوں الا ان نصر الله قریب فی شائل مقیاس
دین وں یوگوٹا امر تسرہا تک الہام کی عبارت ہو مطلب اسکا یہ ہے کہ دس دن کے
بعد وہ یہ آنگا خدا کی مدد نزدیک ہے اور جیسے جب جننے کے لئے اوٹنی دُم
اٹھاتی ہے تب اسکا کچھ جتنا نزدیک ہوتا ہے ایسا ہی مدد الہی بھی قریب ہی
دس دن کے بعد جب روپیہ آئے گا تب تم امر تسر بھی جاؤ گے۔

(۷) اپنی چمکا رو کھلاؤنگا اپنی قدرت نائی سے تمکو اٹھاؤنگا دنیا ہین ایک

جب خوش عقادوں نے اسپر بھی اُن کی تو مرزا صاحب تھے آدمی سمجھدار اور خوش خیال کیا کہ جب مصدقین اس عری طرح اپنی عقول کو ہم پر اور ہمارے کلام پر تسلیم کر رہے ہیں تو اب کو کسراٹھار کھنے کی کوئی وجہ نہیں چنانچہ اُنکو فوراً الامام ہوا انت منی بمنزلۃ اولاد دی اولاد کے پٹے کے بعد اب خدا سے تعالیٰ کے ساتھ بے تکلف دوستی ہوتی ہے چنانچہ اپنے رسالہ ضرورۃ الامام صفحہ ۲۴ میں لکھ دیا کہ خدا بے تعالیٰ اس عاجز سے بہت قریب ہو جاتا ہے اور کسی قدر پردہ اپنے روشن چہرے سے اُٹا دیتا ہے اور میں اپنے تئیں ایسا پاتا ہوں کہ گویا کوئی مجھ سے ٹھٹھا کر رہا ہے۔ تبھی جب ٹھٹھے بازی تک نوبت پہنچ چکی تو اب برابر کی دوستی میں کیا شبہ رہا۔ اس کے بعد مرزا صاحب عین خدا ہو جاتے ہیں چنانچہ احکم مورخہ ۲۴ فروری سنہ ۱۲۸۷ میں مرزا صاحب کا الہام لکھا ہے انما امرک اذا اسر دت شیئاً ان تقول لہ کن فیکون مرتبہ کن فیکون حاصل ہونے کے بعد انہیں اور خدا سے تعالیٰ میں کیا فرق رہا۔ دیکھئے سلسلہ کمانسے شروع ہوا اور اسکا خاتمہ کہاں ہوا۔ پھر لطف یہ کہ اس کے بعد بھی مجددیت کے پردے کی آڑ لیتے رہے اور مثیل مسیح موعود اور مثیل مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے کو کہتے رہے۔

غرض کہ مرزا صاحب اپنی تحریرات کے بموجب خدا بھی تھے خدا کی اولاد بھی تھے اور خدا کے دوست بھی تھے۔ کرشن بھی تھے۔ ہمدی بھی تھے۔ مجدد بھی تھے۔ مسیح بھی تھے۔ ظلی نبی بھی تھے اور نہ معلوم کیا کیا تھے اپنا ایمان فرض بھی تھا کیونکہ نبی تھے اور بالکل فرض نہ تھا کیونکہ صرف مجدد تھے۔ غرض مرزا صاحب سب کچھ تھے۔ اقوال میں تناقض بھی تھا زبانی جمع خرچ کے لحاظ کے پکے دیندار تھے۔ عمل کے لحاظ سے دنیا داروں کی بھی انکے سامنے ہستی نہ تھی۔ مرزا صاحب کیا تھے۔ سراسر مگر گلدستہ عجائب تھے لیکن جو خوش اعتقادی انکی نسبت قائم ہو چکی تھی وہ نہ گئی پر نہ گئی۔ بعض باتوں کو بعد میں مرزا صاحب نے خود منسوخ کیا۔

فرماتے ہیں کہ جس جس جگہ میں نے نبوت یا رسالت سے انکار کیا صرف ان منہوں سے کیا

کہ میں مستقل طور پر شریعت الہیہ والا نہیں ہوں۔ نہ میں بلا واسطہ نبی ہوں مگر ان
معتون سے کہ میں نے اپنے رسول فقہار سے باطنی فیوض حاصل کر کے ادا اپنے لئے
اسکا نام پا کر اس کے واسطے سے خدا کی طرف سے علم غیب پایا ہے رسول اور
نبی ہوں ان معنون سے رسول اور نبی ہونے سے انکار نہیں کرتا ایک
قلبی کا ازالہ نمبر ۱۷۔

ملا عبد اللطیف خوست کو امیر حبیب اللہ خان والی کابل نے اسلام سے پھر جانے
اور مرزا صاحب قادیانی کو بغیر قبول کر لینے اور پیغمبران علیہم السلام کی توہین کرنے
اور بالخصوص حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سخت گندی گالیاں دینے کی یاد آتش میں
باوجود توبہ کی مصلحت کے سنگسار کر دیا کیونکہ شریعت اسلام میں تاکید ہی حکم ہے کہ ایسے
شخص کو سنگسار کیا جائے پس مفتیان شریعت کے فتوے کے مطابق ایسا کیا گیا۔

مرزا صاحب نے بڑے شد و مد سے دعویٰ کیا تھا کہ میرا ایک عورت سے نکاح ہونا ضرور ہے
چراغ آسمان پر اُن سے بڑھا جا چکا تھا مگر وہ بی بی باوجود ہزار کوششوں کے اُنکے نکاح میں
نہ آئی بلکہ اُس زمانے سے آج تک ایک دوسرے شریعت آدمی کی بی بی ہے۔

مرزا صاحب نے جب دیکھا کہ اب آسمانی منکونہ کے ملنے کی کوئی امید نہیں تب
انہوں نے حقیقت الوحی میں لکھ دیا کہ خدا بس خبر اور وعدے کو چاہے پورا کر دے اور
جس کو چاہے باطل کر دے اور بت سی پیش گوئیاں اُنکی موت سے باطل ثابت ہو گئیں مثلاً
(۱) مولوی ثناء اللہ میری زندگی میں فوت نہوا تو میں وصال اور کذاب
داشتہار مرزا صاحب مورخہ ۱۵ اپریل ۱۹۰۶ء۔

(۲) جوانی کا واپس آنا (بدھ مورخہ ۲۴ مئی سنہ ۱۹۰۶ء)۔

(۳) ڈاکٹر عبد الحکیم میری آنکھوں کے روبرو اصحاب فیل کی طرح نیست و نابود
ہو جائے گا (تبصرہ مورخہ ۱۵ نومبر سنہ ۱۹۰۶ء)۔

(۴) مرزا صاحب کی عمر ۹۵ سال کی ہوگی (الحکم ۲۴ دسمبر سنہ ۱۹۰۶ء)۔

(۵) قیامت خیز زلزلہ آئے کو ہے (مرزا صاحب کا اشتہار مورخہ مارچ سنہ ۱۹۰۶ء)۔

(۶) غلامِ علی اور بی بی کی بشارت (تبصرہ)۔
 (۷) عالم کہا جسکی پیداوش جسکے پیدا ہوتے ہی تمام عالم کے لئے تباہ ہو جانا تھا اور پھر
 مرثیوں کی فتح اور خوشی ہونی تھی (الحکم ۱۰ جون سنہ ۱۹۰۶ء)۔
 (۸) دوبارہ زندگی منسوخ شدہ زندگی (المبد ۲۳- اپریل سنہ ۱۹۰۶ء)۔
 (۹) دو خواتین مبارکہ تیرے نکاح میں آئیں گی جنکو تو نصرتِ جہان بیگم کے بعد پانچواں
 اور ان سے تیری نسل بکثرت ہوگی (مرزا صاحب کا اشتہار مورخہ ۲۰ فروری سنہ ۱۹۰۶ء)
 ان پیش گوئیوں کے وقوع میں آنے سے پیشتر - ۳۱ - مئی سنہ ۱۹۰۶ مطابق ۲۵ - ربیع الثانی
 سنہ ۱۳۲۵ ہجری کو دس بج کر دس منٹ پر بوقت صبح لاہور میں عارضۂ بیضہ یادِ درگاہ سے
 انتقال کیا تاہم انھیں اپنے کام میں خامی کا سیاہی ہوئی اور ملاکھون کا انکے مریدوں کی تعداد پہنچ
 گئی جن میں کئی رئیس اور جاگیردار اور اکثر تعلیم یافتہ اور بڑے بڑے تاجر شامل ہیں
 جنہیں مرزا صاحب نے علمائے اہل سنت و اجماعت کو جن الفاظ سے یاد کیا ہے
 اس سے زیادہ گندے الفاظ کسی کو میر نہیں آسکتے۔ چنانچہ ملاحظہ فرمائیے قصائدِ حمید
 وغیرہ - خبیث - شیطان - مضل - کذاب - ناری - غوی - اجمل - احمق - شقی - ذیب
 - کلب - ملاعین - اشرارِ نام - فتنان - دھال مفری او باش بے ایمان - بے حیا - وغیرہ وغیرہ
 مولوی نذیر حسین دہلوی نے مرزا صاحب کے حق میں تکفیر کا فتویٰ لکھا ہے جس پر
 بہت سے علمائے تصدیق نے اس میں انھوں نے بیان کیا ہے کہ مرزا غلام احمد
 قادیانی اہل سنت سے خارج ہیں انکا عمل اور طریق محدثین باطلیہ وغیرہ اہل ضلال کا
 طریق ہے انکے دعوے و اشاعت اکاذیب و اسلحدان طریق سے انکو نہیں و جالوں
 میں سے جنگی خبر حدیث میں وارد ہے ایک و جال کہہ سکتے ہیں اب مسلمانوں کو چاہئے
 کہ ان سے احتراز کریں اور اُسے وہ دینی معاملات نہ کریں جو اہل اسلام میں باہم ہونے
 چاہئیں نہ انکی محبت اختیار کریں اور نہ انکو ابتداءً سلام کریں اور نہ انکو دعوت
 مسنون میں مبتلا کریں اور نہ انکی دعوت قبول کریں اور نہ انکے پیچھے اقتدار کریں
 اور نہ ان کے جنازے کی نماز پڑھیں۔

تمام بیانِ دل سے آخر تک مرزا صاحب کے صفاتِ راسخ انتخاب کیا جو کلامی اہل بدعت کو بقدرِ ضرورت نقل کیا ہو

جو بن سکتے ہیں ریاست رام پور میں ملنے اسلام اور جماعت احمدیہ قادیانی میں نہایت
 ہندو متاظر ہو۔ اس متاظرے کے دوران میں ایک نیا مسئلہ جماعت احمدیہ قادیانی
 سے معلوم ہوا کہ سات برس کے بعد ہر انسان کا جسم بدل جاتا ہے۔
 مرزا صاحب کی مسند خلافت پر حکیم نور الدین صاحب خلیفۃ المسیح والمہدی کے
 نام سے ہیں اور بیعت تو یہ اور بیعت اطاعت لیتے ہیں۔

فرقہ دہم اہل قرآن

فرقہ اہل قرآن کا مذہب جو کہ چند سال سے مسلمانوں میں ایک نیا مذہب جاری
 ہو گیا اس میں اکثر لوگ پنجاب و صوبہ سرحدی و ہندوستان وغیرہ کے شامل
 ہو چکے ہیں اس جدید مذہب کی بنیاد مولوی عبد اللہ صاحب چکڑا لوی نے
 ڈالی ہے اسلئے عام لوگ اس مذہب والوں کو بھی چکڑا لوی کہتے ہیں یہ گروہ
 ابھی اسلام کے متقدروں فرقوں میں شمار کئے جانے کے لائق نہیں ہوا کیونکہ اس کے
 معدودے چند پیروجن میں سے اکثر ناخواندہ ہیں صرف لاہور یا اس کے مصنفات
 میں پائے جاتے ہیں اور ان کے عقائد بیان سے آگے نہیں بڑھ سکے لیکن اس میں
 شک نہیں کہ ان کے اکثر عقائد تمام فرقہ سب سے مختلف ہونے کے
 باعث بہت عجیب ہیں دسبرس کے آخر میں جب میں لاہور کو گیا تھا تو ان سے
 ملا تھا اور مغرب کی نماز پڑھتے ان کو دیکھا تھا خود سب سے نیچے مسجد کے ستون سے
 جلیہ لگا کر کھڑے ہوئے کپڑے ان کے ایک بہت ہی غریب آدمی کے سے تھے اور
 جہرے پر کوئی رئیسانہ شان نہ تھی اور ساتھ ہی اسکے قد و قامت اور بشرے پر
 وجاہت کے آثار نہیں پائے جاتے بلکہ خاکساری برستی ہے ہی حال ان کے متقدمین کا
 دیکھا گیا مجھے انھوں نے اپنے بنائے ہوئے چند مسائل نے جنکا احتیاط دیکھنا ناظرین کرتا ہوں۔

ان مسائل میں سے (۱) رسالہ از تہذیب و فضا
 و اصولہ (۲) بیان القرآن
 مخلصۃ القرآن و اصولہ
 القرآن آیات الفرقان
 (۳) رسالہ از تہذیب و فضا
 (۴) رسالہ از تہذیب و فضا
 (۵) رسالہ از تہذیب و فضا
 (۶) رسالہ از تہذیب و فضا
 (۷) رسالہ از تہذیب و فضا
 (۸) رسالہ از تہذیب و فضا
 (۹) رسالہ از تہذیب و فضا
 (۱۰) رسالہ از تہذیب و فضا

اچھے نزدیک مسلمانوں کی موجودہ نادر اور اچھے کلمات و تسبیحات کا پڑھنا کفر ہے
 اسی لئے انھوں نے اپنے گروہ کے لئے ایک نئی نماز بنائی ہے جو دیگر اہل اسلام کی
 نماز سے بالکل مختلف ہے جو بات بالفاظ قرآن شریف میں صاف مذکور نہیں
 اُن کے نزدیک وہ لغو اور ناقابلِ عمل ہے خواہ معتبر احادیث۔ تواریخ یا تواریخ
 سے اسکا ثبوت کامل موجود ہو اُن کے نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کسی نبی
 یا رسول سے افضل نہیں بلکہ انبیا سب برابر ہیں انبیا کے نام کے ساتھ علیہ السلام
 کی جگہ سلام علیہ کہتے ہیں اور السلام علیک کی جگہ سلام علیک بولتے ہیں
 گروہ اہل قرآن نے ارادہ کیا ہے کہ جس ذبیحہ پر بسم اللہ اللہ اکبر پڑھی جائے
 اُسے نہ کھائیں انھیں اعتراض یہ ہے کہ یہ تکبیر قرآن میں کہیں نہیں پائی جاتی
 اور عطاوہ اسکے بسم اللہ بھی پوری نہیں غرض قرآن کی کوئی اور آیت
 پڑھی جائے اسلئے کئی چکر الویون نے ذبیحہ کھانا چھوڑ دیا ہے۔

(طریق نماز) عام مسلمان جو نماز پڑھتے ہیں یہ قرآن مجید کے مطابق نہیں بلکہ
 نے نہیں بتائی بلکہ انھوں نے اصل نماز کو بدل ڈالا ہے صرف قرآن مجید ہی کی سکھائی ہوئی
 نماز پڑھنی فرض ہے اور اسکے سوا اور کسی طرح کی نماز پڑھنا کفر و شرک ہو قرآن مجید ہی
 نے نماز کی تعلیم دی ہے اور دیگر کسی ذریعہ سے تعلیم نہیں دی اس آیت میں اَقْبُوا الصَّلَاةَ
 وَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُشْرِكِينَ یعنی قائم رکھو نماز اور شرک کرنے والوں سے نہ ہو جاؤ
 اللہ تعالیٰ نے اُن لوگوں کو مشرک کہا ہے جنھوں نے خدا کی سکھائی ہوئی نماز کو چھوڑ کر
 اپنی نماز بنالی حضرت کی جن لوگوں میں پیدایش و پرورش ہوئی اُن میں بھی یہی
 نماز مروج تھی وہ لوگ نماز پڑھتے تھے روزے رکھتے تھے حج کرتے تھے کہے کو
 اپنا قبلہ جانتے تھے یہ لوگ مسلمان تھے نماز کے ارکان قیام رکوع قومہ سجدہ جلسہ
 قعدہ ان میں ٹھیک طور پر جاری تھے لیکن اذکار نماز ان کے صحیح نہ تھے اور
 آسمانی کتاب صحف ابراہیم کی دعائیں وہ چھوڑ بیٹھے تھے اور اپنے اماؤں محدثوں
 کی بنائی ہوئی دعائیں پڑھتے تھے اور ان میں بھی آج کل کے مسلمانوں کی طرح

طہر و نجس سے جو قصص میں کوڑہ اور زہم سے ماحیل و اسحاق کے اقوال و افعال
 و رفتار و تقصیر کو کہتے تھے جو مکہ خاتم النبیین نے انہی لوگوں میں بدور نش پائی تھی
 اس لئے قصصی امر ہے کہ جو نماز آپ کے بزرگ ادا کرتے تھے وہ آپ کو بھی مکہ میں
 سکھائی گئی تھی اس نماز میں بھی قیام رکوع سجود موجود تھے اور اسی لئے ان
 ارکان کی کیفیت آپ خود بھی خوب جانتے تھے آپ کے اصحاب بھی جانتے تھے
 نہ جبریلی نمونے کی ضرورت تھی اور نہ ہی آپ کو نیا نمونہ بننے کی ضرورت تھی نمونہ
 پہلے ہی سے موجود تھا صرف اذکار میں کچھ رد و بدل واقع ہو گیا تھا جسکو رفع کرو یا
 گیا لیکن دفعہ نہیں بلکہ بتدریج اور رفتہ رفتہ اشد خوف کی حالت میں رکعتیں پڑھیں
 اور اشد اطمینان کی حالت میں چار رکعات اور اشد خوف و اطمینان کے بین بین کی
 حالت میں دو اور چار کا مابین یعنی تین رکعات بحالت امن سفر میں قصر نماز جائز
 نہیں بحالت خوف جائز ہے اور انا اعطینا الک کوثر میں و انحر سے اونٹ کی
 قربانی کا حکم نہیں بلکہ مراد نماز میں سینہ کھول کر کھڑا ہونا ہے تکبیر کے ساتھ اپنے
 کان پکڑنے فرض ہیں یہ اقرار جرم و توبہ کی علامت ہے امامون اور راویون کے
 مقلد نماز میں کانوں کو نہیں پکڑتے وہ کانوں یا مونڈھوں تک ہاتھ اٹھاتے ہیں
 ترتیب ارکان نماز کی یہ ہے کہ قیام میں داہنا ہاتھ بائیں ہاتھ کی کنٹی تک ملا کر دونوں
 دل پر رکھے جائیں رکوع و قومہ میں قیام کی طرح ہاتھ باندھے جائیں اور اللہ اکبر
 کی بجائے تکبیر یہ ہے وان اللہ هو العلی الکبیر نماز جمعہ اور عیدین سے پہلے کھڑے
 ہو کر خطبے میں قرآن مجید مع ترجمہ سنایا جائے سب آیات ظہر و عصر کے سوا تمام دوسرے
 کی نمازوں اور جمعہ اور عیدین میں اس قدر بلند آواز سے نماز پڑھانے والا پڑھے
 کہ جسکو اُس کے سوا دوسرے ساتھ کے نمازی بھی سن لیں اور ہر ایک رکن قیام رکوع
 کو منہ سجدہ جلسہ قعدہ سلام وغیرہ میں یکساں بلند آواز سے پڑھی جائیں مگر تکبیر و سلام
 ظہر و عصر میں بھی بلند آواز سے پڑھے جائیں اور قرآن مجید سے یہ ہرگز ثابت نہیں
 ہوا کہ کوئی شخص نمازیوں کے آگے اکیلا کھڑا ہو اور نہ ہی امام کا لفظ نماز کے متعلق

کتاب اللہ میں کسی جگہ آیا ہے پس نماز پڑھانے والے کو بھی دوسرے نمازیوں کے ساتھ
کھڑا ہونا چاہئے آگے کھڑا ہونا ہرگز جائز نہیں اور نہ اذان مروجہ کا قرآن مجید میں
کوئی ذکر ہے اس لئے اذان کا کھڑا جائز ہے ہاں ندا اور منادی کے الفاظ مذکور
ہوئے ہیں لیکن ان سے مراد پانچوں اوقات میں نہ موجودہ اذان یہ بھی دیگر رسوم
کی طرح ایک رسم ہے۔ قیام رکعت اول میں پڑھے اپنی وجہت وجہی للذی
فطر السموات والارض حنیفاً وما انا من المشرکین ان صلواتی ونسکي
وعبادی وعتاقی لله رب العالمین لا شریک له وبذلك اموت وانا اول المسلمین
ربنا علیک توکلنا والیک انبنا والیک المصیر ربنا لا تجعلنا فتنۃ للذین
کفروا واغفر لنا ربنا انک انت العزيز الحکیم نفلی آیات قیام اول میں پڑھے
علی اللہ توکلنا ربنا لا تجعل فتنۃ للقوم الظالمین ونجتنا برحمتک من القوم
الکافرین ربنا لا تجعلنا من القوم الظالمین اور قیام ہر رکعت میں بسم اللہ
اور الحمد اور قل هو اللہ پڑھے رکوع میں پڑھے سبحان ربنا ان کان وعد ربنا
لمفعول الحمد لله الذی لم یخذلنا ولم یکن له شریک فی الملک ولم یکن له
ولی من الذل ربنا اصر ف عذاب جہنم ان عذاباً بها کان غراماً انها
ساعات مستقر او مقاماً رہنا وسعت کل شیء رحمة وعلماً فاغفر للذین تابوا
واتبعوا سبیلک وکفهم عذاب الجحیم ربنا وادخلهم جنت عدن والتي وعدکم
یومئذ فقد رحمتہ وفلک هو الفوز العظیم رکوع میں نفلی دعا میں پڑھے ربنا
هب لنا من ازواجنا وذریتنا قرۃ اعین واجعلنا للبتیین اماً ما اؤمید میں پڑھے ربنا
ما خلقت هذا باطلاً سبحانک فقنا عذاب النار ربنا انک من تدخل النار
فقد اخبرتہ وما للظالمین من انصار ربنا اننا سمعنا منادياً ینادی للايمان
ان امنوا ببریکم فامنار ربنا فاغفر لنا ذنوبنا وکفر عنا سیئاتنا وتوفنا مع الاولاد
ربنا واتنا ما وعدتنا علی سبیلک ولا تخزننا لبعث القیامتہ انک لا تخلف المیعاد
سجدہ اول و دوم میں رکوع کی سب آیات پڑھی جائیں۔ اور جلسہ میں توسل کی

سہ آیات پڑھی جائیں قعدہ میں پڑھے ربنا لا تؤاخذنا ان فینا اخطاؤنا
 ربنا لا تحمل علینا اصرارکما حملتہ علی الذین من قبلنا ربنا ولا تحملنا احملا طاقۃ
 لنا بہ واعف عنا واغفر لنا وارحمنا انت مولانا فانصرنا علی القوم الکافرین
 ربنا افرج علینا صبرا وثبت اقداما منا وانصرنا علی القوم الکافرین ربنا لا تفرغ
 قلوبنا بعد اذ ہدینا وحب لنا من لدنک رحمۃ انک انت الوهاب ربنا
 انک جامع الناس لیوم لا ریب فیہ ان اللہ لا یخلف المیعاد وسع ربنا
 کل شیء علما علی اللہ توکلنا ربنا افقرہم بیننا و بین قومنا بالحق وانت خیر
 الفاعلین ربنا اتنا من لدنک رحمۃ وھیئ لنا من امرنا رشدا ربنا اتنا
 فی الدنیا حسنة و فی الآخرة حسنة وقنا عذاب النار قعدہ میں یہ نقلی دعا تین
 پڑھے ربنا اغفر لنا ذنوبنا واسرافنا فی امرنا وثبت اقداما منا وانصرنا علی
 القوم الکافرین ربنا ظلمنا انفسنا وان لم تغفر لنا وترحمنا لکون من
 الخاسرین ربنا امننا فاغفر لنا وارحمنا وانت خیر الراحمین
 درود یعنی سلام تمام رسولوں پر سبحان رب العزۃ عما یصفون
 و سلام علی المرسلین والحمد للہ رب العالمین اخیر قعدہ کے آخر میں نقلی
 دعا پڑھے ربنا تقبل منا انک انت السميع العليم غانے پر دائیں بائیں
 اس طرح سلام کرے سلام علیک کتب ربکم علی نفسہ الرحمۃ اندھ من عمل
 منکم سوء ابھیالہ ثم تاب من بعدہ واصلی فان غفور رحیم نقلی آیات سے
 یہ مراد ہو کہ اُنکے پڑھنے سے ثواب ہے اور اگر نہ پڑھی جائیں تو پھر بھی ناز ہو جاتی ہے
 (حدیث) یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ کسی نبی نے ماسوا کتاب اللہ کے کوئی قولی یا نقلی
 یا تقریری حدیث اپنی است میں جاری کی ہو جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ محمد رسول اللہ نے ماسوا
 کتاب اللہ کے بھی احکام بتائے ہیں وہ حقیقت میں خاتم النبیین پر سب کرتے ہیں
 کتاب اللہ کے مقابلے میں انبیاء اور رسولوں کے اقوال و افعال یعنی احادیث قولی
 و فعلی و تقریری پیش کرنے کا مرض ایک قدیم مرض ہے اور جس طرح مختلف فرقے

قرآن مجید کے مقابلے میں احادیث پیش کرتے ہیں اور انکو محمد رسول اللہ کی طرف منسوب کرتے ہیں یہی حال ان لوگوں کا تھا جو آپ کے مقابلے و مخاطب تھے وہ بھی انہی اہل حدیث ہی تھے کیونکہ براہِ حق اسماعیل سلیمان یعقوب اسحاق کی احادیث کتاب اللہ کے مقابلے میں پیش کرتے تھے اللہ تعالیٰ سنے اُن انہی کی ایسی احادیث سے برکت ظاہر کی اور اُن احادیث کو کفر و شرک کہا اور لکھن اشراکت کی جھڑپ عَمِلَ الْاِثْمَ یعنی اللہ اگر تو شرک کرے گا تو میرے تمام عمل برباد ہو جائینگے اس آیت میں بھی مشرکانہ افعال اقوال مراد ہیں جطرح شرک فی العبادۃ موجب عذاب ہے اسی طرح شرک فی احکام یعنی مسائل میں سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کا حکم ماننا بھی اعمال کا باطل کرنے والا باعث ابدی و دائمی عذاب ہے اس وجہ سے احادیث رسول کو نہ ماننا چاہئے نہ صرف زمانہ محمد رسول اللہ کے لوگ ہی کتاب اللہ کے مقابلے میں احادیث پیش کرتے تھے بلکہ یہ ملعون کام اس سے بھی بڑا تھا فرعون بھی اہل حدیث ہی تھا اور موسیٰ کے مقابلے میں یوسف کی احادیث پیش کرتا تھا اور انکو ختم المرسلین جانتا تھا اور موسیٰ کو دعویٰ رسالت کرنے کی وجہ سے کا فر کرتا تھا اور اُنکی رسالت سے انکار کرتا تھا حدیث میں صرف ایک خوبی ہے جسکی وجہ سے لوگ اسپرائل اور فریفتہ ہوتے ہیں اگرچہ وہ خوبی جھوٹی اور بے بنیاد ہے اور وہ یہ کہ یہ کہتے ہیں محمد رسول اللہ کے پیارے نام کی طرف منسوب کی جاتی ہے اگر اسہنیں یہ خوبی نہوتی تو اسکی بُری صورت کوئی آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھتا رسول اللہ اور آپ کی ازواج مطہرات کی جس قدر ہتک اور اہانت ان محدثین اور راویوں نے مدحی کے پیرائے میں کی ہے شاید کوئی دشمنی کے پیرائے میں بھی نہ کرتا۔

(قرآن سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمان برداری کا ثبوت)
 محمد کے سوا قرآن مجید کو بھی کتاب اللہ میں رسول اللہ کہا گیا ہے اور جس رسول کی فرمان برداری کا حکم ہوا ہے وہ خاص قرآن مجید ہی ہے اور قرآن کریم اور رسول ماجل التہاج دو چیزیں نہیں ہیں بلکہ ایک ہی شے ہے قرآن مجید اور محمد رسول اللہ صرف بیشک دو چیزیں ہیں لیکن آپکی فرمان برداری کا حکم قرآن مجید میں کسی جگہ نہیں ہوا بلکہ جس

رسول کی فرمانبرداری کا حکم ہوا ہوا اس سے مراد صرف قرآن مجید ہی ہے اور میں آیت
 قرآنی میں قد جلاک الوہد بالحق من ربک رسول سے مراد قرآن مجید ہی ہے محمد رسول اللہ
 اس جگہ مراد نہیں ہو سکتے کیونکہ وہ صرف اپنے ہی ذمے کے لوگوں کے پاس آئے تھے
 آج کل کے لوگوں کے پاس نہیں آتے اور قرآن ہر زمانے میں موجود ہے
 اور ہر زمانے کے لوگوں کے پاس نسلاً بعد نسل چلا آتا ہے اور قرآن میں جس جگہ
 اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول آیا ہے اس جگہ رسول سے مراد قرآن مجید ہے
 یہی حال اذاً دُعوا الی اللہ ورسولہ کا ہے اور ماحرم اللہ ورسولہ میں بھی رسول سے
 مراد محمد صلی اللہ علیہ وسلم نہیں کیونکہ اس میں یہ بیان ہوا ہے کہ رسول حرام کرتا ہے
 لیکن محمد کسی چیز کو حرام کرنے کے مجاز ہی نہ تھے قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی
 یحببکم اللہ یعنی تو کہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو تم سے اللہ محبت
 کرے گا اس آیت میں کوئی قرینہ اس امر کا موجود نہیں کہ اس آیت کے مخاطب خاص
 محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں کسی مومن یا رسول کا ہر ایک فعل واجب لا تباع نہیں ہوتا
 (مسائل فروعیہ وجزئیات فقہ) پاخانہ پیشاب طبعی امور ہیں اور ان کے
 رفع کرنے کے طریقے ہر انسان کے دل میں اللہ نے ڈال رکھے ہیں کتاب اللہ کو ان
 فروعات کے بتلانے کی کوئی ضرورت نہ تھی جو تے ہنکر نماز پڑھنا خلافت تعلیم قرآن ہے
 ہماری وغیرہ کتب حدیث میں اس مضمون کی بہت سی احادیث موجود ہیں کہ جو تے
 کے ساتھ نماز پڑھنی چاہئے حتیٰ کہ یہاں تک لکھا ہے کہ اگر کوئی مسجد میں آئے اور جو تے میں
 گندگی لگی ہو تو زمین سے رگڑ کر اس کے سمیت ہی ضرور نماز پڑھے اب یہ تعلیم کتاب اللہ کے
 کیسے مخالفت ہے موتی کو جب ہمارے خداوند نے کوہ طور پر بلایا تو قبل کسی اور بات کے
 یہ کہا کہ اپنی جوتیان اُتارو کیونکہ تو اپنے رب کے سامنے پاک جگہ میں کھڑا ہو جب کے
 لئے قرآن مجید پڑھنا جائز ہے کیونکہ خدا نے قرآن مجید پڑھنے سے جنبی کو نہیں روکا صرف
 نماز سے قرآن میں اسکو روکا گیا ہے جن احادیث میں یہ ممانعت آئی ہے وہ مثل دیگر حدیثوں
 کے رسول پر افرا ہیں یہ ممکن نہیں کہ اللہ کا رسول اللہ کی کتاب سے بڑھکر حکم بتا سکے

ایسی بھی حائضہ و نفاس والی کو بھی قرآن مجید پڑھنے یا فاتحہ لگانے کی کوئی ممانعت نہیں
 اسی طرح جنسی کو اور حائضہ اور نفاس والی کو مسجد سے گزرنے کی بھی کوئی ممانعت نہیں
 جنسی کے بدن پر اگر کوئی غلاظت و نجاست نہ لگی ہو تو وہ پاک ہے اگر اسکو پسینا آجائے
 تو اس کے کپڑے ناپاک نہیں ہونگے بعض احادیث میں اس قسم کے بیان ہیں کہ عا کفہ
 رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ میں حیض کی حالت میں ہوتی تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 بدن سے بدن لگاتے تھے اور آپ میری گود میں تکیہ کر کے قرآن بھی پڑھ لیا کرتے تھے
 اور میمونہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ساتھ لیٹتے تھے اور میں حائضہ
 ہوتی تھی وغیرہ وغیرہ اب جن لوگوں کے دلوں میں محمد رسول اللہ کی کچھ وقعت اور
 قرآن کریم کی ذرا بھی عظمت اور غیرت ایمانی ہے وہ انصاف فرمائیں کہ یہ احادیث کس
 سلوک کی مستحق ہیں اللہ تعالیٰ تو حکم دیتا ہے حائضہ عورتوں سے جدا ہو اور ان کے
 قریب نہ جاؤ اور یہاں حائضہ بیویوں کی گود میں تکیہ کرنا اور ان کے ساتھ لیٹنا رسول پاک
 کے ذمے لگایا جاتا ہے کیا یہ بھی ممکن ہو سکتا ہے کہ اللہ کا پیارا رسول اس طرح اس کے
 حکم کے خلاف درزی کرے۔ قرآن مجید میں کوئی میعاد حیض و نفاس کی مقرر نہیں
 نہ انکی ضرورت ہے ہر عورت اپنے حیض و نفاس کی حالت کو جانتی ہے اس کی تعیین
 فضول گوئی ہے یہ عورتوں کی طبیعتوں پر منحصر ہے کسی کو تھوڑے دن حیض آتا ہے
 کسی کو زیادہ دن کتب حدیث و فقہ میں بے فائدہ اس کے متعلق طول طویل کلام کی گئی ہو
 وضو کے اعضا کو ایک بار یا دو بار یا تین بار دھونے کی کوئی تعیین نہیں غرض صفائی
 سے ہے جتنے بار دھونے سے ہو جائے اگر سے اور سکر سے وضو فرض ہے اور جب کوئی
 شخص منظر اہل بے بسی۔ بے اختیار۔ لا چاری کی حالت میں ہو تو غسل جنبت وضو
 تیمم قبلہ قیام رکوع سجدہ سب معاف ہو جاتے ہیں۔ بے غسل بلا وضو و تیمم ہی الامین
 نماز پڑھ لے لیکن وقت نہ ٹپنے دے کیونکہ اسکا التوا خداوند تعالیٰ نے جائز نہیں رکھا
 آیت اقم الصلوۃ للواضح الشمس میں نظر عصر مغرب یمون نماز و ن کا حکم ہے
 مترجمین و مفسرین نے جو دلواک الشمس سے زوال یا غروب شمس را دلی ہو انکی غلطی ہو۔

مساجد ایسی تمام مسجدیں جن میں احادیث و فقہ کی تعلیم ہوتی ہے ضرور ہیں کیونکہ
 ان میں کتاب اللہ کو ضرر پہونچ رہا ہے ایسا ہی وہ تمام مسجدیں جن میں دند و دغا لٹ
 اور مولود ہوتے ہیں اور جن میں مرد و عورتیں جو غیر قرآنی ہیں پڑھیں سب ضرر ہیں
 کیونکہ یہ کتاب اللہ کو ضرر پہونچاتی ہیں اور جس مسجد میں اس پاک کتاب کے ساتھ
 اور بھی مذہبی کتابوں کو پڑھایا جاتا ہے سب مسجد ضرر کا حکم رکھتی ہیں مسجد ضرار کی
 آیت کو عرب کی خاص مسجد سے منسوب و مخصوص کرنا قرآن مجید کی شان کو کھٹانا ہے۔
 یہ بالکل غلط ہے کہ مسجد حرام میں نماز پڑھنے سے ایک لاکھ نماز کا ثواب ملتا ہو اور مسجد
 نبوی اور مسجد اقصیٰ میں پچاس ہزار کا اور مسجد جمعہ میں پانسو نماز کا اور قبیلہ کی
 مسجد میں پچیس نماز کا قرآن مجید میں ان باتوں کا کوئی ذکر نہیں یہ ملاؤن کی
 من گھڑت باتیں ہیں مسجد میں آنے جانے کی دعائیں بھی قرآن مجید میں مذکور نہیں۔
 (حدیث - فقہ - تفسیر اور تقلید) اگر حدیث و فقہ نہ ہوتی تو قرآن کریم
 کی طرف سے اس قدر لاپرواہی نہ کی جاتی ان کے وجود سے قرآن کریم کو بہت کچھ ضرر پہونچا ہو
 اور پہونچ رہا ہے اور کوئی چیز ایمان کو اس قدر ضرر نہیں پہونچا سکتی جس قدر کہ تقلید۔ کلام الہی
 کے فہم صحیح سے جو لوگ محروم رہے وہ بھی اس بلا کی وجہ سے اپنے اماموں اور بزرگوں
 اور راویوں کی تقلید سے۔ امور دین میں جس طریقے و روش مذہب کے پابند تھے ترجمان
 و مفسرین نے آیات قرآن مجید کے ترجمے و تفسیر کو اسی سانچے و قالب میں ڈھالا
 قرآن کو اپنی آنکھوں سے پڑھیں تو حقیقت نظر آئے بخاری و مسلم یا ابو حنیفہ و شافعی
 یا فخر الدین و جلال الدین کی آنکھوں سے نہ دیکھنا چاہئے۔

(فہرست) جب یہ اعتقاد لوگوں نے سیکھا کہ فرشتے آسمان سے رسول پر آتے جاتے
 ہیں تو بعض احمقوں کو یہ فکر ہوئی کہ وہ کیونکر اتنا طول طویل فاصلہ طے کرتے ہوں گے اور
 ہوا میں کس طرح چڑھتے ہوں گے اسلئے انھوں نے فرشتوں کے واسطے پرچھوڑ کئے اھ اس
 مضمون کی حدیثیں بھی گھڑ لیں کیا خدا فرشتوں کو بغیر پروں کے آنے جانے کی قدرت
 نہیں دے سکتا وہ بغیر پروں کے قوت خدا و اسے آسمانوں سے آتے جاتے ہیں۔

رہی پروردگار ان اللہ وملائکہ يصلون علی النبی میں علی النبی سے صرف محمد صلی اللہ علیہ وسلم مراد نہیں ہیں بلکہ ہر ایک نبی مراد ہے اور آدم سے محمد رسول اللہ تک جس قدر نبی ہوئے وہ سب علی النبی میں داخل و شامل ہیں اور مراد یہ ہے کہ ہر نبی پر اللہ رحمت کرتا رہا ہے اور محمد پر بھی۔

(شفاعت) قیامت کے دن کوئی کسی کی خیر خواہی یا سفارش نہیں کر سکے گا بلکہ ہر شخص اپنے اقربائیک کی خیر خواہی و سفارش سے بیزار ہوگا ہر ایک رسول و رحیمی بھی اپنے بھائی بھادران باپ بل و عیال سے بیزار ہوگا جبکہ وہ اپنے عزیزین و غرضوں کی کچھ فائدہ بھر بھی خیر خواہی نہ کر سکیں گے تو غیروں کے حق میں وہم و خیال کرنا سراسر فضول ہے اللہ تعالیٰ ہرگز ہرگز اپنے کسی وعدے کا خلاف نہیں کریگا اور اپنے جملہ حکم کو کسی کی سفارش سے نہیں بدلنے کا بلکہ اگر ملائکہ مقربین اور تمام رسل انبیاء بھی ملکر چاہیں کہ اپنے کسی پیارے کو جو مجرم ہے سزا سے بچالیں تو ایسا بھی ہرگز نہ ہو سکے گا اور قیامت کے دن شفاعت بغرض سفارش ہرگز نہ ہوگی بلکہ محض بغرض شہادت ہی ہوگی اور شہادت صرف اپنے دیدہ شنیدہ واقعات کی دے سکیں گے جسکو انھوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا اور کانوں سے سنا ہوگا۔

(مردے کو ثواب) مردے کو بدنی عبادت یا مالی صدقہ وغیرہ کسی چیز کا ثواب نہیں پہنچ سکتا۔ (آدم کی خلافت اور جبریل کی رسالت) اللہ تعالیٰ پاک ہر اس بات سے کہ اسکا کوئی خلیفہ بن سکے ہاں اللہ تعالیٰ سب کا خلیفہ ہے اور ہو بھی سکتا ہے پس آدم کو خلیفۃ اللہ کہنا سخت غلطی ہے اور صریح وصف کفر ہے بلکہ وہ جنوں کے خلیفہ ہیں کیونکہ آدم سے پیشتر اس زمین پر نہیں معلوم کس قدر عرصہ دراز سے جن آباد چلے آتے تھے اور اول ہی سے ہر زمانے میں رسل نبیا کا معلم اُسی زمانے کا جبریل ہوتا رہا ہے اور کتاب اللہ ہر ایک اپنے زمانے کے رسول کو پڑھاتا اور سناتا رہا ہے اور اپنے زمانے کے رسولوں کے موزیوں و ظالموں کو دفع کرتا رہا ہے کیونکہ خاص اُسی جبریل کا حق ہوتا تھا کہ اُسکے ذریعہ دوسیلے سے رسولوں کے موزیوں اور ظالموں کو دفع کیا جائے و اذ قال

انبیاء للاملائكة من بھی قطعی اور یقینی طور پر خاص وہی جبریل مراد ہے جو کہ اس زمانے کے چن رسولوں کا معلم تھا اور بس صرف اس جبریل کی معرفت بدلہ و انتقام جن رسول کا اسکے موزیوں ظالموں جنوں سے لیا گیا بعدہ آدم کو انھیں ہندی جو کافرا کا مقام دھانپین بنا دیا خاص یہی سنت اللہ اول ہی سے جملہ عباد اللہ میں جاری چلی آتی ہے۔

(عرش) دیگر صفات خداوندی سمع و بصر وغیرہ وغیرہ کی طرح عرش بھی ایک صفت الہی ہے اور جس طرح اور صفات خدا کی ذات کی طرح قدیم ہیں اسی طرح عرش بھی قدیم ہی (وحی خفی) جس کو وحی خفی یا وحی غیر مشلوٰ کہا جاتا ہو وہ رسول پر نازل نہیں ہوتی تھی صرف ان پر قرآن مجید ہی نازل ہوا تھا۔

(صدقہ - زکوٰۃ اور مصرف خمس) مال غنیمت میں صدقہ یا پانچواں حصہ ہو اور مال کسب طیب وغیرہ میں زکوٰۃ کا دسواں حصہ ہو اور سخت مشقت کے کسبون اور جنس زمین کی سخت مشقت والی پیداوار میں بیسواں حصہ معین و مقرر من اللہ ہوا ہے بارہ ماہ کامل مکمل معافی نفقہ فی سبیل اللہ کے مہینوں کی میعاد اللہ تعالیٰ کی جانب سے مقرر کی گئی ہے یا بارہ ماہ کامل معاف کئے گئے ہیں جب بارہ ماہ کامل سونے چاندی پر گزر جائیں اور جو کچھ کما س میعاد میں ضروری خرچ کیا جائے وہ سب کا سب خرچ معاف ہوتا ہے اسکے بعد جو کچھ باقی ماندہ رہ جائے اس میں عشر یا نصف العشر اگر فرض ہو جاتا ہو اور مال غنیمت میں سے جو ذوی القربیٰ اور ابن سبیل کو حصہ دینے کا قرآن میں حکم ہے تو وہ ان ذوی القربیٰ سے پیغمبر کے قریبتر مراد نہیں بلکہ مؤلفۃ القلوب مراد ہیں یعنی وہ لوگ جو مسلمانوں کو ناحق ایذا و دکھ دین اور دہن سگ پہ لقمہ درختہ بہ کے مطابق کچھ لیکر وہ ایذا سے باز آجائیں اس قسم کا خرچ مال فتنے میں سے کیا جائے گا جو کفار سے امیر المؤمنین کو بے لڑے ملتا ہے اور ابن سبیل سے مراد قرآن مجید کے پڑھنے والے طالب علم ہیں ابن کے معنی لڑکا اور سبیل کے معنی قرآن مجید ہیں۔

(قربانی) مکہ میں ہر سال لاکھوں آدمی حج کو جاتے ہیں اور ہر ایک آدمی کم از کم ایک دنبہ یا بکرہ ضرور ذبح کرتا ہے اور قربانی کے دن کئی لاکھ دنبے بکرے اونٹ وغیرہ

ذبح ہو جاتے ہیں چونکہ اس قدر گوشت وہاں کھایا نہیں جاسکتا بلکہ سنا جاتا ہے کہ آج کل حکام مکہ ہر سال ایک بڑا گڑھا کھدواتے ہیں جس میں قربانی کا گوشت پھینکا جاتا ہے اور پھر مٹی سے دبایا جاتا ہے اگر یہ بات درست ہے تو قربانی کا ضایع ہوا حال ہوتا ہے اور یہ تو اسراف و تبذیر ہے جو خلافت تقویٰ ہے اب جانور ذبح کرنے جائز نہیں جب تک کہ کوئی ایسا انتظام نہ ہو جائے کہ گوشت بجائے مٹی میں دبائے جانے کے فقرائے مساکین کے کام آئے تب تک تقویٰ اسی میں ہے کہ بجائے جانور ذبح کرنے کے جانور کی قیمت کے برابر صدقہ دیدیا جائے لیکن جہاں گوشت کے لینے والے مومن فقرائے مساکین موجود ہوں وہاں قربانی ہی کرنا ضرور ہے۔

فصل اس فرقے کے سرگرم ممبر میان چٹو سوداگر کتب مسکن لاہور تھے جنہوں نے
اپنی ذات اور مال سے ہر طرح اس فرقے کی سرسبزی اور اس مذہب کی اشاعت میں کوشش کی تھی مگر اب وہ اس مذہب سے بیزار ہو گئے انکے بیان ہے کہ یہ فرقہ بھی قرآن کا کافر ہے اور قرآن کی اشاعت کرنا نہیں چاہتا انہوں نے اہل قرآن کے نام ۲۵ ہزار کی جائداد وقف کی تھی جس وقف کو اب توڑ ڈالا یہ سب سے پہلے تخمیناً ۴۹ برس حنفی مذہب پر قائم رہے تھے اُس کے بعد اہل حدیث بنکر ایک مدت دراز تک اس فرقے میں سرگرمی سے کام کرتے رہے پھر اہل حدیث سے ٹکڑے ٹکڑے آٹھ سال سے اہل قرآن کے نئے مذہب کے مقلد ہو گئے تھے انہوں نے اہل حدیث کے نام بھی اپنی دس ہزار کی جائداد وقف کی تھی جب ان سے علحدہ ہوئے تو وہ وقف بھی توڑ ڈالا۔

تیسرا حصہ مہدیوں کے بیان میں

اعلیٰ طبقے کے کتب حدیث (صحیح بخاری و صحیح مسلم) مہدی موعود کے ذکر سے ساکت ہیں دوسرے طبقے کی کتابوں میں جو اس مضمون کی حدیثیں پائی جاتی ہیں وہ درج سے خالی نہیں لافنی ابن خلدون حضری نے جو اعتقاد مہدی سے منکر گذرے ہیں اپنی کتاب العبر و دیوان المبتدا و الخیر فی الامم العربیہ و الامم و البربر میں

ابن احادیث کو ایک ایک کر کے روکیا ہے اور بہت سے علمائے ان کا جواب دیا ہے۔
 ہمدی کے حق میں جو حدیثیں آئی ہیں یا وجود اختلاف روایات بہت ہیں جمہور کے
 نزدیک وہ مسلم ہیں فقط ایک ابن خلدون نے احادیث مذکورہ میں کلام کیا ہوا ہے
 ظہور کا ضعف ثابت کیا ہے اولیاء کے مکشوفات پر بھی ان کے حق میں جرح کی ہے۔
 احادیث ہمدی اگر صحیحین میں نہیں مگر ترمذی - ابو داؤد - ابن ماجہ - حاکم - طبرانی -
 ابویعلیٰ موصلی وغیرہ کے نزدیک مسلم ہیں بعد بخاری و مسلم کے یہی کتابیں معتبر ہیں
 خصوصاً جبکہ کوئی حدیث کسی باب میں شیخین کے نزدیک نہ تو پھر یہی احادیث
 کتب سنن وغیرہ حجت مستقل ہیں پس یہ احادیث ہمدی کی ایسی ہیں کہ بعض اقویٰ
 بعض کی کرتی ہیں ان کے لئے شواہد و متابعات بھی علیحدہ ہیں ان حدیثوں میں
 بعض حدیثیں صحیح بعض حسن بعض ضعیف ہیں کافہ اہل اسلام کا اس بات پر اتفاق ہے
 کہ آخر زمانے میں ضرور ایک شخص اہل بیت نبوت سے ظاہر ہوگا جو دین کی تائید کرے گا
 عدل ظاہر فرمائے گا مسلمان اس کے تابع ہو جائیں گے اسکو مالک اسلامیہ پر قلبہ
 حاصل ہوگا اسکو ہمدی کہیں گے حضرت عیسیٰ اس کے سامنے اترینگے دجال وغیرہ علامات
 قیامت کا ظہور اسی کے سامنے ہوگا۔ اب تک بہت سے لوگوں نے دعویٰ کیا ہے کہ ہم
 ہمدی ہیں پس بعضوں نے تو اس لفظ سے معنی لغوی مراد رکھے ہیں یعنی مقصود ان کا
 یہ تھا کہ ہم ہدایت کرنے والے ہیں اس میں تو کچھ گفتگو کی جگہ نہیں اور بعضوں نے دعویٰ
 کیا کہ ہم وہی ہمدی ہیں جنکے ظہور کی قیامت کے قریب پیغمبر خدا نے خبر دی ہے اہل سنت
 کا عقیدہ یہ ہے کہ یہ ہمدی اب تک پیدا نہیں ہوئے بلکہ میں ظہور کرینگے خبیثہ کے بعض قوتوں
 نے بھی اپنے ائمہ کے ہمدی موعود ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے۔

ذکر یابن امام محمد باقر

۱۱۱ غلاۃ میں سے مغیرہ بن سعید عجمی کے نزدیک جسکا فرقہ مغیرہ کہلاتا ہے ہمدی موعود
 ذکر یابن محمد باقر بن علی بن امام حسین بن علی بن ابی طالب ہیں اور وہ زندہ ہیں کوہ ہاجر
 میں محمد بن جب حکم رہی ہوگا تو اس سے برآمد ہونگے۔

مغیرہ

(۲) بعض مغیرہ کے نزدیک خود مغیرہ بن سعید عجمی امام منتظر ہے۔

عبد اللہ بن معاویہ

(۳) جناحیہ کے نزدیک عبد اللہ بن معاویہ بن عبد اللہ بن جعفر ذوالجناحین بن ابی طالب امام منتظر ہیں اور وہ اصفہان میں کسی پہاڑ کے اندر زندہ موجود ہیں عنقریب نکلنے والے ہیں۔

محمد بن حنفیہ

(۴) کبسانہ میں سے کریمیہ کا عقیدہ یہ ہے کہ محمد بن حنفیہ امام منتظر اور ہمدی موعود ہیں وہ ظہور کریں گے تو سارا عالم عدل سے بھر جائے گا اور مختاریہ کے نزدیک بھی محمد بن حنفیہ ہمدی ہیں۔

اسماعیل بن جعفر صادق

(۵) اسماعیلیہ اسماعیل بن جعفر صادق کو ہمدی منتظر مانتے ہیں

محمد بن اسماعیل

(۶) اسماعیلیہ میں سے قرامطہ کہتے ہیں کہ محمد بن اسماعیل بن جعفر صادق ہمدی ہیں اور وہ زندہ ہیں اور مبارکیہ کا بھی یہی عقیدہ ہے۔

احمد بن محمد بن حنفیہ

(۷) تاجیخ ابوالفدا میں ہے کہ شیخ قرامطہ نے ایک نوشتہ اپنے متبعوں کو دیا تھا جس میں مندرج تھا کہ احمد بن محمد بن حنفیہ ہمدی ہیں اور وہی مسیح و عیسیٰ ہیں۔

عبد اللہ بن احمد قاطمی

(۸) اسماعیلیہ میں سے ہمدویہ کا یہ عقیدہ تھا کہ عبد اللہ ہمدی موعود تھے جنھوں نے دولت عہد یہ قائم کی تھی۔

محمد نفس زکیہ

(۹) زید یہ میں سے بعض جاہل روایہ یہ کہتے ہیں کہ محمد نفس زکیہ بن عبد اللہ محمد

بن حسن یثربی بن حسن مبط امام منتظرین اور امامیہ میں سے فرقہ نفسیہ کا بھی زعم ہے اور تاریخ التواریخ کی پانچویں جلد میں لکھا ہے کہ خود نفس زکیہ کو بھی یہی یقین تھا کہ بن ہمدی موعود ہوں۔

محمد بن قاسم

(۱۰) بعض چارودیک کے نزدیک محمد بن قاسم بن علی بن امام حسین بن علی بن ابی طالب امام منتظرین۔

امام محمد باقر

(۱۱) امامیہ میں سے باقریہ کے نزدیک ہمدی محمد باقر بن علی بن امام حسین بن علی بن ابی طالب ہیں۔

امام جعفر صادق

(۱۲) ناؤسیہ کے نزدیک جعفر صادق بن محمد باقر ہمدی ہیں۔

امام موسیٰ کاظم

(۱۳) مہطورہ اور موسویہ اور راجعہ کے نزدیک موسیٰ کاظم بن جعفر صادق ہمدی ہیں۔

حسن عسکری

(۱۴) فرقہ عسکریہ کے اعتقاد میں ہمدی موعود حسن عسکری ہیں جو دوبارہ دنیا میں آئینگے۔

محمد بن حسن عسکری

(۱۵) اثنا عشریہ کا عقیدہ یہ ہے کہ ہمدی موعود حسن عسکری کے فرزند محمد ہیں اور وہ مرے نہیں بلکہ لوگوں کی نظروں سے مخفی ہو گئے ہیں اور وہ امام زمانہ ہیں اپنے وقت پر ظاہر ہو گئے محمد بن یوسف کجی نے کتاب البیان فی اخبار صاحب الزمان میں لکھا ہے کہ آخر زمانہ تک وہ زندہ رہیں گے۔

محمد ہمدی عباسی

(۱۶) فتوحات اسلامیہ میں صواعق محرقة وغیرہ کے حوالے سے لکھا ہے کہ بعض کہتے ہیں کہ ہمدی موعود حضرت عباس عم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد ہیں سے ہوگا۔

اور ہارون الرشید کے باپ محمد ہمدی بن ابو جعفر عبد اللہ منصور کو ہمدی قرار دیتے ہیں اور اس بات پر استدلال اور اس حدیث سے کرتے ہیں جس میں ذکر ہے کہ ہمدی مولاد عباس عم رسول علیہ السلام سے ہو گا اس محمد ہمدی کو اس لئے ہمدی و محمود خیال کرتے ہیں کہ وہ تمام خلفائے عباسی میں بہتر تھا۔ جس طرح بنی امیہ بن سے عمر بن عبد العزیز بہتر تھے۔

عمر بن عبد العزیز

(۱۷) اور اسی کتاب میں ذکر کیا ہے کہ ایک فرقے نے عمر بن عبد العزیز کو ہمدی بتایا ہے یہ نہایت عادل تھے یہاں تک کہ رعیت انکو عمر ثانی کہتی تھی یہ خلفائے بنی امیہ کے آٹھویں خلیفہ ہیں تمام خلفائے بنی امیہ تا ایام دولت سلیمان بن عبد الملک خلیفہ ہفتم بنی امیہ حضرت علی مرتضیٰ کی مذمت ممبر و نہر کیا کرتے تھے جب عمر بن عبد العزیز خلیفہ ہوئے تو انھوں نے یہ رسم بد موقوف کی اور اپنے تمام نائبوں کو جا بجا لکھا کہ اس رسم بد سے باز آئیں اور موقوف کردین جمعہ کے دن خطبہ پڑھا اور خطبے کے آخریہ آیت پڑھی ان اللہ یا مر باً العدل والاحسان وایتاء ذی القربىٰ ونبہی عن الفسء والمکر والبغی یعظکم لعلکم تذكرون یعنی اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے واسطے انصاف کے اور احسان کے اور واسطے دینے حق رشتہ داروں کے اور اہل حقوق کے اور منع کرتا ہے بیجانی اور بُرے کام اور ظلم و ستم سے نصیحت کرتا ہے کہ تم یاد رکھو۔ اُس روز سے علی مرتضیٰ کو بُرا کہنا موقوف ہو گیا اور سب خطیبوں نے اس آیت کا پڑھنا خطبے میں مقرر کیا۔

احمد بن کثیر

(۱۸) فرقہ کیا لیہ کے نزدیک احمد بن کثیر ہمدی ہے۔

علی محمد باب

(۱۹) ملک ایران میں علی محمد باب نے ہدایت کا دعویٰ کیا تھا اس کا بیان

فرقہ بینی میں ہو چکا۔

	محمود مسجوانی	
--	---------------	--

	مرزا غلام احمد قادیانی	
--	------------------------	--

سید نجمہ جو نیوری

کیا یہ حنفی المذہب تھے ہدیہ ہمدویہ میں لکھا ہے کہ محمد جوہوری کی جنکو ہمدوی لوگ

والد جنکا نام سید خان تھا رہتے تھے اُن سے دو فرزند پیدا ہوئے پہلے فرزند کا نام احمد

بین عشقہ ہجری بین واقع ہوئی اُنکی والدہ کا نام بی بی اخا ملک ہمشیرہ ملک

داوا کے پہچاننے والے مر گئے تو مصلحت و عمومی حدیث کے محمد کے باپ کا نام بدل کر

حالانکہ مطلعِ ولایت والا کہ اُس سے مقدم ہے اُنکی مان کا نام بی بی اُخا ملک لکھتا ہے۔

ہام بی بی آمنہ بود و بی بی اخا ملک نام سید عثمان داشته بودند قہود یہ کہتے ہیں کہ

کے بارہ پشت ہیں کہ اسکی تفصیل یہ ہے سید محمد ہمدانی بن سید عبداللہ بن سید عثمان

[illegible][illegible]

بن سید جلال الدین بن سید اسماعیل بن سید نعمت اللہ بن امام موسی کاظمؑ اول
شمس المولا بیت میں لکھا ہے کہ سید جلال الدین بن سید اسماعیل بن سید نعمت اللہ
بن امام موسی کاظمؑ اور شمس المولا بیت میں لکھا ہے کہ سید جلال الدین بن امیر سید
نعمت اللہ بن امیر سید اسماعیل بن امیر امام موسی کاظمؑ اور خاتم سلیمانی میں بھی یہی مندرج ہو
کتاب انصاف نامہ کے باب اول میں لکھا ہے کہ محمد جوہوری سے جب لوگوں نے یہ
سوال کیا کہ حدیث میں آیا ہے یَوَاطِقُ اِسْمُهُ اِسْمِیْ وَ اِسْمُ اَبْنِیْ اِسْمَہُ اَبْنِیْ یعنی
مختصر نے فرمایا کہ ہمدی کا نام میرے نام کے ساتھ موافق ہوگا اور اسکے باپ کا نام
میرے باپ کے نام کے اور تمہارے باپ کا نام سید خان ہے تب اُن بزرگ نے
جواب دیا کہ خدا سے کہو کہ سید خان کے بیٹے کو کیوں ہمدی کیا اور بعضوں کو یون جواب
دیا کہ خدا کے ساتھ جنگ کر کہ سید خان کے بیٹے کو کیوں ہمدی بنا یا اور بعضوں کو یون بھی
جواب دیا کہ رسول خدا کے باپ مرو کا فر تھے اُن کا نام عبد اللہ کیونکر ہو سکتا ہے بلکہ
محمد رسول اللہ کا نام محمد عبد اللہ تھا اور یہ سو کا تب ہے کہ محمد بن عبد اللہ لکھ دیا ہے
اور ہمدی کا نام وہی محمد عبد اللہ ہے اقصیٰ جب عمر اُنکی چار سال و چار ماہ و چار
روز کی ہوئی سید خان نے اشرف و اعیان جوہوری کی ضیافت بشکفت تمام کر کے
زبان شیخ دانیال جوہوری سے کہ مشائخ وقت سے تھے بسم اللہ پڑھا کر واسطے
تعلیم کے اُنکو اُنہی کے حوالے کیا چنانچہ ہمراہ اپنے برادر کلان میان احمد کے اُن کے
پاس جایا کرتے تھے اور اکتساب علوم میں مشغول رہتے تھے چونکہ طبیعت اور ذہن
دل پسند رکھتے تھے اول سات برس کی عمر میں حفظ قرآن سے فارغ ہو کر پھر کتب علوم
درسیہ سے سن دوازدہ سالگی میں فارغ التحصیل ہو گئے اور چونکہ مویشکافی میں دلیل
اور بحف میں شیر تھے شیخ دانیال جوہوری اور علمائے دانا پور نے ان کا لقب
اسد العلماء مقرر کیا آبا و اجداد اُن کے طریقہ چشتیہ رکھتے تھے لیکن اعلیٰ مریدی کا
ہمدویہ انکار کھتے ہیں بلکہ کہتے ہیں اس دوازدہ سالگی میں حضرت خضر علیہ السلام
نے اُنکو ذکر خفی وغیرہ جانب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے لا کر پہنچایا اور پھر

نوحا نے سیکھا اور شیخ دانیال بھی خضر علیہ السلام کے اشارے سے ان سے تلقین پا کر
مصدق حدیث کے ہوئے لیکن اہل ہمت کی کتابوں میں اس کے بالعکس لکھا ہو کہ یہ خود
شیخ دانیال کمرہ تھے جو چار واسطے سے حضرت نظام الدین اولیا کے خلیفہ ہیں
انقصہ سید محمد جو پوری نے عنقوان شباب سے قدم در پیشی میں رکھا اور لوگ ان کے
نہایت معتقد ہوئے ہمانک کہ سلطان حسین حاکم دانا پور نے بھی کہ حشر اچ گذار
دلہیت راؤ والی ملک کوڑ کا تھا ان کے ساتھ رابطہ اخلاص پیدا کیا کہ ہر مہم میں انکو ہمراہ
رکھتا تھا آخر کار شیخ موصوف نے اسکو راہ مذکور کی اطاعت سے ننگ و مار دلا کر
مستعد جنگ کیا کہ عیسٰی ہزار سپاہ لیکر یہ سید محمد کے ہمراہ روانہ کوڑ ہوا اور پندرہ سو سپاہی
توم ہراگی سید محمد کی رکاب میں رکھے جب یہ خبر دلہیت راؤ کو پہونچی شتر ہزار سپاہ ہرا لیکر
اپنے علیے سے تین ہل آگے آ کر مقابل ہوا سلطان نے قلت سپاہ کی وجہ سے ہزیمت پائی لیکن
شیخ نے مقابلہ جاری رکھا اور ان پندرہ سو بیڑاگیوں کے ساتھ ایسا حملہ کیا کہ سید محمد
جو پوری اور دلہیت راؤ دو چار ہو گئے اور وہ شیخ کی تلوار سے مار لگیا اور اس کے دو ٹکڑے
ہو کر زمین پر گر پڑا راجہ کا دل جسم سے باہر نکل آیا میان دلا و سید محمد کے خلیفہ راجہ
مذکور کے بھانجے ہیں اسی جنگ میں دستگیر ہو کر سید محمد کی خدمت میں آئے کہتے ہیں
کہ راجہ کے دلیر اس بت کا نقش جسکی ہمیشہ عبادت کیا کرتا تھا موجود تھا یہی امر سید محمد کے
جند ہکا موجب ہو کہ جب باطل کو اسقدر اثر ہے حق کو کیا کچھ اثر ہو گا غرض کہ سات برس تک
کچھ ہوش و حواس نہ تھے مگر فرض نماز ادا کرتے تھے کتب حدودیہ مانند مطلع الولاہیت
وغیرہ میں لکھا ہے کہ اس سات برس میں ایک ذرہ طعام اور ایک قطرہ پانی کا کبھی
نہ چکھا ایک روز انکی بی بی الہدیٰ نے کہا کہ کیا سبب ہے کہ بیہوش رہتے ہو اور تحمل
نہیں کر سکتے ہو بولے کہ اسقدر تجلی الوہیت کی ہوتی ہے کہ اگر ان دریاؤں میں کا
ایک قطرہ کسی ولی کامل یا نبی مرسل کو دیا جائے تو تمام عمر کبھی ہوش میں نہ آئے
انقصہ ہد سات برس کے کچھ ہوش آ گیا ہے باہوش و گاہے مد ہوش رہتے تھے چال
نہ بذب پاچ برس تک رہا کہتے ہیں کہ اس پاچ برس میں غلہ و گوشت و روغن

ساتھ ساتھ میرزا بیت بی بی الہدیٰ کے کھایا ہوگا بعد ازاں اس حال کے مطابق ہجرت
یعنی وطن چھوڑنے کا اختیار کیا کہ جلائے وطن کر کے مع نیک وافرندہ و چند مرید کے لاہور
کے ہنگل کی راہ سے جہانگیر دی کو گئے بی بی مذکور اور سید محمود و فرزند ان کے اور شیخ ایک
وغیرہ ہمراہ گئے اور اُن سب کیل میں الہامات الہیہ ہدایت کے بھی ظاہر کئے اور ان ہر شخص
نے تصدیق بھی کی اور وہاں سے رفتہ رفتہ شہر چندیری میں پہنچے اور وہاں اُن کے
وعظ و بیان میں جب ہجوم خلافتِ زیلوہ ہوا وہاں کے شیخ وادوں کو کہ صاحبِ سما و
شیخت تھے ناگوار معلوم ہوا آخر الامور ہجر واکراہ وہاں سے اُنکو نکال دیا وہاں سے
شہر مانڈو کو چلے گئے وہاں بھی اُنکا غلبہ ہوا یہاں تک کہ سلطان غیاث الدین نے
جس کو اُسکے فرزند سلطان نصیر الدین نے اُن ایام میں قید کر دیا تھا شیخ موصوف کے
دو مرید سید سلام اللہ اور ابو بکر کو بلا کر باعزازہ تمام ملاقات کر کے رخصت کیا اور پیشیت
تھاقت سید محمد کی خدمت میں پیش کئے یہاں ایک امیر صاحب سلطان غیاث الدین
الہمد و نامی کہ فاضل اور شاعر بھی تھا ترک دنیا کر کے ہمراہ ہوا اور تادمِ مرگ ہمراہ
رہا مرشد شیخ اور دیوان ٹیپر منقوط اور رسالہ بار امانت اور رسالہ ثبوتِ ہدیت تصنیف
اسی کی ہیں اور اسکو خلیفہ شہر سید محمد کا شمار کرتے ہیں غرض کہ اب یہاں سے لوگ
معتقد ہو کر ہمراہ ہونے لگے اور اسی شہر میں سید اجل فرزند سید محمد چھوٹا بھائی سید محمود کا
فوت ہوا اور وہیں اُسکو مدفون کیا غرض کہ سید محمد بعد اسکے کوچ کر کے شہر جا پانہر میں کہ
دارالسلطنت گجرات کا تھا ہو نیکر مسجد جامع میں اُترے وہاں بھی اُنکے وعظ و ترک
و تحرد کا چرچا ہوا یہاں تک کہ والی گجرات سلطان محمود بیگڑہ نے بھی ارادہ اُسے کا
کیا لیکن دو عالم کہ اول حسبِ الحکم ملاقات کو گئے تھے مانع ہوئے اور یہاں نظام کہ
مسجد اسلام خان میں طالبِ تعلیم کرتے تھے مُرید ہو کر ہمراہ ہوئے اور آخر تک رفیق رہے
اور بی بی الہدیٰ زوجہ کلان سید محمود بہین فوت ہو گئیں اور انکے انتقال کے بعد
سے طریقہ تقسیمِ بالسویہ کا فتوحات میں شروع ہوا پھر بعد اقامت ڈیرہ برسر کے
وہاں سے یہاں پور کی راہ سے دولت آباد میں درو ہوئے وہاں سے مزارات

علیہ السلام کی زیارت کے شہر احمد نگر میں پہنچے اس وقت احمد نظام الملک نے قلعہ
 احمد نگر کی بنیاد ڈالی تھی چونکہ آرزو مند فرزند کا تھا اسی خیال سے انکی خدمت
 میں بھی آیا اور مقصد ہوا اتفاقاً غریب برہان نظام الملک پیدا ہوا کہ بعد اُس کے
 جانشین بنے اور مقصد اس فرقے کا تھا اسی واسطے سید محمد کے بعد اُن کے خلفا
 دومریدین کو ناند شاہ نظام ودلاور ونہست وغیرہ کے تجربات سے طلب کیا تھا اور اپنی
 پیشی سید محمد کے ہوتے میران جی بن حمید بن سید محمد جدی کے عقد نکاح میں وی تھی یہی
 سبب ہے انکی اولاد و خلفا کے دکن میں آنے کا اقصیہ شہر احمد نگر سے کوچ کر کے شہر
 حمید پور پہنچے عند ملک برید میں وہاں شیخ من فقہ ہوئے اور ملاضیا اور قاضی علاء الدین
 ترک دنیا کر کے ہمراہ ہوئے پھر وہاں سے سید محمد علی گاہ کو آئے اور مراد سید کیسور دنا ز پر
 لگے پھر وہاں سے روانہ ہو کر قصبہ راس پاک ہوئے ہونے بندر دا پھول کو پہنچے اور وہاں سے
 جہان پر سوار ہو کر روانہ کتبہ اشد ہوئے اور بعد طے منازل کے حرم محترم میں پہنچے
 اس مقام میں دعویٰ من اتبعنی فہو مؤمن کا کیا اور میان نظام اور قاضی علاء الدین
 نے امن و صداقت قبول کر چھٹ بیعت کر لی اور بولے کہ و گواہ بس میں اور سید پر
 دعویٰ ہوا تا بیخ فرشتہ بین مقالہ سوم کے روضہ سوم میں ابراہیم بن برہان
 نظام شاہ ثانی کے حالات میں غلطی سے یہ لکھ دیا ہے کہ سید محمد جی کے اواخر میں
 سید محمد جو پوری نے ہدیت کا دعویٰ کیا تھا اسی طرح مولف عقائد الاسلام کی بھی
 غلطی ہے کہ اُسے لکھا ہے کہ اکبر کے زمانے میں سید محمد جو پوری نے ہدی ہونکا دی کیا تھا
 لغرض جہان سے سید محمد حضرت آدم کی زیارت کو گئے اور کہا کہ میں نے با دا آدم سے
 سنا ہے کہ انھوں نے مجھ سے کہا کہ خوش آمدی صفا آوردی پھر بغیر زیارت حضرت
 رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ معظرت سے بیعت تمام مراجعت کر کے جدے کو آ کر
 جہان پر سوار ہو کر بندر دیو گھاٹ پر اتر کر وہاں سے ملک گجرات میں شہر احمد آباد میں
 آ کر مسجد تاج خان بن سالار میں قریب دروازہ جمال پور کے مقیم ہوئے جہان بھی
 اٹھارہ مہینے رہنے کا اتفاق ہوا اور طریقہ وعظ و دعوت کا شروع کیا اور ملک برہان الدین

دین مرید و مالک بکر رفیق ہوئے انکو مدد و یہ خلیفہ ثالث جانشین و ملک گوہر
 کہ خلیفہ چاندین ہیں اسی مقام سے رفیق سفر و حضر ہوئے اور اسی سجد میں ایک سجد
 مجمع عام میں یہ دعوت کے سلسلہ میں دعویٰ احمدیہ کا کیا یہ دعویٰ دوم ہو
 ایک دن انھوں نے یہ کہا کہ ہم خدا کو دنیا میں انہی آنکھوں سے دیکھتے ہیں اس
 بات کے سلسلے ہی علمائے گجرات نے اُنکے قتل کا فتویٰ دیا مگر مولانا محمد تاج نے
 انکو سمجھایا کہ کیا تجھے علم ایک سید کے قتل کے لئے ہی بڑھا ہے جبکہ علماء شیعہ گجرات
 نے سلطان محمود سے شکایت کی کہ شیخ تازہ وارد اپنے وعظ میں حقائق خلاف شریعت
 بیان کرتا ہے سلطان نے حکم اخراج کا دیا اس سبب سے وہاں سے اُٹھ کر ایک
 گائون سولہ ساتیج نام ہیں اترے میان نعمت کہ خلیفہ کلان ہیں بڑے
 سائیں اور خونی تھے خون جیشی کے جرم سے بھاگ کر وہاں پہنچے اور مرید ہو کر ساتھ
 ہوئے پھر وہاں سے روانہ ہو کر شہر نہروالہ پیران پٹن میں کہ علاقہ گجرات میں سے ہے
 اگر ظان سید کے لب حوض اُترے یہاں اٹھارہ مہینے اتفاق اقامت کا ہوا اور میان
 خوند میر و ہیں اگر تربیت پذیر و مرید ہوئے اور ملک بنجن ہر خود دار اور ملک الہداد
 اور ملک حماد کُانکے اقربا سے ہیں وہ بھی مرید ہو کر ہمراہ ہوئے اور خوند میر کو اجازت
 گھر میں رہنے کی ہوئی کہ فی الحال بہین رہو اور انکے اقربا کو مبارک الملک وغیرہ مارے
 گجرات نے بھی نہ چھوڑا بلکہ نظر بند کر کے رکھا اور جب مبارک الملک نے دیکھا کہ اپنے
 اکثر اقارب وغیرہ اہل گجرات اس قدر سید محمد کے دام تسخیر میں گرفتار ہوتے جاتے ہیں
 کہ کسی ملک میں نہوے تو ایک فرمان ثانی سلطان محمود کا صادر کر کے پیران پٹن سے
 بھی اخراج کروایا اور سید محمد کی عادت تھی کہ جب حکم اخراج کسی حاکم کا آتا تو بولتے
 تھے کہ بھلا خدا کا حکم بھی یہاں سے نکلے گا ہوا ہے میں خود بخود ہاتا ہوں چنانچہ
 بیان پٹن سے نکل کر تین کوس کے فاصلے پر قصبہ بدلی میں اُترے اور وہاں ہی اٹھارہ
 اتفاق اقامت کا ہوا اور میان خوند میر کہ بالا خانے میں محوس تھے بعد چھ مہینے ملک
 خلیفہ نکل کر سید محمد سپاس آئے یہاں سے اٹھارہ مہینے مرید ہیں گائون ہوا

ایک سید محمد نے فرمایا کہ مجھ کو اٹھارہ برس سے بار بار حکم خدا کا بلا واسطہ ہوتا ہے کہ مذہبیت کا دعویٰ کر میں ٹالتا چلتا جاتا ہوں اب مجھ کو یہ حکم ہوا ہے کہ اسے سید محمد دعوے مذہبیت کہلاتا ہوے تو کہلا نہیں تو ظالمان میں کا کرونگا واسطے میں پچھت عقل و حواس دعویٰ کرتا ہوں کہ انا مہدی مبین صلا اللہ علیہ و آلہ و سلم ہوں اور وہ لوگوں کا گروہ ہے اور وہ لوگوں کے پکڑ کر کہا کہ جو کہ مذہبیت اس ذات سے منکر ہووے وہ کافر ہو اور میں خدا سے ہے واسطہ وغیرہ احکام لیا کرتا ہوں اور فرمان حق تعالیٰ کا ہوتا ہے کہ علم اولین و آخرین کا تجھ کو دیا اور بیان معنی قرآن اور کئی غرض ایمان کی تجھ کو دی ہے تجھ کو جو قبول کر لگا وہ مؤمن ہے اور تیرا جو منکر ہووے وہ کافر۔ اسی طرح بہت سی باتیں خدا سے پاک کی طرف نسبت کیں خود میرا اور تمام اصحاب کہ تین سو ساٹھ تھے پکارے امنا و صدقنا یہ دعویٰ تیسرا ہے کہ شیعہ ہجری پر ہوا اور مرتے وقت تک اسپر قائم رہے اسید واسطے اسکو دعوے سے موکد بولتے ہیں غرض کہ یہ خبر جب مشہور ہوئی تو شہر منہ والہ میں کہ وہاں سے تین کو س تھا شور و غوغا ہوا کہ جس سید کو بیان شہر بدر کیا تھا اُسے قصبہ ہدی میں جا کر دعویٰ مذہبیت کا کیا پس چند علماء قصبہ مذکور میں آئے اور سید موصوف کے ساتھ مباحثہ و سوال و جواب مذہبیت وغیرہ دعاوی کے باب میں دیر تک کرتے رہے اور سید محمد اپنے دعوے سے باز نہ آئے۔

ختم المدیٰ سہل السوی میں ذکر کیا ہے کہ جسوقت سید محمد کو اس دعوے کا حکم حق تعالیٰ کی جانب سے ہوا ایک حکم نامہ وہاں کے بادشاہ کو اس مضمون کا روانہ فرمایا کہ میں سید محمد اللہ تعالیٰ کے فرمان سے مذہبیت کا دعویٰ کرتا ہوں ایسی حالت میں کہ عقل پر جا اور سب طرح سے ہوشیار ہوں نہ سکر و سہو کی حالت میں اور سب صورتوں سے صحت ہو اور کسی طرح کی حاجت نہیں اور اس دعوے پر اتباع کلام اللہ اور پیروی رسول اللہ ہر دو شاہد ہیں پس ہر ایک کو کہ بادشاہ ہو یا امیر قاضی ہو یا وزیر تو مگر ہو یا فقیر لازم ہے کہ تحقیق کر کے تصدیق کوین اگر بندے کو جھوٹا اور مفتری علی اللہ جانین تو قتل کر رہا وگرنہ ہم جان جانین کے خلق کو اپنے مدعا پر بلائیں گے ان دونوں صورتوں میں

وہاں تھامی گردن پر ہو گا کہ وہ دونوں جہان کی سیدہ بھائی تھامی لئے یہ اس فطرت
 کے روائے کرنے کے بعد چاہتے تھے آپ اُس جگہ قاضی اور رہے اس عرصہ میں یہاں
 بادشاہ بہتر عرض ہوا نہ کوئی دوسرا پھر یہاں سے شہر جالور کو چلے گئے وہاں کے سردار کو
 مرید و نقاد ہوئے پھر وہاں سے شہر ناگور میں پہونچے اور وہاں بیان کیا فائدہ
 صاحب و شہداء و اخرجوا من دیار ہم شد و اوذو فی سبیل شد قاتلوا وقتلوا
 مائذہ اسما ما شاء اللہ خواہر شد بعد اُسکے وہاں سے روانہ ہوئے اور ملک سندھ میں
 شہر فیروز پور میں داخل ہوئے وہاں سے میان نعمت اور میان خوند میر کو گجرات جانے
 کی نصیحت دی۔ ایک جماعت کثیر اُن کے اصحاب کی روانہ گجرات ہوئی بی بی شکر
 طاہرہ بھی انہی میں تھیں پھر وہاں سے دار السلطنت ٹھٹھہ میں پہونچے اور وہاں
 بشارت دینے رہنے کا اتفاق ہوا اور کچھ لوگوں نے تصدیق ہدایت کی کی جب یہ حال
 محال ان کا اہل اسلام سندھ پر شکست ہوا تو نہایت تنگ پکڑا یہاں تک کہ جو راسی
 آدمی سید محمد کے رفقا و اصحاب میں سے مارے قاتلون کے مرگئے سید محمد نے بشارت دی
 کہ ان سب کو مقامات انبیاء و مرسلین اولوا العزم کے ملے۔ القصہ بادشاہ سندھ نے حکم دیا کہ اس
 دعویش کو مع تمام مریدوں کے قتل کرو لیکن دریا خان امیر بادشاہ مذکور نے اپنی عرض
 و معروض سے حکم قتل ملتوی کروا کے ملک سندھ سے اخراج کروا دیا پس سید محمد سب
 اصحاب کے ساتھ فراسان کو روانہ ہوئے کہتے ہیں کہ قریب نو سو آدمیوں کے اُن کے
 ہمراہ تھے اُن میں سے تین سو ساٹھ اصحاب و مہاجرین خاص کھلائے تھے غرض کہ ہزار
 خرابی و بربادی انتان و خیزان یہ قافلہ وارد قندھار ہوا وہاں بھی ان کی اس قیل قال
 کا چرچا ہوا حاکم قندھار مرزا شہ بیگ نے حکم دیا کہ سید جندی کو جمعہ کے روز مسجد جامع
 میں علماء اسلام کے سامنے حاضر کرو چنانچہ حسب الحکم ملازمین اُسکے دوڑے اور
 جبراً و قہراً سید کا ہر گھر اس عجلت سے لے چلے کہ جو تا بھی پہنچنے نہ پایا اور مردان
 نے جب ارادہ ہمارا ہی کا کیا تو منع کیا بلکہ زد و کوب کی بھی نوبت پہونچی جب سید محمد
 داخل مسجد ہوئے علماء وغیرہ نے هجوم کر کے سخت شست کتنا شریع کیا سید محمد نے

عمل کر کے و خط قرآن شروع کرو یا شہ سیکٹ کہ جو ان بست سالہ تھان کے بہان بہر
 نہ رہے ہو گئے اس سبب سے وہ گری سو ہو گئی اور سید محمد نے ان کے ہاتھ سے نجات
 پاکو بہرین روز کے راہ خمر فراہ کی لی جب فراہ بین پہونچے وہاں بھی یہی باز پرس
 پیش آئی کہ اول ایک عمدہ دار نے آکر سید محمد اور تمام ہمراہیوں کے ہتھیار جمعین لئے
 اور گوشہ کمان سب کے سپور رکھ کر ایک ایک کو شمار کر کے کہا کہ کل سب کو قید کرینگے
 بعد اسکے امیر فوالنون حاکم شہر واسطے دریافت کیفیت کے بذات خود آیا لیکن بعد ملاقات
 کے معتقد شیخ کا ہوا اور علما کو اجازت دی کہ امتحان حدیث کا کریں چنانچہ علماء فراہ
 نے سوال و جواب شروع کئے اور امیر فوالنون نے یہ تمام کیفیت مرزا حسین بادشاہ
 غرسان کے حضور میں لکھ کر روانہ کی بادشاہ نے چار عالم واسطے دریافت حقیقت حال
 کے روانہ کئے چنانچہ علماء مذکورین نے آکر مباحثہ کیا جب فراہ بین تین مہینے گزر چکے تو
 خود میر اور میان نعمت کہ نصر پور سے اپنے وطن کو واپس گئے تھے اور میان محمود فرزند
 سید محمد کہ شہر نہروالہ میں اپنے والد سے جدا ہو کر تلاش نوکری کے ارادے سے جا کر
 سلطان محمود کی سرکار میں مردم سپاہ پیشہ بین نوکر ہوئے تھے یہ تینوں شخص مسرہ کو
 آئے اور ہدایا و نذر کہ مردم گجرات نے سید محمد کے واسطے میان نعمت کے ہمراہ روانہ کئے
 تھے راہ میں ان میں سے میان محمود فرزند سید محمد نے خرچ کے لئے کچھ مانگا میان نعمت
 نے کہا کہ ہر ای امانت میں خیانت کرنے نردنگا مگر میان محمود کے خفا ہونے کی وجہ سے
 خود میر نے اپنا خرچ راضع اس امانت کے جو انکے ہمراہ تھی پیش کر دیا جب کہ فراہ پہونچے
 تو مسئلہ امانت میں سید محمد نے طرفداری فرزند کی کی اور کہا کہ کیا مثل گجرات کی یا تھی
 کہ ایک ڈمک کیا تیرے باپ کا مال ہے بعد اسکے سید محمد نے وہ امانتیں میان نعمت سے
 طلب کیں انھوں نے جواب دیا کہ یہ طالبان خدا اشنا راہ سے آپ کی طرف روانہ ہوئے
 آپ خرچ کیا گیا سید محمد نے کہا کہ ان لوگوں کو کسے طالب خدا بنایا یہ کلام سننے ہی
 طالبین مذکورہ ساختہ بھاگے اور میان نعمت جنکا لقب مقرض بدعت ہے
 جو میں آکر مع اہل و عیال روانہ ہوئے سید محمد نے ایک گوجری مثل بول کے انکی

فمائش کی کہ توجہ کو نہ لور سہاگن ہوں مجھ کو زہار یعنی تو مجھ کو ہمارے چاہ نہ چاہ میں تیرا
چاہئے والا ہوں اور بہت سا دلاسا کر کے واپس لائے چنانچہ تفصیل یہی تذکرۃ الصالحین
میں موجود ہے اور فرزند مذکور کے حق میں کہا کہ جس کا پوت پوت ہو کر آوے اسی کا ہے
خوشی منوے غرض کہ ان لوگوں کے آنے کے بعد سید محمد چھوٹے جینے اور زندہ رہے پس
کل قیام فراہ کا نو مینے ہے اور اکثر بشارات و اشارات اپنے اور اپنے مریدوں کے
فضائل میں اسی عرصے میں بیان کئے ہیں القصہ بعد نو مینے کے تیسٹھ برس کی عمر
میں مقام فراہ میں بخشنہ کو شلہ ہجری میں انتقال کیا مضاف مہدی تاریخ
وفات ہے کہتے ہیں انتقال سے پہلے جمعہ کے دن بعد نماز جمعہ نماز و تراویح کی تھی اور یہ
علامت انتقال کی تھی کیونکہ حضرت رسالت پناہ نے بھی قبل رحلت بعد نماز
جمعہ کے و تراویح کئے تھے شواہد الولاية کے باب ۲۸ میں لکھا ہے کہ سید محمد بروز انتقال
اپنی زوجہ بی بی یون کے گھر میں تھے اور عادت یہ تھی کہ زمین میں بیٹھیں واسطے
شناخت وقت نوبت ازدواج کے گاڑی تھیں جب ان میخون پر سایہ پہنچتا تھا ایک
بی بی کے گھر سے دوسری بی بی کے گھر جانے کی نوبت آتی تھی اُس روز جب
سایہ میچ پر پہنچا فرمایا کہ مجھ کو بی بی ملکات کے گھر میں لیچلو بی بی ملکات وہاں
حاضر تھیں انھوں نے عرض کیا کہ آپ پر سختی ہے اور میں خود یہاں حاضر ہوں اور
میں نے اپنی نوبت تم کو بخشدی آپ یہیں رہیں و ریاہوں نے بھی یہی مضمون بکمال
اصرا عرض کیا میرا نے جواب دیا کہ خوب تم نے اپنا حق بخشا لیکن حدیث محمدی کی کہ
خداے تعالیٰ نے حکم کیا ہے کون بخش سکتا ہے بعد اسکے پھر دو تین بار بی بی ملکات
وغیرہ نے یہی مضمون عرض کیا لیکن میرا نے قبول نکلیا اور کہا کہ برادر لوگ ہماری
رعایت کرتے ہیں اور شرع محمدی کی رعایت نہیں کرتے الغرض نہ مانا اور بی بی ملکات
کے گھر میں بہر طور اپنے قہین پہنچا یا انتہی القصہ انتقال کے بعد سید محمد کے جنازے کی
نماز پرانی عید گاہ فراہ میں پڑھکر ایک جگہ میں کہ فراہ اور موضع راج کے درمیان ہے دفن کیا اور
میان آکر دین حمید نے سب کے سامنے چند مرثیے قبر پر پڑھے کہ اُس میں یہ شعر بھی تھا

فصل ششم کہ بر حوض پیر خدایا :- بادام روز شرفیافت گواہی

اور پیر خدایا شاہ قاسم عراقی حاکم فراء نے قبر پر گنبد بنوایا لیکن یہاں سلطان حاکم
فراء نے اسکی تکمیل کی غرض وہم کے بعد میان خود میرا پے وطن گجرات کو چلے گئے
اور شہر والدین متوطن ہوئے اور بعد چند روز کے اہل اسلام نے وہاں سے شہر بدر کیا
تو قصبہ سلطان پور میں آکر رہے انھوں نے اپنی اس جمعیل معاشرت کا یہ عذر بیان کیا تھا
کہ میران کی وجہ نے مجھ کو کہا ہے کہ تم گجرات کو جاؤ اور سید محمود فرزند میران نے ایک سال
فراء میں ٹھہر کر کہا کہ مجھ کو بھی سیلان کی روح لے جانے کا حکم دیا اس واسطے وہ گجرات
میں آکر مقام بھلوٹ میں متوطن ہوئے اور خود میر بھی انکے قریب و ہمارے واسطے
موضع بھادی پور میں ایک منزل کے فاصلے پر بھلوٹ سے متوطن ہوئے پھر وہاں سے
موضع جھنجھی واڑ میں رہے اور سید محمود کی طرف سب خلفاء مریدین سید محمد
جو پوری کی رجوع ہوئی اس سبب سے ان کا شہر زیادہ ہوا اور روز بروز خلق انکی
تسلی میں زیادہ ہونے لگی جب یہ بات سلطان محمود بیگڑہ کو معلوم ہوئی بھاری زنجیر
پانوں میں ڈلو کر قید کیا اکتالیس روز کے بعد راجے سون اور راجے مرادی خواہراں
بادشاہ کی سفارش سے کہ میران کی مقعد تھیں رہائی پائی لیکن زخم زنجیر سے پانوں
سڑ گیا اور اڑھائی مہینے کے بعد اسی وجہ سے پچاس سال کی عمر میں سکھ میں اپنے
والد کی وفات سے نو برس کے بعد مقام بھلوٹ میں قضا کی۔ بعد اثنال محمود کے
میران خود میر فرقہ ہندو یہ کے رئیس ہوئے انھوں نے دعوت اس مذہب کی
خریج کی عوام الناس ان کے مسخر ہونے لگے ستائیس بار مقامات سے ان کو بدر کیا گیا
سلطان مظفر گجراتی نے اس فرقے کی زیادتی کا حال سنکر کچھ فوج اسکی تباہی کے لئے
عین الملک کی ماتحتی میں موضع کھانپیل کو بھیجی لشکر بادشاہی نے اس فرقے کے
تمام مکانات جلا دئے ساتھ سوار اور چالیس پیادوں کی جمعیت سے ہندوینے مقابلہ
کیا اکتالیس آدمی انکے کام آئے اور خود میر زخم تیر سے نابینا ہو گئے خوف الدین ہندوی
بھی اسی ہواروں کے ساتھ ان کی مدد کو آ گیا تھا تمام ہندو یہ مع اصل دہلی کے

کہا ٹیل سے موضع سدر اسن کی طرف چلے گئے فوج بادشاہی نے بھیجا نہ پھوڑا اور
 سدر اسن میں پہونچکر جنگ دوم بین میان خوندمیر اور ان کے فرزند جلال الدین اور
 داماد وغیرہ اور بدین جملہ آدمیوں کو قتل کیا یہ واقعہ سنہ ۷۳۱ھ میں واقع ہوا تذکرۃ الصالحین
 میں مذکور ہے کہ ان مقتولوں میں سے پانچ کے سر شہرین کے پاس لے گئے سرورن کی
 ٹوکری شہر کے دروازے کے پاس رکھ دی جب ظہر کی الا ان مسجد ن ہوئی تو وہ سب
 ٹوکری سے نکل کر صف آہا ہوئے اور ان کے آگے میان خوندمیر کا سر ہوا اور ناز ظہر کے لئے
 پیشانی پر سجود کیا کہتے ہیں کہ انکی تکبیر کی آواز دو سرورن نے سنی اس جنگ کو ممدوی
 لوگ اپنے منہ سے جنگ بدر ولایت بولتے ہیں اور شہدائے بدر کا ہم مرتبہ اس
 جنگ کے شہداء کو سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ آیت انا عرفنا الامانة علی السموات والایہ
 بین امانت سے مراد یہی جنگ ہو اور انسان سے مراد میان خوندمیر ہیں گو کہ اخراج و
 قتل وغیرہ اہل متسابہ سلامی کی طرف سے ہوتا ہے لیکن ممدویہ اپنے ان کلمات و
 دعاوی سے باز نہ آئے چنانچہ سنہ ۷۳۱ھ میں شیخ علی متقی نے چار فتوے شیخ ابن حجر مکی وغیرہ
 ائمہ چار مذہب کے مکہ معظمہ سے بادشاہ گجرات کے پاس بھیجوائے کہ یہ ممدویہ کافر ہو گئے
 ہیں اگر یہ لوگ اس مذہب باطل سے توبہ نہ کریں تو انکو قتل کرنا بادشاہ اسلام پر واجب ہو
 شاہ مظفر بادشاہ گجرات نے فتووں پر عمل کر کے گیارہ آدمیوں کو پکڑ کر پھر قتل کیا اور
 شاہ نعمت خلیفہ ممدوی کی گرفتاری کے عوض میں سید علی فرزند ممدوی نے اپنے آپکو
 گرفتار کرادیا اور مقتول ہوئے اور شاہ نعمت موضع لوہ گرہین مع سولہ آدمی ہمراہی کے
 مارے گئے اور ملک الہداد خوندمیر کی شکست بابی کے بعد سدر اسن کے ٹھکر رفتہ رفتہ
 ملک ماڑواڑ میں پہونچکر موضع پاڑو کرہین دائرہ باندھ کر رہنے لگے وہاں اس قدر
 ممدویہ پر سختی پیش آئی کہ ان کے رفقا فاقون کے مارے مرنے لگے یہ لوگ اسی طرح
 ملک بہ ملک متفرق و منتشر ہوتے رہے اور رفتہ رفتہ یہ واقعہ سلاطین دہلی و اکبر آباد کے
 حضور میں بھی پہونچا چنانچہ خواجہ غوث اللوارنج اور تارنج فرشتہ میں لکھا ہے کہ سلیم شاہ
 بن فیروز شاہ کے ہند میں شیخ علامی بن حسن مرید شیخ سلیم چشتی نے شیخ عبد اللہ

افغان نیازی کی ہدایت سے طریقہ ہندویہ اختیار کر لیا اور سید محمد جوہوری کی ہدایت کا
 کامل ہو گیا یہ شخص بیانہ بین رہا کرتا تھا اور اسکی بدولت صد ہا آدمی اس طریق پر
 آگئے شیخ علانی نماز کے وقت قرآن کی تفسیر کیا کرتا اور ایسے پراثر معانی بیان کرتا کہ
 اسکی مجلس میں جوق جوق مسلمان حاضر ہونے لگے اور چو اسکے پاس حاضر ہوتا وہ جاتو
 بالکل اہل و خیال سے قطع تعلق کر کے پیشہ اور مال و اسباب چھوڑ کر ہندوی ہو جاتا
 یا گناہوں سے توبہ کر کے سید محمد جوہوری کی ہدایت کا معتقد ہوتا اور جو کچھ دھند کرتا
 اس میں سے دسواں حصہ اللہ کی راہ میں نکالتا اس طرح کے بہت سے آدمی جمع
 ہو گئے کہ باپ بیٹے سے بیٹا باپ سے جو روخاوند سے بھائی بھائی سے چھٹ گئے
 اور فقر و فسا کا طریق اختیار کر لیا شیخ علانی کو جو کچھ نذر و فتوح میں حاصل ہوتا ہے
 اس میں علی السویہ شریک کرتا اور اگر کچھ نہ ملتا تو یہ لوگ دو دو تین تین روز تک فاقے
 سے بیٹھے رہتے مگر کسی سے سوال نہ کرتے اور شیخ علانی ہتیاروں سے ہر وقت مسلح رہتا
 گلی کو چون میں پھرتا کسی مسلمان کو نامشروع کام کرتے دیکھتا تو اول ملائمت سے سمجھاتا
 جب نہ مانتا تو سختی سے پیش آتا جو حکام وقت اُسکو اپنا مقتدا سمجھتے تھے اُسکی مدد
 کرتے جب یہ سختی بہت بڑھ گئی اور فساد پیدا ہونے کا احتمال ہوا تو شیخ عبد اللہ نے
 شیخ علانی کو سفر حجاز کے لئے آمادہ کیا اور تین نوٹر خاندان اُسی بے سروسامانی
 کی حالت میں ہمراہ ہوئے جب خواص پور واقع سرحد جوہوری میں یہ قافلہ پہونچا تو
 خواص خان نے استقبال کیا اور معتقد ہو گیا لیکن تھوڑے سے عرصے میں مذہب
 ہندویہ کی بُرائی اُسپر روشن ہو گئی شیخ علانی نے یہ بات سمجھ کر خواص خان سے تعلق
 توڑ دیا اور یہ بہانہ کر کے کہ امر معروف اور نہی منکر میں میری اطاعت نہیں کرتا اُس
 شخص ظاہر کر کے خواص پور سے اپنا قافلہ اٹھا دیا اور حج کا عزم فرما کر کے بیانہ کو
 واپس چلا گیا سلیم شاہ اُن دنوں اگرے میں مقیم تھا شیخ علانی کا حال سُکر اپنے
 دربار میں بلایا جب شیخ دربار شاہی میں داخل ہوا تو آداب شاہی بالکل ترک
 کر دئے صرف سلام علیا سے شروع طور پر کی سلیم شاہ نے بکرایت جواب دیا

علیہ السلام مغربین کو یہ بات سخت ناگوار گذری ملاحد شاہ سلیمان علیہ السلام
 بہ مخدوم الملک شیخ علانی کا مخالفت ہو گیا اور اس کے قتل کا فتویٰ بھی دیدیا اور بادشاہ
 سے عرض کیا کہ یہ شخص خود بھی حدیث کا مدعی ہے سلیم شاہ نے مرزا رفیع الدین ابو اور
 ملا اہلک لیم و انشمند اور ملا ابوالفتح تھانیسری وغیرہ علما کو جمع کر کے اس شخص کی
 تشخیص کے حوالے کی سلیم شاہ کے حضور میں مجلس مباحثہ منعقد ہوئی شیخ علانی علما
 سے مغلوب ہو گیا جواب دے سکا مگر اس طرح قرآن کی آیات کے معانی بیان کرتے لگا
 کہ اسکی تقریر نے بادشاہ کے دل میں اثر کر دیا اور بادشاہ نے شیخ سے کہا کہ اگر تم اس
 دعویٰ باطل کو ترک کر دو تو میں تمکو اپنی تمام قلمرو کا مقرب بنا دوں اور اب تک تم میرے
 بے حکم امر معروف و نہی منکر کرتے رہے مقرب ہو جانے کے بعد میرے حکم سے یہ کام کرو گے
 مگر شیخ نے سلطان کی بات کو منظور نہ کیا سلطان نے اسے قتل تو نکالیا سرحدوں پر ایک
 شہر ہے ہندوستان بھجوا دیا وہاں کا حاکم بہادر خان سلیم شاہ کے امرا میں سے تھا تمام لشکر بیت
 شیخ علانی کا معتقد ہو گیا مخدوم الملک نے اس بات کو ایک بڑے پیرائے میں بادشاہ سے
 عرض کر کے شیخ علانی کو وہاں سے واپس طلب کرایا اس مرتبہ بھی سلیم شاہ نے علما کو
 جمع کیا اور اس شخص کی تشخیص میں بہت کچھ توجہ کی مخدوم الملک نے بادشاہ سے کہا
 کہ شیخ علانی خود بھی حدی ہونے کا مدعی ہے اور حدی تمام دوسے زمین کا بادشاہ ہو گا
 سارا لشکر آپ کا اور آپ کے اکثر عزیز بھی دہپروہ اس کے معتقد ہو گئے ہیں آپ کی
 سلطنت میں مقور پیدا ہو جانے کا اندیشہ ہے مگر بادشاہ شیخ علانی کے قتل پر آمادہ نہوا
 بہادر میں شیخ بڑے ایک نہایت دانشمند شخص رہتا تھا شیر شاہ اسکا بڑا معتقد تھا یہاں تک
 کہ اسکی جوتی اپنے ہاتھ سے سیدھی کرتا تھا سلیم شاہ نے شیخ علانی کو اس کے پاس بھیج دیا
 کہ جو کچھ اسکے حق میں شیخ بڑے لکھے وہ کیا جائے شیخ بڑے نے بھی مخدوم الملک کے فتوے کی
 تقلید کی اس زمانے میں مرض طاعون کا بہت زور تھا شیخ علانی بھی اس مرض میں
 مبتلا ہو گیا جب بادشاہ کے حضور میں شیخ بڑے کے فتوے کے ساتھ پیش ہوا تو
 اسوقت بولنے تک کی اس میں طاقت نہ تھی سلیم شاہ نے آہستہ اسکے کان میں کہا

کہ اگر تم میرے سامنے یہ کہدو کہ میں ہمدوی نہیں ہوں تو میں تمکو برا کر دوں
 لہذا اس نے غانا سلطان نے حکم دیا کہ اس کے کوڑے مارو تیسرے کوڑے میں اسکی جان
 بچ گئی یہ واقعہ ۱۵۵۹ء ہجری کا ہے۔

حال خان ہمدوی کی ہدایت سے نظام شاہی خاندان کے چھٹے بادشاہ اسماعیل بن
 مرہا بن نظام شاہ ثانی نے بھی یہ مذہب اختیار کر لیا تھا فرقہ ہمدویہ کو اوصاف میں
 بڑی رونق ہو گئی تھی انکے کارنامے تاریخ فرشتہ کے مقالہ سوم کے روضہ سوم
 میں مفصل مندرج ہیں۔

علاقہ جیپور کہ جسکو ڈھونڈھا کہتے ہیں وہاں اس قوم کی آمد کی ابتدا یوں ہوئی کہ
 امرا سے افغانہ جو دہلی کے اطراف میں سلاطین لودھی اور شیر شاہی کے وقت سے
 جاگیردار تھے جلال الدین اکبر شہنشاہ نے شیر شاہ کی طرفداری کی وجہ سے ان کا
 اخراج کیا یہ لوگ مغلوب ہو کر گجرات کو چلے گئے اور وہاں علماء ہمدویہ زندہ و کشتہ مل اسلام
 سے ہراساں ہو کر انکی پناہ میں آئے جب اختلاط پیدا ہو گیا تو کچھ افغانہ نے یہ مذہب
 اختیار کر لیا اور کچھ اپنے قسمن پر باقی رہے جب ان پٹھانوں کی صفائی راجہ جیپور نے
 اکبر سے کرا دی تو یہ لوگ کوئٹہ جیپور کے علاقے میں آ گئے لیکن مذہب میں ویسے ہی
 دورنگ رہے چنانچہ اب تک وہی رنگ ہے کہ مندوزمی وغیرہ چند فرقے سنی ہیں اور دوسرے
 فرقے قوم بنی وغیرہ ہمدوی ہیں۔

ان دہات کے سوا بلادکن میں بھی ہمدویہ جا بجا بکثرت موجود ہیں اور اکثر صاحب ثروت
 بھی ہیں سرنگ پٹن میں سلطان نیپو کے پاس بھی بہت سے افغان ہمدوی
 کو کرتھے ایک بار عدول حکمی کرنے پر فوج سلطانی کے ہاتھ سے کئی سوارے گئے
 باقی وہاں سے نکلوائے گئے۔

سردار خان غڑے زئی ہمدوی ملازم باجی راؤ والی پونا نے باوجود منع کرنے اپنے
 آقا کے چھاؤنی انگریزی پر حملہ کیا اور تمام دولت مرہٹہ کو برباد کر گیا باجی راؤ کو
 انگریزوں نے ۱۷۳۲ء ہجری میں گرفتار کر کے بھٹور پہونچا دیا جب سب ریاستیں

دکن کی بگڑ گئیں تو چاروں طرف سے سمٹ کر ہمدویہ حیدر آباد دکن میں آئے اور وہاں وہ کثرت اور عزت راجہ چند لال پیشکار کی بدولت پیدا کی کہ وہ س بارہ لاکھ جمعیت سے بمشاہرات بیش قرار نوکر ہوئے بعض دولت مند ان کے کڑوڑ تہی تک ہو گئے اور یہاں اپنی کثرت و ثروت کے غرور میں مقدمات مذہب میں ہر ایک سے بیباک اور بحث و تکرار شروع کی یہاں تک کہ ۱۸۳۲ء ہجری میں مولوی عبدالکریم کو بحث مذہب پر میر عالم ہمدوی کی مسجد میں مار ڈالا چونکہ روز اہل سنت نے بھی مکہ مسجد میں جمع ہو کر ہمدویوں کے مکانوں پرورش کی اور فساد نے اتنا طول کیا کہ شام تک بہت سے ہمدوی دور سنی باہم لڑ کر مارے گئے نواب سکندر جاہ مسند نشین تھے انھوں نے انگریزی فوج کی مدد سے انکو ملک سے نکال دیا در بدر شہر بہر حدود و مالک محروسہ آصفیہ سے پھرنے لگے ایک مدت و ازاں اسی طرح گدڑی اور نواب سکندر جاہ کا انتقال ہوا اور نواب ناصر الدولہ مسند نشین دولت آصفیہ کے ہوئے اور سبیل فقر اضعد اور بعد مدت کے اہل حیدر آباد کے دلوں سے بھی بغض و بیش کم ہو گیا تب لالہ چند لال کے دربار میں نذر اسنے اور رشوتیں دے دیکر ایک ایک دو دو ہمدوی آکر گھسنا شروع ہوئے اور راجہ کی نظر عنایت سے پھر انکا جلاؤ ہو گیا۔

ہمدویہ کے عقائد

ہمدویہ کہتے ہیں کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں ایک صدیق تھے تو میران کے دربار ہمدیت میں دو تھے۔ سید محمود اور خوند میر اور اگر وہاں خلفائے راشدین چار تھے تو یہاں پانچ تھے سید محمود۔ خوند میر۔ میان نعمت۔ میان نظام میان دلاور۔ اور اگر وہاں دس اشخاص ایسے تھے جنکے جنتی ہونے کی بشارت دی گئی تھی تو یہاں بارہ تھے پانچ مذکورین اور باقی کے نام یہ ہیں۔ امین محمد۔ ملک معروف۔ عبد المجید۔ ملک جو۔ ملک گوہر۔ ملک برہان الدین۔ اور اگر آنحضرت کی امت میں تہتر فرتے ہیں تو ہمدوی کی امت میں چوہتر فرتے ہیں ایک فرقہ کہ عقیدہ خوند میر چہ ہے

نامی ہے باقی غیر ناجی۔ اور سید محمود پسر مہدی کو مہدی ثانی بھی کہتے ہیں اور
 یہاں فہمید میر و اما مہدی کو پیدائش مہدی بھی کہتے ہیں کیونکہ قتال کا کام مہدی
 سے ہوا انکے بے ہیں انھوں نے کیا اس جنگ کو جنگ بدو ولایت بولتے ہیں اور
 اسد اللہ الغالب بھی ان کا لقب ہے اور انکے بیٹے سید محمود خاتم مرشد خواستہ
 مہدی کو حسین ولایت کہتے ہیں انکے ساتھ رکپین میں خدا ہیضہ کھیل کرنا تھا
 جیسا کہ پنج فضائل میں منقول ہے اور انکی مان فاطمہ ولایت ہیں اور مہدی کی
 سب بیبیاں ازواج مطہرات اور اہمات المؤمنین ہیں اور مہدی کے
 نواسے سید محمود نامی کو حسین ولایت قرار دیکر امام حسین شہید کر بلا کی برابر یا ان سے
 بہتر جانتے ہیں اور ان کی شہادت اس طرح ثابت کرتے ہیں کہ ایک روز سید محمود
 بعد نماز تہجد کے جا نماز پہ بیٹھے تھے کہ نیرید کی روح نکلتے کی صورت میں وہاں
 داخل ہوئی محمود نے اپنے ہاتھ سے اسکو ہالکا اُسنے انکے ہاتھ کو ایسا زخمی کیا کہ
 اُسکے دو سے ۳۴ روز کے بعد پندرھویں محرم کو انتقال کیا جیسا کہ تذکرۃ الصالحین
 میں مذکور ہے۔ مہدویہ کا عقیدہ یہ ہے کہ تصدیق ہدیت سید محمد جو نبوری کی فرض ہو
 اور انکار انکی ہدیت کا کفر ہے اور شیعہ ہجری سے کہ انھوں نے اس سلسلہ میں
 دعوے ہدیت کا کیا تھا اس طرف جس قدر اہل اسلام گزرے ہیں اور گزرین گے
 سب بہ سب اس انکار کے کافر مطلق ہیں مسلمان صرف مہدوی ہیں اور سید محمد اگرچہ
 داخل امت محمدی ہیں لیکن افضل ہیں امراے مؤمنین ابو بکر صدیق اور عمر فاروق
 اور عثمان ذی النورین اور علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہم سے اور سید محمد جو نبوری سو کہ
 محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام انبیاء مرسل سے افضل ہیں اور سید محمد جو نبوری
 اگرچہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پورے پورے تالچ ہیں لیکن رتبہ میں دونوں برابر ہیں
 دونوں میں سہر موکی بیغی نہیں احادیث رسول خدا کی اور تفاسیر قرآن اگرچہ
 کیسی ہی روایات صحیح سے مروی ہوں لیکن سید محمد کے بیان و احوال سے مقابل کر کے
 دیکھنا اگر مطابق انکے احوال کے ہو ورنہ تو صحیح جاننا ورنہ غلط ہدیہ مہدویہ میں

اسی طرح لکھا ہوا اور عطیہ میں ہے کہ سید محمد بہ تعلیم انہی بہ اتباع نبی مغضی اللہ عنہ ہیں۔
 پنج فضاائل میں تحریر کیا ہے کہ جو کوئی فرمانِ ہمدی میں تاویل کرے وہ آنِ ہمدی سے
 نہیں ہے اور عقیدہ شریفہ میں بیان کیا ہے کہ جو شخص بیانِ ہمدی میں کچھ تاویل کا تحویل کرے
 وہ مخالفتِ بیان اُس ذات کا ہوگا، ظکرِ سوزان کا مؤلف لکھا ہے کہ یہ مذہب متفقہ میں
 ہمدویہ کا ہے اور سید میرزا غنی بن سید سلام اللہ کے رسالہ سلسلہ میں لکھا ہے کہ منکرِ اجماع
 صحابہ نبوت اور صحابہ ولایت کافر ہے صحابہ ولایت سے مراد سید محمد کے اصحاب ہیں۔
 ہمدویہ کا یہ بھی اعتقاد ہے کہ سید محمد جو نپوری اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم یہ دو شخص تو پورے
 مسلمان ہیں اور سوا سے ان کے حضرات انبیاء و مرسلین ناقص لا سلام ہیں چنانچہ پنج فضاائل
 میں ہے کہ شاہ دلاور نے اپنے ہمدی سے روایت کی ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام ناک کے
 پنجے سے بالائے مرتک مسلمان تھے اور نوح علیہ السلام زیرِ خلق سے بالائے مرتک مسلمان
 تھے اور عیسیٰ علیہ السلام زیرِ ناز سے بالائے مرتک مسلمان تھے دوسری بار جب آپینگے پورے
 مسلمان ہو جائینگے اب آؤ سے مسلمان ہیں ہمدویہ کہتے ہیں کہ جو نقل اس مضمون کی
 ہماری کتابوں میں منقول ہے وہ نقل متشابہ ہے اور متشابہات میں جو اعتقاد
 اہل سنت کا ہے وہی اعتقاد ہمدویوں کا ہے اور ہمدویہ کے نزدیک تصحیحِ ہمدی کا اعتقاد
 رکھنا فرض ہے اور اُس کے انکی اصطلاح میں معنی یہ ہیں کہ تمام ارواح انبیاء اور رسل و الٰہ العزم
 اور اولیاء بلند مرتبہ اور تمام مومنین اور مومنات آدم سے اس دم تک سید محمد کے حضور
 میں پیش کی جاتی ہیں اور یہ انکا داخلہ اور موجودات دیکھتے ہیں اور حق تعالیٰ کا اُن ارواح کو
 حکم ہوتا ہے کہ تم نے جس خزانے سے نور لیا تھا پھر اُس محل سے مقابلہ کر کے تصحیح کرو اور جو شخص
 ایمان مقبول ہوا وہ خدا کے پاس بھی مقبول ہے اور جو ایمان مردود ہوا وہ عند اللہ بھی
 مردود ہے اور تفصیل اسکی مطلعِ ولایت میں موجود ہے اور جب تک آدمی چشمِ سرا چشمِ دل
 یا خواب میں خدا کو نہ دیکھے مومن نہیں ہے مگر طالبِ صادق کہ اپنے دل کو بھر حق سے
 پھر کر خدا کی طرف متوجہ ہو کر ہمیشہ مشغول بہ خدا رہے اور دنیا اور خلق سے عزتِ اختیار
 کرے اور خودی سے باہر آنے کی ہمت کرتا ہو ایسے شخص کے حق میں بھی ہمدی نے

حکم ایمان کا کیا ہے چنانچہ عقیدہ خوند میر میں جسکو ہمدی ام العقائد بحر الفوائد بولتے ہیں
 بتکون ہے کفر و ایمان کے مسئلے میں ہمدی سے نقلیں اس طور پر واقع ہیں۔
 مطلع الولايات سے منقول ہے الحال ہر کہ برظاہر شریعت از آتش خلاص یابد و بعد از
 طور این دعویٰ قبل موسن منکر کافر گردد و فرمودند ہر کہ بر ہمدیت این ذات ایمان آرد
 موسن گردد و ہر کہ انکار کند کافر گردد و عقیدہ شیعہ میں منقول ہے فرمودہ کہ ایمان ذات
 خداست این نقلوں سے مفہوم ہوا کہ وہ ایمان عوام کا ہے اور یہ ایمان خواص کا اور دیدار کے
 مسئلے میں نفی اس ایمان کی ظاہر ہے نہ اس ایمان کی اور ہمدی کا قول ہے کہ تین پیر خدا کا
 ذکر کرنے والا منافق ہے اور چار پیر ذکر کرنے والا مشرک ہے اور پانچ پیر کا ذکر کرنے والا
 موسن ناقص ہے اور آٹھ پیر کا ذکر کرنے والا موسن کامل ہے اور ان کے عقائد سے یہ بھی ہے
 کہ اشیاء دنیوی اگرچہ حلال و مباح ہوں مگر اسمین مشغول رہنے والا بلکہ اسکا ارادہ رکھنے والا
 کافر ہے جیسا کہ انصاف نامے کے باب پنجم میں لکھا ہے کہ میران نے فرمایا کہ وجود حیات دنیا
 کفر ہے چنانچہ زنان و فرزندان و اموال و حیوانات و زراعات و عمارات و ملبوسات و ماکولات
 وغیرہ جو کہ انکا مرید ہو اور ان میں مشغول ہو وہ بھی کافر ہے اگر کوئی شخص اس کے ساتھ صحبت
 رکھے یا اس کے گھر کو جائے یا اس کے ساتھ گفت و گو کرے وہ ہمارے آن سے نہیں ہے اور آن محمدی
 سے نہیں ہے اور آن خدا سے نہیں ہے انتہی اور ان کے نزدیک ترک وطن کرنا اور اپنے وطن سے
 ہجرت کر کے صادقون کی صحبت اختیار کرنا فرض ہے چنانچہ شواہد کے باب سی و سوم میں مرقوم
 ہے اور جو شخص کہ اس ہجرت و صحبت کو بجا نہ لائے وہ منافق ہے ہمدیہ کے نزدیک ہمدیت
 نبوت میں نام کا فرق ہے اور کام اور مقصود ایک ہے جیسا کہ شواہد کے تیرھویں باب میں
 لکھا ہے۔ عطیہ میں بیان کیا ہے کہ ہمدیہ ہمدی کی ہمدیت کی تصدیق کر کے ان کو خلیفۃ اللہ
 تابع تام شریعت رسول اللہ اخذ احکام شرعیہ میں قرآن مراد اللہ خدا تعالیٰ کی اور روح مہدک
 رسول اللہ کی تعلیم سے اور شرع اجہادیہ اور مسائل اختلافیہ میں حاکم صواب و خطا کا مٹانوالا
 بدعت کا چلانے والا سنت کا احکام ولایت کو ظاہر کرنے والا خاتم ولایت مقیدہ محمدی کا
 ایسا امام کہ جسکی طاعت تمام اہل اسلام پر فرض میں ہے سمجھتے ہیں۔ اور ان کے نزدیک سید محمد

علم و عمل دونوں میں معصوم ہیں ہر ایک عمل اور بیان ہمدی کا اللہ کی تعلیم سے جانتا اور
 امیر احکام تازہ بتازہ نوبہ نو خدا کی طرف سے اُترنے کا یقین رکھنا ان کے نزدیک فرض ہے
 پس اگر کسی مجتہد یا مفسر کا قول موافق حکم و بیان ہمدی کے ہو تو وہ قول خطا ہے اور
 احادیث آحاد میں سے جو حدیث انکے قول و فعل کے مخالف ہو تو وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے
 نہیں بلکہ کسی راوی کی غلطی ہے غرض کہ سید محمد کے افعال و اقوال سب معصوم ہیں اور سید محمد
 نے فرمایا ہے کہ غار دو گانہ ستائیسویں رمضان لیلة القدر فرض ہے اور سید محمد نے یہ بھی کہا ہے
 کہ آدمی جب کسی قدر مال کا مالک ہو تحلیل ہو یا کثیر اُسکا دسواں حصہ خیرات کرنا اُسپر
 فرض ہو یا یہ عبادت مال ہے برابر زکوٰۃ کے چنانچہ کتاب و بدۃ البراہین تصنیف سید عبدالرحیم
 بن اسحاق بن عبدالحی ہمدوی میں مذکور ہے غرض کہ یہ عشر و عشر نہیں ہر جو کہ محاصل
 زمین میں خرچ میں مقرر ہے بلکہ یہ ایک تشریح جدید ہے اور دو گانہ مذکور السابق کے فرض
 ہونے کی کیفیت سید مصطفیٰ ہمدوی نے اپنی کتاب تالیف ۳۲۰ ہجری اور عطیہ میں یوں
 لکھی ہے کہ رمضان کی ستائیسویں رات کو بعد عشا کے میران کو حکم ہوا کہ آسمان کی طرف دیکھو
 جب اُدھر نگاہ کی تو دیکھا کہ تمام آسمان اور ہشتین حور و قصور کے ساتھ آراستہ کی گئی ہیں
 اور تمام ملائک کھڑے ہیں تب سلام اللہ نے عرض کیا کہ یہ شب قدر ہے میران نے فرمایا
 کہ اللہ کا حکم ہوا ہے کہ سید المرسلین پر شب ہفتے نازل کی تھی اور تمہارے واسطے پوشیدہ
 رکھی تھی ہزار مہینوں کی عبادت مقبول سے ہے میں تجھ کو دیتا ہوں اے سید محمد آمین
 دو گانہ شکرانہ ادا کر جیسا کہ حضرت آدم نے نماز فجر پڑھی تھی اور حضرت ابراہیم نے نماز ظہر
 پڑھی تھی اور یونس نے نماز عصر پڑھی تھی اور عیسیٰ نے نماز مغرب پڑھی تھی اور موسیٰ
 نے نماز عشا پڑھی تھی اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز وتر پڑھی تھی اور تو اے سید محمد
 شب قدر میں اس نماز کو پڑھا کر پس اس بزرگ نے اپنے گیارہ اصحاب کے ساتھ امامت
 کر کے نماز دو گانہ ادا کی رکعت اول میں سورہ ضحیٰ اور رکعت دوم میں سورہ قدر پڑھی
 ہمدویہ میں وقت دعا کے ہاتھ اٹھانا خصوصاً بعد فرض نمازوں کے مطلقاً ممنوع و موقوف
 ہے ہمدویہ کا عقیدہ یہ ہے کہ سید محمد خاتم الولاہیت ہیں جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

خاتم النبوت ہیں اسی لئے ہمدیہ خاتمین بہ صیغہ تثنیہ کہتے ہیں۔ شواہد ولایت کے
 اثبات میں باب میں لکھا ہے کہ انکے ہمدی نے کہا کہ فرمان حق تعالیٰ کا ہوتا ہے کہ اولی الکلیاب
 الذین یدکرون اللہ قیاماً وقعوداً و علی جنوبہم لایہ اے سید محمد یہ آیت فقط
 گردہ کی شان میں ہے پھر میران نے کہا جیسا کہ قوم موسیٰ کا خطاب یہود اور قوم عیسیٰ کا خطاب
 نصاریٰ اور امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا خطاب مسلمان ہے ہماری قوم کا خطاب
 اولی الکلیاب ہی انتہی اور شریعت میں باب میں لکھا ہے کہ میران نے دعویٰ کیا کہ حق تعالیٰ
 سے میں نے معلوم کیا کہ قرآن میں اٹھارہ آیتیں بعض حق ذات ہمدی میں اور بعض
 ان کے گردہ کے حق میں ہیں اور وہ ہمدی میں ہوں پس ہمدی میں باب میں لکھا ہے
 کہ میران نے خود میر کو کہا کہ تمہاری خبر حق تعالیٰ نے اپنے کلام میں دی ہو چنانچہ اللہ
 نور السموات والارض مثل خورہ مشکوٰۃ سے مراد سیدہ خوند میر ہے فیہا مصباح سے
 مقصود بجلی حق تعالیٰ ہے المصباح فیہ نہ حاجت سے مطلوب دل خوند میری اور الز حاجت
 کا نما کو کب دردی یوقد من شجورہ مبارکہ سے مراد شجر ذات سید محمد ہے کہ چونکہ
 آسمان پر میرا نام سید مبارک ہے۔

تنبیہ الغافلین میں ملا علی قاری کہتے ہیں کہ سنا گیا ہے کہ ہمدیہ اپنے جھوٹے برابر
 بناتے تھے اور ہر ایک جھوٹے میں روزن ہوتا تھا کہ ہر ایک شخص دوسرے شخص کے افعال
 پر مطلع ہوتا ہے یہاں تک کہ اگر ایک ہمدی اپنی عورت سے صحبت کرتا تو دوسرا اُسے
 دیکھتا رہتا اور اس تاک جھانک کو یہ لوگ بُرا نہیں جانتے انکا قول یہ تھا کہ ہم سب مرد
 آپس میں بھائی ہیں اور ہماری عورتیں باہم بہنیں ہیں ہمارا آپس میں دیکھنا کچھ بُرا نہیں
 میان نعمت و خوند میر نے حکم کیا کہ ترکہ ہاجر کا اُسکے وارثوں کو نہ کرے ہاجر بن اغیار پر بالسویہ
 تقسیم کرنا چاہئے چنانچہ انصاف نامہ کے باب ہشتم سے ظاہر ہے اور سید محمود بن خوند میر نے
 کہ ہمدی جو نبوری کے نواسے اور ہمدیوں کے خاتم مرشد اور حسین ولایت ہیں
 انصاف نامہ کے باب ہفتم میں لکھا ہے کہ انھوں نے معاملہ میں دیکھا کہ قیاست برابری
 اور حق تعالیٰ نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا کہ حساب خلق کا کرو انھوں نے

میران کو فرمایا میران نے خوند میر کو فرمایا پس خوند میر حساب تمام عالم کا کرتے ہیں ایضاً اسی
 اب بن لکھا ہے کہ نہی میان محمود نے دوسری بار معاملہ میں دیکھا کہ میں نے اس عالم سے
 عروج کیا اور عرش و کرسی سے گزر گیا وہاں کیا دیکھتا ہوں کہ حق تعالیٰ کے سامنے ہمدی کے
 بعض اصحاب اپنے سروں کے بال کھوئے ہوئے تلج رہے ہیں اور دستکین بیاہے ہیں اس
 جگہ جو کچھ سوکھ اُکھ دیکھ لیا تھا مجھ کو بھی دکھ لایا انتہی اسی طرح انکے انا ہمدی نے بھی
 دعویٰ کیا تھا کہ ایک رات ثلث شب کے وقت میں مع سید سلام اللہ کے افلاک چڑھا
 چلا گیا اور قاب قوسین کا مقام اور کلام ہوا اور یہ عبارت وحی ہوئی یرضی عنک الرحمن
 انک ما حی البدعة واطغیان وھی السفن والايمان من یرالک لکلامن ولا مان
 ومن امن بک وجب علیہ الغفران ومن انکر بک حقت له النيران
 سید مصطفیٰ نے اپنی کتاب اثبات ہدیت مؤلفہ ۳۳۷ ہجری میں طویل عبارت میں اس
 معراج کا حال بیان کیا ہے سید محمد جوہوری کو جو وحی ہوتی تھی وہ کبھی عربی زبان میں
 ہوتی تھی کبھی ہندی میں اور کبھی گجراتی زبان میں منجملہ انکے یہ ایک ہندی فقرہ بھی
 وحی ہوا تھا اے سید محمد دعویٰ ہدیت کا کہلا ہووے تو کہلا نہیں تو ظالمان میں کا کرونگا
 چنانچہ شواہد کے باب ہمدی میں لکھا ہے اور انکی وحی میں سے یہ عبارت عربی بھی ہے
 جو ابتداء رسالہ ام العقائد میں لکھی ہوئی ہے قال الامام المہدی صلی اللہ علیہ وسلم
 علمت من اللہ بلا واسطۃ جدید الیوم قل انی عبد اللہ تابع محمد رسول اللہ
 محمد ہمدی الزمان وارث نبی الرحمن عالم علم الکتاب والايمان مبین الحقہ
 والشریعة والرضوان پنج فضائل میں لکھا ہے کہ محشر میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ہمدی
 نوری ہاتھی پر سوار ہونگے کہ نام اسکا محمود ہوگا اور گردا کے انبیا و رسل اولوا العزم اور
 اولیا و شہدا اور حجاج وغیرہم مومنین امت محمدی چلتے ہونگے اور دانت اُس ہاتھی کے
 اس قدر لمبے ہونگے کہ اُن پر تمام فرقہ ہمدویہ سوار ہوگا اور میدان حشر میں گشت کر کے
 ذوالجلال کے آگے آکر بی بی مریم کے ساتھ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا اور بی بی آسیہ کے ساتھ
 سید محمد کا نکاح ہوگا بعد اسکے عرصات میں آکر دونوں شفاعت کریں گے خواہد ہوا لایت کے

بہارِ نبوی

پیشوا بنایا ہے اور اکیسویں باب کی سینتیسویں خصوصیت میں لکھا ہے کہ جناب رسالت آپ نے ہمدی کے اصحاب کا مرتبہ اپنے مرتبے کی برابر فرمایا ہے اور اسی پر حدیث بیان کرتے ہیں کہ اخوانی بمنزلی وہ بھائی میرے ہم مرتبہ میرے ہیں شاہ نظام الدین خلیفہ ہمدی نے کہا ہے کہ یہ صفت عام اصحاب ہمدی کی ہے اور بڑے اصحاب کا مرتبہ اس سے بھی آگے ہے اور شاہ دلاور خلیفہ ہمدی نے کہا ہے کہ یہ لوگ مقام مرسلون کا رکھتے ہیں اور بارہ آدمی نے فاضل ترین اور کہا کہ یہ سب بھائی ہمہ اخوانی بمنزلی کا مقام رکھتے ہیں مگر چار شخص اس سے بڑھ کر مقام رکھتے ہیں یہ سب مرید شاہ دلاور کے تھے علمائے ہمدیہ نے ان اقوال کی تادیبیں کی ہیں جسکا حاصل یہ ہے کہ تمام منازل و مقامات میں انبیاء کے ہم میر و برابر ہونا لازم نہیں آتا۔

سید محمد نور بخش جو نیوری

(۲۳۳) سید محمد نور بخش کہ اولیائے مغلوب بحال سے ہیں انھیں ایک گروہ ہمدی موعود جانتا ہے حالانکہ صاحب معارج الولاہیت کہتا ہے کہ سید محمد نور بخش جو نیوری کو ایک روز حال آیا دیکھتے کیا ہیں کہ ایک شخص مخاطب ہو کر کہتا ہے کہ انت ہمدی یعنی تو ہمدی ہو انھوں نے سمجھا کہ میں ہمدی موعود ہوں ایک مدت تک اسی دعوے پر رہے آخر جب حج کو چلے آئے راہ میں انکو کشف ہوا کہ میں ہمدی باین معنی ہوں کہ ہدایت یافتہ ہوں رہنما سے خلق میں طرف عبادت الہی کے نہ ہمدی موعود ہوں پس اس دعوے سے باز آ کر مریدوں اور ہمراہیوں کو اس اعتقاد سے پھیر دیا اور کہا کہ جب اس فرسے پٹو لگا تو باقی مریدوں کو بھی اس اعتقاد سے بادر کھو لگا آخر اثنائے راہ میں وفات پائی بعد اُس کے ہمراہیوں نے غائبوں کو یہ خبر پہونچائی بعض اس عقیدے سے پھر گئے اور بعض پہلے اعتقاد پر اٹھ رہے۔

میرزا جدر نے کتاب رشیدی میں لکھا ہے کہ کشمیر کے تمام آدمی حنفی المذہب ہیں فتح شاہ والی کشمیر کے زمانے میں (کہ ۱۱۳۷ھ ہجری سے اُس کا دور حکومت شروع ہوتا ہے)

ایک شخص شمس بن نامی عراق کی طرف سے آیا اور اپنے آپ کو میر محمد نور بخش کا پیر و ظاہر کہا اور ایک نیا مذہب جاری کیا اور اسکا نام مذہب نور بخش یا نور بخشی رکھا اور طرح طرح کی باتیں کفر و اکاذیب پھیلائیں اور ایک کتاب فقہ میں بنا کر اسکا نام احوطہ رکھا اس کتاب کو لوگوں میں رواج دیا یہ فقرہ اس کتاب میں کا ہے ان الله امرني ان اسرفع الاختلاف من بين هذا الامة او لا في فروع سنن الشريعة المحمدية كما كانت في زمانه من غير زيادة ونقصان وثانیا فی الاصول من بين الامم وكافة اهل العالم بالیقین یعنی خداے تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ اس سنت میں جو اختلاف ہو اس کو دور کر دوں اور اول شریعت محمدی کا اختلاف دور کر کے دیسے قائم کروں جیسے خاص آنحضرت کے زمانے میں تھی اس میں جو کچھ کمی بیشی ہے سب مٹا دوں اور پھر وہ اختلاف مٹا دوں جو تمام امتوں اور سب مخلوقات کے عقائد میں ہے۔ اس کتاب کے مسائل مذاہب اہل سنت میں سے کسی مذہب کے مطابق نہ تھے نہ شیعہ کے موافق تھے جن لوگوں نے اس مذہب کو اختیار کیا وہ اصحاب ثلاثہ اور بی بی عائشہ کو برا کہنے لگے اور سید محمد نور بخش کو صاحب الزمان اور مہدی موعود بتانے لگے اور معاملات و عبادات میں وہ تصرفات کئے کہ تمام باتوں میں تفرقہ پیدا ہو گیا کشمیر کے اہل سنت نے اس کتاب کو ہندوستان کے اہل سنت کے پاس بھیجا جنہوں نے اس پر یہ فتویٰ دیا کہ اس کتاب میں بہت سی غور و خوض کے بعد معلوم ہوا کہ اسکے بنانے والے کا مذہب باطل ہے وہ اہل سنت کے کسی مذہب پر نہیں اور اسکا یہ قول کہ خداے تعالیٰ نے مجھے دین محمدی کا اختلاف دور کرنے کے لئے حکم دیا ہے جھوٹ اور دھوکا دہی ہے جہاں تک ممکن اور قدرت میں ہو اس کتاب کا فنا کرنا ہر دیندار پر فرض و لازم ہے اور اس مذہب کا مٹانا واجبات سے ہے پس جو لوگ اس مذہب پر چلتے ہوں ان کو سمجھا کر دھمکا کر اس سے ہٹانا چاہیے اگر وہ نہ پھرتے تو انکو سزا دینا اور قتل کرنا واجب ہے اگر توبہ کر لیں تو ان سے کہنا چاہیے کہ مذہب امام ابوحنیفہ کی متابعت اختیار کریں جب یہ فتویٰ کشمیر میں پہونچا تو بہت سے نور بخشیہ مارے گئے اور بعض سے جبراً یہ مذہب چھوڑایا گیا کچھ ایسے تھے کہ انہوں نے تصوف کا پردہ اپنے ارتداد پر ڈال لیا۔

لیکن تاریخ فرشتہ کا مولف کتاب ہے کہ کتاب احوط میسر جس لدین عراقی کی تصنیف نہیں کسی محد نے اُسکو بنایا ہے اور جن سید نور بخش کی طرف یہ لوگ اپنے آپ کو منسوب کرتے ہیں وہ بڑے بزرگ اور نیک تھے جس در خود کتاب ہے کہ بدخشان میں مین نے اُن کے پیڑوں کو دیکھا ظاہراً لکھا شریعت سے بالکل مطابق تھا اور تمام باتوں میں اہل سنت کے ساتھ اتفاق رکھتے تھے سید محمد نور بخش کی اولاد میں سے ایک شخص نے مجھے اُن کی تالیفات میں سے ایک رسالہ دکھایا تھا اُس کے مطالب نہایت عمدہ تھے اُس میں ایک جگہ لکھتے ہیں کہ جن لوگوں کا یہ خیال ہے کہ سلطنت ظاہری طہارت اور تقویٰ کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتی یہ صحیح نہیں کیونکہ بڑے بڑے انبیاء و رسل نے نبوت کے ساتھ سلطنت بھی کی ہے جیسے حضرت یوسفؑ اور حضرت سلیمانؑ اور حضرت داؤدؑ اور حضرت موسیٰؑ اور حضرت محمد علیہ السلام

ادریس

(۲۴۴) ملا علی قاری اپنے اُس رسالے میں جو انھوں نے ۹۵۰ھ ہجری میں ہمدی موعود وغیرہ کی بابت شہر مکہ میں لکھا ہے کہتے ہیں کہ ایک شخص نے جسے ادریس کہا کرتے تھے سلطان بایزید کے عہد میں ہمدیت کا دعویٰ کیا اس کے استیغاثہ تھے ایک دن خلعا کو بلا کر کہا کہ مجھ کو کشف سے معلوم ہوا ہے کہ میں ہمدی ہوں تم بھی اپنے باطن کی طرف متوجہ ہو اور جو کچھ تمہارے ظاہر ہو مجھ سے بیان کرو خلعا ایک مدت تک متوجہ رہ کر اُس کے پاس آئے اور کہا کہ ہم پر یہ ظاہر ہو گیا کہ تم حق پر ہو سلطان کے حضور میں یہ واقعہ عرض کیا گیا وہ بڑا دیندار تھا اُس نے شکر کیا بہتر ہے تم لوگ خروج کرو میں تمہارا ساتھ دوں گا اور تمہاری ہر طرح مدد کروں گا بعد چند روز کے جب باطن کی طرف رجوع کیا تو معلوم ہوا کہ الہام ربانی نہ تھا بلکہ خطرہ شیطانی تھا اور اس غم سے پھر گئے اور سلطان کو بھی مطلع کر دیا۔

کروڑ

(۲۵۵) سلطان محمد چارم کے عہد میں ۹۵۰ھ ہجری میں ایک مسلمان نے کردستان میں ہمدی موعود ہونے کا دعویٰ کر کے ہزاروں گروہوں کو اپنا معتقد بنا لیا اور اسی زلزلے

میں ایک یہودی امام سباتہائی نے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کر کے یہود یوں میں عام تحریک پیدا کر دی تھی اور اسل جتماع غریب سے عام مسلمانوں کو قربت قیامت کا یقین ہو گیا احمد کو برلی وزیر اعظم نے مسیح کاذب کو گرفتار کر کے قید خانہ بین بھیج دیا سلطان نے سباتہائی سے کہا کہ اگر تو نائب ہو کر مسلمان ہو جائے تو تیرے جرم سے درگزر کر دینگا سباتہائی بڑی خوشی سے مسلمان ہو گیا ہمدی صاحب کا حشر بھی بعینہ مسیح صاحب کی برابر ہوا موصل کے پاشا نے سباتہائی کے مسلمان ہونے سے چند ماہ بعد اُسے گرفتار کر کے سلطان کی خدمت میں بھیج دیا ظلال اللہ کے روبرو جاتے ہی وہ ہمدی آخر الزمان کے دعوے سے دست بردار ہو گیا مگر چونکہ اُسے سلطان کے سوالات کے جواب نہایت معقولیت اور عقلمندی سے دئے سلطان نے خوش ہو کر اُسکی خطا معاف کر دی اور مسیح موعود اول اور مسیح دجال کی طرح اُسے بھی اپنی ملازمت میں لیکر خزانہ سلطانی کے محافظین میں داخل کر دیا۔

ازبک

(۲۶) ہدیہ ہمدیہ میں مذکور ہے کہ ازبک نامی ایک شخص اسی جھوٹے دعوے پر اٹھ کر ہمدی کملایا شہر زور کے پہاڑوں کی طرف نکل کر ایک بڑی جماعت کو اپنا تابعدار کیا آخر اُس طرف کے امیر احمد خان کر دی نے اُس پر فوج کشی کر کے اُسکو قتل کیا اور اُسکی جماعت کو پراگندہ کر دیا اور اُسکے بھائی کو اسیر کر کے راہ راست پر لایا۔

ابن توہرت

(۲۷) ابن خلکان نے وفیات الاعیان میں لکھا ہے کہ ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ بن توہرت کوہ سوس میں جو بلاد مغرب کے منتهی میں ہے مشہور ہے کہ امیر احمد خان کر دی نے اُس پر فوج کشی کر کے اُسکو قتل کیا اور اُسکی جماعت کو پراگندہ کر دیا اور اُسکے بھائی کو اسیر کر کے راہ راست پر لایا۔

کچھ اور نہ تھا امر معروف و نہی منکر میں نہایت سخت و پابند تھا زبان عربی و مغربی نہایت فصاحت سے بولتا تھا اگر کسی سے کوئی ایذا اُسکو پہونچتی تو اُسے بکشا دہ پیشانی برداشت کر لیتا مکہ میں کوئی دشواری اُسکو لاحق ہوئی تو مصر کو چلا گیا اور جو کام مخالف شرع دیکھتا اُسکے مٹا دینے میں بجد کوشش کرنے لگا۔ لوگوں کی سخت مخالفت کی وجہ سے مختلط باتیں کرنے لگا اور اپنی جان کو اُنپر دیوانہ ثابت کرنے لگا مصر سے اسکندریہ کو آیا وہاں سے جہاز میں سوار ہو کر اپنے وطن کو۔ واپس ہوا اُسے اس سے پیشتر یہ خواب دیکھا تھا کہ میرا کا سارا پانی پی گیا ہوں اہل جہاز کو بھی وعظ و نصیحت کرنا اور قرآن پڑھنا رہتا تھا شہر مدینہ میں شہر مدینہ میں پہونچا بعض کہتے ہیں کہ سلاطین مصر سے فقہائے نبیاس میں نکلا مدینہ میں پہونچکر مسجد غلق میں ٹھہرایا مسجد سہراہ تھی اُسیں بیٹھ کر راستے کی طرف نگرانی رکھنے لگا اگر کسی کے پاس کوئی خلاف شرع چیز پاتا یا کسی کے پاس شراب کا برتن دیکھتا تو اُسے توڑ ڈالتا مسلمانوں نے اُسکا مال سُننا تو اُسکے پاس لے گئے اور کئی دینی کتابیں اُس سے پڑھیں امیر جمعی بن تیم بن مرہ بن بادیس کو اُسکا حال معلوم ہوا تو فقہاء کی جماعت کے ساتھ اُسے اپنے حضور میں بلایا جب اُسے اُس سے ملاقات ہوئی اور اُس کی بات چیت سنی تو بہت تعظیم و تکریم کی اور کہا کہ آپ میرے حق میں دعا کیجئے کچھ دنوں مدینہ میں اور بکری بچا کر چلا گیا یہاں بھی اُسے اپنا وہی لڑکھا یہاں کے آدمیوں نے اُسے شہر سے لکال دیا موضع ملاہ میں چلا گیا اور یہاں اُسکی ملاقات عبدالمومن بن علی قیسی سے ہوئی لوگ مغرب کے حالات میں ایک کتاب ہے اُس میں لکھا ہے کہ ابن قومرت کتاب جعفر سے واقف تھا جو علوم اہل بیت میں ہے اُس کتاب میں اُس نے لکھا ہوا دیکھا کہ ایک آدمی اس صورت کا سرور کائنات کی اولاد میں سے ہوگا اور وہ آدمیوں کو راہ خدا کی طرف دعوت کرے گا اور اُسکا مدفن اُس مقام پر ہوگا جسکے یہ حروف ہیں - ست - ی - ن - م - ل - اور یہ بھی اُس کتاب میں دیکھا تھا کہ اُسکے اصحاب میں سے ایک آدمی ہوگا جس کے سبب سے اُسکے کام کو قوت ہوگی اُسکے نام کے یہ حروف ہیں - ع - ب - د - م - و - م - ن - اور پانچویں صدی میں اُسکا ظہور ہوگا ابن قومرت کو یہ خیال پیدا ہوا کہ ایسے شخص کے ظاہر ہونے کا اب وقت قریب ہے اُسکے عبدالمومن کی تلاش میں پھرنے لگا

جس جگہ جاتا وہاں اور جس سے ملتا اسکا نام دریافت کرتا اور علیہ اسکا عبدالمومن کے
 حلیہ سے جو اس کے پاس موجود تھا ملتا بالآخر ایک شخص سے ملاقات ہوئی اس سے نام
 دریافت کیا جواب دیا مجھے عبدالمومن کہتے ہیں حلیہ ملایا تو موافق پایا بہت خوش ہو پھر
 ابن تومرت نے عبدالمومن سے دریافت کیا تم کہاں رہتے ہو اور اب کہاں کا قصد ہے
 عبدالمومن نے کہا کوفہ کا باشندہ ہوں مشرق کو تحصیل علم کے لئے جا رہا ہوں ابن تومرت
 نے کہا کہ مشرق اور علم تم نے پائے میرے ساتھ چلو یہ سب تمکو حاصل ہو جائیگا عبدالمومن
 ابن تومرت کے ساتھ ہو لیا پھر ابن تومرت نے اپنا تمام راز اس سے کہا ابن تومرت کی
 ملاقات ایک درخص سے ہوئی جسے عبد اللہ بن زینب کہتے تھے یہ شخص نیکہ وجہ فصیح لغات
 عرب و اہل مغرب کا بڑا ماہر تھا ابن تومرت نے اسے بھی اپنے راز سے آگاہ کر کے موافق کر لیا
 اور تینوں نے مقصود اصلی کے حاصل کرنے پر غور کیا ابن تومرت نے عبد اللہ سے یہ کہا
 کہ تمکو چاہئے کہ اپنی فصاحت و بلاغت کو چھپالو ہکلا کے باتین کرنا شروع کر دو اور ایسے طور پر
 باتین کر دو کہ جس سے لوگوں پر تمھارا جمل ثابت ہو پھر یکایک اپنے فضائل و فصاحت سانی
 کو ظاہر کرنا کہ لوگوں کو تمھارا معجزہ ثابت ہو اور جو کچھ بین لوگوں سے کہوں اس پر یقین کریں
 اس مشورے کے بعد ابن تومرت اہل مغرب سے ملا اور انکو موافق کرنا شروع کیا چھ آدمی اسکی
 ہمراہی اور رفاقت کو آمادہ ہوئے اور یہ تمام جماعت مرا کو کورواتہ ہوئی اس وقت ہانکا حکمران
 ابو الحسن علی بن یوسف بن تاشفین تھا جو مرا بطین سے تھا کہ جو ہاشمین بھی کہلاتے اور یہ ان
 چند قبیلوں سے ہیں جو حیر کی طرف منسوب ہیں اور نہایت حلیم عادل متواضع تھا مالک بن ہب
 کو ابن تومرت کی بات چیت معلوم ہوئی تو اس نے سلطان سے کہا کہ میں دیکھتا ہوں کہ ایک ایسا
 صدادہ کھینے والا ہے جسکا بند کرنا مشکل ہوگا مناسب یہ ہے کہ ابن تومرت اور اس کے ساتھیوں کو
 علما کے مجمع میں بلا کر اسکی باتیں سنواں ابن تومرت ایک ٹوٹی ہوئی مسجد میں شہر کے باہر ٹھہرا ہوا
 تھا سلطان نے اسے دربار میں بلایا اور علما سے شہر کو بھی جمع کر کے ان سے کہا کہ اس شخص سے
 دریافت کرو کہ تمھارا کیا مدعا ہے قاضی محمد بن اسود نے ابن تومرت کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ یہ
 سلطان عادل حلیم اللہ تعالیٰ کے احکام کا پابند ہے اپنی خواہشات نفسانی پر اللہ کی فرمانبرداری کو

ترجیح دیتا ہے مگر اس سلطان کے حق میں تمھاری زبانی بعض باتیں اس کے خلاف مٹنے میں
 آئی ہیں ابن تومرت نے کہا کہ جو کچھ باتیں سلطان کے حق میں میری زبانی تم تک پہنچی
 ہیں وہ واقع میں میں نے کہی ہیں اور ابھی بہت کچھ کہو نہ کا قاضی صاحب تجھے جو یہ کہا کہ یہ
 سلطان اللہ کے احکام کا پابند ہے اپنی ہوا و ہوس پر طاعت اُٹھی کو ترجیح دیتا ہے بقول تمھارا
 معجز نہیں تمھارے انہی خوشاد کے الفاظ نے سلطان کو دھوکے میں ڈال دیا ہے ۔ مگر خوب
 معلوم ہے کہ اکثر ناجائز کام اس کی قلمرو میں ہوتے ہیں لوگ شراب علاوہ نیچے ہیں سُور
 علی الاعلان پالتے ہیں تیمون کا مال لیتے ہیں اسی طرح اور کئی باتیں ابن تومرت نے
 بیان کیں سلطان دیندار نے اُس کا کلام شکر خجالت سے سڑھکھکایا اور رونے لگا حاضرین
 نے سمجھ لیا کہ شخص سلطنت کی طمع رکھتا ہے سلطان پر اس کی باتوں کا اثر پیدا ہو گیا ہے مگر
 سلطان کے رعب کی وجہ سے خاموش رہے مالک بن وہب نے اُس وقت سلطان سے
 عرض کیا کہ میں کچھ آپ سے کہتا ہوں اُس پر اگر توجہ کیجا یگی تو انجام آپ کا بہتر ہو گا ورنہ
 ایک بڑی سخت مصیبت میں پھنس جائیگا اندیشہ ہے آپ اسے اور اس کے ہمراہیوں کو
 گرفتار کر لیجئے اور ایک دینار روزانہ ان کے خرچ کے لئے مقرر کر دیجئے تاکہ یہ کوئی فتور
 پیدا نہ کر سکے اگر ایسا انتظام آپ نے نہ کیا تو پھر ایسا وقت آئیگا کہ تمام خزانہ خرچ کرنے
 سے بھی اس کا تدارک نہ ہو سکے گا سلطان نے یہ بات کرنا چاہی مگر وزیر نے عرض کیا
 کہ ایسا مناسب نہیں ابھی تو آپ اس کی بات پر آبدیدہ ہو گئے تھے اور ابھی گرفتار کرنا
 چاہتے ہیں یہ ایک محتاج آدمی ہے کیا کر سکتا ہے سلطان نے ابن تومرت کو رخصت
 کر دیا اُس نے دربار سے نکل کر یاروں سے کہا کہ اس مقام پر ہمارا ٹھہرنا مفید نہیں مالک بن وہب
 ہماری مخالفت پر آمادہ ہے یہاں ٹھہرنا خلافت مصلحت ہے شہراغات میں ایک نقیصہ عبدالحق
 بن ابراہیم نامی میرا دوست ہے اُس کے پاس چکر مشورہ کر میں ابن تومرت اور سب
 ہمراہی وہاں پہنچے اور عبدالحق سے ساری سرگذشت بیان کی اُس نے کہا کہ تمھارا یہاں
 رہنا بہتر نہیں یہاں سے ایک منزل کے فاصلے پر تینل نام ایک موضع ایک پہاڑ میں ہے
 تم وہاں جا کر رہو اس جگہ تمھاری حفاظت بخوبی ہوگی جب یہ جماعت تینل گئی اور

۱۲ ابن خلکان
 سے قاتل کی صورت میں تھا اس کے بعد نوں مقتول اور ۱۳ ام شدہ

حمایت زہد و تقویٰ اور فقر و فاقہ کے ساتھ مسرورات کرنے لگے تو مسلمانوں کو ان کے ساتھ
 حسن عقیدت پیدا ہو گئی ابن تو مرت کی اس ضلع میں بڑی شہرت ہو گئی مقدس اور مذہبی
 پیشوا مانا گیا اطراف سے لوگ اسکی پابوسی کو آتے ابن تو مرت کے پاس جو کوئی آتا یہ اس سے
 یہی کہتا کہ میں سلطان مرا کو پر خروج کر دیکھا تم بھی میری شرکت کرو جو شخص قبول کرتا اسے اپنے
 اصحاب میں داخل کرنا جو انکار کرتا اس سے اعراض کرتا بہت سے نوجوان اس کے ساتھ ہو گئے اس انتظام
 کو زیادہ عرصہ گزرنے سے ابن تو مرت کو یہ خیال پیدا ہوا کہ مبادا میں مجاہدوں اور یہ سارا انتظام
 ناتمام رہے با سلطان ان پہاڑیوں کو کچھ دے دلا کر مجھے ان کے ہاتھ سے نقصان پہونچو ادے اسلئے
 خروج کے لئے جیلہ ڈھونڈنے لگا ان پہاڑیوں کے بعض بچے سرخ و سفید کنبی آنکھوں والے
 اور ان کے باپ سانولے سیاہ چشم دیکھ کر ان سے دریافت کیا کہ اولاد اور مان باپ میں اس اختلاف
 رنگ کا کیا سبب ہے انھوں نے بھید نہ بتایا اسنے اصرار کیا تو جواب دیا کہ سلطان کے غلام
 ہر سال خراج وصول کرنے کے لئے اس پہاڑ پر آتے ہیں اور ہمارے مکانون میں ٹھہرتے ہیں
 اور ہماری عورتوں سے صحبت کرتے ہیں ہکو انکی اس زیادتی کے روکنے کی قدرت نہیں
 ابن تو مرت نے کہا ایسی زیست سے موت بہتر ہے تم جیسے شجاع تیغ و نیزے کے چلانے والے
 ایسی بیجائی پر کیسے راضی ہو ان لوگوں نے جواب دیا کہ ہکو ضرورت نے مجبور کیا ہے
 ابن تو مرت نے کہا کہ اگر کوئی تمھاری حمایت اور سرپرستی کرے تو کیا کرو گے سب نے جواب دیا
 کہ اس کے ساتھ اپنی جانیں نثار کر دینگے دشمنوں کو مارینگے اور مرینگے مگر ایسا آدمی کہاں ہے
 ابن تو مرت تو اس بات کی تلاش ہی میں تھا اسنے وعدہ کیا کہ میں تمھارے ساتھ ہوں
 انھوں نے اسکی سرداری منظور کی ابن تو مرت نے سب سے معاہدہ کر کے کہا کہ تیاری
 کرو جب سلطان کے غلام یہاں آئیں اور تمھاری عورتوں سے ہم بستری کی خواہش کریں
 تو تم شراب ان کے پاس رکھ دینا جب وہ پیکر نشے میں متوالے ہو جائیں تو مجھے مطلع کرنا
 غرض کہ وہ غلام حسب معمول آئے اور پہاڑیوں نے انھیں مست کر کے ابن تو مرت کو
 خبر کی اسنے حکم دیا سب کو قتل کر ڈالو حکم کی تعمیل ہوئی ایک غلام حبشی کسی ضرورت سے
 باہر چلا گیا تھا وہ بچ کر بھاگ گیا اور سلطان کو سب حال سے مطلع کیا سلطان کو ابن تو مرت کی

اس کا سدوائی نے مناسب کیا اور اب خیال ہوا کہ مالک بن وہب کی تجویز اسکی نسبت بہت مناسب تھی سلطان نے سواروں کی فوج کو باغیوں کی سزا دہی کے لئے روانہ کیا ابن تومرت نے پہاڑیوں سے کہا کہ بلند مقامات اور درون میں جم کر سوارو نہ پراتے پتھر برسائو کہ انکے ٹنھر پھر جائیں اس سخت مقابلے سے تمام سوار بھاگ نکلے سلطان نے سمجھ لیا کہ اب پہاڑیوں پر قابو حاصل کرنا مشکل ہے اب ابن تومرت نے عبداللہ سے کہا کہ اپنے فضل و کمال کو ظاہر کرو اور ہکھلانا چھوڑ دو اُس نے ایسا ہی کیا اور نہایت فصاحت و بلاغت کے ساتھ کلام کرنے لگا اور لوگوں کے سامنے بیان کیا کہ میں نے شب کو خواب میں دیکھا کہ دوفرشتے آسمان سے اترے ہیں جنھوں نے میرے سینے کو شق کر کے اُس میں قرآن کے تمام علوم اور حکمت بھر دی تمام آدمی اسکی اطاعت کرنے لگے ابن تومرت نے اُس سے کہا کہ اے بزرگوار یہ تو بتا دے کہ میں سعید ہوں یا شقی عبداللہ نے جواب دیا کہ اے ابن تومرت تو ہدی قائم بامر اللہ ہے جو تجھ سے موافقت کرے گا وہ سعید ہے اور جو تیرے ساتھ مخالفت کرے وہ شقی ہے اپنے سب یاروں کو میرے سامنے پیش کر کہ تجھ کو یہ بتا دوں کہ فلاں دوزخی ہے اور فلاں بہشتی اس جیلے سے ابن تومرت کے سارے مخالف قتل کر دئے گئے اور جس قدر دوستان صادق باقی رہے اور مقتولوں کے اہل و عیال سب کو بختی ہونے کا مژدہ دیا اور یہ خوشخبری انکو سنائی کہ قلمو مرا کو تھارے قبضہ تصرف میں آجائیکا اور تم سلطان کے تمام خزانے اور ہتیاروں کے مالک ہو جاؤ گے تمام آدمی اس پیشین گوئی اور مژدے سے بہت مسرور ہوئے اب ابن تومرت نے دس ہزار آدمیوں کی فوج کر کے مرا کو کے محاصرے کے لئے بھیجا اعلیٰ افسران کے عبداللہ المومن اور وہی عبداللہ تھے اور خود ابن تومرت پہاڑ پر رہا ایک مہینہ تک مرا کو محاصرہ رکھنے کے بعد اس سپاہ نے شکست پائی بہت سے آدمی کام لئے مقتول ہوئے عبداللہ کا شمار بھی ہے عبداللہ المومن کے ساتھ یہ تمام مغرور سپاہی ابن تومرت کے قیام گاہ کو دہر لے گئے انکے وہیں پہنچنے سے پیشتر ہی ابن تومرت کا سلسلہ میں انتقال ہو گیا شکست کی خبر اسکو اپنی حیات میں پہنچی تھی اسلئے اُس نے مافرن کو سمجھا دیا کہ اسی شکست سے دل ٹھوڑا ہوا تھا کہ وہ اپنی کبھی اپنی خیاب ہوتے ہیں کبھی مخالف فتح پاتا ہے صابر اور استقلال رکھنے سے ہر طرح کامیابی حاصل ہوگی اب ابن تومرت نہایت لالچ و العزم صابر شجاع تھا اس کے

بطور کی ابتدا ۱۵۵۵ء ہے متوکل اتنا بڑا تھا کہ جب اسکو فتوحات حاصل ہوئیں اور اس کے
 ساتھیوں نے امیرانہ ٹھکانہ بنانا چاہا تو اس نے ٹوٹ کا تمام مال جمع کر کے جلا دیا اور سب کے
 کہہ یا کہ جو شخص دنیا کے درے چاہتا ہے وہ میرے پاس سے چلا جائے یہاں آخرت ہی جگہ
 فتح اللہ تعالیٰ کے پاس ہے ابن تومرت نے اپنے فریقے کا نام موحدین رکھا تھا اس نام
 بیان اور کتب توارخ کی تحقیقات سے اتنا حال ضرور تحقیق ہو گیا کہ ابن تومرت کا دعویٰ یہ تھا
 کہ میں ہمدی موعود ہوں بلکہ غرض اسکی اس لفظ سے ہدایت کرنے والے کے معنی تھے
 جو اسکو ہمدی موعود ہونے کا مدعی سمجھتے ہیں وہ کوچہ تحقیق سے دور ہیں ابن تومرت کی
 وفات کے بعد عبداللہ المومن بن علی اسکا خلیفہ ہوا فرقہ موحدین نے علی سلطان مراکو کے
 ساتھ بہت جنگ کی اور پہلے پہلے شکست کھاتے رہے بالآخر عبداللہ المومن نے علی بن یوسف کو
 ۱۵۳۵ء ہجری میں اور اس کے بھائی اسحاق کو ۱۵۳۷ء ہجری میں قتل کیا اور الملہ ابطلین کی
 حکومت اسٹی برس کے بعد ختم ہو گئی اور موحدین نے تمام مغرب پر قبضہ کر لیا اور بالآخر
 اندلس کی بقیہ اسلامی سلطنت پر بھی قابض ہو گئے اور ۱۵۶۸ء تک ۱۵ آدمیوں نے حکومت کی
 فائدہ جلیلہ ابن تومرت کے دوست عبداللہ کے حال کے مطابق ایک دلچسپ حکایت
 اسحاق آخرتس (مدعی نبوت) کی کتاب المختار میں علامہ جوہری نے لکھی ہے جو سننے
 کے قابل ہے کہ یہ شخص مغربی تھا تمام آسمانی کتابیں پڑھ کر اصفہان کے مشہور مدرسے
 میں آیا اور دس برس تک خاموش رہا یہاں تک کہ گونگا مشہور ہو گیا ایک رات اٹھ کر
 اہل مدرسہ کو جمع کر کے کہا کہ آج دو فرشتے میرے پاس آئے اور مجھکو جگا کر میرے منہ میں
 ایک ایسی چیز ڈالی جو شہد سے زیادہ شیریں اور برف سے زیادہ سرد تھی پھر مجھ کو
 ان دونوں فرشتوں نے نبوت کی بشارت سے سرفراز کیا ہر چند میں اس کے قبول سے
 گریز کرتا رہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں مگر انھوں نے نہیں مانا اور اس پر غم
 کو سمجھنا چیز کی گردن پر رکھ دیا اور معجزہ یہ عطا فرمایا کہ باوجود آخرس (گونگا) ہونے کے میں

عبد المومن بن علي الخ
ابن علاء فاختلاف
حق سلطانهم من
اللوذ في حركات واطلاق
يسته في هذه بين
الموصدين علم بزل
استحق دوله
المغلب بالمدى الذي
كهايت في الحان ذوات
محبوه ايسر من
جلد دوم نعم اطلب

نہایت خوش بیان و فصیح ہو گیا پھر محکو فرشتوں نے قرآن و تورات و انجیل و زبور پڑھنے کو کہا میں نے تمام کتابیں اُنکو جستہ سنا دیں اور وہ محکو یاد ہو گئیں چنانچہ اب بھی پڑھ سکتا ہوں پس اب جو شخص خدا پر اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور محمد پر ایمان لائے اُسکو تو نجات ہے اور جو کوئی عذر کرے یا درکھو کہ اُسکا ایمان ناقص و بیچ ہوا اور عند اللہ وہ ایمان مقبول نہیں وہ ایمان قیامت کے دن اُسکے منہ پر مارا جائے گا۔

شہر سوس کا مہدی

(۲۸) فتوحات اسلامیہ میں لکھا ہے کہ ایک شخص متصوفہ کی جماعت میں سے تھا اُسے شہر سوس میں جو مغرب میں واقع ہے اور سوس لاقضی کہلاتا ہے ظہور کیا پھر مسجد ماسہ میں آیا اور دعویٰ کیا کہ میں فاطمی اور مہدی منتظر ہوں اور لوگ چونکہ حوادث کے ظہور کی وجہ سے مہدی موعود کے منتظر ہو رہے تھے اسلئے اُسکو یہ موقع ہاتھ آ گیا اور اُن سے کہا کہ مہدی کی دعوت یہیں سے اول شروع ہوگی بربر کی بہت سی رعایا نے اُسکی دعوت کی اجابت کی یہاں کے سرداروں نے فتنہ بڑھ جانے کے خوف سے ایک آدمی کو اُسکے قتل کے لئے مامور کیا جس نے گھات سے اُسے سوتے ہوئے کو مار ڈالا اور یہ شورش دفع ہو گئی۔

شہد محمد

(۲۹) ہدیہ مہدویہ میں لکھا ہے کہ ایک کیمیا گر سید محمد نامی نے سنہ سات سو پچہتر میں ملک مغرب کی طرف سے ہنگلر دعویٰ مہدیت کا کیا اور اکثر اُس طرف کے لوگوں کو مطیع کر لیا آخر دروغ اُسکا نہ چلا چند مدت میں مع اپنی جماعت کے مارا گیا۔

محمد بن عبد اللہ

(۳۰) ہدیہ مہدویہ میں بیان کیا ہے کہ محمد بن عبد اللہ نامی نے سنہ ۹۱۰ ہجری میں اطراف مصر میں مہدی بنکر ایک جنگلی جماعت کے ساتھ خروج کیا تھا آخر کو اُس طرف کے حکام کے ہاتھ میں قید ہو کر قویہ کی۔

ہوا سلام بین مدنی محمد میت ہو گزرے اسی بنا پر اسکا نام بجائے محمد سنوسی کے محمد محمدی
 سنوسی پڑ گیا تھا اسکا نسب حضرت امام حسنؑ سے جا ملتا ہے فرقہ سنوسی کی بنیاد محمد محمدی
 سنوسی کے باپ سے شروع ہوتی ہے جسکا نام محمد بن علی سنوسی تھا اور جو سلسلہ ہجری
 بین علاقہ الجزائر کے ایک بادویہ میں پیدا ہوا تھا جسکا نام مستغانم ہے وہیں پرورش پائی
 پھر شہر فاس دار الحکومت مراکش کو تعلیم پانے کے لئے گیا اور چند دنوں کے بعد سلسلہ
 درقاویہ میں جو وہاں ایک مقدس سلامی سلسلہ سمجھا جاتا ہے داخل ہو گیا پھر مکہ معظمہ
 میں گیا وہاں شیخ احمد بن ادریس کی صحبت میں رہنا پسند کیا جو علم تصوف میں اعلیٰ درجہ
 کی مہارت رکھتا تھا جس نے اسکو اپنی صحبت میں رہنے کے بعد اپنا خلیفہ بنا لیا محمد بن علی سنوسی
 نے کوہ ابی قیس میں اپنی عبادت گاہ بنائی پھر اسکندریہ کو چلا گیا اور وہاں عبادت گاہ
 بنائی مگر بعض ایسے واقعات پیش آئے کہ قاہرہ کے شیخ الاسلام نے اسکو وہاں سے نکلوا دیا
 یہ وہاں سے روانہ ہو کر شمالی افریقہ میں پہونچا اور سلسلہ ہجری میں بنغازی کے قریب جو
 ملک برقر کا علاقہ ہے جیل خضر میں فروکش ہوا اور ایک زاویہ یعنی خانقاہ بنائی جسکے
 اس پاس کھجور کے درخت تھے اور ایک ہزار کے قریب اسکے پیرو وہاں جمع ہو گئے۔
 جیل خضر ہی میں دو بیٹے پیدا ہوئے جنہیں سے ایک کا نام محمد محمدی ہے جو سلسلہ ہجری
 میں پیدا ہوا اور دوسرے کا نام محمد شریف ہے جو سلسلہ ہجری میں پیدا ہوا۔ محمد بن علی
 سنوسی مکہ معظمہ کو گیا۔ اور وہاں سات سال تک اپنی عبادت گاہ واقع جیل ابی قیس
 میں حدیث وفقہ پڑھاتا رہا پھر اپنے مرشد احمد بن ادریس کے ساتھ یمن میں رہنے لگا
 اور مرشد کے انتقال کے بعد دوبارہ مکہ معظمہ میں آگیا اسلشنا میں عبدالمطلب
 شریف مکہ نے حکومت عثمانیہ کے خلاف بغاوت برپا کر دی جس کے بعد محمد بن علی پر بھی
 خفیہ طور پر شریف مکہ کی اعانت کا الزام لگایا گیا اسکو کسی نے خبر کر دی کہ حکومت
 عثمانیہ اسکی گرفتاری کے لئے کوشش کر رہی ہے یہ خبر سنتے ہی جیل خضر کو بھاگ گیا
 اور اپنی گرفتاری کے خوف سے بجائے شہر میں رہنے کے صحرا میں اپنے مریدوں میں رہنا
 پسند کیا مریدوں نے جنو بہ میں رہنے کا مشورہ دیا سلسلہ ہجری میں وہاں

روانہ ہو گیا اور وہاں عبادت گاہ بنائی اور نہایت آزادی سے وہاں کے لوگوں میں جو زیادہ تر اہل عرب اور بربری تھے اسلام کے احکام پھیلاتا رہا۔ اُسکے عقائد مذہبی بڑی قبولیت کے ساتھ شمالی اور وسطی افریقہ میں پھیل گئے اُسکا بڑا مدعا یہ تھا کہ مسلمان مالک کو مغربی تہذیب کی پیش قدمی اور عیسائی طاقتوں کے اثر سے محفوظ رکھنے کے لئے ایک سدِ سکندری بنائی جائے اسی لئے اُن نئے تمام دستوروں کا جنہیں ترک یا مصری حکومت نے یورپین تہذیب کی تقلید میں اختیار کیا تھا سخت مخالفت تھا اُسے بہت سی عبادت گاہیں مراکو اور مکہ کے درمیان کے ضروری مقامات میں بنالیں جو خانقاہیں یا زاویے کہلاتی ہیں۔ اور واعی جنکو مقدمین کہتے ہیں اسلامی ہر ایک حقہ میں مقرر کئے اسکے فرقے کو سنوسیہ کہتے ہیں اور طرابلس میں اسکے پیرواخوان کہلاتے ہیں۔ فرقہ سنوسیہ کے قائم کرنے سے اُسکی غرض یہ تھی کہ مسلمانوں کی اصلاح ہو اور اسلام کی اشاعت کی جائے۔ فرقہ سنوسیہ پر فرض ہے کہ احکام قرآن اور اصول توحید کے مطابق چلیں اور اُنکی پابندی میں سر مو فرق نہ صرف خدا سے وحدہ لاشریک کی ہندگی کریں بقرون اور درویشوں کی اور مقابر کی زیارت سے پرہیز کریں۔ تموہ اور تنباکو نہ پیئیں۔ یہودیوں اور عیسائیوں سے کسی طرح کی رسم پیدا نہ کریں اور ہر شخص پر فرض تھا کہ اگر وہ ہمیشہ اس فرقے کی خدمت میں مصروف اور ترقی اسلام میں ہمیشہ ساعی نہ رہ سکے جس کے ساتھ اہل یورپ کے اثر سے بچنا بھی ضروری ہے تو وہ اپنی آمدنی کا ایک حصہ اس جہات کے فائدے کے لیے دیا کر سلسلہ ہجری میں سید محمد بن علی نے انتقال کیا۔ جنوب میں اسکی قبر ہے۔ اُسکی بہت سی کتابیں یا دگار ہیں جو مریدوں کے حلقے میں نہایت عظمت کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہیں اسکی وفات کے وقت اسکے بڑے بیٹے کی عمر جسکا بھی نام محمد بن سولہ سال کی تھی یہی اُسکا جانشین ہوا۔ خوش اعتقاد مریدوں نے اُسکی بیعت کی اپنے والد کی طرح اسنے بھی سلسلہ تدریس جاری کیا۔ تمام لوگوں کا اسکی نسبت یہی خیال تھا کہ مہدی موعود ہیں اور اسی خیال سے محمد ہدی بن محمد بن علی کے پاس اطراف ملک کے لوگ دھڑا دھڑا آتے اور اُسکی آستان بوسی کو مایہ ناز سمجھتے یہ تحقیق رسالہ الملأل سے مانجوز ہے۔

۱۳۰۱۔ ماہِ حج ۱۲۹۷ء کے اخبار اللواء مطبوعہ مصر میں ایک چٹھی شد سنوسی کی چھپی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ موجودہ شیخ سنوسی کا نام احمد بن محمد ہے اور یہی ۱۳۱۔ مارچ ۱۲۹۷ء کے الموبد مطبوعہ مصر سے ثابت ہوا اور اب احمد شریف کفرہ میں رہتے ہیں کفرہ اور جنوب کے مابین ایک ماہ کی مسافت ہے۔ بعض رسالوں میں لکھا ہے کہ یورپین اسے سنوسی اور سلمان شیخ المہدی کہتے ہیں۔ مالک حجاز اور تمامہ میں بھی اس فرقے کی اب بہت سی خانقاہیں قائم ہو گئی ہیں۔

ہائے طریقہ اور اس کے اول جانشین کے خیالات سلطان عبد المجید اور سلطان عبدالعزیز کی اور دیگر قبائل فوس کمزوریوں کی وجہ سے عثمانیہ سلطنت کی نسبت اچھے نہ تھے لیکن سلطان عبد الحمید ثانی سے شیخ طریقہ اور اس کے لاکھون مریدوں کو سچی عقیدت تھی۔ وسط افریقہ میں دائی کافران رواسنوسی طریقہ کا سچا معتقد اور پیرو ہے جس قدر حجاج شمالی افریقہ سے یورپ اور سہارا سے آتے ہیں وہ شیخ کے پاس حصول برکت کے لئے جاتے ہیں اس کے پاس باقی دانت اور شتر مرغ کے پروں سے لدے ہوئے قافلے کے قافلے اندرونی مالک کے سلاطین کی طرف سے آتے ہیں اور بہت سے نامعلوم الاسم ساحلون سے ہتھیار اور گولی اردو کا سامان اس کے پاس آتا ہے سنوسیہ فرقہ شمالی افریقہ کے سب ملکوں میں پھیلا ہوا ہے اور اسکی خانقاہیں مصر۔ مراکو۔ ٹیونس۔ الجیو۔ طرابلس۔ ارض سمالی اور سوڈان کے شاداب قطعات میں جا بجا موجود ہیں جنوب کے مذہبی مدرسے میں سات سو طالب علم ہیں جنکو صرف یہی نہیں سکھایا جاتا ہے کہ اسلام میں جو جو خرابیاں پڑ گئی ہیں انکی اصلاح کی کوشش کریں بلکہ اسلام کی اشاعت کی تدبیر کریں اور دعوت اسلام کے بھی طریقے سکھائے جاتے ہیں اشاعت اسلام میں اس فرقے کو استقدر کامیابی ہوئی کہ افریقہ کی اکثر قومیں جو بہت پرست یا برائے نام سلمان ہیں جسوقت سنوسیہ کے لوگ پہنچے تو یہ سب قومیں اسلام کی نہایت پابند ہو گئیں مذہب کے پھیلائے کے لئے یہ لوگ مدرسے کھولتے ہیں اور صحرا کے شاداب مقامات پر بستیوں آباد کر دیتے ہیں غلاموں کو خرید کر کے مسلمان کر لیتے ہیں خاصکر دادمی کی قوموں میں انھوں نے اس طریقے سے مسلمانوں کی

تعد اور بڑھائی ہے جنسب بین ان غلاموں کو تعلیم و تربیت دے جاتی ہے اور جس وقت وہ
 سنوسینہ کی تمام باتوں سے واقف ہو جاتے ہیں تو آزاد کر کے وطن بھیج دئے جاتے ہیں تاکہ
 اپنے بھائی بندوں کو مسلمان کریں اس فرقے کے لوگ عراق عرب مجمع البحرین اور ملایا بین
 بھی نظر آتے ہیں جمیل چاؤ کے شمالی مغربی علاقے میں سنوسی نہایت مستعدی سے کام
 کر رہے ہیں سلسلہ کی بڑی مجلس وقتاً فوقتاً جنسب میں منعقد ہوتی ہے ان اجلاسوں میں
 تمام خانقاہوں کے مقدم یعنی مہتمم اپنی کارگزاری کی رپورٹیں پیش کرتے ہیں اور
 آئندہ کے لئے احکام حاصل کرتے ہیں مقدموں اپنے علاقے میں ان لوگوں پر بھی جو
 سلسلے میں شامل نہیں ہیں بہت اقتدار حاصل ہے اس طرح سے شیخ کو ایک شاہانہ
 منزلت بھی حاصل ہو گئی ہے اشاعت مذہب کے لئے سنوسی پہلے مقتدر اشخاص پر اثر ڈالنے
 کی کوشش کرتے ہیں اور بچوں کی تعلیم وہ بہت توجہ سے کرتے ہیں درویش کا خطاب
 اسے ملتا ہے جسے اپنی رائے اور خودی کو بالکل دور کر دیا ہو اور اپنی جان کو شیخ طریقت کے
 کامل تصرف میں کر دیا ہو یہ نتیجہ طویل شاگردی اور با احتیاط نگرانی و تربیت سے حاصل
 ہوتا ہے اس سلسلے میں نہایت زبردست صوفیانہ اتحادی عنصر موجود ہے سنوسیوں کو سادگی
 کے ساتھ زندگی بسر کرنا اور ہمیشہ آزادی کے ساتھ رہنا پسند ہے اور انکی روش یہ ہے
 کہ انکے سبب سے کسی آدمی کو ذرا بھی تکلیف نہ پہنچے وہ سچے انسانی ہمدرد اور نیک دل
 لوگ ہیں باوجودیکہ ان کو یہودیوں اور عیسائیوں سے بچنے کا حکم ہے مگر وہ انکے ساتھ بھی
 خوش اخلاقی کے ساتھ پیش آتے ہیں اور کسی قسم کی تکلیف نہیں دیتے شرارت اور فساد سے
 دور رہتے ہیں سنوسی کے مریدوں کا قول ہے کہ انکی تمام ترکوشمیں دین اسلام کو اصلی
 مرکز پر لہجائے اور اسے کتاب و سنت سے ہر طرح مطابق بنادینے پر مبذول ہے جس کا مدعا
 عدل و مساوات حقوق کو پھیلانا اور پاکیزگی نفس کی تدبیر کرتے رہنا ہے سنوسی
 لوگوں کی زندگی بالکل ور دیشانہ ہے موٹا جھوٹا لباس اور روکھا سوکھا کھانا انکو بہت
 پسند ہے اور عبادت الہی کے سوا دنیاوی لذتوں سے انھیں کوئی سروکار نہیں اب تک
 اس فرقے کی براوری پانچ لاکھ آدمیوں سے متجاوز ہو چکی ہے اور وہ عام انسانوں کے ساتھ

نیکی کرنے قرآن کو زمانہ اول کی طرح سیکھنے اور سکھانے اور جو شخص اُن کے سلسلے میں داخل ہوا سے
 ہر طرح کے محصول و خراج سے آزاد بنانے میں کوشاں رہتے ہیں ترک اور سنوسی لوگ باہم بھائیوں
 کی طرح ملتے اور پرتاؤ کرتے ہیں اور گودل میں غلش رہتی ہے لیکن یہ ظاہر تعلقات بہت قابل
 اطمینان نہیں اور کبھی اُن میں علانیہ بد مزگی کا اظہار نہیں ہوا بلکہ سید الہادی شیخ طریقت
 سنوسیہ نے اپنی نیک نیتی سے یہ بات مناسب سمجھی کہ اپنے والد کی اُن قیود کو توڑ دے
 جو اُس نے ترکون کے ساتھ میل جول بڑھانے کی روک تھام کے لئے اپنے مرید و پیروکاروں پر لگائی تھیں
 اور اس معاملہ فہم درویش نے ترکون کے ساتھ اپنا میل ملاپ خوب بڑھا لیا اور فرانس
 کی مملکت ٹونس پر قابض ہوجانے کے بعد سنوسی فرقے کا تقرب سلطنت عثمانیہ کے ساتھ
 مزید استحکام پکڑ گیا اور حکومت کی جانب سے سنوسی فرقے کے لوگوں کو عام اجازت مل گئی
 کہ وہ جان چاہیں تمام ملک میں ہر جگہ اپنی خانقاہیں بنالیں اور حبشی اراضی اُن خانقاہوں
 کے اثر میں لینگے وہ معافی دوائی اور وقت تصور ہوگی جسکا محصول و خراج نہ لیا جائے گا
 پھر سنوسی فرقے کے خاندانوں کے بچوں کو اسلامی اور یورپین تعلیم ساتھ ساتھ دلوانے کے
 واسطے منتخب کیا اور انھیں فوجی خدمت کے قابل بنایا طرابلس مغرب کے مغربی جانب ہمارا
 کے علاقے میں سنوسی فرقے کے لوگ زیادہ ہیں اور خاص طرابلس میں شاذ و نادر سیکن بنغازی
 کے صوبے میں تو انکی اس قدر کثیر آبادی ہے کہ ملک ہی گویا اُنکا ہو گیا ہے اور انھیں ہر طرح
 اقتدار حاصل ہے سنوسی فرقے کے درویش محکوم نہیں ہیں بلکہ وہ آزاد اور خود مختار حاکم ہیں
 اور انھوں نے اپنے زیر اثر قطعہ ملک کو تمدن اور ترقی سے دور رکھنے میں نہایت کوشش
 سے کام لیا ہے یہی وجہ ہے کہ اُنکی خانقاہوں کے سوا باقی تمام اراضی افتادہ اور غیر آباد ہے
 جسمیں دیہات اور مزارع کا کبین نام تک نہیں ملک برقعہ جو کبھی نہایت شاداب اور زرخیز تھا آج
 بے آب و گیاہ خشک سرزمین بن گیا ہے اور جسے وہ اُس سرزمین میں داخل نہوئے زمین وہ کبھی
 وہاں جا نہیں سکتا اور وہ اُن مالی اور فوجی اصلاحوں کو جنھیں حکومت جاری کرنے کی فکر
 میں ہے خوف اور شک کی نگاہوں سے دیکھ رہے ہیں کہ ورنہ اُنکے خیال میں یہ باتیں اُن کے
 پولٹیکل اور دینی رسوم کو ضرر پہونچا ینگے اُنکی ہر ایک خانقاہ ایک قلعہ ہے جس میں وحشی اور بارہنشین

لوگ پناہ لیتے ہیں اور خانقاہ ہی کی طرف سے زمین کا شتکاروں کو دیجاتی ہے وہی انکی پیداوار کا حصہ وصول کرتی ہے سیاح اور مسافروں کی حفاظت و نگرانی کرتی ہے غرضکہ اُن ممالک میں عربی لوگوں کی یہی عادت پڑ گئی ہے کہ وہ سنوسی فرقے والوں کو اپنا سردار دوست محافظ جان و آبرو خزانچی اور دینی پیشوا سب کچھ تصور کرتے ہیں اور وہیں معاملات فیصلہ ہوتے ہیں بن غازی بن سنوسی لوگ ہی اپنے آپ کو مالک اراضی و حکمران ملک سمجھ رہے ہیں اور انھوں نے یہ کوشش شروع کی ہے کہ تمام ملک کی اراضی اپنے ٹیکے میں لے لیں اور یہ تدبیر کی کہ قبائل کو اس بات پر آمادہ بنالیا کہ وہ اپنی زمینیں اُنکے سپرد کر دیں تاکہ یہ اُن اراضی کو خانقاہوں کی املاک بنا کر خراج سے آزاد کر دیں آخر اسوجہ سے حکومت کو مجبوراً لوگوں سے حلف لینا پڑا اور اُسے قرآن کی رو سے اس ٹیکس کی مشروعیت ثابت کرنی چاہی۔

خاص بن غازی بن جہان سنوسی لوگوں کی بہت کچھ قوت و شوکت جمی ہے ایک نیا فرقہ پیدا ہو گیا ہے جسکے سرگروہ شرفاے محمودیہ ہیں اور اُن میں بنی رموز کے ایکسوجاں شخص شریک ہیں اس طریقے کے داعیوں کا قول ہے کہ وہ لوگوں کو سنوسی فرقے کے ظلم و جبر سے نجات دلانے کی سعی کرتے ہیں بنی رموز کا سرگروہ جسکا نام جاہر ہے اور جو اپنے متبعوں پر کامل اقتدار رکھتا ہے قبضہ مرج کو ہستانی علاقے کے ایک ممتاز مقام میں جا کر اپنے مخالف لوگوں کو علانیہ بلا کسی خوف و خطر کے دعوت دینے اور اپنے حلقہ طریقت میں شامل بنانے کی سعی کرنے لگا جسکی وجہ سے طرفین میں جنگ ہو پڑی اور مجبوراً حکومت کو قیام امن کی خاطر سے بیچ میں مداخلت کرنی لازم آئی حکومت بنی رموز کی معاون اور سنوسیوں کے خلاف ہے اور کچھ عرصے سے سنوسی فرقے پر اُن کے عام لوگ جنہیں اپنے طریقے کے دینی فرائض ادا کرنے کی پروا نہیں حاوی ہو گئے ہیں اور یہ لوگ بہت کچھ خرابان ڈال رہے ہیں خاصکر بن غازی خاص میں منصور قشتلی نامی ایک اسی طرح کا آدمی بہت سربراہ اور وہ ہو گیا ہے اور حکومت نے مقام مرج کے پچھلے فسادوں میں سزا سے قید بھی دیدی تھی لیکن پھر اُسے رہا کر دیا اور وہ رہائی کے بعد پہلے سے زیادہ زور پکڑ گیا ہے اور اُسے سنوسی فرقے کے جاہل لوگوں کو اپنے دام میں پھانس کر بڑی عزت پیدا کر لی ہے سنوسی لوگ

عہدوں کی آبادی رکھنے والے علاقہ میں بالکل بے کس بے بس ہو کر رہتے ہیں۔
 سنہ ۱۸۶۷ء میں طرابلس الغرب کے علاقے میں سنو سیون کی چالیس خانقاہیں تھیں جو اب
 ساٹھ تک ترقی کر گئی ہیں مگر ان میں اعلیٰ درجے کی صرف تیس یا پینتیس خانقاہیں ہیں
 اور باقی یون ہی سی برائے نام۔

محمد احمد سوڈانی

(۱۸۴۴ء) سوڈان میں محمد احمد نے ہدایت کا دعویٰ کیا شیخ احمد حلان نے فتوحات اسلامیہ
 کی جلد دوم کے صفحہ ۲۴۶ میں لکھا ہے کہ محمد احمد کے دعوے ہدایت کے باب میں اختلاف ہو
 بعض آدمی یہ کہتے ہیں کہ اُس نے درحقیقت دعویٰ کیا تھا کہ میں ہمدی منتظر ہوں اور بعض
 کہتے ہیں کہ ہمدیت کا دعویٰ نہیں کیا تھا بلکہ کہتا تھا میں اُس کے کھڑا ہوا ہوں کہ حق کو
 ظاہر کروں شریعت محمدی کو قائم کروں مصر سے انگریزوں کو نکال دوں اور بہت سے
 آدمی یہ کہتے ہیں کہ محمد احمد نہایت نیک پابند شیعہ آدمی ہے اور بعض اُس کو بُرا کہتے ہیں
 اور اُس کے خلاف باتیں اُس کے لئے ثابت کرتے ہیں کہتے ہیں کہ اُس کے لشکر نے بڑے بڑے
 ظلم کئے اُسکی غرض قتل کرنا اور لوٹ مار ہے جب وہ کردفان اور خرطوم وغیرہ پر فتح پانے لگا
 تو ایک بہت بڑی جماعت مسلمانوں کی ناحق قتل کر ڈالی جن میں علما صلحا اور عورتیں
 بچے تھے بعض کہتے ہیں کہ یہ مظالم اُس کے لشکر کے بعض مفسدون نے کئے محمد احمد کے نہ حکم سے
 ہوئے نہ اُسکی خوشی سے انتہی ایک تقریر عبداللہ خلیفہ ہمدی کی اخبارات میں ہماری
 نظر سے گذری جو اُس نے اپنے لشکر کے سامنے بیان کی تھی اُس میں تصریح ہے اس بات کی
 کہ کلمہ ہمدیت سے مراد اتفاق و نیہ ہے نہ اصطلاحی معنی۔ بہر صورت محمد احمد کی نسبت
 کہا جاتا ہے وہ عرب نہ تھا بلکہ نوبیہ کا اصلی باشندہ تھا اور مقام جبک میں دیا سے نیل کے
 تیسرے آبشار کے قریب سنہ ۱۸۸۷ء میں پیدا ہوا تھا اور بموجب دوسری روایت کے جزیرہ
 مینٹ ارطی میں جو آردہ یا ڈنگولہ کے جدید کے محاذی اور اُسی نام کے ایک صوبہ کا دارالحکومت
 ہے اور دیا سے تقریباً پچاس میل کے فاصلے پر واقع ہے پیدا ہوا تھا جب اس شخص نے

اس امر کا اعلان کیا کہ میں وہی ہمدی ہوں جسکے پیدا ہونے کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
خبر دی ہے اس وقت عمر اسکی چالیس برس کی تھی یہ شخص بچپن سے اپنے مین لکھنم غیب ہونے
کے آثار ظاہر کرتا تھا اور بارہ برس کی عمر میں اسنے قرآن شریف حفظ کر لیا تھا۔

یہ ہمدی لڑکوں کی طرح مشکایہ میں جو سنار کے محاذی میں ایک جزیرہ ہے اپنے چاشنی لادین
کے پاس رہتا تھا اور کشتی بنانے کا کام سیکھتا تھا ایک دن اسکے چچانے اسے خوب ملا اور
وہ بھاگ کر خرطوم کو چلا گیا اور درویشوں کے مدرسے میں داخل ہوا اس مدرسے میں ایک
عالم تھا درویشوں کا پیشوا شمار کیا جاتا تھا یہ مدرسہ ہوتا لی نام قریہ میں قریب شہر کے جلدی
تھا اس مدرسے میں محمد احمد نے عرصے تک رہ کر دینی تعلیم پائی مگر دنیاوی معاملات نوشت و خواندہ
میں اسنے کوئی ترقی معقول حاصل نہ کی بعد اسکے وہ یہاں سے بربر کو گیا اور وہاں پہونچ کر
ایک دوسرے مدرسے میں داخل ہوا یہ مدرسہ شیخ غوبوس کے اہتمام میں تھا اور مثل مدرسے
اول الذکر کے ایک مزار کے متعلق تھا اس مدرسے میں داخل ہونے سے اسکی غرض یہ تھی
کہ علوم مذہبی کی تکمیل حاصل کرے بعد اسکے وہ اردوب کو جو کانا کے جوہ میں واقع ہے
گیا اور شیخ نور الدین کامرید ہوا اور شیخ نے اسے درویش کا لقب عطا کیا۔

بعض کہتے ہیں کہ محمد احمد نے کسی قدر تحصیل علم کے بعد سمائیہ کے طریقے کے درویشان کا
حلقہ پسند کیا اور اس میں شامل ہوا مگر چونکہ محمد احمد کا پیر اس بات کو دیکھتا تھا کہ اسکایہ
مرید ہمدیت کے دعوے کی بہت تائید کیا کرتا ہے اسلئے وہ اس سے ناخوش ہو گیا اور پیر مرید
کے مابین ناچاقی اسقدر بڑھی کہ محمد احمد نے جو وقت اپنے ہمدی ہونے کی اشاعت پر زور
دینا چاہا تو شیخ نے ایک فرمان اپنے مریدوں کے نام اس مضمون کا صادر کر دیا کہ اسنے
محمد احمد کو خلافت کے منصب سے معزول کر دیا ہے اور اسے اپنے طریقے سے بھی خارج
کر دیا ہے چونکہ وہ بھوٹے وعادی کا بہت دلدادہ اور نہایت بد نفس شخص ہے اب محمد احمد کو
کبھی دوسری مناسب جگہ کی تلاش ہوئی تاکہ وہاں رہ کر اپنا کام شروع کرے وہ
سوڈان ہی کے ایک اور مشہور پیر طریقت شیخ قرشی کے پاس پہونچا جس نے محمد احمد کو
سلک طریقت میں منسلک کر کے اسے خلافت کی اجازت عطا کی لوگ تو اس بات کو زور

دیکر بیان کرتے ہیں کہ شیخ قرشی ہی نے محمد احمد کے دعوے ہمدیت کا راستہ خنس و خاشاک سے پاک کیا کیونکہ وہ اسکا ذکر ہمیشہ بہت ہی اچھے الفاظ میں کیا کرتا تھا اور کتا تھا کہ مجھے یہ امور کشف اور غیب دانی کے وسیلے سے معلوم ہوتے ہیں پھر اس نے محمد احمد کو ملک سوڈان میں سماعت کرنے اور عام لوگوں کے دل ٹٹول کر انہیں اپنا اثر ڈالنے کی ہدایت کی تاکہ وہ اسے اظہار دعوے کے وقت اپنی مدد و اعانت کرنے کے پیمانے رکھے محمد احمد کی ضلع کردفان کے باشندوں کی جانب سے جنکے دل حکومت کی طرف سے غم و غصہ سے بھرے ہوئے تھے اسقدر آؤ بھگت ہوئی کہ اسکی اُمیدین آئندہ کے لئے بید قوی ہو گئیں محمد احمد اپنے سفر سے واپس آیا تو اسے شیخ کی وفات کی خبر ملے ہی میں ملی معلوم ہوا کہ شیخ کوئی وصیت نامہ چھوڑ گیا ہے جس میں درج ہے کہ ہمدی موعود کا وقت آپہنچا اور جو شخص میری قبر پر قریب بنوائے گا اور میرے بچوں کے ختنے کرائے گا وہ امام ہمدی ہی ہو گا محمد احمد نے شیخ کی وصیت پوری کر دی اور پھر وہ باضابطہ ہمدی بن گیا۔

اور ایک روایت محمد احمد کی نسبت لوگ یوں بیان کرتے ہیں کہ اُسکے باپ کا نام عبداللہ اور مان کا نام آمنہ تھا اور اُسکا باپ کشتی بناتا تھا جب عبداللہ مر گیا تو ہمدی کے بڑے بھائیوں نے جو نیل ابیض پر کشتی سازی کا کام کرتے تھے یہ خیال کر کے کہ محمد احمد میں وہ تحصیل علم کا زیادہ ہے اُسے تعلیم کے لئے ملا عبدالرحیم اور الغوجی کے سپرد کیا جو قریب خرطوم کے رہتے تھے اُس مدرسوں کی تعلیم جہاں محمد احمد نے تربیت پائی مخصوص و محدود نواخت و خواند و حفظ آیات قرآنی پر تا حد امکان تھی اور ان میں جو لوگ عالم ہوتے وہ قرآن مجید کی تفسیر بھی کرتے اس تعلیم میں علاوہ تعلیم مذہب کے فقہ اسلامی کی بھی تعلیم ہوتی تھی اور ان داغظون کی ہر درجہ کے لوگوں میں جن میں وہ دغظا کتے تھے بہت وقعت ہو ا کرتی تھی اقلًا اس ایک صفت کا ہونا تو ان درویشوں میں اشد ضروری ہے کہ وہ چند آیات قرآنی جھلی پر لکھ سکیں جسے لوگ بطور تعویذ پھینک سکیں وہ سے ہر قسم کی بیماری اور نذر اور گولی کے زخم سے محفوظ رہیں اور عورتیں بھی اُسکے پہننے والوں پر فریفتہ ہو جائیں اور اُس تعویذ کا اثر تقوے و پرہیزگاری پر غصہ تھا اور فویا والوں کا تو یہ بھی عقیدہ ہے کہ ایک درویش کا مل کا تھا اور ابر پر بھی

اختیار ہے چنانچہ ایسے عقیدے والے کسی طرح درویشوں کی مخالفت نہیں کرتے اور ان کی قدر تھامے مخفیہ سے بہت ترسان رہتے ہیں اور یہ درویش بھی شرابخواری اور حقہ کشی سے قطعاً پرہیز کرتے ہیں اور اکثر اوقات اپنی تلاوت قرآن شریف و تفسیر میں مصروف رہتے ہیں الغرض جب محمد احمد کو لقب درویشی حاصل ہو گیا تو اُسکے بعد اُسے جاے سکونت اپنی جزیرہ تنجا کو جو خرطوم سے شمالی جانب نیل ابیض پر واقع ہے قرار دیا اور زمین میں ایک غار کھود کر اُس میں اس غرض سے رہنے کا عادی ہوا کہ گھنٹوں تک وہاں بیٹھ کر ایک اسم کا ورد کرے چنانچہ بشمول صوم و صلوة کے خوشبو جلا کر ایک اسم کا ورد کرتا تھا لوگ بیان کرتے ہیں کہ پندرہ سال پورے اُسے اسی شغل میں گزارے محمد احمد کی نیک نامی بوجہ اُسکے تقدس و اتقا کے دور تک پھیل گئی اور ایک شخص بالدار بنکر بہت سے مرید اپنے گرد جمع کر لئے اور بہت سی عورتوں کو اپنے نکاح میں لایا نکاح کی غرض سے عورتوں کا انتخاب بہت احتیاط سے کرتا تھا یعنی بغارا کے شیخون میں بڑے بڑے صاحب رعب و داب شیخون کی لڑکیوں سے عقد کرتا تھا بخیاں اسنے کہ چار سے زیادہ تعداد ازواج کی جیسا کہ قرآن میں حکم ہے نہو جائے اُسکی عادت تھی کہ عورتوں کو طلاق دیدیتا تھا اور پھر مطابق اپنے خیال کے دوسری عورتوں سے نکاح کر لیتا تھا غرض کہ رفتہ رفتہ اُسے بوجہ اپنے تقدس و دواع کے بڑی نیک نامی حاصل کی اور بہت سے لوگ اسی قسم کے متعصب اُسکے پیرو اور مرید ہو گئے حاکم نشودا نے جس کے تحت بین مقام عبابھی تھا محمد احمد سے ایک غیر معمولی ٹیکس کا مطالبہ کیا اُسے اُس ٹیکس کے دینے سے انکار کیا اسپر حاکم نے کہلا بھیجا کہ اگر تم ٹیکس کو نہ ادا کرو گے تو میں تمکو گردن و گلابستہ نشودا بین پکڑا دوں گا اور ایسے سپاہی مقرر کروں گا جو اُس جزیرے سے تمھاری اس تهدید و تحریف کا دفعہ کر دینگے غرض کہ جسوقت وہ سپاہی حاکم نے وہاں مقرر کئے وہ سب قتل ہو گئے اور یہ خبر دور تک پھیل کر بڑے فساد کا باعث ہوئی محمد احمد نے اپنے موقع وقت پر کاٹ کر کہ اصل مہدی کا نہ تو یہ مولیٰ صدی میں ہونے والا ہے یہ ٹھہرایا کہ اس موقع کو ہاتھ سے نہ دو اور اس جیلے کو پیش کر دو جسے باعتبار حالت موجودہ سوڈان کے لوگ بہت اچھی طرح تسلیم کر لینگے چنانچہ ماہ مئی ۱۸۸۵ء میں اپنے بھائی بندر ویشون کو اُسے یہ لکھا شروع کیا کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے جس

ہمدی موعود کی نسبت پیشین گوئیوں کی تھیں وہ مجھ ہی سے مراد تھی اور وہ مین ہی ہوں
 اور مجھ ہی کو خداوند عالم کی طرف سے یہ منصب عطا ہوا کہ اسلام کی اصلاح کروں اور تمام
 عالم کو عدل و داد سے بھر دوں اور تمام عالم میں ایک ہی شرع اور ایک ہی مذہب و ایک ہی
 بیت المال قائم کروں اور کوئی شخص عام اُس سے کہ وہ نصاریٰ ہو یا مسلمان یا بت پرست
 مجھ پر یقین نہ لائے اُسے فنا کروں ماہ رمضان میں اُسے عام طور سے اپنے مذہب کا اظہار مقام
 ایبہ میں جو قریہ عبا کے قریب تھا کیا ہمدی کا قول تھا کہ تم موت کو ایسا ہی چاہتے ہیں
 جیسا کہ تم زندگی کو موت ہو کر زندگی سے زیادہ پیاری ہے اور سب سے زیادہ عزیز
 ہم کو موت ہے ہمدی کے ان الفاظ میں کچھ ایسا برقی اثر تھا کہ کچھ دنوں میں ہزاروں آدمی
 اُس کے جھڈے کے نیچے جمع ہو گئے ماہ جولائی میں روفت پاشا گورنر سوڈان کو خرطوم میں
 ہمدی کے مضمون خط کی اطلاع مونی چنانچہ شروع السبت میں اُسے ایک قبیلہ ابو سعید نامی
 کو بایں حکم روانہ کیا کہ محمد احمد کو خرطوم میں لے آئے ابو سعید نے مقام عبا میں پہونچ کر ہمدی
 کو بہت ہی پایہ برتر پر پایا ابو سعید کے سوال پر کہ آپ کی غرض ان کارروائیوں سے کیا ہے
 ہمدی نے جواب دیا کہ میں خداوند عالم کی جانب سے ہمدی موعود ہوں ابو سعید نے کہا
 کہ اس ملک کا حکمران بھی مثل آپ ہی کے مسلمان ہے جس کا جواب ہمدی نے یہ دیا کہ نہیں
 ہرگز ایسا نہیں ہے اس لئے کہ حکمران نے کرشانون کو جاز کیا ہے کہ وہ گرجے اپنے اس ملک
 میں قائم کریں اور امن میں رہیں علاوہ اسکے اُن کرشانون نے ٹیکس بھی وصول کیے
 ہیں ابو سعید کی اس نصیحت پر کہ آپ گورنمنٹ مصر سے مخالفت نہ کریں اپنے آپ کو گورنمنٹ
 مصر کے حوالے کر دیں قبل اسکے کہ بے معین و مددگار ہو کر تاب نہاومت فوج سرکاری اور
 بدوق و توپ و جہاز جنگی دھانی کی نہ لاسکیں ہمدی نے نہایت بہادرانہ طور سے یہ
 جواب دیا کہ اگر فوج مصری مجھ یا میرے مریدوں کو گولیاں مار لگی تو اُس سے کسی کو ضرر
 نہ پہونچے گا اور جو جہاز جنگی ہمارے مقابلے کو آئینگے سب کے سب ڈوب جائیں گے غرض کہ
 ابو سعید نا کامیاب خرطوم کو واپس آیا روفت پاشا نے ہمدی کی سزا کے لئے تین سو
 سپاہی دو توپ ایک دھانی جہاز کے ذریعہ سے بھیجے۔ ۱۱۔ اکت کو یہ فوج قریہ عبا سے تھوڑے

خاصے پر اتری ہمدی کے مقابلے میں ایک سو تیس سپاہی مع افسر کے مقتول ہوئے باقی
 سپاہیوں نے اپنے ہتھیار ڈال دیے اور بھاگ گئے اُسوقت وہ جنگی جہاز بھی قریہ کے پہلو میں
 پہنچ گیا تھا چنانچہ افسر تو پھانڈ کو حکم دیا گیا کہ وہ ہمدی پر گولہ اندازی کرے اس لئے کہ
 اس مقام سے ہمدی چند گزوں کے فاصلے پر سوار نظر آ رہا تھا مگر وہ شخص ہمدی کی مقدس
 صورت دیکھ کر گھبرا گیا اور پہلے تو غدر کیا کہ گولہ بارود نہیں ملتا بعد اسکے بارہوائی گولے
 اڑانے لگا ہمدی بے تکلف و بے آرام تمام سوار ہو کر چلنا ہوا باقی ماندہ فوج جان بچا کر
 خرطوم میں واپس پہنچی اس سرکاری فوج کی شکست کا یہ نتیجہ ہوا کہ ہمدی کے مرید اور بڑے
 اور شہر خرطوم میں ایک قسم کا تردد پیدا ہو گیا۔ پھر شدید بے حاکم فساد چار سو قوادان
 سپاہی اور ایک ہزار حبشیان شیلوک کو ہمراہ لیکر ہمدی کے مقابلے پر روانہ ہوا۔ وہمب کو لڑائی
 ہوئی اور یہ بھی بنار ادا لون کے غضبناک نیزوں سے چھد گئے جو ہمدی کی اعانت کو جمع ہوئے تھے
 بعد اسکے بہت سی سینگٹن بند و قین اور مصاحہ جنگ درویشوں کے ہاتھ آیا اور اُسوقت
 بناوات چاروں طرف کی ہوا میں پھیل گئی اور درویش شیعہ عرب کے ہاں جانے اور جاوے کے لئے
 وعظ کرتے پھرتے تھے اور معتبرے قبیلے نیل ایض و اسود کے اُسوقت برسر شورش تھے
 شروع ستمبر ۱۸۸۷ء میں ہمدی ساٹھ ہزار ہمراہیوں کی جماعت سے جن میں خاص کر قبیلہ
 بنار اور حسیہ کے لوگ بکثرت تھے العبد کے مقابل جو صوبہ کرد فان کا صدر مقام ہے پہنچا
 اور ۱۹ جنوری ۱۸۸۷ء کو العبد پر ہمدی کا قبضہ ہو گیا اور وہ بڑی شان و شکوہ سے شہر
 میں داخل ہوا تمام مصری سپاہی اور افسر اور اہلکار اس کے مطیع ہو گئے شہر کے کل عیسائی
 تاجرون نے اسلام قبول کیا مگر رومن کیتھولک کے پادریوں نے تبدیل مذہب سے انکار
 کیا اسلئے وہ لوگ قید سخت میں رکھے گئے اس زمانے میں ہمدی کرد فان کا مالک ہو گیا اب تک
 درویش لوگ صرف نیرہ و شمشیر سے لڑتے تھے اُنکا یہ مقولہ تھا کہ یہ آتشیں حربے کفار کے ہیں
 لیکن آخر کار جب مصری گروہ کے گروہ ہمدی سے جا ملے تو انکے پاس سینگٹن ریفیل بکثرت
 تھے اور اب وہ لوگ اُن بند و قون کو نفرت کی نگاہ سے نہ دیکھتے تھے مصری سپاہی ہمدی کے
 مقابلے میں بے سود تھے اسلئے کہ وہ لوگ جنگ پر کسی طرح راغب نہیں ہو سکتے تھے اور افسران

فوج جو کھلے کھلے جانے سے انکار کر سکتے تھے سوڈان کا جانا سنکر روتے تھے عثمان وقتہ
 جو ایک ٹرکی سوداگر کا پوتا تھا جو برہہ فروش بھی تھا وہ اور کچھ بھائی احمد علی بن ہمدی کا
 شریک ہو گیا ہمدی نے اُسے مشرقی سوڈان میں اپنی طرف سے امیر مقرر کروا دیا بیکر ہاشاکو
 جس کے ساتھ ۷۰۰ فوج تھی عثمان وقتہ نے ۱۲۰۰ درویشوں کے ساتھ الطیب کے قریب ٹنکٹ فاش
 وی مصری فوج ایک وحشیانہ طور سے ماری گئی ۴۴ کرب توپین پانچ لاکھ کارتوس اور تین ہزار
 ہندو تین عثمان کے ہاتھ لگیں چونکہ گورنمنٹ مصر میں بغاوت کے دفع کرنے کی قوت نہ تھی اسلئے
 یہ تجویز کی کہ سوڈان کے مختلف حصوں سے فوج واپس کر لی جائے حفاظت مصر کے لئے دریا سے
 میل پر خرطوم تک قبضہ رکھنا چاہئے اور بحر احمر سے مشرقی سوڈان کا حصہ گورنمنٹ اٹلی کے
 سپروکروین انگریزوں نے اس رائے سے رضامندی ظاہر کی اور یہ بات تجویز ہوئی کہ ایک انگریزی
 افسر اعلیٰ باختیارات کامل خرطوم کو اس غرض سے روانہ کیا جائے کہ وہ فوج سوڈان سے
 واپس نہجئے اور حتی الامکان آئندہ کے لئے وہاں عمدہ انتظام بقائے حکومت و ملک کے
 لئے کرے اور جنرل گارڈن اس کام پر بحیثیت اعلیٰ کمشنر برٹش گورنمنٹ کے اور خدیو مصر کی
 طرف سے گورنر جنرل سوڈان مقرر ہو کر روانہ ہوا ۱۹ فروری ۱۸۸۵ء کو گارڈن نے بربرین
 پہونچ کر ایک اشتہار آزادی سوڈان کا جاری کیا اور نصف محصول بھی معاف کر دیا اور علی العموم
 لوگوں کے تصور بخشدئے بلکہ یہاں تک کیا کہ باشندگان سوڈان کو یہ امتیاز دیا کہ وہ لونڈی
 اور غلام رکھیں اور اسی اشتہار کے ذریعہ سے ہمدی کو سلطان دارفور مقرر کیا اور کچھ تحفے بھی
 اُسے بھیجے مگر ہمدی نے انکار کیا اور گارڈن سے مسلمان ہونے کی درخواست کی اور ہمدی
 نے گارڈن کے لئے ایک لباس درویشی کہ ایک پیوند لگا ہوا کتیف پیراہن تھا بطور تحفے کے
 بھیج دیا گارڈن نے واپس کر دیا تو ہمدی نے بھی وہ تحفے جو گارڈن نے اُسے بھیجے تھے
 واپس کر دئے ہمدی کی فوج نے مئی ۱۸۸۵ء میں بربر کو فتح کر لیا قاہرہ کو جو تار کا سلسلہ تھا
 وہ کاٹ ڈالا اور آئندہ جنرل گارڈن اور اُن کی فوج کے حالات پر پردہ ڈھک گیا اور وہ
 خرطوم میں گھر گیا اور اسکا وہاں سے واپس چلا آنا مشکل ہو گیا ہمدی کے ساتھ عیسائی
 قیدی لباس درویشی میں فوجی خدمات پر مامور تھے اور ہمدی کے سرداروں سے

اور شہر خرطوم والوں سے صلاح اور مشورے ہونے لگے شیخ الاسلام اور قاضی اور مفتی وغیرہ
 اشخاص اس صلاح و مشورہ میں شریک تھے مگر بوجہ اشتعال بغاوت ان لوگوں کا
 سنا وہی میں مبادرت نہ ہو سکتی تھی ہمدی ۲۶ جنوری ۱۹۵۵ء کی شب کو خرطوم فتح کر لیا
 شہر کے ہواؤں کھل گئے اور ایک سخت قتل عام شروع ہوا جنرل گارڈن بھی مارا گیا اور جسکے
 انگریز پشمول پوٹانوں کے جو صلاح خانہ پر متعین تھے اور اکثر معزز لوگ قتل ہوئے سفیر اسٹریا
 بھی مارا گیا اور سفیر یونان اور ایک ڈاکٹر قتل سے بچکر قید ہوا عورتوں اور بچوں کے شہرے
 اور روپے زور اور جواہرات چھین لئے گئے اور قبیلہ بشارین کے سوداگروں کے ہاتھ مثل
 لونڈی غلاموں کے فروخت کر دئے گئے انگریزی اور مصری اور سرکیشیا کی سفید رنگ عورتیں
 اور حبشی عورتیں سب کی سب فروخت کر ڈالی گئیں اور ان کے شوہر اور آدے اٹکے سامنے
 قتل کر ڈالے گئے دوپہر تک یہ جنگ اور قتل عام جاری رہا دوپہر کے بعد ٹوٹ کے لئے جھگڑا
 اور فساد شروع ہوا اور نماز مغرب تک بجز کونے اور بدو عاون کے اور کچھ نہ سنائی دیتا تھا۔ مؤذن
 نے اذان دی اور نہ کوئی نماز مسجد میں ادا کی گئی۔

ہمدی نے اپنے تابعین سے یہی تاکید کر رکھی تھی کہ وہ خاکساری اور عاجزی سے بسر کریں اور
 بالکل مارکے نیارہیں کسی قسم کی جا بجا اپنے پاس نہ رکھیں اور اپنی فقیرانہ بزرگی قائم رکھنے
 کے لئے چھڑوں کے سے ہوئے کپڑے پہنیں اور پیوند لگائیں لیکن ٹوٹ مار کے بعد روایتی
 یہ حالت بگڑ گئی اور انکے مذہبی خیالات کو بھی زوال ہونے لگا اور چھڑوں کے لباس کے
 بدلے اب انھوں نے صاف ستھرے اور صنعت کے کاموں کے پڑتھکن کپڑے پہننا شروع
 کئے اور سفید کپڑوں کے اوپر رنگین دھبیاں لگانے لگے اور فلسی اور ترک دنیا کی علامتیں باقی
 نہیں رہیں پہلے جو سچی دیانت کے ساتھ متعصبانہ مذہبی جوش پایا جاتا تھا اس کے بدلے
 اب دنیا داری کی باتیں زیادہ پائی جانے لگیں درویشوں نے اس خیال سے سوڈان
 کی تمام جامع مسجدیں توڑ ڈالیں کہ وہ مال مضروبے تیار ہوئی بہن وفات سے قبل ہمدی
 کے اقتدار اور سطوت میں بہت کچھ ضعف بسبب قحط اور جنگ کے آگیا تھا۔

ماہ مارچ ۱۹۵۵ء میں مولوی حسن علی مخالف ہمدی نہایت تنگ اور خشم سے

العبیدہ میں داخل ہوا گھوڑے پر سوار اور ایک برہنہ خمشیہ ہاتھ میں لئے ہوئے کتاب جاتا تھا کہ یہ
 بلخوار محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمدی کے قتل کرنے اور کافروں کے مصرے نکالنے کو عطا
 فرمائی ہے اور چند روز کے بعد اس مولوی کے مقلدین نے پیروان ہمدی کو ایک سخت
 شکست دی اور اُسکے سرداروں کو قتل کر ڈالا ہمدی نے چھ ہزار آدمیوں کے ساتھ مقام
 اتم درمان میں اپنا ہیڈ کوارٹر قائم کیا اور یہاں وہ سفید کرتہ و پانچامہ پہنے رہتا تھا اور صبح کا
 عصا اپنے پاس رکھتا تھا اور مصر پر حملہ کرنے کے لئے فوج جمع کرتا تھا کہ ۱۹ جون ۱۸۸۵ء کو
 عارضہ چچک میں مبتلا ہوا مرتے وقت اپنے پاس اپنے بھتیجے عبداللہ تعاشی کو کہ چار ظفا
 میں سے ہے مجھے کے اندر بلایا اور اپنی تلوار اُسے دی اور اپنا جانشین اُسے مقرر کیا
 دوسرے روز ہمدی کی حالت خراب ہو گئی اور اپنے اعزہ و اقربا کو الوداع کہا اور یہ وصیت
 کی کہ اگر یزوں سے سلسلہ جنگ برابر جاری رکھنا اُسی روز پانچ بجے قریب شام اُس کا
 انتقال ہو گیا اور فوراً ہی دفن کر دیا گیا اور جس خیمے میں وہ تھا جلا دیا گیا تعاشی دعوی دار
 اپنی جانشینی کا ہوا لیکن عام لوگوں نے اُسکی اطاعت تسلیم نہ کی اور سخت نزاع واقع
 ہوئی ہمدی کے دفن ہونے کے بعد عبداللہ اتم درمان سے ہمدی کی فوج اور خزانہ جسے
 اُسے فراہم کیا تھا چھوڑ کر خرطوم چلا گیا اور محل شاہی میں قیام پذیر ہوا اور فوج جو
 اتم درمان میں تھی اُسے ہمدی کا خزانہ دینے سے انکار کیا اور وجہ انکار یہ بیان کی کہ میں نے
 یہ چاہا کہ یہ لوگ کافروں سے متصل جنگ کریں مگر یہ لوگ نہ گئے کچھ دنوں کے بعد قبیلہ بغارا
 اور شہر والوں میں ایک ہنگامہ واقع ہوا اور کسی قدر فوج بھی اُن کی مدد کو آئی عبداللہ
 یہ قصد کر کے کہ اس ہنگامے میں چلکر امن قائم کیجئے قرآن ہاتھ میں لئے ہوئے آیا مگر اُسکی
 کٹنی میں ایک تلوار لگی اور قریب المرگ ہو گیا اسی حالت میں لوگ اُسے محل میں اُٹھالائے
 الغرض پیروان عبداللہ نے اپنے مخالفین کو پکارتے ہوئے اس وقت خلیفہ کی سلطنت چار میل تک
 بحر قلزم کے کنارے پر پھیلی ہوئی تھی اور اندرون ملک میں اُسکا علاقہ نیل اور سرحد
 حبش تک پہنچ گیا تھا اور مغرب کی طرف سہارا حد فاصل تھا یعنی ایک ہزار میل سے
 زیادہ داوی نیل مصر کے قبضے سے نکل گیا۔

۱۸۹۸ء میں انگلستان کے حکم سے جنرل کچرام درمان پر حملہ کرنے کے لئے ۲۷ ہزار انگلش
مصری فوج لیکر مقام آگان میں داخل ہوا جو ام درمان سے آٹھ میل ہے اور گنبوٹون نے
ام درمان تک گرداوری کر کے تمام بیرونی قلعوں کو گولوں سے مسار کر دیا اور
پیسے سے پھر کو خاص ام درمان پر گولہ اندازی ہوئی جس مقبرے بن محمد احمد ہدی کی قبر
تھی اُس کا گنبد اڑ گیا شام کو یہ گنبوٹ آگان کو واپس لے کر ویشون نے اُس دن
مقابلہ نہیں کیا لیکن جمعہ کے دن علی الصباح خلیفہ کی تمام فوج جسکی تعداد پچھنچا ۳۵ ہزار
تھی ام درمان سے باہر نکلی اُس فوج کی کمان خلیفہ بذات خود کرتا تھا اور نہایت آماوگی
سے حملہ کیا گیا اور کوشش کی کہ دونوں جانب سے انگلش مصری فوج کو گھیر لیں ہر چند
کہ انگلش مصری فوج کی توپوں اور بندو قوں سے باڑھیں چلتی تھیں اور ہزار ہا درویش
کاہ کی طرح کٹ کٹ کر گر رہے تھے لیکن سخت جنگ کے بعد انکو زک ملی اور بڑی غونجی
کے ساتھ پسا کئے گئے اور دوپہر تک بالکل منتشر ہو گئے دہبے سردار کچر خلیفہ کا خاص
سیاہ نشان چھین کرام درمان کی جانب روانہ ہوا اور اڑھائی بجے اُسپر قبضہ کر لیا اور
درویش کردفان کی طرف بھاگ گئے خلیفہ اور اُسکے ہمراہی کہ ایک سو تیس آدمی تھے
تمام تیز رفتار سائڈ نیو پیر سوار تھے خلیفہ کی فوج جو بھاگ نہ سکی اُسے سردار کے سامنے
ہتیار رکھ دیے درویشوں کے مقتولوں کی تعداد کا تخمینہ دس ہزار آٹھ سو ہے اور
سولہ ہزار زخمی ہوئے اور تین ہزار سے چار ہزار تک قید کئے گئے زخمی درویشوں کو موضع
والون نے لوٹنے کی غرض سے قتل کیا اور لشکر پون نے بھی ایسی لوٹ مار شروع کی
سوڈانیوں نے صد ہا آدمیوں کو قتل کیا جو راستے میں ملے اور جو درویش پڑے ہوئے
ملے اُنکے گولی مار دی گئی یا سنگین سے ہلاک کئے گئے۔

جسوقت انگریزی فوج نے اخیر درویشوں کے حملے کو زک دی اور ام درمان پر بڑھ رہی تھی
تو سڑکوں پر بہت سے پناہ گزین مع عورتوں اور بچوں کے اپنے اونٹوں اور گدھوں
اور خچروں کو جنہر مال لدا ہوا تھا کھینچے لیے جاتے تھے یہ سب خوف زدہ بھاگے جاتے تھے
یہاں تک کہ گنبوٹون کے گولہ اندازوں کو اُنپر گولہ اندازی کا حکم دیا اور نہایت غصہناک

گولہ اندازی کی گئی اور آپر میکسم توپوں سے بھی گولہ باری کی گئی صد ہا لاکھ ہزار ہا ماہیہ گئے اور سردار کی خاص جازت سے ہمدی کا مزار کھودا گیا لاش جو معمولی طور پر حوط کی ہوئی تھی جیر پھاڑ کر بڑیاں وغیرہ نیل بین بھینکی گئیں سر اور بعض حصے کسی میڈیکل کالج کی نذر کرنے کے واسطے رکھے گئے قبر میں بارود بھر کر اسکو اوڑا دیا گیا مسٹر نیل نے اپنی کتاب جنگ خرطوم میں لکھا ہے کہ محمد احمد کی ہمدیت کی تمام حقیقت کو بالکل متا دینے کی غرض سے یہ بات کی گئی مگر عام لوگ لاش کو دیکھ کر اسکا یقین نہیں کرتے تھے کیونکہ ان میں مشہور تھا کہ ہمدی آسمان پر چلا گیا ہے اور کچھ عرصے کے بعد واپس آئیگا اگست ۱۹۹۹ء میں انگریزی فوج کے ایک افسر نے شوکانا گانوں میں جا کر ہمدی کے چوتھے خلیفہ محمد شریف اور ہمدی کے دونوں بیٹوں کو بعد جنگ و جدل کے گرفتار کر لیا اور ویش اس معرکہ میں قتل ہوئے پھر ان تینوں قیدیوں کے بھی گولی مار دی گئی اور لاشیں ہمدی میں بہادی گئیں اور وہ گانوں بالکل جلا دیا گیا اور ساٹھ آدمی اتباع و اشباع ہمدی اسیر کئے گئے۔

ماہ نومبر ۱۹۹۹ء میں دشت کردان کی ایک جگہ میں عبداللہ تعاشی پر کرنیل وگلیٹ نے دھاوا کیا جس میں تعاشی مارا گیا اس لڑائی میں نو ہزار آدمیوں نے اطاعت قبول کی جن میں خلیفہ کے نامی سردار اور امیر شامل تھے یہ سب گرفتار ہو گئے اور بے بسے لوگ مقتول ہوئے۔ عثمان دقنہ جس کی عمر تشر سال کی تھی نوح نو کو واقع شرقی سوڈان کے جنگلوں میں بھٹکتا پھرتا تھا ایک عرب شیخ کی غڈاری سے چند مصری سواروں کے ہاتھ اسیر ہو گیا۔

محمد الامین

(۲۴) محمد الامین نامی ایک شخص نے ضلع کردان کے حصہ جنوبی کوہستان مگالا میں یہ مشہور کیا کہ میں ہمدی موعود ہوں یہ خبر سنکر کرنیل ماہن جو سوڈان کا ڈپٹی گورنر جنرل ہے فی الفور خرطوم سے ۳۰۰ سواروں کو طلب کر کے ایک دغانی جہاز کے ذریعہ سے نیل سفید کی جانب روانہ ہوا ساتھ ہی اسکے العبید کو جو پایہ تخت

کونان کا ہے یہ حکم بھیجا کہ دو سو سپاہ پیدل مع دو یکسرم توپوں کے میرے رسالے کے ساتھ
 بمقام لنگا آئے یہ پیدل سپاہی اور توپین دو سو میل کی مسافت طے کرتے ہوئے مقام
 فاجیشو کے کنارے فروکش ہوئے اور جنوبی مغربی سڑک پر لنگا لاکھ کی طرف کوچ کرنے لگے
 اور ایک صحرائے لن ودق کے درمیان سے دو سو میل کی راہ طے کرتے ہوئے آگے
 بڑھے اور کرنیل ماہن رود سے خشکی پر آتے پانچ دن کے بعد یہ خبر معلوم ہوئی کہ فلاں
 قریبے میں وہ ہمدی موجود ہے کرنیل نے اُس فوج کے ساتھ تمام شب و صاوا کر کے
 نور کے تڑکے اُس قریبے کو گھیر لیا ہمدی کے طرفداروں نے بے تکی گولیاں چلائیں آفرش
 ہمدی نے یہ بات سمجھ لی کہ اپنا اپنا محال ہے اسلئے اُس نے اطاعت اختیار کی کرنیل نے
 مقامی شیخوں کو لئے ہوئے اُس قریبے کی طرف پیش قدمی کی ہمدی باہر نکل آیا اور اپنے زمین
 سپرد کیا اُسکے بشرے اور قیائے سے ثابت ہوا کہ وہ بہت ذکی اور ہوشیار آدمی ہے
 اور یہ معلوم ہوا کہ وہ دوبار حج کے لئے مکہ معظمہ گیا تھا اور حال ہی میں اسکا وہاں سے
 مراجعت کرنا ہوا اُسکی عمر بہ سال کی تھی اور ٹوٹن سکا وطن تھا یہ بھی معلوم ہوا کہ اسنے
 بہت سے آدمیوں کو جمع کیا تھا لیکن اسکے گرفتار ہونے کے ایک دن آگے ہی اسکے
 اکثر رفیق بھاگ گئے اُنکو اس بات کے تحقیق کرنے کا موقع نہ ملا کہ آیا محمد الابین ہجادی
 موجود ہے یا دھوکا باز اور مکار ہے اسنے اپنے منصوبوں کی تعمیل نہایت جستی اور
 چالاکی سے کی اگر اسکو ایک مینہ کی مہلت حاصل ہوتی اور حکام سوڈان سہل نکاری
 اور بے پروائی اختیار کرتے تو ملک کردفان کے جنوب کی طرف تمام لوگ اغلباً اسکے
 ۳۱ بعد رہ جاتے سوڈان کے اکثر شیوخ کے خطوط ملے جو اس ہمدی کے حالات کی
 تحقیقات کے باب میں بہن اسنے وہی طریق اختیار کیا تھا جو پہلے ہمدی کا طریق تھا
 اور اُسکی پیروی اختیار کئے ہوئے عمل کر رہا تھا اگر زمانہ اسکو فرصت دیتا تو تھوڑے سے
 عرصے کے اندر اسکی قوت و طاقت بہت ترقی کر جاتی لیکن یہ بات خدا کو منظور نہ تھی
 کرنیل ماہن نے اُسکو قید کر کے نہایت حفاظت کے ساتھ عبسید کو روانہ کیا
 اور اُسپر بغاوت کا الزام لگایا گیا اور اُسکو پچاسی دی گئی اُسکا لباس سوڈان

کے ہمدیوں کے لباس کی طرح نہ تھا وہ اور اُس کے رفیق اپنے منہ پر نقاب ڈالے ہوئے
 رہتے تھے ہمدی کا لباس اکثر ریشمی کپڑوں کا ہوتا تھا جیسا کہ مکہ کے رہنے والے
 پہنتے ہیں اس شخص کے خاص خاص رفیق بھی اسیر کر کے العبد کو روانہ کئے گئے
 مکہ لاکے شمالی مشرقی سمت کے باشندے ہمدی کے تابع دار ہو گئے تھے انھیں یقین
 ہو گیا تھا کہ یہ سچا ہمدی موعود ہے انہیں سے چند شخص قید بھی کئے گئے ہمدی کے
 تابع داروں نے گھاس کو زہر آلود کیا تھا اس کے اثر سے بہت سے گھوڑے ہلاک ہوئے۔

محمد

(۳۵) فاس علاقہ مغربہ قضی میں ایک شخص نے جس کا نام محمد ہے ہمدی موعود ہونے کا
 دعویٰ کیا ہے بہت سے قبیلے اُس کے تابع ہو گئے ہیں چنانچہ قبائل غیاثہ - تسول -
 یرانس - ہوارہ - بنی دارین - کناسہ اور صہنا جہ - اس سے بہت کچھ
 عقیدت رکھتے ہیں اور اس کی صداقت پر ایمان لائے ہیں اور اس کے تابعین اس کو سیدنا
 کر کے بولتے ہیں جیسا کہ انکی اصطلاح میں بادشاہ وقت کو بولا جاتا ہے جبہ ان
 قبائل کو جو اس کے تابع ہیں بلانا چاہتا ہے تو اپنے مکان کے قریب ایک بلند پہاڑ پر
 آگ روشن کرتا ہے جسے دیکھتے ہی وہ سارے دوڑے چلے آتے ہیں ان قبائل کے سوا
 اور بھی بہت سے لوگ اس کے تابع ہو گئے ہیں اور ہوتے جاتے ہیں کاخضر نے سنہ ۱۰۰۰
 کے آخری سال کے اپنے ایک پرچے میں اس کا حلیہ اس طرح بیان کیا جو جسم و بلا پتلا
 قد متوسط رنگ گورامائل بگندمی داڑھی چھوٹی ہے جس میں چند بال سفید بھی ہیں
 ایک آنکھ میں قدرے سفیدی ہے جب کوئی خط یا کتاب پڑھنے لگتا ہے تو اس آنکھ کو
 بند کر لیتا ہے اکثر خاموش رہتا ہے کلام جب کرے مسائل شرعی سے کرتا ہے کسی قدر
 فقہ بھی جانتا ہے لیکن تاریخ میں بڑا علامہ ہے تین اسکے خلیفہ ہیں ایک تو بالکل
 جاہل ہے جس کا نام صالح ہے وہ اس ہمدی ہدایت کا خسر ہے دوسرے کا نام
 محمد حموش ہے یہ بھی بے علم ہے مگر بڑا دانا و عابد صاحب خلاق حمید ہر پیر کے نام
 ابراہیم برنوصی ہے یہ شخص فقیہ صوفی اور بڑا فاضل اعلیٰ درجے کا مصنف ہر انکی

بڑی بڑی تصانیف ملک میں مشہور ہیں دو شخص اس کے ہمان خانے کے مستظم اور نگہبان کے منتظم ہیں ایک کا نام محمد شرکی اور دوسرے کا نام محمود بخاری ہے۔

ملاے سوماتی

(۳۶) سوماتی عرب کے ایک قبیلے کا نام ہے وہ سرزمین جو اس قبیلے کے لوگوں سے لوگوں سے آباد ہے ملک سوماتی یا ارض سوماتی کہلاتی ہے انگریز اسکو سالی لینڈ یعنی سوما لیون کی زمین کہتے ہیں لیکن اس ملک کا اصلی نام سوماتی لینڈ نہیں ہے۔ یہ ولایت افریقہ میں واقع ہے۔ اس چھوٹے سے قطعہ زمین پر جو توہین آباد ہیں انکے پاس گینڈے کی کھال کی ڈھالیں ہیں تیر و کمان ہیں اور نیزے ہیں۔ اس ملک میں ایک شخص نے ہمدی موعود ہونے کا دعویٰ کیا۔

قاہرہ کے اخبار الوار مورخہ ۲۸ - فروری ۱۹۰۶ء میں لکھا ہے کہ سوماتی کے حبید ہمدی کا نام حاجی محمد بن عبداللہ ہے اور خاص عرب سالی الوطن مسلمان ہے جو خاص ایک اسلامی گھرانے سے نکلا ہے بچپن سے اُسے صرف دینی تعلیم ہوتی رہی اور دنیا کا ذرا بھی شائبہ اُس پر نہ پڑا ہے۔

قبل اڑھائے ہمدیت بہت وقت وہ ممالک حجاز تک ہوا آیا ہے اور وہ فرقہ جابر سلیمان سے ہے؛ سکی عمر تیس برس کی ہے شیخ محمد صالح کا مرید ہے جو کہ میں فرقہ محلیہ کے سرغنہ ہیں کاہن چھیرا اور قد معمولی ہے مال غنیمت اپنے پیروں میں تقسیم کر دیتا ہے وہ کہتا ہے کہ سوما لیون کو غیر قوموں کے قبضے سے آزاد کرونگا اور بطور ہمدی کے بھیجا گیا ہوں۔ انگریزوں نے ملا محمد بن عبداللہ کو جبلہ سے شایستہ فوجوں پر کنارہ بحر سے اترتے ہی حملہ کیا دیوانہ ملا خطاب دیا اور مدت تک اُسکو دیوانہ سمجھتے رہے یعنی ڈھامون۔ تیرکمانوں۔ اور نیزوں کے بل پر جب اُسے جلدی چلنے والی توپوں اور اعلیٰ درجے کی بندوق رکھنے والے سپاہیوں پر حملہ کیا تو اُسکی دیوانگی میں انگریزوں کو کیونکر شک ہو سکتا تھا۔

مگر جب انگریزوں کی تین چار زمینیں یکے بعد دیگرے ناکام ہوئیں اور ملا کے ہاتھ سے انگریزوں نے سخت تکلیف اٹھائی اور اسپرچر عائیون میں صرف تو بہت ہوا مگر پھر بھی ناقص رہیں اور ملا قتل و گرفتاری ہی سے محفوظ بنیں رہا بلکہ اسکی عظمت و شان میں کچھ فرق آنے اور آئندہ اُسکے حق نہ کرنے کی بھی شہادت نہیں ملی تو انگریزوں کی آنکھیں کھلین اور اب انھیں معلوم ہوا کہ ملا کو کوئی دماغی مرض ہوتا تو وہ کیونکر اس عہدگی سے مقابلہ کر کے محفوظ رہ سکتا تھا اس کے بعد ایک نئی خبر عام طور پر مشہور ہوئی کہ ہمدی سوڈانی کے بعض پیرو یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ ہمدی ملا عبد اللہ کی صورت میں پھر پیدا ہوا ہے۔ لاکھوں روپے خرچ کرنے اور عہدہ ہا سپاہی میدان جنگ میں ضائع کرنے کے بعد اراکین سلطنت انگلشیہ نے انجام کار فیصلہ کیا کہ دیوانے ملا کو مطیع کر کے گوشمالی دے سو بلکہ ناقابل عمل ہے اُسے اُسکی اپنی حالت پر چھوڑ دینا چاہیے۔

سید محمد بن علی اور سی

(۳۷) ۱۲۳۰ ہجری میں سید محمد بن علی بن احمد اور سی شافعی نے تہامہ ملک یمن میں ہمدیت کا دعویٰ کیا۔ مقام عسیر میں پیدا ہوا تھا اور اُس خاندان سے ہے جو یمن میں مشہور اور با اثر ہونے کے علاوہ خود کو اولاد رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے بتلاتا ہے اور کہتا ہے کہ ہمارے ہی خاندان میں نبوت کا خاتمہ ہوا ہے۔

سید اور سی کا اصلی وطن مراکوبیان کیا جاتا ہے مگر اُسکے دادا نے یمن میں بودوباش اختیار کر لی تھی اور وہیں سید اور سی اور اُسکے والد پیدا ہوئے تھے۔

سید اور سی نے ابتدا میں مکہ معظمہ میں دینی تعلیم پائی اور پھر مصر جا کر جامع ازہر میں داخل ہو گیا تحصیل علم کے بعد کچھ دنوں سوڈان میں رہا اور پیری مریدی کا سلسلہ جاری کیا مگر جب وہاں دال گلتی نظر نہ آئی تو واپس یمن چلا آیا چونکہ یمن کے لوگ نسبت کم علم اور سادہ طبیعت ہیں اسلئے یہاں خوب کامیابی ہوئی بارہا حج بیت اللہ سے بھی شرف اندوز ہوا اور اُسکے تقدس اور ورع کا شہرہ عرب و عجم کے گلی کوچہ میں

ہونے لگا اور لوگ جوق جوق اُس سے بیعت کرنے لگے اور اس شہرت کے خیال نے
 اُسے حدیث کے دعوے پر آمادہ کیا مگر خود سید اور یسی نے اپنے ایک دست امین صادق
 کے نام جو خط لکھا ہے اُمین کہتا ہے کہ ہم مذہب اہل سنت والجماعت سے ہیں اشد اور اُسکے
 فرستوں اور اُسکی کتابوں اور اُسکے رسولوں اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں
 اور حتی المقدور شریعت مطہرہ کے موافق عمل کرتے ہیں امر معروف اور نہی عن المنکر بھی
 بجالاتے ہیں نہ ہم حدیث کے دعوے کے مدعی ہیں نہ کشف وغیب دانی کے نہ ہمیں
 خلافت و ملک کی ضرورت ہے۔ اُسکی چند کرامتیں مشہور ہیں جنہیں دیکھکر ہمیں کے جاہل بہت
 متاخر ہوتے ہیں اور اُسے ولی کامل جانتے ہیں مثلاً ایک کرامت یہ ہے کہ جب نیا
 شخص مرید ہونے کی غرض سے اُسکی خدمت میں حاضر ہوتا ہے تو اُسکے ہاتھ میں ایک
 رسی دی جاتی ہے جس کے پکڑتے ہی معتقد کے جسم پر لرزہ اور غوث طاری ہو جاتا ہے
 اُسوقت پیر و مرشد ارشاد فرماتے ہیں کہ تیرا دل میری طرف سے صاف نہیں ہو معتقد
 درو اضطراب کی وجہ سے چیختا ہے کہ حاشا و کلامیرا دل آپ کی جانب سے بالکل
 صاف ہے اور آپکی ولایت و کرامت کا صدق دل سے اقرار کرتا ہوں اُسوقت وہ
 رسی اُسکے ہاتھ سے چھٹ جاتی ہے اور اُسکے دل کو قرار حاصل ہوتا ہے پھر وہ اس نوگزشتا
 کو مرید بنا لیتا ہے۔ کبھی کبھی بند اور تاریک کمرے میں ایک جانب فوج اور سوار جاتے
 ہوئے دکھائی دیتے ہیں اُسوقت معتقدین خشوع و خضوع کے ساتھ دودھ شریف پڑھتے ہیں
 مہدی کہتا ہے کہ یہ فرشتے ہیں کہ ہماری مدد کو آئے ہیں اور انشاء اللہ کفار و ترکوں پر
 فتح حاصل ہوگی۔ عرب کے بڑے بڑے قبائل نے اُسکو مہدی تسلیم کر لیا ہے۔ اور
 اُسکے آگے عمر نیاز جھکاتے ہیں یمن کا مشہور فرمان روا ابن محمد عبد جس نے ترکوں سے
 جنگ کا اعلان کیا تھا اُسکا مرید ہو گیا ہے فی الحال اُسکے مرید جو اُسکے ہمراہ سرفروشی
 کے لئے تیار ہیں چالیس ہزار بتلائے گئے ہیں۔

کہتے ہیں کہ اسنے بڑے زور و شور سے اعلان کیا ہے کہ میں لوگوں کو امن و صلح کا پیغام
 سناتے اور شریعت محمدی کی متابعت منوانے کے واسطے آیا ہوں۔

اس جدید ہمدی کی سطوت و جبروت کا اثر لوگوں پر اس درجہ ہوا ہے کہ اس کے انتظام پر مطلق چون و چرا نہیں کرتے تھے۔

ایک عرب نے اگر اس سے عرض کیا کہ احمد شریف جو امراے وقت میں سے ہے میری لڑکی کو بھگا لیکھا ہے اور اسکو ایک شخص غیر کے ہاتھ فروخت کر ڈالا ہے اسے فوراً اس امیر کو طلب کیا اور استغاثہ اس کے رو برو پیش کر کے کہا کہ تم اپنی صفائی پیش کرو مگر وہ امیر قاصر رہا۔ اسپر ہمدی نے حکم دیا کہ شرع کے مطابق اس کے ہاتھ قلم کئے جائیں۔ چنانچہ احمد شریف کے ہاتھ تراش دئے گئے۔ احمد شریف اس وفد کا ممبر تھا جو اہل مین کی طرف سے سلطان عبدالحمید خان ثانی کی خدمت میں گیا تھا سلطان نے اسکو حاصل اعزاز عطا کیا تھا ہمدی اس قسم کی سزائیں اور لوگوں کو بھی دے چکا ہے اور ایک بڑا پولیٹکل شخص ہے۔ ابتدا میں مرید کرنے کے بعد کوئی وظیفہ پڑھنے کے لئے بتلادیا پھر آہستہ آہستہ حکومت کی جانب سے انھیں بدظن کر دیا اور ٹیکس کی ادائیگی سے روک دیا بد و عرب کی بادی نشین تو ہیں تو اس قسم کی باتوں کی دلداد وہ ہیں انھیں ٹیکس کا ادا کرنا اور کسی قسم کا مطیع و فرمان بردار رہنا کب گوارا ہے پس سید اور سی کے اغوا سے وہ پورے باغی بن گئے۔ ادھر اور سی نے جھوٹی سچی دلیلیں پیش کر کے ترکوں کو کافر ٹھہرا دیا اور ان پر جہاد کرنا فرض بتا دیا اب کیا تھا معاہدہ اکیان ہونے لگیں اور طرفین کے ہزار ہا آدمی توپ و تفنگ اور تلوار کے گھاٹ اترنے لگے۔

شریف مختار

(۳۸) ۱۲۸۵ھ ہجری کے آخر میں ایک شخص شریف مختار نامی نے جو رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نسل سے ہونیکا دعویٰ دار ہے سوڈان کے موضع کتاب لباب میں ہمدی ہونیکا دعویٰ کیا اور حکام سوڈان کے اختیارات کی مخالفت کی گورنر بربر نے نائب گورنر دامر کو مع ایک دستہ سپاہ کے ایک لفٹنٹ کی ماتحتی میں اس ہمدی کو اطاعت قبول کرنے کے لئے ترغیب دینے پر مامور کیا موضع کتاب لباب میں پہونچکر نائب گورنر دامر نے

اتم زمان کے قاضی کو حکم دیا کہ شریف کے پاس جا کر اُسکو ہدایت کا خیال ترک کرنے کے لئے ترغیب دے چنانچہ قاضی نے حکم کی تعمیل کی لیکن وہ اپنی کوشش میں ناکام رہا اس لئے اُس ضلع کے شیخ کو اس کام کے انجام دینے لئے مامور کیا شیخ کے پہنچنے تک ہمدی کا جوش بہت بڑھ گیا تھا۔

شریف نے نیزے کے ایک وار سے شیخ کو ہلاک کر دیا اور ایک جنگ شروع ہوئی حسین مقتول شیخ کے دوسا تھی سخت مجروح ہوئے اسپر سرکشوں کو ڈرانے کے لئے کمان افسر نے ہوا میں چند خالی فیرندوق سے کئے لیکن ہمدی پر اسکا کوئی اثر نہیں ہوا بلکہ برعکس اس کے ہمدی اور اُس کے تین بیٹوں نے سپاہ پر حملہ کر دیا اسلئے مقابلے میں اُن پر فیر کئے گئے شریف مجروح ہوا اور اُسکا ایک بیٹا مارا گیا اور باقی بیٹے خیف مجروح ہوئے سپاہوین سے ایک مارا گیا ایک سخت مجروح ہوا۔ اور نائب لفٹنٹ خیف مجروح ہوا شریف اور اُس کے دونوں بیٹوں کو گرفتار تبارہ کے اسپتال میں بھیج دیا گیا۔

عبد الغفار بن کمال غازی

(۳۹) شرح فصوص الحکم میں جندی نے لکھا ہے کہ عبد الغفار بن کمال غازی قونوی ہمدیت کا دعویٰ کرتا تھا اور میں اس دعویٰ کو نہیں مانتا تھا اس لئے مجھ سے بیحد دشمنی کرنے لگا اور ملاحدہ کی جماعت کو میرے قتل کے لئے آمادہ کر دیا میں نے مرشد کامل شیخ محی الدین عربی کی طرف توجہ کی میں نے عالم واقعہ میں دیکھا کہ شیخ نے اُس کے ہاتھ پاؤں پکڑ لئے ہیں اور مجھ سے فرماتے ہیں کہ اُسکو زمین پر دیوار میں نے عرض کیا بہت بہتر جب میں مسجد میں پہونچا وہاں دیکھا کہ وہ مدعی اور اُس کے متبع جمع ہیں میں نے اُنکی طرف التفات نہ کیا اور محراب میں پہونچ کر نماز پڑھنے لگا اُنکو میری ایذا دہی پر جرات نہوئی آخر کار اُس مدعی نے میرے ہاتھ پر تو بکر لی۔

خبر

تاریخ اس بات کو بتا رہی ہو کہ جس ملک میں اسلامی حکومت کی کمزوری آغاز ہوئی ہے یا رعایا میں تمذیب و شایستگی مفقود ہے وہاں کوئی نہ کوئی شخص ہمدیت کا دعویٰ کر کے کھڑا ہو جاتا ہے اور ہمدی آخر الزمان کے طور کی بشارت جناب سید المرسلین کے جن اقوال میں آئی ہے اُن ہی احادیث کی سند پر اپنی رکبک تاویلات سے علما کو قائل معقول بنا کر اپنی ہمدیت کا ثبوت دیتا ہے۔ مدعیان ہمدیت کے شکار کھیلنے کی اوج مذہب ہوتا ہے۔ اور اکثر حالتوں میں وہ طریقت (تصوف) کے لباس میں جلوہ گر ہو کر اپنی کارروائی آغاز کرتے ہیں۔ خاص کر افریقہ کا براعظم جو اپنے باشندوں کی وحشت میں مشہور و معروف ہے بہت کم کسی کی کسی ہمدیت کے مدعی سے خالی رہتا ہے۔ اور ضعیف الاعتقاد لوگوں کی جمعیت بھی اُنکے گرد فراہم ہو جاتی ہے مگر جب وہ اس قابل ہوتے ہیں کہ اب ذہانی جمع خرچ سے گذر کر علمی دائرے میں قدم رکھیں تو یکایک پولیٹکل دنیا کے کارپرداز اُن کے سروں پر جا پونچے اور فوج و لشکر لجا کر اُنکا اور اُنکے دعاوی کا نہیں بلکہ اُن کی جماعت کا بھی سرکھل ڈالا۔ اور اُنھیں پھونٹنے پھلنے نہ دیا۔ اگرچہ ان مدعیان ہمدیت میں سے کچھ لوگ بڑی شہرت اور عزت حاصل کر لینے میں کامیاب ہو گئے مگر اکثر قسمتی سے گنہگار کے غار میں پڑے رہ گئے اور اُن کے حالات ظاہر نہ ہو سکے اور ہر ایک زمانے اور حالت میں اس امر کے دعوے داروں کے باعث مسلمانوں کو نہایت تکلیفیں پہنچیں جن میں اُنھیں مادی اور اخلاقی دونوں حیثیتوں سے نقصان عظیم برداشت کرنا پڑا اور اُن کی کمر ٹوٹ گئی۔

ہمدی موعود ہونے کے مدعی سب باہم ملتے جلتے اور دین کے پیرائے میں دنیاوی جاہ و عزت یا نام و شہرت کے طالب پائے گئے جس طرح میچک لین ٹرن (تے چک لے نے جے ٹرن) ایک قسم کی لالٹین ہے، کا تا شا اندھیرے کمرے

میں پورے کمال کو پہنچتا ہے اسی طرح ہمدیت محض تاریک زمانے میں اپنا پورا کرشمہ دکھاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ افریقہ کی سرزمین دعوے ہمدیت کا اکھاڑا رہتی ہے جسکے باعث ملک کے باشندے سخت آفتیں جھیلتے ہیں۔

علامہ ابن خلدون کا قول کا مدعیان ہمدیت کا اصل منشا دور و دراز ممالک افریقہ میں ظہور کرنے سے محض حکومتوں کا قائم کرنا تھا حالات مذکورہ بالا سے آئینے کی طرح صاف اور صحیح معلوم ہوتا ہے۔ لیکن جس وقت سے اہل یورپ کی نظر میں افریقہ کے براعظم پر متوجہ ہوئی ہیں اُس وقت سے یہ ملک دعوے ہمدیت کی ایسی پرورش زمین کر سکتا جیسی انیسویں صدی عیسوی سے قبل کرتا تھا کیونکہ سوڈانی اور دوسرے ہمدیوں کا باوجود علم و عقل اور حکمت علمی سے کام لینے کے آخرنا کام ہی رہنا اسل میں کو توڑ چکا ہے کہ آئندہ یہ سرزمین پھر کسی ہمدی موعود کے دعادی کو اس قدر فروغ دے سکیگی جس قدر پہلے پھیلے پھولے تھے اور امید ہے کہ ہزاروں بھولے بھالے مسلمانوں کو ان باطل دعوؤں کی قربانی میں بھیٹ چڑھنا نصیب نہوگا تعجب یہ ہے کہ یورپ میں جہاں ہریت اور بے دینی بڑے زور و شور سے پھیل گئی ہے کوئی ہمدی ظہور نہیں فرماتا۔ فقط

تم خاتمہ

فرقہ یزیدی

مشرق میں نے اپنی کتاب میں کوستان کے حالات میں یزیدیوں کا حال بھی لکھا ہے کہ قدیم یمنیوں کے کھنڈرات سے چل کر جو وصل کے قریب واقع ہیں ایک روز کے فاصلے پر چھوٹی چھوٹی جھاڑیوں کا ایک سلسلہ ہے جس میں کئی چھوٹے چھوٹے گاؤں واقع ہیں جہاں مٹی کے جھونپڑوں میں زمانہ قدیم کی دو توہین آباد ہیں جنکی تاریخ نہایت دل چسپ ہے یہ خالدی اور یزیدی ہیں اور ان کے قریب کوئی مسلمان آباد نہیں یزیدی شیطان پرست سمجھے جاتے ہیں۔ یزیدی ایک یعنی اعلیٰ ہستی کو تو مانتے ہیں مگر ایسے التزام کے ساتھ اسکی طرف اعتنا کرنے سے پرہیز

کہتے ہیں جیسے کہ شیطان کی طرف کہ جسکے نام کے ذکر یا اسکی نسبت کسی تلمیح و اشارے سے بھی انھیں سخت مصیبت پیش آتی ہے مگر جبکہ شیطان کا ذکر ضرور ہی کرنا پڑتا ہو تو وہ ملک طاؤس کے نام سے اُسے پکارتے ہیں یا ملک الکحل کہتے ہیں۔

انکا اعتقاد ہے کہ شیطان سب فرشتوں کا سردار ہے جو ہنگامی طور پر بڑبھگت رہا ہو مگر آخر کار اپنے اعلیٰ درجے پر بحال کیا جائیگا شیطان کے بعد طاقتور فرشتے گئے جاتے ہیں جو اس دنیا کے کاروبار پر اثر ڈالتے ہیں۔ طفل کے یزیدیوں نے ایک تلاشی کو ایک عجیب کیفیت بتلائی وہ یہ ہے کہ شیطان اسقدر رویا کہ اُس کی سات ہزار برس کی جلاوطنی میں سات برتن اُسکے آنسوؤں سے بھر گئے اور اس سے ساتوں دوزخیں بچھ گئیں۔ اب اُسکو آسمان پر اپنے سابقہ رتبے پر بحال کر دیا گیا ہو۔ یزیدی مختلف مذاہب کی کتب مقدسہ سے کسی کو روئین کرتے مگر بائبل کے عہد قدیم پر پورا اعتماد رکھتے ہیں۔ عہد جدید اور قرآن کو بھی قابل عزت و کتب مقدسہ تسلیم کرتے ہیں۔ مسیح کو وہ ایک فرشتہ مانتے ہیں اور اُن کی تصلیب سے انکار کرتے ہیں اور حضرت محمد اور حضرت ابراہیم اور دیگر قدیم انبیاء کو وہ نبی تسلیم کرتے ہیں اسکے علاوہ وہ مسیح کا دوبارہ آنا اور امام مہدی کا ظاہر ہونا مانتے ہیں۔

اس فرقے کے نام کی اصلیت کی نسبت بہت شک کیا جاتا ہے بعض محققین کا خیال ہے کہ خدا کے قدیم فارسی نام یزدان کی طرف یزیدی منسوب ہو مگر شیعہ اصرار کرتے ہیں کہ یزید بن معاویہ نے یہ فرقہ قائم کیا تھا یا وہ اس فرقے کا ایک ممتاز رکن تھا گو حضرت امام حسینؑ کے قتل کا الزام انپر ٹھیک نہیں بیٹھتا۔ مگر انھیں بدنام کرنے کے لئے یہ بھی لگایا جاتا ہے۔

اس فرقے کی صحیح اصلیت کا کچھ پتا نہیں لگتا خصوصاً ان کے گڈمڈ اور مخلوط عقیدے کی وجہ سے یہ تحقیقات اور بھی مشکل ہو گئی ہے۔ زردشتیوں کی مذہبی کتاب اوستا میں چھٹی صدی قبل مسیح کے قریب بعض شیطان پرستوں کو لعنت و ملامت کی گئی ہے اور خود زردشت نے شمالی ایران میں اس قسم کے لوگوں سے

جنگ کی تھی اور یزید یون کے مذہب میں کچھ ان شیطان پرستوں کے نشان ملتے ہیں جنکا استامین ذکر کیا گیا ہے یعنی یہ کہ انکے یہاں نیچر (فطرت) کی پرستش کے آثار موجود ہیں مگر ایسے ہی قدیم بابلیوں اور خالیدیوں کی آفتاب پرستی کی علامات بھی موجود ہیں خصوصاً آفتاب کی وہ بہت عزت کرتے ہیں اور اسے شیخ شمس کہتے ہیں اور چاند کو شیخ قمر جو قدیم قصص الاصنام کے شمس اور قمر کے مطابق ہے۔

ان لوگوں کے رسوم میں عجیب بے تعصبی نمایاں ہے وہ پتسمہ دیتے ہیں ختنہ کرتے ہیں چاند اور سورج کی عزت کرتے ہیں اپنی قبر و نہر قرآن کی آیات کندہ کراتے ہیں انجیل یعنی عہد جدید کی آیات پڑھتے ہیں کثرت از دواج کا رواج ہے۔ شراب کو حلال کہتے ہیں اور بعض گوشتوں کو حلال کہتے ہیں۔ زردشتی۔ اسوری۔ بابلی۔ مسلمانی اور عیسوی عبادت پر ملا جلا کر عمل کرتے ہیں۔ ان لوگوں کا مرکز اور ابتدائی مقام پیدائش موصل کے قریب ہو اور یہاں کردستان کی پہاڑیوں کے ایک وادی میں یزیدی ولی دفن ہے جسے شیخ عدی کہتے ہیں کہ جسے مختلف بیانات کے مطابق ساتویں یا دسویں صدی عیسوی میں گذرنا بیان کرتے ہیں۔

اس شیخ عدی کی اصلیت کچھ معلوم نہیں ہو سکی البتہ ایک فارسی کی کتاب سے معلوم ہوا کہ وہ خلفائے بنی مروان سے ایک ہوا ہے مگر مسٹر سون لکھتا ہے کہ بعض دیگر اسلامی کتابوں کے حوالے سے اب ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ شیخ عدی ایک شخص غاندان بنی امیہ سے تھا اور شام کے مقامات بعلبک کا باشندہ تھا۔ مروان کے عہد میں (آٹھویں صدی عیسوی کے شروع میں) وہ موصل چلا گیا اور کردوں کی ایک بڑی قوم میں جا کر سکونت اختیار کی کہ جہاں بوجہ اپنے بڑے تقدس کے اس کے بہت سے لوگ مرید ہو گئے یہیں اسکا انتقال ہوا اور ایک وادی میں اُسے دفن کیا گیا بعض کہتے ہیں کہ وہ حلب یا حران سے آیا تھا کہ جہاں مدت تک مجوسی عقیدہ جاری رہا اور اب دروز ایک ایسا ہی بُرا عقیدہ رکھتے ہیں۔ اغلباً یہ شخص دروز تھا جو اُدھر کسی زیارت کو جاتے ہوئے آنکلا اور اپنے مذہب کی

اس شاخ کو بیان دیکھ کر مین رہ گیا۔

یہودیوں کے پیشواؤں کے چار وجہ ہیں۔ پیر۔ شیخ۔ قول (سکر کے وزن پر قائل کی جمع)۔ اور فقیر۔ پیر کے اعلیٰ اور فقیر کے ادنیٰ ہی قول کے معنی بولنے والے کے ہیں جو جابجا پھر کر اپنے مذہب کی تبلیغ کرتے ہیں اور فقیر لوگ شیخ عدی کی قبر پر غم منگ رہے ہیں۔

مگر ایک یورپین محقق نے اس واقعہ پر بہت اضافہ کیا ہے وہ لکھتا ہے کہ ولایت موصل ایران کے فرقہ عجوس کی ایک عجیب جماعت کا مقام ہے کہ جبکہ پیروں کو آج یہودی کہا جاتا ہے یہ لوگ اسلئے شیطان کی پرستش کرتے ہیں کہ اگر ممکن ہو تو دوزخ میں اپنی حالت بہتر بنا سکیں۔ یہ اس لئے بڑائی کی روح کی تعظیم کرتے ہیں کہ اس سے فائز ہیں اور اعتقاد رکھتے ہیں کہ اچھا خدا پران جو نہایت اعلیٰ ہے کچھ بڑائی نہیں کر سکتا وہ اس امر کے انکار کی کوئی کوشش نہیں کرتے کہ وہ شیطان کی پرستش کرتے ہیں گو اسکا نام لینے کی ان میں مخالفت ہو اور انہیں سے کسی کے سامنے اسکا نام لینا انکی سخت توہین کرنا ہو اس کے بجائے وہ ملک طاؤن کا نام لیتے ہیں شیطان کو طاؤس کی صورت میں پوجتے ہیں۔ ان کے مذہب میں اسکی ابتدائی خوبی کچھ باقی نہیں رہی کیونکہ مسلمان اور عیسائیوں نے انہیں لگاتار اذیت پہنچائی ہے اور ان دونوں مذہبوں سے اور نیز یہودیوں سے انہوں نے بہت سی باتیں اختیار کر لی ہیں یہاں تک کہ انکا مذہب کہیں کی اینٹ اور کہیں کا روٹا ہو گیا ہے۔ گوشکل پہلے سے باقی رہ گئی ہے۔

مجوسیوں سے انہوں نے اہرن کو خوش کرنے کا اصول اختیار کیا اور خدا کے لئے ان کا لفظ بزدان لیا اور ان میں قدیم ظہورات قطرت آفتاب پانی کے چشمون اور درختون کی پرستش باقی ہے ملک طاؤس یعنی بڑی بدی کی روح کے علاوہ وہ ملک عیسیٰ مسیح کو مانتے ہیں اور پائل کو وہ تسلیم کرتے ہیں مگر مسیح کے مصلوب ہونے سے انکار کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ کی شکل یا ایک ہم شکل کو صلیب پر چڑھایا گیا تھا اور اصلی عیسیٰ کو ملک طاؤس نے ہٹا لیا تھا اب انکا مقام سورج میں ہے کہ جسے وہ شمس الدین کہتے ہیں اور جبکہ سامنے وہ ہر صبح سجود کرتے ہیں۔ اپنے سالانہ عید کے موقع پر وہ ایک بھیڑ تو ملک عیسیٰ نام پر قربان کرتے ہیں اور سات بھیڑیں ملک طاؤس کے نام پر قربان کرتے ہیں کیونکہ عیسیٰ غصے میں سست

اور رحم مین وافر بہن مگر شیطان تند اور حاسد خدا ہی وہی دنیا کی حکومت کر رہا ہے جسے
 دس ہزار سال کے لئے اس عہدے پر مقرر کیا گیا ہے کہ جس مین سے چار ہزار سال بھی باقی بہن
 اسکے بعد بُرائی کی طاقت ٹوٹ جائیگی اور ملک عیسیٰ دس ہزار سال کے لئے حاکم ہونگے۔
 گو مسلمان لوگ عیسائیوں اور موسائیوں سے بوجہ اہل کتاب ہونے کے بالکل رواداری کا
 سلوک کرتے بہن مگر یزیدیوں سے انکا بڑا دشمنی ہے کیونکہ انکے پاس کوئی کتاب نہیں یہ فرقہ
 ہر بد سلوکی کا آماجگاہ ہے کہ جس مین عیسائی اور یہودی بھی مسلمانوں کے شریک بہن
 تاہم وہ شیطان پرستوں پر اکیلے حملہ نہیں کرتے اور مسلمان کسی یزیدی کے گھر کے پاس سے
 رات کے وقت گزرنے مین تامل کرتے بہن۔ اب معلوم ہوا کہ یزیدیوں کی ایک کتاب بھی ہے
 مگر ایسی اعتبار سے اُسے چھپا رکھا گیا ہے اور ایسی سختی سے اُسکے پڑھنے کا حق صرف قبیلے
 کے حاکم نے اپنے ہاتھ مین رکھا ہے کہ یہ عام یزیدیوں کے لئے کسی کام کی نہیں اسکا نام
 کتاب لاسود (سیاہ کتاب) ہے اور دسویں صدی عیسوی کی ہی اسمین اُس زمانے کے
 یزیدیوں کے اعتقاد پر بحث ہے اور پھر اسکی تفسیر مین تیرھویں صدی تک پر بحث ہے
 اس تفسیر کا نام کتاب الجلوہ ہے چنانچہ مندرجہ ذیل مسائل ان کتابوں سے اخذ کئے گئے بہن
 ابتدا مین سات بڑے فرشتوں نے مخلوقات کی تخلیق کا کام شروع کیا مگر سانپ کے
 بنانے مین انکا جھگڑا ہو گیا کہ جسے ملک طاؤس نے خاص کو شمش سے بنایا اس جھگڑے
 مین اُسے شکست ہو گئی اور وہ آسمان سے زمین پر اپنے سانپ سمیت پھینک دیا گیا اور
 باقی فرشتوں نے کہا کہ تم سے یا تمھاری زمین سے ہم کچھ سروکار نہ رکھینگے بڑے غصے مین
 اسنے تخلیق کا کام ختم کیا اور یزیدی مذہب خاص پنا بنایا جو لوگ اس مذہب مین پیدا
 ہوتے بہن اُسکی پرستش کرتے بہن اور اُسے خوش کرتے مین غم صرف کر دیتے بہن وہ بہشت
 مین جانے کی امید نہیں رکھتے بلکہ اُن کا عقیدہ ہے کہ ان مین سے کوئی بہشت مین نہیں
 جاسکتا جب تک کہ جہنمی بُرائی کرتا ہے اُس سے چار مرتبہ زیادہ بھلائی مکر لے تاہم اُن کا
 عقیدہ ہے کہ دس ہزار سال پورے ہو جانے کے بعد ملک طاؤس کی آسمان پر پھر عزت
 بحال ہو جائیگی اور پھر اپنے زمین پر کے وفادار پیروں پر نظر عنایت کرے گا۔

خواہ یزیدی کی آخرت کی اُسید کتنی ہی خراب ہوتا ہم کبھی نہیں معلوم ہوا کہ کسی یزیدی نے اپنا مذہب ترک کر لیا ہو خواہ اسپر کسی قدر صیبت آئی ہو ہر روز وہ دعا مانگتا ہے اے ملک طاؤس نے مجھے یزیدی پیدا کیا ہی مجھے ہمیشہ اپنے مذہب پر مستقل اور وفادار رکھنا۔ گو یزیدی موصل کے جنوب مغرب میں بہت ہیں مگر انکی خاص درگاہ شمال مشرق کی طرف ہو یہ شیطان کی درگاہ کرری پہاڑوں میں چھپی ہوئی ہو وہ ظالی کرو نکا ایک سلسلہ ہے کہ جسکے اندر زائر قیام کرتے ہیں اور پھر یزیدی پر شیخ عدی کی تہذیب جو اصلی مقام زیارت ہے روکار کے چھروان پر پختی مطالب کے اشکال میں کہ جنکے معانی کو یا تو چھپایا جاتا ہو یا کسی کو اب معلوم نہیں اور دروازے کے اوپر سانپ کی شکل اُبھروان کھدی ہوئی ہو کہ جو یزیدی عقیدے میں سانپ کے ساتھ لازم و ملزوم ہے اور اسے سیاہ کر کے رکھا جاتا ہو دروازے کے اندر بالکل تاریکی ہو اور پانی کے پھٹنے کا شور مٹا جاتا ہو شیطان کی درگاہ کے اندر صرف ایک صندوق شیخ کپڑے سے ڈھکا ہوا ہو جسکے اندر ملک طاؤس کی اصل صورت ہو جو مقدس ہو اور وہ درگاہ کے پورے ایک غار ہے جس میں نور سے پانی بہتا رہتا ہے جسے ایک مقدس پتھر لٹایا جاتا ہے اور کہے کہ چاہہاں زمین کے اندر سے ملا ہوا ہے یہ چشمہ شیخ عدی کی طرف منسوب ہو جہاں اس درگاہ کا مقدس بزرگ ہے اُسکے پاس کے سے کچھ شیخ آئے جو اُسے اپنے مذہب سے پھیر کر اسلام قبول کرنے کی ترغیب دینے آئے تھے اُسے اُسے پوچھا کہ تم لوگ کہاں سے آئے ہو اور اپنے پیچھے کیا چیزیں بھول آئے ہو جواب لینا چاہتے ہو ایک نے کہا میرا عصا اور دوسرے کہا تسبیح کے میں رہ گئی ہے اُس پر شیخ عدی نے زمین پر اپنی لاٹھی ماری اور فوراً پانی کا چشمہ جاری ہو گیا کہ جس کے ساتھ پینے تو عصا اور پھر تسبیح نکل آئی دونوں چیزیں سیدھی تھیں اگلی تھیں اسپر شیخوں کو یزیدی مذہب قبول کرنے کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔

اے اردبیل جیسے یمنوے کے کھنڈرات لکھو دے ہیں اپنی کتاب میں لکھتا ہے کہ ان لوگوں کی رسوم مذہبی اسورین لوگوں کی رسوم مذہبی سے ملتی ہیں اور یہ شک ان کے مذہب کا بہت سا حصہ خالدی اصلیت کا ہو خود یہ لوگ شامی نسل کے ہیں اور آج عربی بوت ہیں

ان کا خاص لباس ہے کہ جس میں سرخ لوسی نر کا خاص رنگ مٹا نہ ہے وہ نیلے رنگ سے جو خاص مسلمان یا عیسائی پہنتے ہیں نفرت کرتے ہیں نہ اسے گھر میں استعمال کرتے ہیں اور نہ کبھی لباس میں پہنتے ہیں۔

اسکا حاکم ایک شیخ ہے کہ جسے یہ امیر کہتے ہیں اس کے خاندان کی حکومت اس قوم پر کئی نسون سے ہے قریب زمانہ تک اس قوم پر ایک مضبوط اور مشہور شخص علی بے کی حکومت تھی تھوڑا عرصہ ہوا ہے کہ وہ گم ہوا اور اسکا بھتیجا اسماعیل بے حاکم مقرر ہوا مگر اس کی بہن نے اس سے حکومت چھین کر اسے بھگا دیا جو وہ اپنے بیٹے کے لئے جو کہ سن ہے محفوظ رکھنا چاہتی ہے۔ امیر کا حکم ڈیڑھ لاکھ نریہ یون پر مطلق ہے جو کوہستان کردستان اور متصلہ اضلاع ایران و روس میں پھیلے ہوئے ہیں اسکا حکم قانون ہے اور اسے نہ صرف موت و حیات کا اختیار ہے بلکہ آئینہ زندگی (آخرت) میں ہمیشہ کے لئے مجرم ٹھہرانے کا اختیار ہے اس امیر کی آمدنی سات سچاقون یا چھنڈون سے حاصل ہوتی ہے جو ملک طاؤس کے سات برنجی بت ہیں جنکو نریہ دی بوسہ دیتے ہیں اور کچھ رقم نذر کرتے ہیں ہر ایک پر یہ فقرہ کندہ ہے جان نم جاوے برکت جائے گی جو تھیں بوسہ دیگا مجھے بوسہ دیگا جو تھیں دیگا مجھے دیگا یہ ملک طاؤس کے الفاظ سمجھے جاتے ہیں یہ بت بڑی اہمیت اور حفاظت سے لجائے جاتے ہیں تاکہ کوئی دشمن انھیں چھین نہ لجائے اور نریہ دی انھیں بوسہ دیکر حسب حیثیت نذرانہ دیتے ہیں کسی موضع میں سب سے بڑے نریہ دی کے گھر میں یہ بت رہتا ہے اور وہ دوسری بات صورت اس صورت میں رہ سکتا ہے کہ بڑی رقم نذرانہ دیں دیکھائے۔ علی بے کے زمانے میں ایک سچاق کو ٹھیکہ پر دینے کی رقم ایک لاکھ پونڈ مقرر ہوئی تھی۔ فقط

اشعار مشعر اختتام کتاب

نام رکھا نرا ہب لا سلام
نفتن میں نے کی ہیں جج و سا
جامع ایسا نہیں کوئی نسخا
دل و جان کی ہی تمنا ہے
علا بھی پسند فرما میں
ہلار باب دین و ایمان میں
بہ طیفیل جناب مہمیسر

گر چکا جس گھڑی میں اسکو تمام
اس کی تحقیق حال میں کیا کیا
جتنے حالات اس میں ہیں ایک جا
یہی اپنی دعا خدا یا سے
عام لوگ اس سے فائدہ پائیں
دسے جگہ دیدہ مسلمان میں
خوب مقبول عالم اسکو کر

